تنزیل من رب العلمین

ذلک الکتب لاریب فیہ

القرآن الحکیم

مطبوعہ

تاج کمپنی لمیٹڈ، قرآن منزل، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ تفسیر

الحمد للہ الذی وحدہ۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو پوری طرح سمجھنا اور پھر اسے دوسروں کو سمجھانا، اور اس سمجھانے کا حق ادا کر دینا، یہ بڑے عارفوں اور کاملوں کے بھی بس کی چیز نہیں۔ جبکہ ایک بے علم اور سراپا بے بضاعت فرد کے۔ غالب نے سچ کہا جس مقصد سے بھی ہو، ہے بہرحال اس موقع کے لئے چسپاں ؎

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے　　تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

کہاں رب اور کہاں بندہ۔ ناممکن اور محدود کا بھی کوئی مقابلہ ہے۔ سمندر اور قطرہ آفتاب اور ذرہ کی نسبت بھی تو نہیں۔ لیکن سرِ حال ہر مکلف بھی تو بقدر اپنی طاقت و بہت کے ہے جن جن بزرگوں نے تفسیریں لکھی ہیں، سب نے اپنے اپنے مقام علم و معرفت کے لحاظ سے لکھی ہیں۔ اور سب کے مقامات و صول و یافت الگ الگ ہیں۔ کسی کی توجہ مسائلِ صرف و نحو کی طرف زیادہ رہی، اور اس نے الفاظ کے اشتقاق اور فقروں کی ترکیب کو خوب حل کیا۔ کسی کے پیشِ نظر احادیثِ نبوی ہیں، اور اس نے نزولِ آیات کا پس منظر دکھانے میں داد تلاش و تحقیق دی۔ کسی نے ادب و بلاغت کے نکتوں کو ٹٹول لیا۔ کسی نے احکامِ قرآنی و مسائلِ فقہی کے استنباط و استخراج کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ کسی نے علمِ کلام کے مباحث کو دل کھول کر بیان کیا۔ وقس علیٰ ہذا۔

میں کہ ہر علم و فن سے کورا اور ہر خیر و عمل سے معرا ہوں، حقیقۃً اس قابل بھی نہیں کہ کلام الٰہی کی کسی ایک آیت کی بھی تفسیر و تشریح کی جرأت کر سکوں۔ لیکن وللکی یعمل اللہ ما یرید۔ اللہ جس سے جو کام چاہے لے لیتا ہے۔ وہ تنکے سے چاہے تو ستونوں کا کام لے لے اور ذرہ میں چاہے تو چٹان کی قوت بھر دے۔ ع

داد او را قابلیت شرط نیست

وہ لے رہا ہے تو فصیح البیان مانگے، اور حاہل کو چاہے تو علماء و فضلاء کی اُستادی کے مرتبہ پر بٹھا دے۔

اِس حقیر و عجز مگر بی کے ترجمہ و تفسیر سے درحقیقت ہوئی تو اسی اُمّار اور نمونہ پرانی اردو زبان میں بھی ترجمہ و تفسیر کا خیال آیا۔ جاسجا سے اس کے تقاضے بھی آئے۔ رفتہ رفتہ احباب کے حسنِ ظن نے اردو کے مصنف و مدبب کو ہمت اور عزم سے مدل و جید سامان کی محنت میں جو کچھ ہو سکا مدد ماحرین ہے۔ برکھے والوں کو اگر اس میں کوئی خوبی نظر آجائے، تو وہ یہ سمجھیں کہ وہ تمامتر اللہ تعالیٰ کے فضل کریم کا ثمرہ ہے۔ اور جیب جتنے بھی اطراتیں، انہیں راقم کی، اپنی بھولوں کر کے اس سے درگزر فرمائیں، اور ہو سکے تو مصنف کو اس کی رمدگی میں اس سے آگاہ کر دیں۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر ہر ضرورت فرماتے رہیں ان شاء اللہ خود بھی اجر پا ہو گے۔

مطالعہ فرمانے کے وقت اگر مفروضاتِ دل کو بیچ میں نظر رکھا جائے تو ان شاء اللہ فہمِ مطالب میں بڑی سہولت رہے گی۔

۱۔ قرآن حکیم ایک نہایت درجہ مرتب و منظم کتاب ہے۔ اس لئے اسی نسبت سے دشوار بھی ہے۔ اسے جو آسان عربایا گیا ہے وہ صرف موعظہ اور عبرت پذیری کے اعتبار سے ہے۔ اگر اس کے مطالب کو کوئی گہرائی میں لانا چاہے تو اس کے لئے سرسری مطالعہ خصوصاً امدیکس اشاریہ کی مدد سے ہرگز کافی نہ ہوگا۔ مدتوں کے مسلسل اور غائر مطالعہ کے بعد کہیں اس سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اور دشواریاں مناسبت پیدا ہونے کے بعد ہی حل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے قرآن فہمی میں بہت زیادہ جلبت کو دخل دینا ہرگز مناسب نہیں۔

۲۔ قرآن مجید ایک زندہ مصحف بھی ہے اور ماضی کی کتاب بھی۔ یعنی ایک طرف تو اس کی مخاطب عرب کی وہ قوم تھی جو اس کے نزول کے وقت موجود تھی۔ مکہ سارے قوم عرب کیوں کہیے۔ یہ دعوت کے ساتھ یوں کہیے کہ مکہ اور مضافاتِ مکہ اور مدینہ و حوالیٔ مدینہ کے بامتدے تھے۔ اور دوسری طرف اس کے مخاطب روس و جاپان، چین اور ہندوستان۔ امریکا، آسٹریلیا، گل روئے زمین کے، ہتدے قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس کی دونوں حیثیتیں، صرف، وجود میں بلکہ برابر ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ اور ترتیبِ زمانی کے لحاظ سے پہلی حیثیت اہم تر اور مقدم ہے۔ جنت کی بحثوں، دوزخ کے عذابوں، آسمان کی ساخت، زمین کی حرکت و سکون، ستاروں کی گردش، وغیرہ سے متعلق کوئی ایسی بات اگر وہ میاں کر دیتا جو اس کے مخاطبین اول، یعنی بھٹی صدی عیسوی کے اہلِ حجاز کے مسلمات کے خلاف یا اس کی فہم سے باہر ہوتی تو وہ لوگ خواہ مخواہ ایک نئے الجھاوے میں پڑ جاتے، اور بجائے اس کے ان کے دماغ وحدت کبریٰ کا کر قرآن کے بنیادی مقاصد توحید، رسالت، حشر و نشر وغیرہ کی تکذیب پر آمادہ ہو جاتے۔ اس لئے قرآن نے نہایت حکیمانہ اسلوب یہ اختیار کیا کہ اس حیثیت تو تماشر خالق عرب کے مطابق ہی کہیں، لیکن ساتھ ہی اشارے ایسے بھی رکھے کہ بعد کی نسلیں اور ہر دور کے مخاطبین اپنی اپنی فہم و استعداد کے مانحت اس سے روشنی حاصل کر سکیں ——— یہ ایک بنیادی نکتہ اگر مستحضر رہے تو بہت سے اشکالات ان شاء اللہ ازخود دور ہو جائیں گے۔

۳۔ قرآن حکیم اپنے لبِ مضمون بھی معانی و مطالب کے لحاظ سے ساری کائناتِ انسانی کو محاطہ کئے ہوئے ہے۔ سب کی عقلوں اور دلوں کو سامنے رکھے ہوئے۔ تاہم کیسی جہاں تک طرز ادا اور اسلوبِ خطاب کا تعلق ہے، یہ اپنی کلام ہے، اور اپنی مستوں اور لطافتوں، فقروں کی ترکیب، الفاظ کی نشست میں تمامتر عربی ادب و انشا کے لیے خود معیارِ اعلیٰ کا کام دے رہا ہے۔ اس میں روانی، شستگی، سلاست، اردو یا فارسی یا ہندی یا مگریزی ماترگی یا جرمنی ادب کے معیار سے تلاش کرنا شدید کوتہ فہمی ہے۔ اس کی انشائی خوبیوں سے لطف اٹھانے کے لئے قدیم خطباتِ عرب سے واقفیت ضروری ہے۔ اور اس کی اشاریہ داری و بلاغت کو جب بھی کسی عمومی معیار سے دیکھا جائیگا تو ہمیشہ غلط بھی ہی ہوگی۔

۴۔ قرآن مجید کی دنیا حکمت و اخلاق، روحانیت و انسانیت کبریٰ کی دنیا ہے۔ اس کی فضا تحقیق و طلب کی فضا، اور اس کا ماحول تفوق و طہارت کا ماحول ہے۔ اس کی گہرائیوں تک رسائی کے لئے تقویٰ کسی درجہ میں تو ہر حال لازمی ہے۔ طہارتِ قلب و طہارتِ جسم کا مطلق اہتمام کئے بغیر محض زبان دانی کے بھروسہ پر قرآن سمجھ لینے کی کوشش ایک سعیِ لاحاصل ہے ——— اُوجھل دراُوسے سے ٹکرا کر ٹالیں اور کون تھا؟ کوئی نحوی یا عرفی و نحوی اشکال اسی کبھی کیوں پیش آنے لگا تھا۔ لیکن ایسی روح کو اسوں نے کیسر نگایہ و ا آسا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن اُن پر در اصل کھلا۔ مائل بنہ ہی رہا اور وہ فہم قرآنی کے درجہ ادنیٰ کی بھی سعادت سے محروم ہی رہے۔

کلام بڑے عیوب اور سخی مفاسد کا ہے۔ اس کا ہے جس سے بڑھ کر کوئی عبرت مند ہے۔ سے یار اور تنظم کی شانِ عبرت و حکا کا ظہور کلام میں بھی درجہ اتم میں ہے۔ جو بڑا سے کی آرزو رکھتے ہیں، انہیں جھوٹا اس کر

عام لغات میں

۲۱- مجدالدین فیروز آبادی (المتوفی ۸۱۷ھ) کی القاموس (۴ جلدوں میں) ابن المنظور افریقی (المتوفی ۷۱۱ھ) کی ضخیم و مستند

۲۲- لسان العرب (۲۰ جلدوں میں) اور سب سے بڑھ کر علامہ مرتضیٰ زبیدی بلگرامی (المتوفی ۱۲۰۵ھ) کی بلند پایہ

۲۳- تاج العروس شرح قاموس (۱۰ جلدوں میں) سے مدد قدم قدم پر ملتی رہی

۲۴- ان سب کتابوں کے علاوہ سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) کی اتقان فی علوم القرآن بھی ایک قابل قدر کتاب ہے۔ کہنا چاہئے کہ ایک چھوٹی سی قرآنی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اُس زمانہ تک جتنا کام قرآن سے متعلق ہوا تھا اس کی جامع۔

۲۵- کلیات ابی البقاء۔ یہ بھی جہاں تک ادب، لغت، نحو و بیان کا تعلق ہے، قرآن مجید سے متعلق بڑے کام کی کتاب ہے۔

فارسی ترجموں میں بحر شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمہ فتح الرحمٰن کے اور کوئی چیز قابل ذکر نہیں ملتی۔ ترجمہ کی راہ ہندوستان میں اگر شاہ دہلوی اور ان کے خاندان والوں نے نہ کھول دی ہوتی تو آج خدا معلوم کتنی دشواریوں کا سامنا ہوتا۔

اس تفسیر کے اُردو ترجمہ کا جہاں تک تعلق ہے یہ ۱۵ ویں صدی حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نقل ہے حقیقت یہ ہے کہ پرانے ترجموں میں شاہ رفیع الدین دہلوی کا ترجمہ اور نئے ترجموں میں حکیم الامت کا ترجمہ بس یہ دو ترجمے باقی تمام ترجموں سے بے نیاز کر دینے والے ہیں۔ پہلا ترجمہ لفظی ہے، اور دوسرا بامحاورہ و مطلب خیز۔

اُردو تفسیروں میں نمبر اول پر

۲۶- حکیم الاُمت کی تفسیر بیان القرآن (۱۲ جلدوں میں) ہے، علوم و معارف سے لبریز یہ تفسیر اُردو میں اپنی نوع آپ ہے، سب سے زیادہ افادہ استفادہ اسی سے کیا گیا ہے۔

۲۷- خلاصۃ التفاسیر (۵ جلدوں میں مع مقدمہ) از مولانا فتح محمد تائب لکھنویؒ۔ کتاب اور مصنف نے زیادہ شہرت نہیں پائی، لیکن تفسیر متعدد حیثیتوں سے قابل قدر ہے۔ گو اب ذرا پرانی ہوگئی ہے۔

۲۸- ترجمہ اُردو تفسیر مظہری۔ اصل تفسیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی (صاحب مالا بد منہ) کی ہے، اور فارسی میں ہے۔ اس کے اُردو ترجمہ کا صرف قابل ابتدائی حصہ مطالعہ میں آیا، اور اسے مفید پایا گیا۔

اُردو میں تفسیر پر اور بھی بہت کچھ کام ہو چکا ہے، مثلاً

۱- تفسیر مواہب الرحمٰن۔ ۳۰ لمبی چوڑی ضخیم جلدوں میں۔ از مولانا امیر علی ملیح آبادی مرحوم۔ بہت جامع و مفصل کتاب ہے بدعتی کی مشہور و متداول تفسیروں کا عطر اس میں آگیا ہے۔ زبان پرانی ہوگئی ہے۔

۲- تفسیر فتح المنان یا تفسیر حقانی۔ ۷ جلدوں میں۔ از مولانا عبدالحق حقانی دہلوی مرحوم۔ مذاہب غیر سے مناظرہ کرنے والوں کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔

۳- تفسیر ثنائی۔ ۷ جلدوں میں۔ از مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ ذرا مختصر ہے۔ محدثین کے مذہب پر ہے۔ اور غیر مذاہب سے مناظرہ کرنے والوں کے لئے مفید ہے۔

۴- تفسیر بیان القرآن۔ ۳۰ جلدوں میں۔ از مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایڈیٹر جماعت احمدیہ (قادیانیہ) لاہور۔ غرضیکہ یہ تفسیر بھی متاثر گروہ کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ گو ظاہر ہے کہ اس کے مقصد و بیانات مسلک اہل سنت والجماعت سے ہٹے ہوئے ہیں۔

۵- حواشی تفسیری از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دیوبندی۔ شیخ الہند محمود حسن کے ترجمہ قرآن کے اکثر حصہ پر یہ حاشیے ہیں، اور ضروریات وقت کو ملحوظ رکھ کر ایک فاضلانہ قلم سے لکھے گئے ہیں۔

۶- تفہیم القرآن۔ از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔ یہ تفسیر جیسے تفسیر کا مشکل ہی سے ہے۔ بداقبالی محل ہے۔ ابھی تک آٹھ پاروں کی تکمیل ہے۔ بعض نکتے اس میں خوب آگئے ہیں۔

مصنف تھانوی کی اصل تفسیر کے علاوہ ان کے زبانی افادات اور ان کی ایک اور کتاب مسائل السلوک من کلام ملک الملوک سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مسائل سلوک و تصوف سے متعلق ایسے موقعوں پر حوالہ "مرشد تھانوی" کا دیا گیا ہے۔

جن کتابوں کے حوالے بار بار اور کثرت سے آئے ہیں، ان کے لئے ذیل کی حرف علامتیں استعمال ہوئی ہیں:-

نام کتاب	علامت	نام کتاب	علامت	نام کتاب	علامت
۱- تنویر المقیاس	(ابن عباسؓ)	۸- تفسیر مفاتیح الغیب	(کبیر)	۱۵- حواشی ابوالسعود العمادی	(ابوسعود)
۲- تفسیر ابن جریر طبری	(ابن جریر)	۹- البحر المحیط لابی حیان	(بحر)	۱۶- مفردات غریب القرآن	(راغب)
۳- تفسیر الکشاف	(کشاف)	۱۰- النہر اللفیط لابن حیان	(نہر)	۱۷- لسان العرب	(لسان)
۴- تفسیر انوار التنزیل	(بیضاوی)	۱۱- تفسیر الجامع لاحکام القرآن	(قرطبی)	۱۸- تاج العروس	(تاج)
۵- تفسیر مدارک التنزیل	(مدارک)	۱۲- روح المعانی	(روح)	۱۹- وجوہ اعراب القرآن المعروف اعراب القرآن	(مکبری)
۶- تفسیر معالم التنزیل	(معالم)	۱۳- احکام القرآن لابن العربی	(ابن عربی)	۲- تفسیر بیان القرآن	(تھانوی)
۷- تفسیر ابن کثیر	(ابن کثیر)	۱۴- احکام القرآن للجصاص رازی	(جصاص)	۲۱- القراطین	(ابن قتیبہ)

ان کے علاوہ جن کتابوں کے حوالے آئے ہیں بجائے علامات اور مرموزات کے، اصل نام کے ساتھ آئے ہیں۔

اس دیباچہ کی تحریر کے وقت (یعنی دسمبر ۱۹۴۳ء ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ میں) صرف پارۂ اول نظر ثانی کے بعد ناشر کے ہاں جانے کے قابل ہوا ہے۔ باقی ۲۹ پاروں پر مفصل اور جزئی نظر ثانی کا کام اب شروع ہو رہا ہے جس نے آغاز کار کی توفیق دی تھی اسی کے ہاتھ میں انجام تک پہنچانا ہے

اسی رب العزت سے دعا ہے کہ اس حقیر و ناچیز کوشش کو حسن قبول عطا فرمائے میری اور میرے والدین اور میرے عزیز، احباب، متوسلین کی، اور ان تمام اشخاص کو جو اس تالیف کی تیاری میں مالی حیثیت سے یا کسی اور حیثیت سے معین ہوئے ہیں مغفرت سے سرفراز فرمائے اور ان پر اور ساری امتِ محمدی پر رحمت کی بارش نازل کرے۔ ناظرین سے صرف اتنی استدعا ہے کہ اس دُعا پر آمین کہہ دیں۔

دریابادضلع بارہ بنکی
دسمبر ۱۹۴۳ء
ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

عبدالماجد

مکرر۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء (ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ) آگیا۔ اور اب پانچ پارے تیار شدہ ناشر کے پاس پریس میں تصحیح کے مرحلے میں ہیں۔ دسویں پارہ کی نظر ثانی اس وقت جاری ہے۔

اس دوارہ میں داخل ہونا ہوگا۔ قال العارف الرومی ؎ فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز کہ اشکستہ گیرو فضل شاہ

۵۔ اُستاد کی ضرورت تو چھوٹے سے چھوٹے علم اور مسئلہ فن میں بھی تقریباً ناگزیر ہی ہے۔ پھر قرآن کا علم تو بڑا معتمد بالشان علم ہے۔ اس میں کوئی طالب علم استاد سے بے نیاز کیسے رہ سکتا ہے؟ کوئی نداء امتاذ اگر کامل نفس رہے تو اس کی قائم مقامی اکابر مفسرین اور محققین شارحین کی کتابیں کر سکتی ہیں۔

ان حضرات کی تحقیق و تلاش کی داد دل سے دینا چاہئے۔ ان کے فضل و کمال و تبحر علمی کا احساس و وقار اور ادب رکھنا چاہئے۔ ان کی عظمت و احترام کے اعتراف میں تامل فضاسا نہ کرنا چاہئے لیکن ساتھ ہی دوسری طرف یہ عقیدہ بھی تازہ رکھنا چاہئے کہ معصوم بجز نبی یا معصوم کے اور کوئی نہیں۔ اُمت کے بڑے سے بڑے محققین بھی غیر معصوم ہی ہیں کسی ایک کے بھی ہر قول کی تقلید ہر حال میں آنکھ بند کئے کرتے رہنا اور دلیل عقل کے ماوجود بھی کسے جانا ہرگز طریق ثواب نہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ خود اپنی عصمت سے انکار کر کے خود اپنی عصمت پر عقیدہ بجالایا جائے، اور اپنی تحقیق پر جزم اور جمود کے ساتھ اعتماد کر لیا جائے۔ حاشا اس کا وہم بھی نہ آنے پائے۔

عربی میں اچھی اچھی تفسیریں ماشاء اللہ کثرت سے موجود ہیں۔ اس نامہ سیاہ نے جن جن سے استفادہ اور خوشہ چینی کی ہے، ان کی کچھ تفصیل عرض ہے:۔

۱۔ تنویر المقیاس یا تفسیر ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (متوفی ۶۸ھ) اصحابِ رسول میں مشہور ترجمان القرآن ہوئے ہیں۔ یہ ان کے تفسیری اقوال کا مجموعہ، صاحبِ قاموس مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی (متوفی ۸۱۷ھ) کا مرتب کیا ہوا ہے۔ البتہ سلسلہ روایات ناقدین کے نزدیک کچھ زیادہ معتبر و مستند نہیں۔

۲۔ جامع البیان۔ یا تفسیر ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) ۳۰ جلدوں میں۔ یہ ایک بسوط و مفصل اور محققانہ تفسیر ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ ہر آیت کی تفسیر میں صحابیوں اور تابعین کے آثار و اقوال کی جامع ہے ساتھ ہی دوسرے پہلوؤں، لغت، ادبیت وغیرہ پر بھی محققانہ کلام ہے۔

۳۔ تفسیر الکشاف۔ ۲ جلدوں میں۔ تُرنجت واد کے مشہور امام علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشریؒ (متوفی ۵۳۸ھ) کی مشہور تفسیر ہے۔ زمخشری عقائد میں معتزلی تھے۔ لیکن جہاں تک ادب و بلاغت کے پہلوؤں کا تعلق ہے، اہل سُنت بھی ان کی نکتہ سنجیوں کے پوری طرح قائل و معترف ہیں

۴۔ مفاتیح الغیب۔ یا تفسیر کبیر۔ ۸ جلدوں میں۔ از امام فخر الدین عمر رازی (متوفی ۶۰۶ھ) رازی معقول و منقول دونوں کے امام تھے۔ ان کی تفسیر حقیقۃً تفسیر کبیر یا تفسیر اعظم ہی کہلانے کی مستحق ہے۔ لسانی، روایتی کلامی، فقہی کہنا چاہئے کہ سارے ہی پہلو اس میں آگئے ہیں۔ اور کلامی مباحث کے تو گویا رازی بادشاہ ہیں۔ مفسر کا کمال یہ ہے کہ اپنے زمانہ کے سارے علوم و فنون کو قرآن کے خادم کی حیثیت سے لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

۵۔ الجامع الاحکام القرآن۔ یا تفسیر قرطبی۔ امام عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) کی تصنیف ہے نام سے دھوکا ہوتا ہے کہ شاید صرف احکام فقہی پر محدود ہو، لیکن ایسا نہیں ہے مکمل تفسیر ہے۔ محققانہ بھی اور جامع بھی۔ پھر عبارت سلیس۔ افسوس ہے کہ کتنی طبع نہیں ہوئی۔ کوئی نصف قرآن تک مصر میں، متعدد جلدوں میں شائع ہوئی، یہاں دہ نسخہ بھی کمیاب ہے۔ میں نے تمام تر نسخہ مملوکہ مولانا حافظ محمد عمران خاں مدوی بھوپالی مہتمم دار العلوم ندوہ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ موصوف ایک ایک جلد برابر عاریۃً عنایت کرتے رہے۔

۶۔ معالم التنزیل۔ یا معتصر، تفسیر معالم۔ محی السنۃ حسین بن مسعود ابو محمد فقہی شافعی (متوفی ۵۱۶ھ) کی تصنیف ہے۔ مشہور محدث گزرے ہیں۔ کتاب ۸ جلدوں میں تفسیر ابن کثیر کے حاشیہ کے طور پر مصر میں طبع ہوئی ہے۔

۷۔ تفسیر ابن کثیر۔ از حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ابن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) ۸ جلدوں میں مصر میں چھپی ہے تفسیر کے خود اچھی اور مستند ہے لیکن مفسر محمد ثانہ رنگ غالب ہے۔ کتاب عام ملۃ قرآن کے زیادہ کام کی نہیں۔ گویا صرف ایک مجموعہ تفسیری احادیث کا ہے۔

۸۔ مدارک التنزیل یا تفسیر مدارک۔ حافظ الدین محمود ابو البرکات النسفی الحنفی (متوفی ۷۰۱ھ) صاحب عقائد نسفی۔ اہل سُنت کے مسلم امام ہیں۔ ان کی یہ مختصر تفسیر بہت طویل حاشیہ الکلیل کے ساتھ بندہ ہمان میں بطبع چوڑی جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ عقاید و احکام کے باب میں اعتماد سب سے زیادہ اسی پر رہا ہے۔

۹۔ انوار التنزیل۔ یا تفسیر بیضاوی۔ از قاضی ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی (متوفی ۶۹۱ھ) ۵ جلدوں میں۔ متوسط و متداول تفسیر ہے، لیکن جامع و مستند۔

۱۰۔ البحر المحیط۔ ۸ جلدوں میں۔ از اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف بن حیان اندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) ابن حیان محدث بھی ہیں اور ادیب اور متکلم بھی۔ تفسیر میں سب پہلوؤں کی رعایت رکھی ہے۔ جو ضعیف بلکہ موضوع روایات بعض مفسرین بعض اغراض خوش عقیدگی کی بنا پر ایک دوسرے سے نقل کرتے چلے آئے تھے، انہوں نے جرأت کر کے ان میں سے اکثر سے انکار کر دیا ہے۔

۱۱۔ تفسیر ابی سعود۔ یہ ابو سعود عمادی کے حواشی تفسیری ہیں۔ زیادہ تر قرآن کی ترکیبات نحوی و مباحث سے متعلق۔ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر یہ طور تعلیقات کے شائع ہوئی ہے۔

۱۲۔ روح المعانی۔ ۹ جلدوں میں۔ علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) متاخرین میں ایک بے مثل شخص ہوئے ہیں۔ نظر بھی وسعت بھی تھی اور عمق بھی۔ ان کی یہ جامع و مفصل تفسیر ایک بڑی حد تک قدیم تفسیروں سے غنی کر دینے والی ہے۔ لغوی، روایتی، کلامی، فقہی حیثیت سے کہنا چاہئے کہ سب ہی کچھ اس میں موجود ہے۔ اور سلوک و تصوف سے متعلق اشارات اُن پر مستزاد۔

اصل استفادہ عربی میں انہیں تفاسیر سے کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ حسب دیل بھی وقتاً فوقتاً پیش نظر رہی ہیں۔ اور کہیں کہیں مدد ان سے بھی ملی ہے۔

۱۳۔ تفسیر جلالین۔ مع کمالین

۱۴۔ غرائب القرآن یا تفسیر نیشاپوری

۱۵۔ تفسیر فتح القدیر (شوکانی)

۱۶۔ تفسیر خازن (شرح معالم)

ان عام تفسیروں کے علاوہ فقہی مسائل سے متعلق ذیل کی تفسیروں سے بھی بہت مدد ملی، خصوصاً اوّل الذکر سے:۔

۱۷۔ احکام القرآن۔ ۴ جلدوں میں۔ از علامہ ابو بکر محمد بن العربی المالکی الاندلسی (المتوفی ۵۴۳ھ) ہر مسئلہ سے متعلق چاروں ائمہ فقہ کے مذہب نقل کر دیئے ہیں۔ بڑے کام کی کتاب ہے۔

۱۸۔ احکام القرآن۔ ۳ جلدوں میں۔ از امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی (المتوفی ۳۷۰ھ) حنفیہ میں بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ مسائل کے ساتھ ان کے دلائل بھی دیئے گئے ہیں۔

۱۹۔ تفسیر احمدی ملا احمد عرف ملا جیون امیٹھوی کی تالیف۔ سن تالیف ۱۰۷۵ھ۔

نسبتِ قرآنی پر کوئی کتاب ابو القاسم حسین بن الفضل راغب اصفہانی (المتوفی ۵۰۲ھ) کی

۲۰۔ المفردات فی غریب القرآن سے بڑھ کر مستند اور مفید میرے علم میں نہیں۔

رموزِ اوقافِ قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہلِ زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں۔ کہیں نہیں ٹھہرتے۔ کہیں کم ٹھہرتے ہیں۔ کہیں زیادہ۔ اور اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کردی ہیں جن کو رموزِ اوقافِ قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اِن رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں :-

○ جہاں بات پوری ہو جاتی ہے، وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بہ صورت ۃ لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیئے۔ اب ۃ تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ لکھ دیا جاتا ہے۔ اِس علامت کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقف لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیئے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔ اس کی مثال اُردو میں یوں سمجھنی چاہیئے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو۔ کہ اُٹھو مت بیٹھو۔ جس میں اُٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے۔ تو اُٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اُٹھو مت بیٹھو ہو جائیگا۔ جسمیں اُٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائیگا۔

ط وقف مُطلق کی علامت ہے۔ اِس پر ٹھہرنا چاہیئے۔ مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

شمار سورت	نام سورت	شمار پارہ
۱	سورہ فاتحہ	۱
۲	سورہ بقرہ	۱ - ۲ - ۳
۳	سورہ آل عمران	۳ - ۴
۴	سورہ نساء	۴ - ۵ - ۶
۵	سورہ مائدہ	۶ - ۷
۶	سورہ انعام	۷ - ۸
۷	سورہ اعراف	۸ - ۹
۸	سورہ انفال	۹ - ۱۰
۹	سورہ توبہ	۱۰ - ۱۱
۱۰	سورہ یونس	۱۱
۱۱	سورہ ھود	۱۱ - ۱۲
۱۲	سورہ یوسف	۱۲ - ۱۳
۱۳	سورہ رعد	۱۳
۱۴	سورہ ابراھیم	۱۳
۱۵	سورہ حجر	۱۳ - ۱۴
۱۶	سورہ نحل	۱۴
۱۷	سورہ بنی اسرآءیل	۱۵
۱۸	سورہ کہف	۱۵ - ۱۶
۱۹	سورہ مریم	۱۶
۲۰	سورہ طٰہٰ	۱۶
۲۱	سورہ انبیاء	۱۷
۲۲	سورہ حج	۱۷
۲۳	سورہ مؤمنون	۱۸
۲۴	سورہ نور	۱۸
۲۵	سورہ فرقان	۱۸ - ۱۹
۲۶	سورہ شعرآء	۱۹
۲۷	سورہ نمل	۱۹ - ۲۰
۲۸	سورہ قصص	۲۰
۲۹	سورہ عنکبوت	۲۰ - ۲۱
۳۰	سورہ روم	۲۱
۳۱	سورہ لقمان	۲۱
۳۲	سورہ سجدہ	۲۱
۳۳	سورہ احزاب	۲۱ - ۲۲
۳۴	سورہ سبا	۲۲
۳۵	سورہ فاطر	۲۲
۳۶	سورہ یٰسٓ	۲۲ - ۲۳
۳۷	سورہ صافات	۲۳
۳۸	سورہ ص	۲۳
۳۹	سورہ زمر	۲۳ - ۲۴
۴۰	سورہ مؤمن	۲۴
۴۱	سورہ حٰمٓ السجدۃ	۲۴ - ۲۵
۴۲	سورہ شوریٰ	۲۵
۴۳	سورہ زخرف	۲۵
۴۴	سورہ دخان	۲۵
۴۵	سورہ جاثیہ	۲۵
۴۶	سورہ احقاف	۲۶
۴۷	سورہ محمد	۲۶
۴۸	سورہ فتح	۲۶
۴۹	سورہ حجرات	۲۶
۵۰	سورہ ق	۲۶
۵۱	سورہ ذاریات	۲۶ - ۲۷
۵۲	سورہ طور	۲۷
۵۳	سورہ والنجم	۲۷
۵۴	سورہ قمر	۲۷
۵۵	سورہ رحمٰن	۲۷
۵۶	سورہ واقعہ	۲۷

ج وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مرخص کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے معلوم رہے کہ صٓ پر ملا کر پڑھنا ٓ کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے۔

صلے الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیئے۔

صل قد یوصل کی علامت ہے۔ یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

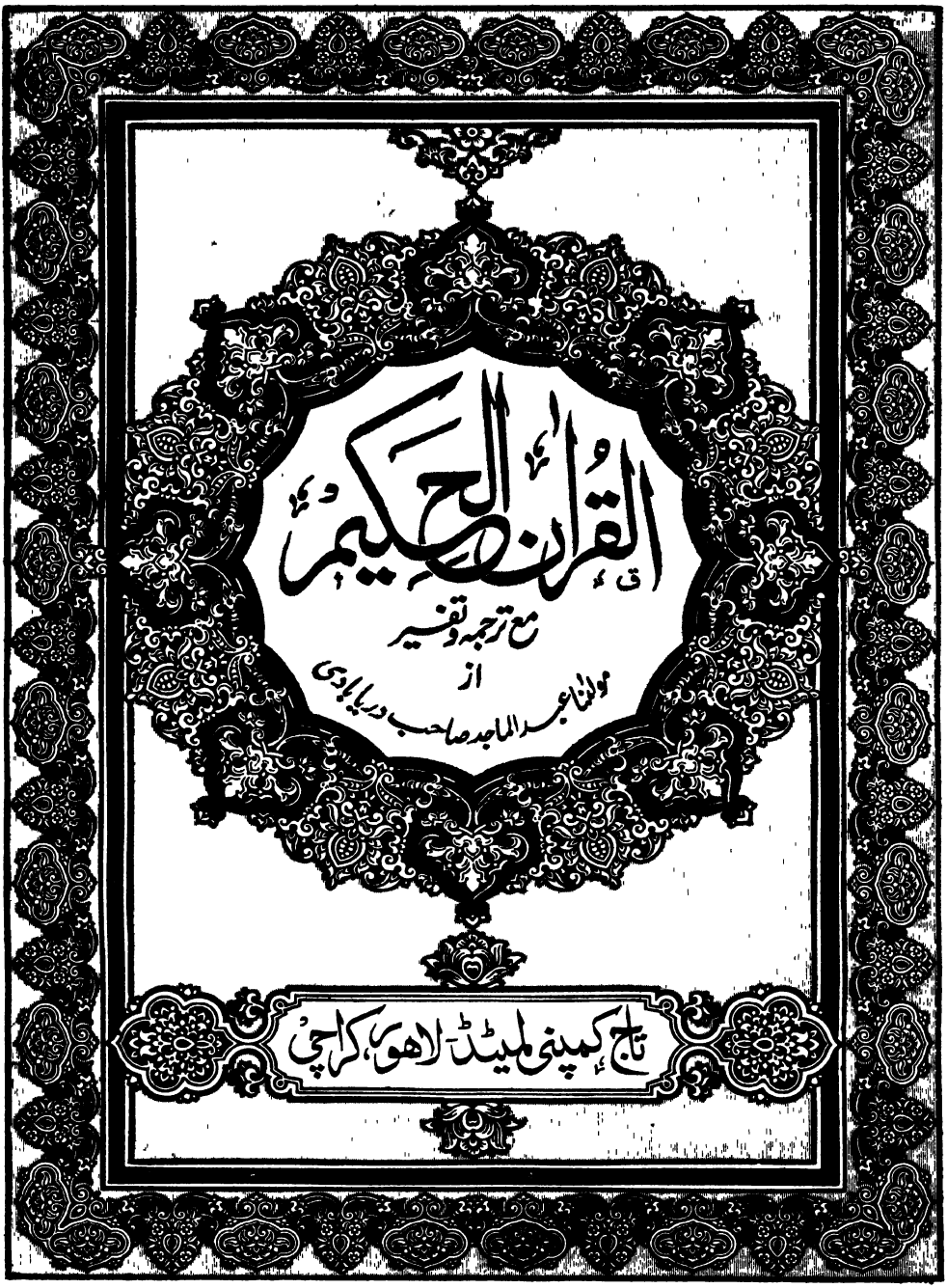
قف یہ لفظ قِف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے۔ جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س یا سکتہ سکتے کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہر جانا چاہیئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

وقفہ لمبے سکتے کی علامت ہے۔ یہاں سکتے کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیئے۔ لیکن سانس نہ توڑے۔ سکتے اور وقفے میں یہ فرق ہے کہ سکتے میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے۔ وقفے میں زیادہ۔

لا لا کے معنی نہیں کے ہیں۔ یہ علامت کہیں آیت کے اُوپر استعمال کی جاتی ہے۔ اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ آیت کے اُوپر ہو تو اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہیئے۔ بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہیئے۔ جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ك کذلک کی علامت ہے۔ یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے۔


القرآن الحکیم
مع ترجمہ و تفسیر
از
مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی
تاج کمپنی لمیٹڈ۔ لاہور، کراچی

شمار سورت	نام سورت	شمار پاره
۵۷	سورہ حدید	۲۷
۵۸	سورہ مجادلہ	۲۸
۵۹	سورہ حشر	۲۸
۶۰	سورہ ممتحنہ	۲۸
۶۱	سورہ صف	۲۸
۶۲	سورہ جمعہ	۲۸
۶۳	سورہ منافقون	۲۸
۶۴	سورہ تغابن	۲۸
۶۵	سورہ طلاق	۲۸
۶۶	سورہ تحریم	۲۸
۶۷	سورہ ملک	۲۹
۶۸	سورہ قلم	۲۹
۶۹	سورہ حاقہ	۲۹
۷۰	سورہ معارج	۲۹
۷۱	سورہ نوح	۲۹
۷۲	سورہ جن	۲۹
۷۳	سورہ مزمل	۲۹
۷۴	سورہ مدثر	۲۹
۷۵	سورہ قیامہ	۲۹
۷۶	سورہ دھر	۲۹
۷۷	سورہ مرسلات	۲۹
۷۸	سورہ نبا	۳۰
۷۹	سورہ نازعات	۳۰
۸۰	سورہ عبس	۳۰
۸۱	سورہ کوّرت یا تکویر	۳۰
۸۲	سورہ انفطرت یا انفطار	۳۰
۸۳	سورہ مطففین	۳۰
۸۴	سورہ انشقت یا استقاق	۳۰
۸۵	سورہ بروج	۳۰
۸۶	سورہ طارق	۳۰
۸۷	سورہ اعلیٰ	۳۰
۸۸	سورہ غاشیہ	۳۰
۸۹	سورہ فجر	۳۰
۹۰	سورہ بلد	۳۰
۹۱	سورہ شمس	۳۰
۹۲	سورہ لیل	۳۰
۹۳	سورہ ضحیٰ	۳۰
۹۴	سورہ انشراح	۳۰
۹۵	سورہ تین	۳۰
۹۶	سورہ علق	۳۰
۹۷	سورہ قدر	۳۰
۹۸	سورہ بیّنہ	۳۰
۹۹	سورہ زلزال	۳۰
۱۰۰	سورہ عادیات	۳۰
۱۰۱	سورہ قارعہ	۳۰
۱۰۲	سورہ تکاثر	۳۰
۱۰۳	سورہ عصر	۳۰
۱۰۴	سورہ ہمزہ	۳۰
۱۰۵	سورہ فیل	۳۰
۱۰۶	سورہ قریش	۳۰
۱۰۷	سورہ ماعون	۳۰
۱۰۸	سورہ کوثر	۳۰
۱۰۹	سورہ کافرون	۳۰
۱۱۰	سورہ نصر	۳۰
۱۱۱	سورہ لہب	۳۰
۱۱۲	سورہ اخلاص	۳۰
۱۱۳	سورہ فلق	۳۰
۱۱۴	سورہ ناس	۳۰

تمت

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

سورۂ بقرہ

مدنی ہے۔ ۴۰ رکوع۔ ۲۸۶ آیتیں۔ ۶۰۲۱ لفظ۔ ۲۰ ہزار حروف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ رحمت کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے ۱

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ

الف لام میم ۲ کتاب ۳ اس کوئی شبہ اس میں نہیں ۴

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

ہدایت اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ۵ جو غیب پر ایمان رکھتے

بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

میں ۶ اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ۷ اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے

يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ

خرچ کرتے رہتے ہیں ۸ اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو آپ پر اتارا گیا ہے ۹

اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ

اور (اُس پر) جو آپ سے قبل اُتارا گیا ہے ۱۰ اور آخرت پر بھی

کہتا ہے کہ "لوگ سات برابر پھول جاتے ہیں کہ قرآن کے اندر وصف رحمت پر کسا رو دیا گیا ہے۔ (حمید بھی اسم صفت صیغہ مبالغہ ہے۔ میل کے دور پے در تکرار و تواتر کے اظہار کے لئے۔ صاحبۃ العمیل ص حیث التکرار و تواصل رحمت و شفقت کی انتہائی قوت کا اظہار سمجھی جا رہا ہے اور انتہائی کثرت کا وحمید سے۔ اس فرق کے اظہار کے لئے رحمٰن کا ترجمہ "نہایت رحم کرنے والے" اور رحیم کا ترجمہ "بار بار رحم کرنے والے" سے کیا گیا ہے۔ رحمٰن میں ساں کرم کا عموم ہے مومن و کافر سب کے لئے۔ اور اسی لئے اس کا ظہور اسی دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ رحیم میں تعلق رحمت و مغفرت کا خصوص ہے اہل ایمان کے ساتھ۔ اس لئے اس کا ظہور آخرت ہی میں ہوگا۔ اور اسی معنی میں یہ حدیث صحیح مسلم میں صحابی ابن سمعون کے واسطہ سے آئی ہے کہ الرحمٰن (رحمٰن الدنیا والآخرۃ) والرحیم رحیم الآخرۃ۔ اور اسی معنی میں حبر صادق کا بھی یہ قول نقل ہوا ہے۔ الرحمٰن اسم خاص لصفۃ عامۃ والرحیم اسم عام لصفہ الخاصۃ (کبیر) صاحب کشاف نے ایک تشریح یہ بھی کی گئی ہے کہ رحمانیت وہ تربیت ہے جو براہ راست و بلا واسطہ ہو۔ رحیمیت وہ شفقت ہے جو طبیب مریض کے ساتھ رکھتا ہے۔ اور رحیمیت شفقت محض ہے (روح) اسلام کے اس خالص توحیدی کلمہ کے مقابلہ میں اب سیحیت کا عقیدہ "اقنوم اعظم۔ لاحظہ ہو "تثلیث اب بیٹے اور روح القدس کے نام سے" کوئی نسبت اس تثلیث بھی کو اسلام کی توحید خالص سے ہے؟ راقم آثم کے خیال میں بات آتی ہے کہ محمد نہیں جو خالق اکبر کی یہی صفات رحمانیت و رحیمیت ہی سمع ہو کر مسیح میں ڈھل گئی ہوں۔

۱ الحمد میں ال کلمہ استغراق ہے۔ یعنی جمیع حمد۔ کوئی سی بھی ہو، کسی قسم کی بھی ہو۔ طاہر کسی کے لئے بھی ہو۔ حمد کا درجہ لغوی مقام سے، مدح اور شکر دونوں سے اندر زیادہ ہے۔ شکر تو کسی منعم ہی کی نعمت کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اور مدح ص ممدوح کی خوبیوں کا ارادی و اختیاری ہونا ضروری نہیں۔ صرف حمد ہی ایسی چیز ہے، جو محمود کی عام اختیاری خوبیوں اور فضیلتوں کی بنا پر کی جاتی ہے (راغب) فی کلام العرب معناہ الثناء الکامل (وطی) گویا قرآن مجید کی سب سے پہلی تعلیم توحید کے اجزاء اصناف کی جامع ہے۔ مدح اور عرف کسی کی بھی ہو کسی کے نام سے بھی ہو، وہ حقیقت صرف اللہ ہی کی ہوتی ہے، اور اسی کو پہنچتی ہے۔ الالف واللام فی الحمد لاستغراق جمیع اجناس الحمد للہ تعالیٰ (ابن کثیر) اور یہی معنی ہیں اس حدیث موی کے بھی کہ اللھم لک الحمد کلہ ولک الملک کلہ وبیدک الخیر کلہ والیک یرجع کل امر کلہ۔ حاکم گو عادل ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے عصمت عدل اس کے اندر رکھ دی ہے۔ طبیب اگر حاذق ہے تو اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ اللہ نے اسے یہ کمال عطا کر دیا ہے۔ کسی کی شکل جمیل ہے، اور کسی کی سیرت نیکو ہے، تو ہر موقع پر مدح و ثنا، تعریف و ستائش کی اصل مستحق صرف ذات ماری تعالیٰ ہی ہے۔ ہر جمیل سجدہ آں آستاں بسد

۲ لام ربت، جو یہاں علو، اسم استعلال ہوا ہے، مصدر ہے تربیت کے معنی میں۔ اور ربیب کے معنی ہیں کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نشو و نما دیتے رہنا۔ تا آنکہ وہ کمال تک پہنچ جائے۔ ھو اسناء الشیء حالا فحالا الی حد التمام (راغب) وھی تبلیغ الشیء الی کمالہ شیئا فشیئا (بیضاوی) الرب المصلح والمبلغ نحو المعاد والعاشر بقال لمن قام باصلاح شیء واتمامہ (زجی) اُردو میں اس کا ترجمہ پروردگار سے بھی صحیح ہے۔ لیکن قریب ترین لفظ اس معصوم کے لئے "مربی" کا ہے، اور یہی ترجمہ تھانوی مدظلہ نے اختیار کیا ہے۔ عربی میں سوائے اللہ مطلق اور لام اضافت صورت میں صرف حق تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ ولا یقال الرب مطلقا الا للہ تعالیٰ (راغب) ولا یستعمل الرب لغیر اللہ تعالیٰ الا بالاضافۃ (ابن کثیر) صفات رحمانیت و رحیمیت کے مظاہر اب اللہ کی صفت ربوبیت کا اظہار ہے۔ سیحیوں کے "آسمانی اب" سے کہیں زیادہ شفقت، کہیں زیادہ قدرت، کہیں زیادہ حکمت لفظ رب سے عیاں ہے۔ عالمین عالم کا لفظ خود اسم جمع ہے کوئی اس کا واحد نہیں آتا۔ اور مراد سے مخلقات یا موجودات کے۔ العالم الخلق کلہ (لسان) عالمون (صیغہ جمع کے معنی ہوئے ہر ہر صنف موجودات اور سارے سلسلۂ کائنات کے۔ والعالمون اصناف الخلق (لسان) ہست العالمین کا لفظ لا کر قرآن عجوبے گویا بتا دیا کہ ہر صنف موجودات کا ایک مستقل نظام تربیت ہے۔ ارض کا آخری برگ سبزی خاص و اعلیٰ کیمیا کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی بھی صنف موجودات اس کے دست گیر نظام ربوبیت و تربیت سے آزاد و مستثنیٰ نہیں۔ یہ تعمیم بھی اسی ایک لفظ سے مل گئی کہ اسلام کا خدا کسی مخصوص قبیلہ کا خدا نہیں۔ یہ حقیقت تاریخ مذاہب میں نہایت درجہ اہمیت رکھتی ہے۔ اسلام سے قبل مذاہب جس صورت میں موجود تھے وہ اس وسیع تخیل ہی سے آشنا نہیں رہے تھے۔ ہر قوم خدا کو صرف اپنا خدا تسلیم کرتی تھی۔ گویا خدا کی حیثیت محض قومی خدا کی رہ گئی تھی۔ بابل، مصر، ہند، یونان، روم، عرب وغیرہ کی مشترک قوموں کا ذکر نہیں، بنی اسرائیل جیسی موحد قوم بھی خدا کے خدائے کائنات ہونے کی یوں طرح قائل نہیں رہی تھی۔ قرآن نے ایک لفظ رب العالمین لا کر اُن سارے مشرکانہ و گمراہ عقائد کی تردید کر دی۔ مشرک قوموں کو سب سے زیادہ ٹھوکر صفت ربوبیت ہی کے سمجھنے میں لگی ہے۔ اسی لئے قرآن نے تصحیح میں بھی اسی کو مقدم رکھا۔ علماء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ کلمہ الحمد للہ رب العالمین تمام کلموں سے افضل و اشرف ہے۔ یہاں تک کہ لا الٰہ الا اللہ سے بھی۔ اس لئے کہ اس میں صرف توحید ہے، اور اس میں توحید کے ساتھ حمد بھی (زجی)

۱۲ (حمد دنیا میں سب کو رزق دے رہا ہے، سب کو راحت پہنچا رہا ہے۔ نفع رسانی کا دروازہ سب کے لئے کھولے ہوئے ہے) الرحمٰن العاطف علی الورد الفاجر بالرزق لبرہم ودوام الایجاد علیہم (راس عباس) بر بالحمد ہو حامیہ ۱۲۔ ۱۳ (جو آخرت میں مومنین کو اجراں کے استحقاق سے بہت زیادہ دے گا) الرحیم خاصۃ علی المؤمنین للمعجمۃ وادخالہم الجنۃ (راس عباس) بر بالحمد ہو حامیہ ۱۲۔ صفات کے بیان میں صفت ربوبیت کو سب سے پہلے لانا اور اس کے متعاقب صفات رحمانیت و رحیمیت پر زور دینا خود اس امر کی ایک واضح شہادت ہے کہ عقائد اسلام میں ان صفات کا مرتبہ کتنا بلند اور ان کا درجہ کیسا اہم ہے۔ ان تصریحات کی موجودگی میں اور ان کی تکرار کے باوجود مسیحی یادریوں کا یہ کہے جانا کہ اسلام کا خدا صرف قوت اور قہرانی کا خدا ہے، حقیقت پر کیسا ظلم کرنا ہے۔ ۱۴ ملک۔ حاکم یا مالک خواہ کیسے ہی وسیع اختیارات رکھتا ہو، ہر حال اس کے اختیارات محدود ہی ہوتے ہیں، اور وہ مجرم کو حسب ضابطہ سزا دینے پر مجبور ہوتا ہے۔ گویا خود حاکم پر حکومت صاحب قانون کی ہوتی ہے۔ مخلاف اس کے مالک وہ ہوتا ہے جسے پورے اختیارات حاصل ہوں۔ عموم کو چاہے وہ بخش دے، چاہے سزا دے۔ کوئی اس سے باز پرس کرنے والا اور کوئی اس پر حاکم نہیں۔ حدیث مسلم میں آچکا ہے کہ لا مالک الا اللہ عز وجل (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مالک نہیں) اور محققین کا قول بھی ایسا ہی ہے کہ بحر اللہ کو کسی کو مالک کہنا یا پکارنا جائز نہیں لا یجوز ان تسمی احدا بھذا الاسم ولا یدعی بہ الا اللہ تعالیٰ (زجی) لفظ کا فارسی ترجمہ بھی اسی لئے سلطان "شہنشاہ" موری سے قائل سفلی عنل ناھل شاہ (وطی) اور مصریں سے بھی معنی مطلق الا تیار کئے ہیں۔ للمالک

سُورۃ الفاتحہ ۱ سورۃ کے لغوی معنی بلندی یا بلند منزل کے ہیں۔ السورۃ الرفعۃ (لسان) السور، والمنزلۃ الرفیعۃ (راغب) جس طرح دُنیا کی دُوسری کتابیں مختلف ابواب میں تقسیم ہوتی ہیں، قرآن کے ہر اک کو سورۃ کہنے سے گویا ہر سورۃ ایک بلند منزل کا نام ہے۔ دوسرا سمیت السورۃ من القرآن لحے رفعتہ (تاج) یہ سمیت سورۃ القرآن لاحلال ورفعتہ (تاج) سورۃ کے دوسرے معنی شہر پناہ کی دیوار کے بھی ہیں سور المدینۃ حائطہا (راغب) سورۃ قرآنی کو سورہ اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ گویا وہ فصیل شہر کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ قرآن مجید کو مختلف سورتوں میں تقسیم ترتیب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما گئے تھے۔ آنحضورؐ ہی کے ارشاد کے مطابق ایک سورۃ شروع کی جاتی تھی اور دوسری ختم۔ کل قرآنی سُورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے۔ ۲ فاتحہ کے لغوی معنی ہیں ابتدا کرنے والی کے۔ قرآن مجید کی اس ابتدائی سورۃ کو بھی اسی لئے الفاتحہ کہتے ہیں۔ یہ گویا دیباچہ قرآن ہے۔ سوروں کے نام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے ہیں۔ اکثر ایک سُورت کے کئی کئی نام روایت ہوتے ہیں۔ اس فاتحۃ الکتاب کے بھی متعدد نام احادیث میں آئے ہیں۔ سورۃ الشفاء سورۃ وافیہ، اُمّ القرآن وغیرہ قرطبی نے ۱۲ نام گنائے ہیں، مشہور تر یہی نام یہی الفاتحہ ہے۔ سورۃ کے فضائل سے احادیث لبریز ہیں۔ اہمیت خاص اسی سے طاہر ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔ بلکہ شافعیہ کی تحقیق میں فرض ہے۔ کوئی نماز اس کے اس حزو کے مکمل نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان چار مرتبہ حاص طور پر رویا چلایا ہے اور ان چاروں سے ایک موقع روں سورۃ فاتحہ کا ہے۔ سورۃ فاتحہ کو صورۃ مختصر ہے۔ لیکن لحاظ معنویت وحمایت گویا دریا کو زہ میں بند ہے بمکریں ومخالفیں تک اس کے اعجاز کے قائل ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے۔ "محمد باری کی یہ زبردست مداحات سلیس اسی کمر پر تشریح سے لے بیار۔ اس پر بھی معنویت سے لبریز" رحلہ ۱۵ ص ۹ طبع اردو) ۳ قرآنی سورتوں کی ایک اہم تقسیم۔ لحاظ زمانہ نزول کی گئی ہے۔ جو سُورتیں قبل ہجرت ہوئی ہیں رسول اللہ صلعم کے زمانہ قیام مکہ میں نازل ہُوئیں، خواہ ان کا نزول حدود شہر مکہ سے، سفری ہوا ہو گی کہلاتی ہیں۔ اور جو سُورتیں بعد ہجرت ہوئی، یعنی زمانہ قیام مدینہ میں نازل ہُوئیں، وہ مدنی کہلاتی ہیں، خواہ ان کا نزول حدود شہر مدینہ سے باہر ہی ہُوا ہو۔ لیکن یہ تقسیم صرف عمومی حیثیت سے ہے۔ ورنہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مدنی سورت کے اندر مکی آیتیں لکھا دی ہیں یا اس کے برعکس۔ ربط مضمون وضرورت مقام کا صحیح تر وظیفہ تراحساس رسول اللہ صلعم سے زیادہ کرا دیتا تھا کہ کس آیت کو کہاں ہونا چاہئے۔ اس لئے کسی آیت کے بارے میں اس کے مکی یا مدنی ہونے کا فیصلہ حرم کے ساتھ کرا دستوار ہے۔ روایتیں جو اس بارے میں وارد ہُوئی ہیں، کوئی درجہ تواتر کو کبھی ہوئی نہیں ہیں بجز معدودے چند کے۔ معیار تقسیم۔ اور اس قسم کے علمی وتاریخی معیار کر سکتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا سے شروع ہونے والی آیتیں لازمی طور پر مدنی ہوں گی اور یا ایھا الناس سے شروع ہونے والی لازمی طور پر مکی، بعض کلی وقطعی نہیں۔ اور بعض ان روایات وتعلیلات کے باوجود کسی آیت پر جرم وثوق کے ساتھ کوئی حکم لگا دینا، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ قرآن مجید کی کسی مدنی سورۃ میں اُسے ترتیب بزول کا نام دے کر اُمادہ ہو جانا بڑی ہی جسارت کا کام ہے۔ اس میں ملا سیحیوں کے ہاں ستائی ہے کہ انہیں سے لیے ہاں کے قدیم وجدید دونوں صحیحوں کو اس قسم کی سنہ وار علمی تکلہ وہنی تحقیقات "کا تہیہ مستقل مار کھایا ہے۔ ۴ سورۃ کے اندر کی ایک بڑی تقسیم کا نام رکوع ہے۔ بڑی سورتوں میں اکثر رکوع بیس بیس آیتوں پر رکھے گئے ہیں اور چھوٹی تقدیر ہے جو ایک رکعت میں بہ آسانی پڑھی جا سکتی ہے۔ سورۃ فاتحہ کے علاوہ مارہ ۳ کی ۱۱۳ چھوٹی سورتوں میں بھی کل ایک ہی رکوع ہے۔ ۵ آیۃ کے لغوی معنی نشان کے ہیں۔ اصطلاح میں سورت کے اندر کی سب سے چھوٹی تقسیم کا نام ہے۔ یہ وہ فقرہ جس میں کوئی حکم ہو، یا وہ ایک مستقل عبارت ہو، الک جملہ سے وقیل الکل جملۃ من القرآن الی علی حکم الایۃ (راغب) وقد یقال الکل کلام ہ منفصل بفصل لفظی آیۃ (راغب) قرآن مجید کی کل آیتیں شمار کر لی گئی ہیں اور ان کی میزان بقول اصح ۶۶۶۶ ہے (اتقان) ۶ قرآن مجید کے کل الفاظ بھی شمار کر لئے گئے ہیں۔ اور ان کی میزان قول اصح ۷۷۴۳۹ ہے (راغب) ۷ کل حروف قرآنی بھی شمار کر لئے گئے ہیں، اور ان کی میزان بقول اصح ۳۲۳۶۷۰ ہے (اتقان) اللہ اللہ کلام الٰہی کے عاشق سیدائی کسی کسی دیدہ ریزیاں اس کے واسطے کر گئے ہیں: ۸ قرآن مجید کا یہ اقتباسی فقرہ بحر ایک سُورت کے، سُورت کی ابتدا میں ذکر آگیا ہے، یعنی ۱۱۳ بار۔ اور سورۃ النمل کے اندر عبارت میں ۲ طور پر آیت قرآنی بھی آیا ہے۔ اور اس لئے اس کے جزو قرآن ہونے پر شبہ ہی نہ ہونا چاہئے تھا۔ البتہ کھٹکا جس پر ہُوا ہے وہ یہ ہے کہ آیا سُورت کی ابتدا میں بھی اس کی حیثیت بطور ایک مستقل آیت کے ہے یا امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ نہیں ہے۔ ملا سیحیوں کے دربار میں بھی بطور اقتباسی فقرہ کے ہے۔ امام مالک بھی سنی مسلک سے متفق ہیں۔ قال مالک وابو حنیفہ لیست فی اوائل السورۃ بآیۃ وانما ہی استفتاح لیعلم بہا مبتدا ذالک (اتقان) مفصل بحث خصاص لڑکی حسنی کی احکام القرآن میں موجود ہے۔ مرتاز کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرنے کی بڑی فضیلتیں حدیث میں وارد ہوئی ہیں۔ واجد رسول اللہ صلعم کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ کھانا کھاتے، مالی بیٹے، وضو کرتے، حاوزہ شروع کرتے، غرض اس قسم کے سارے کاموں کی ابتدا بسم اللہ ہی سے کرتے۔ اور سے بھی یہی کہ تحقیق کسی کام کو خدائے تحس وتیم کے نام سے شروع کرتا ہے۔ وہ عملاً اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ میرا ہر کام بے میری نیت محلصانہ ہے میرا مقصد اعلیٰ ہے، اور میں توحید کا پرستار ہوں۔ ایک طرف شرک کی اور دوسری طرف الحاد کی۔ وہ ہر قسم سے زیادہ خوش اور اس سے زیادہ وُضوح واخلاق کو مدکرنے والا کوئی اور نہیں۔ لسم اللہ کی ب بھی اس اصطلاح میں بڑا مقصد اعلیٰ ہے۔

محقق رازی کی رائے میں بہتر یہ ہے کہ کل عملی غلطیوں والوں کو زمرۂ مغضوب علیہم میں رکھا جائے اور کل اعتقادی غلطیوں والوں کا شمار طبقۂ ضالین میں کیا جائے علامہ آلوسی ان یحمل المغضوب علیہم علی کل من اخطأ فی الاعمال العالمۃ او ہم الفساق ویحمل الضالون علی کل من اخطأ فی الاعتقاد دلالۃ اللفظ العام والتقیید خلاف الاصل کہہ کر مفسر ابن کثیر کے خلاف ترجیح دیتے ہیں۔ آمین خود ایک دعا ہے۔ اس کے معنی ہیں استجب۔ یعنی اے سب کچھ قبول فرما! یعنی اُمین عند اکثر اھل العلم اللّٰھم استجب لنا (قرطبی)

سورۃ الفاتحۃ

انجیلی دُعا رمتی ۶: ۹-۱۳

۱- اسماری تعریف اللہ کے لئے ہے جو (وہ) سارے جہانوں کا مربّی۔

۲- (وہ) نہایت رحم کرنے والا (وہ) بار بار رحم کرنے والا

۳- (وہ) مالک روزِ جزا کا۔

۴- ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

۵- چلا ہم کو سیدھا راستہ

۶- ان لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا ہے۔

۷- نہ کہ ان کا راستہ جو زیرِ غضب ہیں اور نہ بھٹکے ہوؤں کا۔

۱- اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے

×

۲- تیری بادشاہت آئے تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے پُوری تیری زمین پر بھی ہو

×

۳- ہماری روز کی روٹی ہمیں آج دے۔ اور

۴- جس طرح ہم نے اپنے قصوروار لوگوں کی معافی کی ہے تُو بھی ہمارے قصور ہم کو معاف کر

۵- اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔

تذییل

یہ خوش عقیدگی نہیں اظہارِ حقیقت ہے کہ جس جامعیت، انگیز ایجاز و جامعیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ کی سات مختصر آیتوں میں توحید الٰہی اور صفاتِ کمالیہ کا بیان آگیا ہے، اس کی نظیر سے مذاہب عالم کے دفتر خالی ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر تو کیا اس کے برابر بھی کسی مثال پیش کرنے سے دنیا کے مذاہب عاجز ہے۔ مسیحی دُنیا کو بڑا ناز اپنی انجیلی دُعا Lord's Prayer پر ہے لیکن اوّل تو اس کا منصفِ اسناد بھی خود مسیحی فاضلوں کو مسلّم ہے یعنی اسی کی تحقیق نہیں کہ الفاظ خود حضرت مسیحؑ کے ہیں بھی۔ پھر چیز جہاں سے بھی آئی ہو یہاں اس کے الفاظ سورۂ فاتحہ کے بالمقابل رکھ کے جاتے ہیں۔ ہر منصف مزاج خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ قرآن کی فاتحۃ الکتاب اور اس انجیلی دعا کے درمیان کیا نسبت ہے!

(۱) کہاں رب العالمین کی لامحدود وسعت و ہمہ گیری اور کہاں آسمان پر بیٹھے رہنے والی بیچارہ محدود، اور پھر باپ جیسی بعض ناذیبی تعلق رکھنے والی ہستی (۲) ایک طرف اعلان ہو رہا ہے ہمہ گیر صفاتِ ربوبیت، رحمانیت، ترحیمیت و مالکیت کا، اور دوسری طرف ان کی بجائے ذکر ہے صرف زمین پر آسمانی بادشاہت کے آنے کا! (۳) توحید خالص پر مبنی اور قرآنی عبادت میں مشرکانہ عبادت و خود مختار استعانت بالکل ممنوع ہے۔ انجیلی دعا میں کہیں اس کا پتہ تک نہیں (۴) انجیلی دعا کی آیت نمبر ۱۲ میں روٹی کی اس درجہ اہمیت، اہمیت کی نہ تھا ہے۔ (۵) بعض برائی سے بچنے کی دُعا، اور فوراً مستقبل پر تمام ہونے کی نسبت سے کہیں زیادہ بھلی ہے۔

سورۃ البقرۃ سورت کے اور بھی متعدد نام ہیں، سب سے زیادہ مشہور نام یہی ہے۔ بقرہ کے لفظی معنی گائے کے ہیں اور یہ لفظ سورۃ کے آخر میں آیا ہے، اور وہیں ایک قصہ بھی اس سے متعلق درج ہے۔ سورت کا یہ نام بھی ایسی نامناسبت سے پڑا، بزعم خود مفسّرین قرآن کی بے لیکن ان سورتوں میں سے ہے۔ مقاتل و اعمال دونوں کے باب میں اسلام کے اہم ترین تعلیمات کا ذکر ہے کسی کب اس کے اندر آگئی ہیں۔ اور یہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ فلاں فلاں صحابی کو اس کے سیکھنے اور حاصل کرنے میں کئی کئی سال لگ گئے۔ تو یہاں سیکھنے سے مراد محض تلاوت یا اس کے الفاظ کا حفظ نہیں، بلکہ اس کے احکام و مسائل پر عبور ہے۔ احادیث میں اس سورت کی بڑی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ ایک یہ کہ شیطان اور سورۂ بقرہ ایک جگہ بھی نہیں ہو سکتے شیطان مصدرِ ظلمت و ضلالت ہے، ظاہر ہے کہ وہ مرکزِ نور و ہدایت کے ساتھ کیونکر اکٹھا ہو سکتا ہے۔ الشیطان یفرّ من البیت الذی تقرأ فیہا سورۃ البقرۃ (مسلم۔ ترمذی عن ابی ہریرہ) اقرؤا سورۃ البقرۃ وان اخذوہا برکۃ وترکہا حسرۃ ولا تستطیعہا البطلۃ (دارمی عن عبداللہ بن مسعودؓ) بالفرض یہ روایتیں نہ بھی ہوتیں جب بھی سورت کے مضامین کی بلندی مرتبت و جامعیت سورت کو جو خواص مرتبہ فضیلت کا مستحق بنانے کو کافی تھیں۔ **الٓمٓ** یہ حروف پڑھنے میں پُوری پُوری آواز کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں۔ جیسے الف لام میم ظاہر ہی کر دیا گیا ہے۔ اور یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی اور بعض تابعین کا قول ہے کہ **الٓمٓ** مختلف اور قائم مقام ہے پُورے فقرہ انا اللہ اعلم کا (ابن جریر) زجاج لغوی نے بھی قول اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ حروف مقطعات میں سے ہر حرف کسی تعین معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور عربی شاعری سے اس کی مثالیں پیش کی ہیں اور قلیل، بعض نے کہا ہے کہ یہ سُورت کا نام ہے۔ اکثر محققین اور خلیل نحوی اور سیبویہ نحوی اسی طرف گئے ہیں۔ انہا اسماء السور وھو قول اکثر المتکلمین واختیار الخلیل وسیبویہ (کبیر) بعض کا قول ہے کہ یہ قرآن ہی کا ایک نام ہے۔ اور اور قول بھی نقل ہوئے ہیں۔ بعض صوفیہ نے انہیں عارفانہ اشارات و مرموزات قرار دیا ہے، اور ان سے طرح طرح کے نکتے اور لطیفے پیدا کئے ہیں۔ ایک قول یہ بھی نقل ہوا ہے کہ خطابات عرب کے دستور کے مطابق یہ حروف محض انتباہ کلام کے لئے لائے گئے ہیں۔ اور یہ بات اس لئے دل کو زیادہ لگتی ہے کہ عرب اگر اس طرز خطاب سے آشنا و مانوس نہ ہوتے تو اس پر اعتراض ضرور کرتے۔ اعتراض کے لئے تو مخالفین بہانے ہی ڈھونڈتے رہتے تھے لیکن اس قسم کا کوئی بھی اعتراض اہل زبان سے منقول نہیں۔ لیکن شاہد صحابہ و تابعین میں سے کسی کا مسلک یہ ہے کہ یہ حروف اُن متشابہات قرآنی میں سے ہیں جن کا علم کسی مصلحت سے عام بندوں کو نہیں دیا گیا ہے۔ ان ھذا اعلم مستور وسر محجوب استأثر اللہ تعالیٰ وتبارک بہ (کبیر) حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور شعبی، سفیان ثوری، برسن منیر و ابوحاتم و غیرہ سب کا یہی مذہب ہے (زرقانی) اس کثیر یہ اعتراض کہ قرآن کے مخاطب جب ہم ہیں تو ان حروف کو بھی ہمارے لئے قابل فہم ہونا لازمی ہے، کچھ زیادہ با وقعت و باوزن نہیں۔ قرآن مجید کے اندر اور بھتیرے مضامین و مطالب ہیں کیا وہ سب ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آگئے ہیں؟ یا کائنات خارجی میں جو کچھ موجود ہے، کیا ان موجودات میں سے سب کا معرفت بڑے بڑے فاضلوں اور ماہروں کی بھی سمجھ میں آگیا ہے؟ **الکتٰب** محض زبانی یاد داشتوں یا رسالتوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ ضابطہ مستند و مشتہر ایک صحیفۂ مکتوب۔ قرآن مجید اپنا یہ اوّل تعارف اسی حیثیت سے کراتا ہے کہ وہ ضبط تحریر میں آیا ہوا، ایک کتابی شکل میں مرتب، صحیفہ آسمانی ہے۔ وہ دوسرے مذہبوں کی کتب الہامی کی طرح نہیں کہ صاحب مذہب کے دماغ میں ان کے صرف معانی و مطالب ہوں، اور کوئی راوی ان سے کوئی لفظ بھلا نقل کرے اور کوئی کچھ اور۔ یہاں تک کہ صدیوں بعد جب نوبت جمع و کتابت کی آئے، تو صحت نقلی اور استناد حرفی کو تحریرت مدوّن کی چیزیں بھی مفہوم و معنی تک صحیح ہو کر رہے۔ اور نام تو ایک کتاب کا ہو، لیکن اس کی ترتیب و تالیف میں خدا معلوم کتنے انسانی دماغ اور کتنے بشری قلم شریک ہو جائیں۔ اوّلاً اور دشوار تر کچھ تو یہ ہے کہ بعض دعوی کی صدق کی بھی تو اس باب میں قرآن کی حریف و مقابل دنیا کی کوئی بھی الہامی کتاب نہیں۔ توریت، انجیل، وید کسی کا بھی یہ دعوی نہیں کہ وہ لفظ بہ لفظ مع حروف نازل شدہ کتاب ہے۔ اور نہ ان کے پیرو انہیں اس حیثیت سے پیش ہی کرتے ہیں۔ یہ دعوی منزل لفظی کا تو صرف قرآن مجید ہی کا ہے۔ آج دنیا میں اس کا نسخہ قلم کے ذریعہ میں لاکھوں کروڑوں جس و عموم، جتنی بھی چاہیں تیار کرا لی جائیں **الکتٰب** (صیغہ واحد بہ تخصیص الف ولام) یا کہ کتاب واحد کا مصداق صرف قرآن ہی نکلے گا۔ زمخشری منزل کا مرتبہ اللہ بلند کرے، کیا خوب بات کہہ گیا ہے۔ معناہ ان ذلک الکتٰب ھو الکتٰب الکامل کان ما عداہ من الکتب فی مقابلتہ ناقص (کشاف) مطلب یہ ہے کہ کتاب تو بس یہی ایک کتاب کامل ہے۔ اور اس کے سامنے کتابیں جتنی بھی لائی جائیں کب ناقص ہی ہوں گی۔ زمخشری ۷۲۷ ج ۱ ص ۳۲

تا ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ (۸ اپریل ۱۹۳۳ء تا ۳ اگست ۱۹۳۳ء) بہ حوالہ مومن ہے، اور آج سے آٹھ، ساڑھے آٹھ سو سال قبل کے مومن۔ وہ گویہ کہہ گئے تھے تو انہیں کتنا ہی چاہیے تھا۔ یہ دیکھئے کہ قرآن کا منکر اور مذبذب و مقلید کا پرستار اور وہی بھی بیسویں صدی کا کیا کہہ رہا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا طبع نہم کی شہادت ہے کہ قرآن The most widely-read book in the world وہ کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے" (جلد ۱۹ ص ۱۹۳) اور ایڈنبرا نیو ریویو (امریکہ) کے ایڈیٹر سپرنگر (Hirtz) کا بیان ہے کہ قرآن "گو دو بار آخر کی کتابوں میں سے کم سن ہے لیکن دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اُن میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی ہے" (بحوالہ اہل عرب، ص ۱۲۶ مطبوعہ ۱۹۳۰ء) **ذٰلک** اسم اشارہ ہے۔ اور اشارہ بعید کا ترجمہ اردو میں "وہ" سے کیا جاتا ہے۔ لیکن بُعد ہمیشہ بُعد مکان یا بُعد زمان ہی نہیں ہوتا۔ بُعد مرتبت و علوئے مرتبت بھی بُعد ہی کی قسمیں ہیں۔ اور ھذا کے مقابلہ میں **ذٰلک** اسی بلندی مرتبت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یقال باذا ھذا فی المستبعد بالتحضر او بالمنزلۃ ذلک وذاک (راغب) انما قال ذلک لبعد منزلۃ فی الشرف والتعظیم (تاج) اُردو اور فارسی زبانوں میں بھی اشارہ بعید "آں" بار ہا اظہار تفکر و علوئے مرتبت کے موقع پر آتا ہے۔ آنحضرتؐ، آنحضرتؐ و غیرہ۔ صحابی ابن عباسؓ اور تابعین کی ایک جماعت کثیر مجاہد، عکرمہ، سعید، ابن جبیر، سدی، مقاتل، زید بن اسلم وغیرہ سے **ذٰلک** ھذا کے معنی میں مروی ہوا ہے، (ابن کثیر) لیکن خود **ذٰلک** اور ھذا دونوں اسموں کے درمیان تبادل محاورہ عرب میں بالکل جائز ہے۔ یتعاونون کلا منہما مکان الاخر وھو شائع فی کلامہم (ابن کثیر) اشارہ کا شمار آلیہ اس کے مشار الیہ کا اسم یعنی الکتٰب ہے۔ گویا فقرہ کا صحیح اُردو ترجمہ یہ ہوا "یہ کرم و منظم کتاب" **لَا** (کریہ کتاب الٰہی ہے۔ اس کا ہر مضمون برحق اور اس کا ہر لفظ صدق ہے) اے لاشک فیہ انہ من عند اللہ وانہ الحق والصدق (اعلم) یعنی تالعین کو اصحاب کو اس کے کلام ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ قال ابن ابی حاتم لا اعلم فی ھذا اختلافا (اس کثیر) اس حقیقت کو ایک اور پہلو سے دیکھئے۔ قرآن بجائے خود ایک عالم ہے۔ اس عالم قدس کے اندر کسی شک و تردد کا ہے نہ خلجان و اضطراب کا۔ یہاں تو ہر کچھ ہے تو یقین و اطمینان ہے، علم و ایقان ہے، یکسوئی و اذعان ہے، ہر دعوی مدلل ہے، اور ہر حقیقت ثابت شدہ۔ اب اگر کسی ذی نصیب کو اس کے خلاف نظر آتا ہے، تو گناہ چشمۂ آفتاب کا نہیں قصور چشم کا ہے۔ اسی لئے ارشاد نہیں ہوا کہ اس کے باب میں کسی کو شک و تردد لاحق ہوہی کا نہیں، بلکہ ارشاد ہوا صرف یہ ہوا ہے کہ خود یہ کتاب، اس کے مضامین شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ مانفی ان احدًا لایرتاب فیہ وانما المنفی کونہ محلا لہ (کشاف) المراد انہ بلغ فی الوضوح الی حیث لا ینبغی لمرتاب ان یرتاب فیہ (کبیر) لاریب فیہ مقصود یہ کہ قرآن ریب کی تائید ہے۔ اس لئے ترکیب کلام یہ ہے لاریب فیہ کو لاریب فیہ رکھا گیا کہ اس میں دوسرے زیادہ کبیر **لَا** ھُدًی۔ قرآن مجید کے مطالعہ کے وقت اُس کا یہ اپنا بتایا ہوا وصف اوّل ہی سے خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ وہ کوئی تاریخ کا مرتبہ نہیں کہ اس میں تمام تر ترتیب کے ساتھ پچھلے زمانہ کے واقعات درج ہوں۔ کوئی سائنس کی کتاب

هوالمعصوم الاعمال المملوکۃ کیفیۃ آمین المطلق (سیاہی) ہندوستان کی بعض مشہور مشرک قوموں کا عقیدہ ہے کہ قانون مکافات عمل (ہندی اصطلاح میں کرم) کے خلاف خدا بھی نہیں جا سکتا۔ اور کسی خطا کو اکر کو معاف نہیں کر سکتا مسیحیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ خدا انصاف کرنے پر مجبور ہے۔ اور اسی لئے صفت معفور رحیم کے اظہار کے لئے اُسے اپنے اکلوتے بیٹے کو بطور کفارہ کے سب گنہگار مخلوق کی طرف سے پیش کرنا پڑا۔ قرآن مجید کے الفاظ مالک میں ان سب باطل عقائد کی تردید آگئی۔ یوم الدین۔ دین کے لفظی معنی جزا یا بدلہ کے ہیں۔ الدین الجزاء۔ اور قیامت کو بھی روز جزا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ پورے حساب اور عمل کے بدلہ کا دن ہوگا۔ یہاں بھی یوم الدین سے مراد روز حشر ہے اے یوم حساب الخلائق وھو یوم القیمۃ قید بہ لعلم (ابن جریر عن ابن عباس) اے یوم البعث والجزاء (ابن کثیر) اور اللہ تعالیٰ مالک قرآن ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کا مالک ہے۔ ان سب کا مشابہ وہ تحقیق بڑے سے بڑے حکام کو بھی مور کر دیتا ہے گا ۱۵ (ر کہ کسی اور کی، اے اللہ) ایاک لفظ ایا خود ہی حصر اور تخصیص کے لئے آتا ہے۔ اور پھر بھی بیشتر مفعول اس کی تقدیم فعل نعبد پر اس حصر و تخصیص کو اور زیادہ مؤکد کر دیتا ہے۔ یعنی ہم تیری عبادت میں شائبہ بھی کسی کی شرکت کا نہیں رکھتے۔ معناہ نخصک یا ربنا ولا نعبد غیرک (ابن عباس) وقدم المعمول للتعظیم والاھتمام بہ والدلالۃ علی الحصر (بیضاوی) اب یہاں سے دعا کی تعلیم ہو گیا ہے بندے اپنی زبان سے دعا کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے صرف تمہید و ثنا تھی۔ صیغۂ دعا کے غائب سے صیغۂ مخاطب، یا خطاب سے غائب کی طرف وفور انتقال کا نام صنعت التفات ہے۔ اور عربی ادب و انشا میں بیعیب نہیں۔ اس کا شمار بہترین مستحسن میں سے ہے۔ صاحب کشاف نے اس موقع پر امرء القیس جاہلی کے تین شعر شاہد نقل کئے ہیں، تینوں میں یہ صنعت موجود ہے۔ بزرگوں سے منقول ہے کہ قرآن مجید کا لب لباب سورۂ فاتحہ ہے، اور سورۂ فاتحہ کا لب لباب یہ آیت ہے۔ قال بعض السلف العامۃ سورۃ القرآن وسرھا ھذہ الکلمۃ (ابن کثیر) نفسہ۔ عبادت نام ہے تذلل، انکسار و افتقار کے آخری مرتبہ کا۔ انما غایۃ التذلل (راغب) العبادۃ ابلغ غایۃ التذلل (کشاف) اور اسی لئے اس کا مستحق بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ لم تستعمل الا فی الخضوع للہ تعالیٰ (کشاف) ولا یستحقھا الا من لہ غایۃ الافضال وھو اللہ تعالیٰ (راغب) مشرک قومیں خدا معلوم چھوٹے بڑے کتنے دیوی دیوتاؤں کو عبادت میں شریک کرتی رہتی ہیں۔ تو خدا کی شرکت رہنے نہیں پاتی۔ معبود تو ما متر اگنی دیوتا اور سورج دیوتا اور کالی ماتا اور لچھمی جی وغیرہ ان جاتی ہیں۔ مسیحیوں کے ہاں بھی نماز حسی اور جب کبھی بھی ہوتی ہے، اس میں برابر خدا کے ساتھ فرزند خدا کی شرکت رہتی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ آیت کے ایک لفظ ایاک کا تردید ہو گئی ساری سے نہ بیوں کے شرکا نہ طرز عبادت کی۔ نعبد کا صیغہ جمع بھی بالی خاطر ہے کہ ایک فرد نہیں کر رہا ہے۔ ساری ملت اسلامیہ کی انفرادیت قرآن و حدیث دونوں کی دعاؤں میں کثرت سے جلوہ گر ہے۔ مرشد تھانوی مدظلہ نے فرمایا کہ یہ نسبت مجموعہ سالک کے مقام کی انتہا ہے۔ کوئی مقام اس سے اونچا نہیں ۱۵ (ذکر کسی اور کے، اے حاجت روا اسمہ کو لے اللہ) آیت کے جزو اول میں بیزاری اور تبری ہے شرک سے۔ اس آخری جزو میں بندہ کی زبان سے اقرار ہے اپنی بے بسی، بے قدرتی کا۔ اور اقرار ہے اپنے کو حفاظت اور نصرت کے لئے ہر طرح اللہ کے ہاتھ میں سپرد کر دینے کا۔ فالاول تبرؤ من الشرک والثانی تبرؤ من الحول والقوۃ وتعویض الی اللہ عز وجل (ابن کثیر) نعبد کے ساتھ نستعین لانا گویا بندوں کی زبان سے یہ کہلانا ہے کہ ہم عبادت تک میں تیری ہی توفیق، تیری ہی اعانت، تیری ہی دستگیری کے محتاج ہیں۔ ایاک کی تکرار توحید اور ترک شرک کی اہمیت کو اور زور بالا کر رہی ہے۔ کہ اللہ تعلم والمعنی (ابن کثیر) کرر الضمیر للتنصیص علی انہ المستعان بہ لا غیر (بیضاوی) آیت نے جڑ کاٹ دی ہے ہر قسم کی ظہور پرستی اور مخلوق پرستی کی۔ شرک کی خفی سے خفی بھی راہیں بند کر دی ہیں، اور کوئی خفیف سی بھی گنجائش پیر پرستی، قبر پرستی، فرشتہ پرستی وغیرہ کی باقی نہیں چھوڑی ہے۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ سالک کا مقام ایاک نعبد پر تمام ہو جاتا ہے۔ ایاک نستعین سے وہ طالب تلقین و رشوخ کا ہوتا ہے۔ ۱۵ (باب ہدایت ہیں) یہ مزید تنزل تفسیر ہے اسی سیدھے راستہ پر چلانے کی درخواست کرنے کے لئے۔ اور پھر بھی بیشتر تو ساری کی ساری قرآن مجید کے لفظ و عبارت میں آگئیں۔ لیکن ستیت الٰہی سے مزید شفقت و کرم سے ان تعلیمات کے خود خدا دعا مانگ رہا ہے۔ اور وہ راستہ دیانت کر رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ راہ تو مل چکی ہے، در خواست اسی پر قائم رہنے کی ہے۔ یہاں مراد یہی دوسری قسم کی دستگیری ہے۔ اے وفقنا للثبات علیہ (ابن جریر عن ابن عباس) اھدنا الی تثبتاً (کشاف۔ عن علی) دائمی جو پہلے بھی ہے ہدایت بالب ہیں، ان کی طرف سے یہ درخواست ہدایت پر ثبات و استقامت اور مزید ہدایت کی ہے۔ اور چونکہ ترقیوں کی انتہا نہیں اس لئے جو جس مرتبہ پر ہے اس کی دعا اس سے بھی بلند تر مرتبہ کی ہوتی ہے۔ اور مومن کی ہوس ہدایت طلبی کبھی نہیں مٹتی۔ یہ اعتراض محض طفلانہ ہے کہ ہدایت یافتہ کو درخواست ہدایت کی ضرورت نہیں۔ نعبد، نستعین، اھدنا سب میں ضمیر متکلم کا صیغہ جمع میں آنا سبب بھی یہ

کرائے کے ہاں سے انہیں جو بھی ظاہری و معنوی نعمتیں عطا ہوئی ہیں، انہیں وہ اللہ ہی کے دین پر چلنے کی راہ میں صرف کرتے ہیں۔ اللہ کی مخالفت، عدوان و عصیان میں صرف نہیں کرتے۔ مرشد تھانوی مدظلہ نے فرمایا کہ اس عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ ہم نے انہیں جو انوارِ معرفت عطا کئے ہیں ان کا وہ طالبین پر افاضہ کرتے رہتے ہیں ۱۱۷ (یعنی ہمارے رسول) یعنی ان متقین کا جو تقاضا و صف ہے کہ وہ ایمان رکھتے ہیں رسول کے لائے ہوئے ہر پیغام پر خواہ وہ قرآن ہو یا اس کے علاوہ۔ آیت کی مثال سے یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ تین چیزیں الگ الگ ہیں۔ (۱) ایک کلام کا نازل کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ (۲) دوسرے وہ شخص جس پر کلام نازل ہوا ہے یعنی اللہ کا رسول برحق۔ (۳) تیسرے خود کلام ــــ برزبانِ تنزل، حلول اور وحدت الوجود (پر لیبل لگوانے) کی ضرورت نہیں، ان سب شرکیہ و ملحدانہ عقائد کی جڑ اس آیت سے کٹ جاتی ہے۔ نہ کلام متمثل ہوا ہے اور نہ رسول (نعوذ باللہ) اللہ کے اوتارِ انسانی قالب میں خدا بنے۔ بلکہ ایک مستقل انسانی شخصیت رکھتے ہیں ۱۱۸ (دوسرے پیغمبروں پر خواہ وہ کسی ملک، کسی قوم، کسی زمانہ کے ہوں) قرآن مجید نے اس کو صاف کر دیا ہے کہ رسالہ، ارشاد و ہدایت کوئی نو پید چیز نہیں بلکہ اس وقت سے قائم ہے جب سے انسان دنیا میں آنے کے سلسلہ نوع کی مذہبی تاریخ ہے معنی و اساسیت کی۔ اور زندگی کے خاتمہ کے بعد پیش آئے گی۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر کہیں دار الآخرۃ سے آیا ہے اور کہیں صرف آخرۃ سے۔ وبیدہ یوقنون الدار الآخرۃ ہو الحیوان لو کانوا یعلمون عن الساعۃ ایان مرساہا ذکری الدار انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بہم سرادقہا ان ہذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک واللہ یقدر اللیل والنہار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر منہ علم ان سیکون منکم مرضی وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ فاقرءوا ما تیسر منہ واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ہو خیرا واعظم اجرا واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ ان آیات مجیدہ میں اس کا ذکر ہے کہ ہر دور میں ہر زمانہ میں ہر ملک میں ہر قوم میں ہر نسل میں ہر خطہ میں ہر علاقہ میں ہر ماحول میں ہر ہر فرد کے لئے ہر ہر لمحہ میں ہر ہر آن میں ہر ہر ساعت میں ہر ہر گھڑی میں ہر ہر پل میں ہر ہر لحظہ میں ہر ہر ثانیہ میں ہر ہر شکل میں ہر ہر صورت میں ہر ہر حال میں ہر ہر کیفیت میں ہر ہر حالت میں ہر ہر وقت میں ہر ہر زمانہ میں ہر ہر عہد میں ہر ہر دور میں ہر ہر عرصہ میں ہر ہر مدت میں ہر ہر وقفہ میں ہر ہر مرحلہ میں ہر ہر منزل میں ہر ہر گام میں ہر ہر قدم میں ہر ہر جگہ میں ہر ہر مقام میں ہر ہر ٹھکانہ میں ہر ہر بستی میں ہر ہر شہر میں ہر ہر ملک میں ہر ہر خطہ میں ہر ہر علاقہ میں ہر

هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن
وہ (پورا) یقین رکھتے ہیں ۝ یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر
رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ إِنَّ
ہیں ۝ اور یہی (پورے) بامراد ہیں ۝ بیشک
الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ
جو لوگ کفر (اختیار) کئے ہوئے ہیں ان کے حق میں یکساں ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں
أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ اللَّهُ
یا آپ انہیں نہ ڈرائیں ۝ وہ ایمان نہ لائیں گے ۝ منہ لگادی ہے اللہ نے
عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ
اُن کے دلوں پر ۝ اور اُن کے کانوں پر ۝ اور اُن کی آنکھوں پر
غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ وَمِنَ
پردہ ہے ۝ اور اُن کے لئے بڑا (ہی) عذاب ہے ۝ اور کچھ
النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ
لوگ ایسے (بھی) ہیں جو کہتے ہیں ۝ کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ اور روزِ آخرت پر
الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ۝ يُخَادِعُونَ اللَّهَ
حالانکہ وہ (بالکل ہی) ایمان والے نہیں ۝ دھوکا دینا چاہتے ہیں اللہ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ
اور ایمان والوں کو ۝ حالانکہ (فی الواقع) دھوکا کسی کو بھی نہیں دیتے مگر اپنی ذات کو

ع ۱ وقف لازم

مزمل

ہیں کہ علوم غیبیہ و دیاضی کے مسائل کا حل اس کے اوراق میں دھرا ہوا ہے۔ کوئی فلسفہ کا مقابلہ میں کہ اس کے پڑھنے والے اشراقیوں اور رسائیوں، یونانیوں اور ہندیوں کے طوفان اور نظریات میں الجھے رہیں۔ افسانہ و خرافات کی کتاب نہیں کہ پڑھنے والے کے تفریح اور دل بہلانے کے لئے پڑھیں۔ اس کی اصلی اور بنیادی حیثیت صرف یہ ہے کہ وہ ہدایت نامہ ہے، دستور حیات ہے، مکمل و مفصل نقشۂ زندگی ہے۔ المتقین۔ یہ قید لگا کر صاف بتادیا کہ اس قانون عام و ہدایت نامہ سے فائدہ اٹھانے والے صرف وہ لوگ ہوں گے جن کے اندر خوفِ خدا موجود ہو۔ کتاب ہدایت نازل تو ساری دنیا کے لئے ہوئی ہے، لیکن عملاً اس سے نفع صرف وہی لوگ حاصل کریں گے جن کے اندر حق کی طلب اور تلاش ہے، اور جن کا ضمیر زندہ ہے۔ آفتاب اپنی جگہ عالب تاب سہی، لیکن جن کی بصارت ہی مضمحل ہو چکی، ان کے لئے تیز سے تیز شعاع بے کار ہے۔ زمین گرم و تر ہے تو اس کے حق میں بڑی سے بڑی بارش بے اثر ہے۔ غذا بہتر سے بہتر بھی ہیضہ کے مریض کے لئے لاحاصل بلکہ مضر ہے۔ قرآن مجید سے استفادہ کے لئے اولین شرط دل کے اندر کا تقویٰ ہے۔ ھوفی نفسہ ھُدًی ولکن لاینالہ الا الاتقیاء (امام کشمیری) (رسول کی تعلیمات و تعبیرات کے مطابق وہ کریدنے، ٹٹولنے، وہم و گماں سے) پوشیدہ۔ ایمانیات کے دائرہ کے اندر کی جتنی چیزیں بھی ہیں سب کو تعبیرِ حیات نبوی کے مطابق و ماتحت ہونا فرضِ عین ہے کسی اور راہ سے آیا ہوا علم اس دائرہ میں نامقبول ہے۔ ایمان کی کیفیت نفسی شک ریب، تردد و تذبذب سے بالکل ضد ہے۔ ایمان سے اس کے رگ رگ دماغ و سکون، دل کو اطمینان، روح کو تسلی نصیب ہوتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں آج تک کسی صاحبِ ایمان کو خودکشی کرتے نہیں پایا گیا۔ ایمان کے بغیر دل میں بے کلی اور بے چینی ہی رہا کرتی ہے لیکن ایمان والے کو سخت سے سخت مصیبت کے وقت بھی ڈھارس بندھی رہتی ہے کہ وہ بڑا سہارا اور مضبوط آسرا رکھتا ہے۔ بالعیب۔ یعنی ایمان ایسے عالم پر رکھتے ہیں جو محسوسات اور معقولات سے ماوراء ہے۔ اور جس کی بابت خبرِ صرف نبی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ غیب لغت میں ہر شہود کی ضد ہے۔ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو نظر سے چھپی ہوئی ہو یا متساوی و متحیر سے باہر ہو۔ الغیب کل ماغاب عنک (لسان) استعمل فی کل غائب عن الحاسۃ (راغب)۔ لغوی تشریح تھی۔ آیت میں الغیب سے مراد ائمہ تفسیر نے وہ عالم لیا ہے، جو حواس و عقل سے ماوراء ہے، اور جس کی بابت جو کچھ بھی علم ہوتا ہے وہ حقیقت انبیاء کے توسط سے متملاً احوالِ حشر و نشر، حور و ملائک، جنت و دوزخ وغیرہا۔ اور یہ تفسیر خود جماعتِ صحابہ سے مروی ہے۔ اما الغیب فما غاب عن العباد من امر الجنۃ والنار وما ذکر اللہ تعالیٰ وتبارک فی القرآن (ابن جریر عن ابن مسعود) اس اساسی اصول سے صلی اللہ علیہ وسلم) وھو قول جمھور المفسرین ان الغیب ھو الذی یکون غائبا عن العباد قد کثیر غیب کی تفسیر منقول اسی قدر ہے لیکن اسے ذرا سی دست خیفے سے اس کے امر پیر کے سائے علوم داخل ہو جاتے ہیں۔ اور پیر جن جن امور سے وحی جلی یا وحی خفی کی روشنی میں لوگوں کو روکتا ہے، ان کی باریک باریک برائیوں کا ادنیٰ کے نقطہ نظر سے داخل ہونا صاف معلوم ہو جاتا ہے وحی الٰہی کی خود بین و شراب، زنا وغیرہ کی خرابیوں اور مفسدوں کو جس طرح اپنی طرف سے آتی ہے، انسان کے لئے غیب ہی کا حکم رکھتی ہے لیکن جب غیب کی حقیقت یہ معلوم ہو گئی کہ وہ شہود یا علم کے خلاف کی چیز نہیں تو ظاہر ہے کہ جس طرح ہر شخص کا علم مشاہدہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اسی نسبت سے ہر ایک کا غیب بھی دوسرے سے جدا گانہ ہوتا ہے۔ طبیب کے لئے مرض اور مرض سے متعلق بہت سے امور شہود میں ہوتے ہیں جو دوسروں کے لئے غیب کے حکم میں داخل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر فن کا ماہر ایسی چیزیں جانتا ہے جو عامی کے لئے غیب یا خفا میں ہوتی ہیں۔ مگر یہ حال جس شخص کا دائرۂ علم جس قدر وسیع ہوگا، اسی نسبت سے اس کا دائرۂ غیب سمٹتا ہوگا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ جو کہ ہر چیز پر محیط و عیاں ہے، اس لئے کوئی شے اس کے لئے غیب میں داخل ہی نہیں۔ اور اس لئے اسے جب عالم الغیب کہا جاتا ہے تو اس کے معنی صرف یہ ہوتے ہیں کہ وہ اس چیزوں کو بھی جانتا ہے، جو سب بندوں کے لئے غیب ہیں ہوتی ہیں "غیب" کی اضافت یہاں صرف بندوں کی جانب ہوتی ہے، ورنہ حق تعالیٰ کے لئے تو جس طرح دور و نزدیک، آسان و دشوار، بڑا اور چھوٹا سب یکساں ہیں، اور ان کے باہمی فرق بے معنی ہیں، اسی طرح غیب و شہود بھی بالکل ایک ہیں۔ ویقال للشیء بعد غائب واعتذر مالک الناس لاباللہ تعالیٰ مالم لایغب عنہ شیء (راغب) یہ بھی ظاہر ہے کہ چیز جو کہ تمام دوسرے انسانوں سے ماورا عالم تجرید ہے، اور ان کا دائرۂ ادراک و معرفت تمام دوسری مخلوق سے وسیع تر ہوتا ہے، اس لئے قدرۃً انہیں بے شمار ایسی حقیقتوں کا علم ہوتا ہے جو غیر انبیاء کے لئے تا مرتع مجہول ہوتی ہیں، لیکن اس ساری وسعت کے باوجود کیں، کیں کسی منزل پر پہنچ کر ان کے علم کی بھی انتہا ہو جاتی ہے۔ اور دائرۂ غیب ان کا بھی شروع ہو جاتا ہے۔ غیب پر ایمان لانا تو آیت میں متقین کی سب سے پہلی علامت بیان کیا گیا ہے۔ اب اگر فرد اکتسابات کسی کا عیب ہی نہیں، تو وہ ایمان کس چیز پر لائے گا؟ انبیاء کرام تو متقی ہی نہیں، متقیوں کے سردار و پیشوا ہوتے ہیں۔ ان کا ایمان بھی اگر حقیقیات و مخفیات پر ہو گا تو اور کس کا ہوگا؟ ہاں البتہ ان کا غیب، انہیں کے ظرف و مرتبہ و بساط کے موافق ہوتا ہے۔ ہر شما را سا غیب ان کا نہیں۔ دین کا مفہوم کہنے یا ایمان کی سمع بھی عالم غیب کا عقیدہ ہے یعنی یہ اعتقاد کہ اس عالم مادی سے ورا اس کائنات جسمی سے اوپر کچھ اور ایک عالم ہے ضرور۔ اور حواس عالم کے وجود کا قائل نہیں "دہریہ" سب سے بڑھ کر دشمن دیندار، مگر سب سے زیادہ مخفی و نہاں ہونے سے بڑے عالم و عارف کے لئے بھی اس کے مرتبۂ علم و معرفت کے بعد بھی غیب کے حدود شروع ہوتے ہیں ۔۔۔ وقت کے مشروع کے تعدیل ارکان کے ساتھ، غرض مجدد لوازم باطنی و شرائط ظاہری کے ساتھ) صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں ایک مخصوص ہیئت کی معروف عبادت کا نام ہے۔ اور ہر نام بھی اسی سے ہے کہ ذاکر و ظاہری اس عبادت کا جزو اعظم ہے۔ الصلوٰۃ التی ھی العبادۃ المخصوصۃ اصلھا اللغۃ الدعاء (راغب) محققین نے کہا ہے کہ نماز تو کہیں رہا ہے۔ دعا زبان سے بھی، دل سے بھی، اعضائے ظاہری سے بھی یعنی دعا قولی، دعا قلبی، دعا عملی کا مجموعہ۔ اقامت صلوٰۃ اور محض ادائے صلوٰۃ میں فرق ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ میں نماز کی تکمیل صوری و معنوی طرح کی آئی کسی شے کی اقامت کرنے کے معنی ہی عربی میں یہ ہوتے ہیں کہ اسے اس طرح ادا کر لیا جائے جو اس کا حق ہے۔ اقام الشیء توفیہ حقہ (راغب) اور اقامت صلوٰۃ کی تعبیر بداومت سے، تعدیل ارکان سے، اور اور مختلف طریقوں سے کی گئی ہیں (ابن جریر، کبیر وغیرہا) اسے زیادہ جامع تشریح یہ سمجھیں الصلوٰۃ کی صاحب حلاس نے اپنے دو مختصر فقروں میں کر دی لے یاقوت، بما محقوقہا۔ اَن کو دیکھ خدا کے آگے جھکنے، ہر عبودیت تم کرنے، اس سے گہرا رابطہ و تعلق پیدا کرنے، اور خود افراد امت میں باہم ظم پیدا کرنے کا بہترین دریہ نماز ہے۔ اور بدنی عبادتوں میں بھی فریضہ سب سے اعلیٰ اور ایمان، توحید کا سب سے بڑا عملی مظہر ہے۔ فرد کے لئے اسلامی نظر یہ حیات کے جو اخلاقی، ملی، مادی فائدے ہیں، نیز مرتب کے لئے جو معاشرتی اجتماعی مصلحتیں ہیں ان کی جھلک کہیں دور سے دیکھ کر یہود مسیحی اور سکرین تک نے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ اور ان کے اہل علم اپنی تحریروں میں بار بار اس کا ذکر اور مدح کے لہجہ میں کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عاشیہ تفسیر انگریزی۔ متقین کی پہلی علامت یہ ارشاد ہوئی ہے کہ وہ عقیدۃً میرے قائل ہیں۔ دوسری علامت یہ سیاں ہو رہی ہے کہ عملاً رہ گئی وہ نماز کے پابند ہیں ۔۔۔ (مناسب وضروری حرکتوں پر جائز اور غیر مکروہ کا لفظ کلام عرب میں بڑے وسیع معنی رکھتا ہے۔ اس کے اندر ہر قسم کی نعمتیں آجاتی ہیں، خواہ ظاہری و مادی ہوں، مثلاً مال و صحت، اولاد۔ یا معنوی و روحانی ہوں مثلاً علم و حکمت، فہم سلیم وغیرہ۔ یقال للمطاء الجاری تارۃً اخروی وتارۃً دنیوی کالمال اما اخروی فکالعلم والعمل الصالح وامادنیوی فکالمال والجاہ (راغب) الرزق فی کلام العرب ھو العطاء الجاری تارۃً اسم لکل ما ینتفع بہ (سماع) ومن قال ھو اسم لما یملک ویؤکل فقد اخطأ (راغب) ہر رزق کو الٰہی جانب منسوب کر کے بتادیا کہ حرام حرام ہی ہے، خواہ کتنا ہی بڑا نام دے دیا جائے۔ اس کے اندر برکت نہیں ہوتی۔ اور جس قسم کی بھی ہو، حلال ہی ہے۔ انسان کی اپنی کوئی ذاتی چیز کبھی نہیں ہوتی۔ یہ مفعول متقین کی تیسری صفت یہ ارشاد ہوئی

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى
لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی تو ایمان لا چکے ہیں اور جب اپنے

شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا
شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو محض

نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ
ایسا رہے تھے اللہ انہیں اللہ بنا رہا ہے اور وہ انہیں ڈھیل

يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ
دے رہا ہے (تو) وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں ہو رہے ہیں یہ وہ لوگ

الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا
ہیں کہ انہوں نے گمراہی خرید کر لی ہدایت کے بدلے سو نہ

رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝
اس کی تجارت ہی سود مند ہوئی اور نہ وہ راہ یاب ہوئے

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ
ان کی مثال، مثال اس کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب اس

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ
نے اپنے اردگرد کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی

بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا
سلب کر لی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ

منزل

اور اک فضائل اور تحصیل حیات اُخروی کی راہیں حاصل ہو جاتی ہیں (رُعب) مرشد تھانوی مدظلہ نے فرمایا کہ امراضِ قلب کا معاصی کے معنی میں اثبات خود قرآن مجید سے ہو گیا ۲۸ ورنہ اول اسلام اور جماعت مؤمنین کو مزید ترقیاں اور محفوظیاں دے دیکھ لیجئے کلام کے مسلسل نزول سے منافقوں کے دل کے روگ کو ترقی دو طرفیوں سے ہوتی رہی۔ یا تو یوں کہ جو اُن کی مُرضی اور دلی چاہت تھی سو ہو گیا، ان لوگوں کو رسول کی گرفت اور جلن بُجھ گئی۔ اور یا یوں کہ کلام الٰہی کی ہر نئی آیت کے نزول کے ساتھ اُن کے غیظ و بغض میں اور اضافہ ہو گیا۔ اہل تفسیر نے یہ دونوں پہلو اختیار کئے ہیں۔ کلما نزلت سورۃ فیہا ذکر المنافقین وقبائحہم ازداد الرسول والمؤمنون غما الی غمہم وحزنا الی حزنہم وبعدا عن الخیر والی الشر (ابن کثیر) وکلما انزل اللہ سورۃ فیہا ذکر المنافقین وعیوبہم ازدادوا غما الی غمہم وحزنا الی حزنہم (کشاف) فزادھم رجسا الی رجسہم (کشاف) میں حرف فی بہت اہم ہے۔ یہ گویا اس کا اعلان ہے کہ آگے جس فعل کا ذکر آ رہا ہے، وہ بعض طور پر ثمرہ یا نتیجہ کے پیدا ہونے کا ہے۔ والفاء للدلالۃ علی ترتبہا علیہ (ابوسعود) حق تعالیٰ کی جانب اس قسم کے افعال کا انتساب صرف بمجاری تمثیت رکتا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ اللہ نے خواہ مخواہ ان سے یہ افعال کرا چھوڑے۔ اس نے تو صرف وہ حالات و اسباب پیدا کر دیئے۔ جن سے ان بدنصیبوں نے اپنے مرض کے بڑھانے کا کام لیا، ورنہ اگر وہ اپنی عقل و ارادہ کا صحیح استعمال کرتے، تو انہیں اسباب و حالات سے ہدایت بھی پا سکتے تھے۔ وکان اسناد الزیادۃ الی اللہ تعالیٰ من حیث انہ مسبب من فعلہ (سعدی) یہ سنت الٰہی بھی ہمیشہ جاری ہے کہ جو شخص جرم کے مناسب حال بن جاتا ہے۔ وھو المجازاۃ من جنس العمل (ابن کثیر) اس قسم کے افعال کا حق تعالیٰ کی جانب انتساب، قدیم صحیفوں کا بھی ایک محاورہ عام ہے۔ "اسرائیل نے مجھے نہ چاہا تب میں نے انہیں ان کے دلوں کی سرکشی کے بس میں چھوڑ دیا" (زبور ۸۱: ۱۰، ۱۱) "پس خدا نے مندوکر انہیں چھوڑ دیا کہ آسمانی فوج کو پوجیں" (اعمال ۷: ۴۲) "خدا نے ان کے دلوں کی خواہشوں کے مطابق انہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا کہ ان کے بدن آپس میں بے حرمت کئے جائیں" (رومیوں ۱: ۲۴)

۲۹ یعنی اپنے مومن ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنے تھے۔ یہ عذاب الیم جس کا یہاں ذکر ہے، ظاہر ہے یہ مطلق کفر نہیں، بلکہ ان کی منافقت پر۔ اَلْجُحُوْدُ تے دعویٰ ایماں پر ہو گا۔ عَذَابٌ اَلِیْمٌ کافروں کے لئے جس عذاب کی خبر اوپر دی جا چکی ہے (آیت ۷ میں) اس کی صفت عظیم آئی ہے، اور یہاں منافقوں کے لئے جس عذاب کی وعید ہے، وہ الیم ہو گا۔ اور الیم کے معنی ہیں موثر۔ یعنی ملکہ پہنچانے والا۔ گویا تکلیف دہ ہونا کا پہلو اسی میں زیادہ نمایاں ہو گا۔ وصف بہ العذاب للمبالغۃ (سعدی) خوب سمجھ لیا جائے کہ جو منافق تھے، وہ کافر تو تھے ہی، لیکن کافر کے علاوہ بھی کچھ اور تھے، یعنی خادع کہ دغاباز۔ تو عذاب عظیم کے مستحق تو وہ اپنے کفر کی بنا پر ہو ہی چکے، یہ منافقت کا عذاب الیم اس پر مستزاد۔ گویا منافقوں پر دوہرا عذاب کا ہونا معلوم ہو گا۔ قد حصل للمنافقین مجموع العذابین فصار المنافقون اسوء حالا من الکافر (کرخی) دعائیں ف سببیہ ہے اور معدی۔ الیم للسببیۃ وما مصدریۃ (ابوسعود) منافقوں اور دریا کاروں سے آپس کا طرز خطاب حسب ذیل ہے۔ "تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری قبروں کی مانند ہو، جو اُوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مُردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں" (متی ۲۳: ۲۷، ۲۸)

اور تشریح واکا سر سود کے الفاظ ان کی بیخ کنی کے لئے کافی ہیں۔ "حاولیا کی صحبت میں منافقت سے ساتھ دیتے ہیں، خدا انہیں غارت کرے گا..... جو کوئی منافقت سے خدا کی حمد کرتے اس کی آنکھیں نکال کر رہیں" (جلد ۲ ص ۱۴۱) اور انہیں کے نالہ میں ہے۔ "جو کوئی منافقت برتتا ہے وہ غضب (خداوندی) دنیا پر لاتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اور جو بچے ابھی رحم مادر میں ہیں، وہ تک اس پر لعنت کرتے ہیں، اور اس کی جگہ جہنم ہے" (الیوری بنیس تلمود ص ۱۰۱)

۳۰ اس سے معلوم ہوا کہ قانون شریعت کے علاوہ کسی دین جاہلی پر قائم رہنا، اس کے طور طریقوں کی اشاعت کرنا صادق الامر ہی کے معارف ہے۔ امن عالم و نظام اقوام قائم جیسی ہو سکتی ہیں جب عملاً آسمانی قانون شریعت پر رہے۔ اس رلوہ سے انحراف، ملکہ سرمو تجاوز کرنا بھی دنیا کو بدنظمی اتنی اُلجھن، خون اور جہنم کی ملغتی جنگ و کشمکش کو دعوت دینا ہے۔ چنانچہ دنیا عملاً اس کا تجربہ اور مشاہدہ کر چکی ہے، اور اس وقت بھی کر رہی ہے۔ اسلام کے اصول پر کردہ نظام عالم کا بہترین ضامن ہے، اللہ مرتب میں اضافہ کرے ہمارے زمانہ میں اقبال نے صاحب زبان میں خوب کہہ دیا ہے۔ وَاِذَا اُقِيْلَ لَهُمْ۔ اس قول کا قائل کون تھا؟ بعض نے اس کا قائل رسول اللہ کو مراد لیا ہے اور بعض نے عام مومنین کو، اور کسی نے اللہ تعالیٰ کو بھی۔ الفاظ میں گنجائش ان سب کی ہے۔ وکل ذلک محتمل (کبیر) ۳۱ اور الناس ہی پر الزام فساد و تخریب کا لگ رہا ہے! جواب لعینہ وہ ہے جو آج بھی خدا معلوم امت کے اندر کے کتنے منافقوں کی زبان پر ہے۔ ویں میں رحمتے قدم قدم پر بولے جاتے ہیں، اور ان پر دعوے وہی تجدد کے، تجدد کے اصلاح کے تیر کے ہیں۔ مَحَقَّ مُضْمَحِلُّوْنَ کے صروف معنی تو یہی ہیں کہ یہ لوگ زبانی دعویٰ اپنے دین حق پر قائم ہونے کا رکھتے تھے۔ قالوا اٰمنا بمحمد علی العدل مصطفون (ابن جریر عن مجاہد) دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم تو لوگوں کے درمیان صلح کرانے والے ہیں۔ عمومی اور مزاجی نوع انسان نہ سہی، بلکہ وہ متعینین مخصوص فزادہ مگے موحد طاغین کیلئے معلوم و معروف تھے۔ روایتوں میں عبداللہ بن سلام وغیرہ حق تناس بہود کے نام آئے ہیں، جنہوں نے اسلام کی صداقت کو قبول کر لیا تھا۔ ہم بعض الناس لا حسیمہم (ابن جریر) کما اصدق الہما جرون والمخلصون من اہل یثرب (قرطبی) ہم بأس معبودوں کعبد اللہ بن سلام واشیاعہ (کشاف) یہی چاہئے کہ الناس کو انسان کامل کے معنی میں لیا جائے۔ واس صورت میں مراد ہو گی کہ ایمان کی گہرائی جو صنف انسانیت میں کامل ہیں۔ اور واقعی انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ الکاملون فی الانسانیۃ (کشاف) والمراد بالناس الجنس والمراد بالکاملین فی الانسانیۃ (سعدی) اس سے اشارہ یہ نکلا کہ جو سکریں ہیں لیکن حقیقتاً اسی نامی کہلانے کے مستحق نہیں پائے جاتے۔ (من عدام کالبہائم فی فقد القبیح من الحق والباطل (کشاف) ۳۲ (اس کے جواب اور اپنی صفائی میں) ۳۳ یلعنہم اللہ اس سے پہلے کے صحابیوں پر رسول کے صحابیوں پر یعنی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ابن جریر عن ابن عباس) واہی سنگ ہیں سنت آج کی چلی آ رہی ہے۔ "ترقی پسندوں" اور "اہل تجدد" کے دربارے آج بھی جو دیدہ، رجعت پسند، تاریک خیال وغیرہ کیسے کیسے خطابات خالص مخلص اہل ایمان کو عطا ہوتے رہے ہیں! ۳۴ کیا ٹھکانا ہے ان کے حق اور بھی کا! پہلے انہوں نے اصلاح کو اصلاح کہہ رہے تھے۔ اب حق بالا کے حق یہ ہے کہ عقل، دور اندیشی، حکمت کو بے عقلی شہر لے رہے ہیں! سعید کہتے ہیں اس کا عقل کو جسے اپنے نفع و نقصان کی پوری تمیز ہو۔ السفہ الجاہل الخفیف الطائش القلیل المعرفۃ بمواطم للنافع والمضار (ابن جریر) ۳۵ (اور صاحب جامعہ صاحب الزمی ہی) اے ابابکر واصحابہ (ابن عباس) ۳۶ (اور آپ ہی جیسے مسلمان ہیں) اَمَنَا کالہما کہ (سلم) یہ بات یہ لوگ ذی اثر مسلمانوں کی ضعیفانی اور غیر شدید کے لئے کہتے۔ غرض وہ اس نفع المومنین و مصلحۃ تقیۃ (ابن کثیر) منافقین کی ایک ذہنیت یہ بھی تھی کہ غریب عوام مسلمانوں کے مقابلہ میں تو اکڑتے رہتے لیکن مسلمانوں میں جو صاحب اثر و اقتدار ہوتے انکے آگے جھک جاتے اور ان سے بڑی تیزی

وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
اور اس کا بھی احساس نہیں رکھتے ۔۔۔ اُن کے دلوں میں ۔۔۔ بیماری ہے ۔۔۔ سے

فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اللہ نے ۔۔۔ بڑھادی اُن کی ۔۔۔ بیماری ۔۔۔ اور اُن کے لئے عذاب دردناک

أَلِيمٌ ۢ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ وَإِذَا
ہونا ہے ۔۔۔ اس لئے ۔۔۔ کہ وہ ۔۔۔ جھوٹ کہتے تھے ۔۔۔ اور جب

قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ۙ قَالُوا
اُن سے کہا جاتا ہے کہ ۔۔۔ زمین پر ۔۔۔ فساد مت پھیلاؤ ۔۔۔ تو کہتے ہیں

إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ
کہ ارے ہم تو ۔۔۔ اصلاح ۔۔۔ کر رہے ہیں ۔۔۔ سن رکھو حقیقۃً یہی لوگ

هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝
فسادی ہیں ۔۔۔ اور یہ ۔۔۔ اس کا بھی ۔۔۔ احساس نہیں رکھتے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ
اور جب اُن سے ۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ ۔۔۔ جیسا کہ لوگ ایمان لائے ہیں

قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ
کہتے ہیں ۔۔۔ کیا ہم (ایسا) ایمان لے آئیں جیسا کہ بیوقوف ایمان لائے ہیں ۔۔۔ سن رکھو کہ

هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا
بیوقوف تو خود یہی لوگ ہیں ۔۔۔ اور اس کا بھی علم نہیں رکھتے ۔۔۔ اور جب اُن

مدون

۸

اول الدم سے ہے تو حوالہ کر سے! اس طرح یہاں کی اور فہم سماعت و بصارت کی قوتوں سے سراسر کے طور پر محرومی کی مثالیں قدیم صحیفوں میں بھی کثرت سے ملتی ہیں ۔ "خدا نے تم کو وہ دل جو سمجھے اور وہ آنکھیں جو دیکھیں اور وہ کان جو نہیں آج تک نہیں دیئے" (استثناء ۲۹: ۴) "تم نہ تو کر پر چھ نہیں۔ تم دیکھتا کر پر چھ نہیں۔ تو ان لوگوں کے دلوں کو چرا دے اور ان کے کانوں کو بھاری کر" (اسیاہ ۶: ۹، ۱۰) "وہ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے کہ آنکھیں بند کئیں سو وہ دیکھتے نہیں اور ان کے دل بھی سو وہ سمجھتے نہیں" (اسیاہ ۴۴: ۱۸) "تمہاری آنکھیں تو کسی ہیں تو ندی ہیں اور تمہارے سروں پر جو کہ غیب میں ہیں حجاب ڈالا ہے" (اسیاہ ۲۹: ۱۰) "انجیل میں اس قسم کی مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو متی ۱۳: ۱۴، ۱۵ اور ۲ کرنتھیوں ۴: ۳، ۴"

۲۱ (۲ آخر میں) اسلام مسلسل حیات کا قائل ہے۔ سینا سوتی، مادی زندگی صرف ایک حصہ ہے کل زندگی کا۔ باقی اس کا پورا ظہور دیگر زندگیات اخروی ہی میں ہوگا۔ مرنے کے بعد کی زندگی لازمی تتمہ و نتیجہ ہے اس دنیوی زندگی کا۔ اور یہاں کی مسلسل ناکامیوں، نافرمانی و ناں شکری میں ظاہر ہوگی۔ گویا جو تخم آج ڈالے گئے ہیں، کل وہی ثمار و حوصل کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ غذا جیسے شدید و مہلک ہو۔ نہیں تو کوئی نہ کوئی کمک ہی سہی۔ اور قرآن مجید میں اسے مختلف پیرایوں میں سمجھایا اور بتایا گیا ہے۔ یہ بھی اس کی تفصیل کیفیت اور نوعیت اور کیفیت اور نوعیت کے سلسلہ میں ہے۔ یہاں یہ دھوکی نہ ہو۔ اسلام کے اقرار ایسا کہ جس میں قلب کی تصدیق کسی درجہ میں بھی شامل نہیں۔ ان مکتب انسانیت انسانوں کو شریعت کی اصطلاح میں منافق کہتے ہیں۔ نفاق کی حقیقت یہ ہے کہ اسباب اعلان و اظہار دکھلانی کا کرتا ہے، اور شرکا اندر ہی اندر چھپائے رکھے۔ النفاق ھو اظہار الخیر و اسرار الشر اس کی تیز بھر نفاق کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق حقیقی یا اعتقادی جس میں ایمان سرے سے موجود ہی نہیں۔ اور اس کی سزا ابدی خلود جہنم ہے۔ دوسرا نفاق عملی یا مجازی۔ اس میں ایمان کا استحفاظ ہیں رہتا، اور انسان کنارہ پر ہے ڈوبنے جری ہو جاتا ہے۔ ھو اخوا عن اعتقادی و ھو الذی یحل صاحبہ فی الدرک الاسفل من النار ۔ ھو ھم کہ دل (اس کثیر سورہ کو نقرہ دی ہے۔ اور مدینہ میں منافقین کثرت سے تھے۔ اسلام کو مدینہ اور اس کے رسول اسلام سے عناد میں یہ لوگ کھلے ہوئے کافروں سے کچھ کم نہ تھے۔ شاید کچھ بڑھے ہی ہوئے ہوں۔ نفاق یعنی چھپا ہوا اسلام کہ یہ۔ تھا۔ بلکہ کہ یہ تو اس کے برعکس صورت حال یہ تھی کہ کوئی دل ہو کبھی اپنے ایمان کو چھپائے رکھتے، اور بظاہر کافروں ہی میں شامل رہتے۔ نفاق کی بنیاد مدینہ میں پڑی، وہ بھی غزوۂ بدر کے بعد جب اسلام کو روز بروز دنیوی عظمت و شوکت حاصل ہونی شروع ہو گئی۔ اس وقت بعض لوگوں نے اپنے کو محض تقیۃً ظاہراً مسلمان یا صداقت مومن و مسلم کہنا شروع کر دیا۔ اس یا دل کا سرغنہ یا سرخیل یہ خزرج کا سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ اس کا اثر و اقتدار حریف قبیلہ خزرج پر بھی تھا۔ اپنے وقت کا کامیاب ترین لیڈر تھا۔ یہاں تک کہ ساری آبادی اس کی سوداری پر متفق ہو چکی تھی۔ اور قریب تھا کہ اس کی بادشاہی کا اعلان ہو جائے، کہ ایک سیلاب کے قدوم میمنت لزوم نے سب کچھ درہم برہم کر دیا۔ اس نے اپنی دو کاں اٹھتے دیکھی تو اپنے پیروؤں کے کان میں یہ الفاظ پھونک دیا کہ ربان سے کہ اسلام کا پرچار تو بڑھتے جاؤ لیکن دل میں اپنے ہی عقائد پر جمے رہو۔ اوس خزرج کے علاوہ یہود کی بھی ایک غدار و خیرہ دش جماعت سے جو شی سے اس تحریک پر لگ گئی تھی۔ اللہ تو کہ کا کوئی حاجز اس تحریک پر نہیں ہوا۔ ان کثیر تعداد سے تفصیل سے لکھا ہے اور یہاں بھی زیادہ تر اسی کی تلخیص ہے ۲۳ یعنی ان کے دل میں ایمان کا گذر ذرہ برابر بھی نہیں، ایمان انہیں چھو بھی نہیں گیا۔ دھوکہ دینا تو الاس و مراوہ منہ و احور اس کثیر ابھا علیہ واھو الاجیاں فی ھو (سیادی) بجوھیں۔ حرف مار تاکید کے لئے ہے۔ اکّدَ المعنی بالبناء (سعادی) ظاہر سیاق کا تقاضہ تھا کہ لعل قبل قالوا آمنّا کی تردید تغلیط میں ما آمنوا یا اسی قسم کا کوئی اور فعل ماضی کا لایا جاتا۔ لیکن یہاں تاکید اور زور کے لئے سارے صرف کے صیغہ حال لایا گیا، کہ ان لوگوں سے بھی ایمان کی، ماضی، حال، مستقبل ہر زمانہ سے متعلق ہمیشہ کے لئے۔ وھو من التوکید الملاقی ما لیس فی عبارۃ (کشاف، مانکدا اوصالحہ فی التکذیب لان احوالہ دواتھم ھص عداد الموصین الحق من بھی الایمان عھم و ما صحی الہ لھان (سیادی) کاں ذالك مبالغۃ فی تکذیبھم (کبیر) ۲۴ یعنی بعض مسلمانوں سے نفع حاصل کرنے کیلئے اُن کی گرفت سے اپنے کو بچانے کے لئے ایسے منہیں مسلمان کہہ رہے ہیں۔ اور جرم کہ بڑھا دینے والا ہے۔ یخدعون، یخادعون باب مفاعلہ سے ہے اور اس کا خاصہ طرفین سے مشارکت ہوتا ہے۔ لیکن یہاں یخادعون اللہ سے مراد اس کے رسول کو دھوکا دینے کی کوشش ہے۔ یخدعون، یخادعون باب مفاعلہ سے ہے اور اس کا خاصہ طرفین سے مشارکت ہوتا ہے۔ لیکن یہاں یخادعون اللہ سے مراد اس کے رسول کو دھوکا دینے کی کوشش ہے۔ المکیدۃ (الوسوسہ) احورہ فی ربۃ فاعلت للمبالغۃ (سیادی) یخدعون اللہ۔ جس کی مخالفت اور تکذیب کرنے کرتے جہارت اتنی بڑھ گئی تھی کہ اپنے خیال بد میں اس خدا کو بھی دھوکا دینے چلے تھے۔ اجتزوہ واعلی اللہ حتی طلوا انھم یخدعون اللہ (اس جزیرہ عرب کی عامی) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول کو اس دھوکا دینے کی کوشش کو قرآن مجید نے عین اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے سے تعبیر کیا ہو۔ اس کی اور بھی نظیریں قرآن مجید میں ملتی ہیں۔ وکی نفسہ وانما دیہ رسولہ علی عادتہ فی تفخیم امرہ او کبیرہ اے مسہول اللہ (مدارک) مرتد نفاقی مذکورہ فرمایا کہ اہل کتاب کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا شدّاً عدت یا فریب کا ایسا ہی ہے جیسے حق تعالیٰ کے ساتھ کرنا ۲۵ یعنی ان کے اس نفاق سے نقصان کسی اور کا نہیں۔ خود انہیں کا ہوتا ہے اور ہوگا۔ آخرت میں عذاب اور دنیا میں رسوائی۔ معیشت اور سماعت کی پردہ دری۔ صرر ھا یلحقھم و مکرھا یحیق بھم (کشاف) یستحیون فی الدنیا ویستحیون العقاب فی العقبی (سعالم) ۲۶ (کہ اس منافقت کا وبال خود انہیں پر ہو کر رہے گا) لا یعلمون ان وبال خداع بھو علیھم (سعالم) یستہزئون۔ ہنسی کے سوال یستہزء و اور ہزا بنا ہے۔ بشور ہزا فی علم حسی کو کہتے ہیں۔ اور اسی کا نام ہزو میں احساس ہے۔ اور ماعو الانسان کے آلات حواس کو کہتے ہیں۔ المتاع الحواس (زاغب) التصور علو الشیٔ علو حس من الشعاع و متاع الانسان حواسہ (کشاف) اس لفظ کے لانے میں نکتہ بلاغت یہ ہے کہ منافقوں کو اس کمزور فریب سے جو نقصان پہنچ رہا ہے اور پہنچے گا وہ بالکل مادی ہونے کی طرح صاف اور صریح ہے۔ لیکن یہ آتی فروگذاشت سے اس کا بھی احساس نہیں کر سکتے۔ و یلمعی الی الحوی صرر ذالك فعمہ کالحواس وھم الجاری عملھم کالذی لا حس لہ (کشاف) ۲۷ کافر کی اور نفاق کی اور شک کی، جو انہوں نے اپنے دلوں میں پیدا کر رکھی ہے بشک و نفاق و ضلالت و طغیان (اس منافقین کو صفت لہا۔ اوتیات امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستدلاشانہ بعوما فیوما کبر ہو للرادیہ ھنا مما فی قلوبھم ۔ من العل والمصد والبغضہ لان صدورھم کانت قتل رسول اللہ صلعم للوحی المعنی ان المنافقین وصفت قلوبھم (کساف) عرض نحوی اعتبار سے نام ہے انسان کے حالات طبعی سے خروج کا الحاق الخروج عن الاعتدال الخاص بالانسان (راغب) رذائل نفسانی کو بھی اس کا الحاق ہوتا ہے اور مجازاً نفاق و کفر کو بھی عرض سے تعبیر کیا جاتا ہے، کہ وہ انسان کے لئے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ

اے لوگو عبادت (اختیار) کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں

خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

پیدا کیا تمہیں اور تم سے قبل والوں کو (بھی) تاکہ عجب نہیں کہ

تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

تم پرہیزگار بن جاؤ (۲۱) وہی (پروردگار) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ایک

فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

فرش اور آسمان کو ایک چھت بنا دیا ہے اور آسمان سے پانی

مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ

برسا کر پھر تمہارے لئے غذا کو پیدا کئے

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ہو تم اللہ کے ہمسر نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے (تو) بھی ہو (۲۲)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى

اور اگر تم اس کتاب ہی کے بارہ میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر

عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا

اتاری ہے تو کوئی ایک سورت اس جیسی تم بنا لاؤ اپنے اور

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

حمایتیوں کو بھی اللہ کے مقابلے میں بلا لو اگر تم

معزل

اٹھانیں کہ ہمیشہ قرار دیکر اُنکی پرستش کرنے لگے۔ اور ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے قدموں کے نیچے ہو۔ وکل یفعل معہود (س ۷۸) ای طرح معہود ہر اُس چیز پر حرکت کرتا ہے جو انسان کے سر کے اُوپر ہو۔ السماء کل ما علاک واظل (مفردات) ہر وہ چیز جو اوپر ہو اور انسان کے لئے سایہ مہیا کرے اسماء ہے۔ السحاب ظاہر ہے کہ پانی کا بخارات کی صورت میں اُوپر جا کر جمع ہو جانا اور پھر پانی کی بوندوں کی صورت میں برسنا۔ الماء ہر وہ سیال چیز جو کھا پی جائے یا جس سے کوئی چیز دھوئی جائے۔ الثمرات ہر وہ چیز جو پیڑ پودوں سے پیدا ہو۔ الرزق ہر وہ چیز جو انسان کی غذا بنے۔ الانداد جمع ند ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے برابر ہو۔ یعلمون ہر وہ چیز جو انسان کے علم میں ہو۔ الریب شک۔ نزلنا اُتارا۔ عبدنا ہر وہ چیز جو کسی کی ملکیت ہو۔ السورۃ ایک سورت۔ الشہداء جمع شہید ہر وہ چیز جو کسی کام کو ثابت کرے۔ دون ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز سے کم درجہ کی ہو۔

۵۱ (اے لوگو) یہ خطاب ہے تمام بنی نوع انسان سے۔ اور اس میں اشارہ ہے اس حقیقت کی طرف کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اُس کی زندگی کا مقصد ہے۔ اور اُس کی زندگی کا مقصد اُس کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اعبدوا ربکم (۲۱) کا مطلب ہے کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور عبادت کا مطلب ہے کہ اپنے پروردگار کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کی مرضی کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کی مرضی کیا ہے؟ اُس کی مرضی یہ ہے کہ تم اُس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کی ہدایت کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کی ہدایت کیا ہے؟ اُس کی ہدایت یہ ہے کہ تم اُس کی کتاب کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کی کتاب کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کی کتاب کیا ہے؟ اُس کی کتاب یہ ہے جو اُس نے اپنے بندہ پر اتاری ہے۔ اور اُس کا بندہ کون ہے؟ اُس کا بندہ محمد رسول اللہ ہے۔ اور اُس کی کتاب کا نام قرآن ہے۔ اور قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ تم اُس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کی ہدایت کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کی ہدایت کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اُس کی کتاب کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کی کتاب کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کی کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اُس کے بندہ کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کے بندہ کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کے بندہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اُس کے رسول کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کے رسول کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کے رسول کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اُس کے دین کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کے دین کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کے دین کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اُس کی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کی شریعت کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کی شریعت کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اُس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اُس کے احکام کے خلاف زندگی بسر کرنے سے بچو۔ اور اُس کے احکام کا خلاصہ

يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا
دیکھ سکتے سنبھالتے نہیں ۝ (وہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں ۝ تو اب وہ
يَرْجِعُونَ ۝ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ
(واپس نہیں آئیں گے ۝ یا پھر جیسے آسمان سے زور کا مینہ برس رہا ہو ۝ اس میں
ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ
اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی ۝ وہ ٹھونسے ہوئے ہیں اپنے کانوں
فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ
میں انگلیاں، کڑک کے سبب موت کے اندیشہ سے ۝
وَاللَّهُ مُحِيطٌۢ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ
حالانکہ اللہ گھیرے ہوئے ہے کافروں کو ۝ قریب ہے کہ بجلی اُن کی
يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا
لیا ہی اچک لے جائے ۝ وہ جب اُن پر چمکتی ہے تو اُس کی روشنی میں یہ
فِيهِ ۖ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ
چلتے ہیں، اور جہاں اُن پر اندھیرا ہوا (تو ہیں) کھڑے رہ جاتے ہیں ۝ اللہ اگر
شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ
چاہتا ۝ اُن کے کان اور اُن کی بینائی سلب کر لیتا ۝
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝

ع ١٣ ٢

منزل

٥٣٩ یعنی اپنے شریر منصوبوں یا ساتھیوں کے پاس۔ شَيٰطِيْن جمع ہے شَيْطَان کا لفظ عربی میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ہر سرکش اور ہر بہکانے والے کو شیطان کہتے ہیں۔ انسان، جنات، حیوانات سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ الشیطان کل عالم من الجن والانس والحیوان (زمخ) الشیطان اسم لکل عارم من الجن والانس والحیوان (راغب) یہاں شیاطین سے سردارانِ منافقین مراد ہیں جو اپنی سرکشی و طغیان کے لحاظ سے خود بھی شیطان بنے ہوئے تھے، نیز ان کے کاہن بھی کہ ان میں سے ہر ایک اپنے حلقہ میں شیطان بنا ہوا تھا۔ خَلَوْا اِلٰی۔ خلا کا صلہ جب الی آتا ہے تو معنی ہوتے ہیں تنہا ہونے کے، تنہائی میں ملنے کے۔ خلا الیہ اجتھم مصدق خلوۃ (لسان) رکھ بہت متقدمین کے۔ کھنھوہ ہوسکتا ہے (ابن جریر عن ابن عباس) مگر ہم کو ان کی اس تاویل سے اتفاق نہیں۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ خلا الیہ اجتھم مصدق خلوۃ (لسان) حلا الیہ لہ انتہی الیہ فی خلوۃ (راغب) ۵۴۰ (اپنے اصلی عقائد و خیالات میں) یعنی ہم مسلمانوں کے ساتھ تو محض ظاہر داری کے طور پر ہیں، اور صرف حقیقۃً تم سے ہی ہم عقیدہ و ہم مذہب ہیں۔ انما معکم الخ علی حد قولہم انی لکم لمن الناصحین (ابن جریر) ۵۴۱ (ان مسلمانوں کے پیشوا اور ان کے صحابیوں کو) یعنی اسلام (مطلب یہ ہوا کہ اسلام کو بھی اور مسلمانوں کو بھی) تمسخر اڑانے کے لئے۔ استہزاء کے معنی تمسخر کرنے، ہنسی اڑانے بنانے کے ہیں ۵۴۲ یعنی ان کے تمسخر کا انہیں یہ پورا پورا بدلہ دیتا ہے۔ مجازات، مزاء معاملہ کے موقع پر بولتے ہیں یہ محاورہ عام ہے کہ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ باقی مسلمانوں کے بنانے کے لئے ان کی سی کرنے کے ہیں۔ استہزاء کا استہزاء یا سبہ کہا جزاء السیئۃ سیئۃ (بیضاوی) ہنسی اور تمسخر اگرچہ فی نفسہ کوئی اچھا فعل نہیں ہوتا مگر جب کسی کے ساتھ ایسا کیا جائے جو خود اس کا مستحق ہو تو ایسے شخص کے ساتھ ایسا کرنا بھی عین عدل و انصاف ہوگا۔ اسی کا نام مزاء یا جزاء رکھ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی اس کا نام مزاء رکھ دیا گیا ہے۔ لفظ مزاء کے استعمال پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ تو ظلم ہوگا، اس لئے کہ ظلم کہتے ہی ہیں کسی کو ایسی سزا دینا جو اس کا مستحق نہ ہو۔ اور یہ مزاء ان کا مستحق ہے ہی۔ لہٰذا یہ ظلم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ہر عقلمند جانتا ہے۔ اسی طرح جزاء السیئۃ سیئۃ مثلہا (شوریٰ ۴۲) کا مطلب بھی یہی ہے کہ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے، اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ ورنہ وہ بھی ظلم ہوگا۔ ۵۴۳ (اپنے قانونِ تکوینی کے مطابق) خالق کائنات نے جنوں اور انسانوں کو جو آزادی و اختیار دے رکھا ہے، اس میں وہ جو چاہیں کرتے پھریں۔ کائنات کی کوئی طاقت ان کے اس اختیار و آزادی میں حائل نہیں ہوتی۔ یہ ہے وہ قانون جس کے مطابق خالق کائنات نے انسانوں کو ہدایت و ضلالت کے راستوں پر چلنے کی آزادی دی ہے۔ اسی کے مطابق وہ ہر ایک کو اس کے اختیار کردہ راستہ پر چلنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسی قانون

فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ
پس کیا سمجھے جو بڑھ کر کسی اور چیز کی ۸۴ سو جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو یہی سمجھیں گے کہ یا

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وہ (مثال) یقیناً حق ہے اپنے پروردگار کی جانب سے ۸۵ البتہ جو لوگ کفر اختیار کئے ہوئے ہیں

فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ
وہ یہی کہتے رہیں گے ۸۶ کہ اللہ کا اس مثال سے مطلب کیا تھا ۸۷

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ
گمراہ بھی کرتا ہے بہتوں کو اسی سے ۸۸ اور راہ بھی دکھاتا ہے بہتوں کو اسی سے ۸۹

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ
اور اللہ نہیں گمراہ کرتا اس سے مگر بے حکمی کرنے والوں کو ۹۰ جو

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠
اپنے معاہدہ کو اس کے استحکام کے بعد توڑتے ہیں ۹۱

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ
اور جس چیز کو اللہ نے حکم دیا تھا جوڑے رکھنے کا اُسے کاٹتے ہیں ۹۲ اور

يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ۹۳ تو بس یہی لوگ ہیں

الْخٰسِرُوْنَ ۝ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ
نقصان اُٹھانے والے ۹۴ ہم لوگ کس طرح کفر کر سکتے ہو اللہ سے

دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے ایسی اہل جنت میں شوق آفرینی و رغبت افزائی۔ یعنی فی الدنیا وقیل یعنی فی الجنة (زمخشری) وبہ وجہ آخر۔ الاول انہ علی اضمار اذ ای الدنیا والثانی انہ علی الحذف ای الجنة او فی الجنة ای الجنة اعلی واشرف لما فیہا من قلۃ الاذی بخلاف الدنیا وقیل الاظہر ان الضمیر للدنیا ای الدنیا احقر واقل من ان یضرب بہا المثل لما فیہا من الخسۃ والدناءۃ بالنسبۃ الی الجنۃ (بیضاوی) ۸۳ یعنی بیشک اللہ کو اس سے کوئی عار نہیں کہ وہ مثال بیان فرمائے خواہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی حقیر تر چیز کی ہو جب کہ وہ مثال حق کے مطابق ہو۔ کوئی نیکی اگر ایسی چھوٹی سی بھی ہو کہ مچھر کے پر کے برابر ہو تو اللہ کے یہاں اس کی قدر ہے اور وہ ضائع نہیں جاتی۔ (ابن کثیر) ۸۴ یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اس مثال کو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مثال حق ہے اور اس کے بیان کرنے میں اللہ کی کوئی حکمت ہے اور اس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ۸۵ یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہ اس مثال کو سن کر اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ کو ایسی حقیر چیز کی مثال بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ۸۶ یعنی اس مثال کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا مقصد ہے۔ ۸۷ یعنی اس مثال سے اللہ کا کیا مقصد ہے۔ ۸۸ یعنی اس مثال سے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس مثال کو سن کر اعتراض کرتے ہیں اور بہت سے لوگ اس مثال سے ہدایت پاتے ہیں کیونکہ وہ اس مثال کی حکمت کو سمجھ لیتے ہیں۔ ۸۹ یعنی اللہ کسی کو بلا وجہ گمراہ نہیں کرتا بلکہ گمراہ کرنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ۹۰ یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں وہ فاسق ہیں۔ ۹۱ یعنی اللہ سے عہد کرنے کے بعد توڑتے ہیں۔ ۹۲ یعنی اللہ نے جن رشتوں کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو کاٹتے ہیں۔ ۹۳ یعنی ان کی یہ روش زمین میں فساد پھیلانے کا سبب ہوتی ہے۔ ۹۴ یعنی تم لوگ کس طرح کفر کر سکتے ہو اللہ سے

لائی جا سکتی ہیں؟ خلود۔ خلود کے معنی ایسی حالت میں رہنے کے ہیں جس میں کبھی تغیر اور زوال نہ ہو۔ المخلد ھو الذی التغیر عنہ علی الحالۃ التی ھو علیہا (راغب)۔ فلا احالہ ولا انقضاء ولا فی تعریم خلود اللہ ام (ابن کثیر) ۹۵ جب کہ بعض لوگ نہم اور عالم متقدمین کے خیال میں شراب اچھا چیز ہے) قرآن مجید میں اپنے موقع اور محل پر تذکرہ بڑی سے بڑی مخلوق کا بھی آیا ہے، اور چھوٹی سے چھوٹی کا بھی۔ جانوروں میں ایک طرف ہاتھی، اونٹ، شیر کا۔ اور دوسری طرف چیونٹی مکھی اور مچھر کا۔ اسی تذکرہ پر بعض نافہموں نے کہنا شروع کیا کہ وہ اللہ کی شان کے شایان نہیں، بعض میں کہ مشرکین تھے، بعض میں کہ منافقین عجب نہیں کہ یہ تینوں ہی طرح کے لوگ ہوں۔ بظاہر چھوٹی یا بڑی چیز کی، اسی قدر اس کو بیان کرنا علم، کمال اطلاع اور کمال قدرت پر دلالت کرے گا، کبیر) مثلاً کا لفظ خود ذکرہ تھا مما کے اضافہ نے اسکے ضعف کو اور بڑھا دیا۔ فما ھو فوقہا یعنی مچھر سے بھی بڑھ کر ہو۔ فوق بمعنی زیادہ فی الصغر کے اعتبار سے۔ فما فوقہا فی الصغر والتحقیر (راغب) اما بما فوقہا فی الصغر فالمحققون علی انہ لا یراد بہ ما فوقہا فی الصغر والتحقیر بل المراد بہ ما فوقہا فی الصغر والتحقیر (کبیر) وقد اختلوا فی ھذا المثل المضروب فقیل ھو ما ذکرہ اللہ فی قولہ تعالیٰ مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت (کشاف) مرشد تھانوی نے فرمایا کہ آیت میں اصل ہدایت مقصود کی ہے اور مثال کی پروا نہیں کرتے ۹۶ (اور اپنے مقصود و غایت اور تو ضیح مراد میں بالکل ذرا بھی) اَنَفَہ میں مچھر مثل کی طرف اشارہ ہے۔ ھذا المثل (ابن کثیر عن ابی العالیہ) المثل ھو رسالم) دوسرا قول یہ ہے کہ شیر خود قرآن کی طرف راجع ہے۔ اے یعلمون انہ کلام الرحمٰن وانہ حق من عند اللہ (ابن کثیر عن قتادۃ) اَمَّا کا حرف کلام میں آنے سے فقرہ میں قوت اور زور کی زیادتی ہو گئی ہے۔ تو کید ما صدر بہ (ابوسعود) یؤکد ما بعدہ صدر (سیفاوی) ۹۷ یعنی وہ اسی میں مجھے دیں گے کہ ایسی مثالوں سے حاصل کچھ بھی نہیں۔ ھذا کے لفظ میں ایک پہلو تحقیر کا بھی ہے۔ وفی قولہم ما اراد اللہ بھذا المثل استھزاء کبیر وفی ھذا استھزاء اشد قول (سیفاوی) اردو روزمرہ کے مطابق "ھذا مثلاً" کا ترجمہ ہوگا "ایسی ایسی مثال سے" ۹۸ (اور اپنے قانون تکوینی کے طور پر) اللہ کا عام

الماء مسقاں حروفہا ومادۃ لغاتہا (کنز) پانی کو جو مرجع علیم ہر قسم کی زندگی ہیولیٰ دار اور نباتات میں ہے متنازع بیان نہیں ۵۶ کسی کو اگر کسی حیثیت سے بھی (غلینہ اللہ جب کبھی اپنے مقام و مرتبہ کو بحوالہ کرسی میں گرا ہے تو اس نے اپنا سر جھکایا اور اپنا قبضہ ہے درختوں کے آگے، ان کے پھلوں کے آگے، بارش کے دیوتا کے آگے، آسمان کے آگے، زمین کے آگے، قرآن مجید اسی بات سے یعنی ان نعمتوں کے ساتھ پیدا کیا، وہ اسی لائق ہے کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اندادًا۔ ند عربی میں کہتے ہیں مثل و شبہ کو بھی۔ اور خالف و ضد مقابل کو بھی۔ الند المثل والنظیر وقیل لا یخفض الند الضد والشبہ (زمخ) چنانچہ اندادی کے معانی اضداد اور اشباہ دونوں کے آتے ہیں (زمخ) الغفلۃ کی جاہلیت میں کثرت سے کہ شرک دنیا میں زیادہ تر سموں کے ذریعہ رائج رہا ہے۔ بہت سی قوموں نے اپنے دیوتاؤں کو بعض ایک خدا کے اصرار کیا، اور بعض نے ان کو زمان کے مختلف مرتبہ تقابل کی حیثیت پیش کیا ہے ۵۹ (پنے الہام فطری اور عام شعور شرعی کی بنا پر کسی صاحب عقل کو اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ وہ ذات جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جس نے ہمارے لئے یہ کائنات پیدا کی ہے، وہ ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا خدا ہو بھی نہیں

مفہوم ہے اگر کوہ بلندی کی طرف متوجہ ہو۔ والمراد بالسماء جہات العلو کما قیل فعداستوی الی عرش الخ، استوی کا صلہ الی کے ساتھ آتا ہے تو اسکے معنی بھی ہے قصد کیا، توجہ کی، التفات کیا۔ چنانچہ یہاں آیۂ تعبیر عنہا اسی طرف گئے ہیں۔ عدد السماوات (ابن عباس) قال بعضہم اقتبل علیہا وقال بعضہم عمد الیہا (ابی حریر) قصد الیہا الخ بجملتہ واحدا بعد واحد (ظہر لی) میں ہوں کہ السماوات کا عدد اس سے پہلے اور بعد بھی بہت سا قرآن میں آیا ہے اور انجیل میں بھی دونوں کو مسلم ہے پیشگوئی کی ڈکشنری آف دی بائبل میں ہے۔ "عہد جدید و عہد جدید دونوں میں آسمانوں کا تحقیق ہے" (جلد ۱ صفحہ ۳۳۳) سَوّٰھُنَّ۔ تسویہ کے معنی ہیں یکساں کرنا، برابر درست کرنے کے ہیں ھُنَّ السماوی مؤنث ہے بخواہ اسکو تفسیر لزوم سے کی جائے یا حوادی کو معنی جمع قرار دیا جائے (بیضاوی) وھی سبع سنوبیں، عدید حلقہیں و احدلاؤہ میں العوسج والقطوب، واتقاما خلقتہن، کہ اس نے فَسَوّٰھُنَّ کا ترجمہ فیصلہ اور دو میں یہی ہو سکتا ہے کہ اس، فیصلہ کیا، خلق کو پیدا کیا۔" مسبع سموت۔ قدیم اہل ہیئت نے سات آسمانوں سے مراد سات متحرک سیارے لیے ہیں۔ یعنی کرہ قمر، کرہ عطارد، کرہ زہرہ، کرہ شمس، کرہ مریخ، کرہ مشتری، کرہ زحل (کبیر) اصحاب تفسیر عربی نے ایک حدیث سے استنباط کر کے کہا ہے کہ عرش و اسکے اندر جتنے سماوات ہیں سب کرسی میں ہیں اور کرسی بمنزلہ صحن کے ہے اور ساتوں زمینیں بمنزلہ ایک حلقہ کے ہیں جو صحن میں پڑا ہو۔ اور یہی لکھا ہے کہ ہر کوکب کے لیے فلک ہیں ایک حامل چال ہے جیسا کہ ہم اور آسمان کو حرکت نہیں ۱۲ (جیا) کہ اپنے بندوں کی ساری ضرورتوں کا بھی اسے پورا علم ہے، اور اس نے اپنے بندوں کو بھی پیدا ہی نہیں کیا، بلکہ از راہ مدد پروری اُس نے ان کی ہر ضرورت کے پورا کرنے کا بھی سامان کر دیا، صحت بخش، کہ یہ اس کا اثبات بھی ضروری تھا۔ جاہلی قوموں نے کہ ترجمہ اپنے دیوی دیوتاؤں کو اس معبود تسلیم کر لیے کہ انکو ان کے علوم کا، یا نفس کا، ہے کسی کو ترتبہ یا قدرت کے موقع پر آتا ہے جس طرح اذا کسی افسر منتقل پر آتا ہے۔ اذ طرف موصولہ اور مبدل منہ قصہ محاسبۃ وقدم مفاسبۃ اُخروی متعلق ہے اذکر کے اس کے قبیل مقدما ہے۔ موصوب باسمہا الذی اذکر بلفظہا والمعنی اذکر بلفظہا ذکرہ واذکرہ بالصیغۃ الموضوع لہ ذکرہ (ابو عبیدہ) سمی کہ کیونکہ ہر واذکر یا ابراہیم ۱۲ (ابو حیان) قال الزجاج ھذا الجواب محذوف ای ابی عبیدۃ ۱۲ (کبیر) ہرچہ اس حریر قال القرطبی وکذا اسرۃ ۱۲ (کبیر) تحقیم للعبرین، (کبیر) ہرچہ اس حریر قال القرطبی وکذا اسرۃ ۱۲ آلوسی پیتر آدم کے وقت سے وہ سے کے کوچ تک (ابن عباس) کہ قرآن کے مخاطبین میں طرح کے لوگ ہیں، ایک اسکے پیام کو قبول کرنے والے صالح و سلیم فطرت رکھنے والے۔ دوسرے، فطرت پیام الٰہی سے انکار کرنے والے۔ دوسرے کو حق میں مطالبہ کی ایک تیسری نوع کا بیان تھا جو تیسرے کو حق میں قبول پیام کا اثبات بیان کیا گیا، یعنی ترجمہ و رسالت کی تبلیغ کر دی گئی۔ اب اس چوتھے رکوع میں اس تبلیغ کی تاریخ شروع ہوتی ہے یعنی یہ پیام ابتدا و نسل انسانی کے بانی و مورث حضرت آدم کو دیا گیا، اور ان سے نسل بنسل منتقل ہوتا آیا ہے۔ مشیۃ جمیع ما ملک کی۔ اور وہ الوہاب ہے جس کے معنی پیام بھیجنے کے ہیں۔ الالوکۃ الرسالۃ وھو الاکلی لانہ الملہ وھو ایلاکی (راغب) ہی الالوکۃ وھو الرسالۃ (مجمع) ملائکہ کو مالکہ کہنے میں اسی نے کہ ان کا اصل کام پیام رسانی ہوتا ہے۔ اور بغیر اتفاق کے بیانات مخلوق تک لایا کرتے ہیں۔ یا اللہ کے ہیں ۱۲ اسطے ہیں۔ لام وما نطلبہ بیان اللہ تعالیٰ وہی الساس ھم رُسُل اللہ لو کما لہل الیہم (بیضاوی) اُردو میں الصیں کو مرتبہ کہتے ہیں۔ مرتبہ تو ہی مخلوق ہوتے ہیں۔ وجود خارجی رکھتے ہیں مگر محض مفاہیم الٰہی یا قوانین طبیعی کے ظروف نہیں۔ مادۂ انسان کیلئے ہمیشہ ہی رہتے ہیں جسے ضرورت مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ احسام لطیفۃ ھوائیۃ قادرۃ علی التشکل، اشکال مختلفۃ مکنۃ التشکل (بیضاوی) وھذا اقول اکثر المسلمین (کبیر) ذھب اکثر المسلمین الی انہا اجسام لطیفۃ قادرۃ علی التشکل، اشکال مختلفۃ مستدلین بان الرسُل (بیضاوی) ان کی لا انتہا تعداد اللہ ہی کے علم میں ہے۔ وحی میں انسان پر تقدیم فانی رکھتے ہیں۔ شرشت مقصد مانہ ہوتی ہے یعنی ہدایت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ خالق کے خاص فرائض و اختیارات میں سے ہیں، مخلوق کا حکم بندہ ہونے میں بالکل انسان ہی جیسے ہیں۔ خود کوئی معبود یا پیام معبود انہ حیثیت دیوی دیوتا کی قسم کی خلقی نہیں رکھتے۔ اور یہیں سے دور ہو جاتا ہے ان باطل معبودوں کا جنہوں نے ملائکہ کو خود اسی نام کے ساتھ، خواہ انہیں دیوی دیوتا قرار دے کر، خالق و مخلوق کے درمیان ایک برزخی درجہ دے رکھا ہے۔ بالکل کیلئے میں لام تعلیل کا ہے۔ الالام الجامع للتعلیل و نوع (بیضاوی) ۱۲ عنوعہ یہ بات کہ ہمیشہ کے لیے یہ شرف و مرتبہ، انہ کی مخلوق تو اُس وقت تک کبھی بے تمام تھی۔ اسی لیے اس رسالت کی بھی ہر ایک میں کچھ کا اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ اشرف کا ناقص نہیں پر پیدا کیا جاتا ہے۔ البعض اہل تحقیق نے یہیں یہ کہا ہے کہ تحقیق تو ساری ہی چیزوں کی بُرائی ہے جہات کی بھی اور عرش کی بھی لیکن اور کسی کے بھی نقص تعلیق کے ساتھ اتنا قرآن مجید نے نہیں کیا ہے۔ یہ فخر نوع خلقت آدم کے متعلق آیا۔ اور یہ دلیل ہے آدم کی افضلیت و اشرفیت کی۔ ولا یقبل انی حالتی برتبۃ الوحۃ اومکانی وان قال ذالک تنزیہاً و تعصیماً لادم (کبیر) حلیمہ اسے کہتے ہیں جو کسی کی بنا بت کرے، خواہ اس لئے کہ وہ موجود نہیں یا اس لئے کہ فوت ہو چکا، یا اس لئے کہ اس سے مختلف کی تعظیم ظاہر ہو۔ الحلامۃ السیادۃ من التیوا لتعیبۃ المسوب عہ ولقاالوتہ ولقاالعمرہ واقعا لقترتیب المستعلف (راغب) اور حلیمۃ اللہ وہ ہے جو بہت بڑی پرائیویٹ اللہ کی شریعت کی حکومت قائم کرے۔ یحلعہی فی المکوبین حلق وذالک المحلیمۃ ھوادم وھی قائم مقامہ فی طاعۃ اللہ والحکم والعدل بین خلقہ (ابن عریبہ) میں عائش (ابن سعود) حلیمۃ اللہ فی ارضہ لاعاصر احکام فتصد قصیاً یاد (سالم) یہیں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ انسان کو جو قوتیں بھی گے وہ اس غایت و مقصود یعنی مصبہ خلافت الٰہی کے نسل انسانی خود اپنی صلاح و فلاح کے لئے اس کی محتاج تھی اور مناح ہے کہ اپنے کسی ہم جنس کے واسطہ سے شریعت الٰہی سے استفادہ کرے۔ اور سلسلۂ نبوت اسی عرض سے قائم ہوا ہے۔ والمراد بہ ادم وکذالک کل من استخلفہ اللہ فی عمارۃ الارض وسیاسۃ الناس وتکمیل نفوسہم وتعدیل امورہم (بیضاوی) واضح ہے کہ دنیا کے کسی درجے میں بھی انسان، نوع انسان کو اس مقدر تربیتی حلافت و نیابت الٰہی پر نہیں رکھا ہے۔ اور خیر و بھلائی مذہبوں کا خود کبھی نہیں خود مہدیت اور اسکے سوا تمام دعوے باطل ہیں۔ مگر اب اسلام سے کہیں بیچھے ہیں۔ ناقل میں اس موقع پر خود کو اس قدر مہدی۔ مخلوقات کو اس مقدر تربیتی خ

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ
اور تم ایک تھے تم نے جان ڈالی ۹۷ سو اس نے تمہیں جانا رکھا پھر تمہیں موت دے گا پھر
يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ
تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم واپس کئے جاؤ گے ۹۸ وہ وہی خدا ہے
خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى
جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ بھی زمین میں ہے پھر آسمان کے
اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ
آسمان کی طرف توجہ کی ۹۹ اور انہیں سات آسمان درست کر کے بنا دیا ہے ۱۰۰ اور وہ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ
ہر چیز کا جاننے والا ہے ۱۰۱ اور (وہ وقت یاد کرو) جب تیرے پروردگار نے فرشتوں
اِنِّىْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا
سے کہا تھا میں زمین پر اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں ۱۰۲ وہ بولے
اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ
کیا تو اس میں ایسے کو بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون
الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ
بہائے گا، (درآنحالیکہ) ہم تیری حمد کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تیری پاکی
لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
بیان کرتے رہتے ہیں؟ (اللہ نے) فرمایا یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۱۰۳

ع ۴

منزل

سے بار بار کل جائے۔ الفسق العصیان والتراك لامر الله عز وجل والخروج عن طريق الحق (راغب) الفاسق و الفاسقة مجتمعا المتمرد في الفسق وجمعها فساق (مفردات راغب) ائمہ لغت نے کہا ہے کہ فاسق کے استعمال کی مثال عرفی میں اسلام سے قبل عہد جاہلی میں نہیں ملتی۔ خود آبادی کا قول ہے لیس فی کلام العرب ولا اشعارهم فاسق على انه عرفی نہیں اور ابو العالیہ نے کہا ہے لم يسمع في كلام العرب الجاهلية ولا في اشعارهم فاسق هذا اعجب وهو کلام عربی (راغب) فسق بمعنی خروج فعل ہے۔ جہاں پیمبروں کے سلسلہ میں امور مستعمل ہیں تمام تر کسی معصیت اہم یا فاسق کا استعمال انسان کیلئے کلام عرب میں نہیں ملتا۔ لم يجيء الفاسق في وصف الانسان في كلام العرب (راغب۔ ص ۱۸۱) اس اصطلاحی معنی میں جس میں اس کا استعمال اب عربی بلکہ اردو میں عام ہو چکا ہے تمام تر ایک اسلامی لفظ ہے اور ان چند لفظوں میں سے ہے جو قرآن نے اپنے کر عربی زبان کو دیئے۔ لا يعرف اطلاقها على هذا المعنى قبل الاسلام (زمخ) آج انگریزی زبان بھی باوجود اپنی وسعت کے علت معرت، اظہارات تقویٰ کے مفہوم کے بہت سے الفاظ سے محروم ہے۔ ایں حدیثے از بیان دیگر است ۹۶ عهد الله یعنی معاہدۂ فطرت کو۔ عہد ایمان کو اور توحید کے حامۃ فطری کو۔ اقرار توحید ربوبیت تو ایسا سیدھا سادہ صاف سلسلہ ہے کہ ہر انسان کی فطرت سلیم اس عقیدہ پر گواہ ہے۔ نافرمان و فاسق خود اپنی اس فطرت سلیم سے اقرار فطری سے بغاوت کرتا رہتا ہے۔ اور اس لئے یہاں ملحدین کے تحت میں ہر قسم کے اہل کفر آگئے۔ عنی بهذه الآية جميع اهل الكفر والشرك والنفاق وجحدهم الى توحيده وما وضعهم فيه من الادلة الدالة على ربوبيته (ابن کثیر) اس عہد فطرت کی توثیق ہر زمانہ اور ہر زمانہ میں پیمبروں کی تعلیم کے ذریعہ سے ہوتی رہی ہے۔ والمراد به ما وثق الله به عهد ما من الآيات والكتب (بیضاوی) ۹۷ آیت کے دو مصداق مفہوم میں لیکن متحقق اللہ اور متحقق الشرک داخل ہیں یعنی وہ سارے عناصر جو ہر انسان کو خالق و مخلوق دونوں سے متعلق بناتے ہیں۔ الى يوصل من الارحام الارحام (ابن جریر عن ابن عباس) صلة الارحام والقرابات وقيل المراد اعم من ذلك (ابن کثیر) امام رازیؒ نے ایک معنی یہ بھی کہے ہیں کہ حکم الٰہی ہر مومن کے ساتھ رشتہ جوڑے رکھنے کا ہے۔ یہاں نفی ہے جھوٹ کر اپنا رشتہ کافروں سے توڑ لینے میں ۹۸ (یہ) عقائد کفریہ باطلہ ہیں) اس فساد کے اندر روحانی، مادی ہر قسم کے مفسدے شامل ہیں۔ اسلام کی حقیقت ہی جو کلیہ ہے کہ وہ زندگی کا ایک مکمل و متوازن العمل ہے اور ایک ہمہ گیر نظام حیات۔ اس لئے اس سے اعراض، انحراف کے معنے ہی یہ ہیں کہ کسی ناقص و متعدد زندگی اور جو ٹھے نصب العین کو قبول کر لیا گیا ہے اور اس ناقص پروگرام کا لازمی نتیجہ ہے انفرادی انتشار اور اجتماعی اختلال۔ والاظهر ان المراد منه الصدة عن ملة الرسول عليه الصلوٰة والسلام لان تمام الصلاح في الامر بها والطاعة لكن ترك هذا عقيدة ونحن نشاهده كثيرا (بیضاوی) دنیا اتنی ترقیوں اور علمی کمالات کے باوجود کسی کسی حیثیتوں میں بیشک ہی ہی، انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اور بصلاح و فلاح سے محرومی تو یہ ہے اسلامی زندگی کو کم کر دینے کا ۹۹ اس نقصان میں خسارۂ عاجل بھی شامل ہے اور خسارۂ آجل بھی۔ عاجل اس لحاظ سے کہ عدم ایمان سے دلوں سے سکون و اطمینان رخصت ہو جاتا ہے اور قوم و افراد قوم طرح طرح کی بداعمالیوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور آجل اس اعتبار سے کہ آخرت میں جہنم سے محرومی ہے گی۔ معنیوں ہو هلاك الدنيا والاخرة (ابن عباس) ۱۰۰ (اے) کافرو اور سرکشو! ہی کفر و انکار کے سلسلہ میں آیا ہے سیاق بہترین تنبیہ، آئینہ ہی کا رہا ہے۔ وكل ما احتج الله تعالى بلفظ كيف على نفسه فصار اصحابنا الاعلى طريق التنبيه للمخاطب اورد بعضا (راغب) ۱۰۱ (مشکلب یہ ہیں) ایسی تمہاری تشکیل ہوئی بھی، تمہیں ۱۰۲ (رحم، ادیس) انتخاب میں سب سے مقدم صفت حیات ہے کہ دوسری ساری نعمتوں کے استفادہ اسی کے بعد ممکن ہے اس لئے ذکر میں بھی اسے یہاں سب سے مقدم کہا ۱۰۳ (اس دنیوی مدت زندگی کے خاتمہ پر) یہاں توحید کامل و داعیہ کو خلق و ایجاد افنا سب قوتیں باری تعالیٰ ہی کی ہیں۔ یہ نہیں ہیں کہ بعض مشرک قوموں کا عقیدہ ہے کہ موجود خالق برباد جاتی ہیں اور فنا تمام باقی رکھنے والے و تشریعی اور دوست و ملاکت لانے والے تشریعی ۱۰۴ (حشر) اشکارا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور اس کا ذکر قرآن میں بہت سے مقامات پر ہوا ہے۔ اس دنیا کی زندگی کا مکمل نظام عدل اگر قیام ممکن ہی نہیں ۱۰۵ (حساب و کتاب کے لئے) انسان کو جو اور سزا اعمال کی جزا و سزا ہی کے لئے براہ راست اللہ ہی کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اس پر دگار کی مسیحی سرکوں کے اس عقیدہ کا کہ حشر میں مسیح کے حضور میں ہو گی ۱۰۶ (خطاب عام نوع انسانی کو) ان سے ارشاد ہو رہا ہے کہ تم تو وہی ساری کائنات ارضی کے تصرف و تطاول ہو، پھر یہ کیسی عجائب ہیں کہ تم کسی اور مخلوق کو مقصود و مطلع ہو۔ پھر یہ کیسی عجائب ہیں کہ تم کسی اور مخلوق کے لئے۔ حدیث شریف کا یہ ٹکڑا جو مسلمان ہر جمعہ کو خطیب کی زبان سے سنتا ہے، کہ کے لئے کافی ہے۔ اس فرش زمین پر جو کچھ بھی ہے سب انسان ہی کے لئے ہے نہ کہ انسان کسی اور مخلوق کے لئے ہے۔ اور شرک انسان اس فطری اور تدریجی ترتیب کو الٹ دیتا ہے۔ إِنَّ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَرَزَقَكُمْ وَيُمِيْتُكُمْ وَيُحْيِيْكُمْ هُوَ اللّٰهُ (دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم پیدا کئے گئے ہو آخرت کے لئے) اسی مفہوم کا تم جہاں ہو جاتے ہو سب کچھ اسکے لئے ہو جاتا ہے اور خود اسکے لئے ہو۔ وجعل جميع ما في الارض لهم كما جعل جميع ما في السماء لله تعالى (ابن کثیر) چاہے اپنے تصور میں لائے۔ اور اس کا جواب ہو۔ اور صرف اپنے مالک خالق کے مقام عبودیت و مرتبۂ انسانی کا پاس شرف و احترام اسلام ہی کا تقاضا ہے ہوا ہے ۔۔۔۔ ذالموں کے ترقی یافتہ بندۂ خوبرو کو اس پتہ و مقام سے کیا واسطہ! لكم۔ اصله لكم ولانفاعكم ومنافعكم فيما تأكلون وتركبون (بیضاوی) وهو دليل على ان المذكور بعد الشيء محلق لاصل الشيء لانه قال الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم ولم يقل خلقت هذا عبثا بل للتذكر (راغب) ۱۰۷ سماء واحد اور جمع دونوں طرح آتا ہے۔ يُطْلَقُ الواحد والجمع (راغب) یہ قول بھی نقل ہوا ہے کہ یہاں افنا کا واحد ہے لیکن معنی جمع ہی کے ہیں۔ مافيها في معنى الجمع (بیضاوی) بعد تعمیر جسم مثل سے کوئی علیحدہ بہتر چاہئے۔ سماء کی وسعت مفہوم پر حاشیہ پہلے گزر چکا ہے (۹۷) یہاں مراد اجرام علوی سے بھی لی گئی ہے اور سمت علوی بھی۔ المراد السماء هذه الاجرام العلوية او جهات العلو (بیضاوی)

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ
تجھکو ۱۲۵ تو وہ سب تجھکے مگر ابلیس نہ جھکا ۱۲۶ اس نے انکار کیا اور
اسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَ
تکبر میں آگیا ۱۲۷ اور کافروں میں سے ہو گیا ۱۲۸ اور
قُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ
ہم نے کہا اے آدم، تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو، اور
وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا
اس میں جہاں جو چاہو خوب کھاؤ ۱۲۹ اور اس
تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ
(درخت کے پاس جانا ۱۳۰ ورنہ تم گنہگاروں میں سے
الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا
ہو جاؤ گے ۱۳۱ پھر شیطان نے دونوں کو پھسلایا اسی درخت کے باعث ۱۳۲
فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا
تو جس میں تھے اس سے آپس میں نکلوا دیا ۱۳۳ اور ہم نے کہا (اب تم سب نیچے اترجاؤ ۱۳۴
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى
ایک دوسرے کے دشمن ہو کر ۱۳۵ اور تمہارے لئے رہیں
الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝
ہی پر ٹھکانا اور ایک میعاد تک نفع اٹھانا ہے ۱۳۶

منزل ۱

کما فکتہ (عرعن یشی) الی آدم وکان آدم قبلہ۔ والسجود للہ تعالیٰ (سماع) الی المعبود والی المستقبلی وحدہ آدم (مرلمی) ۱۲۵ ابلیس۔ بعضی معنی ہیں یاس زدہ کے۔ قرآن مجید میں صدہا مقامات مختلف عنوانوں پر اسی مفہوم میں آیا ہے۔ یبلس المجرمون۔ فاذا ھم مبلسون۔ وغیرہا۔ ابلیس اسی سے مشتق ہے۔ اور یہاں بطور علم کے شیطان کیلئے آیا ہے۔ الابلاس المعرب المعتوس من شدۃ الیاس صد استق ابلیس (سماع) الیس ابلیس (مرلمی) ابلیس افعیل من الابلاس وھو الایاس من الخیر والندم والحسرۃ (ابن عزیز) ابلیس کوئی مرتبہ تھا، جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے متبع میں ایک عام خیال پھیل گیا ہے۔ بلکہ جنی تھا جیسا کہ قرآن مجید میں مصرح ہے۔ بخلاف ملائکہ۔ آیت ۱۱ اور کا بنا ہوا فرشتہ نہیں ہو سکتا فرانسیسی پتلا دینی نہیں۔ بلکہ آگ کا بنا ہوا جن تھا حلقتنی من نار، (اعراف۔ آیت ۱۱) ان جمیع الخبر میں کے مقابلہ میں قول کسی کا بھی ہو قابل اعتنا نہیں ۱۲۶ ابی۔ انکار کیا حکم کی تعمیل سے واستکبر۔ اس نے صاف کر دیا کہ تعمیل ارشاد سے انکار کسی اشتباہ یا غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ محض بیدار فرمانی کی بنا پر تھا۔ انکار اس نے اپنی بڑائی کی راہ سے کیا ۱۲۸ یعنی اس نافرمانی نے اسے کافروں میں داخل کر دیا۔ ۔ معنی نہیں کہ وہ پہلے سے کافروں میں تھا۔ ۔ لے صاحب الکبر، (س عباس) الکبر، (مجاہد) ما ینبغی ان یکون الا للہ۔ و استکبار، (مرلمی) وہی اقسام کان المستکبرات تاتی بمعنی صار کقولہ تعالیٰ کان فی اذنیہ وقرا (نوح) جن اہل تفسیر نے کان کو بمعنی صار کے سمجھا ہے تھا کے معنی میں لیا ہے انہوں نے فی علم اللہ کے مضمر مانا ہے۔ ابلیس کو کفر کا اطلاق حکم کے تردد و انکار کی بنا پر نہ محض ترک عمل (مسودہ) کی بنا پر مس۔ ترک عمل گو ایسا ہی ہو ایمان سے خارج کر دینے اور کفر تک پہنچا دینے کیلئے اہل سنت کے مذہب میں کافی نہیں (مرلمی) ۱۲۹ رغدا۔ بفعلی معنی ہر اس باغ کے جس میں رخت زمین کو چھپا لیں۔ کل نبات ذی تمتع یرتا الارض (راغب) الرغد سے اطلاق شرعی میں مراد وہ عظیم الشان باغ ہے جو بے تمتا نعمتیں لئے ہوئے عالم آخرت میں ایک کافروں کیلئے مخصوص ہے اور آخر نظروں سے مستور ہے۔ اسکا نام جنت ابدی ہے جو ایک

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ
اور سکھلائے آدم کو نام سب کے پھر دکھلائے
عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ
کل کے فرشتوں کے پھر فرمایا بتلاؤ تو
هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا
ان کے اگر تم ہو سچے وہ بولے
سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ
تو پاک ذات ہے ہمکو نہیں کچھ علم مگر جتنا تو نے ہمکو علم دیا ہے
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ
بیشک تو ہی ہے بڑا علم والا حکمت والا اے آدم
اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ
بتلا دو انہیں ان کے نام سے پھر جب اس نے انہیں ان کے نام بتلا دیئے
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ
فرمایا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی
وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ
چیزیں جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے تھے وہ سب
تَكْتُمُوْنَ ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
جانتا ہوں میں اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا سجدہ کرو آدم کے آگے

مدون

۱۱۲ (صناع کائنات وبعلومی حلیات کے سلسلہ میں) مطلب یہ تھا کہ تمہیں اسکی کیا خبر کہ بغیر سکھے علاوہ یا کلام مخالفت الٰہی کا ہوا اس سے بچنے کے لیے جن صلاحیتوں اور جس قسم کی استعداد کی ضرورت ہے وہ قدرت اللہ کمال تک موجود ہیں۔ (ای اعلوم المصلحۃ المراعیۃ فی خلق ھذا الصنف علی الھیئۃ الفی ذکرتموھا مالا تعلمون (ای کیفیۃ ایجادہا ترتیبہ) اگر کہو کہ ہم کو کیا ضرورت تھی کہ ایک اور مخلوق پیدا کرتا جو ہمکو بھی ستائے اور تسبیح و تقدیس میں ہمارا ساتھ نہ دے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم کو نہیں معلوم کہ اس مخلوق کے پیدا کرنے میں کیا کیا حکمتیں اور مصلحتیں ہیں (ای بعض ان مصالح کے علم کے لحاظ سے بھی فرشتوں کو اللہ تعالیٰ سے کیا نسبت؟ کہاں علم محدود، کہاں علم نامحدود؟ ۱۱۳ یعنی آدم کو اسماء اشیاء کائنات کے اسماء اور آثار و خواص کا علم دے دیا۔ اٰدم بھی سب سے پہلے بشر تھے، اسی لئے ابو البشر کہلاتے ہیں۔ اور خلیفۃ اللہ کے لائق مصداق بھی تب سے جب سے ہیں پر آسمانہ غالباً دجلہ و فرات کے وہ نہیں آباد ہوئے جو اب ملک عراق کہلاتا ہے۔ توریت ہی میں تین ماسبتوں کا نام آتا ہے۔ بابیل، تاجیل، شیشک۔ توریت ہی کی حسب روایت عمر ۹۳۰ سال کی پائی۔ عربی میں ان کا یہ نام کس مناسبت سے پڑا؟ یہ کسی نے کہا کہ زمین کی جلد (ادیم) سے پیدا ہوئے اس لئے آدم کہلائے۔ کسی نے کہا کہ اپنی جلد کی سُرخی کی بنا پر۔ خلیل ادم صنی مدیم الارض مشتق من ادیم الارض (ابن جریر عن سعید جبیر) قیل سمی بذالک لکونہ جسدہ من ادیم الارض وقیل لسمرۃ فی لونہ (راغب) اسماء۔ اسم کا مفہوم عربی میں اردو کے نام سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اسم وہ ہے جس کو دیکھ کر یا سن کر کسی چیز جانی جائے کسی چیز کا علم ہو جائے۔ اسم الشیء علامتہ (تاموس) الاسم ما یعرف بہ ذات الشیء (راغب) اور یہ شناخت ممکن نہیں جب تک اعراض، خواص، آثار کا علم بھی ساتھ ساتھ نہ ہو۔ اسی طرح اہل لغت نے بھی اسکا لحاظ رکھ لیا ہے۔ قال ابن سیدہ الاسم ھو اللفظ الموضوع علی الجوھر او العرض الفید لہ لیفصل بہ بعضہ عن بعض (تاج) اسم کے ساتھ اگر مسمّٰی کا علم نہ ہو تو اسم محض ایک آواز کانوں تک رہے گی۔ اور ذہن کے سامنے کوئی مفہوم نہ پیدا ہوگا۔ علامہ راغب نے اسی لئے اس پر شرح و بسط سے کلام کر کے آخر میں کہا ہے، ان معرفۃ الاسماء کالمقصد الاعمد فمعرفۃ المسمّٰی و حصول صورتہ فی الضمیر کراسم کی معرفت غیر مسمّٰی کی معرفت اور ذہن میں اسکی تصویر کے موہیں سکتی۔ اور ایک دوسرے امام لغت نے اسکی دلداں الفاظ میں دی ہے۔ ھو کلام مّا نفیس (تاج) اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسم وہ لفظ ہے جو ذات شے اور عین شے کے۔ یقال دلت وذلن وعین واسم بمعنیً (تاج) یہ تو لغوی معنی ہوئے۔ آیت کی تفسیر میں محققین نے مراد معلومات اشیاء لی ہے۔ اور اسما کے ساتھ مسمیات اور ذوات و خواص اشیاء کو شامل کیا ہے۔ اور اشیاء کے اسماء سے مراد انکے آثار و خواص کا علم لیا ہے۔ فالمراد الانواع الدلالۃ من الکلام وصورۃ المسمیات فی ذواتہا (راغب) علم آدم صفتیات الاجساد کاشفۃ الکنہ معرفۃ ذوات الاشیاء وخواصہا واسمائہا واصول العلوم وقوانین الصناعات وکیفیۃ الانتفاع (بیضاوی) علمہ صفات الاشیاء وفوائدہا وخواصہا (کبیر) صاحب تفسیر عزیزی نے کہا کہ مراد اسماء سے اسماء الٰہی ہیں۔ انہیں کا علم اجمالی کامل آپ کو مل گیا تھا۔ اور ہر اسم و صفت کے ساتھ اس مناسبت تامہ کے آپ کو پیدا کیا گیا تھا جس کی وجہ سے ہر اسم و صفت کی طرف توجہ کرتے وہ اسم و صفت فوراً آپ پر تجلی ہو جاتی مثلاً جب اسم یا للذل کی تجلی آپ پر ہوتی تو ہر گزری ہوئی چیز آپ پر کشف ہو گئی۔ اسی طرح جب اسم یا ملک الاکبر کی تجلی ہوتی تو ہر آنے والی چیز معلوم ہو گئی۔ اور اسی قیاس سے اسماء الٰہی کا کیا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ انہیں کا پرتو یہ تمام علوم اور ان کی فضیلت کا سبب ہے کہ یہ خلیفۃ اللہ دنیا پر بستی میں بسنے والا مخلوق ہے! ۱۱۴ ذکر ان کی اعلیٰ صلاحیت اور منصب خلافت الٰہی کی اس کی مناسبت فرشتوں پر بھی ظاہر ہو جائے۔ ثم عرضھم سوال یہ ہے کہ کیا چیز اب فرشتوں کے سامنے پیش کی جا رہی ہے؟ اگر مجرد کے محض نام مراد ہوں تو لفظ قرآنی عرضھا ہتی غیر مناسب ہے اور غیر ذوی العقول عرضھا نہیں بولا جاتا۔ اس میں شامل ہو جائیں گے۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ پیش صرف نام نہیں ہو رہے تھے بلکہ اس میں مجموعات گویا بصورت مثالی سے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے تمام امور خواص سے اطلاع بخشی گئی۔ پھر جو ان مخلوقات و موجودات کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ عرض للقائق علی الملٰئکۃ (ابن جریر عن ابن عباس) ما عرض تلک الاشیاء علی الملٰئکۃ (ابن جریر عن قتادہ) اصحاب المسمیات (کشاف) المراد بہ ذوات الاشیاء او مدلولات الالفاظ (بیضاوی) تفسیر کلام پوں بھی اسماء المسمیات۔ مضاف لیہ حذف کر دیا گیا، کہ مضاف اسکی رضاء تک کے کافی ہے (بیضاوی) ۱۱۵ اپنے اس گمان میں کہ تم ہر منصب کی اہلیت اور ہر خدمت کے ساتھ مناسبت رکھتے ہو) خطاب فرشتوں سے ہو رہا ہے۔ انبآء پر حالیہ اجمی اور گزر چکا۔ یہاں بھی محض نام نہیں۔ خواص و آثار بھی مراد ہیں۔ صادقین۔ صدق سے مراد یہاں راستی بجانی اور بات کے غلط نہ ہونے کے خلاف کا قوی فرشتوں میں احتمال ہی نہیں۔ بلکہ مراد محض ان کے دعوی کا صحیح ہونا یا ان کے خیال کا مطابق واقعہ ہونا ہے۔ صدق کا اطلاق انت عربی میں اردو کی بجائی سے کہیں زیادہ وسیع ہے وہ جس طرح ارادی راست گفتاری کے لئے آتا ہے اسی طرح اصابت رائے و صحت خیال کے لئے بھی۔ وقد یستعمل الصدق والکذب فی کل ما یعتقد ویحصل فی الاعتقاد (راغب) والصدق ھو الصواب (بحر) صدق و کذب عربی کے ان دو لفظوں کے صحیح مفہوم پر نظر رہنے سے اردو خواں طبقہ قرآن و حدیث سے متعلق بعض ہی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ہر شہد تھانوی مدظلہ نے فرمایا کہ دار جلافت جہاد، اعمال میں بلکہ علوم میں سے مشکل ہے۔ بدعمل ہونا اور اسی سے تساہل طریقت علمائے خلافت کے وقت اُنکی زبان روایت کرتے ہیں ۱۱۶ اور اس سے بڑا ذلیل ہونا کیا ہوگا کہ آدم کا بھی حسد غالب ہی تیار ہوا تھا اور روح الٰہی اس میں نہیں پڑی تھی کہ فوراً سجدہ میں گر پڑتا۔ ہم میں سے پوچھ کر دیکھ لے کہ کوئی مخلوق بھی ہم سے بڑھ کر ہمارے ہی ناپاک جذبات کے تحت ہم سے بڑھ کر ہمارے ہی جان دل سے اطاعت کرنے کے لئے اور کیا کریں گے۔ اس پر ابلیس نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ سے تو اطاعت ہو نہ گی میں تو خود ہی اس پر غلبہ علم کر دوں گا۔ اور فرشتوں کا خیال ہو کہ آیت میں عبادتیں کا اعلان اطاعت اور اظہار طاعت ہے، اور یہ بھی کہ نکتوں کا تعلق ابلیس کے اخفاء عبادت سے لیکن حقاب کو اگر شروع ہی سے ساری مخلوق کیلئے عام لیا جائے (جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیہ میں گزر چکا) تو یہ امر بداہت سے مستفاد کی کوئی خوبت نہیں ہو جاتی ۱۱۷ یہاں سے صرف فرشتوں کی ہے۔ لیکن جب حکم فرشتوں کو مل رہا تھا تو جنات و جنود جو اس وقت ادنیٰ مخلوق تھے وہ اس حکم کے مخاطب بدرجۂ اولیٰ تھے۔ بادشاہ کا حکم جب وزیر یا نائب السلطنت کو ملتا ہے تو ادنیٰ عہدہ دار بدرجۂ اولیٰ اس کے مخاطب سمجھے جاتے ہیں۔

وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿٤٠﴾ وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ
اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو ۴۰ اور اُس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے اب
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ
نازل کی ہے تصدیق کرتی ہوئی اُس (کتاب) کی جو تمہارے پاس ہے اور مت بنو اس کے منکروں
بِهِ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ
میں سے پہلے ۴۱ اور میری آیتوں کو فروخت مت کرو (تھوڑی سی قیمت پر) ۴۲ اور صرف
فَاتَّقُونِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ
مجھ سے ڈرو ۴۳ اور حق کو ناحق کے ساتھ خلط ملط مت کرو ۴۴ اور
تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾ وَأَقِيمُوا
حق کو مت چھپاؤ ۴۵ درآنحالیکہ تم جان بھی رہے ہو ۴۶ اور نماز قائم
الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ
کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور نماز میں جھکنے والوں کے
الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
ساتھ جھکا کرو ۴۷ کیا تم دُوسرے لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے کو بھول
أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤٤﴾
جاتے ہو ۴۸ درآنحالیکہ تم کتاب (الٰہی) پڑھتے رہتے ہو ۴۹ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟
وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ
اور صبر اور نماز سے مدد چاہا کرو ۵۰ اور وہ بیشک گراں ہے

یعنی یہودی کافر ہونے میں تمہیں کوشش کرنا چاہئے تھا اور جب کہ عام طور پر تمہارا یہ حال ہے تو منظم طور پر تمہاری قوم کے تمدن سے کمزور اور غیر منظم قومیں مرعوب متاثر ہوتی ہیں، مشکوک ہو جاتی ہیں، اسرائیل اخلاق، اسرائیلی روایات، یہ کہ اسرائیل عقائد سے بہت کچھ متاثر ہو چکے تھے۔ اور یہ سب سے سائل ہیں یہودی کا پانا جانتے تھے۔ ان سب چیزوں کے علاوہ، یہودی کے نبیوں کی پیشگوئیاں اور اسرائیل کی مقدس نبانی روایتیں، دونوں میں ایک آنے والے نبی کی بشارت موجود تھی اور یہ لوگ اُس نبی کو موجود کے طور پر منتظر بیٹھے تھے تو ان اسباب عام خاص وغیرہ کی بنا پر اس بات کا خطرہ تھا کہ قرآن مجید میں تعالیٰ اس قوم کے عقائد اور طریق پر مفصل اور مؤثر تنزیہ پہنچ کر سرسری طور پر کیا ایک نظر قرآن مجید کی ترتیب بیان پر بھی کی جائے۔ قرآن مجید کا اکثر تخاطب مادی کائنات انسانی سے ہے۔ اسی مناسبت سے کہ رخ اتنزیل میں بیان اس کا ہو کہ خدا نے انسان کی تخلیق تین کل دنیوں پر کی ہے۔ ایک اچھے موسم، دوسرے بُرے یا کافر مومن یا نیک، اور قرآن مجید کے دستور تعلیمات کو تسلیم کرتے ہیں، کافر یا بد، وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ دوسرے رکن میں یہاں کا نزول ہی کی ایک خاص قسم یعنی کافروں کا نزول کا ہوا۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے کون سی باتیں ہیں جو ان کو ایمان سے روکتی ہیں۔ تیسرے رکن میں تخاطب مادی نہیں انسانی کی گئی ہے۔ اور قرآن مجید کی اکثر اصل یہی معنوی قسم ہے اور اس میں قرآن مجید کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے جو تقاضا کرتا ہے اس کا جواب ہے۔ اس میں بیان ہوا کہ قرآن کے نزول کی اصلی غرض تو ہدایت ہے اور یہ ہدایت کس کو ملتی ہے اور کیا چیز اس ہدایت کی مانع ہے۔ خواہ اسی حیثیت میں نبیل انسانی کا ہو یا بہ شکل شیطان اس کو پھیلا رہا ہے اور حق سے باطل کی طرف منتقل ہونے کی جانب اسے شک ہے۔ لیکن لزوم کی گرفت ابھی ہوئی ہے اور قوم صرف کر تا ہے، اور انبیاء کی بتائی ہوئی اور خدا کی بنائی ہوئی صراط مستقیم پر قائم ہے تو ہی غالب منصور رہے گا۔ اب پانچویں رکوع میں یہاں اس کا شرح مرتع ہوا ہے اور اس کی تفصیل متعدد رکوعوں تک پھیلی ہوئی ہے کہ نعمت دار نعمتوں کی ایک بڑے مقبول سزاوار گزیدہ بندہ کی اولاد میں ایک عام نسل کو توحید کی نعمت عام میں سے سرفراز کیا گیا تھا مگر وہ قوم اس کی نااہل ثابت ہوئی، سرتعدے سے باہر ہو گئے، روایت اس کے ساتھ بار بار کی گئی، لیکن ہر بار اُس نے اپنی نعمت کو اپنے ہاتھوں ضائع کیا، یہاں تک کہ انہی نسل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں آدھی سے زیادہ گئی۔ طویل و مسلسل ارشادات کے بعد اب حکومت الٰہی کا دستور ایک نیا خط اختیار کرتا ہے۔ اس کا شکر گزار، نافرمان عصیان پر ہٹ قوم کو اس منصب سے معزول کیا جاتا ہے۔ اور یہ نعمت اس سے چھین کر ایک مستقل پیغمبر کے سپرد کی جاتی ہے۔ یہ نئی نسل جو اسماعیل کی ہے اور اسی کی نسل میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ اس کے بعد اس کے مخالفوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ نعمت اس سے چھین کر ایک مستقل پیغمبر کے سپرد کی جاتی ہے۔ یہ نئی نسل

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ
پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ الفاظ سیکھ لئے ۱۳۴ پھر اللہ نے
عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا
ان کی توبہ قبول کر لی ۱۳۵ وہ توبہ سے ہی بڑا تو بہ قبول کرنے والا ہے بڑا مہربان ہے ۱۳۶ اور ہم نے
اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ
حکم دیا کہ تم سب اس سے نیچے اُتر جاؤ ۱۳۷ پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی
مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا
ہدایت پہنچے ۱۳۸ تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا، سو اُن
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝
کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہی ہوں گے ۱۳۹
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ
اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے سو وہی
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ
دوزخی ہیں ۱۴۰ اور وہ اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے ۱۴۱ اے
اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ
بنی اسرائیل ۱۴۲ میرا وہ انعام یاد کرو
عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ
جو میں نے تم پر
اپنا ۱۴۳ اور تم میرا وعدہ پورا کرو تو میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا ۱۴۴

ع ۴ ۴

معوذ

البقرة (کاف) اور حاصل بھی دونوں امروں کا ایک ہی ہے ۱۳۴ (زمین پر) یہ جنت زمین کے کسی حصہ میں نہیں آسمان کی تھی۔ قلنا اھبطوا۔ اور فرمایا لفظ اھبطوا کا تقاضہ یہی ہے۔ جب تک کوئی اور قرینہ موجود نہ ہو کلام بلندی سے پستی میں اترنے ہی کے لئے جاتی ہے۔ لہٰذا اولوا الی الارض (حالم) الھبوط الاول الی الارض (مدارک) اھبطوا۔ خطاب اب کیا ہے صیغہ تثنیہ (تم دونوں) کے صیغہ جمع (تم سب) میں ہو رہا ہے۔ گویا مطلب اب تمہارے آدم و حوا ہی نہیں بلکہ ان کی ساری نسل بھی ہے۔ المراد بھما وذریتھما (مدارک) اجمع الضمیر لانھما اصلا النوع (معالم) ۱۳۵ یعنی توبہ کے لفظ پر غور کرو کہ ہر زندگی کا نقشہ آگیا یعنی یہاں کی کوئی بھی معصوم نفسانیت، جو عرضی کا زور نہ رکھتا ہو ۱۳۶ فی الارض مستقر۔ آیت کا جو مژدہ اس امر پر دلیل ہے کہ کلام ابلیس پر بھی پہلا اثر یہی پڑا ہوگا۔ اور اب تک جس جنت میں وہ تھے وہ زمین پر نہیں آسمان پر تھی۔ اس وقت سے ان کی زندگی کا نیا دور شروع ہو رہا ہے۔ سی دور کی اور ہمارا حال۔ اور اب یہیں انہیں رہنا سہنا ہے۔ الی حین۔ یہی قیام یہاں بھی ہوگا۔ عرصہ یک سنت مقرر تھا۔ ہم کو بھی دونوں حیثیتوں سے یہی زندگی کا عارضی اور عبوری ثبات ہر جا نظر آ رہا ہے ۱۳۷ توبہ و ایابت کے اجتماع کا رکوع توبہ و ایابت کے الفاظ اپنی طرف سے تلقین کر دینا صاحب ایک بڑی فروتنی صادر فرمانے کی ہے۔ اور یہ اس سے بڑھ کر بندہ نوازی کا کمال یہ ہے کہ اس تلقین کی نسبت تک بھی صاحب یہیں فرمائی گئی بلکہ اُسے حضرت آدمؑ کی جانب منسوب کر دیا گیا کہ انہیں نے خود الفاظ سیکھ لئے کیا صحیفہ شفقت و صمدیہ پر دری کی یہ کلمات الفاظ کیا تھے اور انہیں جو اس راہ میں نقل ہوئی ہیں کیا تھیں لیکن قرآن میں تو یہ الفاظ حضرت آدمؑ و حوا کی زبان سے نقل ہوئے ہیں ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔ ۱۳۸ (اور ان کی خطاء سے درگزر کر دی فتاب علیہ۔ تاب کا منسوب علی کے ساتھ آتا ہے، قوسی ہوتے ہیں کہ رحمت کے ساتھ رجوع و توجہ کی یا توبہ کی توفیق دی۔ یا توبہ کے اسباب آسان کر دیئے ربوہ الیہ فھی حقیقتہ (کر دم) برحمتہ والیہ بالرحمتہ والقبول (کشاف) عبارۃ عن قبول التوبہ والعطف علی العبد التوبی لھا واتیسیر لاسبابھا (روح) ۱۳۹ صیغہ سابق کا بہ تبیت محلوط ہے۔ اسلام کا بھلا یہی ہے کہ تو رسول فرما دے کہ توبہ کے سامان و اسباب بھی ہم ہی پہنچا رہتا ہے ذالک بانھم کانوا یکذبون قولہ تونہ العباد حالا کما ھو حال (راغب) الرجاء علی عادتہ بالمعرفۃ والدی یکثر اعتمادھم علی التوبۃ (بیضاوی) ۱۴۰ یعنی وہ صرف خطاوں سے درگزر کرنے والا ہی نہیں بلکہ اپنی طرف سے اور بھی فضل و کرم کرنے والا ہے الرحیم۔ یعنی وہ (بصیغہ المبالغۃ فی الرحمۃ) التواب (بصیغہ المبالغۃ فی التوب) کا لفظ بھی اسماء حسنیٰ میں شامل ہے۔ توبہ کے اسباب کا بہ تبیت سہل ہو جانا، توبہ کے معالم فی الرحمۃ

آئی گروہ امتِ موسیٰ" اور "قوم اسرائیل" تک کے درمیان غلط فہمیوں کا ایک طوفان فرق فاصلہ پیدا کر دیتا ہے۔ اُمتِ موسیٰ کی فضیلت بلحاظ دین و عقیدہ ہے، نہ کہ کسی یا قومی امتیاز سے، اور آیت میں ہر ایک خاص نسل کی فضیلت کا ہے۔ یہ کوئی اصطریہ اجتہادی بات نہیں۔ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ ہر وقت دُنیا کے تہذیب طرح طرح کے متمدن بلند رکھتے ہوئے تھی۔ ہمارے مفسرین میں سے بھی کسی کسی سے وہی اس حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ اور صاف کہہ گئے ہیں کہ نسلِ اسرائیل کی فضیلت اس میں سلسلۂ نبوت و انبیاء کے لحاظ سے تھی۔ جعلکم ملوکا وہم من الانبیاء وذھب الجبائی الخ (کبیر ج ۱۱ ص ۱۲۵) یوں "اُس دن" سے مراد ایام بعثت ہے کہ یوم قیامت ہے۔ قیامت کی یاد دلائی گئی تو اس لئے کہ اس کا عقیدہ جزا سزا کے دلی اور یقینی ہونے کی وجہ سے ہر وقت ہر ایک کے سامنے رہتا ہے۔ اور اس کے لحاظ سے ہر ایک کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن اکثر مقامات پر یوم قیامت کے ذکر کو ہر ایک ایسے موقع پر جہاں کسی خاص عقیدہ یا عمل کی ترغیب دینا ہو، بطور ایک اصل کلی کے بیان کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر ایک ایسے موقع پر جہاں کسی خاص عقیدہ یا عمل کی ترغیب دینا ہو، بطور ایک اصل کلی کے بیان کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر ایک ایسے موقع پر جہاں کسی خاص عقیدہ یا عمل سے روکن

إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ
مگر خشوع رکھنے والوں پر (نہیں) جنہیں اس کا خیال رہتا ہے کہ انہیں اپنے
مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ
پروردگار سے ملنا (بھی) ہے اور اس کی طرف انہیں لوٹ کر جانا ہے اے
اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
بنی اسرائیل، میرا وہ انعام یاد کرو جو میں نے تم پر کیا
وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا
اور تمہیں دنیا جہان والوں پر فضیلت دی اور اُس دن سے ڈرتے رہو
تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا
جب کوئی کسی کے حق میں بدلہ نہ دے گا اور نہ کسی کے حق میں
شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ
سفارش قبول ہوگی اور نہ کسی سے معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ انہیں مدد
يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
ہی پہنچ سکے گی اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی تھی
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
جو تمہارے اوپر بڑا عذاب توڑ رہے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کر ڈالتے تھے
وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ
اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے

معرکہ

کے ہیں، اور یہ ایسے اطلاق ہیں عام ہے جس قسم کی بھی پرشال۔ الذلّ فی التوسع فی الجبود الکاصل (راغب) ھو اسم جامع لاعمال الجبود کبیرہ تشامل جمیع اصناف الجبودات (اس سورۃ میں مراد قبول اسلام و تصدیق رسالت محمدی ہے آئندہ آئیں۔ بمرہ بمال الخیر جیسے اور علامت کے لئے ہے۔ والھمزۃ للتقریر مع التقریع والتعجب کبیر الجمرۃ للتقریر مع التوبیخ والتعجب من حالھم (کشاف) ۱۵۵ یعنی کتاب تورات جس میں مفاسد کیا اور ان کا تسبیح کی درج ہیں۔ یعنی بالکتب المدوّنۃ (اس حدیث ابن عباسؓ) ۱۵۶ ایمان کی تامت قدمی و استمرار کرنے کی طرف۔ ۱۵۷ ایھا۔ صیر مرادی کی طرف ہے۔ فراد کا حکم انہی کا ہوتا ہے۔ انہیں ان طریقوں کا ہوتا ہے جن سے مدار آسان ہوجائے اور مالک پسندی میں سہولتیں پیدا ہوجائیں۔ سہاتھ دیں۔ خشوع کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ اس پہلی آیت میں حسن مطلع کے دو عام اثرات کا بیان ہو رہا ہے۔ پہلا تو یہ ہے کہ خاص کس کو اس کا حیال نگاہ رہتا ہے کہ جاہلوں کی اگاہ عاقبہ الی ہیں ایسے شیق و کریم پروردگار کے حضور میں ہر حال حاضر ہونا ہے۔ اس وقت پیاری نعمت و اصول ہوجائے گی۔ اور اتفاق سے کہیں نہ کہ احمد شاق۔ شرق فراد میں مراقبہ سے پیدا ہونا بالتبعی ہے۔ دوسرا اثر خشوع قلب کا یہ ہے کہ اعتماد میں دل میں بات جماتی ہے کہ آخر تو ایسی مالک حقیقی کے دربار میں جانا ہے۔ حساب ہر ہر عمل اور ترک عمل کا ہو گا۔ ترک فراد کی حالت اس سے اور بھی کوئی کہ ہوجائے گی عمل میں ساری سوتیں یقین کی ہی مصطلی اور قوت سے پیدا ہوتی ہیں اور یقین کے کمالی سبھی داروں بیلو یہاں بیان میں آگئے۔ نسبیات حدیث ہیں اور کل عمل دنیا کی چیزوں مانگی ہیں ترغیب و ترہیب کا خرد الجہم ملفوظ الجہم ہے۔ اور ترہیب کا جزو الجہم الیہ واحدوں میں مراقبہ مساعدہ سے آگیا طوس۔ علی امت میں شک اور یقین دونوں کے معنی میں آیا ہے۔ العرب تسمی الیقین ظنًّا والشک ظنًّا (ابن جریر) الظن من الاضداد یکون شکًّا ویقینًا (سمارم) اور کلام عرب میں علی یہ معنی یقین کے استعمال کے مثالیں سے انہاں۔ والشواھد من اشعار العرب وکلامھا علی ان الظن فی معنی الیقین اکثر من ان تحصی (ابن جریر) الظن بمعنی الیقین والترجیح منہ وجد فی العرب (سر) یہاں اکثر المفسرین یقین ہی کے معنی میں لیا ہے۔ اے یظنون ویتیقنون (ابن جریر عن ابن عباسؓ) الظن ھھنا الیقین (ابن عزیز عن ابی العالیہ) لے یستیقنون (سمارم) در عی عن مجاھد والسدی والربیع بن انس وقتادہ محو قول ابی العالیۃ (ابن کثیر) معاد یوقنون ۃ (ظنہ) محو الصحیح یہ یعال ہی مراد توقع و امید صلی ہے۔ اور اس قدر بھی کافی ہے۔ یظنون لے یوقنون توقنون ترکتون ۱۵۸ لاحظہ ہو تفسیر آیت ۴۹ و ۱۴۱ ۱۵۹ جب حیال ہے کہ یہاں و در جب یہ مورد کا ہیں۔ ایک خصوص قوم مراد ہے کا ہے۔ بنی اسرائیل ہم کسی در جب یہ فریقا حقیقہ کا ہیں۔ ایک حاصل نسل کا ہے۔ اصلیت یہاں در جب یہ مورد ہیں کا ہیں بنی اسرائیل کی یہاں ہو رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس نسل کی خصوصیت کا ہے حاضر کس سی بنی اسرائیل ہو رہی ہے؟ اور وہ کونسی ایسی نعمت تھی جو حیثیت نسل بنی اسرائیل کے ساتھ خاص تھی غیرہ۔ یہ تو ان خصوصوں ہی ہے، اگر گہرے کو دولت و حکومت و ثانیات بالکثرت آدمی تو ازل قدیم الحالت ان کے خواص وجہ کی کہ انحطاط اس تمام ہاتھ کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور ایسی کو صاحب حیثیت اصلیت مایا جاتا ہے اور یہ یقین قوت کی وجوں کو دینے لینے وقت میں بعیب رہ گئی ہیں کہ ادبہ۔ "مصر مبندہ سماں، ان سے بکلی آمدنی لیے ساہیں۔ بنی اسرائیلیوں سے قبل۔ عروہ یہ بتلایا ہے اور تاریخ کا حیال ہے کہ ان قوموں کا دور ہی جاہ حشمت اسرائیلیوں سے کچھ نہ ہی بڑھ کر رہا ہے پھر آخر قوم اسرائیل کی وہ خصوصیات کیا تھی؟ تاریخ کی ساں سے جواب یہ ہے کہ جس زمانہ میں ساری قومیں اور ساری سلیں کم و بیش شرک میں مبتلا تھیں یہ اس کی طرف بھی بچی رہی تھیں۔ یہ نسل اسرائیل ہی یکتا پرستی قوم ہوس جیت الاقوام توحید کی علمبردار رہی۔ عقیدۂ توحید و عقیدۂ رسالت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ رسالت کی قائل صرف وہی قوم ہو گی جس کا عقیدہ توحید مضبوط ہوگا، اور اسی رسول تعالیٰ کے کسی نہ کسی نبی کی طرف بھی بچی رہی تھیں۔ یہ نسل اسرائیل ہی یکتا پرستی قوم ہوس جیت الاقوام توحید کی علمبردار رہی۔ عقیدۂ توحید و عقیدۂ رسالت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ رسالت کی قائل صرف وہی قوم ہو گی جس کا عقیدہ توحید مضبوط ہوگا، اور اسی رسول تعالیٰ کے

عجائبہ بایا اضافت یا بعض کتبی کے کرامات کسی نقلی سند کے مطابق ہے یا کسی عقلی دلیل کے ماتحت یہ واقعہ قتل تاریخ اسرائیل کا ایک مسلّم و مسلّم واقعہ ہے۔ قوریت کی سند الٰہی گم چکی، تاریخ کی سند کہاں اس کو ہر ابر ہیں سادے و فر نقل روایت ہی کوئی انعطاس کے خلاف موجود نہیں۔ رہی "عقل" سو عقل اسلام دنیا کے پردہ پر کوئی پاگل گورنمنٹ ہے، جو اپنے قانون فوجداری کے شدید مجرموں، لٹیروں، ڈاکوؤں، لقب لوں کو محض معافی طلب کرنے پر چھوڑ دیتی ہے) ——— آج کے روشن خیال "تعمیر فریبوں کی تاویلات بھی تعجب خیز ہوتی ہیں، مثلاً اور اس حد سے بڑھ کر بعض "مفکر اسلام" نے تو یہ کہہ دیا کہ یہ واقعہ ہی سرے سے بے اصل ہے، کیونکہ ایک ایسی قوم کا جو اپنی گندگی سے پاک صاف ہونے کے لئے ہر وقت غسل و طہارت کا سہارا لیتی ہو، ایسی سزا دینا کہ ہر ہر فرد کی سزا، کا ہی دیر و حرم تک قائم رہے، ایک ایسی بات ہے جو عقل و دین دونوں کے خلاف ہے، ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک ایسی قوم کے لئے جو ہر وقت غسل و طہارت کرتی رہ

یا سراً لکھوں گا جو جولائی ۱۹۳۳ء کی ساعت میں وسع ہے۔ البحر سمجھ سے سراد دریاں دریا سے نیل ہیں، جیسے کہ بعض ثقات کو وھوکا ہوگیا ہے۔ کیونکہ جو قوم دریا کو اپار اترا ہو، مراد ہے۔ دریائے نیل تو بنی اسرائیل کے سکونی علاقہ سے سرب کی طرف واقع تھا۔ اور اسرائیلیوں کو راستہ شام کے لئے مشرقی کی طرف قصد نیل سے اس راستہ کو قطعاً بھی واسطہ نہ تھا۔ بحر سمجھ سے شام کی راہ کے قریب بحر قلزم دیا بحر احمر مراد ہے۔ کہ جو قوم بنی اسرائیل کے سکونی علاقہ سے سرب کی طرف واقع تھا۔ اور اسرائیلیوں کو راستہ شام کے لئے مشرقی کی طرف قصد نیل سے اس راستہ کو قطعاً بھی واسطہ نہ تھا۔ بحر سمجھ سے شام کی راہ کے قریب بحر قلزم دیا بحر احمر مراد ہے۔ دریائے نیل تو

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ
اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر نہیں
وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا
گزارہ کریں گے سو اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دعا کر دیجئے اُن چیزوں کی جنہیں
تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَ
زمین اُگاتی ہے مثلاً ساگ ککڑی
فُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
گیہوں مسور پیاز (موسیٰ نے) کہا تو کیا عمدہ ادنیٰ سے
الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا
کہ لیا چاہتے ہو اس چیز کے معاوضہ میں جو بہتر ہے (تو بہتر) کسی شہر میں
مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ
اُتر پڑو (وہاں مل جائے گا جو کچھ تم مانگتے ہو) اور
عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ
جمادی گئی اور محتاجی اور وہ اللہ کے غصے
مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
میں گرفتار ہو گئے (سب) اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی نشانیوں سے
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ
انکار کرتے تھے اور (ناحق) پیغمبروں کو ناحق قتل کر ڈالتے تھے

مدلل

اور دہانی کھانے موجود ہوں۔ طعام واحد یعنی ایک ہی قسم کا کھانا، بٹیر اور ترنجبین جو ہمیں ہر روز کھانے پڑتے ہیں، مصریوں کی مرغوب غذا اکثر زراعت پیشہ قوموں کی طرح یہی زمینی پیداوار تھی۔ مثلاً آج کی طرح گوشت بھی بڑی مانگ بھری پیداوار بلدی وغیرہ کی تھی" (السائیکلوپیڈیا بیبلیکا، کالم ۱۲۰۴)۔ اور یہی چیزیں اسرائیلیوں کی بھی اصل غذا رہی تھیں، خصوصاً غلہ کی اقسام "جیوش انسائیکلوپیڈیا، جلد ۴ ص ۳۳۳)۔ "قدیم اسرائیلی سبز ترکاریوں اور پھلوں پر بسر کرتے تھے" جلد ۵ ص ۵۹۶۔ ۲۰۹ توریت کی روایت اس سے بھی جامع تر مگر سخت قدیم و مختصر ہے۔ "اور بنی اسرائیل بھی پھر سے اور رونے لگے اور کہنے لگے کہ کون ہمیں گوشت کھانے کو دے گا۔ ہمکو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو ہم مفت مصر میں کھاتے تھے۔ اور وہ کھیرے اور وہ خربوزے اور وہ گندنا اور وہ پیاز اور وہ لہسن۔ پر اب تو ہماری جان خشک ہو چلی، یہاں تو ہماری آنکھوں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے بجز اس من کے" (گنتی ۱۱: ۴-۶) وہم کے معنی گیہوں کے علاوہ لہسن کے بھی آتے ہیں۔ ۲۱۰ (کہ بڑے شہروں میں سرایاں اور پھل علاوہ فصل اور موسم کے بے فصل اور خلاف موسم بھی مل جایا کرتے ہیں) مصرًا۔ کوئی شہر یہاں مراد ہے۔ نسائے سینایا اس کے مضافات کا کوئی آباد تر مصر۔ مصر کے لغوی معنی شہر کے ہیں جس کی حد بندی ہو چکی ہو۔ اسم اعلام بلد، بصعوبۃ لے محدود۔ اور یہاں تو تمہیں کے ساتھ کھلا ہوا اسم ہے لیکن بڑے بڑے فاضل اگر یہ ترجمہ نہ کرتے تو مصر کا مذکر ہونا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو انہیں یہ بتلایا کہ تمہاری فرمائش بیجا ہے، نامعقول ہے، جب دیکھا کہ اصرار جاری ہے تو پھر یہ کہہ کر اچھا، اگر یہ منظور ہے تو تمہاری تمدنی اختیار کر لو۔ ساری گستاخی سمجھنے کیلئے قوم اسرائیل کے اُس وقت کے طرز معاشرت کو جیتی نظر رکھنا چاہیئے، صورت حال یہ ہے کہ مصر جیسے متمدن و مہذب مملکت کے لاکھوں کی تعداد میں پہلے تو آئے ہیں لیکن بھی دوسرے مہذب و متمدن ملک اور اپنے قدیم وطن یعنی فلسطین (یا کنعان) کے درمیان اور فلسطین کے حدود میں جزیرہ نمائے سینا کے بیابان میں مقیم ہیں۔ یہ علاقہ اس وقت تک عہد تمدن سے بہت دور اور مراع عاری تھا جس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج تک وہاں ہوا پانے پر تصرح سیاحوں کا کہنا ہے کہ جنگل سیاحی بار مقامات سے نکلتا تھا" اور ایک دوسرے سیاح کا مشاہدہ بیان کرتا ہے۔ "چٹان میں اسوقت ۴۳ صوراخ موجود ہیں جو آسانی تمام کے جا سکتے ہیں" ۱۲ ایک طرف ہیں اور ۳۱ اگلے مقابل جانب" پادری ڈین اسٹینلی (Dean Stanley) نے حال انیسویں صدی میں بحیثیت کے ایک ممتاز رکن بھیجے ہیں، صدی کے وسط میں بائبل کے مقامات مقدسہ کی جغرافی تحقیق کیلئے بڑی بڑی مہمات سر کی ہیں اور انکے نتائج کا مصر کی اور اپنے مشاہدات تحقیقات پر ایک مستقل تصنیف Sinai and Palestine کے نام سے شائع کی، اس میں بیان کیا ہے کہ "یہ چٹان دس اور پندرہ فٹ کے میاں بلندی تک آگے کی طرف اُبھرا ہوا ہے اور اس سقف کے قریب نیچے کی وسیع وادی میں واقع ہے جو گھاٹ اور دراصل حاجیوں کا پڑاؤ ہے، یہاں کچھ ٹوٹے ہوئے ہیں، کچھ ٹوٹے ہوئے ہیں، کچھ چھوٹے چھوٹے ہیں اگر سب کو لیا جائے تو بیس ہوتے ہیں، اگر سب کو جمع کر لیا جائے تو دس۔ سب سے پہلے قرآن ہی نے تعلیم فرمایا بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لئے بارہ چشموں کی تعداد بیان کی ہے۔ یہ اشارہ انہیں چشموں کی طرف ہے۔" (۲۰۰۰۰۰) عرب کی اُمی کی لائی ہوئی کتاب کی اعجاز کے قربان جایئے، صدیاں گزر جانے پر اُسکے بیان کا حرف بحرف تک کی تصدیق ہو رہی ہے سکریں و معاندین کی زبان سے ۲۰۵ اُماں۔ یعنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے ہر گروہ نے۔ اے ص کل سبط (سیاری) ملے میں قومہ الذین استقی لبعد ذکر جمیعہ" جمع ہے لفظ اس کا کوئی واحد نظر نہیں آتا۔ عشم لاواحد لہ من لفظ (جمع) عشرہم۔ یعنی اپنے اپنے لئے پانی لینے کی جگہ لے عینا عشرۃ التی یشربون منہا (کذا)۔ ۲۰۶ جب قوم کی قوم تابوت الٰہی کو چھوڑ کر لیتے ہوئے عکس کے مطابق کوئی روش اختیار کر لیتی ہے تو اس کا نتیجہ دنیا میں لازمی طور پر فقر و فساد اور ضرب و ذلت اور کثرت جرائم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور امن نظر آتا ہے اجتماعی دونوں طرح پر ٹوٹ کر رہتا ہے۔ فضل و انعام سے پیراب کر کے بنی اسرائیل کو ہدایت یہ ہوئی کہ قوانین الٰہی سے روگردانی کی سزا کیا ہے، اس قانون کو توڑ کر امن نظام عالم میں اختلال کے باعث ہو۔ "دیر ہی اللہ میں رفق کی نسبت ہی جاسب کر رہے گویا ایک بار بھیر نہیں بتا کر یا کہ جو کچھ مل رہا ہے وہ محض اللہ ہی کے فضل و عطا سے ہے تمہارے زور بازو کا نتیجہ نہیں۔ کما حققوا فی الاوھام معدین، یعنی کے معنی جو دنیا میں حد سے گزر جانے کے ہیں۔ المعیت شدۃ العناد (زمخشری) المعنی انت من العناد (عالم معدین۔ ۲ ترکیب میں حال واقع ہوا ہے۔ ہر سہ پر فساد کی تاکید کیلئے ہے۔ مکرر لمعنی تاکید الاختلاف اللفظ (قرطبی) عیث و عثی کے معنی ایک ہی ہیں عثی لغت قرآنی ہے (قرطبی) ایک بابک دونوں میں یہ ہے کہ عیث کا تعلق فساد حسی سے ہے اور عثی کا فساد معنوی سے (راغب) ۲۰۷ اور اسے کھانے کھاتے آئے تھے یہ ذکر بھی اسی دستور سینا کے زمانہ سامہ بدوشی کے کسی اور نوع کا ہے، قرآن مجید بیان واقعات میں ان کی تاریخی ترتیب تسلسل کا ہرگز پابند نہیں۔ سی سیلیں عرصہ دراز تک ایک ہی قسم کی غذا کھانے کھاتے آئے تھے اور اب اپنے تیسرے مرحلہ زیست کو پہنچ رہے تھے اس بیابان سے بحال آگے کیں دوسری جگہ لے چلیے، جہاں قسم قسم کے شہری اور میاتی کھانے موجود ہوں۔ طعام واحد یعنی ایک ہی قسم کا کھانا، بٹیر اور ترنجبین جو ہمیں ہر روز کھانے پڑتے ہیں، مصریوں کی مرغوب غذا اکثر زراعت پیشہ قوموں کی طرح یہی زمینی پیداوار تھی۔ ۲۰۸ (اور جس کے خوگر ہم مصر میں رہ چکے ہیں) مصریوں کی مرغوب غذا اکثر زراعت پیشہ قوموں کی طرح یہی زمینی پیداوار تھی۔ مثلاً آج کی طرح گوشت بھی بڑی مانگ بھری پیداوار بلدی وغیرہ کی تھی" (السائیکلوپیڈیا بیبلیکا، کالم ۱۲۰۴)۔ اور یہی چیزیں اسرائیلیوں کی بھی اصل غذا رہی تھیں، خصوصاً غلہ کی اقسام "جیوش انسائیکلوپیڈیا، جلد ۴ ص ۳۳۳)۔ "قدیم اسرائیلی سبز ترکاریوں اور پھلوں پر بسر کرتے تھے" جلد ۵ ص ۵۹۶۔ ۲۰۹ توریت کی روایت اس سے بھی جامع تر مگر سخت قدیم و مختصر ہے۔ "اور بنی اسرائیل بھی پھر سے اور رونے لگے اور کہنے لگے کہ کون ہمیں گوشت کھانے کو دے گا۔ ہمکو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو ہم مفت مصر میں کھاتے تھے۔ اور وہ کھیرے اور وہ خربوزے اور وہ گندنا اور وہ پیاز اور وہ لہسن۔ پر اب تو ہماری جان خشک ہو چلی، یہاں تو ہماری آنکھوں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے بجز اس من کے" (گنتی ۱۱: ۴-۶) وہم کے معنی گیہوں کے علاوہ لہسن کے بھی آتے ہیں۔ ۲۱۰ (کہ بڑے شہروں میں سرایاں اور پھل علاوہ فصل اور موسم کے بے فصل اور خلاف موسم بھی مل جایا کرتے ہیں) مصرًا۔ کوئی شہر یہاں مراد ہے۔ نسائے سینایا اس کے مضافات کا کوئی آباد تر مصر۔ مصر کے لغوی معنی شہر کے ہیں جس کی حد بندی ہو چکی ہو۔ اسم اعلام بلد، بصعوبۃ لے محدود۔ اور یہاں تو تمہیں کے ساتھ کھلا ہوا اسم ہے لیکن بڑے بڑے فاضل اگر یہ ترجمہ نہ کرتے تو مصر کا مذکر ہونا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو انہیں یہ بتلایا کہ تمہاری فرمائش بیجا ہے، نامعقول ہے، جب دیکھا کہ اصرار جاری ہے تو پھر یہ کہہ کر اچھا، اگر یہ منظور ہے تو تمہاری تمدنی اختیار کر لو۔ ساری گستاخی سمجھنے کیلئے قوم اسرائیل کے اُس وقت کے طرز معاشرت کو جیتی نظر رکھنا چاہیئے، صورت حال یہ ہے کہ مصر جیسے متمدن و مہذب مملکت کے لاکھوں کی تعداد میں پہلے تو آئے ہیں لیکن بھی دوسرے مہذب و متمدن ملک اور اپنے قدیم وطن یعنی فلسطین (یا کنعان) کے درمیان اور فلسطین کے حدود میں جزیرہ نمائے سینا کے بیابان میں مقیم ہیں۔ یہ علاقہ اس وقت تک عہد تمدن سے بہت دور اور مراع عاری تھا جس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج تک وہاں ہوا پانے پر تصرح سیاحوں کا کہنا ہے کہ جنگل سیاحی بار مقامات سے نکلتا تھا" اور ایک دوسرے سیاح کا مشاہدہ بیان کرتا ہے۔ "چٹان میں اسوقت ۴۳ صوراخ موجود ہیں جو آسانی تمام کے جا سکتے ہیں" ۱۲ ایک طرف ہیں اور ۳۱ اگلے مقابل جانب" پادری ڈین اسٹینلی (Dean Stanley) نے حال انیسویں صدی میں بحیثیت کے ایک ممتاز رکن بھیجے ہیں، صدی کے وسط میں بائبل کے مقامات مقدسہ کی جغرافی تحقیق کیلئے بڑی بڑی مہمات سر کی ہیں اور انکے نتائج کا مصر کی اور اپنے مشاہدات تحقیقات پر ایک مستقل تصنیف Sinai and Palestine کے نام سے شائع کی، اس میں بیان کیا ہے کہ "یہ چٹان دس اور پندرہ فٹ کے میاں بلندی تک آگے کی طرف اُبھرا ہوا ہے اور اس سقف کے قریب نیچے کی وسیع وادی میں واقع ہے جو گھاٹ اور دراصل حاجیوں کا پڑاؤ ہے، یہاں کچھ ٹوٹے ہوئے ہیں، کچھ ٹوٹے ہوئے ہیں، کچھ چھوٹے چھوٹے ہیں اگر سب کو لیا جائے تو بیس ہوتے ہیں، اگر سب کو جمع کر لیا جائے تو دس۔ سب سے پہلے قرآن ہی نے تعلیم فرمایا بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لئے بارہ چشموں کی تعداد بیان کی ہے۔ یہ اشارہ انہیں چشموں کی طرف ہے۔" (۲۰۰۰۰۰) عرب کی اُمی کی لائی ہوئی کتاب کی اعجاز کے قربان جایئے، صدیاں گزر جانے پر اُسکے بیان کا حرف بحرف تک کی تصدیق ہو رہی ہے سکریں و معاندین کی زبان سے ۲۰۵ اُماں۔ یعنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے ہر گروہ نے۔ اے ص کل سبط (سیاری) ملے میں قومہ الذین استقی لبعد ذکر جمیعہ" جمع ہے لفظ اس کا کوئی واحد نظر نہیں آتا۔ عشم لاواحد لہ من لفظ (جمع) عشرہم۔ یعنی اپنے اپنے لئے پانی لینے کی جگہ لے عینا عشرۃ التی یشربون منہا (کذا)۔ ۲۰۶ جب قوم کی قوم تابوت الٰہی کو چھوڑ کر لیتے ہوئے عکس کے مطابق کوئی روش اختیار کر لیتی ہے تو اس کا نتیجہ دنیا میں لازمی طور پر فقر و فساد اور ضرب و ذلت اور کثرت جرائم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور امن نظر آتا ہے اجتماعی دونوں طرح پر ٹوٹ کر رہتا ہے۔ فضل و انعام سے پیراب کر کے بنی اسرائیل کو ہدایت یہ ہوئی کہ قوانین الٰہی کی پابندی کرو

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ

دروازہ (شہر) میں عاجزی سے جھکے ہوئے۔ داخل ہونا، اور کہتے جانا توبہ ہے ہم تمہاری خطائیں

لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ

قبول کریں گے اور ہم نیک کاروں کو زیادہ ہی دیتے ہیں بدل ڈالا

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ

(نافرمانی کرنے والوں نے جو انہیں بتایا گیا تھا اس کے خلاف ایک اور کلمہ بدل ڈالا

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ

سو ہم نے اس زیادتی کرنے والوں پر ایک بلا آسمان سے نازل کی بسبب

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى

اس کے کہ وہ نافرمانی کرتے رہے تھے اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے

لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْۢبَجَسَتْ

پانی کی دعا مانگی تو ہم نے کہا مارے اپنی لاٹھی پتھر پر، پھر پھوٹ نکلے اس میں سے

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ

بارہ چشمے ہر گروہ نے اپنا

اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ

گھاٹ معلوم کر لیا کھاؤ پیو اللہ کے (دیئے ہوئے

اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

رزق میں سے، اور زمین پر فساد ہی کرتے مت پھرو

منزل ١

١٩٤ یعنی کوں ہی تھی ہمکن ہے کہ فلسطین کا مشہور شہر اریحا ہو۔ جو جو جو تھتوں میں Jericho کے نام سے لے گا۔ یہ جگہ مُردہ کے شمالی ساحل سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسے اسرائیلیوں نے حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یُوشع کے زمانہ میں فتح کیا تھا۔ قدیم اُمّ تفسیر کا رُخ بیت المقدس کے بدلے اسی شہر کی جانب تھا۔ (اس عباسؓ، ھی اریحا قریبۃ من بیت المقدس (اس حریر عن ابن سریہ) اس کے علاوہ بھی متعدد شہروں اور مقامات کے نام لئے گئے ہیں بعض شہروں کے نام تک بدل گئے ہیں مثلاً ایلہ کہ اب اُسے عقبہ کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مراد سمرسلیم ہو۔ یہ علاقہ موآب میں واقع ہے۔ بحر مُردہ کے شمال مشرق میں۔ بنی اسرائیل کی دشت پیمائی کے زمانہ میں یہ شہر گویا اُن کا سمرقند و بخارا تھا۔ عربی میں اُسے وادی الدیلم بھی کہتے ہیں اور وادی حتی مریم بھی معلوم ہوتا ہے۔ اُس سے بھی یہی مراد معلوم ہوتا ہے کہ شہر حِبرون یعنی حبرون اور خوب آبادی اور پُررونق تھا۔ ١٩٥ یہ بلعم اطہار عجز و نیاز و جھوٹ سچ کے کیسی شان نزول کے ساتھ ہیں۔ البتہ۔ دمدام رہے مراد شہر کنعان کے بالکل ہے۔ قدیم شہروں کے گرد ایک بلند چار دیواری شہر پناہ کے نام سے مشہور ہوتی تھی شہر میں داخل ہوتے وقت اسی شہر پناہ کے پھاٹک سے گزرنا ہوتا تھا جُھکنا یا ایما اپنے انتوی معنی میں ہے۔ یعنی عاجزی سے فروتنی کے ساتھ۔ بعض نے کہا کہ سجدہ نماز کی سنت معہود مراد ہے۔ (ابن حریر عن ابن عباسؓ) ارادہ بہ الصجود وھو الاقرب (کثیر) قیل متواضعین خضوعاً لامر اللہ

هيئة متضعة (قرطبی) توبت اس اسم جنس کے تذکر کے سوا حالی ہے۔ ١٩٦ گویا ان بعض قلب اعضاء کی طرح اظہار ندامت ہے۔ ١٩٧ یعنی ان لوگوں کو جو بنگ کاری میں غلاف کامل سے لگے ہوئے ہیں عمو و معرف کا وعدہ تو سب ہی کو ہے مگر یہ والوں سے ہو چکا۔ اس کے عدیہ ذکر مزید فصل درکم کہا گیا ١٩٨ یعنی جو الفاظ امہیں تلقین کئے گئے تھے امہیں چھوڑ بھاڑ کر اور کچھ بھرا اور کچھ سہما کہ اس پر لالے لگے۔ یہ کچھ کیا تھا اس میں دو میں مختلف ہیں مگر حاصل سب کا ایک ہی ہے کہ رسائے تو ٥ اسحاب، وہ نام حنطہ ہو یا جو اسے لے رہے تھے و معنی الآیۃ انھم وضعوا مکان ما أُمروا بہ من التوبۃ والاستغفار قولاً معناہ أمرنا أللہ حنطۃ او شعیرۃ امرھم بما أُمروا بہ کل ذالک عدم مبالاۃ بأوامر اللہ (زجاج) ١٩٩ رجز۔ رجز عام ہے ہر عذاب کے لئے خواہ وہ کسی صورت میں ہو الرجز ھو العذاب (ابن زید) لعل کی تنوین عذاب کی شدت کو بہت کے اظہار کے لئے ہے والتنوین للتھویل والتفخیم (الوسوی) من السماء سے مراد یہ نہیں کہ وہ عذاب، برف، مارش وغیرہ کی طرح آسمان سے نازل ہوتا ہو، لوگ اسے دیکھ کر فیقرہ اس حقیقت کے بیان کرنے کے لیئے ہے کہ وہ عذاب آسمانی حال کی طرح نازل ہوا تھا۔ اصل اسباب سے قطع تعلق پیدا کر دیا گیا تھا لے مقدر فی السماء (بیضاوی) الذین ظلموا کی تکرار آیت میں ان ظالموں کے ظلم بیان کرنے کے لئے ہے فی تکریر الذین ظلموا زیادۃ فی تقبیح امرھم وایذان أنما أدی الرجز علیھم لظلمھم (کبیر) وأعم

بصورہ تعلیلاً للامر (قرطبی) یہ عذاب تھا کس صورت میں؟ ہمارے ہاں وبائیں طاعون کی نقل ہوئی ہیں یعنت اللہ علیھم الطاعون (کبیر عن ابن عباس) الطاعون (کبیر عن وہب) والمراد بہ الطاعون (بیضاوی) قاریح کا سی اسرائیل میں آتا ہے کہ طاعون اس قوم پر بار بار آیا لیکن اس کا ذکر صفحہ مقامات پر ہے۔ آیت تامل میں اگر فرقہ سے مراد شہر سلیم ہی لیا جائے جو موآب کے علاوہ میں ہے تو اس کے طاعون کا ذکر مفصل فرکر نمبل میں موجود ہے۔ "سو اسرائیل سلیم یعنی جو بچے اور اُن لوگوں نے جو اُن کے ساتھ ملے تھے موآب کی بیٹیوں سے حرامکاری شروع کی۔ انہوں نے اپنے معبودوں کی قربانیوں پر لوگوں کو دعوت کی۔ لوگوں نے کھایا اور ان کے معبودوں کو سجدہ کیا۔ اور اسرائیل بعل فعور سے ملے تب خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا" (گنتی۔ ٢٥: ١-٣) "وہ حواس خاص مرے جو میں مبتلا رہے تھے۔ (گنتی۔ ٢٥: ٩) ٢٠٠ بما كانوا يعصون۔ اے سب فعلھم المستمر (الوسوی) کا ھو ایعصون کا صیغہ دوام، عادت و تکرار پر دلالت کرتا ہے یہاں یہ صاف کر دیا کہ طاعون کا اصل سبب ملبی یا طبعی نہ تھا، رُحانی یا اخلاقی بد پرسیاں یا نافرمانیاں تھیں قوانین کونی کی خلاف ورزی نہیں، اصل باعث شریعت موسوی کی خلاف ورزی تھی۔ شریعت کی خوبیوں پر گاہ گاہ اور عاصی کے آن بھی بھی تفاوت تک۔ آسمانی پہنچ جاتی ہے جو حوادث کے سڑے بڑے حادق فلسفوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ جاتے ہیں۔ عارف رُومیؒ نے سچ کہا ہے ؎ ارنیا در آبے مع نکات ور زناخیزد با اندر جمات فخر نے آیت اہل بدعت کا طالم اور سراسر غضب ہونا نکالا ہے۔ بدعت کہتے ہیں دین میں ایسے نئے امر کے پیدا کرنے کو جس کا نشان اصل شریعت میں نہ موجود ہو۔ اور قرطبی نے کہا ہو کہ لفظی تبدیل یہ نہیں پچھا جاتی ہے تو معنی تحریف کی شناعت کا کیا ٹھکانا! والقول اعتقی من العمل فکیف بالتبدیل والتغییر فی العمل (قرطبی) ٢٠١ اب قوم اسرائیل فلسطین میں سرو زار اور سرو آلام، دونوں کے درمیان حائل تھی۔ بحر مُردہ نے اور ایک منزل اور دوسری منزل کو منتقل ہو رہی تھی۔ قدیم گلگال تو قوموں میں یہ تبدیلی عام تھا اور آج بھی ہے بھی خانہ بدوش قوموں میں عام ہے اشکاف کہاں اور پھر مرتفع جزیرہ سینا؟ یہ لوگ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی نایاب تھا اور ساتھ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ صورت حال کا ذرا تصور کیجیے۔ پیاس سے بے حال اور بے دم ہو جانا تو بھی ہے تھے مرنے جینے پر آمادہ ہو گئے اور لگے اپنی جمعیت پر بڑبڑانے اور شکایتیں کرنے۔ ہر جگہ اور ہر موقع پر موسیٰ کا واقعیت چھلنے لگے۔ یہ لوگ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی نایاب تھا اور ساتھ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ صورت حال کا ذرا تصور کیجیے۔ پیاس سے بے حال اور بے دم ہو جانا تو بھی ہے تھے مرنے جینے پر آمادہ ہو گئے اور لگے اپنی جمعیت پر بڑبڑانے اور شکایتیں کرنے۔ ہر جگہ اور ہر موقع پر موسیٰ کا واقعیت چھلنے لگے۔ اور اس کا ہر حکم

سفر خروج میں موسیٰ پر آتا ہے۔ توریت میں ہے:۔ "تب سارے بنی اسرائیل کی جماعت اپنے اپنے ڈیروں پر سے سین کے بیابان میں خداوند کے فرمان کے طابق سفر کرتے کرتے رفیدیم میں ڈیرا کیا۔ وہاں لوگوں کے پینے کو پانی نہ تھا۔ سو لوگ موسیٰ سے جھگڑنے لگے اور کہا تم ہمکو پانی دے کہ پئیں۔ موسیٰ نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ کیا میں ان لوگوں کو کیا کروں۔ وہ مجھ پر تو تھے ہی سنگسار کرنے کو تیار ہیں" (خروج ١٧: ١-٤) اور قدیم ترین یہودی مؤرخ جوزفس کی تاریخ آثار یہود میں ہے۔ "وہ تمام رفیدیم میں پہنچے جہاں بیابس کی زمین سے بتاب ہو رہے تھے۔ یہاں کی سرزمین میں پانی کا ایک قطرہ نہ پایا۔ اس پر یہ لوگ غصہ میں بھر کر پھر موسیٰ پر ٹوٹ پڑے لیکن خدا کے آگے دعائیں ماری کے ساتھ مشغول ہو گیا" (باب ٣ فصل ٢) پھر بھی فریاد میں ہمیشہ ہی ہوتی رہیں جب تک موسیٰ زندہ رہا۔ "بعد اس کے بنی اسرائیل کی ساری جماعت بیابان سین سے کوچ کرتے کرتے اپنے اپنے ڈیروں پر سے رفیدیم میں اترے۔ وہاں جماعت کے لئے پانی نہ تھا سو وہ جمع ہو کے موسیٰ و ہارون کے برخلاف جھگڑنے اور اُن لوگوں نے موسیٰ سے جھگڑا کیا اور کہا پھر اسی جگہ پانی نہ تھا سو لوگ موسیٰ سے جھگڑنے لگے اور کہا ہمکو پانی دے کہ پئیں۔ موسیٰ نے اُن سے کہا تم کیوں میرے برخلاف جھگڑتے ہو۔ تم کیوں خداوند کو آزماتے ہو۔ وہاں لوگ پیاسے تھے اور لوگوں نے موسیٰ پر کُڑکُڑا کر کہا تو ہمکو مصر سے کیوں لایا کہ ہمکو اور ہمارے بال بچوں اور مویشی کو پیاسا مارے" (خروج ١٧: ١-٣) اس بیابان علماء اہل کتاب میں، باہم مختلف ہے۔ بگلیہ ہے کہ جہاں یہ واقعہ پیش آیا، وہ مقام کون سا تھا لیکن بہر حال وہ مقام کوہ سینا کے قریب ہی ہوگا اور ایک جگہ ہوا ہو جس کا نام مسہ اور مریبہ تھا۔ (Petra) ٢٠٢ وہ چشمے جن میں سے ہر ایک سے بارہ بارہ قبیلوں کے لئے پانی ملا تھا۔ یہ وہ چشمے ہیں جو ہر سال بارشوں کے موسم میں پیدا ہو جاتے ہیں اور جن کے ساتھ ہی ہر چشمہ کے گرد و پیش کی زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ "یہ وہ چشمے ہیں جو ہر سال بارشوں کے موسم میں پیدا ہو جاتے ہیں اور جن کے ساتھ ہی ہر چشمہ کے گرد و پیش کی زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ اور گرمی کے دنوں میں اور بھی سرسبز ہو جاتی ہے۔ اور شکاف جا بجا ملتے ہیں۔ ان

ایک ہی مسلک کا، ایک اعتقادی نظام کا شروع ہو رہا ہے۔ ضروری ہو کہ اب نام ایسا بدلا جائے، کوئی وصف ایسا بیان کیا جائے، جو بجائے نسل، مسلک، عادات کے سکنۂ معتقدہ کی حاسب بھی کرے۔ الذین ھادوا اسی صورت کو پورا کرنے والا ہے ـــــ قرآن حکیم کا یہ طریق اشارت کے وہ اعجاز حشا رہیں۔ انہیں میں ایک یہ بھی ہے کہ متقارب، لیکن متمائز معانی کیلئے لفظ بھی وہ مختلف لاتا ہے اور ان کے دقیق، ہی فرق کا لحاظ کرکے لیتا ہے۔ مذہب یہود میں جیسے تعلیمی مذہب میں کسی غیر اسرائیلی کو اصابلۂ یہودی بنانے کے طریقوں کے دو واضح اجزاء ہیں۔ ایک یہ کہ اسرائیل کی نسل سے مذہب میں کسی یہود کے طور پر طریقے اور پھر اُن کے عقیدے اختیار کرنے اور رفتہ رفتہ اُن کا شعار دین ہو جانے کی آمادگی میں ہوئے لگا۔ بجائے الیہود کے الذین ھادوا لانے میں ایک نکتہ یہ بھی ہو کہ اس لوگوں کے عقاید اختیاری کی جانب دلالت خود واضح ہو جائے۔ یعنی اسرائیل کی قومی حکومت و حاکمیت کا حاتم تو طور پر اسلام ہو جانے کے بعد بھی اسی صورت کو پورا کرنے والا ہے ـــــ قرآن حکیم کا یہ اشارت بیت المقدس کی بربادی کے بعد ہی ہو گیا تھا۔ اور خود اللہ اعلم کے معاصرین یہود کی حیثیت صرف ایک، یہ ہی اور دینی فرقہ کی رہ گئی تھی، اسی لئے خوب خیال کرکے یہ کہہ لیا جائے کہ قرآن مجید نے بنی اسرائیل کا لفظ جہاں جہاں استعمال کیا ہے سیاق عبارت ہمیشہ کہ یہ تاریخی ۲۱۸ النصاریٰ۔ صحابی جو مسیح ہو نصرانی کی نسبت نام رسالۂ فلسطین میں ایک قصبہ ناصرہ ہو (Nazareth) علاوہ یہودی آبادی اٹھارہ نوسو برس کے درمیان ہو حضرت عیسیٰ کا آبائی وطن ہی قصبہ اور آپ پیرو یسوع ناصری اسی مناسبت سے ملاقاتیں ہیں ناصری کو عربی تلفظ میں نصرانی کہتے ہیں نصرانی کا اصل نصاریٰ ہے۔ ستوادنا ذلک استناداً الی قریۃ یقال لھا نصران (راعب) نصران قریۃ بالشام بضاف الیہ النصاریٰ (ہروی) ہمارا استناد ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ صحابی سے آیا ہے۔ مسیحیت النصاریٰ نسبۃ الی قریۃ عیسیٰ ابن مریم کان تسمّی ناصرۃ وکان اصحابہ یسمون النصاریٰ (ابن جریر عن ابن عباس) اور یہی قول قتادہ و ابن جریج تابعین کا ہے۔ نیز بعد کے محققین مفسرین کا، وھو قول ابن عباس قتادۃ وابی جعفر (کبیر) استنادنا ذلک لقریۃ تسمّی ناصرۃ کان یاوبھا عیسیٰ فلذا یسمّی اصحابہ الیہ قبل النصاریٰ (زمخشری) بعض نے اسے عربی کا لفظ فرض کرکے مصدر تسہیل شمال میں، اور پھر تمام مشتق میں تبدیل کے ساتھ بیان کیا ہے، لیکن قوال صحیح وہی ہے جو اعلیٰ گمراہ ہو کہ ہم نے اس کا آبائی وطن ہی قصبہ اور آپ پیرو یسوع ناصری اسی مناسبت سے ملاقاتیں ہیں ناصری کو عربی تلفظ میں نصرانی کہتے ہیں نصرانی کا اصل نصاریٰ ہے۔ ستوادنا ذلک استناداً الی قریۃ یقال لھا نصران (راعب) نصران قریۃ بالشام یضاف الیہ النصاریٰ (ہروی) ہمارا استناد ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ صحابی سے آیا ہے۔ مسیحیت النصاریٰ نسبۃ الی قریۃ عیسیٰ ابن مریم کان تسمّی ناصرۃ وکان اصحابہ یسمون النصاریٰ (ابن جریر عن ابن عباس) اور یہی قول قتادہ و ابن جریج تابعین کا ہے۔ نیز بعد کے محققین مفسرین کا، وھو قول ابن عباس قتادۃ وابی جعفر (کبیر) استنادنا ذلک لقریۃ تسمّی ناصرۃ کان یاوبھا عیسیٰ فلذا یسمّی اصحابہ

ایک بڑا سا لفظ حال طلاعت ہے۔ اس لے اس حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ وقت گذشت، افلاس، محرومیت تقریباً ۴۰ سال گزر جانے پر بھی اُن تک پہنچ چکی تھی جو اُن کی نسل در نسل ہمراہ رہی تھی۔ مذکر کسی مخصوص قوم ہی سے ہے، مذکر کسی مخصوص مدت سے پھیرہ ۔۔۔ حوالہ غلط

Anti Semitism تاریخ ہے کہ یہود سے مستقل عداوت تاریخی بیزاری، ریشہ دوانیوں اور امریکہ کی اکثر ولایتوں کو خوف آتا ہے، اس کی مناسبل یا وجہ کہ یہ دنیا اعتقادی ہے۔ لیکن سیاسی محکومی اور وقت تک توجیہ باقی خفی، مخاصی بنگہ پستی کے اعتساب پر بلوجہ نہیں کہ ماظرین کو حیرت ہو، اور سوال اٹل میں پیدا ہو کہ قتول قوم یہود کا صریح الشل ہے پھر اس قوم کو اخراج و تشکیست کیسے قرار دیا جا سکتا ہے لیکن یہ حل اور دعوہ کا مادہ اور عام طور سے جیلا ہوا اصطلاح ہے۔ دولت و ثروت جتنی بھی ہے وہ قوم یہود کے صرف اکابر و مشاہیر کے محدود ہے اور عوام یہود کی شمار دیا کی مفلس ترین قوموں میں ہے۔ یہ میان ہو تحقیر ضرب المثل کی حد تک تہمت پا چکا ہے۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے :- "گو یہود کا قتول ضرب المثل کی حد تک تہمت پا چکا ہے لیکن اب تحقیق کا اتفاق ہے کہ یہود یورپ کے جس جس ملک میں آباد ہیں، وہاں کی آبادی میں اُنہیں کے مفلسوں کا تناسب بڑھا ہوا ہے" (جلد ۱۰ صفحہ ۱۰) "عوام یہود دوسری قوموں سے کہیں زیادہ غریب ہیں یا وہ بات ہے کہ اُن کے چند افراد بہت زائد دولتمند ہیں" (جلد ۱۱ صفحہ ۱۰) ۲۱۲ (اسی دنیا میں اپنی ہی جیسی خلوق کے ٹھوکروں مارُو کے معمولی اور بھی کئے گئے ہیں۔ لیکن اکثر محققین اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد استغفار ہے۔ اے استوجبوا اللعنة (ابن عباس) اے استعقوا اکرہ اے استغفروا عصاً (حر) سل اسرائیلی پر اس قدر تی غضب کا ظہور برابر اسانوں ہی کے ہاتھوں ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس آخر زمانہ میں ہٹلر جیسے جبکری فرمانروا کی نمود و شمی و نمود و بیزاری احمار میں و تاریخ خواں طبقہ سے پوشیدہ نہیں۔ مُشہ شاہ ہی نے فرمایا کہ مصر کا ایک بادشاہ ہے کہ یہود پر بہت ہی ظلم کیا، اور وہ قصاء الٰہی پر راضی رہے۔ ایسوں پر دنیت طعاں لگا دی گئی جُرت دیا ان کے قلب میں جاری کی، اور انہیں درجات عالیہ سے گرا دیا گیا۔ ۲۱۳ لعظ یہاں کھڑا ہیں کہ یہود یورپ کے جرح جس ملک میں آباد ہیں، وہاں موقع کا نہیں کہ اس وقت وہ کہہ بیٹھے تھے ملکہ ذکر ان کی مستقل قومی حصلہ کا ہو رہا ہے کہ انکار کرتے ہی رہتے نے انکار کو شمار ہی ۹ مایا تھا۔ آیات اللہ کا لعظ عام ہے معجزات و احوال بھی مُراد ہو سکتے ہیں۔ اور کتب آسمانی بھی

لے المحرمات مطلقاً او الکتب المتلوہ مطلقاً (روح المحرمات التسع وغیرہا او القرآن

وجمیعہ آیات اللہ المراد علی الرسل (حر) ماتھم میں یا سمیہ سے یعنی یہ سزا انہیں کفر عادی اور سلسل قتل انبیاء کی یاداش میں ملی۔ ۲۱۴ قتل تک کیسی دوسری بیہودگیاں، شرارتیں، سعد یہ زیادیاں تو قصیں ہی، عدد کے محل سے بھی ہو گئے۔ یسیعیاہ نبی کا قتل یرمیاہ نبی کا قتل زکریا نبی کا قتل یحییٰ نبی کا قتل اور عیسیٰ مسیح کا اقدام قتل الگ لے تسلسل میں ملی ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ حرائم کے حدد علی عوامات ہیں --- روم میں حال رہ گئی تھی کہ اس کے ساتھ کچھ بھی معاشیں روا رکھی جائیں، اسے رہ رہ سے کبھی کچھ مدت دی جاتی، معمر المعنی، لیکن نبی کا قتل تو میسیا حی ہی ہوگا۔ سی کے قتل حائر کی کوئی صورت ہی نہیں۔ پرتوان جس میں ایک لعظ بھی بے لعظ ہی بے لعظ بالطور تنہیں لے کیوں لایا؟ قرآن کا مقصود اس اصابہ سے یہ کہ حوالیان اقوال کے معاصرین کی یہ قتل تاحی و ناحاسہ تھے یعنی خلاف عدل تو خبر دے ہی، خلاف وقت کے عاصد سے حلاف فالوں اور بے صاحلط بھی تھے ؛ لے عدم ایصاد کہ ملوم میں عیوان کان ذلك القتل حقاً ان اعتقادهم وحيالهم (كبير) لے قديم كا عداب كے ہجان میں کہ کے ہیکیے معدرت کی رُو داد میں الگ الگ تاریخ کی ہیں۔ پڑھنے کے دال ہیں۔ ان سے صاف طاہر ہوتا ہے کہ آپ کے عہد میں یہ ہیں ہوا کہ رُومی حاکم عدالت سے سرلے صلیب کا بیصلہ سنائے میں کوئی جتہادی غلطی ہو گئی۔ بلکہ ہوا یہ کہ یہودیوں نے ایک بالکل جھوٹا استغاثہ گڑھا اور پہلے اپنی مذہبی عدالتیں، اور پھر مُلک کی عام و عادی عدالتیں بالکل بے دھڑکے کارروائیاں کر کے حکم سزا دلا دیے میں کامیاب ہو گئے ۔۔۔ رُومی اور جیسے بھی کچھ ہوں، آئین دستگی اور قانون یہی تواں کی مشہور ہے جب اُن تک کے عہد میں۔ اہد یہ ہوا، وہ یہودیہ نہ رہیں اضیاء کی طلومیت کا کیا شکا کا۔ جس کے قتل میں عائد صاحلط کی ظاہری او بھی ثبوت بھی میں بڑی کمی ہے ۲۱۵ اسرائیلیوں کے مسلسل تمرد اور سرکشی نافرمانی کے مدکروں سے نوبت دا کھل دوروں کے صفات لمریزہ میں بسے کی فعل کرنے کی مجالیت نہ صورت بیٹھے ہو اور حوادسے دوچار ہوئے دیکھنے چلے۔ "انہوں نے خدا کے سپیروں کو ہنسی میں اُڑایا۔ اور اس کی باتوں کو حقیر جانا۔ اور اس کے نبیوں سے مذاق کی کی یہاں تک کہ خدا کا غصب اپنے لوگوں پر ایسا بھڑکا کہ کوئی چارہ نہ رہا" (۲ تواریخ ۳۶، ۱۶)۔ "تمہاری حق تلوار جسے تم نے اپنے نبیوں کو کھا گئی ہے۔" (یرمیاہ ۲-۳۰)۔ لے اہل یعقوب اور اہل اسرائیل کے سب عاد ثا و اعداد و کا کلام سود۔ عاد و ثمود یوں ہوا تھا کہ تمہارے باپ دادوں نے مجھ میں کوسی الاصافی ولی حود کو مجھ سے دُور بھاگے اور طلداں کے پیرو ہوئے اور آپ باطل ہو گئے" (یرمیاہ ۲-۵) "وہ نافرمان لوگے اور تجھ سے پھر گئے اور اُنہوں نے تیری شریعت کو اپنی پیٹ کے پیچھے پھینک دیا اور تیرے نبیوں کو جو تجھ پر تواتر سے گواہی دیتے تھے بڑا بھیجا کہ تجھ سے بڑا کفر بکیں" (نحمیاہ ۹-۲۶) یہ لفظ بہت بڑی مقدر، اقتضامات عہد قدیم کے فتوحوں سے تھے۔ اب عہد جدید کے نوشتوں کے ایسے ہی مقدر تمرد کے ملاحظہ ہوں۔ "اے گردن کشو اور دل اور کان کے نامختونو ۔ ۔ ۔ تمہیں میں سے کس کو تمہارے باپ دادوں نے نہیں ستایا؟ (۲ تواریخ ۳۶، ۱۵-۱۷) تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ ہم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہیں ۔ ۔ ۔ دیکھو میں نبیوں، داناؤں اور فقیہوں کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں اُن میں سے بعض کو قتل کرو گے اور صلیب پر چڑھاؤ گے۔ اور بعض کو اپنے عبادتخانوں میں کوڑے مارو گے اور شہر شہر ستاتے پھرو گے۔ تاکہ سب استبازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا ہے۔ تم پر آئے ۔ ۔ ۔ لے یہ قوم ظلم اور بے رحمی تو نبیوں کو قتل کرتی ہے جادو حوتیرے پاس بھیجے گئے ہیں، انہیں سنگسار کرتی ہے" (متی ۲۳-۳۴-۳۷) غرض نو میں اسرائیل اور یہودیہ کی گئی فرد جرم کا یہ خلاصہ ہے جو خود حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو بتایا تھا۔ قرآن مجید نے بعض کی تصدیق و توثیق کر دی۔ عما عصوا وہی بما عصوا۔ دلالۃ۔ اس اسم اشارہ کا مستاز اگر یہ مقتل الفصل ہے تو

ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا
(ہو) ۲۳۵ سو اب کرڈالو جو کہ تمہیں حکم ملا ہے وہ بولے ہماری طرف سے اپنے پروردگار
رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ
سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہے۔ کہا کہ وہ فرماتا ہے کہ گائے خوب گہرے رنگ
صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ
کی ہو ۲۳۶ دیکھنے والوں کو اچھی معلوم ہوتی ہو ۲۳۷ وہ بولے اپنے
لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ
پروردگار سے ہماری طرف درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں بتلادے اور کہی ہوا اس گائے میں ہمیں اشتباہ ہو گیا ہے
وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا
اور اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ پاجائیں گے ۲۳۸ کہا کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے محنت
بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ
کرنے والی ہو جو زمین کو جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو ۲۳۹
مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ
اس میں کوئی داغ (دھبہ) نہ ہو ۲۴۰ وہ بولے اب آپ ٹھیک پتہ لائے ۲۴۱
فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا
پھر انہوں نے اسے ذبح کیا، اور وہ ایسا کرتے معلوم نہیں ہوتے تھے ۲۴۲ اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے ایک
فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾
شخص کو قتل کر ڈالا تھا پھر تم آپس میں اس بارے میں جھگڑنے لگے ۲۴۳ اور اللہ کو وہ ظاہر کر دینا تھا جسے تم چھپا رہے تھے ۲۴۴

ع ۸

منزل

اہل مصر بیل کی قدیس کے ماہ و سال سے قربانی میں بھی چڑھایا کرتے تھے۔ مگر قربانی کے بیل میں بڑی مال کی کھال بکا کرتے ہے۔ اس کا رنگ یکسر سفید ہو، اسکے جسم بھر پر بال ایک بھی سیاہ ہو، دُم بالکل صحیح اور قطعی حالت میں ہو، کوئی داغ دھبہ ہو۔ غرض طرح طرح کی قیدیں اور شرطیں تھیں۔ یہ سب پوری ہو لیتیں جب کہیں جا کر قربانی کی نوبت آتی۔ اسرائیلیوں نے جو اتنی ہوشگافیاں کیں، عجب نہیں کہ مصریوں ہی کی صحبت کا اثر ہو ۲۳۹ یعنی رنگ جو بشوخ کھلتا ہوا ہو۔ فلسطین و سیما کی بعض گائیں یقیناً اس رنگ کی ہوتی ہوں گی۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ اہل کشف خود نفس کو بھی زرد ہی رنگ کا بتاتے ہیں۔ اور صوفے جو نفس کو اس گائے سے تشبیہ دی ہو تو اس سے وہ مناسبت اور بڑھ جاتی ہے ۲۴۰ یعنی وہ گائے خوش نما، خوش منظر خوش رنگ ہو۔ بدرنگ، بدنما، بدمنظر ہو ۲۴۱ یعنی درد اور متنیں و محدود دیکھئے، اور اسکی اور خصوصیات بیان کیجئے۔ اس حیلہ اور اس رنگ کی گائیں تو بہت سی ہیں ۲۴۲ مگائے تک اور اسے ضرور ذبح کر کے رہیں گے م لے الی عین البقرة الماموردة لعلها (سر) ۲۴۳ بعد دستاں میں عام، راج حرف بیل سے کاشتکاری کا کام لینے کا ہے، گائے سے نہیں لیکن دوسرے ملکوں میں یہ کام گائے سے بھی لیا جاتا ہے ۲۴۴ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۳۸۔ ۲۴۵ یعنی مفصل و پوری بات تو تمہیں بتا دی گئی تھی ۲۴۶ یعنی ان کی مسلسل ہوشگافیوں سے تنگ آکر بعید ہی معلوم ہوتی تھی ۲۴۷ (لینے ہی میں ہے) "تم نے" یعنی تم میں سے کچھ لوگوں نے۔ ذکر بنی اسرائیل ہی کا مستمر چلا رہا ہے۔ یہاں بھی اشارہ ان کی قومی تاریخ ہی کے کسی واقعہ کی طرف ہے لیکن اس حادثہ واقعہ کی تعیین کیلئے یہود کے دجیرہ تاریخ و روایات میں بہت زیادہ گھسنے اور کرید کرنے کی ضرورت ہے انشاء اللہ کوئی آیندہ مفسر ہمت کر کے اس فرض کو ادا کرے گا۔ ۲۴۸ (اور ایک دوسرے پر الزام رکھنے لگے) یعنی اصل قاتل کا پتہ نہیں لگ رہا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ قاتل فلاں ہے اور کوئی کہتا کہ فلاں۔ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے تھے۔ مادارأتم۔ درء کے معنی جھگڑنے کے بھی ہیں اور دفع کرنے کے بھی۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر دفع کرنے ہی کے معنی میں آیا ہے مثلاً فادرءوا عنکم العذاب۔ ویدرءون بالحسنة السیئة، یہاں مالادارأتم (بروزن افاعلتم) سے مراد آپس میں جھگڑنے اور ایک دوسرے پر الزام ڈالنے سے ہے۔ لعله یتحمل کل واحد منکم القتل عن نفسه ویضیفه الی عدوه (کبیر) احتلتم واختصمتم فی شأنها (کبیر) ۲۴۹ یعنی اصل قاتل کا پتہ۔ رکوع سابق میں جو حکم ذبح گاؤ کا ملا ہے، وہ جیسا کہ مفسرین کا خیال ہے، شاید اسی موقع کے لئے تھا

رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
رحمت ۔ ہوتی تم ضرور تباہ ہونے والوں میں ہوتے اور تم خوب جان چکے ہو
الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ
ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے سبت کے بارہ میں تجاوز کیا تھا ہم نے کہا
كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ
اگر دلیل بندر ہو جاؤ ہم نے اسے عبرت بنا دیا
يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِذْ
زمانہ کے اور اسکے بعد کے لوگوں کیلئے اور ایک وعظ (نصیحت) خوف رکھنے والوں کیلئے اور
قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ
وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تحقیق اللہ حکم دیتا ہے
تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ
ذبح کرو وہ بولے آپ ہم سے ہنسی کر رہے ہیں موسیٰ نے
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا
اللہ خدا مجھے اس سے پناہ میں رکھے کہ میں جاہلوں میں ہو جاؤں وہ بولے
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ
ہماری طرف سے اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے وہ کیسی گائے ہے موسیٰ نے کہا کہ وہ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ
فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو نہ بچی (بلکہ) دونوں عمروں کے درمیان

معرك

۔ سراسی طرح واقع ہوئی جیسی قرآن کے ظاہر الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے۔ یعنی وہ السان ندر ہے اور بحیثیت ان کے صدہا ہلاک ہو گئے۔ اس تفسیر پر عقلاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ جو لوگ اللہ کے قانون تشریعی کے توڑنے میں اتنے جری دبیباک ہوں، انکے حق میں عالم کے عادات لینے قانون کو بھی کسی حد تک اگر مدل سے اور بجائے "ارتقاء" کے کبھی اگر ارتقاء معکوس ہو جاتے تو آپس عدم امکان تو نہیں کیا ہوگا۔ استعداد بھی کچھ ایسا ارائد تو نہیں لیکن روایتیں جو اس صورت پر مامور متحقق نہیں ملکہ قول تالعین بھی کے۔ سارے بھیروں میں کھلا ہوا آیا ہے کہ مسخ صورت موسیٰ مرہوا بھا بصورتی نہیں یعنی ان کے عادات واخلاق بندروں کے سے کر دیئے گئے تھے۔ اور بندر کا اطلاق ان پر مجازاً ہوئے لگا تھا۔ ورنہ حقیقتہً وہ بندروں کے جسم و حالم میں تبدیل نہیں کئے گئے تھے۔ لہ یسمعوا قرءہ امامھم متل صریہ اللہ لھم (اس حریر عن مجاہد) مسخت قلوبھم والمراد بسماعھم قرءۃ الرسل (حریر عن مجاہد) روی عن مجاھد فی تفسیرھذہ الآیۃ انما مسخت قلوبھم ورققت افھامھم کالھا القرۃ (طبری) "عبرت" اس میں بھی ایک قول اسی معنی میں نقل ہوا ہے۔ قیل بل حمل احلامھم کاخلاقھم فاولٰئک لوکسی صورتھم تمادراھم، ایکن جمہور مفسرین کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ نزول عربیہ اور ظاہر سیاق قرآنی کے خلاف ہے۔ قول عربیب حلاف الظاھر من السیاق فی ھذا المقام وفی عودہ (ابن کثیر) وظاھر القراٰن انھم مسخوا قردۃ علی الحقیقۃ وعلی ذلک جمھور المفسرین وھو الصحیح (روح) ۲۳۱ سراکی تفصیل تو عبث کچھ بھی ہو، بہرحال یہی وہ کوئی سخت اور عبرتناک سزا تھی جو قرآن مجید کا مقصود اس سزا کی تفصیل بیان کرنا نہیں، بلکہ اسکی عبرت انگیزی اور زجر و تنبیہ آموزی کے بیان کرنا ہے۔ ۔۔۔ واذ توجہ کیھمی ہو، یہود کو جانا ہوا تھا، قرآن اسے صرف یاد دلا رہا ہے۔ حملھا من ھنا کی ضمیر عقوبت کی طرف بھی ہو سکتی ہے، اور اس مسخ شدہ اُمت کی طرف بھی۔ اصل وزن صورتوں کا ایک ہی ہے۔ اے حملنا ذالک العقوبۃ (ابن جریر عن ابی ھاشم) یعنی ہ لجعلنا الامۃ التی اعتدت فی السبت (ابن جریر) نکالاً۔ نکال بہ تحت سزا ہے جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔ لے عقوبۃ تنکل المعتبر بھا وسماھا نکالا (کما قال ابن کثیر) مَابَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا۔ ما دونوں جگہ من کے معنی میں آیا ہے یعنی ماکا استعمال جانداروں کے صاحب عقل مخلوق کیلئے ہوتا ہے۔ مَابَيْنَ يَدَيْهَا معاصریں کے معنی میں ہو اور ماخلفھا بعد کے آنے والوں کے معنی میں۔ مابین یدیھا الی معاصری وبعدھم (ابن عباس) ماخلفھا الی من خلفھم (ابن عباس) ماقبلھا وما بعدھا من الامم والقرٰی (کذا فی) یَدَيْهَا اور خلفھا دونوں میں میرا عقوبت کی طرف ہے۔ والصحیح للمعنویہ (طبری) گویا سراسی تھی کہ قوموں تک نسلاً بعد نسل اس کا چرچا رہے، اور لوگ اس کا تذکرہ کرتی ہیں کہ ڈرتے اور نہ رہتے ہیں ۲۳۲ یعنی اگر تقیدیں کو اس واقعہ کی حکایت سے راہ راست کی طرف ترغیب اور زیادہ یاد دلا جائے کہ نصیحت کو قبول کرنے والے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے متقیں ہی ہو سکے۔ ماحصہ روح المعانی ۔ یہاں پہ نکتہ اہل عرفان کیلئے لکھا ہے کہ اللہ نے عادتوں کو خاص خاص ہیئت کے ساتھ خاص اوقات میں متقیں کیا ہے۔ تاکہ کسی ملحد میں دور ہوں سوتحصیل ان ہیئتوں کی رعایت نہیں کرتا اس کا ضرر استعداد ضائع ہو جاتا ہے اور وہ اصحاب سبت کی طرح مسخ کر دیا جاتا ہے۔ یعنی جس جانور کے اوصاف میں اسع ہیں، انھیں کی طبیعت اس میں پیدا کر دی جاتی ہے۔ اگر ہر اس امت کیلئے مسخ ضرورت نہیں، بس السان کو چاہیئے کہ اوامر شرعیہ کے ذریعہ سے اپنی انسانیت کو محفوظ رکھنے کی کوشش میں لگا رہے۔ چنانچہ بعض اہل کشف اس زمانہ میں ایسے بھی بتائے گئے ہیں، جو السان کو اسی حیوان کی شکل میں دیکھتے ہیں جس کی صفت جسمانی اس پر غالب ہوتی ہے۔ مثلاً حسن میں علم و تعاقد غالب ہوتی ہے، اسے آتما اور دیکھ کر پکارا لگھتے ہیں کہ بھیڑیا آرہا ہے۔ جس پر حرارتِ غریزی کی گندگی غالب ہوتی ہے اسے دیکھ کر یوں بولا لگھتے ہیں کہ سور چلا آرہا ہے۔ اور اس قسم کا کشف بکثرتِ صرف اہل حق و متبولین کے ساتھ مخصوص ہیں ۲۳۳ اسرائیلیوں میں ایک اقرہ قتل کا ہو گیا تھا اور قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا، ذبح گاؤ کا حکم اسی سلسلہ میں ملا۔ اسی کچھ تعرض اگلے رکوع میں آرہی ہے۔ یہ سادہ ہے کہ صدہا برس کے صدیوں کی مختلف اوضاع والوں کے زبان بہتے بہتے سرتاسر دگرگوں ہو گئی ہو، اور گائے کی علمت بلکہ تقدیس ان کے دلوں میں رچ چکی ہو۔ ہندوستان کی طرح معرض بھی گائے کی تقدیس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ نوریہ بھی اسرائیلیوں کو ذبح گاؤ کا حکم حاصل قیدوں اور تیروں کے ساتھ مارا بلا رہا ہے۔ مثلاً ۔ "سی اسرائیل کو کہو کہ ایک للال گائے جو بے داغ اور بے عیب ہو اور جس پر کبھی جُوا نہ رکھا گیا ہو، تجھ پاس لائیں۔ تم اسے لیکر کاہن کو دو کہ اسے خیمہ گاہ سے باہر لے جائے اور وہ اسکے حضور ذبح کی جائے" (گنتی ۱۹۔ ۲) "جو شہر مقتول سے زیادہ نزدیک ہو اسی شہر کے بزرگ ایک کھیا لیں جس سے ہنوز کچھ خدمت نہ لی گئی ہو اور جو تنے سے رسّی نہ کھینچا ہو اور وہ بزرگ اس کھیا کو ایک بہتے ہوئے دریا پر جو نہ تو جوتا گیا ہو نہ جس میں کچھ بویا گیا ہو لے جائیں اور اس وادی میں اس کھیا کی گردن کاٹیں" (استثناء ۲۱ ۳۔۴) ذبحوہا۔ اصلاً صرف گائے کیلئے ہے اور ثمود کا مائمت ہے۔ قیل الذکر ثمود (راغب) البقرۃ اسم للانثی والثور اسم للذکر (قرطبی) لیکن بعض مفسرین نے اسے گائے اور سیاہ دونوں کیلئے عام لکھا ہے اور یہاں اس سے سیاہ بادل ہے ۲۳۴ سی اسرائیل کو گویا "کسی عام و تقدیس کے جذبہ سے سرشار تھے، یقین ہی نہ آیا کہ ایسے مقدس و محترم جانور کے ذبح کرڈالنے کا حکم ملا ہو گا، بس یہی سمجھے کہ حضرت موسیٰ ہنسی اور تفنن طبع کی راہ سے کہہ رہے ہیں ۲۳۵ راہ احکام عبادت کی بیسم رضائی میں ہنسی دلگی سے کام لینے لگوں، حالانکہ جس کے لئے جو کسی کام کا حکم دیا گیا ہو اسکے لئے وہی کام عبادت ہو جاتا ہے۔ ۔۔۔ ان آکون من الجاھلین ای من المستھزئین (قرطبی) وھذا یدل علی ان الاستھزاء بدین اللہ ودین المسلمین ومن یعظمہ من ذالک کفر (عثمانی) وھو صحیح۔ امایکون ذالک من الجھل باللہ تعالیٰ (رازی) فانہ کما یکون ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ ذبح بقر کا حکم سن کر اسے استہزا کا طریقہ سمجھ لیا ہو اور اس پر ہنسی میں یہ کہہ دیا ہو۔ وفی الآیۃ دلیل علی عظم الاستھزاء بدین اللہ ودین المسلمین ومن یعظمہ والسد ولذکر اعتراض ومعترض نے آیت سے استدلال کیا ہے کہ دین و مقدسات دین کے ساتھ استہزا جائز ہے، حالانکہ آیت میں تو صرف ہنسی اور تفنن طبع کی راہ سے کہہ دینے کا ذکر ہے، اللہ کی طرف سے سلام کہہ دینے کی حرارت دینی کر سکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ سے عامل و جاہل ہو۔ امایکون ذالک من الجھل باللہ تعالیٰ (رازی) وہ کر سکتا ہے جو اسے موردِ دین میں استہزا کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھتا ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے جو خوش طبعی کا توجود رسول اللہ صلعم اور ان کے اصحاب سے ہوا تھا، اور ایک ہی ان کا استہزاء ہے اگر ان کی نسبت یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ اللہ کے دین کو ہنسی مذاق کی چیز سمجھ کر کہہ رہے تھے، تو پھر ان کا کفر ہونا بالکل ظاہر ہے۔ ۔۔۔ ان کا یہ کہنا کہ ہم تو ہنسی کر رہے تھے، ان کے کفر کو دور نہیں کر سکتا، اسی طرح جس طرح کوئی شخص کہے کہ میں نے تو ہنسی میں کلمہ کفر کہا تھا، یا کوئی کہے کہ میں نے تو ہنسی میں نکاح کیا تھا، یا ہنسی میں طلاق دی تھی، یا ہنسی میں بیع کی تھی، تو ان سب صورتوں میں ہنسی کا عذر قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر ماجدی)

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اور وہ اُسے (خوب) جانتے ہیں ۝ اور جب وہ اُن سے ملتے ہیں جو ایمان لائے ہیں
قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ
تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں ۝ اور جب آپس میں تنہا ہوتے ہیں ۝
قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ
تو کہتے ہیں کہ کیا تم انہیں وہ بتا دیتے ہو جو خدا نے تم پر منکشف کیا ہے ۝
لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
تاکہ اس سے تمہارے پروردگار کے حضور میں تم پر (الزام قائم کر کے) تم سے جھگڑا کریں ۝ سو کیا تم نہیں سمجھتے ؟ ۝
اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ
کیا وہ (اتنا بھی) نہیں جانتے کہ اللہ کو اس کی بھی خبر ہے جسے یہ چھپاتے ہیں اور
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا
جسے ظاہر کرتے ہیں ۝ اور اُن میں ان پڑھ (بھی) ہیں جو
يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا
کتاب (الٰہی) کا کوئی علم نہیں رکھتے بجز جھوٹی آرزوؤں کے، اور یہ محض تخیلات
يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ
میں پڑے رہتے ہیں ۝ سو (بڑی) خرابی ہے اُن لوگوں کے لئے جو کتاب (الٰہی) کو اپنے
بِاَيْدِيْهِمْ ۣ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
ہاتھوں سے لکھتے ہیں، پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے

معرك

کے خرافات عقائد کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ یہ ذکر عوام یہود کا ہے یہ عوام کالانعام پڑھے نہ لکھے، باپ دادا کی لکیر کے فقیر، اپنی دل کی گڑھی ہوئی آرزوؤں اور دل فوش کن روایتوں میں پڑے مست رہتے تھے۔ انجیل میں کہیں تو مسیح کی زبان سے اور اس سے بڑھ کر یہ لوگوں کی زبان سے یہود کی نہیں بالکل یہی صفت اور حماقت فدائیوں کی اور دل فوش کن روایتوں کو مانتے رہنے ہیں جنہیں وہ اصل حقیقت و حقیقت سے اصلاً تعلق نہیں۔ اُمِّيُّونَ (ناخواندہ) کے معنی ہیں ماں کے پیٹ سے جیسا پیدا ہوا ویسا ہی رہا۔ اَمَانِيَّ جمع اُمنیۃ کی جس کے معنی تو ہیں جو تمنا ہو، جو خواہش ہو، جو آرزو ہو، جو خیال ہو، جو تخیل ہو، جو وہم ہو، جو گمان ہو، جو ظن ہو، جو تخمین ہو، جو اٹکل ہو، جو قیاس ہو، جو تصور ہو، جو تصوّر ہو، جو فرض ہو، جو مفروضہ ہو، جو مسلّمہ ہو، جو مقبولہ ہو، جو مقبول ہو، جو مقبولیت ہو، جو مقبولیت کا درجہ ہو، جو مقبولیت کا مرتبہ ہو، جو مقبولیت کا مقام ہو، جو مقبولیت کا منصب ہو، جو مقبولیت کا عہدہ ہو، جو مقبولیت کا رتبہ ہو، جو مقبولیت کا پایہ

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ
تو ہم نے کہا کہ اس (مقتول) پر اس (گائے) کا کوئی ٹکڑا مارو۔ یوں ہی اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا۔

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ
اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ پھر اس پر بھی تمہارے دل

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ
اس کے بعد بھی سخت ہی رہے، چنانچہ وہ مثل پتھر کے ہیں، بلکہ سختی میں اُن سے بھی بڑھ کر۔ اور

اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ
پتھروں میں تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُس سے دریا پھوٹ نکلتے ہیں اور کوئی

مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا
ان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ پھٹ جاتا ہے اور اس میں سے پانی نکلتا ہے اور کوئی ان میں ایسا

لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
بھی ہوتا ہے کہ اللہ کی ہیبت سے نیچے آگرتا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو، اللہ اُس سے

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ
بے خبر نہیں ہے۔ تو کیا تم اس کی توقع رکھتے ہو کہ وہ لوگ تمہارے کہنے سے

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ
ایمان لے آئیں گے درآنحالیکہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اللہ کا کلام سُنتے ہیں

اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ
پھر اُسے سمجھ کر جان بوجھ کر بدل دیتے ہیں، بعد اس کے کہ اسے سمجھ چکے ہیں،

مذبح

۲۵۰ تعمیلات کا علم تو عالم الغیب کو ہے۔ البتہ اسرائیلیہ توحید کے تقابل توریت کے مطالعہ سے بہرحال جلیا ہے کہ قتل کے موقع پر جب قاتل کی تحقیق ہو رہی ہو، چند خاص شرائط کی پابندی کے ساتھ ایک جوان گائے کو جس سے کوئی خدمت نہ لی گئی ہو، ذبح کیا جاتا تھا۔ اور اسکے لاش پر بزرگانِ قوم ایک خاص طریق پر دھاکر کے خون کے گناہ سے اپنی بےشائبہ ہونا چاہتے تھے کما فی استفتاء کے باب ۲۱ میں آیات ۱-۹ میں یہ تفصیلات مندرج ہیں۔ یہاں صرف چند سطریں نقل کی جاتی ہیں۔ "اگر اس سرزمین میں جس کا خداوند تیرا خدا تجھے ارشاد کرتا ہے کسی مقتول کی لاش کھیت میں پڑی ہوئی ملے اور معلوم ہو کہ اس کا قاتل کون ہے، تب تیرے بزرگ اور تیرے قاضی باہر نکلیں اور ان بستیوں تک جو مقتول کے گرد اگرد ہیں، دریافت کریں۔ اور یوں ہوگا کہ جو شہر مقتول سے زیادہ نزدیک ہے اسی شہر کے بزرگ ایک بچھیا لیں جس سے ہوز کچھ خدمت نہ لی گئی ہو اور جُوا سے نہ کھنچا ہو۔ اور ہاں اس وادی میں اس بچھیا کی گردن کاٹیں پھر اس شہر کے سارے بزرگ جو مقتول سے نزدیک ہیں اس بچھیا کے اوپر جو اس وادی میں ہے اپنے ہاتھ دھوئیں اور جواب دے کے کہیں کہ ہمارے ہاتھوں نے یہ خون نہیں کیا۔ نہ ہماری آنکھوں نے دیکھا" تفسیری روایات میں آتا ہے کہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور قاتل کا نام اور پتہ بتا کر پھر مر گیا۔ واللہ اعلم ۲۵۱ (قیامت کے دن) جعل تبارک وتعالیٰ ذلک الصنیع حجۃ لہم علی المعاد او تبرئۃ

قرآن مجید نے اپنی عام خصوصیت یعنی خاص سے عام کی تعلیم کی یہاں بھی۔ چھوٹی اور ایک جزئی واقعہ سے اپنی قدرت اور امکانِ بعث ہی کا پہلو نمایاں کیا ۲۵۲ (اور نمونے اپنی قدرت کاملہ اور اختیار مطلق کے) ۲۵۳ (اور کم از کم، اس نظیر کے مشاہدہ کے بعد امکانِ بعث اور وقوعِ قیامت کے انکار سے تو باز آجاؤ) ۲۵۴ یعنی حصول کی طرف ذرا مائل ہوتے۔ تنبیہ۔ یہاں استبعاد کیلئے ہے، یعنی جو نتیجہ نکلنا چاہیئے تھا وہ نکلا۔ ثم لاستبعاد القسوۃ بعد مشاھدۃ ما یزیلھا (الاسود) من تعدید ذلک۔ اس تصریح نے اس استبعاد کو اور زیادہ قوی و شدید کر دیا۔ مؤکد للاستبعاد اند تاکید (الرجل) ۲۵۵ دوم قبول حق کے باب میں اسرائیلی صیغوں میں بھی یہ لفظ ماربار آیا ہے۔ مثلاً "وہ توریت پر پیٹھ موڑتے۔" انہوں نے ایسے بیمور و طغیان سے سخت تر بنایا۔ انہوں نے پھرنے سے انکار کیا ہے۔ ۲۵۶ (۳۱۵) "سلسلے اہل اسرائیل بے حیائی کی پیشانی رکھتے اور سنگدل ہیں۔" (حزقیل ۲:۴)

او۔ یہاں "یا" سے معنی میں نہیں، بلکہ "بلکہ" کے معنی میں ہے۔ کلتا ہما او بعضی بل (کبیر) او بمعنی بل (جمل) یہی کہا گیا ہے کہ او یہاں بطور کلام اضراب آیا ہے، یعنی خواہ تمہیں پتھر سمجھو یا پتھر سے بھی بڑھ کر سخت، دونوں باتیں صحیح ہیں۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ او کو کل تخییر قرار دیا جائے اور آیت کے معنی یہ کئے جائیں کہ انکے قلوب دو قسم کے ہیں کچھ تو پتھر جیسے سخت، اور کچھ اس سے بھی زیادہ سخت۔ فالمعنی ھم فریقان فبعضھم من قلۃ کالحجر، وبعضھم من علبہ اشد من الحجر (قرطبی) کان قلوبھم علی قسمین قلوب کالحجارۃ قسوۃ وقلوب اشد قسوۃ من الحجارۃ (ابو حیان) او للتقریب (بعض کالحجارۃ وبعض اشد (روح) ۲۵۷ (اور ان سے ایک عالم سیراب ہوتا ہے) اس قسم کے پتھروں کی مثال انسانی آبادی میں حضرات انبیاء و رسل ہیں۔ انکے حق میں فیض سے ایک عالم ایسی روحانی پیاس بجھاتا اور سیراب ہوتا رہتا ہے ۲۵۸ (اور ان سے بھی کسی درجہ میں اللہ کی مخلوق سیراب ہوتی رہتی ہے) اس نوعیت کے پتھروں کی مثالیں اولیاء امت اور ابرار و متقین ہیں کہ ان سے بھی انسانوں کا ایک بڑا طبقہ فیضیاب ہوتا رہتا ہے ۲۵۹ (اور اس طرح خود اپنے تأثر کا ثبوت بہم پہنچاتا رہتا ہے) اس طرح کے پتھروں کی مثال عام رئیس صالحین ہیں کہ دوسروں کی اصلاح و ہدایت اگر نہ کر سکیں جب بھی اپنا ایمان و سلامت بچا لیتے ہیں اور اپنے قبول حق کا ثبوت تو دے ہی جاتے ہیں من خشیۃ اللہ۔ اوپر سے کر پتھروں ہی کا چلا آرہا ہے پتھروں کا بھونڈا پن اور اُن کی قساوت تو ضرب المثل ہی ہے ہاں یہ حیثیت الٰہی کا اثر ہے کہ پتھروں میں اپنے حقیقی اور فعلی معنوں میں ہی یعنی بعض پتھروں میں گداز کا جز ہوتا ہے۔ گو انکے تربیتِ جمادی کے مطابق۔ اور ان میں بھی ادراک کی قوتیں ہوتی ہیں گو انکی سطح عجری کے تناسب۔ جیسے طور کے آگے پہاڑ ہی تھا لیکن حیثیت الٰہی کا یہ اثر پتھروں میں اپنے حقیقی اور فعلی معنوں میں ہی ہے یعنی بعض پتھروں میں گداز کا جز ہوتا ہے

۲۷۹ (لکھے پتھروں کے واسطہ سے) عہد جب اس کا تعلق خدائے تعالیٰ سے ہوتا ہے، محاورۂ توریت میں حکم کے معنی میں آتا ہے مثلاً "اور اُس نے اپنا عہد تمہارے آگے بیان کیا جس پر عمل کرنے کا حکم بھی اُس نے تمہیں دیا، یعنی دس احکام" (استثناء ۴:۱۳)۔ بعض شارحین قرآن نے بھی یہاں "عہد لینے" کو "حکم دینے" کے معنی میں لیا ہے۔ لے اصل عبارت ذلک (اشارۂ قریب) ۲۸۰ توریت اثبات توحید و مخالفت شرک سے بھری پڑی ہے۔ ہر ہر ایک مقام پر ملاحظہ ہوں۔ "میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لئے کوئی صورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا۔ تو اُن کے آگے اپنے تئیں مت جھکا اور نہ اُن کی عبادت کر" (خروج ۲۰:۳-۵) "میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لئے تراشی ہوئی صورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے یا پانی میں ہے مت بنا۔ تو اُنہیں سجدہ نہ کر نہ اُن کی بندگی کر" (استثناء ۵:۷ و ۸) "سُن لے اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے" (استثناء ۶:۴-۶) "تم اور معبودوں کی قوموں کے معبودوں میں سے جو تمہارے آس پاس ہیں پیروی نہ کرو کیونکہ خداوند تیرا خدا جو تمہارے درمیان ہے غیور خدا ہے۔ مبادا خداوند تیرے خدا کے قہر کی آگ تجھ پر بھڑکے اور وہ تجھے زمین سے فنا کرے" (استثناء ۶:۱۴ و ۱۵) تعدد دوں۔ صُوَرٌ صیغہ مبالغہ ہے لیکن معنی امر ہے۔ ھو احکم فی معنی الٰہی (کشاف) بلکہ ابرمریز سے بلیغ تر ہے یعنی اس سے یہ نکلتا ہے کہ گویا اس حکم کی تعمیل ہو چکی وھو ابلغ من صریح الامر وھو الذی لا یدعہ کاملہ سوقہ الی الامتثال (کشاف) ھو ابلغ من صریح النھی لما فیہ من ایھام ان الملتھی سارع الی الامتثال فھو یحدث عنہ (صیادی) ۲۸۱ اس سے ملتے جلتے احکام توریت موجود ہیں اسی کو ہو وہ دس۔ "تو اپنے ماں باپ کو عزت دے" (خروج ۲۰:۱۲) "اپنے باپ اور اپنی ماں کو عزت دے۔ جیسا خداوند تیرے خدا نے فرمایا ہے" (استثناء ۵:۱۶) "اور اپنے مفلس بھائی کی طرف سے اپنے ہاتھ مت بند کیجیو۔ بلکہ تو اس پر اپنا ہاتھ کشادہ رکھیو۔ اور کسی کام میں جو وہ چاہے۔ قدر اسکی احتیاج کے موافق اس کو قرض دیجیو" (استثناء ۱۵:۷ و ۸) "اور مسافر اور یتیم اور بیوہ تو تیرے پھاٹکوں کے اندر میں آویں اور کھاویں اور سیر ہوویں" (استثناء ۱۴:۲۹) "مسکین ہمیں سے کبھی نہ جاتے۔ رہیں گے۔ اس لئے کہ میں تجھے حکم کرتا ہوں کہ تو اپنے بھائی کے واسطے اور اپنے مسکین کے لئے اور اپنے محتاج کے واسطے جو تیری زمین پر ہے اپنا ہاتھ کشادہ رکھیو" (استثناء ۱۵:۱۱) ۲۸۲ یعنی عام طور پر لوگوں سے حسن گفتار کو قائم رکھو۔ اے قولوا للناس مقالا حسنۃ (کی) قولوا لھم القول الطیب (بحر عن ابی العالیۃ) امت حیثیت میں ابھی طرح پیش آتے ہیں اصل تریں اور ادنیٰ فریضہ انسانیت ہے۔ اس لئے حکم عام ہے یعنی خوش خلقی سے بات ہی کے ساتھ پیش آتے رہنا چاہئے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس حکم کی قسم آیات قتال سے منسوخ ہو گئی لیکن جمہور المحققین قرار دے گئے ہیں کہ حکم اب بھی عام ہے، بحیدہ تخصیص پر کوئی دلیل نہیں، اور یہی مذہب قوی ہے۔ (کم اوجعہ محمد بن علی الباقر ان ھذا الامر باق علی ظاھرہ وانہ لا حاجۃ الی التخصص وھذا ھو الاقوی (کبیر) توریت موجود میں اب جس سلوک کے جتنے بھی احکام ملتے ہیں ان کا دائرہ محدود ہے بنی اسرائیل کے ساتھ۔ اس لئے یا تو اس حکم کو اہل توریت نے دل ڈالا۔ اور یا حکم ہے ہی خاص شریعت محمدی کا حکم، جیسا کہ متعدد اہل تفسیر کا خیال ہے ۲۸۳ صلوٰۃ، اقامت صلوٰۃ، زکوٰۃ۔ اب یہ سب مخصوص اسلامی اصطلاحیں ہیں۔ یہ سمجھا جائے کہ اسرائیلیوں کو یہ سب احکام انھیں مخصوص ہیئتوں اور انھیں متعین قیود کے ساتھ ملے تھے۔ انھیں جو احکام ملے تھے، وہ تھے انھیں عبادتوں سے متعلق، لیکن اُن کی مخصوص لولی میں اور اُن کے حالات و احوال کے مطابق۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور دعا اور عبادت کی تاکید اب بھی توریت میں مختلف عنوانات سے موجود ہے۔ ۲۸۴ چند شہادتیں اسی مضمون کی جو دیکھنے سے ملاحظہ ہوں۔ "وہ اس راہ سے جو میں نے انہیں فرمائی جلد بہک گئے" (خروج ۳۲:۸) "میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے" (خروج ۳۲:۹) "اس لئے کہ تم گردن کش لوگ ہو" (خروج ۳۳:۳) "بنی اسرائیل کو کہہ دو کہ تم گردن کش لوگ ہو" (خروج ۳۳:۵) خوبیری کی مجالعت توریت ۲۰ دفعہ میں بھی متعدد دفعات پر ملتی ہے۔ مثلاً۔ "تو خون مت کر" (خروج ۲۰:۱۳) "بے گناہ کا لہو تیری زمین پر جسے خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے، بہایا جائے تو خون تجھ پر ہوگا" (استثناء ۱۹:۱۰) یعنی اس احکام کی اطاعت کا اقرار تم نے صاف صاف کیا، جو آج تک تمہارے نوشتوں میں لکھا چلا آتا ہے، اور تمہیں اس سے مجال انکار نہیں۔ توریت میں ہے:۔ "وہ بولے کہ جو خداوند نے فرمایا ہے ہم کریں گے اور تابع ہیں گے" (خروج ۲۴:۷) ۲۸۵ یہود کے چھ قبیلے عہد نبوی میں، مدینہ اور حوالی مدینہ میں آباد تھے، ان کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ باہم خانہ جنگیوں میں مصروف رہا کرتے تھے۔ مشرکین مدینہ دو گروہوں میں آج کل کی "مہذب" قوموں کی طرح بٹے ہوئے تھے۔ ایک اتحاد اوس کا تھا، دوسرا خزرج کا۔ اسرائیلیوں کے بھی بڑے قبیلے سی قبیلہ اور دی قبیلہ سی قبیلہ اور دی قبیلہ ہی کیا کرتے تھے ان میں سے ایک مشرکوں کے ایک جتھے کے ساتھ ہوتا اور دوسرا مشرکوں کی دوسری پارٹی کے ساتھ۔ اور یہ جنگ جب شروع ہو جاتی تو ظاہر ہے کہ دو سے کم کچھ ہوتا تو جنگ میں بٹوا کرتا ہے۔ حلفاء بنی اسرائیل کا قتل اسرائیلی کے ہاتھ سے، دیارہا ——— یہاں عہد نبوی کے معاصر اسرائیلیوں کے یہی خصوصیات لے نقاب کئے جا رہے ہیں۔ بالاتحاد والعدوان۔ یہ کہہ کر قرآن نے تلاوۃ کا بھید بتا دیا کہ صحیح اور شرک واری کی میاد کسی جدہ صادق و صحیح اور جس نیت و اخلاص پر ہو۔ ملکہ تا متر من اخلاق کے گروہوں میں دنیوی اہل سیاست عموماً مبتلا بہ ہتے ہیں، اور مشرکین خاص طور پر مبتلا تھے۔ حیوش انسانیکلوپیڈیا میں آج بھی یہ درج ہے کہ جنگ اخلاق مشرکین کی، ابھی تک تھی۔ یہود اس میں فریقین کی حلیف سے شریک ہوگئے اور نمایاں حصہ لیا۔ سی قبیلہ اوس قریظہ نے اُوس کا ساتھ دیا، اور بنی قینقاع خزرج کی حمایت میں نکل پڑے۔ جنگ نے طول کھینچا اور بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ بالآخر شکست خورج کے فریق کو ہوئی (عمدۃ ۲۴۴) اسی انسائیکلوپیڈیا میں یہ تصریح بھی موجود ہے، کہ یہودی قبیلے مشرکین مدینہ کے ساتھ شادی بیاہ کرتے تھے۔ اور جنگ میں دونوں فریقوں کے شریک ہو جاتے تھے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ
بنی اسرائیل سے عہد لیا ۲۸۵ کہ عبادت نہ کرو گے کسی کی، مگر اللہ کے ۲۸۶ اور ساتھ سلوک سے
اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
جس طرح ماں باپ سے اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے بھی) ۲۸۷
وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
اور لوگوں سے (بالعموم) بھلی بات کہنا ۲۸۸ اور نماز قائم رکھنا ۲۸۹ اور زکوٰۃ
الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ
دینا (رہا) ۲۹۰ پھر تم (رسم الحکام سے) پھر گئے بجز تم میں سے (معدودے چند کے، اور تم ہی ہو)
مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ
گردن کش ۲۹۱ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ (ایوں کا
دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
خون نہ بہانا ۲۹۲ اور اپنے لوگوں کو اپنے وطن سے مت نکالنا
ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ
پھر تم نے اس کا اقرار کر لیا اور تم (اس کے) گواہ ہو ۲۹۳ پھر تم ہی وہ ہو کہ
تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ
(ایوں کو) قتل بھی کرتے ہو، اور اپنے ہی ایک گروہ کو اُن کے وطن سے نکال بھی
دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
دیتے ہو (اور) اُن کے مقابلہ میں گناہ و ظلم کے ساتھ (اگلے مخالفین کی) مدد بھی کرتے ہو ۲۹۴

(خروج ۳۲:۸) "میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے" (خروج ۳۲:۹) "اس لئے کہ تم گردن کش لوگ ہو" (خروج ۳۳:۳) "بنی اسرائیل کو کہہ دو کہ تم گردن کش لوگ ہو" (خروج ۳۳:۵) خوبیری کی ممانعت توریت ۲۰ دفعہ میں بھی متعدد دفعات پر ملتی ہے۔ مثلاً۔ "تو خون مت کر" (خروج ۲۰:۱۳) "بے گناہ کا لہو تیری زمین پر جسے خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے، بہایا جائے تو خون تجھ پر ہوگا" (استثناء ۱۹:۱۰) یعنی اس احکام کی اطاعت کا اقرار تم نے صاف صاف کیا، جو آج تک تمہارے نوشتوں میں لکھا چلا آتا ہے، اور تمہیں اس سے مجال انکار نہیں۔ توریت میں ہے:۔ "وہ بولے کہ جو خداوند نے فرمایا ہے ہم کریں گے اور تابع ہیں گے" (خروج ۲۴:۷) ۲۸۷ یہود کے چھ قبیلے عہد نبوی میں، مدینہ اور حوالی مدینہ میں آباد تھے، ان کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ باہم خانہ جنگیوں میں مصروف رہا کرتے تھے۔ مشرکین مدینہ دو گروہوں میں آج کل کی "مہذب" قوموں کی طرح بٹے ہوئے تھے۔ ایک اتحاد اوس کا تھا، دوسرا خزرج کا۔ اسرائیلیوں کے بھی بڑے قبیلے سی قبیلہ اور دی قبیلہ سی قبیلہ اور دی قبیلہ ہی کیا کرتے تھے ان میں سے ایک مشرکوں کے ایک جتھے کے ساتھ ہوتا اور دوسرا مشرکوں کی دوسری پارٹی کے ساتھ۔ اور یہ جنگ جب شروع ہو جاتی تو ظاہر ہے کہ دو سے کم کچھ ہوتا تو جنگ میں بٹوا کرتا ہے۔ حلفاء بنی اسرائیل کا قتل اسرائیلی کے ہاتھ سے، دیارہا ——— یہاں عہد نبوی کے معاصر اسرائیلیوں کے یہی خصوصیات لے نقاب کئے جا رہے ہیں۔ بالاتحاد والعدوان۔ یہ کہہ کر قرآن نے تلاوۃ کا بھید بتا دیا کہ صحیح اور شرک واری کی میاد کسی جدہ صادق و صحیح اور جس نیت و اخلاص پر ہو۔ ملکہ تا متر من اخلاق کے گروہوں میں دنیوی اہل سیاست عموماً مبتلا بہ ہتے ہیں، اور مشرکین خاص طور پر مبتلا تھے۔ حیوش انسائیکلوپیڈیا میں آج بھی یہ درج ہے کہ جنگ اخلاق مشرکین کی، ابھی تک تھی۔ یہود اس میں فریقین کی حلیف سے شریک ہوگئے اور نمایاں حصہ لیا۔ سی قبیلہ اوس قریظہ نے اُوس کا ساتھ دیا، اور بنی قینقاع خزرج کی حمایت میں نکل پڑے۔ جنگ نے طول کھینچا اور بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ بالآخر شکست خورج کے فریق کو ہوئی (عمدۃ ۲۴۴) اسی انسائیکلوپیڈیا میں یہ تصریح بھی موجود ہے، کہ یہودی قبیلے مشرکین مدینہ کے ساتھ شادی بیاہ کرتے تھے۔ اور جنگ میں دونوں فریقوں کے شریک ہو جاتے تھے:

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا
تاکہ اس سے قدرے قلیل معاوضہ حاصل کریں سو خرابی ہے اُن کے لئے اس کی
كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾
بدولت جو وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور خرابی ہے اُن کے لئے اس کی بدولت جو وہ حاصل کرتے ہیں
وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ
اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو دوزخ کی آگ چھوئے گی بھی نہیں مگر چند گنے چنے دنوں کے لئے آپ کہئے
اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ
کیا تم اللہ کے ہاں سے کوئی وعدہ پا چکے ہو جو اللہ اب اپنے وعدہ کے خلاف
عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾
کرے گا یا (یوں) اللہ پر وہ جوڑ رہے ہو جس کا علم تم نہیں رکھتے
بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ
ہیں، کیوں نہیں جو برائی کمائے گا اور اس کا گناہ اس کو گھیر لے گا
فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾
سو یہی لوگ اہل دوزخ ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو یہی لوگ اہل جنت
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ
ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے

ع ۱۱

معرف

حدیث دیں، تمنی، امانی تخیل یہ دو مثال ہی تمنا۔ تمنی کے معنی صرف تقدیر تمنا کے ہیں، مگر جو چیز بھی کسی چیز کے معاوضہ میں حاصل ہو وہ اس کی ثمن ہے۔ کل ما یحصل عوضا عن شیء فھو ثمنہ (راغب) مفسرین نے بھی اسے یہاں اسی وسیع مفہوم یعنی مطلق دنیوی معاوضہ کے معنی میں لیا ہے۔ التمن ھا ھو عرض الدنیا (مجاہد) قلیلا۔ کلام ربانی کی تضعیف و تحریف جیسے شدید و عظیم جرم سے بڑھ کر بھی دنیوی نفع، کتنی قیمتی کیوں نہ ہو، کبھی حاصل ہوگا، ظاہر ہے کہ وہ متحرف بے وقعت ہی ہوگا جو ہمیشہ تک ہمیشہ کے لئے ظاہر اور باطن طور پر جاگزیں ہو گیا ہے کہ قرآن مجید کی خرید و فروخت دونوں باعث مذمت ہیں، لیکن مذہب میں یہ ہے کہ وہ خرید بالکل حرام نہیں، بیع و شراء یہاں جو کچھ بھی ہوتی ہے، وہ کاغذ، کتابت وغیرہ کی ہوتی ہے، نہ کہ "آیات اللہ" کی، آیت کے آگے کی وعید لام آتی ہے تو وہ چھوٹے نسخے بنانے والوں اور موضوع حدیثیں بیان کرنے والوں کے حق میں ہے ۷۷ تحریفی اور اسلامی معیار پر اقتباس دیا ہے ہر تحریف و ہر تضعیف موجب لعنت ہے اور وہ ہر بڑی ہوئی جسارت۔ اور اسی لئے یہ بات مسلمانوں کی سمجھ میں آتی نہیں کہ کوئی شخص کسی کا کام کا کلام الٰہی یا ان کا اس میں دخل اور تصرف کی بیت کر کیسے سکتا ہے۔ لیکن دوسری قومیں اس معیار ہی سے آشنا نہیں۔ مگر بعض اہل کتاب کی ایمانی دیانت، اور صدق کی طلب کے لئے ہر بڑا ثبوت، آج دنیا میں ہمیشہ سے کم ہے اور تحریف بیسویں صدی کا ایک بڑا فتنہ ہے، اس پر بہت سے یورپی مؤلفوں نے لکھا ہے، Paul Isaac Peters کی کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ مگر یہ بہ حیثیت مجموعی حسد اور بغض کی بنا پر ہے، یعنی وہ کیا چیز ہے جو وہ اپنی اس حرکتوں سے حاصل کرتے رہتے ہیں اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں اور دونوں ہی بہت صحیح ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے دلوں کا وہ جذبہ مراد ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن حرکتوں سے اپنے عوامی ہی کا اور بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ مقال ہیں لمعاصی، رشام، والمراد ذلک کلہ اشرھم صاحبہم (کبیر) دوسرے کہ جو مالی نفع وہ اپنی عرصہ اور تحریف اور قول جدید اور وضع عقیدت آمیز سے حاصل کرتے ہیں وہ یہاں مراد ہے۔ یعنیون من المجاھرۃ المنھوۃ، رس عباس، لے مما اکلوا من المشحت (ابن کثیر) المال المأخوذ علی ھذا الوجہ (کبیر) سوید بہ المرتبی (سیادی) ۷۸ اور چند دنیوی مس جیسے کہ یہودی مؤلفوں نے لیے اگر میری تردید قرآن کے حاشیوں اور سورتوں کے حوالے سے لکھا ہے، جس میں وہ اسرائیل کی برتر پسندی میں مبتلا ہی تھی کوئی بھی ہوں اور یہی بات سائے بعض اگر تفسیر سے بھی نقل کی ہے۔ قل (راس عباس یوما الذی عدد فیھا (أیاما) المعلوم (ابن عباس) اور ایک دوسرے بھی مسلم قرآن مسئلہ ہے، مدت دنیا اور جیسا کہ اسال نقل کی ہے اسی طرح ایک میعادات دل کی بھی نقل کی ہے اس حال وہ بھی کوئی محدود و متعین مختصر ہی مدت کا بعض یہودی علماء دل سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسرائیل اپنے کو آتش دوزخ کی رو سے بالکل ہی بالبرا و محفوظ سمجھ بیٹھے تھے چنانچہ جو شق انہوں نے یہاں کھلم کھلا بیان ہے عقیدہ یوں نقل ہوا ہے "آتش دوزخ گو گناہگاران قوم یہود کو چھوئے گی بھی مہیں اس لئے کہ وہ تو جسم پر پہنچے ہی اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے اور حد سے پاس والیں آئیں گے" (جلد ۵ ص ۲۸۳) اور یہود کے بڑے مقدس و مستند تالمود کے تتمات کا مخصوص انگریزی میں ڈاکٹر کہن Kohen کا مرتب کیا ہوا Everyman's Library Series میں شائع ہوا ہے، اس میں یوں آیا ہے۔ "قیامت کے دن ابراہیم دروازہ پر تشریف رکھتے ہوں گے اور کسی مختون اسرائیل کو اس میں نہ گھسنے دیں گے" (ص ۲۸۳) "حتمی کہ آگ اسرائیل کے گناہگاروں پر کوئی قدرت نہیں رکھتی" (ص ۲۸۳) حاصل یہ کہ ہی اسرائیلی ہی قوم کو اپنی کاملیت اور داری سمجھے ہوئے تھے اور اس زبردست زعم میں مبتلا تھے۔ یہودی ماں سے اس سلسلہ میں ہم صیغہ مخاطب حال حال بھی آیا ہے، اصحاب میں رکھتا ہے جیسی اور قوم اسرائیل ہے ۷۹ یہود سے بطور تحدث لڑائی حوالہ ہوا ہو کہ یہ جو ہمارے ہی قوم کی محبوب غائبہ کا معاملہ آخرت سے محروم ہونے کا عقیدہ قوم نے اپنے حال میں جما رکھا ہے، تو آخر یوں ہی اپنے حال سے گزر جایا ہے، یا اس کی کوئی سند بھی اپنے مقدس و مستند میں پیش کر سکتے ہو؟ آخر یہ تصدیق کہاں سے قائم کر رہے ہو؟ تعقلون علی اللہ قال کالصد جب علمی کے ساتھ آتا ہے، تو سمجھ ہوتے ہیں کہ کسی پر کوئی ثبات حوالی کی بہ ستان بادہ یا۔ قال علیہ اے اقوا فی (تاج) ۸۰ نجات و مدام کا اصل قانون اب یہاں ہو رہا ہے کہ اسے تسلسل قوم سے کوئی واسطہ نہیں ہے ہر حقیقت کا دار و مدار صرف ہر شخص کے اپنے اعمال پر ہے، یہ حدیث کہ "تعمد آدمی کی نجات اعمال پر اور معصیت پوری طرح گھوما کر دہاں کے لئے گنجائش ہی نہیں رہتی، صرف ہیں کیلئے لکھی ہے جو سمجھ سے اہل عمل ہوں اور اس کی سمجھ کم اور سمجھ ہی جیسی ہے جو اپنے موس میاں ہی عمل ہو ہر حال میں نیت کا صدق قرار ہوگا۔ کہ اس کہاں سے قرار دو ہے تصدیق کا درجہ تو اسے حاصل ہو ہی گا تمام کا اہل سے جہاں ہر کچھ ہی ہے نے اعتراف اللہ و ان علہ (راس عباس) السیئۃ الکفر والشرک قال اس عباس و مجاھد (کبیر) مومنوں کا دخلون فی حکمھن والآیۃ (مدام علی الاحری) فاما اذا مات مؤمنا فاعطہ الطفی فی الایمان مدہ ملایکون الدہ محیطۃ بہ ملایقا ولہ المعنی (مدارک) یعنی اہل عمل و معترد حوالہ دہ ہے، اے آیت جو مومن عاصی کی عدم معصومیت پر استدلال کیا جاتا ہے، وہ صریحاً اہل ۸۱ حلود کے معنی کو بھی واضح کر دیتا ہے طویل کے ہی ہیں لیکن اہل دوخ اور اہل جنت کے سلسلہ میں جہاں جہاں اس لفظ کا استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے، اہل مدت کا اجماع ہے کہ اس سے ہمارا دوام ابدی مراد ہے، اور اس کی تائید و تائید میں قرآن مجید میں خالدین فیھا کے ساتھ ساتھ ابدا بھی آیا ہے۔ والمراد بالخلود الدوام (روح) وھی الناس من حمل الخلود علی اصل الوضع وھو اللبث الطویل لیس متی لان فیہ تھویل المخطب فی مقام التھویل مع عدم ملائمتہ حمل الخلود فی الحدیث علی الدوام (روح) ۸۲ دونوں آیتوں میں سخاوت کا پورا تقاضوں کے ساتھ آگاہ کی نجات کا رسول، قوم کے کسی تعلق میں ہو کوئی اپنے تصدیق و عقیدہ کی وجہ کر داری کی راہ پر چلے گا، اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور جو کوئی اپنے تصدیق و اختیار سے ایمان و عمل صالح کی روش کا انتخاب کرے گا، اس کی سمر جنت ہے۔ اُولٰٓئِكَ ۔ فاولئک ۔ اُور کی تائید کے الفاظ سے فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۔ اور اس آیت میں ہیں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ گر ایک ہی تعلیم کا حکم لگانے میں ایک جگہ اولئک ۔ ف کے ساتھ ہے۔ اور ایک جگہ بغیر ف کے یہ فرق کوئی ضعیف سا ہے اور بعطی بھی نہیں بھی جرمی ہے، لیکن انما فرق نہیں آسکتا، اور حدیث میں مکان مختلف وعید کا ہے، اس لئے اس پر زور دیا گیا ہے۔ اور دوسرے موقع پر صرف وعدہ اہل جنت سے، جس کے مختلف کا کوئی کہ کوئی مکان ہی نہیں، اس لئے نفس اُولٰٓئِكَ لیرف کے الکل کافی تھا۔ اور دوسرا جواب اس کے رکھنے بھی دیا گیا ہے کہ اہل کو تحقیق ہیں کہ اس فقرہ میں دخل داری فاکہ ہے میں اس کا "کاں ہوا تا ہے کہ گھر میں داخل ہوئے والے کا کرام نہ بھی کیا جائے لیکن دوسرے فقرہ میں الکرام کرنا یقینی ہو جاتا ہے۔ عدم کرام کا احتمال یہیں باقی رہتا۔ اسی نمونہ قرآنی فقرہ میں نیک کاروں کو جنت ملنا بالکل یقینی ہے، (روح) الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات کی جو ترتیب یہاں ہے، یہ قرآن ہے ہر جگہ اور بڑی کثرت سے محمود کہی ہے اور اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی عمل صالح اپنی جگہ پر نہایت اہم اور ضروری ہے، لیکن ایمان اس سے بھی اہم تر ہے، اور بغیر ایمان کے عمل صالح کی کوئی سمی نہیں ہے۔ یہاں کی حقیقت بیت عمل اور عمل کی تشجیع سے، اور قرآن مجید نے بالکل فطری ترتیب کے مطابق تصحیح فکر کو تصحیح عمل پر مقدم رکھا ہے۔ بعض عمل، اگر نیت سے قطع نظر کر لی جائے، تو صرف صورت عمل رہ جاتا ہے، حقیقت عمل نہیں۔

۳۰۰ روح القدس۔ اصطلاحی اصطلاح میں متصوفہ اور متاخرین مقربِ خدا حضرت جبریل کو کہتے ہیں۔ اے محمد علیہ السلام واطلاق سے روح القدس علیہ مائۃ (روح) الروح الامین بھی سمجھ لیں وتمثاہ روح القدس (راغب) شیخ اصطلاح میں فتح القدس یا تقدیس اُس کے اقوام ملائک کو کہتے ہیں، اُس سے یہاں کوئی دقت کا واسطہ بھی نہیں۔ اصطلاح کے شکر کھولنے سے بعض دفعہ بڑے بڑے صالحین اور غلط بیان پیدا ہو جاتی ہیں حضرت مسیحؑ کی پیدائش چونکہ عادۃ عام بشری طریق سے الگ، ایک نئے قانون کے ماتحت عمل میں آئی تھی، اس لئے محمد کہا جو دین بھی آپ کو مساوات عالم الملائکہ سے زیادہ رہی ہو۔ اور اسی مساوات سے استفاضہ بھی ملائکہ سے زیادہ اور بھر بھی بحکمائے کہ ایک بشری تدریت کی سلسلہ اعانت غذا وغیرہ کے محتاج تھے اور وہ اعانت ایک خرچ کے ذریعہ سے کرائی جاتی تھی۔ ۳۰۱ (اور اسی طرح کے احکام تو کم و بیش سب ہی نبیوں لائے، لیکن اصطلاحی اصطلاح یہ ہے۔ لیکن ایک بھی دفعہ صیغۂ مفاعلہ کی طرف (یا کسی ایک صیغہ سے دوسرے کی طرف) پلٹ دینا صنعت التفات کہلاتا ہے اور عربی اور فارسی میں یہ صنعت بہت مستعمل ہے۔ ۳۰۲ (اور اس پیمبر کی اطاعت و اتباع سے عار محسوس کرنے لگے) انسان کی یہ ساعت مترشح سوری ہے کہ وحی الٰہی کے مقابلہ میں حاکم و قاضی وہ اپنے ہوائے نفس ہی کو رکھنا چاہتا ہے۔ اور جو احکام اُسے اپنی خواہشوں یا اپنی خود سر و ناقص عقل کے مساوی نظر آتے ہیں جھٹ اُن کو اختیار کر لیتا ہے اور جو احکام اُس کی عقل کے مقابلہ میں علام الغیوب علام مطلق کی طرف سے آیا ہے تحقیق کرکے اور خوب غور کرکے دیکھا جائے تو اس کی تہ میں بھی اصلاً صرف یہی ملے گا۔ استکبار نفس اور میر کے اقتدار و اتباع سے عار۔ ۳۰۳ (اور طرح اُسی ایذا کے لیے لے جو گئے) ۳۰۴ جیسے ذکریا یحییٰ وغیرہما تفصیل عاشیہ کو رجع ۔ نوٹ گریجک۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ کبریٰ کا کثر مساعی کی حیاء ہے۔ چنانچہ یہاں قرآن نے تکذیب انبیاء، وقتل مسیحؑ کو کبریٰ کا مقوم قرار دیا ہے ۳۰۵ (اور دعوت اسلام جانے اوپر کچھ اتر سیں کر سکتی) یہود تھے اور علانیہ کفر تے تھے کہ تے سیرۃ کچھ بھی کر ڈالیں ہم اُن کے کہے میں نہیں آنے کے۔ غلف جمع ہے کہ جمع غلاف کی ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہمارے قلوب گنجینہ علوم ہیں، معارف یہودی سے لبریز ہیں جس صورت کسی سی سلیم کے قبول کرنے کی نہیں۔ ھی جمع علاف (راغب) اے ھی اوعیۃ للعلم تنبیھا اَنَّا لا حاجۃ اں نتعلم منک مَلَّا عُنِیَۃٌ عما عند نا (راغب) یہ بھی مکسر ہو کہ یہ اغلف کی جمع ہو۔ اور اغلف کہتے ہیں غیر مختون کو، اس کو جس کا حصہ نہ ہوا ہو۔ قیل ھو جمع اغلف (راغب) استعاذ أعوذ الاغلف الذی لم یختن (کشاف) قیل واصلہ ذو القلفۃ الذی لم یختن (روح) ۔ بقلوبنا غلف (روح) یعنی یہود نے کہا کہ ہمارے اوپر کچھ اتر نہیں سکتا، ہم اپنے کو کافی سمجھتے ہیں، ہمارے پاس علم کا اتنا ذخیرہ ہے کہ کوئی نیا علم ہمارے لئے ضروری نہیں۔ ۳۰۶ (بلکہ کہیں سے کہیں تک پہنچ گئے) بلکہ کہیں کہیں تک پہنچ گئے۔ ۳۰۷ (اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں) یعنی ہم کو کوئی ضرورت نہیں کہ کسی اور سے کچھ سیکھیں، ہم تو سب کچھ جانتے ہیں۔ ۳۰۸ (نہیں) بلکہ اُن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے اُن پر لعنت کی ہے اور وہ اس لعنت کی وجہ سے اس قابل نہیں رہے کہ کوئی نیا علم اُن کو دیا جائے۔ ۳۰۹ (سو بہت ہی تھوڑا ایمان لاتے ہیں) یعنی ایمان لانا تو درکنار رہا، اُن کا حال تو یہ ہے کہ جو کچھ علم اُن کے پاس ہے اُس کی بھی قدر نہیں کرتے، اُس کو بھی ضائع کر رہے ہیں۔ ۳۱۰ (اور جب اُن کے پاس وہ آگیا جس کو اوّل سے پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے) یعنی اُن کے پاس ایک کتاب اللہ کے پاس سے پہنچ گئی تصدیق کرنے والی اسکی جو اُن کے پاس ہے اور وہ اُس کے ظہور کی خبر دیتے تھے اور اُس کے منتظر تھے، پھر جب وہ آگیا تو اُس کا انکار کر بیٹھے۔ ۳۱۱ یعنی اُن لوگوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ہے کہ انکار کرتے ہیں اُس (کلام) کا جو اللہ نے

بِرُوحِ الْقُدُسِ ۚ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا
روح القدس کے ذریعہ سے اپنی تائید کی ہے تو کیا جب بھی کوئی پیمبر تمہارے پاس (احکام) کے ساتھ آیا جو
تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَ
تمہارے نفس کو۔ تمہارے لئے ۳۱۲ تو تم اکڑنے لگے ۳۱۳ پھر بعض کو تم نے جھٹلایا ۳۱۴ اور
فَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل
بعض کو تم قتل ہی کرنے لگے ۳۱۵ اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں ۳۱۶ (حسن) مگر
لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ وَ
اللہ نے اُن پر لعنت کر رکھی ہے اُنکے کفر کے باعث ۳۱۷ اور (اس) باعث سے تھوڑا ہے جو
لَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا
اب اُن کے پاس ایک کتاب اللہ کے پاس سے پہنچ گئی تصدیق کرنے والی اسکی جو اُنکے پاس
مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى
ہے ۳۱۸ اور اس کے طفیل یہ (خود ہی) کافروں سے لیا کرتے
الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا
تھے ۳۱۹ پھر جب اُن کے پاس وہ آگیا جس کو (خوب) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر
بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ بِئْسَمَا
ہو گئے ۳۲۰ سو اللہ کی لعنت ہو کافروں پر ۳۲۱ بری ہے وہ چیز
اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ
جس کے عوض میں اُنھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ہے ۳۲۲ کہ انکار کرتے ہیں اُس (کلام) کا جو اللہ نے

من مؤمن بمعھم (ابن کثیر) اور امام رازیؒ نے ترجیح اسی آخری ترکیب کو دی ہے لیکن محاورہ میں قلیل کا استعمال بمعنی مطلق کے موقع پر بھی ہوتا ہے یعنی ان کا ایمان ہی سرے سے کامل حالی ہیں۔ وللعلی فیہ الی جمیعہ (ابن جریر) معما ولا یؤمنون اصلاً الا قلیلا ولا کثیراً (کبیر) ۳۲۳ کتب من عند اللہ یعنی قرآن۔ لما معھم۔ یعنی توریت۔ قرآن مجید نے اپنی مصدقیت جا جا بیان کی ہے اور اس پر زور دیا ہے کہ جا جا اور ماں ہونے کے ساتھ ساتھ مجمل آسمانی کتابوں کا مصدق بھی ہے اور اس لحاظ سے وہ ہر اُس چیز کا مُرجع ہو جاتا ہے جو اُن کتابوں میں سے زیادہ تر توریت ہے۔ ۳۲۴ (مقرب آخری) یعنی سابق میں مشرکین عرب سے۔ ایک قوم انصاری اصلی تو ذات کہ رہا تھا اسلام میں جس کو ہم نبوۃ شکست دیتے تھے تو وہ کہا کرتے تھے ہاتھ ہو جائے مقرب ایک نبی طاہر ہو اللہ ہے ہم اسکے ساتھ ہو کر تمہیں قتل کر کے رکھ دیں گے۔ (سیرۃ ابن ہشام) اے خزاعہ رسول اللہ صلعم) یہود نے حضرت عیسیٰؑ کے مسیح ہونے سے تو کفر کا انکار کر دیا تھا لیکن اس کے بعد ہر برابر ایک مسیح (نجات دہندہ) کے ظہور کا انتظار کرتے تھے اور اس کا ذکر مشرکین مکہ سے اکثر کرتے رہتے تھے یَسْتَفْتِحُوْنَ یہاں اپنے کو فتح دیا کرنے کے ہیں۔ اے میں ہوں المشرکین ان نبیاً قد اظل زمانہ ھم (ابن جریر) اے یقتلون علیہ ویقتل معہ فنوھم (کشاف) (کیوں یہ تعقبوں اپنے عام اقوام موصوفی کے لحاظ سے ہوم طلسم حق و محبت کا مصداق ہیں) اس صورت میں یہ ہوگا کہ اس قدر تحقیق کے بعد اور آخر تصدیق کی اکثر بیشی ہی تو اولی ہی اے یتصدون اللہ بعثتہ محمد علیہ السلام (راغب) یستعدون محمد او القرآن (ابن عباس) ومعنی الاستفتاح الاستنصار (ابن جریر) یا ان الفتح والنصرۃ (کبیر) ۳۲۵ (یہ اسی کا انکار کرنے لگے کہ یہ کلام الٰہی کیوں) یعنی اس کا کلام الٰہی ہونا تو ظاہر ہی ہے اور قرآن بھی ہو سکتا ہے اور ذات صالحہ بھی حامل نزول صورت کی ایک ہی ہے۔ کونی علی الکشف بحمل ان یراد بہ النبی صلعم (ابن) مصدیہ کہ یہود کو آخری نبی اور اسکی قوت کی علامتوں سے پہلے ہی دن نوشتوں کے ذریعہ سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ یعنی علامتوں کا حامل ایک اور اُن کے علاوہ واقفیت سابق کے میرتیں ہوا۔ انجیل کو حواریین حضرت یحییٰ کی اصل مان میں کا نام ہی فارقلیط ہوتا ہے تو اس کے پاس بھیجے گئے لوگوں ہی تو اُس نے اقرار کیا اور انکار کیا مکار کر کہا کہ تو مسیح نہیں ہوں نے اس صورت کچھ کہ کہوں کہ ہی کہا تو ایلیا ہو، اُس نے جواب دیا کہ میں نہیں ہوں کیا تو وہ نبی ہے، اُسے جواب دیا کہ نہیں ہوں تو اُن سے کہا جانے دو مجھے جو بھیجا ہے تو ہی ہے۔ (کہ اظہار میں تھے ۳۲۶ یعنی اُن پر جو حال ہو گیا تھا وہ کفر اور انکار و تعصب کی وجہ سے ہو گیا تھا، واپسی حالوں کو حضور آخرت جیسے اصحاب کہف کے وہ واقعہ حال ہی پیش آ چکا ہے۔ شرع ہا واعاد حط اھم ھم لے اختاروا الکفر وما لو الفھم للثناء (سماع) استراء لعات اضداد میں سے جریدے اور وحدت کرنے دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں جیسے کے معنی میں ہے۔ الاشتراء ھھنا بمعنی البیع (سماع، معاء ما عاد) (سیدی)

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ

اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں تو تم ان کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان کا

اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ

نکالنا (وطن سے) تم پر حرام تھا، تو کیا تم کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہو اور ایک حصہ سے

بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ

انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو ایسا کرے اس کی سزا کیا ہے بجز ذلت و رسوائی

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ

میں رسوائی کے ؟ اور قیامت کے دن یہ سخت ترین عذاب میں ڈالے جائیں گے

الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے بے خبر نہیں یہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا

جنہوں نے دنیوی زندگی خرید لی ہے آخرت کے معاوضہ میں سو اُن پر

يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ

سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مدد ہی پہنچے گی اور ہم نے

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ

موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اُن کے پیچھے ہم نے پے در پے رسول بھیجے

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ

اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے روشن نشانیاں عطا کیں اور ہم نے

مدرك

۲۸۸ (اور اس کو اپنے سر پر ایک بڑی ذمہ داری کا بار سمجھ کر اس پر فخر کرتے اور احسان جتاتے ہو) ۲۸۹ توریت محرّف میں بھی اب تک احکام لکھے چلے آتے ہیں۔ ۲۹۰ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا مال لوٹ کر۔ ۲۹۱ الکتاب بالعموض کوئی صراحت اس قسم کی نہ ملے جب بھی کسی کو بلا عذر شرعی دوسرے سے بدعہدی کی اجازت نہیں ہوتی۔ ۲۹۲ الکتاب سے اس سیاق میں مراد ظاہر ہے کہ اسرائیلیوں ہی کی تسلیم کتاب توریت ہے۔ عجب الدماغی یہود پر قائم ہو رہی ہے کہ قرآن پر ایمان لانا تو الگ رہا تم خود توریت ہی کے کب پابند ہو؟ بلکہ جس پیارے کی سوتمہارے اکابر اس کے بعض احکام کی خلاف ورزی کر چکے ہیں۔ اس سے تو صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے لوچ محبت اور اپنے لئے واجب العمل توریت کے صرف جس ہی حصہ کو سمجھتے ہو اور بعض احزاب کہ ہمارا ایمان ہی نہیں۔ ۲۹۳ بیشک اوّل چند ہی مدتیں ایسی گذری ہوں گی۔ مجازی یہود کے تین زبردست قبیلے رہتے تھے۔ بنی نضیر، بنی قریظہ، بنی قینقاع۔ تینوں دولت، وجاہت، قوت، علم و ہنر میں ممتاز تھے تینوں چند سال کی مختصر مدت میں رسول اللہ صلعم کی حیات مبارکہ ہی میں تہس نہس ہو کر رہے۔ ۲۹۴ اسرائیلیوں کیلئے جہنم کی دھمکی خود ایک اسرائیلی ہی اور سلسلہ انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم حضرت مسیح کی زبان سے بھی منقول ہے (انجیل یوحنا دیکھو) ۔ "تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ ہم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہیں۔ پس اپنے باپ دادوں کا پیمانہ بھرو۔ اے سانپو، اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟ (متی ۲۳: ۳۱-۳۳) ۲۹۵ (اور وہ سب کو سزا مناسب وقت پر دیتا ہی) آخرت میں ضرور دیکھا) آیت میں اشارہ ہے یہود کے طریق کار اور سازشی کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں سے تعلق کے عجیب طریق کار اور سازشی کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں سے تعلق ۲۹۶ حالانکہ آخرت کا سودا کبھی مت انساں تھا۔ ایمان خاتمیت سے لئے۔ آسانی خرید سکتے تھے، یہود کی مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بگاڑ اخروی باقی ہی نہیں رہ گئی تھی۔ ان کے مقدس مذہبی وشتوں تک کی تعلیمات کا خلاصہ یہ رہ گیا تھا کہ جب کسی راہ پر چلو تاکہ دنیوی فلاح حاصل ہو تو تم کو آزادی ملے اور تم ایک اقبال مند قوم بن جاؤ۔ آخرت کی حیات اخروی سے قرآن عجید بھرا پڑا ہے، اُس سے عجیب ہے کہ توریت تک تقریر تعالیٰ ہے۔ ۲۹۵ (آخرت میں، شدید ترین عذاب الٰہی بھی دُنیوی مالی آیت میں آچکا ہے۔ اب تاکید ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگنا عذاب سے رہائی پانے کا راہ کار ہے، تخفیف تک کی صورت اس میں ممکن ہوگی۔ دلالت کی وجہ تو سوچنے کی بات ہے، حضور یہ کہ بعد آکر یہ انبیاء کے حرم میں اس کے قتیجہ کے طور پر اور ایمان نہ لانے کی پاداش میں ہوگا۔ ۲۹۶ (کہ اس کے اکابر و اجداد ہی اگر سفارش کریں یہود کو برائے اس کا تھا کہ ہم انبیاء مقربین کی اولاد ہیں۔ ہمیں کیا غم ہے ہماری نصرت و شفاعت کیلئے ہمارے بزرگ کافی ہیں۔ قرآن کو اسی لئے اس عقیدہ کی تردید بار بار کرنی پڑی ہے۔ مختلف پیرایوں میں نہیں تنبیہ کی گئی کہ نافرمانی الٰہی کے مالیوں کچھ بھی وسفارشی کوئی بھی کسی کی یاد دلی میں ہو سکتا۔ اور جو ایمان سے عاری ہیں ان کی امداد و نصرت کس سمت سے بھی۔ ہو گی۔ ۲۹۷ (اور ایک منزل اور ایک دستور تربیت سے قوم اسرائیل کو بار بار اہم خاص مشقت و امتحان کیا) (الکتاب سے مراد وہی توریت ہے۔ حضرت موسیٰ کو ان کس زمانہ میں ملے تھے یہ سب ذکر پہلے حاشیوں میں آچکا ہے۔ ۲۹۸ (تمہاری پہلی نسل اسرائیل میں) اسرائیلیوں میں حضرت داؤدؑ کے بعد بھی انبیاء کا متواتر اور کثرت آتے رہے تا زمانہ مسیح کا سلسلہ ورد تسلسل واقعہ ہے جو حضرت یوشعؑ سے حضرت داؤدؑ تک، حضرت داؤدؑ سے حضرت یحییٰؑ تک کے نام سے اُردو حواشی طبقہ بھی واقعہ ہے متعدد انبیاء کے صحیفے کیسے ہی محرف سہی۔ "عہد نامہ عتیق" کے وجود محمود میں شامل ہیں۔ ۲۹۹ (کی

پیہم و صداقت کے القیدت۔ اس میں دلائل عوارق، معجزات سب آگئے۔ عیسیٰ۔ آپ سلسلہ انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم ہیں۔ سنہ عیسوی آپ ہی کے نام سے جاری ہے آپ کے بعد صرف نبوت غیر نبی ہوئی۔ ملک شام کے علاقہ ارض گلیل میں ایک قصبہ ناصرہ نامی ہے وہی آبائی وطن تھا۔ ولادت بیت القدس کے ایک گوشہ میں ہوئی۔ خاندان یوسف بن یعقوب بن ماتان نامی ایک حکیم کا تھا جو یوسف نجار کی صنعت کے خوب واقف تھے اسی لئے یوسف نجار کے نام سے مشہور ہے تمام اُس وقت روئی مملکت کا ایک نیم خود مختار صوبہ تھا اور اس وقت والی شام امیر وہ تھا۔ یہی قوم میں رسمال کی فعلی شروع ہو چکی تھی ہو۔ اسلئے آپکا سال ولادت وہ نہیں جو مسیحی قوم شروع ہوئی ہے بلکہ اس سے تین سال بعد کا ہے۔ اس لحاظ سے کہنا چاہیئے کہ آپ کی ولادت ۳۰ سال کی عمر میں آپ نے دعوت اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق (اور یہی مسیحی عقیدہ کے مطابق تین دن کیلئے وفات پاکر آسمان پر اٹھائے گئے۔ حوالہ مریم بنت عمران بن ماتان قوم اسرائیل کے ایک بڑے معزز خاندان سے تھیں اور خود بھی بڑی عابدہ، معصومہ اور خوبصورت تھیں۔ سال وفات بھی روایتوں کے مطابق مشتبہ ہے۔ عیسیٰ ابن مریم کے لفظ میں اشارہ ہے کہ عیسیٰ مسیح ایسی پیدائش علت کے باوجود محض بشر ہی تھے ایک عورت کے بطن سے پیدا ہوئے۔ خدایا تثلیث خدایا فرد خدا وغیرہ کچھ بھی نہ تھے۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور تمہارے اوپر کوہ طور کو بلند کیا تھا ۳۲۳ کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے ۳۲۵ اسے مضبوطی

وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۤ وَاُشْرِبُوْا فِيْ

کے ساتھ پکڑو اور سنو ۳۲۶ وہ (اس وقت) بولے تھے کہ (ہاں) ہمیں سن تو لیا مگر ہم نے مانا نہیں ۳۲۷ اور (ان کے

قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۭ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ

دلوں میں گوسالہ کے کھرا ہوا تھا ۳۲۸ آپ کہہ دیجئے کہ کیسی بری ہے وہ بات جس کا

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ

تمہارا ایمان تمہیں دے رہا ہے، اگر تم (واقعی) ایمان والے ہو ۳۲۹ آپ کہہ دیجئے کہ اگر

الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ

عالم آخرت خاص تمہارے ہی لئے ہے دوسروں کو

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

چھوڑ کر ۳۳۰ تو موت کی آرزو کر دیکھو اگر تم سچے ہو ۳۳۱

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ

لیکن وہ اسکی آرزو ہرگز کبھی بھی نہ کریں گے بسبب ان اعمال بد کے جو یہ اپنے ہاتھوں بھیج چکے ہیں ۳۳۲ اور

عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ

اللہ ظالموں سے (خوب) واقف ہے ۳۳۳ اور آپ انہیں زندگی پر حریص سب لوگوں سے

عَلٰي حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ

بڑھ کر پائیں گے ۳۳۴ (یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی بڑھ کر ۳۳۵) ان میں سے ایک ایک یہ

ع ۱۲

معدل

اس اظہاری حجت کے بعد ہمیں سنانے کیلئے ہر مسلمان تو خود ہی کہتا ہوگا مجھے اپنا انجام نہیں معلوم میں ایمان اور طاعت کی راہ اپنی طرف سے اختیار کر کے آگے فصل حد اوندی کا مستظر ہوں میں مسلمان کے سامنے اس سوال کو پیش کرنے کا کوئی محل ہی نہیں۔ پھر یہی ہے کہ یہ مطالبہ ہر اسرائیلی کے ہر زمانہ کیلئے ہے بھی ہمیں۔ اس کا دائرہ صرف انہیں معاندین یہود کے ساتھ مخصوص ہے جو حضور اللہ صلعم کے معاصر تھے اور سارے شواہد کے بعد بھی آپ کے منکر تھے۔ وھذا حاصر المعاصرین لہ (صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ) یہ تفسیر خود رسول صادق مصدوق صلعم کی ہے بلکہ حضرت ابن عباسؓ نے تو اپنے زمانہ کے ایک متاع یہودی کے جواب میں یہ مضمون بڑی حدت و شدت کے ساتھ ادا کیا ہے۔ وتھم ھذا الکلب اللعین للعالم ان ھذا الکل یھودی او الیھود فی کل وقت انما ھم اھل ذلک الدین کما ھو الیوم ھذا ما یقبل من رجل اعلم اھل زمانہ (منہ) اے لن یتمنوہ ما عاشوا (منہ) یعنی اُن لوگوں کو جو اپنے جتھے بندوں سے وہ ویسے حق سے ظلم کرتے رہتے ہیں۔ الظلم ھو ھنا ومما حاد اللہ (منہ) یعنی کہ زندگی پر حریص جو جیسی اور گندگی سے لبریز ہے۔ زندگی سے محبت اور رغبت و دہشت تو ایک حد تک طبعی ہے اور ان طبعی حدود کے اندر مگر اسلام میں کوئی ملامت نہیں لیکن یہود کا حد سے بڑھ کر حرص تھا۔ وما یھدی مقصد ذوات بن گئی تھی۔ اور رذالت کا ذوق بالکل مژہ ہو چکا تھا۔ ہندوستان میں بھی جن قوموں نے جنتر منتر وغیرہ ظاہری رسوم میں غلو اور اُن پر تکیہ کر رکھا ہے۔ اُن کے دل بھی دولت آخرت سے کیسے محروم ہو چکے ہیں، اور یہودی کی پیٹ پیدائش آج بھی ضرب المثل ہے۔ جو حوش انسانیت کیلئے ہمیشہ ہی ننگ و عار رہے ہیں۔ اور فریب کے حوالے سے اس مضمون کے متعدد قول نقل ہو چکے ہیں کہ یہودی زندگی بجائے خود ایک سخت بڑی نعمت ہے، مصیبت گوارا کر لینا چاہیئے لیکن موت نہ گوارا کرنا چاہیئے۔ وفس علی ھذا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر گزشتہ ۳۳۵ وہی پہلے کتاب آسمانی اور پیام انبیاء کی دولتوں سے محروم ہیں، مطلب یہ ہو کہ مشرکین تو دوسرے سے عیر ملتفت ہو کر اپنا مر کر تو نہ دھو کر زندگی اسی مادی زندگی کو سمجھے رکھیں، تو کجا ایسا حیرت انگیز تیس غضب تو یہ ہو رہا ہے کہ اپنے آسمانی صحیفوں اور پیمبرانہ ہدایتوں کے باوجود یہی مشکوں ہو کر ظلم کو دیسا ہی سلسلہ میں یہ کہ تطاول بڑھ کر ہوا ہے میں اور طرح طرح کی تدبیریں اور اسے اس کیلئے ایجاد ہو رہے ہیں، ان میں سب سے زیادہ چشم پوشی یہودی ہی ڈاکٹر اور اہل سائنس ہیں۔

اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ
نازل کیا ہے کہ محض اس ضد پر کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا
مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَ
اپنا فضل خاص نازل کیا ہے سو وہ مستحق ہو گئے غضب بالائے غضب کے ۳۱۳ اور
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا
کافروں کے لئے عذاب ذلت والا ہے ۳۱۴ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ
اس کلام پر جو اللہ نے نازل کیا ہے ۳۱۵ تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر تو ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل ہوا ہے ۳۱۶
يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا
اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے اس سے کفر کرتے ہیں ۳۱۷ حالانکہ وہ خود بھی حق ہے اور اسکی بھی تصدیق کرتا ہے
مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ
جو انکے پاس ہے ۳۱۸ آپ کہیے کہ اچھا تو تم اس کے قبل اسکے کہ تم اللہ کے نبیوں کو قتل کرتے رہے ہو اگر
قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ
تم واقعی ایمان والے تھے ۳۱۹ اور موسیٰ تمہارے پاس کھلے ہوئے
مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
نشان لے کر آئے ۳۲۰ اس پر بھی تو تم نے انکے پیچھے گوسالہ کو اختیار کر لیا ۳۲۱
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ
اور تم تو ہی ہو ظالم ۳۲۲ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تم سے قول وقرار لیا تھا

مدنی

۳۱۲ قرآن نے اس حقیقت کو بار بار صاف کیا ہے کہ یہود کا یہ کفر و انکار کسی اجتہادی غلطی کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس غصہ، ہٹ دھرمی کا نتیجہ تھا کہ نبوت خاندان اسرائیل سے نکل کر بنی اسمٰعیل کے ایک فرد کو کیوں مل رہی ہے؟ ——— وہی نسلیت یا قومیت کی ٹھوس عصبیت جو آج تک دنیا پر مسلط ہے۔ امام رازیؒ کی خداداد فکر قرآن حکیم کے عجب عجب نکتوں تک پہنچ جاتی ہے۔ اس مقام پر لکھا ہے کہ یہود تو نبوت کو اپنا موروثی حق سمجھے بیٹھے تھے۔ ایک عرب کو اس کا مدعی پا کر انکے اس سے رشک و حسد پر اُسے محمول کرنے لگے۔ طموا ان هذا الفضل العظيم بالموهبة المنتظرة يحصل فى قومهم فلما وجدوه فى العرب حملهم ذلك على البغى والحسد (کبیر) کہا صد بہ اس فساد و نفسانیت کی کہ نسلی و خاندانی عصبیت کی بنا پر تصدیق نبوت تک سے انکار کر دیا! ص فضلہ میں فصل سوم ر فضل وحی ہے یعنی الوحی (بیضاوی) مرشد تھانوی نے فرمایا کہ احوال عرض فضل یعنی کمال ہوتے ہیں کسب و اکتساب کو دخل نہیں۔ ۳۱۴ عَذَابٌ عَلٰى غَضَبٍ کی تفسیر میں بہت سے قول نقل ہوئے ہیں ان میں سے ایک قول تابعی حضرات سے نقل ہے کہ یہود کی پہلی مغضوبیت بنی اسرائیل کو انکار نبوت عیسوی کی بنا پر ملی اور دوسری مغضوبیت کی بنیاد رسالت محمدی ﷺ کا انکار۔ وهو قول الحسن والشعبى وحكم بتعدادى العداوة اكبر ۔ تفسیر بحر میں ابی العالیہ سے نقل کیا ہے کہ پہلا غضب اس کے بالکل بالمقابل ہوا جو یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر ان کی توہین کی تھی اور دوسرا غضب اسکے بالکل مقابل ہوا جو یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی تھی۔ ۳۱۵ یہ یہود کے قول کا تتمہ ہے۔ قرآن مجید نے یہ اضافہ کر دیا کہ یہ لوگ اپنے اسرائیلی سلسلہ کے باہر کسی اور نبوت کے قائل نہیں، ایک عرصہ تک الطاف الٰہی و عنایات خداوندی کے مورد خاص بنے رہنے اور اسی نسل کے اندر انبیاء کے مسلسل پیدا ہوتے رہنے سے بنی اسرائیل کے دل میں رچ گیا تھا کہ نبوت خاندان اسرائیل کے باہر جا ہی نہیں سکتی۔ ۳۱۶ ھو الحق یہ قرآن کی جانب ہے۔ اس کی حقانیت دلائل سے ثابت اور شواہد سے روشن ہے۔ مصدقا لما معھم یعنی وہ تصدیق کرتا ہے توریت اور انبیاء بنی اسرائیل کے دوسرے صحیفوں کی۔ قرآن یہاں یہود کے مقابلہ میں اپنے دو وصف بیان کر رہا ہے۔ (۱) ایک یہ کہ وہ فی نفسہٖ حق ہے۔ اس کی حقانیت دلائل سے ثابت ہے۔ اسلئے اس پر ایمان لانا بجائے خود واجب ہے۔ (۲) توریت اور دوسرے اسرائیلی صحیفوں کے ساتھ اس کا تعلق منافرات کا نہیں۔ اس کا رشتہ اتحاد و تصدیق کا ہے۔ ۳۱۷ تیسرا جواب قرآن مجید نے یہود کو یہ دیا کہ خود ہی دعویٰ تمہارا کب صحیح ہے کہ تم اپنی قوم کے انبیاء پر ایمان رکھتے ہو؟ ایمان و تصدیق الگ رہی، تم نے خود اس زور و شور سے ان کی تکذیب کی اور ان کی مخالفت و عداوت پر اس حد تک اُتر آئے کہ انہیں قتل تک کر ڈالا۔ اور تمہاری قومی تاریخ کے صفحات، جگہیں ہیں انبیاء کے خون سے۔ اسرائیل اور قتل انبیاء پر مفصل حاشیہ رکوع (۱۰) کے ذیل میں گزر چکے۔ مائل کے اُن حوالوں کے علاوہ ایک حوالہ اور ملاحظہ ہو۔ خمیاہ نبیؑ کے زمانہ میں خود اکابر بنی اسرائیل اپنے باپ دادوں سے متعلق بنا جات میں کہتے ہیں:۔

"وہ نافرمانبردار نکلے اور تجھ سے پھر گئے۔ اور انہوں نے تیری شریعت کو اپنی پشت کے پیچھے پھینکا اور تیرے نبیوں کو جو اُن کو نصیحت دیتے تھے کہ انہیں تیری طرف پھیر لائیں قتل کیا اور انہوں نے تیرا بڑا غضب کیا۔" (نحمیاہ ۹: ۲۵، ۲۶) ۳۲۱ (اور اُن کھلے ہوئے نشانوں کا اثر طبعی طور پر یہ ہونا چاہیئے تھا کہ تم خدا کی اطاعت اور نبی کی اطاعت میں دل سونگھ جاتے، حضرت موسیٰؑ کے کھلے ہوئے نشانات اور معجزات جو فرعون کے مقابلہ میں تھے، عصا، ید بیضاء ٹیڈو، وہ تو مشہور ہی ہیں لیکن جاؤ کھر سے استاد یہ لکھتا ہے کہ کچھ معجزات خود موسیٰ خود بنی اسرائیل کیلئے بھی تھے۔ ۳۲۲ پرستش کیلئے، یہ ہے تمہارے دعویٰ توحید کی حقیقت گوسالہ پرستی پر حاشیہ رکوع ۶ کے ذیل میں گزر چکے۔ ثم یہاں محض تاخر زمانی کیلئے نہیں، بلکہ یہ بھی ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ تم کیسی پستی میں اُتر گئے۔ اور یہ کہ تم نے یہ اس وقت کیا جب تمہارے پاس دلائل و شواہد اس کے خلاف پہنچ چکے تھے۔ ثم للدلالة على بعد رتبة ما صنعوا (ابوسعود) کلمة ثم للاستبعاد (روح) من بعدہ۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی عارضی غیر حاضری کے زمانہ میں، حضرت موسیٰؑ اس وقت اپنی قوم کو وعید ان میں چھوڑ کر ستر منتخب افراد کے ہمراہ کوہ طور پر گئے ہوئے تھے تفصیلات رکوع (۹) کے ذیل میں گزر چکیں۔ ۳۲۳ اپنے جی میں، یعنی تمہاری طبائع گواہ ہیں کہ تم اپنی جانوں پر اپنی زبردستیوں پر ظلم کرنے کے کیسے عادی ہو، یہ گویا جواب ہے سائل کا تعجب سے۔ اسرائیلیوں سے ارشاد ہو رہا ہے کہ اور زمانوں میں تو خیر تم نے جو کچھ کیا، خیر وہ تو کیا ہی، شرک تو تم نے حد درجہ حضرت موسیٰؑ ہی کے زمانہ میں شروع کر دیا۔ اور سرکش بھی کیسا جلی۔ گوسالہ پرستی! اور وہ بھی ہیرے کی صرف چند روزہ غیر حاضری کے زمانہ میں! تمہارے لئے ملامت اُن کے لائے ہوئے نشانات اور دلائل ہو سکے۔ اور یہ امر کہ وہ تو ابھی زندہ و سلامت موجود ہیں، فرعون اور فرعونیوں میں دیکھ تم آج کہیں نہیں، مدت دراز سے ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ

اور جب اُن کے پاس پیغمبر اللہ کی طرف سے آئے تصدیق کرتے ہوئے اس (کتاب) کی جو

لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اُنکے پاس ہے ۱۰۱ تو (ان) اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کتاب اللہ کو

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا

اپنی پُشت کے پیچھے پھینک مارا ۱۰۲ گویا وہ جانتے ہی (نہیں تھے)

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى

۱۰۳ اور یہ لوگ پیچھے لگ گئے اُس (علم) کے جو شیطان کی باد شاہت میں شیطان

مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ

پڑھا کرتے تھے ۱۰۴ اور سلیمان نے (تو کبھی) کفر نہیں کیا ۱۰۵ البتہ شیطان (ہی) کفر کیا کرتے

الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ

تھے ۱۰۶ لوگوں کو جادو تعلیم دیتے ۱۰۷ اور (وہ

اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۚ

بھی تعلیم کرتے ۱۰۸ اُس (علم) کے جو بابل میں دو فرشتوں ۱۰۹ ہاروت و ماروت پر اُتارا گیا تھا ۱۱۰

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ

اور وہ دونوں کسی کو بھی (اس فن کی باتیں) نہیں سکھاتے تھے ۱۱۱ جب تک یہ کہدیتے ۱۱۲ کہ ہم تو (بس) ایک

فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۗ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا

آزمائش (کا ذریعہ) ہیں ۱۱۳ سو تم (ہمیں) کافر نہ (بنانے) اختیار کرنا ۱۱۴ مگر (لوگ) ان دونوں سے وہ (جادو) سیکھتے تھے

مدوك

اور علیٰ کا استعمال فی کے موقع پر۔ اور اتقاں (سیوطی) میں اس معنی کی تصریح ہے اور اہل لغت لکھتے ہیں:۔ کان ذالک علیٰ عہد فلاں ای فی عہد فلاں ہوا، اسکے معنی ہوتے ہیں کہ فی عہد فلاں ہوا۔ خود قرآن مجید میں بھی علیٰ ایک دوسری جگہ صاف فی کے معنی میں آیا ہے۔ ودخل المدینۃ علیٰ حین غفلۃ (قصص ع ۲) اسے فی حین غفلۃ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اے علی عہد سلیمان (راغب) اے فی عہد سلیمان (اس جریر) اے فی عہد سلیمان و فی ملکہ و عہدہ (عالم) سلیمان سلیمانؑ بن داؤدؑ (سنہ ۹۹۰ ق م تا ۹۳۰ ق م غالباً) اسرائیلی سلسلہ کے ایک نامور پیغمبر گزرے ہیں اور اپنے والد ماجد ہی کی طرح، لیکن اس سے بڑھ کر اپنے اقبال و شان و شوکت کے لحاظ سے بھی۔ اسرائیلی سلسلہ کے سب سے بڑے فرمانروا ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنت شام و فلسطین کے علاوہ آپ کے حدود حکومت مشرق کی سمت میں عراق کے دریائے فرات کے ساحل تک اور مغرب میں سرحد مصر تک وسیع تھے۔ آپکی سلطنت کی عظمت و شوکت پر دولت و تمدن سب کو اتفاق ہے ——— اسلام میں اعلیٰ ہی والی روحانی و اخلاقی مرتبہ، یعنی نبوت و رسالت کے ساتھ جس طرح فقر و مسکنت جمع ہو سکتے ہیں اسی طرح دولت و اقتدار، حکومت و سیاست بھی۔ اسلام کا خدا غریبوں اور امیروں، تاجداروں اور درویشوں سب کا یکساں خدا ہے۔ آیت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ان یہود کے آباؤ اجداد عہد سلیمانی میں شیطانی مشغلوں (سحر و کہانت) میں لگے رہے اسی طرح آج خود بھی بھانت بھانت کی بدعتوں اور بے ہودگیوں میں پڑے ہوئے ہیں ۱۰۱ ۵۴ جیسا کہ ناصحانہ انداز سے آیت کے اس مقام پر صحیح گروہوں کے قلب میں ذرا کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ یہ کھنڈ ان کی اس بات پر تھی جو قرآن نے فرمادی، جب حضرت سلیمانؑ پیغمبر برحق تھے، تو یہ تکملی ہوئی اور صوفی سی بات ہے کہ آپ شاہد کو مرشد کفر سے، مراحل دور رہنے کے لئے پیر کے بھی میں یہ نازل ہوا کہ وہ کفر سے بری تھے، یہ تو کچھ ایسی ہی بات ہوئی، جیسے کسی ملک کا بادشاہ یہ فرمان جاری کر کے رعایا کو بتائے کہ ہمارا نائب السلطنت ہامی و مددگار نہیں ہے۔ کشمکش کا بجائے خود قرآن مجید بھی کوئی چھپا ہوا سا بیان بھی نہیں ہوتا کہ یہاں اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہو۔ اس ضرورت کا علم سارے دل اسلام کو گیا ہوا ہو سکتا ہے، اس کا علم تو اسے ہے جو ہیں و ہمہ دان پروردگار ہی کو ہو سکتا تھا۔ سلیمانؑ کو پیغمبر ماننے والی دو قومیں مسلمانوں سے پہلے بھی ہو چکی ہیں۔ یہ دونوں وہی ہیں جو اہل کتاب کہلاتی ہیں، یعنی یہود و نصاریٰ۔ ان دونوں کے اکابر نے حق طریقوں کا کمال یہ دکھایا ہے کہ ایک طرف تو انکی غلطت و گمراہی نامہ اعمال میں گندے سے گندے حرام بھی ڈال دیئے ہیں، ایسا بھی کہ کفر و شرک بھی، کہ اللہ کی عدالت میں کوئی جرم اس سے بڑھ کر بالکل اس کے برابر بھی سنگین تصور میں نہیں آسکتا۔ یہودی تعصب و حکایات اور سچی آثار و روایات کی کتابوں کو چھوڑ دیجئے۔ خاص الخاص بائبل یعنی عہد عتیق کے صحائف جن پر یہود و نصاریٰ دونوں کا اتفاق ہے، انہیں بالاستقلال پڑھ لیجئے کہ اس معبود میں آج تک کیا تصریحات بھی ہوئی ہیں۔ ”جب سلیمان اور بوڑھا ہوا تو اسکی بیویوں نے اسکے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کیا، اور اس کا دل اپنے خدا کی طرف سے کامل نہ تھا“ (۱ سلاطین ۱۱: ۴) ”

لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ
چاہتا ہے کہ ہزار برس (ہزار) برس کی عمر پائے ۳۳۶ حالانکہ اگر اتنی عمر دیدی جائے تو یہ اس (اللہ) کے عذاب سے بچ نہیں
أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قُلْ مَنْ كَانَ
سکتا ۳۳۷ اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے (خوب) دیکھ رہا ہے ۳۳۸ آپ کہہ دیجئے کہ جو کوئی جبریل
عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ
کا مخالف ہے ۳۳۹ تو اسی نے تو اس (قرآن) کو آپ کے قلب پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے ۳۴۰
مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ
(وہ) تصدیق کرنیوالا ہے اس (کلام) کا جو اس کے قبل ہے ہے اور ہدایت اور ایمان والوں
لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ
کے لئے خوشخبری ہے ۳۴۱ جو کوئی مخالف ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا
وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ
اگلے پیغمبروں کا یا جبرئیل کا ۳۴۲ یا میکائیل کا ۳۴۳ تو اللہ بھی (یقین مخالف ہے)
لِلْكَافِرِينَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا
(ایسے) کافروں کا ۳۴۴ اور (یقیں ہم نے آپ پر روشن نشان (آیتیں) ۳۴۵ اور اس
يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿٩٩﴾ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا
کی (آیتوں) کا انکار نہیں کرتا بجز نافرمانوں کے ۳۴۶ کیا یہ کہ جب کبھی بھی انہوں نے کوئی عہد
نَبَذَهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٠﴾
کیا ۳۴۷ تو انہیں میں سے کسی نہ کسی جماعت نے اس کو پھینک دیا ۳۴۸ بلکہ ان کے اکثر ہی بے یقین ہیں

معرکہ

"دشمن" میں ایک فرشتہ تیرے آگے آگے بھیجتا ہوں کہ رہ میں تیرا نگہبان ہو۔ اور تجھے اس جگہ جو میں نے تیار کی ہے لے آئے۔
خوش نما شگوفہ پیدا کرتا ہے (۱۳ : ۲۵) ۳۳۶ یعنی اگر ہزار برس کی عمر بھی مل جائے تو یہ اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ ۳۳۷ یعنی اللہ ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے۔ ۳۳۸ (۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۲۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۳۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۴۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۵۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۶۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۷۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۸۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۱) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۲) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۳) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۴) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۵) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۶) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۷) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۸) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۹۹) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۰۰) یہود کا ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم سے جبرئیل دشمنی رکھتا ہے اس لئے ہم اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے۔

مراد مستقبل ہوا ہے۔ لہٰذا یہ دلیل علی ھذہ القرینۃ وجود امن للسماء کا ثبوت۔ آیت ۳۲، کو جن لوگوں نے نزول حجر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب کرنا اسکی قدامت کے منافی سمجھا وہ خود ایک بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ ایک حجر ہی پر کیا موقوف ہے، کائنات میں تمام اچھا برا رزق، باطل، ایمان و کفر، طاعت و معصیت جو کچھ بھی موجود ہے سب کا وجود بحیثیت سبب الاسباب ہی کے نازل کرنے سے تو ہوا ہے۔ اتوال یہاں اپنے اسی وسیع معنی میں ہے یعنی امیہ نے بانعت بتا دی گئی، ان کے دل میں یہ ڈال دیا گیا۔ کوئی اظہار شرف و تکریم مقصود نہیں۔ الانزال بمعنی التعلیم والالہام (سماع) الانزال اما علیٰ ظاھرہٖ او بمعنی القذف فی القلوب مصداق (سرمع) قد اعل حجرا و شیرا وطاعتہ او معصیۃ او ابلیس اوکثیر مما۔ صد اللہ تعالیٰ (رس مزمل) الرسل الی القذف فی قلوبھم امھم الہی می العمل (مالک) الانزال بمعنی الخلق لا بمعنی الایجاد (راس کثیر) الملکیین۔ لطف کی قرأت مشہور ہے (رسع) اور دوسری قرأت یُلْقِی (رکسلام) کی بھی صحابہ و تابعین ہی کے زمانہ سے چلی آرہی ہے، ان عباس، ضحاک، حسن بصری کی روایت ہے۔ قرأ المصی بکسر اللام وھو مروی ایضا عن العصاک واس عباس۔ ضحاک، حسن بصری قرأت کی یہ دوسری قرأت بھی اسی طرف چلے گئے ہیں کہ یعلمون اصلاً فرشتے تھے۔ بشر جسے اور بادشاہ، اور انہیں جو دوسری روایتوں میں مرتسم کیا گیا ہے، یہ سی ان کے صفات ملکوتی کی بنا پر۔ قیل وجعلان مثبتا ملکین۔ باعتقاد صلاحھما۔ اسیادھا، لیکن جمہور کا قول وہی قرأت مشہور کی بنا پر ان کے فرشتہ ہونے کا ہے۔ دھب کثیر من السلف الی انھما کانا ملکین من السماء وانھما امروا الی الارض (راسع) اور اظہار شکر کی یہی مرتسم کے اُوپر حقیقت ہو کا نزول اس کی راہ سے کے ذریعہ اسی سماتی ہیں، خصوصاً جب کہ اس پر اس بن کے الہام کیے جانے کے تصور ہی تمام تر اصلاح خلق تھا۔ یعنی لوگوں کو سحر کی کمات سے بچانا، نہ کہ اس پر آلہ دینا ——— سحر طویل کی پولیس کے افسوں کی جرائم سے عملی واقفیت حاصل کرنے کے نہیں دیکھا ہے؟ ظاہر ہے یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ خود کوئی جرم کریں، بلکہ اس لئے کہ اپنی عملی واقفیت کو مجرموں کے ارتکاب جرم سے مازر رکھنے میں کام میں لائیں۔ بابل۔ بابل جس قدیم ملک کا نام ہے۔ وہ موجودہ نقشہ اور جغرافیہ میں عراق عرب کہلاتا ہے۔ ملک کے بیابانی حصہ کا بھی یہی نام تھا۔ شہر بابل دیبا نے فرات کے کنارے واقع تھا جو بعد کو بغداد سے کوفی، ہیلہ سب خوب میں۔ نفر یہ آباد ہیں جہاں آج بڑی آبادی ہے۔ شہر بہت بڑا تھا۔ رقبہ میلوں کا تھا۔ ملک اپنے عروج کے زمانہ میں بڑا سرسبز شاداب، خوشحال، صنعت و تمدن روپیہ کا ہے۔ نہروں، پانی کے نالوں، شاہی قصور ایوان، نذر وست نظاروں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ ان سے اتنا تو بہر حال ثابت ہو جاتا ہے کہ ملک میں باہر فن انجنیوں کی کمی نہ تھی۔ دھد درات دود و مشہور دیا اسکے علاقہ کو سیراب کرتے ہے تھے سلسلے کے عرج کا زمانہ تقریبی طور پر ستہ قبل مسیح سمجھا گیا ہے۔ ملک کی ایک خاص شہرت علوم سحر، عملیات نفلی اور منجر ستہ کے لحاظ سے تھی جسے آج اگریزی میں Occult Sciences (علم پر مخفیات) کہتے ہیں، اسی ملک کا ایک دوسرا قدیم نام کالڈیا (کلدایہ) بھی ہے۔ اور انگریزی میں آج تک لفظ کالڈین (کلدانی) ساحر کا مرادف چلا آرہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے صحیفوں میں اس ملک کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ ذکر اس ملک کی علمیت کا بھی اور اسکی بدعملیوں تباہ کاریوں کا بھی۔ ملاحظہ ہو صحیفہ دانی ایل ۲ ۴ مکاشفہ ۱۸،۱۰،۵ ۳۰ وغیرہ۔ لیکن اس مرتسم جرائم کا عنوان اول سحر کا سمی تھا۔ بابل کی شہادت ملاحظہ ہو۔ "تیرے سوداگر بین کے امیر تھے۔ تیری جادوگری سے رہیں کی ساری قومیں گمراہ ہو گئیں۔ اور میوں اور معدوں اور عمونیوں کے اور سب قوتوں کے خاوں اس میں بہا یا گیا" (مکاشفہ ۱۸/۲۳ و ۲۴) پرانے کتبے اور نوشتے آج جو کچھ دریافت ہوئے ہیں، ان کی متفقہ شہادت ہے کہ دین بابلی کا جزو اعظم سحر و کہانت تھا۔ "اسائیہ کیلوپیریا اف بیبلون" (اسائیہ کیلوپیریا آف بیبلون) ایک اور قابل کی تحقیق ہے ندہب بابل میسوا کا خود مختار حکومت پر مبنی کا نام اٹھارا تھا؛ سحر کو مانگے نزول واقسام ہیں بابل مذہب کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھیے ہر ورق کے ہر سطر کے ہر حرف سے سحر ٹپکا پڑتا ہے۔ "اسائیہ کیلوپیریا اف بیبلون" (اسائیہ کیلوپیریا آف بیبلون) ایک اور قابل کی تحقیق ہے ندہب بابل میسوا کا خود مختار حکومت پر مبنی کا نام اٹھارا تھا؛ سحر کو مانگے نزول واقسام ہیں بابل مذہب کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھیے ہر ورق کے ہر سطر

يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۚ وَمَا هُمْ
جس سے جدائی ڈالدیتے — درمیان مرد اور اس کی زوجہ کے — حالانکہ وہ فی الواقع کسی کو
بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ
نہیں ضرر دینے والے اس کے ذریعہ سے — کسی کو مگر باذن اللہ کے — اور وہ سیکھتے ہیں
مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ
جو انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور انہیں نفع نہیں پہنچا سکتی — اور البتہ یقیناً جانتے ہیں
اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۭ وَلَبِئْسَ
جس نے لے لیا اختیار کر لیا — اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں — اور بہت ہی بری
مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝
وہ چیز ہے جس کے عوض میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا ہے — کاش وہ (اتنا ہی) جانتے
وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ
اور اگر وہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے — تو اس کا ثواب — اللہ کے ہاں
اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا
کہیں بہتر ہوتا — کاش وہ (اتنا) جانتے — اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا
ایمان — والو — "راعنا" مت کہا کرو — اور — "الظرنا"
انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝
کہا کرو — اور سنتے رہا کرو — اور کافروں کے لئے عذاب دردناک ہے

ع ۱۲ ۱۲

معوذ

سُبُلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ
(اسکے) قبل موسیٰ سے سوال کئے جا چکے ۳۸۵ اور جو کوئی ایمان کے بدلے میں لے

بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَدَّ
کفر اختیار کرلیگا ۳۸۶ سو وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا بہت سے

كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اہل کتاب تو دل ہی سے چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان لے آنے کے بعد پھیر دیں

اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ
کافر بنالیں ۳۸۷ حسد کی راہ سے جو اُن کے نفسوں میں ہے ۳۸۸ (اور یہ بھی)

بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا
بعد اس کے کہ ان پر حق واضح ہو چکا ۳۸۹ سو معاف کرتے رہو ۳۹۰ تا آنکہ

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
اللہ اپنا حکم بھیج دے ۳۹۱ یقیناً اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ
قادر ہے ۳۹۲ اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو ۳۹۳

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ
اور جو کچھ بھلائی تم اپنے واسطے آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے پاس

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝
پالو گے ۳۹۴ یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اُس کو خوب دیکھنے والا ہے ۳۹۵

منزل

یا اس کے مثل ہی دُوسرا عطا کر دیتا ہے۔ سو اس پر افسوس و حسرت نہ کرنا چاہیئے۔ ۳۸۱ (سو ایسے قادرِ مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ احوال و مصالح کی رعایت سے) خطاب برائے تکریم معاند منکر نسخ ہے۔ قال المحقق (سید) اور بعض نے مطلق سامع کو مخاطب قرار دیا ہے۔ والاظہر ان یکون الخطاب السامع (حر) ۳۸۲ (اور اسی کو ہر طرح کا اختیار کامل و تصرفِ مطلق حاصل ہے) خطاب یہاں عام ہے ہر سامع اور مخاطب کیلئے۔ اور امر کا مفہوم ایجابی ہے یعنی اے مخاطب تجھے خوب معلوم ہے معصاۃ الایجاب لما قد علمت ایہا المخاطب (حر) یہ بھی کہا گیا ہے کہ خطاب رسُول اور بھیر آپ کے واسطہ سے امت سے ہے۔ الخطاب للنبی وللمراد ھو وامتہ (سیدی) ۳۸۳ (اے نبی آدم) آیت بجائے خود ایک درسِ توحید کامل کا ہے۔ ملک، ولایت، اصرت سب اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے۔ ۳۸۴ (ارادہ و اعتراض) مخاطب یہاں غالباً یہود ہیں۔ مرلت فی الیہود (سعام) اور اور رسول بھی نقل کئے جا چکے ہیں لیکن ترجیح اسی قول کو ہے۔ احتفاوا فی الخطاب، ہ علی جہۃ الاستخفاف بہم المسلمون والقول الثانی ارجح لان الخطاب لاہل مکۃ والقول الثالث المراد الیہود وھذا القول اظہر (کبیر) اور سیاق اس صورت میں بروقت ہوگی۔ تمہارے زمانہ کے رسُول سے لیکن مسلمان ہی اگر مخاطب سمجھے جائیں تو یہی تمہیدًا جائز ہوگا۔ اھر یہاں ہمزہ کا مرادف اور سوال نہیں منقطعہ ہے۔ بل کا مرادف اھر الی بل (جلالین) ام ھہنا منقطعۃ والتقدیر بل تریدون (مدارک) ام ھہنا منقطعۃ والتقدیر بل تریدون (مکی) ھہنا الاضراب والانتقال عن کلامہم علی الاصل وھو خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اسود) ۳۸۵ سوال اگر کسی مسئلہ کی بنیاد تحقیق و دریافت کیلئے ہوں تو باعثِ رحمت ہیں لیکن جب ضد اور نفسانیت اور شرارت سے ہوں اور اغراض محض اعتراض کی غرض سے ہو تو وہی سوال ایک لعنت بن جاتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ سے جیسے گستاخانہ سوالات اور بیہودہ فرمائشوں کی بھرمار بنی اسرائیل کرتے رہے، ان کے تذکرہ سے تاریخ اسرائیل اور خود بائبل کے صفحات لبریز ہیں، قرآن کا اسکو اتنی کھلی ہوئی تنبیہ کے طور پر لے آنا، بجائے خود اسکی دلیل ہے کہ قرآن بھیجنے والا اس سے خوب واقف تھا۔ اور یہ کلام عرب کے ایک اَن پڑھ انسان کی تصنیف ہو نہیں سکتا۔ ۳۸۶ (جس کی ایک مثال یہی رسُول سے سحافذاہ اور گستاخانہ سوال و جواب ہے) مدل الکلام بالاعداد کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کے بدلہ اور خالص ہمزہ راؤ کو فکر کا اختیار کیا۔ من یتبدل الکفر بعد ایمانہ بان یختار الکفر بعد ما اختار الایمان (اسود) بالایمان اے بعد قبولہ وباخذہ (سیاق) ہی کو بہتر کہا ہے اس لئے انہیں کے ایک بی کے مصحف کا اقتباس یہ نمبل ہوگا۔ ۳۸۷ سنوائے اُسے فوا اور کان لگائے زمین کہ خداوندیں فرماتا ہے کہ لوگوں کو تین بالا پیدا کیا اور گدھا اپنے صاحب کی چرنی کو۔ بنی اسرائیل نہیں جانتے۔ میرے لوگ کچھ نہیں سوچتے۔ آہ۔ ۳۸۸ حطاکا گروہ ایک قوم جو گناہ سے لدی ہوئی ہے۔ بدکاروں کی نسل خراب اولاد کہ انہوں نے خداوند کو ترک کیا۔ اسرائیل کے خدا ہی کو حقیر جانا، اس سے بالکل پھر گئے (ایسیاہ ۱:۳-۴) ۳۸۹ (اے ایمان والو) تاآں نزول آیہ کہ منسوخ

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا
جو لوگ کافر ہیں (خواہ) اہل کتاب ہیں سے ہوں یا مشرکین
الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ
ہیں سے وہ اسے (خدا بھی) پسند نہیں کرتے کہ تمہارے اوپر کوئی بھی بھلائی تمہارے
رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
پروردگار کی طرف سے اتر کر رہے اللہ (ہی) رحمت سے جسے چاہے مخصوص کر لیتا ہے اور وہ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ
بڑے ہی فضل والا ہے جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں ہم
نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ
بھلا دیتے ہیں تو کوئی اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں کیا تجھے خبر نہیں
اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ
کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے کیا تجھے
تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
خبر نہیں کہ اللہ ہی کے لئے سلطنت آسمانوں اور زمین کی ہے
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝
اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا یار و مددگار نہیں
اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا
کہ اپنے رسول سے سوال کرنا چاہتے ہو جیسا کہ

سئول

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا

سئول

وصحابہ کو بایں ہمہ پیٹ میں ایک بات کہدی۔ اب دیکھئے بیسویں صدی کے ہمارے یہود اور خصوصی اسرائیلی اپنے اسلاف کے متنبأ سحر وساحری کی نوعیت سے تعلق کیا تصورات دیتے ہیں۔ "سحر کی سب سے زیادہ عام تداول صورت اُس نقش کی تھی جو عشق و محبت کیلئے بنایا جاتا تھا۔ خاص کر وہ نقش جو نادر آتشوں کیلئے لکھا جاتا تھا۔ اس قسم کے سحر کی بار بار تونس ہی زیادہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ ذکر بھی بھرا اور جرائم کاری کا عموماً ساتھی سمجھا جاتا ہے" (جیوش انسائیکلوپیڈیا، جلد ۱۱ ص ۲۵۵) ۳۶۵ یہی سحر تشبیہ کو کہ کے۔ اسلام نے فکر کی جڑ جس طرح کاٹی ہے، اسکے لحاظ سے یہ صراحت فروری بھی تھی۔ ارتداد ہو رہا ہے کہ یہیں تو پھر حقیقی ان عملیات سحریہ کو، اس منتر جنتر کو، ان ٹونے ٹوٹکوں کو پھر گرگ سمجھ لینا۔ ان میں قوت ذرا سی بھی رہتی۔ موثر و فاعل حقیقی کی طرح ہر حال میں ہماری تبعیت، صرف ہماری تخلی الی اللہ کی نوعی رہتی ہے۔ اس موقع پر بھی صرف وہی رہی۔ اذن اللہ کے معنی یہاں تقدیر الٰہی، بمشیتہ تکوینی، اعداد اللہ وقدرتہ ومشیتہ (ابن عباس، روح المعانی) اے صلہ تکوینیہ ما لم یحصل (ابن کثیر) یعنی بحکمہ وقضاہ لا الامر بہ (ابن عباس) نفس ثابیاد رہے کہ اللہ کی قدرت، بمشیت، بحکم تکوینی، ہرگز ہرگز اللہ کے حکم بالامر کے مرادف نہیں ——— نہ ہر کہ ڈرے بے گناہوں کی ہلاکت، کافروں کے ہاتھوں اولیاء وانبیاء کی اہانت وایذیت، مشرکوں کا مسلمانوں پر غلبہ وتسلط جس قانون حکمت تکوینی کے مطابق بسبب کچھ ہوتا رہتا ہے، اسی کے بحکمت سحر بھی انشاء کیا ہے اور اور رضائے الٰہی سے لاکھ درجہ قدر غلبہ کفر غیر ہو کہ ہے، اسی قدر تاثیر سحر کو۔ ہر ہر ارادۂ الٰہی کے اندر کتنی کتنی تکوینی حکمتیں اور کتنا کتنا مصلحتیں ہوتی ہیں، اس کا علم بھی بجز اسی دانا و بینا علیم وغیرہ کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۶ (صیہ اگر ہر معصیت کا فاعدہ ہے کہ اسکی تحصیل ضرور خیر مفید ہی ہو تو کرتی ہے) ایسی یہ بحث ہو تو ایسا وقت اور ایسی توفیق کسی صالح کو رہے ہیں، ان علوم ومدلوں کی تحصیل میں جو ان کے حق میں مانع تو در اسے بھی نہیں اور مضری ہیں۔ ضمناً اس سے علوم سحریہ کے سیکھنے کی ممانعت بھی نکل آئی، جیسے ان علوم عقلیہ وفلسفیہ سے جو گمراہی کی طرف لے جائیں۔ یہ دلیل علی ان واجب الاعتقاد للطبیعۃ الثانی تحت عمل الطبیعۃ الاولی ممکن (رازی) ۳۶۷ خود ایسے مدعی ہستوں کی تصریحات سے) اشارہ عہد رسالت کے یہود کی جانب ہے۔ یہ کلام متحقق ہے آیہ قبل لما معھم رسول الخ سے۔ یہود عہد سلیمانی اور اسی ساحری کا قصد دیرپا میں لگی تھا۔ اب جو خرچ پھر اس پہلے تذکرہ کی جانب ہو رہی ہے معاصرین عہد رسول سے متعلق۔ متعلق بقولہ تعالیٰ ودا کثیر من اھل الکتاب وقصۃ المعجز متطرقۃ الی النبی والصحبۃ لاولیاء اللہ (رازی) ۳۶۸ قرآن نے کس دعوی سے کہہ دیا کہ (لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا) یہود ہی خوب جانتے ہیں کہ سحر وساحری کیسی گندی چیز ہے۔ یہود کہہ سکتے تھے کہ ہم کہاں جاتے ہیں، کس نے نہیں یہ چیز دی ہے؟ ہمارے مقدس صحیفوں میں کہاں یہ چیز موجود ہے؟ مگر وہ کہہ سکے۔ اس لئے کہ آج کی تحریفات شدہ، مسخ شدہ توریت تک میں یہ چیز موجود ہے۔ "تو جادوگرنی کو جیتے نہ رہنے دینا" (خروج ۲۲: ۱۸) اور جادوگر کو دار پر لٹکا دینا (استثناء ۱۸: ۱۰) اور رمال وساحر کو کیا کہ وہ سب جو ایسے کام کرتے ہیں، خداوند کی نظر میں مکروہ ہیں" (استثناء ۱۲: ۱۸) ۳۶۹ استدلہ بعہد سحر کی طرف ہے۔ لیے احتمال المعجز (سالم) لیے استدلال ما تتلوا الشیاطین کتاب اللہ واستدلال المعجز دون اللہ (سالم) یہود کو دعوت حق دی جا رہی تھی۔ پیام انکے لیے اس منہ سے توحید کا پہنچ رہا تھا، اور وہ تھے کہ اُدھر سے غافل بے پروا، مانوس وغیر متوجہ۔ لیے انھیں علوم سحر وکہانت میں لگے ہوئے اور انہیں خرافات کو کمال کے درپے ہیں لگے ہوئے تھے۔ اشارہ ان کی اسی عمومی روش کی جانب ہے ۳۷۰ سلیمانی آپ کو سچ مچ ڈالا" یعنی اپنی جان کو عذاب وہلاکت میں ڈالا۔ مفسدانہ فعلہ۔ وہ بُری چیز کھو دی اعمال سحر میں۔ جس کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔ نہ دل کے حاصل پر کامل تفقہ ۳۷۱ تاسف وحسرت کے لیجہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ دیں حق جیسی نعمت سے سرمو ڑے ہوئے یہ کیسو سحر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ گویا دو نوع کی خریداری کر چکے ہیں۔ جیسا اعتقاد والمعجز الکلامی علی الدین الحق (سالم) ۳۷۲ یعنی افسوس کہ اس حقیقت کھلی اور صاف اللہ کی دی ہوئی عقل سلیم سے کام لیا ۳۷۳ اور اپنی موجودہ روش کفر وشک سے تائب ہو جاتے تو ہم گنگا بار کیلئے کرشن جی، نافران دعدار سدوں کے حق میں اس قدر تاسف اسی مالک حقیقی ہی کا حصہ ہے۔ اگیا حد ہے اس تصفت وکرم بے حساب کی ۳۷۴ (جس میں رسول اللہ کو مخاطب وتنبہ کرتے وقت) رسول اللہ معلوم جب مجمع میں قرآن مجید سناتے یا تبلیغ کرتے ہوتے اور کوئی بات بُری سنتے تو قدرۃً دوبارہ آپ کو اسی جانب متوجہ کرنا چاہتے۔ یہود نے اسی موقع کے لئے ارادۃً مترتب لفظ راعنا استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ اسکے اصل معنی تو عرف اس قدر ہیں کہ ہماری رعایت کیجئے یہ لیکن راعنا کے ترخ کو ذرا کھینچ کر پڑھنے سے اسکے معنی میں ایک گونہ حماقت مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ مسلمان اس شرارت سے غافل، بے خبر خالی الذہن، جو بھی بعض اوقات یہ لفظ بولنے لگتے۔ یہاں انہیں کو یہ ممانعت ہو رہی ہے۔ انظرنا کے معنی ہیں ہم پر اُدھر توجہ کیجئے" اور یہ پہلوئے دم دو خالی ہو۔ آیت سے صاف ظاہر ہو کہ منصب رسالت کا ادب صوری ہی بحیثیت سے اسی بالمعنی حیثیت سے بھی ضروری ہے۔ فقہاء نے کلمات سے جن الفاظ سے احتمال بھی اہانت کا نکلتا ہے، ان سے احتیاط لازم ہے۔ وھذا دلیل علی تغلب الالفاظ الصحیحۃ التی یعبأ التعرض للتنقیص (ابن عربی) مالکیہ امام مالکؒ کے ہاں تو ایسے الفاظ پر حد واجب ہو جاتی ہے۔ فقہاء حنفیہ نے جو اپنی بابرکت بینی کیلئے سب سے زیادہ متنازعین یہیں سے یہ سزا بھی نکالا ہے کہ اس بحث کا فیصلہ کہ مدلول تمام پر ارادہ امر جزم ہے یا شروع اصوع کی نیت کے لحاظ سے ہوگا، تاہم کی رائے سے یہیں۔ صحابۂ کرامؓ ظاہر ہے کہ سوء ادب کے قصد سے بالکل بری تھے۔ جماعت جو کچھ کہی، وہ یہود کی نیت پر حکم کر کے۔ ۳۷۵ (رسول کے ارشادات، ادب وتعظیم کے ساتھ) حال کے بعض گمراہ فرق نے ایمان واسلام کیلئے رسول کی شخصیت سے بالکل قطع نظر کر کے محض قرآن کی اتباع کو کافی سمجھ لیا ہے، ان کی گمراہی آپ پر ظاہر ہے ۳۷۶ (جبر جرحی کی توہین اور ایسی ذہنیت، اخلاق کی پاداش میں، خصوصاً ان کافروں کیلئے جو رسولؐ کے ساتھ تربیت بعض وعداوت میں اس حد تک پہنچ جائیں، اور عام انسانیت وتہذیب کے بھی حدود کا لحاظ نہ رکھیں ——— ایسے دلیر معاندین کی اصلاح کی توقع بھی کیا ہو سکتی تھی۔ ۳۷۷ الدین کھرا۔ اسکا فروں یعنی طریق اسلام کے منکروں کی بڑی قسمیں دو ہیں۔ ایک مشرک جو سرے سے توحید ورسالت، ملائکہ وجنات ہی کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کے بجائے عجب عجب تمثیلات اور اوہام گڑھ رکھے ہیں۔ دوسرے اہل کتاب جو اصل بنیادی حقائق پر بعد کا ایمان رکھتے ہیں، لیکن علماً ومعناً ان میں سے حقیقت کو مسخ کر چکے ہیں۔ یہاں چلیں آگے جو خبر کھلے گی، اس کا مبتدا بھی الدین کھرا ہے۔ مزید صراحت کیلئے اُسی دونوں قسموں کو بھی کھول کر بیان کر دیا جائے۔ اھل الکتاب بہ لحاظ قرآن مجید میں بہل۔ آیا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں یہ لفظ موسیٰ اور مسیحی کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس کا اطلاق یہود ونصاریٰ پر ہوتا ہے۔ جو اصلاً توحید ونبوت ومعاد کے قائل تھے، اور آسمانی صحیفے بھی لیے ہیں رکھتے تھے اگرچہ موجودہ اور نقلی تحریفات کے لحاظ سے اکثر مسخ شدہ اور قرآن اور صاحب قرآن کے منکر تھے۔ المشرکین، مشرک وہ ہے، جو سرے سے توحید ونبوت ہی کے قائل نہ تھے، بجائے ایک خدائے واحد کے مختلف مرئیوں کو مختلف قوتوں کا مستقل مالک ومصرف سمجھتے تھے۔ ان کو دیوبتوں، دیوتاؤں کے نام سے پکارتے اور انہیں کی پرستش کرتے۔ اور مختلف عناصر اور مظاہر فطرت کی بھی الوہیت کے قائل تھے۔ حیرت اور افسوس ہے کہ تقریباً کل مترجمین قرآن اور اردو کے بھی متعدد تراجم نے شاید از راہ نادانی یا روشن خیالی کے ترشے ترکیب عبارت کو اہل کتاب کے ترجمہ پر کر دیا ہے۔ "اہل کتاب میں سے جو کافر ہیں" وہ اور مشرکین وغیرہ (حالانکہ یہ ترجمہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اوّل تو اھل الکتاب کا مفہوم ہی کافر اہل کتاب کا ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو اہل کتاب کہے ہی کیوں جائیں؟ موس ہی کہلانے لگیں۔ اس لئے یہ ترکیب ہی سرے سے بگڑ کر مریج اور قاطع المشرکین کا اعراب ہے۔ المشرکین حالت بڑی میں ہے۔ اور من حرف جار کا مجرور۔ اس کا عطف صریحاً اھل الکتاب پر ہے۔ اگر الذین کفروا پر ہوتا تو حالت رفعی میں ہوتا۔ اور بجائے المشرکین کے المشرکون ہوتا۔ ایک حدیث میں کافروں کی یہ دو گونہ تقسیم اہل کتاب ومشرکین میں صراحت کر کے دونوں کے حق میں عذاب کی دعا آئی ہے۔ اللھم عذب الکفرۃ اھل الکتاب والمشرکین الذین یصدون عن سبیلک ویتحدون عن حدودک ویبغون لک عوجا ویجعلون معک الھۃ اخری لا الٰہ الا انت تبارک وتعالیت عما یقول الظلمون علوا کبیرا۔ ۳۷۸ (رلے مسلم ابو

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا
اور اُس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں کو اس سے روک دے کہ ان میں اُس کا
اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ
نام لیا جائے ۱۱۴ اور اُن کی ویرانی کی کوشش کرے ۱۱۵ یہ لوگ اس لائق
اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا
اس میں داخل ہوں مگر ہراساں ہو کر ڈرتے ہوئے ۱۱۶ اُن کے لئے دُنیا میں (بھی) رسوائی
خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلِلّٰهِ
ہے اور آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے ۱۱۷ اور اللہ
الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ
ہی کا ہے مشرق (بھی) اور مغرب (بھی) ۱۱۸ سو تم کو بھی جدھر کو بھی منہ پھیرو ۱۱۹ اللہ ہی کی
اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ
ذات ہے ۱۲۰ اللہ بڑا وسعت والا ہے ۱۲۱ بڑا علم والا ہے ۱۲۲ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے
اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
ایک بیٹا سا لیا ہے ۱۲۳ پاک ہے وہ ۱۲۴ اصل یہی ہے کہ اُسی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور
الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ
زمین میں ہے ۱۲۵ سب اسی کے حکم پر دار ہیں ۱۲۶ (وہ) موجد ہے آسمانوں اور
وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ
زمین کا ۱۲۷ اور جب کسی کام کا کرنا ٹھہرا لیتا ہے ۱۲۸ تو بس اتنا ہی اس سے

معزل

کہتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے

۱۱۴ مسجد جمع ہے مسجد کی۔ مسجد کے معنی ہیں سجدہ کرنے کی جگہ۔ مراد اس سے ہر وہ جگہ ہے جہاں اللہ کی عبادت کی جائے۔ اس آیت کے شانِ نزول میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ ابن جریر نے ابن زید کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں نماز پڑھنے سے روک دیا تھا۔ ابن ابی حاتم نے عکرمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت رومیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے بیت المقدس کو برباد کر دیا تھا۔ ابن جریر نے قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے بخت نصر کے ساتھ مل کر بیت المقدس کو برباد کیا تھا۔ ابن زید کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے اور ہر اُس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اللہ کی مسجدوں کو برباد کرنے کی کوشش کرے۔ ابن عربی نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب خواہ کچھ ہو، اس کا حکم عام ہے اور ہر اُس شخص پر حاوی ہے جو اللہ کی مسجدوں کو برباد کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرے اُس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (ابن کثیر)

۱۱۵ یعنی اُن کی ویرانی کی کوشش کرے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرے اُس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (ابن کثیر)

۱۱۶ یعنی اُن کے دلوں پر اللہ کا خوف اتنا غالب ہو کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ڈریں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

واقعہ کی بنا پر مؤمنین نے یہاں اہل کتاب سے مراد یہود یا اسرائیل یہود لی ہے۔ لیکن لفظ قرآنی علم ہے اور یہود و نصاریٰ دونوں اسکے حکم میں یکساں داخل ہیں۔ مسیحیوں کی طرف سے جو گلہ ہوا تو زبردست اور منظم اور علمبردار یہود کی طرف سے نسبتہً ہلکا اور مخفی پراپیگنڈا عقائد اسلام کے خلاف مباحثہ، تائید مسیحی، جنوانی تحریروں کے ذریعہ سے اسلامی آبادیوں کے درمیان جاری رہتا ہے، وہ سب اسی کے مظاہر ہیں۔ غایت ان ساری سرگرمیوں اور کوششوں کی یہی رہتی ہے کہ مسلمان اگر یہودیت و مسیحیت کو قبول کریں جب بھی اکرام اپنے دین کی طرف سے آزمودہ گان و برگشتہ ہو کر رہیں۔ ۳۸۸ یعنی یہ کوششیں اور سرگرمیاں بھی اخلاص و ہوا خواہی کی راہ سے نہیں۔ رشک و حسد سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ یہود کا حسد تو خود اپنے پیغمبر و ہادی تک سے رہا ہے اور اس پر جو عہد بقتل ناطق ہے۔ ۳۸۹ انہوں نے خیمہ گاہ میں موسیٰ کے برادر و خداوند کے مقدس مرد ہارون پر حسد کیا (گنتی ۱۶:۱۰) اور صید جدید کی شہادتیں بھی حسد کے باب میں کچھ کم واضح و صریح نہیں۔

یہودیوں نے حسد میں آکر ازاری آدمیوں میں سے کئی بدمعاشوں کو لیکر ساتھ لیا اور پھیڑ لگا کر شہر میں فساد کرنے لگے۔ (اعمال ۱۷:۵) یہودی اتنی پھیڑ دیکھ کر حسد میں بھر گئے۔ (اعمال ۱۳:۴۵) ۳۹۰ یعنی اہل کتاب کے اس ابھار و مخالفت کی ساد گی کو اشتباہ یا مغالطہ عقلی نہیں۔ محض ضد اور عناد اور استکبار ہے۔ ۳۹۱ (ہر وقت لے سانس لو ان کے سی طرح کا انتظام نہ لو) یہود کی منوبانہ کوششوں پر مسلمانوں کا اشتعال ایک ارسٹی تھا اس کی ہدایت ہو رہی ہے کہ سوءِ ظن عہدہ درگزری سے کام لیتے رہو اور انتقامی تعزیری کارروائیاں فوراً ہی نہ شروع کر بیٹھو۔ ۳۹۲ (جہاد و قتال کے لئے) اکثر صحابہ و تابعین سے حکم کی تفسیر جنگ جہاد و قتال کے ساتھ منقول ہے۔ ۱۸۱ الامر بالقتال وھو قول اکثر الصحابۃ ذکرہ الذی ھو الاظہر فی تفاسیرھم (بیضاوی) المراد بہ الامر بالقتال (روح) حکم قتال اس وقت کے لئے تھا جب تک کہ مسلمانوں کی طاقت نہ بڑھ جائے۔ ۳۹۳ (اس دین میں لے سانس لو) مطلب یہ ہے کہ زمانہ جہاد کے احکام دوسرے ہیں جب تک وہ نافذ نہ ہوں انکے نظائر میں عام احکام اسلامی کی پابندی ہرگز غفلت و تساہل کو روا نہ دو۔ یہ ابالی اور بدلی عبادتیں تو ہر حال و صورت میں واجب العمل ہیں۔ ۳۹۴ یعنی کچھ جہاد و قتال ہی پر موقوف نہیں۔ اعمال صالحہ کو جو کچھ بھی یہ آجائیں سب یکساں قبولیت رکھتے ہیں۔ برابر اسمیں دین لگے رہو۔ لاظہ کہ حذف مضاف ہی بھی لیے نفع اپنی نجات و مغفرت کے واسطے وھو علی حذف مضاف لے اصاحۃ اصکم (کبیر) تجدوہ۔ لے پالو گے، یعنی اسکے اجر و ثواب کے یا رکھے پر اسمیں کسی عمل کا ضیاع نہ ہوگا۔ تجدوہ لے توابہ (بیضاوی) المراد وجدان ثوابہ وحذاکہ (کبیر) ۳۹۵ (سو اس کا احتمال ہی نہیں کہ کوئی نیکی ضائع جائیگی، اجر ہر نیکی کا پورا پورا ملے گا) ۳۹۶ یہ کہنے والے یہود و نصاریٰ تھے۔ قرآن مجید نے اسمیں کسی کی تعمالی کی ہے۔ یہود کا یہ عقیدہ شروع سے چلا آرہا ہے بجائے اسمیں کی قوم اور دو استثنائی قوم کے ساتھ مخصوص ہے۔ چنانچہ انجیل میں بھی ان کا یہ عقیدہ نقل ہوا ہے "سحاب یہود میں ہے" (یوحنا ۴:۲۲) یہود و نصاریٰ دونوں کے مثال کے مزید حوالوں کے لئے ملاحظہ ہوں حواشی تفسیر انگریزی۔ ظہور اسلام کے وقت یہود و نصاریٰ کا گمان یہ تھا کہ اس نئے دین کے قبول کرنے کی ہدایت کیا، نجات تو ہمارے دینوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ ۳۹۷ (جو کبھی بوری نہ لگنے والی خبیں اور جن کی تائید میں نہ کوئی دلیل معقول ہے اور نہ منقول) افسوس بزرگ زادگی اور نسلی و رسمی شرافت کے پیمبروں کی اولاد کے کام آسکی تو ہمارے زمانہ کے نام نہاد اور مشائخ زادوں کا اپنے شرف نسلی پر مغالطہ کئے رہنا کس درجہ بے معنی ہے۔ امنیہ کا واحد ہے امانی کا معنی ہے مشتہی۔ امکوہ اور امجوبہ کے وزن پر ۳۹۸ (اپنے اس دعوی میں کہ نجات صرف یہودیت یا نصرانیت کے ساتھ وابستہ ہے) پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت ہوتی ہے کہ اہل کتاب کے کھوکھلے نرالے دعووں اور خالی آرزوؤں سے کیا ہوتا ہے۔ اگر صداقت کے مدعی ہو تو اپنی تائید میں کوئی دلیل عقلی یا نقلی لاؤ۔ ۳۹۹ یہی نجات کا صحیح قانون ہے یہ جواب سیاں ہو رہا ہے لی اپنے اسبق کی نفی و تردید کے لئے ہی۔ یعنی تمہارا دعوی غلط محض ہے۔ صحیح قاعدہ یہ ہے جو آگے آرہا ہے۔ ۴۰۰ (اپنے اس ایمان و اعتقاد میں) یعنی اس کا عمل بھی اسکے عقیدۂ توحید کے مطابق ہو۔ گویا ایمان حسن عمل دونوں صحیح ہوں۔ وجہہ کے لغوی معنی چہرہ کے ہیں۔ لیکن محاورہ میں اکثر اوقات ہر صفت کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور یہی یہاں مراد ہے (بیضاوی) عن الجوارح والذات والوجہ اعم استعمالا فی الذات وانما یجاء بذکر القصد (روح) اسلم وجہہ للہ یعنی توحید کا پوری طرح قائل ہو جائے لا آمیز ترش شرک۔ لے احلص نفسہ لہ لا یشرک بہ غیرہ (کشاف) لم یقصد سواہ (روح) ۴۰۱ حوف و اندیشہ کا تعلق مستقبل سے ہے اور حزن و غم ماضی کے واقعات پر ہوتا ہے۔ ذکر قیامت کا ہے کہ اس روز اہل ایمان، اپنے ماضی پر حسرت و تاسف کے نہ آئندہ کے لئے دہشت زدہ ہونگے۔ ۴۰۲ یعنی ان کا دین تمام تر باطل ہے۔ یہودی قوم عقیدۃً ہر حال موحد تھی۔ تعدد الوہیت کی تخلیط وہ بدولت ہی ذکر سکتی تھی اور نہ اسکی قائل ہو سکتی تھی کہ اسے گڑھے ہوئے دین میں کچھ بھی صداقت ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ۴۰۳ یعنی ان کا دین تمام تر باطل ہے۔ تربیت موسوی متعلق وجودہ الحکیموں میں تذکرہ الفاظ ذیل میں ملتا ہے۔ "آدمی شریعت کے اعمال سے کوئی بہتر استبازہ ٹھہرے گا" (ایضاً ۱۵:۲۰) "راستبازی اگر شریعت کے وسیلے سے ہوتی تو مسیح کا مرنا عبث ہوتا" (ایضاً ۲:۲۱) طلاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ (اصطلاح انجیل میں مطلق شریعت ( ) سے مراد شریعت موسوی ہی ہوتی ہے) ۴۰۴ الکتب۔ یعنی مجموعہ صحائف انبیاء جو اپنی متواتر شکل اسی کی آرائے عہد نامہ عتیق کہتے ہیں۔ یہود بھی وہ دلوں ان مجموعوں کے الہامی اور مقدس ہونے کے قائل ہیں۔ وھم فیہ والحالہ (کشاف) افسوس ہے کہ انہیں گمراہ قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی بلا سوچے اپنی مشترک کتاب قرآن کے گرد و پر گرد ہو کر ایک دوسرے کی تحقیر بلکہ تفسیق و تضلیل شروع کر دی۔ اور وہ بات نگہ کر کی آجاتی ہے۔ صدیہ ہے کہ شافعیہ حنفیہ کو ذلیل سمجھنے لگے اور اشعریہ اور ماتریدیہ کے نزدیک ہدایہ انہیں کے لپٹے اپنے حلقوں میں محمد دہ کر رہ گئی ہے۔ ۴۰۵ (وہی اور نبوت کا وہ کہنے لگے کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی حق پر نہیں۔ علو سے آیت میں مراد کتاب آسمانی کا علم ہے۔ یہ کہنے والے کون تھے یہود اور ایسے مدعیے پیروی جن کی بنیاد کسی کتاب آسمانی پر ہو۔ یہی ہجز و جاہلی کے پیرو اسے تحت میں آجاتے ہیں۔ یعنی ذلک مثل قولھم (کبیر) ۴۰۶ من اصل ذلک الکذب وھو عدم الوثوق والاعتماد علی عدم الاعتماد والمطلوب عدم الکتاب (روح) مشرکین العرب فی قول الجہلۃ (روح) قرآن مجید نے طرز کے مختلف عنوانوں اور پیرایوں سے یہود کو جا بجا یہاں استعمال کیا ہے مؤثر علم حقیقی، علم وحی و نبوت ہی کے معنی میں کیا ہے۔ ان آیتوں سے آج کل کے روادار "علوم و فنون" اور اسکولوں کالجوں، یونیورسٹیوں کی تعلیم پر استدلال کرنا کس قدر تہ یہ ظلم قرآن مجید اور فہم سلیم دونوں کا ہے۔ ۴۰۷ یعنی سے عمل جنتی بیصلہ نہ رہے۔ ۴۰۸ ہمارے یہاں بھی موجود ہے۔ بیہقی سے مروی ہے ایک مرفوع حق دو ایمان کا اور دو سر مرفوع اہل باطل و کفر کا۔ یقضی بین الحق والباطل (سماع) بحکم بین الحق والمبطل (کبیر)

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ
اور یہ کہتے ہیں کہ جنت میں کوئی ہرگز داخل نہ ہوگا مگر ہاں وہی جو یہودی ہا
نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ
نصرانی ہوں ۴۰۹ یہ اُن کی (فرضی) آرزوئیں ہیں ۴۱۰ آپ کہدیجئے کہ اپنی سند لاؤ اگر
كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١١١﴾ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ
تم ہو ۴۱۱ ہاں البتہ ۴۱۲ جو کوئی بھی اپنی ذات کو اللہ کے آگے جھکائے
مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
اور وہ مخلص بھی ہو ۴۱۳ تو اپنے کئے کے لئے اس کے پروردگار کے پاس اس کا اجر ہے اور ایسوں
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١١٢﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ
پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے ۴۱۴ اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی بنیاد
عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ
پر نہیں ۴۱۵ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی بنیاد پر
شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ
نہیں ۴۱۶ درآنحالیکہ وہ سب ایک ہی کتاب آسمانی پڑھتے ہیں ۴۱۷ اسی طرح وہ لوگ بھی کہتے
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ
جنہیں علم کا سائل جو (کچھ بھی) علم نہیں رکھتے ۴۱۸ سو اللہ اُن کے درمیان
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١١٣﴾
قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کر دیگا جس میں وہ جھگڑتے رہتے ہیں ۴۱۹

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ
ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح اسکے پڑھنے کا حق ہے ۴۳۲ وہ لوگ
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
اس پر ایمان لے آئینگے ۴۳۳ اور جو کوئی اس سے کفر اختیار کریگا تو یہی لوگ (دُنیا) نقصان اُٹھانے والے ہیں ۴۳۴
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
اے بنی اسرائیل میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم کو بخشیں ۴۳۵
وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ
اور یہ کہ میں نے تمہیں دنیا جہان والوں پر فضیلت دی تھی ۴۳۶ اور اُس روز سے ڈرو جب کوئی
نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا
کسی کے بھی کام آئے گا اور اس کی طرف سے معاوضہ قبول کیا جائیگا اور نہ کسی
تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ
کو سفارش نفع پہنچا سکے گی اور نہ انہیں مدد ہی پہنچ سکے گی ۴۳۷ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب
رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ
ابراہیم کو اُن کے پروردگار نے چند امور میں آزمایا ۴۳۸ اور انہوں نے وہ انجام دے دیئے ۴۳۹ ارشاد ہوا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں ۴۴۰ کہا
اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي
(تو) میری اولاد میں سے بھی (بنائیے گا) فرمایا کہ میرا اقرار ظالموں کے حق میں نہیں ۴۴۱
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
اور (نیز) وقت بھی یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے ایک مقام جمع اور

۴۳۲ (جس سے ہم بھلا دنا چاہتے ہیں) آیات کے معنی نشان کے ہیں۔ قرآن مجید میں کثرت سے اس کا استعمال ہوا ہے اور یہاں بھی یہی مراد ہے اور مُتَوَسِّم سے مراد وہ واقعہ ہے جو معمولی عام سے بڑھا ہوا ہو اور بلا اسباب ظاہری اس کا ظہور تائید رسُول کے لئے ہو۔ رسُول اللہ صلعم کی صداقت پر معنوی دلائل و براہین تو ہر وقت موجود تھے لیکن مشرکین کی طرف جسّی طور پر کچھ نشانات بھی دیکھنا چاہے تھے جن کا ذکر اس جگہ کیا گیا ہے۔ ۴۳۳ یعنی لوگوں کی عقلی و روحانی زندگی کا مدار اسی پر ہے۔ ۴۳۴ یعنی اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھائیگا۔ ۴۳۵ اپنے اپنے زمانہ کے پیغمبروں اور احبار حق سے اپنی اپنی قوم کو جو نعمتیں ملی تھیں۔ ۴۳۶ طالب ایک نشان (آیت، معجزہ، واعظ) کا تقاضا کرتا ہے بلا کر یہاں تو نشان پر نشان (الآیات، معجزہ، صبح ہوتے ہی) کے ڈھیر لگ گئے۔ تاریخ اور سیرت میں جس قدر معجزے تواتر کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں ان کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے نبی کے حق میں نہیں ملتا۔ ۴۳۷ قرآن مجید کی اصطلاح میں کلمہ عقل و فہم کے لحاظ سے بالکل یہاں آب کے ایک قطرہ سے مراد ہے۔ ۴۳۸ ابتلا یعنی آزمائش۔ ۴۳۹ یعنی ان کو پورا کر دکھایا۔ ۴۴۰ قرآن مجید کی اصطلاح میں کلمہ ظاہری، الٰہی تعلیمی و اداری اقتدار کے لئے مستعمل ہوا۔ بیتاً۔ یعنی یہ شاید کچھ اس سے ملتے جلتے معنی ہیں۔ ہم نے انہیں بالکل واضح و آشکارا کر رکھا ہے ان میں کسی طرح کا اخفا نہیں۔ قد بیتاً۔ قد کی تاکید سے بیتاً کی اہمیت کو اور زیادہ ظاہر کیا ہے۔ ۴۴۱ یعنی ظالموں کو امامت نہیں ملے گی۔ ۴۴۲ یعنی لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد کعبہ ہے۔ ۴۴۳ یعنی اس کی زیارت کے لئے بار بار آئیں گے۔ ۴۴۴ یعنی اس کو امن کی جگہ بنایا۔ ۴۴۵ یعنی اس کے قصد حمل و عادی گمراہی گمراہ کرنے اور شک و ارتیاب کی آلودگیوں سے پاک ہیں۔ ۴۴۶ یعنی اس کے حول یا مصری، سرجال اس سے بعض عامل کرنے کے لئے وہ نصیب جسم حاضر ہے۔ ۴۴۷ آنکھ رکھنے والے کے لئے پیسر کی کتاب نہ زندگی کی ایک ایک سطر عبرت سے عارف رُومی نے اسی حقیقت کی ترجمانی کی ہے ؎ در دلِ ہر کس کہ دارد چشم کار اوش عبرت است و ہر کتابے کہ بخواند حرف حرف اوش معرفت است ۴۴۸ یعنی دل سے اس کی تعظیم و احترام کرتے ہیں۔ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی تحریف و تغیر کو روا نہیں سمجھتے۔ حق تلاوت ادا کرنے میں یہ سب کچھ آگیا۔ یتعبدونہ حق اتباعہ (ابن عباس) عروفین الکلم عن مواضعہ ولا یتاولونہ علی غیر المعنی (کعبی) الکتب سے مراد توریت ہے۔ یعنی التوراۃ (ابن عباس) الذین اٰمنتھم الکتب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ ھم الیھود والنصاریٰ (ابن زید وھو قول عبد الرحمٰن) من زید واحداً او زید اثنین

صاف مطلب یہ ہے کہ خدا نے کوئی کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے ۔۔۔ قرآن عیسیٰ کی الوہیت کو پوری طرح مجھ کیلئے قرآن کے صدہا مقامات کی طرح یہاں بھی اسی مغربی کے خلاف دلائل پیش کرتا ہے ۔ ایک نسبہ دست فرقہ Adoptionists کے ہم کدا ہی ان کے مرکزی عقیدہ کیلئے اصطلاحی لفظ تبنیت Adoptionism کا یہ عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح مخلوقہ خدا میں ۔ وہ خدا نہیں ہوئے ، وہ خدا شریک ہے نہ بنائے اور خود بخود نہیں ہیں ۔ بلکہ اصلاً مخلوقہ انسان ہی تھے ۔ البتہ اقوام مثالیہ یعنی روح القدس یا فیضان الہی پر متوجہ ہی ہوئے رہتا تھا ۔ اسلئے وہ قدسیت کے ایسے اعلیٰ کمال کو پہنچ گئے اور روح الٰہی انکے اندر ایسی حلول کر گئی کہ قوم اول یعنی خدا نے برتر و اعظم نے انہیں اپنا بیٹا قرار دے کر گویا اپنا بنتے بنا کر ، شریک الوہیت کر لیا ۔ اور اب وہ ربوبیت الٰہیت وغیرہ کے صفات الٰہی میں شریک و سہیم ہیں ۔ اس عقیدہ کے جو وجوہ تسمیہ میں پائے گئے ہیں ۔ اس شائبہ کی تردید ہو جاتی ہے ۔ آٹھویں صدی مسیحی میں پایا گیا ۔ یادرہوں صدی مسیحی میں اس نے پھر زور پکڑا اور پھر یہ لوگ تنذیق قرار پائے ۔ بلاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی ۔ آیت میں صاف اشارہ مسیحیت کی اس شاخ کی جانب ہے ۔ رہا مسئلہ معتزلہ کی ، تو ہر حال بندہ اور بشری ہونا ہے کسی کی نظر کو کوئی مسیحیت کے سلسلہ میں یہ حوب یاد ہے کہ کسی مذہب میں عقیدۃً بنوت کوئی ثانوی درجہ اعزازی حیثیت میں سکتا ہے مسیحیت کی اس شاخ کی نظر سے کوئی بیٹا ہونا ہے کسی کی نظر سے کوئی بیٹا ہونا ہے کسی کی نظر سے کوئی بیٹا ہونا ہے کسی

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۖ وَ

اور جب کر دیا ہم نے گھر ٹھکانا لوگوں کا اور امن کی جگہ اور بنا لو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ

عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ

ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کی طرف حکم بھیجا کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک

لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ

صاف رکھو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے

اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ

اور وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جب ابراہیم نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن

اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

والا بنا دے اور اس میں رہنے والوں کو روزی دے پھلوں سے جو ایمان لائے ان میں اللہ اور روز

الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ

آخرت پر ارشاد فرمایا کہ جو کفر کرے گا میں اسے بھی کچھ دن مزہ اٹھانے دوں گا پھر اسے

اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

گھسیٹوں گا عذاب دوزخ کی طرف اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ

اور وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانۂ کعبہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ (خدمت) قبول فرما تو ہی سب کچھ سننے والا ہر چیز سے واقف ہے

مع

برکت ہو گا۔ اور اسے بہت بڑھائیں گے اور اسے بہت بڑھائیں گے۔ (پیدائش ۱۷: ۲) اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کر میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ (پیدائش ۲۱: ۱۸) اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیرانداز ہو گیا۔ (پیدائش ۲۱: ۲۰) یہاں حکم جو کچھ مل رہا ہے وہ آپ کو اور آپ کے والد ماجد کو شرک سے دور رکھنے کا حکم تھا۔ گویا عادت کے مطابق آپ اپنے والد ماجد کے برابر کے شریک تھے۔ ۴۵۳ ہر طرح کے شرک و بت پرستی کی گندگی سے، صلاۃ یہاں مراد ہے کہ تمام متعلقہ عبادات کی اچھی طرح ادائیگی سے دور اور ذکر توحید و عبادت الٰہی کو مکمل و صحیح طور پر صفائی کے ساتھ کبھی کبھی آیا جاتا ہے۔ ۔ خواہ تعلیم و امر الانسان و عادۃ الانسان فیہ و من الحرث بالنفاد (بس جو چیز عادۃً و بکثرت دستیاب ہو) اور اس کا استعمال بھی کثرت سے ہو۔ والتطہیر للمعبود بما یلیق بہ کل بالبدیہ۔ طہارۃ تشبیہ کا صیغہ ہے حکم حضرت ابراہیم کے ساتھ حضرت اسمٰعیل کو بھی مل رہا ہے اور اقامت توحید میں برابر کے شریک بنائے جا رہے ہیں فخواہ نہ خواہ اس صیغہ سے مفہوم عموم کا لیا ہے یعنی تطہیر کی ذمہ داری ہر فرد پر ہے۔ خواہ وہ ابراہیم کی طرح تنہا ہو یا اسمٰعیل کی طرح تابع و مقتدی ہو۔ طہرا بالتشدید مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خوب اچھی طرح پاک صاف رکھو تمہارے نبیوں سے یہ کہا گیا ہے کہ مسجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ تشریفِ بتیسر سے گھر کی ترکیب کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔ اسلام کا مقصد فائدہ کسی فرد یا گروہ کو پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کے لیے ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر نماز سے پہلے وضو کا حکم ہے۔ اور اگر وضو نہ ہو تو تیمم کا حکم ہے۔ اور اگر غسل کی ضرورت ہو تو غسل کا حکم ہے۔ اسی لیے ہر نماز سے پہلے وضو کا حکم ہے۔ اور اگر غسل کی ضرورت ہو تو غسل کا حکم ہے۔ اور اگر تیمم کی ضرورت ہو تو تیمم کا حکم ہے۔ اور اگر نماز سے پہلے وضو کا حکم ہے۔ اور اگر نماز سے پہلے غسل کا حکم ہے۔ اور اگر نماز سے پہلے

۴۳۸ء اور اسلام تبول کر لیں گے، مطلب یہ ہے کہ دجال کتاب صد نصایحت، جبت و حرمی کے کام میں لیتے ہوں گے اور ہجرت کے قائل ہو جائیں گے، اور یہ رسول اللہ صلعم پر ایمان لے آئیں گے۔ یؤمنون بہ میں ضمیر رسول اللہ صلعم کی جانب راجع ہو سکتی ہے۔ اس تاویل سے کہ اُوتُوا بِہٖ کا ذکر اما ارسلناک بالحق میں مضمر ہے۔ قیل یعود علی النبی صلعم وقد تقدم ذکرہ فی قولہ انا ارسلناک بالحق (بیضاوی) اکثر نے الکتب کی طرف پھیرا ہے۔ طاہر نے الصمیدی سے بھی ابن ماجہ الصمیدی یتلو فی الکتب (ع) لیکن سب سے اصح یہ ہے کہ ضمیر میں مرجع الحق (آیت ۱۱۹) اور العلم (آیت ۱۲۰) کو مانا جائے اور مسیٰ یہ کے مائیں کہ یہ لوگ اس دین حق اور علم وحی پر ایمان لے آئیں گے۔ ممتر فاتحوی ادنہ مفترہ جلوی اعتدہ عبدالعزیز: دونوں سے یہی ترکیب نحاتہ کی ہے۔ مآل کا مقصود کلام یہ ہوا کہ یہ لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں گے۔ ۴۳۹ء (وبہ واحوت میں، سکر یں) اسلام سے دوری کا یہ نتیجہ ہے دنیا میں بھی ان کی برباری مسکنت ستاہا میں آخری ہے۔ یکم ربہ میں عین میرے کہ حج کے ارادہ اختلاف ہیں اور اسے بیان بھی یہی ہے کہ الحق والعلم کو ماماے ۴۴۰ء قوم بنی اسرائیل اور اُن پر جو اساسات عہد اوری تھے ان کا تعارف و کوشع ہے۔ دین کے حاتیے ملاحظہ فرمائیے تاہیں ملاحظہ فرمائیے ہیں اسرائیل کو اس کے موجع اور ان کی گمراہیوں کی سرگزشت سنا کر یاد دلایا جا رہا ہے کہ ان کی اصلیت و تاریخ کا راز کھلا کیا ہی تھا کہ وہ موضوعِ علم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں تھے۔ اور توحید و نبوت کی امانت انہیں کی نسل کے سپرد کی گئی تھی۔ انہیں اگر یہ استعداد انہیں العاماے سطور سے تو چاہیئے کہ اسی دین ابراہیمی کی طرف رجوع کریں ۴۴۲ء (کسی طرف سے بھی ہو سکے گی) یہ آیت ہی رکوع ۱۴ میں گزر چکی اور دین اس پر شدہ حاتیے دیئے جا چکے ہیں۔ بنی اسرائیل سے اس وقت ایک توحیدِ قیامت کی واکل حلاوتِ عقاد اور حرام اور اسرائی ماری مُوتیں اسی دیباس مدود رکھ لی تھیں چنانچہ یہود توحید و نبوت میں بھی جہاں جہاں مساعدت و مقاومت کے قرارت مدد کریں، اسی دیباکی حتمالی و دعاہی کا بیان ہے۔ اس لئے پہلے تو انہیں یوم آخرت کی یاد دلائی گئی اور پھر ان کی گمرہی کے ایک ایک مرکبی بقیدہ، متعاصت، کعاندہ و دعدیہ مصرف لگائی گئی۔ آیت کے الفاظ لتاجع ہیں کہ یہود نے کے ساتھ تعراضت کی بھی حرکتی جاتی ہے۔ تعراضیت کی خاص اہمیت ہے اس لئے اس کی تعریف ہی ضروری ہے۔ ۴۴۳ء یہ امر پہلی بار قرآن میں آیا ہے۔ قرآن کے مطالعہ اول اہل عرب تو تحصیلیں اس کے لئے معلوم و معروف تھیں مگر آن کے ہام اس کے سامنے کے مختلف لوگوں کی مزید تعاداد کے لئے آتا ہے اور یوم ابراہیم کو تودہ مرگ تھے ہی سے علاوہ مشرکین عرب کے یہود و نصاریٰ بھی جو ہی واقف تھے۔ ان کا تعارف اور بھی ضروری تھا یہ ابراہیم علیہ السلام اور ہی میں جو اسلامی عقیدہ کے علاوہ یہودی و نصرانی عقیدہ میں بھی ایک بڑے جلیل القدر پیمبر گزرے ہیں۔ تورات میں آپ کا نام ابرام اور ابراہام دونوں طرح سے آیا ہے۔ تورات کی روایت ہے کہ آپ نے اور حضرت لوط کے درمیان پتنوں کا فرق ہوا ہے جس کی وجہ تورات ہی سے لیکن بہت سے تھے ہیں کا حیال بعض قوی قرائن کی بنا پر یہ ہے کہ تورات میں نسب نامہ کی تقدیم ہی سال ولادت سے حالانکہ تحقیق اقربات کی حدید ترین تحقیق کے مطابق ۲۱۳۳ق م ہے اور ۲۰۹۸ق م ہے سال وفات اس حساب سے ۱۹۳۵ق م ٹھہرتا ہے والکہ ہاتھ ہاتھ ہے۔ عبرتی تلفظ میں آرام کا تلفظ ہامہ ہاں میں کمی کی طرح آیا ہے مسلمانوں کے لئے قرآنی اعطا کر کافی ہے۔ وطن آبائی کلک، اہل کے کوایہ دار تاگر دی تحقیق کا الیٰ اقصد جدید حرانیوں میں اسی کو ملک عراق کے ہیں جس تہرہیں آپ کی ولادت ہوئی اس کا نام تورات میں اُور (UR) آیا ہے۔ مؤلوں نے تہر تفلت سے فائدہ بھا۔ اب اسرار نمودار ہو گیا ہے۔ کھدائی کے کام کی داغ بیل ۱۸۵۴ء میں ہی پڑ گئی تھی ۱۹۲۲ء میں رولنسن اور امریک کے ماہرین الثرات کی ایک مشترک تحقیقی مہم مرتش ہیم ویلم اور میسوپوٹیمیا یو مورسٹی کے زیر اہتمام کھدائی کو دوبارہ شروع کر دیا اور عراق گورنمنٹ کے تعاون سے محاسن ۱۹۳۴ء تک برابر کھدائی کا کام جاری رہا۔ رفتہ رفتہ اس شہر کی تاریخ کا حال معلوم ہوتا گ

۴۶۰ سمیع۔ سننے والا زبان سے نکلے ہوئے لفظ اور قول کا۔ علیم۔ جانتے والا دل کے اندر کے خواص کا۔ مشرک قوموں کے لوگ اور فلاسفہ نے سب سے زیادہ ٹھوکر حق تعالیٰ کی صفتِ علم ہی کے باب میں کھائی ہے۔ اور باری تعالیٰ کا علم، امور ذہانیہ، ناقص و محدود فرض کیا ہے۔ قرآن پر علم الٰہی کے کامل محیط ہونے کا شدومد سے اثبات کرتا ہے، اور اللہ کے علیم و سمیع ہونے کا بار بار ذکر کرتا ہے، اس کا ایک مقصد فلاسفہ کے اس وہم باطل کی تردید کرنا ہے ۴۶۱ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل۔ اے محمد صلعم علیہ السلام یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم اور اسمٰعیل کعبہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ یہ ذکر ہے اس تعمیر کا جو ابراہیم و اسمٰعیل نے کی تھی، اور جس کی تجدید عمالقہ کے زمانہ میں ہوئی تھی، اور جس کی تجدید قصی نے کی تھی، اور جس کی تجدید قریش نے کی تھی، اور جس کی تجدید عبداللہ بن زبیر نے کی تھی، اور جس کی تجدید حجاج نے کی تھی، اور جس کی تجدید خلفاء عباسیہ نے کی تھی، اور جس کی تجدید سلطان مراد نے کی تھی، اور جس کی تجدید ۱۹۳۹ء میں ہوئی تھی۔ اور جس کی تجدید ۱۹۶۳ء میں ہوئی تھی۔ اور جس کی تجدید ۱۹۷۳ء میں ہوئی تھی۔ اور جس کی تجدید ۱۹۸۳ء میں ہوئی تھی۔ اور جس کی تجدید ۱۹۹۳ء میں ہوئی تھی۔ اور جس کی تجدید ۲۰۰۳ء میں ہوئی تھی۔ اور جس کی تجدید

س حکم المجبود۔ رکوع اور سجدہ عبادت کی ذو معنوی متعارف ہستیوں ہیں طاعتیں اور نمازیں اور رکوع عاد تو دیوار اطوں کے لئے کے بجائے یہ بھی ممکن تھا کہ صرف عابدین یا ذاکرین کہا جاتا مگر یہ تفصیل و تصریح سے ایک ایک عبادت کی تخصیص اور برتری کا الگ الگ اظہار ہو گیا۔

۴۵۵ اس یہ میں خلیل اللہ کی یہ دعائیں جن جیب انگیز پیرایوں میں ہوئیں، وہ خود ایک مستقل عنوان ہے بیشتر والے لٹریچر سلطنت خوشحالی اور ثروت مآل، قتل خوں کا مار اگرم، وسائل عمر عمدہ و طریک، راستہ غیر محفوظ۔ اس پر بھی حج و بیت کے لئے اجیال اور ذاکروں کا آنا صدیوں سے جتھا ہوا اور اس آبائی کھانا کھانے کی آپ اپنی طبیعتیں ہیں۔ مثلاً لٹے پٹے ہیں۔ دعائے لٹتے ہیں۔ مثلاً لٹے پٹے ہیں۔ دعائے لٹتے ہیں۔ مثلاً لٹے پٹے ہیں۔ دعائے لٹتے ہیں۔ اور ترتیب اسلامی نے تو شعائر و علامات شہر کو محترم بھی قرار دیا یعنی ان حدود کے اندر امان تک کا شکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور خوبی بھی اگر آ کر حرم کعبہ کے اندر پناہ گزین ہو جائے تو اُسے وہاں قتل میں کیا جا سکتا تھا۔ اسی احتراز کا اشارہ اس دعا میں تھا کہ دوسری دعا یہ بھی کی کہ وہ کھانے کو بھی ملتے رہیں۔ مکہ ماحول ایسی جگہ ہے کہ ساری میں بیت یہ بیت بتیلی ہے۔ بیت پتھریلی، ماتر کی بہت ہی قلیل مقداریں ہوتی ہے۔ ہر طرف یہ کنکر کے ٹیلوں اور ہموار ہونے کا کہیں نام و نشان تک نہیں پھیلاؤ ہوتا۔ اور کاشتکاری و باغبانی کو تو کوئی جانتا بھی نہیں ایک پتے آب و گیاہ سر میں، کہیں ریگستان، کہیں گرم و خشک پہاڑیوں کے چٹان کہیں ان سے اور تو چھٹے تارہ تارہ پھیل، پیوست، ترکیاں، غلے وہاں سے شہر تک میں خرید لیجئے۔ اس بارے میں کچھ تفصیلات اس ماحول کے سوا زمانہ حجاز میں بھی ملیں گی۔ ۴۵۶ بھی اسی حصہ کا ہم کر تا یا جاتا کہ اصل و برکت کے حامل عہد و عدہ ایمان و عمل صالح کے ساتھ مشروط ہیں۔ اس کے میر میں لوا ل عمری للظالمین آیت ۱۲۴ اللہ کے پیغمبر نے اللہ کے اس ارشاد کو گرہ باندھ لیا۔ اور اب حوصلہ کی، اس میں بھی وہی یقین گاہی کی ہر امر اور رضی تمام کی تیسری عہد کی تقاضا میں قبیل ہی ہوتی ہے۔ متاعاً قلیلاً ثم اضطرہ الی عذاب النار (حرم) الی منتہی الحلہ (سلام) مطلب یہ کہ اللہ کا عمل خلیلہ ہی اہل ایمان اہل طاعت کے ساتھ مخصوص ہے اور جس سوالِ اصالت و کلام محروم ہے اس کا تعلق نعم آخرت سے ہے اس دنیا سے نہیں۔ مگر کی کے اصابت و سلامتی، عدالت و حکمت کی نمائندگی ہو گی۔ یہاں اور دنیا کے مکروں کا کیا کہنا۔ کلیوں بوٹوں کا ہیں تقاضا ہے دوسرے جس جگہیں کوئی تخصص ہوتی تو تھا کہ میں ہر یک کشاں کشاں ہی لیا جائیگا۔ ذرا سے مکان ہو اسکی تصریح کر دی ہو تو ہم کی ہو لامکانی کا تعرض اصح کرنے کیلئے ۴۵۸ الیہ سے ارادہ کعبہ اور اسمیں کوئی اختلاف نہیں۔ بیشک حقیقت اس کے ماورا حقیقت ہی ہے۔ آسمان کے وجود سے روز روشن میں انکار کہاں تک کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر محمد قرآن حاجی سیل (Sale) اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔ "مکہ جسے کہ کبھی کہا گیا ہے۔ اور یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں اور اس کے معنی مقام اجتماع مطلع کے ہیں۔ یقیناً دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے۔ اور بعض کی رائے میں تو دنیا سے تھا۔ ایسا ہی مراد ہے۔" اور یہود ہی آگے کہتا ہے۔ مکہ کا معبد اہل عرب کے درمیان مقدس اور ایک عبادت گاہ کی حیثیت سے جب ہی قدیم زمانہ سے اور محمد سے صدہا صدیوں قبل سے چلا آتا تھا۔" باسورتھ اسمتھ خوشکبر اس محمد اور محمدی ارم کے مصنف میں وہ لکھتے ہیں۔ "رسالہ کعبہ کا سلسلہ حسب روایات اسمٰعیل اور ابراہیم تک پہنچا ہے۔ مکہ شیشت و آدم تک، اور اس کا نام بیت اللہ خود اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسے ابتدائی شکل میں کسی ایسے ہی سرگرم تعمیر کیا ہے۔" (صفحہ ۱۰۱) سے مکہ کا قابل لحاظ تعلق۔ سورہ مریم کے قلم سے ہے۔ مکہ کے مذہب کی تاریخ سب سے ہی قدیم ماننی پڑتی ہے یہ اہل سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد ایک اسلام سامنے تک عرب کا مکہ کر چلا آتا ہے جس مقام کا تقدس اتنے وسیع رقبہ میں مسلم ہو اسکے معنی نہیں یہ ہیں کہ، اس کی مبادہ دم نہیں سامنے چلی ہے الالف آب محمد۔ مقدم صلا وصلا۔ یہ تہذیبیں ہمالھوں کی قصص۔ مانی ہمارے ہاں کی روایتوں میں ہاگہ کعبہ کی قدمت کی حوروایتیں ہیں اُس سے تو قصہ حدیث سیہ کی کہیں بھری پڑی ہیں۔ المعلل۔ اسمٰعیل کی عمر اور سارہ وغیرہ پر حاشیہ اوپر گر چکا ہے۔ ایک یہ مہر برج کی حیثیت سے اسلام میں آپ کا عام مرسمہ ہے۔ طاہر ہے لیکن آپ کا ایک مستقل عنوان ہے جس تو وں لے آپ کی اور آنکی والدہ ماجدہ کی محبوبہ اور بگوئی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اس بیت کے وجوہ میں اس کا احبار یہود کا یہ قول آتا تھا کہ "حوکوئی خواب میں اسمٰعیل کو دیکھے۔ حق تعالیٰ کے ہاں اس کی کھلی حول ہو جائیگی" (جیوش لٹریکل میڈیا جلد ۱ صفحہ ۳۰۰) آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ مصری تھیں۔ اور مصر کا تاریخی خاندان حضرت ابراہیم کے خاندان کی ایک شاخ تھا۔ عراق سے منتقل ہو کر مصر میں آباد ہو گیا تھا جب حضرت ابراہیم ایسے مسافر اس دھرم کے لوگ تو بیحد ایک سچے قبیلہ کے آپ کو تاج دھرنے والے اعزاز و اکرام میں اپنی صاحبزادی کو بطور تحفہ کے پیش کیا۔ اور تواضع و انکسار کی راہ سے کہ شرقی تہذیب کا خاصہ ہے، کہ ایک لڑکی کسی کے لیکئے بیدہ ہے۔ اُردو داں میں یہ محاورہ آج تک چلا آتا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر لڑنے سے مراد ہے۔ تحفہ بھی اپنے لڑکی کو کسی رہی کہ کہ داماد اور گھر کے سامنے بیٹھ کر تابعہ ہے۔ شرقی تواضع کے اس عام ایرانیہ بیان سے معاہدین کو گویا ایک بڑی متحدہ اور مستند دستاویز ہاتھ آگئی۔ اور اُم اسمٰعیل ان کے ہاں آج تک کی بیٹی چلی آ رہی ہیں۔ واقعات سہ رحال واقعات ہیں۔ اسمیں کوئی کہاں تک تعمل کا سکتا ہے۔ اسمیں کوئی کہاں تک تعمل کا سکتا ہے احبار یہود کے حوالہ سے ہے۔ "باجرہ فرشتہ ہی کو دیکھ کر مریت رہ دہ موس ما کی عصمت تھی اس کی طاہر سے ابراہیم نے اسمیں لیے پاس سوا کیا۔ جسے بھی ان کی وفاداری میں فرق۔ آیا ان کے ہم کے ایک معنی آراستہ" بھی بیان ہوئے ہیں۔ اور یہ اس بنا پر کہ وہ زیور اخلاق و حسن عمل سے آراستہ تھیں۔" جلد ۱ صفحہ ۳۰۰) - اور اسی میں ایک دوسری جگہ یہ روایت بھی درج ہے کہ "بادشاہ نے خود ابی حاجرا دی طور پر نہیں ہدیہ کر دی۔" (جلد ۱ صفحہ ۲۹۵) اور قصص یہود کا حوالہ جو جوزف گنز برگ (Ginzberg) نے چار جلدوں میں مرتب کیا ہے اس میں ہے۔ "بادشاہ مصر نے عہد کر لیا کہ وہ ابراہیم کو ہر طرح پر قوت و شوکت ساکر رہے گا چنانچہ اپنی بیٹی تک ہدیہ دے دی۔ سارہ کی تعلیم و تربیت میں رہ کر وہ بھی ویسی ہی باخدا بن گئیں اور یہ طرح ابراہیم کی رفاقت کے قابل (جلد ۱، صفحہ ۲۰۰ و صفحہ ۲۰۱)۔ ۴۵۹ بعض اپنے فضل و محبت سے کیا تھکا نا اسے حسیت قلب کا اخلاق کے مجسمے ہیں۔ صداقت کے پتلے ہیں۔ اس پر بھی ڈتے جاتے ہیں کہ دیکھیئے نذر قبول بھی ہوتی ہے یا میں۔!

باب نعقل کا ایک حامیہ مکلف ہے۔ اس لئے بعض کتہ سخن نے لعط تعقل سے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ محل ہدایت خود مگر قابل قبول ہیں۔ تمام تر اتھی ہے۔ اور مقبولیت بعض لطف و کرم سے ہو رہی ہے۔ کرکسی استحقاق کی بنا پر ان التقبل عملاً عن یکلف الانسان فی قولہ ذکرہ فی احتمالیہ التفعل اعتراف بالقصور لعابہ من الاستعمار بالتکلف فی القبول (رسوخ) مزدور اور مجاہد کام کرتے ہیں تو ہوا و عادۃ کچھ گھنٹا کے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ کے گھر کی دیواریں اٹھاتے وقت خاموش نہ تھے۔ یہاں ان کی مناجات بیان ہو رہی ہے۔ فقہاء کا استباط ہے کہ ہر عمل صالح کے بعد عاکل استغفار ہے۔ چنانچہ ختم نماز، روزہ اور الحلق، صوم کے وقت دعا، اسی تعمیل سے ہیں۔



مدوک

اسلاف، اخلاف دونوں کی طرف سے ہوگا۔ اور پھر اولاد ابراہیمؑ کو کوئی ڈر ہی نہیں ہے۔ "بعض کو ثواب اپنے اسلاف کے اعمال کا ملے گا، اور بعض کو ثواب اپنے اخلاف کے اعمال کا" (وحیدی انسائیکلوپیڈیا، جلد ۱، صفحہ ۱۰) "اور یہود کی مذمت کیا سب اسلاف کے تقدس پر تمام ہوگئی تھیں (یعنی اس پر کہ ہم ابراہیمؑ کی اولاد ہیں)" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۱ طبع یازدہم) ۴۸۴ قرآن مجید کی صاف اور سیدھی تعلیمات اور اسکے واضح دلائل کو سن کر چاہیئے تو یہ تھا کہ اہل کتاب ان سے متاثر ہوتے، اور قبول حق پر آمادہ ہو جاتے لیکن بجائے اسکے ضد اور ہٹ سے کام لیکر الٹی مسلمانوں کو یہودیت اور نصرانیت کی دعوت دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارا دین قبول کرو تو تمہیں دنیا کی فلاح اور آخرت میں نجات حاصل ہوگی۔

۴۸۵ (سادہی امت اسلامیہ کے علماء ان لوگوں کے جواب میں، ملے ہمارے بغیر ہرگز ۴۸۶ (اسکی اصل اور غیر محرف شکل میں) ملۃ ابرٰھٖم حنیفًا ۴۸۷ (دونوں، تو مسلمانو! تم مسلموں کو اپنی اپنی طرف کھینچنے تھے کہ "فلاح و نجات منظور ہو تو ہمارے مذہب میں آؤ، اس سے بڑھ کر مسلمانوں کو تعلیم اس جواب کی مل رہی ہے، کہ "تمہاری باں کیا کہنا ہے بجز تخریبات کے اور ہاتھ لگا دین تو وہ کچھ پیدا کر ابھی نہیں۔ وہ تو بس قدیم دین توحید ابراہیم علیہ السلام کا صحیح اور ہم اسی کی اصلی اور غیر محرف شکل پر قائم ہیں۔ حنیفًا: ترکیب میں حال واقع ہوا ہے مضاف الیہ ابراہیم کا۔ اکثر اکابر تفسیر اسی طرف گئے ہیں۔ حال من المضاف الیہ (کشاف) او حال من المضاف الیہ (ابوسعود)۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حنیفًا صفت ابراھیم کی نہیں بلکہ ملۃ کی ہے۔ اور حال مضاف الیہ کا نہیں، بلکہ مضاف کا واقع ہوا ہے۔ وھو حال من المضاف بتاویل اللذین او تشبیھًا بالمفعول (موضح) اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا "ہم نے ملیا ہے مذہب ابراہیمؑ کا جو سیدھی راہ ہے" حنیفًا کے معنی ہر صورت میں مستقیمًا او مائلًا الی الحق کے ہیں۔ اس جملہ کی تقدیر یوں ہے۔ بل نکون علی ملتہ علیہ السلام او بل نھتم ملتہ علیہ السلام ۴۸۸ یہ قرینہ ہے اہل کتاب پر کہ تم کس منہ سے اپنے کو دین ابراہیمؑ کی جانب منسوب کرتے ہو، وہ تو شرک کے قریب ہو کر بھی نہیں گزرے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی توحید خالص پر یہود، نصاریٰ سب ہی متفق تھے، گو عملًا ان کی روش بھٹک چکی تھی۔ بلکہ یہ بھی تو مرتے شرک میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ۴۸۹ اللہ کے ہاں سے ہمارے پیمبر کے واسطہ سے) خطاب عام مسلمانوں سے ہے یعنی ہمیں تو کسی تعصب کسی سے بھی نہیں۔ ہمارا رشتہ اسمٰعیلی، اسرائیلی ہر شریعت الٰہی سے بس اعتقاد و ایمان کا ہے۔ الاسباط جمع ہے سبط کی۔ اور معنی ہیں اولاد کی اولاد یا پوتے اور نواسے۔ الاسباط اولاد اولاد، وقیل اولاد البنات (زجاج) عرام میں عرف نواسوں کے معنی میں مشہور ہے۔ لیکن از نحو لغت کی تصریح ہے کہ پوتوں اور نواسوں دونوں کے لئے عام ہے۔ کلام الاشتقاق صریح فی ان اصلہ یشتمل ولد الابن والابنۃ کما ھو ظاھر۔ اس سیدہ (زجاج) بنی اسمٰعیل کی شاخیں جس طرح قبائل میں تقسیم ہوتی گئیں۔ بنی اسرائیل کی شاخیں اسی طرح اسباط کہلائیں۔ قال الازھری الاسباط فی بنی اسحٰق بمنزلۃ القبائل فی بنی اسمٰعیل (زجاج) اہل اسرائیل میں رسالت بہت وسیع پیمانہ پر پھیلی رہی۔ فقرہ کا مطلب یہ ہوا کہ ہم مسلمان کسی پیمبر کے بھی منکر نہیں۔ ۴۸۹ اللہ کے ہاں سے) اسمٰعیل و اسحٰق۔ یہ دونام اس سیاق اور اس سلسلہ میں خاص طور سے قابل توجہ ہیں۔ اسمٰعیل علیہ السلام کا نام لانا تو اس لئے بہت ضروری تھا کہ اہل کتاب انہیں سے تو لفظ رکھتے تھے۔ نیز ان کا نام لانے اسلام کے دعوٰی کا اثبات ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اسحٰق علیہ السلام کا نام لانا ایک دلیل روشن ہے اسلام کے طریق عدل اور بے تعصبی کی۔ قرآن اگر شیری کلام تھا تو بشر کی فطرت تو یہ تھی، کہ اہل کتاب کے شدید اور مسلسل اشتعال انگیز تعصب کے جواب میں اسمٰعیل کی نصرت و حمیت میں اسحاق کا نام نظر انداز ہی کر دیا جاتا۔ ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق تینوں کی تاریخی شخصیتیں پر حاشیہ اور پر گزر چکے۔ ۴۹۰ کلام الٰہی یا کتاب آسمانی میں سے) موسیٰ۔ آپ کی تاریخی شخصیت پر حاشیہ گزر چکا۔ عیسیٰ۔ ابن مریم۔ بجائے والد کے اپنی والدہ کی جانب منسوب ہیں۔ بنی اسرائیل کے آخری اور مشہور نبی ہوئے ہیں۔ آپ پر سلسلہ اسرائیلی رسالت کا ملکہ قومی و نسلی رسالت کا ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔ ولادت مدینہ یہودیہ (ملک شام) کے قصبہ بیت اللحم میں یا بیت المقدس میں، حاکم شام ہیرود کے زمانہ میں ہوئی۔ شام اس وقت روم کی شہنشاہی کا ایک نیم آزاد علاقہ تھا۔ سال ولادت اختلافی ہے تم ہے۔ یہ بات سننے میں بہت ہی عجیب معلوم ہوگی۔ لیکن اس پر اتنی حیرت نہ کیجئے۔ سنہ عیسوی جو اس وقعہ رائج ہے، خود اسی تقویم کے قائم کرنے میں شروع ہی سے غلطی ہو گئی، اور اسکا پتہ بعد کو چلا۔ چنانچہ سن عیسوی کا پہلا سال آپ کا سال ولادت نہیں۔ آپ کی ولادت کے چوتھے سال سے یہ سنہ جاری ہوا ہے۔ آپ کی عمر غالبًا ۳۳ سال کی تھی۔ اور یہ مدت ہر تھا کہ اسرائیلیوں نے آپ کی تعلیم و تبلیغ سے نہایت درجہ آزردہ ہو کر آپ پر مقدمہ پہلے تو اپنی آزاد و خود مختار مذہبی عدالت میں چلایا۔ اور پھر سرکاری قانون کا بھی محرم بنا کر دونوں کی ملی عدالت میں پیش کیا۔ وہاں سے سزائے موت (بذریعہ صلیب) کا حکم صادر ہوا، اسکے بعد گرفتاری، اس کا ذکر سورۂ مائدہ کی آیت وما قتلوہ وما صلبوہ کے تحت میں انشاء اللہ آئے گا۔ ۴۹۱ (خواہ وہ کسی ملک کسی نسل کسی زمانہ کے ہوں، کرائل ہی کسی کو کوئی مرسل مانیں کسی کو۔ ہیں) اسلام کے ایک جدید و نرالا مذہب ہونے کی یہ تردید ایک بار پھر کی جا رہی ہے۔ عالمگیر مذہب، آج ہر شخص بجائے خود فیصلہ کر سکتا ہے، کہ وہ ہو سکتا ہے جو ہر ملک، ہر قوم، ہر نسل ہر زمانہ کے پیغمبروں اور سچے ہادیوں کی علانیہ اور پُر زور تصدیق کرتا رہا ہے۔ یا وہ مذہب ہو سکتے ہیں، جو آسمانی ہدایت کو ملاں ملک، فلاں قوم، فلاں نسل کے ساتھ مخصوص و متقید کئے ہوئے ہیں۔ ۴۹۲ (وہ ہم کو جس کی بھی اطاعت کا حکم دے دیگا، ہم اسی کے پیرو ہو جائیں گے۔ یہی ہے۔ تقصب، عناد، ہم قوم امر الٰہی کے فرماں روا، یا اپنی تخیلات کا غلط الباب لیس بہٖ مسلمًا توحیدیہ۔ ۴۹۳ (اور اپنے ایمان کی بنا پر نجات کے مستحق ہو گئے) خطاب مسلمانوں سے ہی، اور یہ لوگ "سے مراد وہی جتھا کہ فاضل کتاب میں جن کا سلسلہ اُوپر سے چلا آرہا ہے۔ انہیں بشارت ہے کہ انہی وعدہ کے باوجود اگر اب بھی وہ ایمان نے آئیں تو ان کا پچھلا کفر و عناد انکی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ فان کی ف کے اشارہ اس طرف ہے کہ اب تک تعلیمات اسلامی کا سمعان اور پوری طرح واضح ہو گیا ہے۔ ۴۹۴ (حق و راہ راست) یعنی انتہائی ہدایت پہنچ جانے کے بعد اگر اب بھی ایمان نہ لائیں، تو اب جو انہیں مخالفت ہوگی وہ ضد حق ہی کی خاطر ہوگی، اصلاح و ہدایت کی کوئی خفیا ابہام باقی نہ رہ گیا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وضوح حق میں کوئی خفا یا ابہام باقی رہ گیا ہے۔ اب جو وہ دین کو نہیں سمجھتے، تو محض اس لئے کہ سمجھنا چاہتے نہیں۔ اے علمائے اہل کتاب غرضہم طلب الدین والاعتقاد للحق وانما غرضھم الطاعۃ واظہار العداوۃ (زمخشری) ۴۹۵ یہ جملہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسکین اور تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ جو ہم اعداء اللہ اور قوت و کثرت مخالفین سے ذرا بھی تشویش و فکر نہ کریں۔ حق کے معاندین آپ کو اور آپ کے دین کو گزند پہنچانے میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گے۔ اب اللہ آپ کا نگہبان ہے۔ ۴۹۶ سمیع۔ سننے والا اُن کے الفاظ و اقوال، ان کے حرف عبارت کا۔ یعنی جو کچھ ان کی زبانوں پر ہے اُن کی گفتگوئیں اور تقریریں سب اللہ پر روشن ہیں۔ علیم۔ جاننے والا انکے دلوں کے احوال و اسرار کا۔ یعنی ان کے ظاہری کی طرح ان کا باطن بھی اُس عالم کل پر روشن ہے، اور ان کی اندرونی کارروائیاں اور سازشیں سب اس کے سامنے ہیں۔ ۴۹۷ تفسیر کلام ہوں بھی کی گئی ہے۔ صبغۃ اللہ صبغۃ (عبادی) کانہ قیل صبغنا اللہ صبغۃ بعد ما کنا علی صبغۃ الشرک (ابوسعود) یعنی ہمیں اللہ نے اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ اور اللہ کے رنگ سے بڑھ کر اچھا رنگ کس کا ہو سکتا ہے۔ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اور یہ رنگ ہمارا اسلام ہے۔ اور اسی کا نام فطرت ہے۔ اور اسی کا نام دین حنیف ہے۔ اور اسی کا نام ملت ابراہیمی ہے۔ اور اسی کا نام دین قیم ہے۔ اور اسی کا نام صراط مستقیم ہے۔ اور اسی کا نام دین الٰہی ہے۔ اور اسی کا نام دین فطرت ہے۔ اور اسی کا نام دین اسلام ہے۔

تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ

راہ پاب ہو جاؤ ۴۸۳ آپ کہہ دیجئے کہ نہیں بلکہ (ہم تو) ابراہیمؑ کی راہ پر ہیں جو راہ راست پر قائم تھے ۴۸۴ اور وہ

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

مشرکین میں سے نہ تھے ۴۸۵ کہدو کہ ہم تو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو کچھ کہ

اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

ہمارا گیا ۴۸۶ اور جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى

اور اولاد (یعقوبؑ) پر اتارا گیا ۴۸۷ اور جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیا گیا

وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور اس پر جو دوسرے انبیاءؑ کو اپنے پروردگار کی طرف سے دیا گیا ۴۸۸ اور ہم ان میں سے کسی کے درمیان

اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ اٰمَنُوْا

بھی فرق نہیں کرتے ۴۸۹ اور ہم اللہ ہی کے حکمبردار ہیں ۴۹۰ تو اگر یہ لوگ ایمان

بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا

لائے ہیں جس طرح تم ایمان رکھتے ہو تو بیشک وہ بھی راہ پا گئے ۴۹۱ اور اگر منہ موڑے رہے

فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ

تو (سن رکھیں) مخالفت میں پڑے ہیں ۴۹۲ سو اللہ آپ کی طرف سے اُنکے مقابلہ میں بس ہے ۴۹۳ اور وہ

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ

سب کچھ سنتا (اور) جانتا والا ہے ۴۹۴ (جملہ کا مفہوم) اور اللہ سے بہتر کون ۴۹۵

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ

اور ابراہیم اس کی ہدایت کر گئے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی اپنے بیٹوں کو کہ

اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ

بیشک اللہ نے تمہارے لئے دین کا انتخاب فرمایا ہے سو ایسا برگزیدہ ہونے پائے کہ تم مرتے

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ

وقت مسلمان کے سوا اور ہو؟ بھلا اُس وقت تم کیا موجود تھے جب یعقوب کو

يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ

موت آپہنچی اور اُس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ تم میرے بعد

مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ

کس کی عبادت کرو گے؟ وہ بولے ہم عبادت کریں گے آپ کے اور آپ کے باپ دادوں

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَنَحْنُ

ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی (اُس) معبود واحد کی اور ہم تو اُس

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ

حکم بردار ہیں یہ ایک جماعت ہے جو گزر چکی اُس کے آگے اس کا کیا ہوا اُس کے

وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا

اور تمہارے لئے تمہارا کیا ہوا اور وہ جو کچھ کرتے رہے اُس کی پرسش تم سے

يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى

نہ ہوگی وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو

معارف

اور وہ اسی دین کے لئے بنو مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو قوم عرب اور نسل یہود دونوں کے مورثِ اعلیٰ ہوئے ہیں۔ اور نصاریٰ کے بھی مقتدا۔ اور حضرت یعقوبؑ جو نسل اسرائیل کے جدِ امجد ہوئے ہیں۔ یہ دونوں تو اپنی اولاد کو خود اپنے اختیار کے مُوئے اور خدا کے پسند کئے مُوئے دین کو متقل ہی کر گئے اور مرکے کہ تمہیں کسی مرتبۂ تلاش میں حیران و سرگرداں ہونے کی ضرورت ہی نہیں۔ تمہارے لئے تو یہ اللہ کا بنایا ہوا اور سایا ہوا دین تو صد موجود ہی ہے ۔۔۔ قرآن کے مخاطبین اول سے سب اسلام پرستی کے مرض میں گرفتار تھے۔ اس سے معاملہ کا رہبر اسی اسلوب سے کہ اتھا گردیں کے مامے میں اپنے اسلاف ہی کو حکم بنا رہے ہو تو دیکھو وہی کیا کہہ گئے ہیں؟ ﴿۴۷۸﴾ (اور جو کہ موت کا وقت اس کے علم میں نہیں۔ اس لئے تیار اس کے لئے ہر وقت اور ہمیشہ رہو) مطلب یہ ہوا کہ مسلم ہر وقت نئے ہو۔ ایمان کو ہر لحظہ دل میں جگہ دیئے ہو۔ دین کے مطالبات میں بس ایمان کا مطالبہ ایسا ہے جو ہمہ وقتی اور ہمہ حالی ہے اور اعمال متعلقہ بھی ہیں سب حالات کے تابع ہیں اور حالات خود قعر زمیریں۔ ممکن اہل کتاب کو بھی خواہش ہو بھی ہے کہ ہم جس دین کو بنا اصبی اور لاوکھا سمجھ کر اس کو ہو سکتے اور بھر کہتے ہو وہ تو نو پیدا نہیں۔ وہ تو عین تمہارے ہی بزرگوں کا تعلیم کیا ہوا دین و آئین ہے [راقم سطور امریہ ہا ہو اگر فرانسس کی جگہ کے سامنے قرآن مجید میں سے کسی ایک آیت کا لیے لئے امتحان کرے تو اسی کی اطراح اسی آیت بلکہ جو آیت پر پڑے کہ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہی میں ہے کہ زندگی کی ہر ساعت میں یہی آیت درپیش رہے۔ اور دل میں اسی کے معنی کا استحضار رہے۔ موت کے وقت یہی دل رہا یہی ہو۔ اور بعد موت بھی کھن رہی کھودی جائے، اور قبر کے کتبہ پر بھی کندہ کردی جائے۔ ہارا اس آیت پر دو حرف لکھا ہوں۔ ہارا اس آیت پر آنسوؤں سے رو دیکھا ہوں اور دل نہ کہتا ہے کہ اس سے قرآن مجید کا اُنس نہیں ہوتا ہے] ﴿۴۷۹﴾ حضرت یعقوبؑ کی موت کا وقت بھی موعود قریب آگیا۔ اور آپ کو علامات و آثار اسکے محسوس ہونے لگے۔ سارا میں کہ خود موت ہی آپ پر طاری ہوگئی۔ کمی الموت عن معد مائۃ و عشرۃ اد احضر الموت نفسہ لا یقول المتحسر میتگا (عمر) قرآن مجید ہی میں ایک اور دوسری جگہ ہے وہ یا تیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت۔ سارا کسی موت سے ہزاروں کے دواعی و اسباب ہی لئے گئے ہیں۔ امر کم شہد آم۔ خطاب اہل کتاب سے ہے اور استفہام میں لہجۂ توبیخ و حرمتاں ہے۔ معنی الاستفہام ھما الحرد التوبیخ وھو نفی المعنی (بحر) یعنی تم خود اپنے حالات حضرت یعقوبؑ کی حاضر مشہود کر رہے ہو تو تمہارا اُس وقت وجود ہی کہاں تھا جو صحیح واقعات وہ ہیں جو قرآن بیان کر رہا ہے۔ ﴿۴۸۰﴾ من عبدی۔ یعنی میری وفات کے بعد۔ بصداء محذوف ہے۔ من عبدی الصدھی بعد موفی الاسود احضرت احیاء کو زندگی کی طرح لئے آج وقت میں بھی سب سے مقدم مکر دین ہی کی موری ہے ﴿۴۸۱﴾ یعنی ہم سب اس پر اسلام لائے ہیں" توریت موجودہ کے اوراق تو اس اہم اور ضروری تذکرہ کے سنی سے خالی ہیں۔ الفتا احبار یہود کا نقول بعض ہو کر بھیجا ہے کہ "یعقوب اسی وصایت سے قبل اپنے بیٹوں کو جس احکام دیئے (۱) مُردہ پرستی نہ کرنا (۲) صداقی سے برتنی نہ کرنا (۳) میرے حامے کو کوئی کاہ فراہم لگانے لئے" (حیوٰۃ الحیوان کبیری جلد ۱ صفحہ ۱۰۵) (دیوبند وحکایات کی حدود سری کتابوں میں اس میں دراصت اس سے بڑھ کر ملتی ہے۔ ۔۔۔ "یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میں سے کوئی مت رسمی کا میلاں رکھتا ہے۔ اس کے جواب میں بارہ بیٹوں نے کہا "سن اے اسرائیل، اے ہمارے باپ، ہمارا خدا وہی خدا ہے اسرائیل ہے جس طرح تیرا دلی ایمان ایک صدا رہے اسی طرح ہم سب کا دلی ایمان اسی ایک صدا رہے۔ گبر گرگ کی قصص یہود جلد ۲ صفحہ ۱۴۳) ابائیک۔ اسمٰعیل یعقوب کے بڑے بچا (یا ماما) تھے۔ فخر مدار یعقوب کے کمال سعادت مندی سے ان کا تمام بھی آئے لیعقوب میں کیا، جیسا کہ اردو محاورہ میں بھی باپ بچا کو ایک ہی حکم میں کہا جاتا ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلعم کی راں مبارک سے آپؐ کے بچا حضرت عباسؓ کیلئے بھی لفظ اب آیا ہے۔ ھٰذا بقیۃ اٰبائی یعنی میرے بڑوں یا بزرگوں میں باپ بھی آتی ہیں۔ اسحٰق۔ ۔ سام یعنی اترا ہے حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے صاحبزادہ تھے، جو مرد اول حضرت سارہ کے بطن سے۔ سال ولادت غالباً ۲۰۶۶ ق م۔ سال وفات غالباً ۱۸۸۰ ق م۔ عمر شریف۔ توریت میں ۱۸۰ سال درج ہے۔ بھی درج ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ آپ کے بستر مرگ کا سطر تفصیلی الیہود میں یوں دکھایا گیا ہے ۔۔۔ "حضرت اسحٰق نے دیکھا کہ ان کا وقت موعود آپہنچا، تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو لیے پاس بلایا، اور کہا کہ میں جس خدائے تعالیٰ کا اسعد عبد تابعدار، جسکی صفات علی، عظیم و قدیم و عزیز ہیں۔ اور جو آسمان و زمین اور دلک کے دریاں کی ہر شے کا خالق ہے کہ تم خوفِ الٰہی کا رکھنا اور عبادت اسی کی کرنا" (حلدا اول صفحہ ۴۱۶) ﴿۴۸۲﴾ اور انکے فضائل کا کلام بھی انکے ساتھ مگر ریکے تیسیں آخر کے کہ گماسے کو کہا تھا، ﴿۴۸۳﴾ تلک اُمۃٌ سے مراد یہی احادیث میں جو حساب یہاں پر عدد سے ہو جو آئندہ کی معاصرت کا اصل مطلب، بیمیر اوگی کے نتیجہ میں ہوتے تھے۔ اس میں آل سبق آرہ کل کے سرداروں، رسمی مشائخ بلڑوں، اور پست سے متبعین ہوں کے لئے وجود ہے۔ ملا سبق بعض بزرگوں کی سنت کو بدعۃ اٹھانے کی جڑ بھی اسلام نے کاٹ دی ہے۔ ﴿۴۸۴﴾ اسلام کے فضیل اب یات معمول سی معلوم ہوتی ہے لیکن قرآن نے اس حقیقت کا اعلان کیا ہے اس وقت اس وقت اس وقت

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ
اب یہ تو قوف لوگ (ضرور) کہیں گے کہ کس چیز نے ان مسلمانوں کو اُلٹ دیا
الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ
وہ (کعبہ) جس کی طرف یہ منہ کرتے تھے بتلا دیا آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کی ملک ہیں
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
وہ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے دیتا ہے
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ
اور اسی طرح ہم نے تمہیں بھی ایک بہتر عادل بنا دیا ہے تاکہ تم گواہ ہو
عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ
لوگوں پر اور رسول گواہ رہیں تم پر
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ
اور جس قبلہ پر آپ (ابتک) تھے اسے تو ہم نے اسی لئے رکھا تھا کہ ہم پہچان لیں
مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰي عَقِبَيْهِ ۭ وَ
کہ اتباع کرنے والوں کو اُلٹے پاؤں واپس پھر جانے والوں سے اور
اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَ
یہ حکم بہت گراں ہے، مگر ان لوگوں کو نہیں جنہیں اللہ نے راہ دکھا دی ہے اور
مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ
اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو، اور اللہ تو لوگوں پر بڑا شفیق ہے،

۵۱۰ یہ اور استقبال ہمیشہ استفسار کے نہیں بلکہ بطور استہزا و تعریض، سیقول میں س ہو سکتا ہے کہ مستقبل کے لئے ہو، اور اس کے معنی عنقریب، کے ہوں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مطلق تاکید کے لئے ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماضی کے لئے ہو، اور چونکہ آیت کا نزول بلا شک قبل کے سلاطین حکم تحویل قبلہ سے قبل نہیں، اس لئے مفسرین کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے کہ یہاں ماضی مراد ہے، اور اردو محاورہ میں اس کی مثال ایسی ہوگی، جیسے کسی گزرے ہوئے واقعہ سے متعلق کہا جائے، کہ ہاں ہم تو جانتے ہی تھے کہ یہ لوگ ضرور اس پر اعتراض کریں گے۔ قال القفال ان الآیۃ نزلت بعد تحویل القبلۃ وان لفظہ سیقول مراد منہ المضی (معنی) قیل ان سیقول بصیغۃ المستقبل قیل ہی، اور اسی سے ملتا جلتا قول الجبائی ہے، کہ صیغہ ماضی یہاں اس اعتراض کے استمرار کو ظاہر کرنے کو لایا گیا ہے، یعنی یہ لوگ برابر اس طرح کہتے رہیں گے۔ اما عامۃ من المضی بلفظ المستقبل للدلالۃ علی استدامۃ والاستمرار علیہ (رح) لیکن جمہور کا فیصلہ ہے کہ یہاں مستقبل ہی مراد ہے، اور آیت کا نزول حکم تحویل قبلہ سے متقبل ہی ہوا ہے۔ وسیقول ظاھر من الاستقبال (کر) اس صورت میں بالکل درست ہوگا اگر آیت کو ایک بھی پیشگوئی یا اخبار الغیب کی مثال میں بھی پیش کیا جائے۔ ان اللہ تعالیٰ اخبر سبحانہ وتعالیٰ انہ سیقول کذا وکذا فھذا الکلام اخبر سبحانہ وتعالیٰ بہ (کبیر) ان اعلم من اللہ تعالیٰ لسیہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یقول ھذا القول فی المستقبل (کبیر) انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قیام مکہ کے زمانہ میں اسی رُخ پر نماز جاری رکھی، مگر جب مدینہ ہجرت فرمائی، جب بھی اسی قبلہ کو برقرار رکھا۔ بیت المقدس مدینہ سے سمت شمال میں واقع ہے۔ آپ کا اول بار دل یہ چاہتا تھا کہ اپنے جدِ بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے گھر کعبہ کو قبلہ بنائیں لیکن حکم الٰہی سے مکہ مکرمہ کی فتح آخر ۸ھ ورود مدینہ کے ۱۹ مہینے بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ نماز کعبۃ المقدس کے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھی جانے لگی۔ اور مسلم کی صحاح ستہ میں سے ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور مؤطا امام مالک نماز کا بیت المقدس کی جانب رُخ کرنا ثابت ہے۔ مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے والوں کا قبلہ بیت المقدس ہی ہوگا۔ اس کی منسوخی کا اعلان رسول اللہ صلعم کی زبان سے ہوگا، ورنہ کوئی شخص از خود اپنی طرف سے قبلہ نہیں بدل سکتا۔ اس لئے مدینہ کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھنے والے تمام مسلمان بیت المقدس ہی کو قبلہ سمجھتے رہے۔ اور اسی طرح مدینہ کے مافوق میں بھی سب لوگ بیت المقدس ہی کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ سیقول ظاھرہ الاستقبال (کر) اس صورت میں بالکل درست ہوگا اگر آیت کو ایک بھی پیشگوئی یا اخبار الغیب کی مثال میں بھی پیش کیا جائے۔ ان اللہ تعالیٰ اخبر سبحانہ وتعالیٰ انہ سیقول کذا وکذا فھذا الکلام اخبر سبحانہ وتعالیٰ بہ (کبیر) ان اعلم من اللہ تعالیٰ لسیہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یقول ھذا القول فی المستقبل (کبیر) انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قیام مکہ کے زمانہ میں اسی رُخ پر نماز جاری رکھی، مگر جب مدینہ ہجرت فرمائی، جب بھی اسی قبلہ کو برقرار رکھا۔ بیت المقدس مدینہ سے سمت شمال میں واقع ہے۔ آپ کا اول بار دل یہ چاہتا تھا کہ اپنے جدِ بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے گھر کعبہ کو قبلہ بنائیں لیکن حکم الٰہی سے مکہ مکرمہ کی فتح آخر ۸ھ ورود مدینہ کے ۱۹ مہینے بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ نماز کعبۃ المقدس کے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھی جانے لگی۔ اور مسلم کی صحاح ستہ میں سے ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور مؤطا امام مالک نماز کا بیت المقدس کی جانب رُخ کرنا ثابت ہے۔ مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے والوں کا قبلہ بیت المقدس ہی ہوگا۔ اس کی منسوخی کا اعلان رسول اللہ صلعم کی زبان سے ہوگا، ورنہ کوئی شخص از خود اپنی طرف سے قبلہ نہیں بدل سکتا۔ اس لئے مدینہ کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھنے والے تمام مسلمان بیت المقدس ہی کو قبلہ سمجھتے رہے۔ اور اسی طرح مدینہ کے مافوق میں بھی سب لوگ بیت المقدس ہی کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ السفہاء من الناس سے یہی لوگ مراد ہیں۔ سفہاء جمع ہے سفیہ کی، اور سفیہ کے معنی کم عقل یا بے عقل کے ہیں۔ السفیہ الجھیف العقل (تاج) واستعمل فی حمقۃ المعاصی لنقصان العقل (راغب) یہاں سفاہت کا وصاف اطلاق حکام الٰہی میں قیل وقال کرنے والوں کے حق میں ہے۔ السفہاء سے مراد یہود کا یہ نابود گروہ ہے جس کا ذکر صحیح بخاری میں آچکا ہے۔ السفہاء ھم الیھود (بخاری عن ابن عباس) صحابہ میں کثرت سے اسی طرف گئے ہیں، بعض روایتیں منافقین سے متعلق بھی ملتی ہیں۔ وقال فی المعالم (اس حوالہ میں السدی) راجح ہے جو کہ آیت عام رکھی جائے تمام معترضین کے لئے۔ والآیۃ عامۃ فی الکل لانہ کلھم (ابن کثیر) یقول جل جلالہ السفہاء لفظ عموم (کبیر) الاقرب ان یکون المراد الکل (کبیر) ۵۱۱ یعنی بیت المقدس سے۔ قبلہ۔ وہ مکان جس کے مقابل رُخ کر کے نماز پڑھی جائے۔ صار اسما للمکان المقابل للمتوجہ الیہ للصلوٰۃ (رمد) یہ حکم سنتے ہی یاوہ گو یہود یوں کو گویا۔ اب کہہ دیجئے کہ جو حق ہو رہے تھے کہ مسلمان کم از کم ان کے ہم قبلہ تو ہیں۔ اب یہ سنت بھی اس سے چھن گئی ۵۱۲ ان کے جواب میں لہ بمالکیۃ وتصرف (کبیر) ۵۱۳ (کہ کسی خاص سمت و جہت میں کوئی تقدس رکھا ہوا نہیں ہے۔ اس کے لئے سب برابر ہیں، وجہ اور جس چیز کو بھی چاہے، مکان کے لئے رُخ مقرر کر دے۔ سوال اصلیہ جو بھی ہمیں مکان، اللہ میں لام ملکیت کا ہے۔ تصرف و تسخیر سب اسی کی ملکیت میں مخلوق ہیں، ہر جہ و سمت اسی کی مخلوق ہے، اسی کا حکم ہر سمت میں نافذ ہے، یہ مغرب ہے مشرق پرستی، مصر پرستی، اور ہر قسم کی سمت پرستی ہو، جو قطعاً مشرک، باطل و قول کا مذہب رہی ہے شرک کی اس خاص قسم سمت پرستی یا جہت پرستی پر حاشیہ اوپر گزر چکا پارہ اول، رکوع ۱۴ آیت ۱۱۵ للہ المشرق والمغرب کے تحت میں ۵۱۴ (اور اس کا بھی ہمیشہ قانون حکمت کے مطابق ہی ہوتا ہے، ۵۱۵ (اور وہ جس چیز کا حکم دے، رسول یا وقت کے سب سے بڑے حکم وحاکم کے اتباع کی تلقین وہ دیتا ہے، ۵۱۶ (اور اسے مسلمانوں ہی کی طرح ایک اسی مستقر پر جو قوت نہیں، ہر مسلمان میں ۵۱۷ یعنی پہلی امت کو اور اسی اعتبار اور ہر جماعت و ملت اور ہر جزو پر۔ ہر کلی اور ہر اجمالاً و تفریطاً سے پاک۔ وسطاً خیرہ فی کلام العرب (کبیر) استعیر الفضائل المحمودۃ وھو الخیار (کبیر) الوسط بالفتح والسکون کالخیر والشر (راغب) حدیث ہجری میں وسط کی تفسیر عدل سے آئی ہے۔ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلعم امۃ وسطاً قال عدلاً (ابن کثیر عن احمد) اور ائمہ لغت سے بھی یہی معنی منقول ہیں۔ قال الجوھری فی الصحاح امۃ وسطاً ای عدلاً وھو الذی قالہ الاخفش والمبرد (کبیر) وسط بالتحریک افضل (کبیر) آیت سے یہ استنباط بھی کیا گیا ہے کہ اجماع امت حجت ہے۔ احتج بھذہ الآیۃ علی ان اجماع الامۃ حجۃ (کبیر) ۵۱۸ امت اسلامی، انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتوں سے، ساری دنیا کے لئے، طور نمونہ کے تیار کی گئی ہے، کائنات کی ہر امت کو اسی سانچہ میں ڈھلنا اور اسی معیار پر پورا اترنا چاہئے۔ آیت سے کمال درجہ کی فضیلت امت و حکامی کی ثابت ہو رہی ہے۔ شہداء سے یہ تنسیب بھی کل ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو اخلاق پستی اور فسق و فجور کی ہر صورت سے بچنے سمجھنا چاہیے۔ ورنہ پھر ادائے شہادت کے فاقد ہیں ۵۱۹ جس طرح دنیا کی ہر امت کے لئے نمونہ اور معیار کا کام دینے کے لئے امت اسلامیہ ہے خود اس امت کے لئے رسول اللہ صلعم کی ذات ہے ۵۲۰ (اور اس پر بھی حکم الٰہی ہی سے ہے یعنی بیت المقدس اس سلسلہ میں بہ خوب ملحوظ رہے کہ اسلام میں قبلہ بیت المقدس یا حاذا کعبہ، بہر حال ایک متعین و مخصوص مکان کا نام ہے، خواہ وہ کسی مقام کے کسی طرف پڑے۔ وکہ کسی متعین سمت و جہت کا، جیسے کہ مشرکوں کے ہاں اور کنیسوں کے ہاں ہے ۵۲۱ (اور فرنبر دار قوم کا امتیاز نافرمانوں سے کر لیں) لنعلم۔ علم ہو، ظاہر ہو، کی تعبیر بھی ہے، تمیز و تشاخت کے لئے بھی۔ لنعلم یتعلق بہ التأنت علی ذیبہ ھو المعروف (سمرقندی) عن الخلیل والمعنی الا لنعلم ولا یقع العلم الا علی الموجود (کبیر) الا لنعلم ھنا بمعنی الا لنعلم ذلک الا لنعلم ھنا بمعنی الا لنعلم ذلک الا لنعلم ھنا بمعنی الا لنعلم ذلک

مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ قُلْ

رنگ (دین حق) ہے اللہ سے اور ہم تو اُس کی بندگی کرنے والے ہیں ۱۳۸ آپ کہئے کہ

اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا

کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں حجت کئے جاتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ اَمْ تَقُوْلُوْنَ

اور ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے اور ہم تو اُسی کیلئے اخلاص والے ہیں ۱۳۹ کیا تم یہ کہتے

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

ہو کہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ

وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَاَنْتُمْ

اور اولاد (یعقوبؑ) یہودی یا نصرانی تھے ؟ آپ کہئے تم

اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ

واقف تر ہو یا اللہ؟ ۱۴۰ اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اُس شہادت کو چھپائے جو اُس کے

مِنَ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

پاس اللہ کے ہاں سے پہنچی ہوئی ہے اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر تو ہے نہیں ۱۴۱

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا

یہ ایک جماعت ہے جو گزر چکی جو کچھ اس کا کیا ہوا اُس کے آگے آئیگا اور تمہارا کیا ہوا تمہارے

كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

آگے آئیگا اور جو کچھ وہ کرتے رہے اُس کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی ۱۴۲

ع ۱۲ ۱۶

معارف

لے دین اللہ (ملک) والمراد بھا دینہ الذی ھو الاسلام علیہ (طالبس) یعنی دین اللہ کے معنی ہیں دین اسلام ابن عباسؓ صحابی اور مجاہد، ابو العالیہ، قتادہ وغیرہ متعدد تابعین سے مروی ہیں (ابن کثیر) مُوئے سخن اُور سے یہود و نصاریٰ کی طرف چلا آرہا ہے۔ اس دونوں کے ہاں بڑی اہمیت ایک خاص قسم کے رسمی تطہیری غسل کی تھی، جسے بپتسمہ یا اصطباغ کہا جاتا تھا۔ انہیں کی اصطلاح میں ارتداد ہوتا ہے کہ اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے لازم کہ اپنے کی چیز دین توحید ہے۔ یعنی المراد دین اللہ (سالم) ۴۹۸ (جس کا دین ایمان کے رنگ کو کھا دیتا ہے، اور کفر و ضلالت کی ناستوں کو دُور کر دیتا ہے) بالمراد انہ یصبغ عبادہ بالایمان ویطھرھم بہ من دنس کفرھم کما یصبغ الثوب فیطھرہ بالصبغ (احسن) ۴۹۹ (اور سارے عقاید باطل، شعائر باطل، معبودان باطل کے منکر ہیں) ھنس، ہم، یعنی مسلمان یا اُمتِ مُسلمہ۔ ۵۰۰ خطاب اگرچہ سارے اہل باطل کیلئے عام ہے لیکن سیاق میں خاص طور پر یہود و نصاریٰ ہیں۔ ذکر وا فیہ وجوھا احدھا انہ خطاب الیھود والنصاریٰ وھو الیق بمقام الآیۃ (کبیر) ۵۰۱ (تو کم از کم اس کی ذات و صفات کے باب میں تو تمہیں کوئی مغالطہ یا غلط فہمی نہ رہنا چاہیئے) یعنی اے اہل کتاب جب ہمارے تمہارے درمیان کوئی اختلاف پروردگار کے تعین میں نہیں۔ تو اوّل تو اسکی توحید پر قائم رہنا چاہیئے، اور تثلیث فی التوحید یا توحید فی التثلیث اور خدا کے مزعومہ بیٹوں وغیرہ قسم کے خرافات سے بالکل بچنا چاہیئے۔ دوسرے جب اسکی صفات کمالیہ پر ایمان ہے، تو وہ اپنی حکمت و ربوبیت کے تقاضا سے جس نسل کے جس فرد کو بھی چاہے نبوت و رسالت سے سرفراز کرے۔ وہ ہر طرح مالک و مختار ہے۔ اسرائیلی عبرانی نسل کی کسی خاص نسل کا اجارہ نہیں۔ ۵۰۲ (ایسے عقائد و رسمی عادات میں ہر شرک، ہر ضلالت سے پاک صاف ہو کر) ہے عمال تو ہمارے اور ایسے اعمال کے فرق کا اثر آخرت میں تو تمہیں بھی نظر آجائیگا۔ آج جتنا چاہو اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر لو ۵۰۳ یعنی کیا تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ ان پیمبروں، بزرگوں اور تمہارے مورثوں کے عقائد و ذات و صفات مادی کے باب میں بجائے دین توحید و اسلام کے، یہودیت و نصرانیت کے تھے؟ امر تقولون۔ خطاب اہل کتاب خصوصاً یہود سے ہے۔ اور لہجہ حقارت میں زجر کا پہلو شامل ہے۔ صیغہ استفہام و معناہ النفی (روح) ۵۰۴ (اس حضرت کے دین و عقائد کے باب میں) اور اللہ کی شہادت یہ ہے کہ یہ سب توحید خالص کے پیرو تھے۔ رسول قرآن کے وقت یہود میں بڑے بڑے عالم و فاضل موجود تھے۔ ان سب کی جمیع و دیگر ایک اُمّی کی زبان سے کہلوا رہا ہے کہ تم واقعات کو توڑ مروڑ کر، صداقتوں کا گلا گھونٹ کر جو کچھ بھی کہے جاؤ، واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سب حضرات خالص موحد اور توحید کے متبع تھے ہیں ——— آج یورپ کے بڑے بڑے ماہرین تاریخ اور محققین اثریات جو کچھ ان حضرات کے دین کی بابت کہہ رہے ہیں وہ اسی قرآنی متن کی شرح اور اسی اُمّی کے لائے ہوئے کلام کے اجمال کی تفصیل ہے۔ ۵۰۵ (اور وہ شہادت ہے دین اسلام کے برحق ہونے کی) ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کے مومن کامل و مسلم توحید ہونے والے ظاہر ہے کہ اہل کتاب خصوصاً یہود کے ہاں تھے اور یہ شہادت محض ظنی ان کی مسلم آسمانی کتابوں اور الہامی نوشتوں میں۔ متبادۃ فی کتابھم الموجودۃ وصلہ وتوبیخ (ابن جریر) وھی شھادۃ اللہ لابراھیم بالحنیفیۃ (مدارک) وفیہ تعریض بکتمانھم شھادۃ اللہ لھم علیہ السلام بالنبوۃ فی کتبھم وسائر ما دانوہ (مدارک) ۵۰۶ (وہ وقت آئے پر انہیں کے اقرار سے ثابت کرے گا) اطمئن تو رہے ماضی اور بے فکر ہو جائے۔ اور ویسا ہی معاملہ پیش آئے گا۔ وہاں بزرگوں کے ساتھ نسبی و نسلی انتساب ہرگز کام نہ دے گا، بندگوں کے ضمیر کو بیدار کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں کہ اللہ کے عالم الغیب ہونے کا استحضار ذہن کے سامنے ہمارا رہتا ہے۔ اور قرآن مجید یہی کرتا رہتا ہے۔ ۵۰۷ (اور محض انکے نام کا انتساب بیڑے پار کرنے کو کافی نہیں) تلک اُمّۃ سے ملا دیں قوم اسرائیل کے اکابر سلف خصوصاً اجداد ثلثۂ ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ، جن کی اولاد ہونے پر اسرائیلیوں کو حد سے زیادہ ناز تھا۔ میزان الاعتدال ص ۱۰۰ ج ۱ حاشیہ نمبر ۵۔ ۵۰۸ (آخرت میں) یعنی نہ انکے ایمان و اعمال صالحہ سے تمہیں کچھ نفع پہنچے گا، اور نہ تمہارے کفر و اعمال سیئہ سے اُس کو کوئی ضرر ہوگا ۵۰۹ یہود کی کتابوں میں آخر تک یہ تعلیمات موجود ہیں کہ مرنے کے بعد جس طرح انگور کی زندہ و شاداب بیل ایک بے جان ستون کے سہارے بڑھتی اور پھیلتی رہتی ہے، اسی طرح زندہ و بہودی اپنے آنجہانی مرحوم قریوں اور بزرگوں کے بل بوتے پر اور ان کے نام پر نجات پاتا رہے گا۔ اور جنوں اجداد اسرائیل نیز وہ سب صالحین و اخیار جنہوں نے اعمال صالحہ کا جو ذخیرہ بہم پہنچا دیا ہے، اسی سے ان کی اولاد کو بھی حظ و عنوان ابرار حصہ ملتا رہتا ہے، اور اس طرح کسی فرد میں خواہ کتنی ہی کمزوریاں ہوں اسکی نجات یقینی ہے۔" قرآن حکیم اس نجات متوارث کے عقیدہ پر بڑے شدید نکیر کرتا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۵۰۔

فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

انہیں سے کچھ لوگ چھپاتے تھے حق کو، حالانکہ جانتے ہوتے ہیں ۱۴۶

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝

حق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے پس تو کبھی شک کرنے والوں میں ہرگز نہ ہو جانا ۱۴۷

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

اور ہر ایک کے لئے کوئی رُخ ہوتا ہے جدھر وہ متوجہ ہوتا ہے ۱۴۸ سو تم نیکیوں کی طرف بڑھو ۱۴۹

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ

جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو پالے گا ۱۵۰ بے شک اللہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ

ہر چیز پر قادر ہے ۱۵۱ اور آپ جس جگہ سے بھی باہر نکلیں اپنا

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ

منہ مسجد حرام کی طرف موڑ لیا کریں ۱۵۲ اور یہ آپ کے

لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

لئے درد گار کی طرف سے حق ہے ۱۵۳ اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کر رہے ہو ۱۵۴

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

اور آپ جس جگہ سے بھی باہر نکلیں، اپنا منہ مسجد حرام کی طرف موڑ لیا

الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ

کریں ۱۵۵ اور تم لوگ جہاں کہیں ہو، اپنا منہ اس کی طرف موڑ لیا کرو ۱۵۶

معرك

قیاس کر کے اللہ کے توی کو بھی محدود، اور اُس کی قدرت کو بھی مکان و جہ کی قید کا حامل سمجھ لیا جائے۔ قرآن مجید نے اس بشری ذہنیت (سائیکالوجی) کو پوری طرح سمجھ کر بار بار اسی حقیقت کی طرف تنبیہ کی ہے کہ خدائی عملیت پر حکم لگاتے وقت خدائی قدرت کی بھی وسعت بے پایاں کو فراموش نہ کیا کرو۔

۱۴۶ مطلب یہ کہ حکم استقبال کعبہ، سفر و حضر کسی کے لئے ہے۔ محض قیام مدینہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ وحیث اتاوی المعالین اقامۃً وسفرًا فی انہ مامور باستقبال المسجد الحرام (رکبر) ۱۴۷ یعنی امر ثابت شدہ جس میں اب کسی تنسیخ و تبدیلی کا امکان نہیں۔ هُوَ الْحَقُّ لے ثابت الذی لایصح ان یقال فیہ نسخ ولا تبدیل (رکبر) إِنَّهُ میں ضمیر حکم استقبال کعبہ کی طرف ہے۔ ۱۴۸ یہ کہ ہر ملت کے لئے ایک خاص رُخ مقرر کر دیا گیا ہے۔ یہود کا قبلہ بیت المقدس تھا، نصاریٰ کا مشرق، مسلمانوں کا کعبہ۔ یعنی ہر ملت کا قبلہ الگ الگ رہا ہے۔ اب یہ ایک نئی ملت ہے اس کا قبلہ بھی ایک نیا قبلہ ہونا چاہیئے۔ ۱۴۹ یعنی ہر قوم اپنے وقت میں اپنے اپنے مذاق کے مطابق دوسری جماعتوں سے بڑھ کر نیکیوں کی طرف بڑھتی رہی ہے۔ اب یہ اُمت اسلامیہ کی باری ہے۔ اس کو اپنے وقت میں دوسروں سے بڑھ کر نیکیوں کی طرف بڑھنا چاہیئے۔ ۱۵۰ یہ ہر ملت کے لئے بشارت ہے کہ اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے مذاق کے مطابق نیکیوں کی طرف بڑھتی رہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۵۱ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۵۲ یہ حکم دوسری بار ہے۔ پہلی بار کے حکم سے یہ حکم اس طرح مختلف ہے کہ پہلی بار کا حکم مدینہ کے لئے خاص تھا۔ یہ حکم عام ہے۔ ۱۵۳ یعنی یہ حکم بھی حق ہے اور پہلا حکم بھی حق تھا۔ ۱۵۴ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۵۵ یہ حکم تیسری بار ہے۔ ۱۵۶ یہ حکم بھی عام ہے۔ ۱۵۷ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۵۸ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۵۹ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۰ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۱ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۲ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۳ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۴ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۵ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۶ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۷ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۸ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۶۹ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۰ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۱ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۲ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۳ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۴ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۵ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۶ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۷ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۸ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۷۹ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۰ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۱ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۲ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۳ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۴ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۵ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۶ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۷ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۸ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۸۹ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۰ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۱ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۲ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۳ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۴ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۵ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۶ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۷ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۸ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۱۹۹ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔ ۲۰۰ یہ بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر دے گا۔

۵۲۵ (انتظار وحی میں) اے پیغمبر! رسول اللہ صلعم کو صحیح صورت وحی کے ساتھ اس کا یقین تھا کہ اسے جب سزا سنا دی جائے گی تو اس کا قبول ہونا یقینی ہوگا۔ قول کا قبول ہونا نہیں رہ سکتا۔ تحویل قبلہ کا حکم آ گیا ہے گا۔ اور فرشتہ وحی کے انتظار میں آپ کی نظر بار بار آسمان کی طرف بلند ہو جاتی تھی۔ یہاں اسی کیفیت کا بیان ہے۔ حق تعالیٰ گو ہر گز کسی جہت کا پابند نہیں کسی مکان سے محدود نہیں، تاہم تجلیات عامہ کو قرآن میں آسمان کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ اسی لئے محققین نے کعبہ کے قرقبلہ اصلیہ و دعا کا آسمان کی طرف منہ کرنا موجبات قبول میں سے ہے ملکہ اس پر سنت علوی سے کامل یقین اور تصفیہ قلب میں اور مدد ملتی ہے۔ قد سوئی گویصنہ مضارع ہے، لیکن مراد ماضی ہے۔ لنطہ مستقبل والمراد بہ المأضی (کبیر) نعود سوی خاندا حمد اور جہ (حسینی) ۵۲۶ یعنی خاندا حمد اور جہ ہمارے ہی کی جانب۔ وعدہ ہے قبول قبلہ کا۔ یہاں بھلائے راہ راست پر لانا اور فرقے کے کم بہ کی طرف آپ کو پھیر دیں گے جسے آپ خود قبلہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس سے رسول اللہ صلعم کی کمال عفت مرتبہ اور کمال درجہ امادہ قبولیت ظاہر ہے۔ مرتبہ تعالیٰ کے ہاں جو اصطلاح مقام روایت و محبوبیت کی آئی ہے۔ اس کی اصل یہی آیت ہے۔ کیا تمنا کا ہے اس بلندی مرتبہ کا کہ موئی خود طالب رضائے عبد ہو جائے۔ اس کے آگے کوئی مرتبہ تصور میں بھی نہیں سکتا ہے۔ اقبال نے اسی مقام کی تشریح کی ہے ؎ عودی کو کرملہ انا کہہ تقدیر سے پہلے ۔ خدائے مدعا سے خود پوچھے تمنا کیا ہے! ملوحیت ۱۲ کے دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ہم آپ کو اس کا والی و حاکم اور اس پر متصرف سادیں گے۔ اے



رَحِيمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ
مہربان ہے بیشک ہم بے دیکھا ہے آپکے منہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا سو ہم ضرور آپ کو پھیر دیں گے
قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ
کعبہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں اپنا منہ پھیر دیجئے مسجد حرام کی طرف اور تم
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کر لیا کرو اسی کی طرف اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی
الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
ہے وہ یقین جانتے ہیں کہ وہ حکم حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں ہے ان
عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ
کے کاموں سے اور اگر آپ لائیں ان کے پاس تمام نشانیاں
مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ
تو نہ پیروی کریں گے آپ کے قبلہ کی اور نہ آپ پیروی کرنے والے ہیں ان کے قبلہ کی اور وہ خود بھی ایک دوسرے کے
قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ
قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں اور اگر آپ نے پیروی کی ان کی خواہشوں کی بعد اس کے کہ آ چکا آپ کے پاس علم
مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
تو بیشک آپ تو ہو جائیں گے ظالموں میں سے ہم جن لوگوں کو دی ہے ہم نے
الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۗ وَاِنَّ
کتاب وہ پہچانتے ہیں اس (رسول) کو جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بیشک

معلك

فریق ۱۷

مسجد حرام کی جانب کعبہ کی طرف۔ ۵۲۷ المسجد الحرام عزت و حرمت والی مسجد سے مراد کعبہ معظمہ کی وہ مسجد عظیم ہے جس کے مدار غایہ کعبہ واقع ہے۔ خانہ کعبہ سنت علی کا مختصر عمارت کا نام ہے۔ مدینہ الرسول اور کعبہ کے بھی لوگوں کو اس کی جہت کی تعیین بہت دشوار تھی۔ اس لئے امت کی سہولت کے لئے نام بستک ست بڑی عمارت کا بنا دیا گیا (دلک، بیضاوی) محققین کے نزدیک یہاں مسجد حرام سے مراد کعبہ ہی ہے۔ وولاہ الیت نفسہ (حقاص) والمراد بہ البیت لانہ تعالیٰ خاطبہا ملۃ العرب وھی تعتد عما الضی عما یعادونہ او بما یتقل علیہ (ابن العربی) وذکر المحدد المراد دون الکعبۃ دلیل علی ان الواجب مراعاۃ المحتدد دون العین (دلک) اور امام مالکؒ سے یہ قول منقول ہے کہ مسجد حرام قبلہ ساری دنیا کی ہے اور جادہ کعبہ قبلہ ہے اس سمت کا مسجد حرام یا حرم شریف کی موجودہ عمارت کا نقش اول علیحدہ مہدی عباسی کے زمانہ کا ہے۔ بعد کے علماء و سلاطین برابر اس میں اضافہ کرتے رہے، خصوصاً ترک سلاطین۔ موجودہ ہیئت سلطان سلیم ثانی (متوفی ۹۷۴ھ) کے عہد سے تقریباً قائم ہے۔ محیط کی وسعت ۴۰۰ گز بیان کی گئی ہے۔ متعدد دروازے ہیں۔ اور گنبد گیلریوں کی تعداد ۱۵ سے متجاوز ہے۔ ایک دوسرے بیان کے مطابق شمالی عربی وسعت ۵۴۰ فٹ ہے۔ جنوبی و شرقی ۵۵۴ فٹ، شمالی مغربی ۴۰۰ فٹ، اور جنوبی و غربی ۳۶۴ فٹ۔ شطرہ سے مراد ہے مسجد حرام کی سمت یعنی بالمواجہ کے رخ پر۔ کہ عین اس کے مقابل کہ اس کی قبیل دور دراز کے علاقوں میں کسی ہی میں۔ شطرہ کے معنوی و تلقاؤہ تالہ اس عاس واو العالیۃ وتعاھدھا والہیمن اس عاصم مقامہ کے لکھا ہے کہ نمازیں جو استقبال قبلہ فرض ہے وہ سیہ کا ہے چہرہ کا استقبال صرف سینہ سے ہے۔ مارے باہر جو ہاتھ اس وقت بھی ہے جب چہرہ کے ساتھ سینہ بھی کعبہ کی طرف سے پھر جائے۔ صرف گردن پھیرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۵۲۸ (مخالفت نمازیں اختلاف پیدا کرتا ہے مسلمانوں میں امت محمدی سے ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم کو حکم ملا تھا کہ اپنے سمت قبلہ کو اپنے اصحاب پر ظاہر کیجئے۔ اب حاکم کعبہ صاحب کے ساتھ ساری امت کو قبول رہا ہے۔ حیث ما کنتم سے مقاتلہ یہ نکالا ہے کہ یہاں کہیں بھی ہو، درست ہے۔ کچھ سجدہ ہی کی قید نہیں ۵۲۹ علماء اہل کتاب یہود کو اپنی باتوں کی روایتوں اور نوشتوں کی بنا پر جو علم تھا کہ پیغمبر آخر الزماں کا قبلہ وہی ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کا تھا کہ وہی قبلہ اصلی اور حقیقی ہے بیت المقدس کا قبلہ ہونا عارضی تھا انہ ہو نصیرہ سزا وہی حکم تحویل قبلہ ہے۔ لما التحویل الی الکعبۃ (کواشی) والمعنی التحویل او المتوجۃ (سمعانی) عن تھم کی قید سے اس حقیقت کو اور واضح کر دیا کہ استقبال کعبہ رسول اللہ کا اجتہادی نہیں، تمام تر حکم الٰہی ہے ۵۳۰ (جمہ احتجاج صحابہ) صلاحیت کی کہتے ہیں، ۵۳۱ یعنی اپنی پیغمبری کے سامنے کوئی دلیل و بھجت ان کی الدیہ ہوا الکتب سے مراد یہود ہیں ۵۳۲ یہ حد ہے ان کے حسد و عناد و تعصب کی، اس لئے آپ کا ان کے اعتراضات کی طرف التفات کرنا بھی بے کار ہے ۵۳۳ (اس لئے کہ اسرائیل کی بدسمتی سے اب آپ کو ایک مستقل، امتیازی حالیگر قبلہ عطا ہو چکا ہے، اور یہود و نصاریٰ کی آپ کی طرف سے اب ہمیشہ کے لئے مایوس ہو جانا چاہئے ۵۳۴ جا بجا یہود کا قبلہ آج تک مشکل بیت المقدس ہے۔ اور نصاریٰ کسی عمارت یا مکان کو نہیں، بلکہ سمت مشرق کو قبلہ بنائے ہوئے ہیں، اور جب نہیں کہا مدد دنی اختلافات اس سے بھی زائد حول کعبہ اللہ کے ہمارے قدیم مسجدوں بھی یہود و نصاریٰ کے قبلوں کے فرق سے صحیح طور پر واقف تھے۔ جانچ کہتے ہیں۔ مالیھود مستقبل بیت المقدس و النصاریٰ مطلع الشمس (دلک) اور نیز نسفی تو یہ کہ شخص ہیں، اس حریر تو متقدمین میں ہیں وہ تنگ اس سے احراز تھے۔ وذلک ان الیھود تستقبل بیت المقدس بصلاتھا وھم النصاریٰ تستقبل المشرق (ابن العربی) ۵۳۵ (تحویل قبلہ کے اسی) علاوہ کہ عصمت ہوت حدوی اس امر فرد سے کے صافی ہے، اہل کتاب کی اتباع و استمرار تو مطلقاً ممنوع ہے لیکن قدیمے حیادی دینی مسائل میں ان کی اتباع معصیت ہی نہیں، کفر ہے ۵۳۶ یعنی علامات الوحی قرآنی اصطلاح میں العلم سے مراد یہی علم حقیقی ہوتا ہے، دنیوی "علوم" کی کوئی وصف نہیں۔ تمہارے کھانے کہ آیت میں تمہید ہے اُن لوگوں کے لئے جو علم صحیح کے وجود سے کے اسی بنی حوالہ کی پیروی کرتے ہیں۔ وفی ذلک تھدید بر لمن یترک الدلیل بعد المعاینۃ ویتبع الھوی (دلک) ۵۳۷ اللہ کے تناول میں روایت کی جگہ اُس کی سمجھ کے لئے کوئی وصف نہیں۔ یہاں تک کہ انبیاء کے لئے بھی نہیں۔ اور مسلم طریقہ نظری کے لحاظ سے بھی صلاحیت اگر ہیں بھی ہو تی ہے، جسے دوسرے انسانوں میں یہ اثبات ہے کہ توجہ الی الحق کا تعلق ہر وقت اور ہر حال میں ہے سے تم کو بھی ہے، اور انہیں خطاب محفوظ اور معصیت سے معصوم سائے کو بھی ہے۔ امام رازیؒ نے آیت سے یہ نکتہ بھی پیدا کیا ہے کہ عالم کے حق میں وعید شدید تر ہے جہ عالم کے معاملہ میں۔ دلت الآیۃ علی انہ توحد الوعید علی العلماء اشد من توحدہ علی عبدہ ھو احد (کبیر) ۵۳۸ عوام لعلماء کے تحت میں کبھی کبھی داخل ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ مراد نہیں ہیں۔ قریت و صحف قدیم کو کبھی بھی مانتے ہیں۔ علماء والا غنتے اشارہ کیا، ہو کہ اس موقع پر صیغہ معروف انبیاء ھم الکتب صحیح نکلم کی تصریح ساتھ صیغہ مجہول اوتوا الکتب ہے کہیں زیادہ دلپسند ہوتا۔ ۵۳۹ یعنی جب انہی طرح پیغمبر کی انتہاء و التباس کے مطلب یوں ہوا کہ پچھلی نوشتوں میں بالکل نبی آخر الزماں کی آمد کی مات بیش گوئیاں اس صراحت سے مدکور ہیں کہ یہود و آپ کی شناخت میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی وہ کسی طرح اسرائیلی انبیاء کو پہچان لیتے تھے، ٹھیک اسی طرح آپ کو بھی پہچان سکتے ہیں۔ الذین ھم کے معلوم ہی اپنے لڑکوں کے ہیں، لیکن صبر ہم سے مراد اولاد خاص نہیں، بلکہ قوم یہود و نسل اسرائیل مراد ہے۔ یہی اسرائیل۔ اسماء کا لحاظ عربی میں اولاد سے زیادہ وسیع معنی رکھتا ہے۔ اور ہمیشہ صلبی بیٹوں ہی کے معنی میں نہیں آتا، بلکہ حسن جن پر فرندی کا اطلاق مجازاً ہو سکتا ہے اُن سب پر بھی وہ ہی معنی ہیں ضمیر ہم کے یہ مراد ہے، قد اعترف اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد بیت الحرام کو جو قبلہ الانبیاء کے پہچانا ہے چنانچہ فصل بن جبیر میں ابن عباسؓ صحابی سے لیکر تتادہ، اس زید، سدی، ابن جریج تک اسی کے اقوال اسی معنی میں

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ
اللہ تم اور اک نہیں کر سکتے ۝ اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے کچھ خوف اور
وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ
بھوک سے اور مال اور جانوں اور پھلوں کے کچھ نقصان سے ۔ اور آپ
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ
صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے ۝ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں ۝ کہ
قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ
ہم اللہ ہی کے لیئے ہیں اور ہمکو اُسی کی طرف واپس ہونا ہے ۝ لوگ وہ ہیں کہ اُن پر
صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
نوازشیں ہوں گی اُن کے پروردگار کی طرف سے اور رحمت (بھی) اور یہی لوگ
الْمُهْتَدُوْنَ ۝ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ
راہیاب ہیں ۝ صفا اور مروہ بیشک اللہ کی یادگاروں میں سے
اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ
ہیں ۝ سو جو کوئی بیت (اللہ) کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر (ذرا بھی) گناہ
عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا
نہیں کہ ان دونوں کے درمیان آمد و رفت کرے ۝ اور جو کوئی خوشی سے کوئی امر خیر کرے
فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ
سو اللہ تو بڑا قدردان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے ۝ بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو

منزل

طبعاً ادراک) کو لیس الصبر الاسترجاع عند المصائب بل بقرب القلب (رسیاوی) قالُوْا۔ صورۃ صیغہ ماضی کا ہے۔ لیکن مقصود مومنین صابرین کی عادت کا بیان ہے۔ اذا۔ یہاں کسی ایک واقعہ اور اتفاق واقعہ کیلئے نہیں۔ عام عادت کے اظہار کے لئے آیا ہے یعنی جب جب یا جب کبھی بھی کوئی ناخوشگوار بات پیش آتی ہے۔ والمعنی فی اذا ما علی انکرار والعموم (بحر) ۵۷۶ (حواہ آج خواہ چند روز بعد آئندہ تمام تر جب چیزوں کی ہی۔ ایک یہ کہ ہم سب عدم ہیں، اور تمامتر اُسی کی ملک۔ ہم جو بھی اور جہاں جو چیز بھی اپنی کوئی شے بھی نہیں، نہ دنیا نہ بیچئے۔ مال، جائداد، نہ وطن، نہ خاندان، نہ جسم نہ جان، ۲ کوئی کچھ بھی سے سدا کا، وہم و گمان ہمارا، ۳ کچھ انسان کے سامنے رنج و غم۔ درد و حسرت کی بجائے وہ صرف اس قدر ہوتی ہے کہ وہ اپنی محبوب چیزوں کو اپنی سمجھتا ہے۔ لیکن جب ذہن اس عام مطلطے خالی ہو گیا، اور کسی کو بھی شے ہو، سرے سے اپنی رہی ہی نہیں اتوا ب تحمل و شکر، رنج و ملال کا موقع ہی کیا ؟ دوسری بات۔ کہ نہ تو رنج اور صدمے اور درد کے وہ انواع بھی عارضی اور فانی ہیں، وہ جانے والے کوئی بھی نہیں۔ عنقریب انہیں چھوڑ چھاڑ مالک کی حضرت میں حاضری دینا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہاں پہنچنے پر اصل اجر مضمون ہوں گے اُسی قدر اس کے دل کو دیا جس اس دنیوں حاصل ہے گا۔ غم و حزن کے ماروں کا حوصلہ بڑھانے اور تیر سدوف سخت بیماں تا جایا گیا ہے۔ یہ صحائف کا بات میں بے نظیر ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ قرآن مجید میں اگر صرف یہی ایک آیت ہوتی، تو یہی اُسے حکم مطلق کا الامام ثابت کرنے کے واللہ کافی تھی۔ صبر کی کیفیت نفسی کا نام ہے۔ اور اصلاً اُس کا تعلق قلب سے ہے۔ زبان سے کلمہ صبر دہرانے کا حکم اسی کیمیت کو قوی اور مؤکد بنانے کے لئے ہے۔ محققین کہتے ہیں کہ آیت میں جو حکم ہے اُس کی تعمیل کے تین مرتبے ہیں (۱) درجۂ ادنیٰ دل میں آیت کے معنی مستحضر ہوں، اور زبان پر بھی اس کے الفاظ جاری ہوں (۲) درجۂ اوسط۔ دل میں معنی کا خیال کرے، اور زبان سے ادا کرے (۳) درجۂ اعلیٰ۔ دل میں استحضار ہو، مگر زبان سے دہرائے۔ یہ تیسرا درجہ ممکن صورت ہے کہ دل میں مفہوم کسی وجہ میں بھی موجود نہ ہو، مگر زبان پر بھی اس کے الفاظ جاری ہوں (۲) درجۂ اوسط۔ دل میں معنی کا خیال کرے، اور زبان سے ادا کرے (۳) درجۂ اعلیٰ۔ دل میں استحضار ہو، مگر زبان سے دہرائے۔ یہ تیسرا درجہ ممکن صورت ہے کہ دل میں مفہوم کسی وجہ میں بھی موجود نہ ہو، مگر زبان پر بھی اس کے الفاظ جاری ہوں

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا
تاکہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں حجت نہ رہ جائے ۔۔۔ سوائے لوگوں کے جو ان میں سے ظالم
مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي
ہیں ۔۔۔ سو تم ان سے نہ ڈرو ۔۔۔ بلکہ مجھی سے ڈرو ۔۔۔ تاکہ میں پورا کر دوں
عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا
تم پر لوگوں ۔۔۔ اور تاکہ تم راہ پر (قائم) رہو ۔۔۔ جیسے (کہ) بھیجے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول
مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ
تم ہی میں سے جو تلاوت کرتا ہے تم پر ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تم کو اور تم کو سکھاتا ہے کتاب کی تعلیم
وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝
اور حکمت اور تم کو سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے ۔۔۔ سو تم
فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝
مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا ۔۔۔ اور میری شکرگزاری کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو ۔۔۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ
اے ایمان والو ۔۔۔ مدد ۔۔۔ صبر سے ۔۔۔ اور نماز سے ۔۔۔ چاہو
إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ
بیشک اللہ مدد کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔۔۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں ۔۔۔
يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ
انہیں ۔۔۔ مردہ نہ کہو ۔۔۔ (نہیں) ۔۔۔ بلکہ وہ زندہ ہیں ۔۔۔

ع ۱۸ ۲ سیقول ۲

معارف

۵۵۱ متقابل کتاب کو اُس اعتراض کی گہرائی سے بہائے دستوں کے موجب اور آخری ہی کا قصد۔ قبلہ ابراہیمی جو ہاتھا۔ یا مستر کہیں عرب کو اُس اعتراض کا موقع کہ یہ جنگ دیں ابراہیمی کیوں تک کے ہوئے ہیں۔ الناس میں الناس سے مراد محمد عالمیں و مسترسین ہیں ۵۵۲ یعنی رہے وہ کج طبعت معاندین جو اس کے بعد بھی اعتراضات پر اُتے رہیں گے سو ان کی کچھ پروا نہ کرو۔ الا للمعاندین صعوبۃ کشف الاعتداء الاحمد علیکم الا الحجۃ الداحضۃ للمدین من المعود و جدید عہد کا ۵۵۳ الا کو یہاں بوصیدہ معنوی نے واؤ کے مرادف قرار دیا ہے۔ لیکن عرا اور دوسرے اہل لغت اس سے انکار کیا ہے (حاص) ۵۵۴ اور نہ ان کی کچھ پروا کرو۔ ملاعنوا واما عصوی قلدکم کا ۵۵۵ لیعنی یہی اتمام نعمت اب استقبال کعبہ کے واسطے سے اسی طرح ہوگا، جیسے بعثت رسول کے ذریعہ سے اس کے قبول ہو چکا ہے۔ کما اوصلنا متعلق باتمام اتمامًا بالم یسالم الاتصال (جلالین) ۵۵۵ ہر طرح کے نقص و عیب سے اللہ اخلاقی کو اُن گمراہیوں تک ہو جاتی ہے جو علم و عقل، کشف، اشراق سے اور ابن کیلئے ارسالہ صلی اللہ علیہ وسلم عنایۃ علیہ لولاہ لکان الخلق مضیورین فی امر دینہم لالتباس الوحی لو لیصعوب، معنی ما الاصیل الی معرفۃ الا الوحی (مدارک) ۵۵۶ (طاعت و عبادت کے ذریعہ) اندھا کالے مالک کو یاد کرا ہی سے کہ اُس کی مثالی ہوئی راہ پر مستعد اور شوق سے چلتا ہے۔ اور یہ یاد الٰہی کسی حاص وقت سے ساتھ مقید و مقید نہیں۔ کھنچے پڑھتے، بولتے چالتے، لیتے دیتے جاگتے، سوتے میں رضا الٰہی کو مقدم رکھنا یہی عبد کی یاد الٰہی ہے ۔۔۔ اذکروا فی۔ اوکر حقائص رازی نے ذکر سے مراد لی ہے آیات الٰہی اور ان کی عظمت قدست کا تفکر۔ وذکر وا بالعکس فی دلائلہ و ایاتہ بعقد و بصفاتہ (محکم التنزیل) اور کسی کو سامنے ذکار سو الفصل اور اس کی اصل قرار دیا ہے۔ وھو اصل الذکر سواء تذکروہ الذی کہ صیغۃ علیہ تاصلۃ لہ (محکم التنزیل) ۵۵۷ اپنے لطف و عنایت خاص سے، اللہ کا ایسے سدول کو یاد کرنا یہی ہے۔ کہ ان پر دنیا و آخرت دونوں میں اپنے خصوصی فضل و کرم کی بارش کرتا ہے ۔۔۔ ذاکر کو وہی اور اذکر کو کہ میں میرے متعلق کو میرا واحد میرا اعلامات تخصیص کی ہے۔ مرتد تھانوی نے فرمایا کہ سدہ اوھر سے یاد میں لگا ہے تو اُدھر سے بھی برابر اری ہوتی رہے گی اور یہی اصل ہے اور الغرض سدہ کے ذکر الٰہی کا۔ سو اگر ذہن کے سامنے ان کا استحضار رہے تو سدہ کا ذکر و تساہل کو کہ بھی تشویش ہو اور یہ حاصل کی شکایت پیدا ہو ۵۵۸ واشکروا لی۔ توحید ایمان و اسلام کا متحقق اور کرتے رہنا ہی اللہ کی شکرگزاری کرتے رہنا ہے۔ اور شکر کی بہترین تعریف یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ ہی کے کاموں میں لگایا جائے ۔۔۔ ولا تکفرون۔ کفر و شرک، الحاد و ارتیاب، فسق و معصیت میں لگے رہنا یہی اللہ کی ناشکری اور اس کی نعمتوں سے کفران کرنا ہے۔ اور شکر ہی کا اصل مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے قویٰ کو اللہ کی افرانی میں صرف کیا جائے ۵۵۹ یعنی ہر مشکلات کے وقت بھی شکایت حقیقی سے تعلق پر جو صبر اور رکوع جو اُس پر مرتب ہوتا ہے دل کو اُس کی قوت تقویت حاصل ہو جاتی ہے حط و قوت پولیس کے پہنچ جاتے ہے۔ کسی ٹوٹ جانے کے آجانے سے دل کو کسی وحادث سعد جاتی ہے تسدید ہماری کے وقت سی ناصر و طبیب کے آجانے سے دل کی اُس کسی جڑ جاتی ہے۔ یہ جب قبل کا ربط ہے۔ میں وہ ان ماصر حقیقی و حافظ حقیقی سے قائم ہو جائے، تو ان ہی بنیان کی تمکین خاطر و تقویت قلب کا یہ ہے کہ زندگی کی کٹھنائی میں پڑ کر، مشکلات و مصائب کا پیش آتے رہنا لازم ہے۔ اور اور کو بھی۔ اور اُسے وہ حاصت کو بھی۔ اور وہ دستور العمل ناقص ہے جو مشکلات کے دفاع اور مصائب کے مقابلہ کا طریقہ نہ بتائے ۔۔۔ آن مجید نے بجائے غیر ضروری اور امتناعی تفصیلات میں جانے کے یہاں اشارہ اصل اصول کی طرف کر دیا۔ ما الصعوبۃ۔ صبر کے لفظی معنی تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے کو روکے رہنے کے ہیں۔ الصبر الامساک فی ضیق (راغب) اور اصطلاح شریعت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ نفس کو عقل پر غالب نہ آنے دیا جائے، اور قدم دائرہ شریعت سے باہر نہ نکالا جائے۔ الصبر حبس النفس علی ما یقتضیہ العقل والشرع (راغب) صبر کے یہ معنی نہیں کہ جو امور طبعی اور بشری ہیں، اُن کے آثار کو بھی لیجے اور طاری ہونے دیا جائے جیسے رونا، دل کی تکلیف سے کراہنا، رنج کے وقت آہ سرد بھرنا، عزیزوں قریبوں کی موت پر آنسوؤں سے رونا، ان میں سے کوئی شے بھی صبر کے منافی اور بے صبری میں داخل نہیں۔ قرآنی فرمان کا مطلب صرف مقدور ہے کہ جو ہم مشکلات کے وقت گھبرا نہ جاؤ، ثابت قدم رہو۔ دل قابو میں رکھو۔ حدود دل کے بس نہ جائے۔ الصبر والصلوٰۃ صبر ایک سلبی کیفیت اور صلوٰۃ ایک ایجابی عمل ہے۔ ان دو کلمہ کی لفظوں سے شاید اور ہو گیا لفظ اور اجتماعی فلاح دونوں کا راز صرف ان دو چیزوں میں ہے۔ ایک صالحی سے حفظ و احتیاط۔ دوسرے اور اہم کا اتباع ۵۶۰ اللہ کی معیت عام تو اور دونوں قاعدی وصالح پر ہے۔ وھو معکم ای مالکم۔ یہاں یہ معیت خصوصی مراد ہے، جس کے آثار حفاظت، اعانت و توجہ خاص ہیں۔ یہ اسی معیت الٰہی کا احساس و استحضار تھا، جس رسول کریم کے محبی کو ہر سماں وقت حرت سے حوض کوثر کا مالک بنا دیا تھا اور جق یہ ہے کہ اس کے دو قسم ہے جو کہ۔ روح کے لئے کوئی لذیذ شے ہے اور نہ جسم کے لئے کوئی مرہم تسکین۔ یہی ایک تصور ہے اہل ایمان کے لئے جو ہر نازک کو ہوشگوار مرہم کی شیریں، بہ ہر کو قدم جانے کو کافی ہے ۔۔۔ وہ جانہ کے ۔۔۔ ہی حق، اللہ پر وسوسی ذاتی ہے۔ اور یہ سلیم کیا ہے کہ قلب کی اُداسی غمگینی، افسردگی کے وقت خلق اللہ سے بڑھ کر مونس رفیق و دمساز کوئی نہیں ملا ہو صورت ہے معیت الٰہی کی یہ نعمت جس صابر پر ہو گی تو سارا دن کو مدد خدا وندی ملے گی اور اسی لئے اس کی صراحت کی گئی ہے ۔۔۔ کی وعدہ ہے معیت الاذا کان معہ الصابر کان معہ المصلین لانہ اذا کان معہ الصابر کان معہ اولی لان الصلوٰۃ من الصبر (مدارک) ۵۶۱ عالم روح میں یکسر حاص حیات کے ساتھ، اور عام انسانوں کی طرح مردہ نہیں، وہ سب جنت کی حاضر۔ ہے ہی فاتحہ و اخلاص کلمہ (روح) عزیزہ بدیں جب کچھ صحابی تسمیہ ہو گو تو

مدوك

Varieties of Religious Experiences کے مخالف مقامات۔ صدر اپنے وسیع مفہوم میں یکساں جامع لفظ ہے صلوٰۃ اسی کی ایک ستار Psychology of Religions ہو James

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آنے بدلنے

وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ

میں اور جہازوں کے چلنے میں جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو نفع

النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ

پہنچاتی ہیں اور (اس) پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے نیچے اتارا پھر اس سے زمین کو اس کے

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيفِ

مُردہ ہونے کے بعد جلا اُٹھایا اور اس میں ہر طرح کے جانوروں کو پھیلا دینے، اور ہواؤں

الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ

کے بدلنے میں، اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مقید ہے (اس میں)

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ

ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں (موجود) ہیں اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اللہ کے علاوہ دوسروں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۖ

کو اللہ کا شریک ٹھہرائے ہوئے ہیں اللہ کی سی محبت رکھتے ہیں جیسی اللہ سے رکھنا چاہیئے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ

اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت میں بہت قوی ہوتے ہیں اور کاش ظالم عذاب کو

ظَلَمُوْٓا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ

دیکھ لیتے تو سمجھ لیتے کہ قوت اللہ ہی کی ہے

معرّی

اور مُعانی کتابوں کی بھی بُوجھا کی ہو، نو کچھ محل نہیں۔ مُلّاں کے عموم کے تحت میں اسٹیر لائسر ڈیڈ مالٹ، ہر قسم کے چھوٹے بڑے جھاڑو آدر دستا کس، ہر قسم کی چھوٹی بڑی کستیاں، عرص، دمکل عمری سلواریاں، انگیٹھیں، حواس وقت موجود ہیں، یا قیامت تک ایجاد ہو سکیں، سامان بیچنے کے لئے یا سامان تجارت کے لئے، یا عرض تفریح۔ مایعلم الانسان کو مائدہ پہچانے والی چیز کا وصف سب میں علم و مشترک ہے۔ مایعلم الانسان کے عموم کی وسعت لحاظ رکھنے کے قابل ہے۔ انسانی علم وسعت کی ہر ممکن حد تک اس میں آگئی۔ اے بالذی یعلم من المفردات سے المفردات التی یعلم بھا الانام (قرطبی) امام قرطبی نے کہا ہے کہ ایک مترجم کے سوال کے جواب میں کہ قرآن کی حاسیت کا دعویٰ ہے تو اس میں ملک مرچ، دھنیہ کھانے کے مسالوں کا ذکر کہاں ہے؟ جواب یہ ہے کہ یعلم الانسان کا عموم اس سب کو شامل ہے۔ اللہ کا لفظ جو کہ لازم تفسیر ہو گیگی ہے، بادل، آسمان، دھنیہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز کے لئے عام ہے۔ سائل نے اللہ کا لفظ سن کر اس کی تفسیر ہی کی ہوتی ہے۔ یا اسی خدائے واحد و حیات آفرینی کی ربوبیت کی ہوتی ہے۔ دلائلہ عام ہے ہر جہان کے لئے۔ حملوں پرستی متروک کا ایک عہد عظیم تاریخ کے صفحوں میں ہے۔ بابل، مصر، ہندوستان وغیرہ میں گئے۔ بیل، سور، نگلہ، مچھلی، سانپ، بچھو، وغیرہ کی پوجا رہ چکی ہے۔ رہیں اگر وہ ہزار قبیل کے خیط کا کوئی اُولا ہے تو، یا اگر ہیرے یا لعل شدہ و سست کی کوئی چھوٹی چیز ہے تو بھی۔ اگر چیزی اور پتھر کی کے ساتھ ٹرک کرنے پر بھی اگر ایسی چیز پر ساکن ہے تو بھی بوجہ اس کے کہ یہ مثال انسان کا رنگ چیزی، ایسی نے مثال مسائی کا نمونہ ہے۔ اصنامی علامتیں کس کی قوت اسے تھامے ہوئے ہے، اس کے اور پوجا ہوئے سُورج اور ستاروں، سیاروں کے درمیان حاصلہ کا ایک خاص تناسب کس نے قائم کر رکھا ہے، اس کی رفتار کی ایک خاص مقدار میں وسعی اور گردش کون بچا رہا ہے؟ چاند سے روشنی اور حرارت کے ساتھ کس کی حکومت قدرت اس تک لا رہا ہے؟ آسمان اگر ٹھوس، اور مائی جسم ہیں تو، اگر خلا میں بعض مقرر نظریں تو بھی ہر صورت میں اُن کی وضع، ساخت، ترکیب ہیئت، انسانی دسترس سے کہیں بالاتر ہے؟ گنتی شمار سے بالاتر ذرات و سیارہ کے سکون و حرکت کا انتظام کون قائم کئے ہوئے ہے، ستاروں کی بیروشنی، اور ایک طلوع و غروب میں یہ باقاعدگی کس کے حکم سے قائم ہے، نظام فلکی کے مشاہیر احرار و عناصر میں یہ ترتیب اور باہمی تناسب کس کی حکمت و مصلحت کے دم سے رواں ہے، رات اور دن کس طرح ایک مرتب قانون کے ماتحت چلے آرہے ہیں، اگر سردی اور سردی بعد برسات ہر موسم میں اُس کے مقررہ مناسب وقت تبدیلیاں کون کرتا رہتا ہے؟ مختلف ملکوں میں اُس کے طلوع و غروب کے وقت کیسے بندھے ہوئے ہیں؟ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ کسی وقت ملک میں دن ہو اور دوسرے میں بھی دن ہو، یہ نہیں ہوتا کہ کوئی ملک ایسا ہو جہاں سال بھر میں ایک ہی دفعہ سورج نکلے اور ایک ہی دفعہ غروب

مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا
ہم نے نازل کی روشن دلیلیں اور ہدایت میں سے بعد اس کے کہ ہم نے اُسے
بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ
لوگوں کے لئے کتاب (الٰہی) میں کھول چکے ہیں ۱۵۹ یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ اُن پر لعنت کرتا ہے
وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا
اور اُن پر لعنت کرنے والے کرتے ہیں ۱۶۰ بجز جو لوگ توبہ کریں ۱۶۱ اور درست ہو جائیں ۱۶۲
وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ
اور (اپنا طریقہ) ظاہر کر دیں ۱۶۳ یہ لوگ ہیں کہ میں اُن پر متوجہ ہوتا ہوں ۱۶۴ اور میں بڑا توبہ قبول کرنے والا
الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ
(اور) بڑا رحم کرنے والا ہوں ۱۶۵ بیشک جو لوگ کفر کرتے ہیں اور مر جائیں اسی حال میں کہ وہ کافر
كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ
ہیں، سو یہ وہی لوگ ہیں کہ اُن پر لعنت ہے اللہ کی، اور فرشتوں کی اور
النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
آدمیوں کی سب کی ۱۶۶ وہ اس میں پڑے رہیں گے ۱۶۷ کہ اُن پر سے عذاب ہلکا کیا جائے
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ
نہ اُنہیں مہلت دی جائے گی ۱۶۸ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے ۱۶۹
وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝
اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ۱۷۰ نہایت مہربان ہے رحم کرنے والا

ع ۱۹ ۳

مدوں

ہے رحمہ سے مصاحب۔ ودرحمۃ۔ یعنی یہ لوگ رحمت عالم کے ممنون ہیں گے۔ ھم للبیت ہوں۔ ویہاں ان کی سزائی اس حقیقت تک پہنچ گئی کہ لکڑی دُھیر ہوگئی ہیں۔ یہاں تک کہ خود ان کے جسم جان بعض رُوح کا مالک حق تعالیٰ ہی ہے چنانچہ جب یہ اُسکے پاس پہنچیں گے تب ہی کچھ پاس کے گئے اللہ کی برکت مغفرت حاضر کو پالیا، اُس سے پیار اور آخرت کی بھی ہی کو نعمی نعمت، اولٰئک ھم المتقون معاملہم الدنیویۃ والدینیۃ تمام ہی مال لذکرہ اللہ خلق ورحمہ لہ دینہ معاملہ (۱۲) ۵۶۴ رکھ کر دیوی نہ تو اُن کی یاد گار دل ہی سے، صفا اور وہ کسی نامہیں سمجھ لو ہم کیا اس دو پہاڑیاں تھیں۔ اسم مونث لیا ہاں عمر چناں کی سی روگی ہیں۔ صفا حرام شریعت کی اپنی ہاسے لوہ مروہ ہائیں ۴۹ قدم کا ہے۔ یا تقریباً ۶ فرلانگ۔ صفا کے نوعی معنی صاف۔ پتھر یا خالص چٹان کے ہیں، اور مروہ کے معنی نرم سفید زمین پتھر کے ہیں۔ الصفا الحجارۃ الصافیۃ (راغب) قال الاصمعی ھو کل حجر لا یعلو الحجارۃ ھو طویل وزاد ابن الاثیر قد یکون مدورا (۱۲) حدیث صحیح میں یہ مضمون آیا ہے حضرت حرۃ حضرت اسمٰعیل کو شیر خوار گی کے زمانہ میں مادر مکہ کے اس پہاڑ پر چھوڑ کر اس ناقابل نجی تھیں کہ کہیں کوئی قافلہ ان کا اطلاع آئے، تو اُس وقت اضطراب میں دُور تک اس پہاڑی سے اُس پہاڑی پر جاتی تھیں کہ شاید مدد ہی کو کسی قافلہ پر اطلاع پڑ جائے۔ شعیر اللہ۔ یعنی اللہ کے نبی کی نشانیاں یا علامتیں، دین الٰہی کے وہ شعائر مقرر عقائد میں۔ علیم عمر کام دین۔ صلیبو حج سے شعور کی اور کے معنی میں علامت کے جمعہ یہ قولھا الحلاقۃ والحج ھو حسن اکثر ان امر لعلام ما قد اللہ ورسولہ ھی الحلام الجاھلیۃ ھو حسن اکثر ان امر لعلام ما قد اللہ ورسولہ ھی الحلام الجاھلیۃ (ابن العربی) اصطلاح میں مراد مناسک حج کی ظاہر تعیین ہیں۔ لے۔ اعلامہ مناسکہ وحدودہ اذا بینہ لکم عن معالم اللہ فی الحج (۱۲ ابن العربی) ۵۶۵ ع۔ عبادات اسلامی کا چوتھا رکن، روزہ کے مدحیہ تقرب ہونا۔ عمر میں ایک بار فرض ہے۔ گویا دیانے اسلام کی میں اُن قواعی سالار کا رکن ہے۔ ارکان حج یعنی جو چیزیں فرض ہیں، وہ تین ہیں:۔ (۱) احرام باندھنا جس میں دو رکعت نماز پڑھنا۔ (۲) طواف یا رابت۔ یعنی وقوف کے بعد حجار کعبہ کا طواف۔ اور واجبات حج چار ہیں:۔ (۱) سعی صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے کرنا۔ (۲) وقوف عرفات۔ اور (۳) قیام مزدلفہ کی رات کو۔ (۴) رمی جمار یعنی تین شیطانی ستونوں پر کنکریاں مارنا۔ (۵) حلق یا قصر۔ یعنی سر منڈوانا یا بال کتروانا۔ اور حج کے بعد عمرہ کے لئے حل (باہر) جانا۔ (۶) طواف وداع۔ اور سنن حج چار ہیں:۔ (۱) احرام کو میقات سے باندھنا۔ (۲) طواف قدوم۔ (۳) رمل۔ (۴) اضطباع۔ ان کا بیان اپنی جگہ آئے گا۔ حج کی تین قسمیں ہیں:۔ (۱) حج افراد۔ یعنی صرف حج کا احرام باندھنا۔ (۲) حج قران۔ یعنی حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھنا۔ (۳) حج تمتع۔ یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرنا پھر حج کا احرام باندھنا۔ حج تمتع کرنے والے پر ایک دم واجب ہے۔ حج کی فرضیت کا حکم ۶ھ میں نازل ہوا۔ ۹ھ میں آپ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ ۱۰ھ میں آپ نے حج ادا فرمایا۔ اسی کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اسی حج میں آپ نے خطبہ دیا۔ اسی حج میں آپ نے اپنی اُمت کو مناسک حج سکھائے۔ اسی حج میں آپ نے اپنی اُمت کو آخری نصیحتیں فرمائیں۔ اسی حج میں آپ نے اپنی اُمت سے اپنے بارے میں گواہی لی۔ اسی حج میں آپ نے اپنی اُمت کو اپنے بعد گمراہ ہونے سے ڈرایا۔ اسی حج میں آپ نے اپنی اُمت کو اپنے بعد آپس میں لڑنے سے منع فرمایا۔ اسی حج میں آپ نے اپنی اُمت کو اپنے بعد کافر ہونے سے ڈرایا

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا
جس کا تم علم نہیں رکھتے ۝ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اُس
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ
کی جو اللہ نے اُتارا ہے اُس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو اُس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا
اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝
کو پایا (چھوڑیئے) خواہ اُن کے باپ (دادا) نہ کچھ عقل ہی رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں ، ۝
وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا
اور جو لوگ کافر ہیں اُن کا حال تو اُس شخص جیسا ہے جو ایسے جانور کے پیچھے پکار رہا ہے جو کچھ
يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ
سُنتا ہی نہیں (بجز پکارنے اور للکارنے کے) (یہ) لوگ بہرے ہیں ، گونگے ہیں ، اندھے ہیں ، سو (کچھ بھی)
لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
نہیں سمجھتے ۝ اے ایمان والو ، پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں
مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝
کھاؤ پیو ۝ اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو ۝ اگر تم خاص اُسی کی سدا کرنے والے ہو ۝
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ
اُس نے تو تم پر بس مُردار اور خون اور سؤر کا گوشت ، اور جو (جانور) غیر اللہ کے لئے
وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
نامزد کیا گیا ہو ، حرام کیا ہے ، ۝ لیکن (اس میں بھی) جو شخص مضطر ہو جائے ۝ اور نہ (تو) حد

(داعی الذین کفروا سیدھی) لے مثل واجہم الی الایمان (کشاف) وبما تصاف ھذہ الجملۃ بیانا لوجہ الشبہ اطلاقہ ۱۲ منہ (منہ) ۶۱۱ یعنی اُس جانور کی طرح حس کے کان میں پکارنے والے کی آواز اور الفاظ تو آرہے ہیں باقی وہ معنی و مفہوم کچھ نہیں سمجھتا بس دُور ہی سے ہانکنے والے کی ہانک سن رہا ہے ۔ ۶۱۲ گویا ان کا بہرا ، گونگا اور اندھا ہونا ہی اس کی وجہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ، لیکن اُس کے معنی مفہوم کچھ نہیں سمجھتے ۔ مثل الذی ینعق الخ مسلم و لا تقل ما لا یعقل کذلک الکلام یسمع الصوت و لا یعقل (ابن عرعرہ عن ابن حماسۃ) صُمٌّ ۔ یعنی بہرے ہیں ، آواز حق کی طرف سے ۔ صُمٌّ عن الحق و لا یسمعونہ و لا ینتفعون بہ (ابن عرعرہ عن قتادہ) بُكْمٌ ۔ یعنی اقرار حق کے لئے اُن کی زبان گونگی ہے ۔ بُكْمٌ عن الحق و لا یطقونہ ۔ عُمْيٌ ۔ یعنی اندھے ہیں خود اپنے بھی نقصان کے باب میں ۔ عمی عن الھدی فلا یبصرونہ (ابن عرعرہ عن قتادہ) اس سے بڑھ کر ایک اور فقرہ توریت میں بھی موجود ہے :- "وہ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے کہ اُن کی آنکھیں اپنی گئیں معدود دیکھتے نہیں اور اُن کے دل بھی معدود سمجھتے نہیں" (یسعیاہ ۴۴ : ۱۸) ۶۱۳ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اپنے کھانے پینے کی اجازت ہے ، عیسٰی ہر بیان یعنی احادیث سے بھی حکم نہیں ۔ کلوا فی ھذا للوجہ کما یجب الاجتناب فی ما لم یرد الا لاحۃ (کبیر) كُلُوْا ۔ یہاں لفظ مِنْ یعنی میں سے صرف کھانے تک محدود نہیں ، بلکہ ہر قسم کا جائز انتفاع اس میں آگیا ۔ المراد الاکل الانتفاع من حیث الوجوہ (قرطبی) و کلوا لعموم حیث وجہ الانتفاع دلالۃ و عملاً (روح) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ خطاب اتنا عام ہے الناس سے تھا حلال و حرام کے باب میں مشرکین کی غلطی کے اظہار کیلئے اب خطاب صرف مؤمنین سے ہے ۔ اُن سے ارشاد ہو رہا ہے کہ حلال و حرام کے باب میں مشرکین کی پیروی نہ کریں طَيِّبٰتِ ۔ یعنی وہ چیزیں جنہیں شریعت خداوندی نے پاکیزہ قرار دیا ہے ۔ ۶۱۴ (یہاں سے بھی اور مِنْ کی بھی) وَاشْكُرُوْا ۔ شکر اس امر کا کہ اُس نے یہ رزق عطا کیا ، اور رزق بھی حلال و طیب ۔ یہاں جملہ امر و جوب کے لئے ہے کہ صرف حاجت کے لئے ۔ امر کقولہ اشکروا للہ امرًا ولیس بواجبۃ (کبیر) ۶۱۵ یعنی اگر اپنے دعوی ایمان و اخلاص میں سچے ہو تو اللہ کے حکم پر چلو اور اُسکے مقرر کئے ہوئے حق ادا کرتے رہو ۔ ۶۱۶ یعنی جانوروں کے سلسلہ میں تو شریعت الٰہی کی حرام کی ہوئی بس یہ چیزیں ہیں ۔ وہ چیزیں جو تم نے اپنی تجویز سے گڑھ رکھی ہیں ، یہاں تردید تمام تر مشرکوں کے خود تراشیدہ محرمات کی ہو رہی ہے ۔ باقی جو چیزیں حدیث میں کی بنا پر یا کسی اور دلیل شرعی سے حرام ہیں ، اُن سے آیت کو کوئی بحث نہیں ۔ لیس المراد من الآیۃ تحصر المحرمۃ علی ما ذکر مطلقاً بل مقید عما اعتقدوہ و حللاً (روح) الْمَيْتَةَ ۔ میتہ یا مُردار وہ جانور ہے جو بغیر کسی کے ہاتھ لگائے خود مر جائے ، یا بلا ذبح کئے جائے لیکن ذبح شرعی کے مطابق ۔ ھو خلاف المذکی لقولہ الا ما ذکیتم (کبیر) ۶۱۷ یعنی مُردار کی ہڈی ، کھال ، خون یا گوشت کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے ۔ تو بھی مُردار ہی کے حکم میں داخل ہوگا ۔ حنفیہ کے ہاں مُردار کے کسی قسم کا بھی نفع حاصل کرنا جائز نہیں ۔ یہاں تک کہ مُردار گوشت کتوں اور شکاری پرندوں کو کھلانا بھی درست نہیں کہ یہ بھی تو اُس سے نفع اُٹھانا ہی ہوا ۔ و ما سکتوا عنہ فالقرآن میں مُردار کی حرمت مطلق سورت میں ہے وقال احصلا لا یجوز الانتفاع بالمیتۃ علی وجہ و لا یطعمھا الکلاب و الجوارح لان ذلک ضرب من الانتفاع بھا و قد حرم اللہ المیتۃ تحریمًا مطلقًا (کبیر) میں اصل اس کا ہے کہ مُردار کی ہڈی ، کھال ، خون وغیرہ پاک ہے ، جو اور مُردار کے حکم میں ہوتی ہیں ۔ یہ بات احادیث و آثار سے ثابت ہے اور حنفیہ اور جعفر دوسرے ائمہ فقہ کا بھی یہی مذہب ہے ۔ قال ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد اللحم و السبی و العصب و الحافر و الظلف و الشعر کلھا طاھر و ھو قول الشافعی و احمد و اسحاق و ابی ثور و داؤد و محمد اللحم و السبی و الانفحۃ و اللبن طاھر بھذہ الاحادیث و بھذہ الاحادیث اس قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں ۔ لما اصاب دم مقدار طعم (عن ابن عباس) و لحم حمار میتۃ طھر بالدباغ (عن میمونہ) و لحم میتۃ طھر بالدباغ (عن ابن عباس) و لحم میتۃ طھر بالدباغ (عن سلمۃ) و لحم میتۃ طھر بالدباغ (عن عائشہ) و لحم میتۃ طھر بالدباغ (عن ابن عمر) و لحم میتۃ طھر بالدباغ (عن ابن عباس) و لحم میتۃ طھر بالدباغ (عن ابن عباس) و لحم میتۃ طھر بالدباغ (عن ابن عباس

سکے گا۔ ایک مخصوص دستین ہی دوں کی چیزوں کو وہ اپنے اوپر برسانے لگا اور اسکے علاوہ ذرن والیوں کو توڑنے لگا۔ اسکے پانی کا ایک مخصوص مزاج، خاص رنگ، خاص بو، ہوگا، کیوں کہ پانی سے مختلف اس طرح کے کیڑوں دوسرے قانونِ قدرت کا جامہ لے کر جس کی کیفیت، کس کی قدرت، کس کی حکومت کا رکھا ہوا ہے۔ مادہ کا خاص عناصر فضائی تغیرات کے ساتھ ہوا کا ایک خاص گرمی یا کہ سمندری وجہ سے اُٹھنا، ایک خاص طاقتور ہو جانا، ایک خاص وجہ کی سردی یا گرانی وغیرہ کا سمجھ ہو جانا، اُن کا بادلوں کی شکل اختیار کر لینا، ایک خاص وجہ سے ثقل بادلوں کا اضافہ میں سمجھے رہنا، پھر خلاں خلاں فضائی تغیرات کے ساتھ خلاں علاقہ تک جانا، پھر ایک بدہ میں ہوئی مقدار میں ایک مخصوص مدت کے ساتھ برس پڑنا، اس سے ہر سبزہ وحشک کے میں میں حال پڑ جانا، یہ سارے روّد دل کسی عظیم کی حکمت، کسی آمر کی حکومت کسی قادر کی قدرت کی کیسی کھلی ہوئی شہادت دے رہے ہیں، پھر حیاتِ نباتی کے علاوہ خود حیاتِ حیوانی جن عناصر کا مجموعہ ہے۔ ہر وہ جسم جس سے تمام دنوں اور ہڈیوں کا مجموعہ بنتا ہے۔ اس کی ہر ایک ترکیب ہوتی ہے۔ ایک خاص مقدار سے بڑھی ہوئی سردی حواس انسانی میں نشتر، کس احتیاج میں مختلف پیدا کر دیتی ہے، اطعام تعبد۔ اطعام تعفن، اطعام تناسل، اطعام عصبی وغیرہ جسم کے اندر کے متعدد واطعامات، پھر ہر نظام کے ساتھ متعدد اطعامات، پھر ہر نظام کے ساتھ بے تمار قاعدے اور ضابطے، اور ہر جسم کے اندر کے متعدد واطعامات، پھر ہر نظام کے ساتھ بے تمار قاعدے اور ضابطے، اس سارے نظام اعظم کی تکوینی قیام پر کس کی قدرت، کس کی مشیت، کس کی حکومت کا رفرما ہے، اس قسم کے سیکڑوں ہزاروں سوالات پر السان چشم یا وہ عموماً وہ کہتے بھی سے کام لگا، توحید اور توحیدی مخلوقوں کا نقش دل پر اور زیادہ ہوتا جائے گا۔ عاہلی اور غیر موس قوموں کے فلسفہ اور سائنس کا صرف نقطہ نظر طاہر ہو جائے، اُس کی اگر تصحیح ہو جائے، دراں علوم مادی کا مطالعہ اگر ایمانی نقطہ نظر سے شروع کر دیا جائے، تو بجائے الحاد، اور تیاب وشکک کے عرفان والیقان ہی کی راہیں روز بروز روشن تر ہوتی جائیں۔ مرتد تھانوی نے فرمایا ہے، کہ آیت میں صنوعات صانع پر استدلال ہے، اور یہی اصل ہے، اور معروف ہے ۵۹۰ اَنْدَادًا۔ ند کے معنی سمی کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ عشاپ۔ انداد سے مراد عموماً مورتیاں، بُت، دیوتاؤں سے لی گئی ہے۔ المراد الاوثان والاصنام التی کانوا یعبدونها (زمخشری) المراد بها الاصنام کما هو التأسم فی القرآن والمروی عن قتادة وابن زید والکلبی (مدارک) رؤسا، سردار، اور مقتدایان قوم بھی مراد لئے گئے ہیں۔ قیل الرؤساء الذی یطیعونهم طاعة الاصنام من الرجال (مدارک) الذین کانوا یطیعونهم کطاعة العبد لربه (کبیر) تیسرا قول یہ ہے کہ معصوم ان سب کو بھی تریہ ہے اور ضد کا عموم ہر ایسی چیز کا میاں ہے جو اللہ تعالیٰ کے مواقب پر مسلط ہو جائے، اور امام رازیؒ نے اس قول کو صحیح اور عادمین کی عاصب مسروب کیا ہے۔ القول الثالث قول الصحیح وهو العادلین وهو ان کل شئ اتخذ من دون الله تعالیٰ مقدر حصله فی ذلك فقد اتخذ من دون الله تعالیٰ (کبیر) قیل المراد انهم جعلوا ما یتصل بهن الله تعالیٰ من الامر والنهی کالمتخذ ندا له (مدارک) ۵۹۱ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ آج بھی مسیحیوں کو محبت اور تعلق عالم خدا سے کہیں زیادہ "خدا کے بیٹے" اور پھر "روح القدس" اللہ مقدس کو زیادہ ہے۔ اور ہندوؤں کی محبت اور تعلق عالم اپنے اوتار اور پرماتما سے کہیں زیادہ وگرشا کی، کرشنی مائی، اگنی دیوتا وغیرہ دیویوں دیوتاؤں کے ساتھ اور دیوتوں، منیوں، سادھوؤں کے ساتھ ہے۔ کفیت الله اس فقرہ نے اسے بالکل صاف کر دیا کہ غیر اللہ سے نفس محبت ممنوع نہیں۔ ملکہاں، باپ، بھائی، بس، بیٹے بیٹی، عزیز، دوستوں، رفیقوں سے تو محبت درجہ طبیعی میں رکھ ہی دی گئی ہے۔ امرِ ممنوعیت وطریقت سے یہی محبت کہ شاعب کہ کسی حد تک تو واجب بھی ہے۔ البتہ سو محبت حرام ہے، وہ محبوب کو رجحان اولویت پر مبنی چاہنے والی محبت ہے۔ "یا علی"، "یا حسین"، "یا اجاجو"، "یا عرث" یا ولایت کے نعرے لگانے والے ذرا اپنے دلوں کو ٹٹول کر دیکھیں کہ محبت کا کتنا حصہ اللہ کے لئے باقی رہ گیا، اور کتنا اور دوسروں کی مدد ہو چکا ہے ۵۹۲ یعنی موس کی محبت عقلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کی تمام دوسری محبتوں پر غالب ہو کہ رہتی ہے۔ آیت نے صنمائی سلک کو بھی واضح کر دیا کہ موس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اصلاً نفس محبت ہی کا ہوتا ہے۔ کاش اس آیت کو دنیا کی عبسی منسری آنکھ کھول کر پڑھیں تو ہر ایک مسلمان کا دل ایک جنتگ قسم کا مسرور ہو جائے ۵۹۳ دیکھ لیتے) اپنی یہاں یعلمو کے معنی ہیں۔ و بری معنی یعلمون (زمخ) لو کا جواب محذوف ہے۔ وجواب لو محذوف ای لعلموا الحلول فی الدنیا شدة عذاب الله (مدارک) اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا۔ اپنے حق میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والے، یعنی مشرکین ۵۹۴ اور کوئی شخص اس عذاب کے دور کرنے پر قادر نہیں" اور کیا حسرت ہوتا اگر یہ ظالم مشرکین جب دُنیا میں کسی مصیبت کو دیکھتے تو اس کو وقوع میں غور کر کے یہ سمجھ لیا کرتے کہ سب وقت حق تعالیٰ ہی کا ہے، اور دوسرے سب اُسکے سامنے حاضر ہیں۔ اور اسی مصیبت کی قدت میں غور کر کے یہ سمجھ لیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آخرت میں کس قدر الجھا ہوا ہے اور کسی سخت ہو گا تو اس طرح غور کر لینے سے زمانے کے سمجھ دین کا خوف اور حق تعالیٰ کی قدرت عظمت منکشف ہو کر توحید و ایمان اختیار کر لیتے۔ تھانوی ۵۹۵ آخرت میں، اس شدتِ عذاب کا پورا ظہور عالم آخرت ہی میں ہو گا ۵۹۶ قیامت میں، یہاں اُس علم الیقین پر کہا گیا ہے جب قیامت میں مشرکین کے حواس، عقل اور اُمراء اپنے عوام اور اپنے مقلدین کو دیکھ لیں گے، اور اُمیدیں بے یارو مددگار چھوڑ دیں گے ۵۹۷ اہل باطل کے جتھے بھی باہم تعلقات اور رابطے ہیں، اُستادی شاگردی کے، ہم ملّی اور دوستی کے، یہ سب بستی بُنیاد محمود ہیں۔ آخرت میں ہر حقائق کے شباہ وحالہ کا رفع ہو گا، سب ایک دوسرے سے تعلق منکر آنکھیں مخالف نظر آئیں گے۔ یہ قرآن ہی کی اس عام دعوت کے معنی ہیں کہ ہر ایک کو اپنی ہی فکر کرنی چاہیئے۔ بعد کے عوام (مقلدین) کے ساتھ ہوں گے ۵۹۸ دنیا میں (دکھ) اور سب یہی مانی گئی ہے۔ یعنی یہ قطع تعلق بسبب کفر کے ہو گا۔ البا بعد التبعیة قطعت اسبابهم (مدارک) ۵۹۹ رحم وعصہ اور جدات انتقام کے ساتھ۔ دنیا میں ان کافروں کی زبان سے آخرت میں، دُنیا میں ایک مارِ بیزار کی تمنا درحسرت کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے ۶۰۰ یعنی یہ حسرت بھی پوری نہ ہو گی، اور جلتی کا نالہ کر ہمیشہ کھلتی ہی رہے گی ۶۰۱ سزائے دوزخ کے دوام کا ظہور یہ ایک نفس مرتع کو عذاب میں دیکھ کر کی تائید و تائید کا کام دے رہی ہے۔ اُردو مرتع بھی یہی معنی لی گئی ہے۔ دلیل علی خلود الکفار فی النار (مدارک) ۶۰۲ یعنی کہا جائے گا، اب ہم اپنے کیا ہوئے کہ اب ہمیں کھانے کی عادت بالکل جاتی رہی ہے، کہ ہمکو

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

پھر یا کرو ﴿۱۷۷﴾ بلکہ طاعت یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ اور قیامت کے دن اور

الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى

فرشتوں اور کتاب اور پیمبروں پر ایمان لائے ﴿۱۷۷﴾ اور اس کی محبت میں مال

حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ

صرف کرے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى

سائلوں پر ﴿۱۷۷﴾ اور گردنوں کے آزاد کرنے میں اور نماز کی پابندی کرتے اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ

ادا کرتے ﴿۱۷۷﴾ اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے جب وعدہ کر چکے ہوں ،

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ

اور سختی میں اور بیماری میں ، اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ﴿۱۷۷﴾

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

یہی لوگ ہیں جو سچے اترے ، اور یہی لوگ تو متقی ہیں ﴿۱۷۷﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ

اے ایمان والو ، تم پر مقتولوں کے باب میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے ﴿۱۷۸﴾

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ

آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام ، اور عورت کے بدلے عورت ﴿۱۷۸﴾ اس پر جس کو

مدول

آجاتی ہیں۔ اور بود و ھد و ہب اور ہیں مت بھی ، مگر اُن کی بات یہ سیاں صحیح ہے کہ اُن میں توحید ماری موجود ہیں۔ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ: اس میں تردید اُن تمام گمراہ قوموں کی آگئی جو حشر و نشر کی تو قائل تھیں، لیکن اس عقیدہ سے عالی میں کہ کیسے عالم آخرت ہوگا، جس ایک دوسرے اعمال کا سامنا کرنا اور بدلہ کی ایک ایک معاملہ کا حساب دینا ہے۔ اور تو اور بہت سے نبی برد ست توحید کے داعی و عالم آخرت کے بارے میں صحیح خواہ قومی اور اجتماعی عروج و زوال سے، خواہ یہ تاعدہ شائع مختلف قالبوں میں روح کے الٹ پھیر سے یہ سب لعد آخرت ہی کی شکلیں ہیں۔ وَالْمَلٰٓئِكَةِ: فرشتوں پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اُن اوراني اور مجرد مخلوقات کے بارے میں جو اللہ کے حکموں کے تابع اور فرمانبردار ہیں، جاہلوں اور کافروں کی طرح ان کو مستقل قوتوں کی طرح عامل ، عالم ، متصرف مال کر اُن سے دُعائیں مانگی جائیں، اور اُسی کو ایک چھوٹے پیمانہ پر حاجت روا قرار دے لیا جائے۔ اس ایمان الملائکہ سے یونان، روم، ہندوستان، ایران کی اُن تمام مشرک قوموں کی تردید ہو گئی، جنھوں نے فرشتوں ہی کے تخیل کو مسخ کر کے کائنات کے مختلف شعبوں کے لیے دیوتا اور دیوی تصور کر لیے ہیں۔ وَالْكِتٰبِ: کتاب یہاں پر بطور اسم جنس کے آیا ہے اس کا اطلاق مجموعہ آسمانی کے حصہ تحمیل پر ہو گا۔ کتاب آسمانی کا عقیدہ بھی ایک تاسیس اسلامی عقیدہ ہے۔ مشرک قومیں تو جزئیں تحمیل ہی ہے ، تا آنکہ یہی کہ اللہ کے ہاں سے کوئی کتاب کبھی سند و بار نازل ہوئی ہے۔ "اہل کتاب" تک اسلامی اصطلاح کے مطابق کسی کو کتاب الٰہی کے قائل نہیں۔ اُن کے ہاں "کتاب" کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ وہ اُنے بڑے لئے بعض اشخاص کو چن لیا، اور اُن کے قلوب میں کچھ مضامین بطور الہام العا کر دیئے۔ اور ایسا الہام ہر عارف کو ہو سکتا ہے، موت اس کی کوئی لازمی شرط نہیں۔ پھر بہت کوام بزرگوں اور عارفوں نے انہی مضامین کو اپنے لفظوں و عبارت میں مرتب کر کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کو سنا دیا، پھر اُن سامعین نے اُسی کو بطور پر لکھ لیا۔ (بحر تو یہ کی اسنادی باب کی نوشتہ ہیں) ـــــ ـــــ گویا اس الہامی کتابوں کی حیثیت کل وہ ہے جو ہمارے ہاں بزرگوں کے ملفوظات کی ہوتی ہے، کہاں کہ ان مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ کا ایک ایک حرف بمہ وحی شدہ ہے، جس میں غلط اور جھوٹا کا امکان ہی نہیں! اور یہی تو ہے حضرت مسیح کی رسالت و نبوت ہی کے سرے سے قائل نہیں بلکہ اُن کی الوہیت کے مدعی ہیں دیکھنا ـــــ کوئی آپ اپنے اور بھی بھلا کہیں کہ مارل کہ کتا ہے ؟ وَالْكِتٰبِ: یہی عقیدہ یہ ہو کہ اللہ انسانوں کو سمجھا کر بھیجتا ہے۔ یہ ہو کہ خود جی تعالیٰ مجسم ہو کر اس دنیا میں آجاتا ہے، یا کسی قالب میں حلول کر آتا ہے۔ اسی عقیدہ میں صاف تردید ہو گئی اوتار پرستی کی، حلول کی، تجسم ارسی تعالیٰ کی۔ "اوتار" نیک صدار و مقال پیغمبر" کے اوتار کا مفہوم یہ ہے کہ خالق کائنات خود کوئی مادی ہیکل اختیار کر کے دُنیا میں آجاتا ہے، یا ایسی صورت میں کود قالب لسانی ہی کا ہو۔ جیسے ہی بالس جی حق طرح رام چندر جی ہو، کہ یا سری کرشن جی کر آسکتے ہیں، اسی طرح صاحب کی تجسیم کر اچھلی یا کچھوے کا

وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧٣﴾
حالانکہ نہ باغی ہو اور نہ حد سے آگے بڑھنے والا ہو تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَٰبِ
بیشک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں (اور اُس کے

وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِى
معاوضہ میں قلیل قیمت حاصل کرتے ہیں ﴿١٧٤﴾ سو ایسے لوگ تو اپنے پیٹوں میں

بُطُونِهِمْ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ
بس آگ ہی (آگ) بھرتے ہیں ﴿١٧٤﴾ اور اللہ قیامت کے دن اُن سے کلام کرے گا ﴿١٧٤﴾

وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ
اور نہ اُنہیں پاک کرے گا ﴿١٧٤﴾ اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے ۝ یہ وہ لوگ ہیں

ٱشْتَرَوُا۟ ٱلضَّلَٰلَةَ بِٱلْهُدَىٰ وَٱلْعَذَابَ بِٱلْمَغْفِرَةِ ۚ
جنہوں نے گمراہی کو خرید لیا ہے ہدایت کے بدلے میں، اور عذاب کو نجات کے بدلے میں،

فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى ٱلنَّارِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ نَزَّلَ
تو یہ کیسی بری جرأت کرتے ہیں دوزخ کے لئے ﴿١٧٤﴾ اور یہ (سزا) اس لئے ہوگی کہ اللہ نے اُتاری کتاب

ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ ۗ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَفِى
اور یہ لوگ کہ جنہوں نے کتاب کے بارے میں اختلاف ڈال دیا ہے بیشک جو لوگ کتاب کے بارے میں اختلاف ڈال رہے ہیں (بعید حق سے)

شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ۝ لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ
دور دراز کے خلاف میں پڑے ہوئے ہیں ﴿١٧٦﴾ طاعت یہ نہیں ہے ﴿١٧٧﴾ کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف

ع ۱۲ ۹۶

منزل

اذا اکرھہ علی تناول المحرم لانہ اضطرار ولا یحل لہ ان یطاوعہ علی ذلک اذا لم یخف علی نفسہ التلف بالامتناع (قولہ) ﴿٦١٧﴾ (ان حرام چیزوں کے کھانے میں) بلکہ اکثر تو ایسے موقع پر نہ کھانا گناہ ہے۔ (قولہ) غیر باغ ولا عاد الباغی ھو الخارج علی امام الحق والعاد ھو المحارب او قاطع الطریق او المسافر سفرا غیر مباح (قولہ) ﴿٦١٨﴾ (باغی اور حد سے آگے بڑھنے والا ہو تو اُس پر کوئی گناہ نہیں) یعنی جو شخص باغی ہو یا حد سے آگے بڑھنے والا ہو تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (قولہ) ﴿٦١٩﴾ (یہ وہ کتاب ہے جو اپنے ہاں کی اُمّل آسانی تعلیمات کو چھپاتے تھے، اور اس اخفا کا مقصود کچھ نفع دنیوی حاصل کرنا ہوتا تھا۔ ﴿٦٢٠﴾ (یہ دنیوی معاوضہ نفع آخرت کے مقابلہ میں ہمیشہ قلیل ہی ہوگا۔ ﴿٦٢٣﴾ (یہود کا جرم اخفائے حق اور کتمان وحی آسمانی اُن کی معصیت اکل حرام کے لئے تیار ہو گئے۔ اور یہاں دُنیا میں ایمان و طاعت پر آمادہ ہو گئے، اسلئے کہ ایمان و طاعت کا ہونا نجات کے لئے ضروری ہے۔ یعنی ان حرکتوں کے ہولناک نتیجے معلوم ہوں۔ اس پر بھی بے شرخ بختی کا یہ حال ہے کہ اخت میں نصرت کے لئے ہر وقت تیار ہو گئے۔ (قولہ) ﴿٦٢٤﴾ (یہ طریق لطف و ملاطفت، خواطب بطریق عتاب ہوگا، وہ طاعت پر کہ اس سے متعلق ہے۔ قیامت کے دن اللہ کی اپنے بندوں سے گفتگو ان کی انتہائی خوش قسمتی ہوگی۔ اور اس سے محرومی ان کی انتہائی بدنصیبی ﴿٦٢٢﴾ (بطریق لطف ملاطفت) خطاب بطریق عتاب ہوگا، وہ طاعت پر کہ اس سے متعلق ہے۔ قیامت کے دن اللہ کی اپنے بندوں سے گفتگو ان کی انتہائی خوش قسمتی ہوگی۔ اور اس سے محرومی ان کی انتہائی بدنصیبی ﴿٦٢٢﴾ (بطریق لطف ملاطفت) خطاب بطریق عتاب ہوگا، وہ طاعت پر کہ اس سے متعلق ہے۔ قیامت کے دن اللہ کی اپنے بندوں سے گفتگو ان کی انتہائی خوش قسمتی ہوگی۔ اور اس سے محرومی ان کی انتہائی بدنصیبی ﴿٦٢٢﴾ (بطریق لطف ملاطفت) خطاب بطریق عتاب ہوگا، وہ طاعت پر کہ اس سے متعلق ہے۔ قیامت کے دن اللہ کی اپنے بندوں سے گفتگو ان کی انتہائی خوش قسمتی ہوگی۔ اور اس سے محرومی ان کی انتہائی بدنصیبی ﴿٦٢٢﴾

وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧٣﴾

حالانکہ نہ باغی ہو اور نہ حد سے آگے بڑھنے والا ہو تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَٰبِ

بیشک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں (اور اُس کے

وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِى

معاوضہ میں قلیل قیمت حاصل کرتے ہیں ﴿١٧٤﴾ سو ایسے لوگ تو اپنے پیٹوں میں

بُطُونِهِمْ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ

بس آگ ہی (آگ) بھرتے ہیں ﴿١٧٤﴾ اور اللہ قیامت کے دن اُن سے کلام کرے گا ﴿١٧٤﴾

وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ

اور نہ اُنہیں پاک کرے گا ﴿١٧٤﴾ اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے ۝ یہ وہ لوگ ہیں

ٱشْتَرَوُا۟ ٱلضَّلَٰلَةَ بِٱلْهُدَىٰ وَٱلْعَذَابَ بِٱلْمَغْفِرَةِ ۚ

جنہوں نے گمراہی کو خرید لیا ہے ہدایت کے بدلے میں، اور عذاب کو نجات کے بدلے میں،

فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى ٱلنَّارِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ نَزَّلَ

تو یہ کیسی بری جرأت کرتے ہیں دوزخ کے لئے ﴿١٧٤﴾ اور یہ (سزا) اس لئے ہوگی کہ اللہ نے اُتاری کتاب

ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ ۗ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَفِى

اور یہ لوگ کہ جنہوں نے کتاب کے بارے میں اختلاف ڈال دیا ہے بیشک جو لوگ کتاب کے بارے میں اختلاف ڈال رہے ہیں (بعید حق سے)

شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ۝ لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ

دور دراز کے خلاف میں پڑے ہوئے ہیں ﴿١٧٦﴾ طاعت یہ نہیں ہے ﴿١٧٧﴾ کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف

ع ۱۲ ۹۶

منزل

عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ
اُس کے لیے مقابل کی طرف سے کچھ معافی حاصل ہو جائے ۱۷۸ جو مطالبہ معقول (اور رسم و رواج کے مطابق) ہو کرنا

وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ
چاہیئے ۱۷۹ اور دوسرا کے لیے اُس کی طرف سے بھلے طریق سے ادا کرنا چاہیئے ۱۸۰ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ۱۸۱ کچھ

رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
آسانی اور مہربانی ہے ۱۸۲ سو جو کوئی اس کے بعد بھی زیادتی کرے ۱۸۳ اُس کے لئے

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ
آخرت میں) عذاب دردناک ہے ۱۸۴ اور تمہارے لئے اے اہل فہم (قانون) قصاص میں زندگی ہے ۱۸۵

يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ كُتِبَ
پاک تم پرہیزگار ۱۸۶ س حاد ۱۸۷ تم پر فرض

عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ
کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئی معلوم ہو، بشرطیکہ کچھ مال بھی چھوڑ

خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ
رہا ہو، تو وہ والدین اور عزیزوں کے حق میں معقول طریقے سے وصیت

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ
کر جائے یہ لازم ہے پرہیزگاروں پر ۱۸۸ پھر جو کوئی اُسے اس کے

بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ
سننے کے بعد بدل ڈالے، سو اُس کا گناہ اُس پر ہوگا ۱۸۹ جو

معاون

دیکھتے ہی دیکھتے اُمت صالحین (مراد اُمت عادلہ کے اسلاف) کی مصداق بن جائیگی۔ ۶۴۲ یہ حکم وصیت، آیت میراث کے نزول سے پہلے کا ہے۔ (ابن العربی، ابن کثیر، ابن الجوزی، قرطبی)
اس لئے قدرۃً اب اس پر عملدرآمد اُس آیت سے متاثر اور معدوم کے ماتحت ہوگا۔ اور اسی کو مفسرین اپنی اصطلاح میں ایک کہتے کو دوسری آیت سے منسوخ ہونا کہتے ہیں۔ جائداد کی تقسیم کا یہ حصہ پہلے کے مقابلہ میں زیادہ منصفانہ اور عادلانہ ہے۔ اور وصیت کا اب کوئی عمل ہی نہ رہا۔ اگر جائداد کے ایک تہائی کے کم و بیش کی وصیت ہو بھی سکتی ہے۔ اور اس کی تصریح بھی اُسی سورۃ النساء کی آیت میراث میں ہو گئی ہے۔ اصطلاح شریعت میں اس پر بھی وصیت کہا جاتا ہے۔ (ابن کثیر، ابن الجوزی، قرطبی)
علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وصیت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) بعض وصیتوں کی تعمیل اور وہ واجب ہیں۔ جیسے مثلاً ادائے زکوٰۃ کا فدیہ کی وصیت یا ادائے امانت یا ادائے قرض کی وصیت۔ (۲) بعض مستحب کا درجہ رکھتی ہیں۔ مثلاً کسی کا فرض کیلئے وصیت کر جانا یا کسی ایسے غریب کو میراث دے جانا جسے حصہ نہ پہنچ رہا ہو۔ (۳) بعض حرام و مکروہ ہیں۔ جیسے کسی امر جائز کیلئے وصیت کر جانا۔ (۴) اُن کے علاوہ بعض ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جن کی تعمیل ممنوع ہے۔ وہ وصیتیں کالعدم سمجھی جائینگی۔ مثلاً کسی کا فرض کے حق میں یا کسی حرام کے لئے وصیت کر جانا۔ (۵) اور بعض وصیتیں موقوف کہلاتی ہیں۔ ان کی تعمیل شرط کے ساتھ معلق ہوتی ہے۔ مثلاً ترکہ کے ایک تہائی سے زائد میں وصیت کر جانا۔ اس کی تعمیل کو دوسرے ورثاء کی رضامندی پر موقوف رہنے کی۔ الکوحیہ یہاں الایصاء کے معنی میں ہے اور اسم معنی کا لحاظ کر کے اس کیلئے فعل مذکر (کَتَبَ) لایا گیا ہے۔ ورنہ اصل قاعدہ کے لحاظ سے فعل مؤنث (کُتِبَتْ) آنا چاہیئے تھا۔ اور تاء تانیث کے حذف کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اسم وصیت اپنے فعل سے صفت حاصل کر چکا ہے اور اتصاف حاصل ہو جانے پر مؤنث (کُتِبَتْ) کا تاء تانیث حذف ہو جاتی ہے (قرطبی) حَدًّا۔ خیر کے ایک معنی علاوہ مشہور معنی کے مال طیب کے بھی آتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں اس معنی کی مثالیں جا بجا ملتی ہیں۔ مثلاً اِنْ تَرَكَ خَيْرَا (سورۃ بقرہ) وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ (سورۃ بقرہ) وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ (سورۃ بقرہ) وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (سورۃ عادیات) وَاِنْ اَرَادَ بِكُمْ خَيْرًا (سورۃ احزاب) وَاِنْ يَّعْلَمْ فِيْهِمْ خَيْرًا (سورۃ انفال) وَاِنَّهٗ عَلٰي ذٰلِكَ لَحُبُ

قاب اعتبار کرکے بھی آسکتے ہیں۔ عرض یہ کہ اوزار، جسمی وحقیقی شے اختیار سے ہوتا ہے، اور ضرورت اور طہارہ کے اختیار سے انسان باعاور ہے۔ پیمرا سکے برعکس صرف نشر ہوتا ہے اور ہمیشہ نشر ہی ہے۔ کبھی فوق النشر، کبھی تحت النشر اور کبھی اس کے اخلاق کی پاکیزگی میں بے نظیر، اور ترم وخطیباں سے پاک، اور کسی حیثیت سے شکل وصورت میں چلتے پھرتے میں، بولے چالے میں، تھوک پاس میں، جم وسرت میں، صفات نشری سے متاثر نہیں ہوتا۔ آیئے اسے حرومیں قرآن مجید نے اپنی محکم آیات وارشاد ات کے ذریعہ تمام اعتقادی گمراہیوں کی جڑ کاٹ دی، اور سارے مذاہب باطلہ کی تردید کردی۔ اعتقادی گمراہی حب کسی بھی لباس کو پہن لے گی، ہمیشہ ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب اور ایمان بالانبیاء ہی کی کسی نہ کسی علمی یا عملی کمی کی راہ سے آئے گی ۲۹ عقائد کی تصحیح ہوچکی، تو اب اعمال کی تصحیح مزنع ہوئی اور اعمال میں بھی اتداء اشمہ معاملات سے ہوتی۔ آیئے اسی جزو میں اس کا بیان ہے۔ جعل۔ متعدی۔ اسکی محنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی محنت ہے۔ یعنی بطور: المال لعلی حد۔ اللہ لے علی طلبہ بمعاملۃ کم، قبل الصلوٰۃ (الکشف)، قبل الصلوٰۃ اللہ تعالیٰ اعبدی) گویا یہ تنا دیا کہ صرف مال ہی نعمہ ہر گز محمود ومطلوب نہیں، مطلوب ومقصود صرف وہ صرف مال ہے، جو اللہ کی راہ میں، اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اللہ کے دین کے فروغ کے لئے ہو۔ دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ صرف مال، مال کی محنت کا اور خود ہو۔ یہی صیرعائد کا مرجع حالے لہ کے، لعط قریب مال کو قرار دیا گیا ہے۔ وھو قول الاکثرین اور واحسر الی المال الکثیر لے عدم حبت المال الا لکثرۃ کما قال الی اخرہ۔ اس میں بھی ایک نکتہ موسیٰ کی تصور آگئی ہے۔ مال ور کی محنت اور تعدد انکے دل میں ہے، عواسیں اس کی زدہ میں ابھی دات پر اپنے عمومات ومرعومات پر دہ حرج کرنا چاہتا ہے، لیکن لمرائی کے آگے بھی گردن جھکا دیتا ہے، یہی حواسیں کو دور کردیتا ہے کہ محمد اور کی وقرباں کردیتا ہے۔ وہ عمل ایسی پر کرے گا، جو حکم نانی ہے۔ اور حرج دمیں کرے گا، جہاں تشریعت حکم دیتی ہے۔ مبذوی القربیٰ۔ مصارف خیر کی اسلام نے یہ کتنی مناسب ترتیب قرار فرمادی ہے۔ آیئے اسی جزو میں اُمت کا پورا نظام حیاتی ایک علامہ کی شکل میں آگیا ہے۔ وہ عمل ایسی پر کرے گا، جو حکم نانی ہے۔ اور حرج دمیں کرے گا، جہاں تشریعت حکم دیتی ہے۔ مبذوی القربیٰ۔ مصارف خیر کی اسلام نے یہ کتنی مناسب ترتیب قرار فرمادی ہے۔ آیئے اسی جزو میں اُمت کا پورا نظام حیاتی ایک علامہ کی شکل میں آگیا ہے۔ مالی عادت بہت پہلے پہلے عزیزوں قریبوں کی کرنا چاہیئے۔ یہ ہوگا بھائی کی کوتاہیاں تیار ہورہی ہیں اور اس محمد بڑے کو ترس رہی ہو۔ بچا کے پاس موٹریں ہوں، اور بھتیجے کو کہ کے پیسے بھی میسر نہ ہوں۔ ہر روز دار کو سے پہلے گھر گھر پنے اور عزیزوں کے ہاتھوں، بسوں، صنیعوں حالوں اور دوسرے فریبوں کی کرنا چاہیئے۔ اسکے بعد ہمسایوں کا نمبر آتا ہے، جن کا کوئی والی، ولایت سرپرست باقی نہیں رہا ہے۔ اسکے بعد ہمسایوں کا نمبر آتا ہے، جن کا کوئی والی، ولایت سرپرست باقی نہیں رہا ہے۔ اسکے بعد قرابت داروں کا نمبر آتا ہے، جن کا کوئی والی، ولایت سرپرست باقی نہیں رہا ہے۔ اسکے بعد ہمسایو

يجاف على الصوم سواء ادى مرض (درمک) قال ابوحنيفة وابو يوسف ومحمد اذا خاف ان تزداد علته او حمى شديدة او اضطراب (حصاص) افتت اتفاق الفقهاء ان الرخصة فى الافطار للمرض المرخص موقوفة على زيادة المرض او مدته والمه ما لم يرخص الصبر عليه ان يصوم (حصاص) بیماری کی کوئی متعین حد شریعت نے نہیں بتائی، ہر شخص اپنے حالات کے بھی خود کیا فیصلہ کرسکتا ہے ۶۵۴ سفر کے اندازے شریعت نے مقرر کردیئے ہیں۔ یعنی سفر کی باقی مقدار کم سے کم ہو تو اس میں ترک صوم جائز ہو۔ وقد اتفقوا على ان المسح المبيح للافطار مقدراً بمعلوماتى المرخص (حصاص) - لیکن خود ان اندازوں میں اختلاف صحابہؓ کے زمانہ سے اب تک چلا آرہا ہے۔ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ سفر شرعی کا اطلاق تین دن کے مسافت والے سفر پر ہوتا ہے۔ قال ابن عمر وابن عباس والشورى العطى فى سفر ثلثة ايام (درمنثور) حنفیہ کے ہاں بھی تو لے تین ہی دن کی مقدار سفر پر ہے۔ گو دوسرے ائمہ کے یہاں دو روز کی ایک مختصر کے سفر بھی افطار جائز ہے۔ فقال اصحابنا مسيرة ثلثة ايام وليالیها وقال اخرون يومين وقال مالك واشافعى اقل السفر يوم وليلة وقال ابوحنيفة اقله ثلاثة ايام (اوجز ۱/۱۹۱)

۶۵۵ اگر اس بیماری یا سفر کے دوران میں روزے چھوٹ گئے ہوں (یعنی کسی بیماری یا لمبے سفر ہو جس میں روزہ رکھنے سے ہلاکت کی نوبت آئی جاتی ہو، تو اس حالت میں ترک صوم جائز ہی نہیں، واجب ہو جاتا ہے اور زیادہ تکلیف کی حالت میں ترک صوم بھی بہتر سمجھا گیا ہے ۶۵۶ یطيقونه میں ضمیر صوم کی طرف ہے یعنی روزہ رکھنے کو رکھ تو ڈالیں لیکن روزہ کا کامل منیں مشغل ہی سے ہو سکے مشقت بہت بڑی اٹھانی پڑے۔ مثلاً زیادہ بوڑھے اشخاص یا عاطل اور مزمنہ عورتیں۔ طاقة اور وسعة ان دو لفظوں میں اہل لغت نے فرق کیا ہے۔ وسعت تو گویا امکان کے مرادف ہے، اور طاقت میں یہ مفہوم شامل ہے کہ وہ کام کرنے والے کی قدرت میں تو ہو لیکن اسکے کرنے میں مشقت بہت زیادہ پڑے۔ کام تو ہو جائے لیکن بمشقل ہو۔ هو اهيم لمقدار ما يمكن ان يعمله مشقة مه (زج) الطاقة اسم لمقدار ما يمكن للانسان ان يعمله مشقة (راغب) الوسع حوق الطاقة والوسع اسم لما كان قادراً عليه من غير مشقة السهولة واما الطاقة فهو اسم لما كان بحال تأد بفعل المعنى به بالمشقة والمشقة ذكر (ايضاً) اور یہاں طاقۃ کا مادہ استعمال ہوا ہے جس کے کھانے کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ جو تکلیف کے ساتھ روزہ رکھ سکیں، مثلاً بوڑھے اور بوڑھیاں، عاطل اور مزمنہ۔ اے يصومونه مع جهد هم وطاقتهم وصلم وسعهم (ابن کثیر) لے الذين يقدرون على الصوم مع المشقة والمتضرر (كبير) يصيرون الصبى وعلى الذين يصومونه مع المشقة والمتضرر يتحملون عنه المهل والمرض (مدارک) الكلمون او يكلفونه على جهد مصعب وعسير وهم الشيوخ والعجائز (كشاف) اور ابن عباسؓ کی قرأت میں تو وطوقونه ہے، وهذا مراد يكلفونه کا ہے۔ ومنهم من قراءة ابن عباس يطوقونه بتشديد الطاء وتشديد الواو وسعى يكلفونه (زمخشری) تابعین کے کلام صحابیوں کی متعدد روایتوں میں اس سے مراد بوڑھے اور بوڑھیاں ہی لی گئی ہیں، اور جمہور مفسرین نے بھی یہی سمجھا ہے اور آیت کے منسوخ قرار دینے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ هو الشيوخ والشيخة (مجاہد) مولت هذه الآية فى حق الشيخ الهرم (كبير) قال ابن عباسؓ ليست منسوخة هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان ان يصوما (ابن كثير بطريق عطاء) فصار ابن عباس ان كان الانسان عند حصيصاً يطيقونه يطيقونه ويتكلفونه (زمخشری) دونی الثوء دأوه على ابن عباس وعلى الذين يطيقونه قال اشتت الحبلى والمرضع (زمخشری) وحرج النار قطنى عنه ايضاً قال وحصر الشيخ الكبير الى يعجز ويطعم عن كل يوم مسكيناً ولا قضاء عليه - هذا اسناد صحيح (زمخشری) وروى عنه ايضاً انه قال وعلى الذين يطيقونه فدية طعام لم يصم عنوسخة هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان ان يصوما فيطعمان مكان كل يوم مسكيناً وهذا صحيح (زمخشری) وحكم هذا الافطار والفدية وهو على هذا الوجه ثابت غير منسوخة (كشاف) مفسر زمخشری کا بھی اس میں قول فیصل ہے۔ وقد شذت طائفة من اهل البيت الصحاح عن ابن عباسؓ ان الآية ليست منسوخة وانها محكمة فى حق من كبر ۶۵۷ یعنی جن بوڑھوں اور بوڑھیوں کو اس قول کے لئے روزہ رکھنا بہت تعب کا باعث ہو، اُنہیں اختیار ہے کہ بجائے روزہ رکھنے کے ایک غریب کو روزانہ کھانا کھلایا کریں۔ اور کھانے کا معیار وہ ہو جو خود اُن کا اور عیال کا ہوتا ہے۔ مختلف اعتبار سے مختلف مقدار میں منقول ہیں۔ ۶۵۸ (اسی اولائے عذیر کے ماسبین) یعنی اسقدر مقدار تو ہر حال واجب ہے اب اگر اس میں کوئی زیادتی کرنا چاہے، یعنی ایک شخص کے بجائے دو شخصوں کو کھلا دے، کھانے کی تعداد بڑھا دے، کھانے کی قسم بہتر کردے، فدیہ کے ساتھ روزہ کو بھی جمع کرلے تو اور بہتر ہے۔ جیر خیرات، ایاض، وخیر حتی، حسن سلوک وحسن معاملہ کی تاکید تو اسلام میں ہمیشہ اور ہر حال کیلئے موجود ہے لیکن رمضان کے ماہ مبارک میں اس کی اہمیت اور زیادہ ہے چنانچہ ماہ مبارک کے ختم پر یہ حکم دے دیا گیا ہے کہ آس پاس کا کوئی کلمہ گو بھوکا۔ رہنے پائے وہ اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ رسول اللہ صلعم ہی فرماتے ہیں، سماوت ہو وہ کرم ہیں اپنی عقول عدد روزہ کو قضا کردینے اور اسکے بجائے فدیہ دینے کے وجود ہیں) اس میں ترغیب اور تشویق ہو کہ روزہ رکھنے کے جو منافع و مصالح ہیں وہ تو روزہ رکھنے سے حاصل ہوں گے ہاں معذوروں کیلئے گنجائش فدیہ کی بھی رکھ دی گئی ہے ۶۶۱ یعنی اگر تبرع ہو۔ لے استدى به اوراله مالك - سيدادى - سدح) دى، بالله به على رسول الله (كبر) کل قرآن مجید کا نزول تو بڑی تدریج کے ساتھ کوئی ۲۱ - ۲۲ سال کی مدت میں ہوا ہے، یہاں مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رسول قرآن کی ابتدا رماہ رمضان میں ہوئی۔ وحی قرآن کی سب سے پہلی آیتیں سورۃ العلق کا ابتدائی حصہ ہے، اور وہ غار حرا میں رسول اللہ صلعم پر اسی مہینہ میں نازل ہوئی تھیں۔ (سلسلہ سوی) ہمیشہ سے مقدس اسی مہینہ میں گنے جاتے ہیں کہ قرآن مجید کا نزول آسمان دنیا پر اسی مہینہ میں ہوا اور یہودیوں سے فرشتہ وحی حضرت جبرئیل کے توسط سے تدریج کے ساتھ رسول اللہ صلعم پر اسی مہینہ میں نازل ہوا۔ الغرض جس طرح ارض کا اطلاق سارے رقبے میں پھیلی ہوئی ہوا ہے اور زمین کے ہر ہر ٹکڑے پر بھی۔ اسی طرح قرآن کا اطلاق سارے اور پورے والی کامل کتاب پر بھی ہوتا ہے اور اسکے ہر ہر جزو پر بھی۔ رمضان سنہ قمری اسلامی کے بیس مہینہ کا نام ہے۔ یہ تمام مہینے اعتبار قمری مہینوں کا کیا ہے اور لیے حسابات میں اسی قسم کے سال لیا جاتا ہے۔ قمری مہینے چونکہ مختلف موسموں میں اول بدل کر آتے رہتے ہیں مسلمان روزہ داری رمضان کی اس گردش سے کبھی گرمی اور کبھی سردی، شدید گرمی اور شدید سردی اسکے اور پر اس کے صلوٰۃ تمکین کا ہوگا، ہر سال ہر موسم بھگتنا اور روزوں کی تعداد تو شریعت نے مقرر کر ہی دی ہے، زائد بھی ایک تمہیں وغیرہ ہے۔ پیس کے بعض تعداد جس کا جب بھی چاہے پوری کرلے انفرادی اصلاح تو شاید ان حسب مرضی روزوں سے ہو بھی جاتی لیکن اجتماعی منافع و مصالح کے لئے تعداد کی طرح تعیین بھی ناگزیر تھی۔ وحدت اُمت کیلئے لازمی تھا کہ عرب و عجمین، صورت مندین طرابلس و حبابان، جنش و آسٹریلیا، افغانستان اور کناڈا مالی بیریا اور میکسیکو، برطانیہ اور آسٹریا، غرض سارے رقبے دین پر اسلامی کی اس سالانہ پریڈ میں شریک ہو ـــــ علم الاجتماع کے بہترین حامی ہیں کہ وحدت امت تنظیم ملت میں کتنا زیادہ دخل اس امر کا ہوتا ہے۔ قرآن کی مناسبت رمضان کے ساتھ پر صاحب نظر پر اہل روشن پر ہمیشہ اسی لئے قرآن مجید کے اس نزول کی سالانہ یادگار اس مہینہ راتوں کو اپنی مسجدوں میں مناتے ہیں اور تراویح کی رکعتوں میں سارے قرآن کو اپنے حافظوں میں تازہ کرلیتے ہیں۔ ۶۶۲ یعنی اس میں ابتدا التاس کی قسم کا نہیں، اور اسکے سارے ہدایات و احکام لوگوں ہی کے نفع کے لئے ہیں۔ (التاس سے لیس یہ بھی روشنی پڑ گئی کہ قرآن کی مخاطب ساری دنیا ہے محض قریش یا عرب نہیں۔ ۶۶۳ قرآن مجید ایک کتاب مکمل ہے۔ صرف دلالت احکام میں وہ حاجت کامل کی متاج بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اسکے دلائل حق کو باطل پر واضح اور ہدایات خلق پر متاز کرنے کے لئے بھی

لَهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

بہتر ہے، اور اگر تم علم رکھتے ہو ۶۵۹ تو سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے حق میں بھی یہ ہے کہ تم روزے رکھو ۶۶۰

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے، ۶۶۱ وہ لوگوں کے لئے ہدایت

لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ

ہے ۶۶۲ اور (اس میں) کھلے ہوئے (دلائل ہیں) ہدایت اور (حق و باطل میں) امتیاز کے ۶۶۳ سو

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ

تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے، لازم ہے کہ وہ (پورا بھی) روزہ رکھے ۶۶۴ اور جو کوئی بیمار

مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ

ہو یا سفر میں ہو، تو (اس پر) دوسرے دنوں کا شمار رکھنا (لازم ہے) ۶۶۵

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ

اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ

اور یہ (اس لئے بتاتا ہے) کہ تم شمار کی تکمیل کرلیا کرو اور یہ کہ تم اللہ کی بڑائی کا کہو، اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ

عجب نہیں کہ تم شکر گزار بن جاؤ ۶۶۶ اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے

عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا

میں دریافت کریں، تو میں تو قریب ہی ہوں ۶۶۷ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے

مدل

يُبَدِّلُونَهُۥ بَعْدَمَا سَمِعَهُۥ فَإِنَّمَآ إِثْمُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝١٨١
آسے بدل ڈالیں ۶۶۱ بیشک اللہ بڑا سننے والا ہے، جانتا ہے ۶۶۲ البتہ جو کسی

خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ
کو وصیت کرنے والے سے تعلق کسی بے انصافی یا گناہ کا علم ہو جائے ۶۶۳ پھر وہ ان لوگوں کیا آپس

فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝١٨٢
میں صلح کرا دے ۶۶۴ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ۶۶۵ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا مغفرت کرنے والا ہے ۶۶۶ بڑا رحم کرنے والا ہے ۶۶۷

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ
اے ایمان والو، تم پر روزے فرض کئے گئے ۶۶۸

كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
جیسے کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے ہوئے ہیں ۶۶۹ تاکہ تم

تَتَّقُونَ ۝١٨٣ أَيَّامًا مَّعْدُودَٰتٍ ۚ فَمَن كَانَ
کہ تم متقی بن جاؤ ۶۷۰ (یہ روزے) گنتی کے چند روز رکھے (ہیں) ۶۷۱ پھر تم میں سے جو شخص

مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
بیمار ہو ۶۷۲ یا سفر میں ہو ۶۷۳ اس پر دوسرے دنوں کا شمار کرنا

أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ
(لازم ہے) ۶۷۴ اور جو لوگ اسے مشکل سے برداشت کر سکیں ۶۷۵ ان کے ذمہ

طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ
فدیہ ہے (کہ) ایک مسکین کا کھانا ۶۷۶ اور جو کوئی خوش خوشی نیکی کرے ۶۷۷ اس کے حق میں

ع ۲۲ ۲

معون

(۱۸۱) (مضمون وصیت میں ترمیم کرکے اور وارثوں کی حق تلفیوں کو دور کرکے) سنّتم میں صیرتم جو حائب وارثوں کی حاسب ہے۔ لے بعد الموصی (معہ موضع) الکنایۃ عن الورثۃ (قرطبی) یعنی وصیت اگر بے صابطہ ہے یا خلاف قاعدۂ شرعی ہے اور کوئی شخص وارثوں کے درمیان وقوع منازعہ یا احتمال نزاع ہی دیکھ کر مضمون وصیت میں ایسی ترمیم کردے جس سے حق تلفیوں کی اصلاح ہو جائے اور وارثوں میں باہم مصالحت ہو جائے۔ بعض فقہاء نے اس حکم کے ماتحت وسعت دے کر کہا ہے کہ حکم صرف وصی اور گواہان وصیت اور حاکم کے ساتھ مخصوص نہیں، اُمت کا ہر فرد اس پر عمل کر سکتا ہے۔ عن حاف من الناس من موص فلاعب الحق و عدولاً الی الحود ما لوجب علیہ (ارشادہ الی العدل و الصلاح (حصاص) المطالب العجیبۃ للسلیمی (ش العزی) (۱۸۲) اس لئے کہ اس حکم کا تعلق باب امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہے اور وہ ساری اُمت پر فرض ہے۔ ولا یحتص بذلک الشاھد والوصیّ الحاکم دون سائر الناس لان ذلک من باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر (حصاص) لان اصلاح الفساد فرض علی الکفایۃ (ابن العربی) فقہاء نے اس آیت سے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ خلیفہ ظلم کے بعد ازالۂ ظلم کی بھی اسی اصول میں ترمیم کر سکتا ہے جس سے ظلم ہوا ہے اسلئے کہ وصیت کرنے والے کی طرف سے ظلم و زیادتی کا اندیشہ تو ظن غالب ہی کے حکم میں رہیگا۔ وھما الدلالۃ علی جواز اجتھاد الرای و العمل علی غالب الظن لان الموصی من المحال یکون فی غالب حالہ المخالف (حصاص) و فی ھذا دلیل علی الحکم بالظن (ابن العربی) (۱۸۳) (اس تبدیل و ترمیم مضمون وصیت کے باب میں) تکلدہ تو اور مستحق اجر و ثواب کا ہوگا۔ لانہ تبدیل باطل الی حق (زمخ) (۱۸۴) اللہ تو گناہگار ہونے تک کے معنی میں معمور رحیم ہے۔ یہ حالیکہ تبھی تو گناہگار رہے ہی نہیں بلکہ اپنی سعی اصلاح میں تو بہر حکم اور مستحق اجر ہے۔ عفوٌ یعنی گناہوں کا مٹانے والا۔ رحیمٌ یعنی خطاکاروں کے حال پر رحم کرنے والا (۱۸۵) صیام جمع ہے صوم یا صوم۔ وہ اصطلاح شریعت میں اسے کہتے ہیں کہ انسان طلوع فجر سے غروب آفتاب تک اپنے کو کھانے پینے اور عمل رجعیت سے روکے رہے۔ جو روزے فرض ہیں وہ ماہ رمضان کے ہیں۔ نیست فحش، مدرباتی وغیرہ رمضان کے تمام گناہوں سے روزہ میں بچے رہنے کی سخت تاکید میں حدیث میں آئی ہیں۔ جدید و قدیم سب طبیبوں اس پر متفق ہیں کہ مدتی جسمانی بیماریوں کے دُور کرنے کا بہترین علاج اور جسم انسانی کیلئے ایک بہترین مصلح ہے پھر اس سے سیاسیات ملت اور ضبط نفس کی روح جو ساری اُمت میں تازہ ہو جاتی ہے، اسکے لحاظ سے بھی عید قسم کی یہ سالانہ مشق ایک بہترین سبق ہے۔ (۱۸۶) روزہ کسی نہ کسی صورت میں تو ہر زمانہ کے ہر قوم و ہر مذہب اور ہر قوم میں پایا جاتا ہے، جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع چہاردہم کی جلد ۱۰ ص۱ اور جلد ۱۰ ص۱۹۶ سے ظاہر ہے لیکن قرآن کو مسترکاۃ مرسوں سے بحث نہیں۔ الّذی من قبلکم سے اسکی اصل مُراد اہل کتاب ہی سے ہو سکتی ہے، چنانچہ روزہ تورات موسوی کا ایک اہم اور مشہور حکم ہے۔ صاحب عالم سے اتنی کمی بیشی سے قصد کرکے صاف اُس میں روزہ کے منہ و ہم سب ہوئے کی خبر دے دی ڈاک اور یہ کے ساتھ روزہ قبول اور احسانات اور کینہ گناہوں کے دور سے سرار ماہ موسوال بیتہ ترعہ جیسے دُور اُفتادہ اور دریا کے سرنکالے (۱۸۷) روزہ تعمیل ارشاد خداوندی میں ترکیہ نفس، تربیت جسم دونوں کی ایک بہترین دستور العمل ہے، اشخاص کے انفرادی اور اُمت کے اجتماعی ہر دو نقطۂ نظر سے۔ لتتقون کہ متقیوں کے اوصاف سے اسلامی روح کی اصل غرض و غایت کو تسریع ہو گئی ہے مقصود تقویٰ کی عادت ڈالنا اور اُمت و افراد کو متقی بنانا ہے۔ تقویٰ نفس کی ایک مستقل کیفیت کا نام ہے جس طرح شجاعت، غضب اور شہوت قوتوں سے اعتدال رکھنے سے جسمانی صحت درست ہو جاتی ہے اور مادی لذتوں سے لطف و انبساط کی صلاحیت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جبکہ جوب کھل کر گلنے لگتی ہے جوں صالح پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح اس عالم میں تقویٰ اختیار کرلینے سے ابدی حیات معنوی روحانی و حیات اخلاقی کے حق میں صرف ہیں، اُس سے پیچھے رہنے سے) عالم آخرت کی لذتوں اور نعمتوں سے لطف اُٹھانے کی صلاحیت و استعداد انسان میں پوری طرح پیدا ہو کر رہتی ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں اسلامی روزہ کی افضلیت تمام دُوسری قوموں کے گریہ بڑے روزوں پر علانیہ ثابت ہوتی ہے اور خیر مشرک قوموں کے ناقص، ادھورے اور برائے نام روزوں کا تو ذکر ہی کیا، خود یہودی اور یہودی روزوں کی حقیقت بس اتنی ہے کہ روزہ کی بلا کو دفع کرنے کے لئے رکھے جاتے ہیں یا کسی فوری و مجموعی روحانی کیفیت کے حاصل کرنے کو۔ یہودی کی فاموس اعظم حیتیں اساسیہ کلوپیڈیا میں ہے:- (۱۸۸) قدیم زمانہ میں روزہ یا تو بطور علامت ماتم کے رکھا جاتا تھا، اور یا جب کوئی خطرہ درپیش ہوتا تھا تاکہ اس خطرہ سے لاحق ہونے سے قبل الہام کی استمداد پیدا کرنا مقصود ہوتا تھا (جلد ۲۰ ص۳۳۶) اسلام میں روزہ ماہم ہے لیکن قصد ارادہ سے ایک حد تک معین تک کیلئے اپنی جائز اور طبعی خواہشوں کی تکمیل سے دستبرداری کا۔ اور اس سے ایک طرف طبی اور جسمانی، دوسری طرف روحانی اور اخلاقی حوفائد سے حاصل ہوتے ہیں خود اور اُمت دونوں کو، انکی تفصیل کی گنجائش تو یہاں بہر حال نہیں۔ البتہ صوم کے آخر میں بطور تتمہ ضمیمہ اس نامہ سیاہ کی بعض اور تحریریں پر چہ صدق اور سچ کے نقل کرنے کی صبح کی حاتی ہیں۔ (۱۸۹) یعنی ان اوم روزوں کی ایک معین تعداد ہے جیسا کہ دُنیا میں (انظیم ہیاتھا عدگی) کا اقتضا ہے۔ یہیں کہ جب جس کا جی چاہے جتنے دنوں کے لئے رکھ ڈالے۔ وحدت اُمت کے لحاظ سے لازمی تھا کہ ایک معین زمانہ، معین عدد کے ساتھ ساری اُمت کیلئے مقرر ہو۔ صحابہ کا یہ معمول بھی عمل آیا کہ اوس اوم روزوں کی تعداد کبھی کم نہیں ہوئی۔ یہیں کہ سال سال بھر روزے رکھتے ہی چلے جاؤ۔ چھ بعضے بلکہ تین بھی نہیں۔ سال بھر میں کل ۲۹ یا ۳۰ دن (۱۹۰) اور بیماری کے باعث روزہ اس یرتاق ہو۔ بیماری کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ بیماری سب تدیدہ بھی ہو سکتی ہے اور بہت خفیف برائے نام بھی ہو سکتی ہے اور پھر ہر قسم، عمر، جثہ وغیرہ کے اختلافات بھی اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔ یہاں مُراد ایسی بیماری ہے جو روزہ رکھنے میں خلل اندار ہو مجض کسی درد جس ہونا احازت ترک صوم کے لئے کافی نہیں۔ لے حدیثا نصر علیہ الصوم معہ (روح) مال جمہور ہی العلماء اما کان بہ مرض یؤذیہ او یخاف مادیہ او یھاف تزیدہ، عطاء العطر (زمخ)

یعنی مشقت زدہ سے تھما ہوا حاجیں اُن کی تکمیل کرلو، تو پورا پورا اجر دوروں کی والی ہی کامل جائیگا وَلْيُوَفُّوا - یہ بھی حیثیت کے مُحتوں میں پُورا اتنا ہے اور وَلْيَطَّوَّفُ

دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ
دعا کرتا ہے پس لوگوں کو چاہئے کہ میرے احکام قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نہیں
يَرْشُدُونَ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ
کہ ہدایت پا جائیں جائز کر دیا گیا ہے تمہارے لئے روزوں کی رات میں اپنی
إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ
بیویوں سے مشغول ہونا وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم اُن کے لئے لباس
لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ
ہو اللہ نے خبر دی ہو گی تم اپنے کو خیانت میں مشغول کرتے رہتے تھے
فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ
پس اس نے تم پر رحمت سے توجہ فرمائی اور تم سے درگزر کر دی ۔ سو اب تم اُن سے ملو جلو
وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا
اور اُسے تلاش کرو ، جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور کھاؤ اور پیو
حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ
جب تک کہ تم پر صبح کا سفید خط سیاہ خط سے
الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى
ظاہر ہو جائے پھر روزہ کو رات (ہونے) تک پورا
اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي
کرو اور جو تم سے اس حال میں صحبت کرو ، جب تم اعتکاف کئے ہو مسجدوں

معارف

یعنی کہ محبوں نے خدا معلوم کس قاعدہ زبان سے اس لفظ کے یہ معنی نکال کر کہ صبح صادق میں ۱۰ منٹ رہ گئے ہوں ، یہ حکم لگا دیا ہے کہ صرف تین دن کے روزے بھی کافی ہیں یہ ایجاد بندہ تمام گمراہی ہے۔ آیت کے صاف و صریح معنی اس مہینہ کو روزہ میں گزارنے کے ہیں اور اُردو میں اس مہینہ کو سیدھے بمبئی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ صید تقدیر و فاء من شھد منکم الشھر فلیصم کل الشھر (اگر اے الشھر کا لام عہد ہے) جیسے کہ اُس کا آغاز ہر ۲۹ یا ۳۰ دن کے بعد چاند دیکھنے سے ہوتا ہے ، اسلام دینِ فطرت ہے اور یہ رنگ اس کی اخلاقی ، معاشرتی ، تمدنی و جوڑی ، کل ، تعلیم میں نمایاں ہے۔ ملاحتوں اور عبادتوں کے باب میں جہاں اُس نے ایک طرف بے جا تکلف و تعقید سے روکا ہے وہاں اُس نے ایک طرف بے جا سہولت و تساہل کو بھی نہیں کیا کہ خود اوقات کو یا ماں کی مقداروں کو باہر سے بنا بنایا ہو شمسی تقویم کے حساب کا محتاج و پابند بنا دیا ہو ، بلکہ خود آنحضرت صلعم نے بھی ہیئت دانوں اور فلکیات کا حساب کتاب رکھنے والوں کے۔ اور اگر کسی فلک یا قوم کا تقدیر الٰہی اس درجہ تک نہ پہنچا ہو کہ رصد خانے بن سکے ہوں ، دوربینیں ایجاد ہو چکی ہوں ، طرح طرح کے آلات سے کام لیا جانے لگا ہو۔ رباضیات کا طویل و عریض خانہ آباد ہو چکا ہو۔ تو وہاں کے لوگ بے چارے منہ دیکھتے جائیں۔ اسلام تو اس سیدھے سادے فطری حساب کا قائل ہے کہ بغیر کسی آلہ کی مدد کے بغیر ریاضیات عالی کے کلیہ و توسط کے بس آنکھ سے جب چاند دیکھ لیا ، رویت ہلال ہو گئی جب لوگوں نے شروع ہونے کا علم ہو جائے خواہ چاند کو براہ راست دیکھ کر ، خواہ دوسروں کی رویت کی خبر سن کر تو یہ روزوں ، مسافروں ، معذوروں کو چھوڑ کر اور سب لوگ ، روزہ رکھنا شروع کر دیں۔ وشھد من الشھود او الغیوب یعدل علی الصحیح (اذا ذاذا او علما (یوم یقام الناس للرؤیۃ ویقام الناس للسماع (کبیر) رویت ہلال معتبر کہاں کی ہو گی ؟ فقہاء نے اس کے جو اسی بڑی بڑی موشگافیاں کی ہیں ، لیکن صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ اسی شہر یا بستی کی یا قریب و جوار کی بستیوں کی یہ سیکڑوں ہزاروں میل دُور سے رویت ہلال کی خبریں منگانے کا تار ٹیلیفون ، ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ سے انتظام کرنا ، یا الگ الگ کی رویت کو ۱۹۰ میل دُور بینی پر حجت گردانا شریعت اسلامی کی اصل روح پر ظلم کرنا ہے۔ اختلاف مطالع ایک صریح مشاہدہ کی چیز ہے۔ اسے کیونکر جھٹلایا جا سکتا ہے۔ حدت یقیناً ایک بڑی اہم چیز ہے لیکن اسکے لئے یہ رسد بستی کی کوشش کرنا طبعی کو غیر طبعی کی مدد سے بچانا دنائے۔ واختلفوا اذا اتحد المطرعن مدینۃ ولا یتحد بالقرب او یبعد ھل یعد ذالک اتحادا او لا فقال الحکم واحد وابن عبد الحکم لا اعمل علی ھذا بمصر ولا علی ما یبلغنی عن بلد ویروی ھذا عن مکحول والقاسم وسالم وروی عن ابی سلمۃ وبہ قال اصبغ وبہ اقول (ابن رشد المقدمات) حیث وجب الاھل کل بلد رویتھم (زرقانی) اسی تفسیر قرطبی میں ایک روایت صحیح مسلم کے حوالہ سے اس مضمون کی درج ہے کہ ایک بار رمضان کے سلسلہ میں تمام کی رویت کی خبر مدینہ پہنچی۔ دونوں جگہ کے بیچ میں فرق مطلع حجت ہے (مطلع بلد ہر شخص کی ہوا کی رکھتا متولی یہ کہ ہم تو میں کی رویت کا اعتبار کریں گے۔ اس کے بعد امام قرطبی لکھتے ہیں۔ قال علماؤنا قول ابن عباس لھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکذب نصہ بہ یوم وذالک النبی صلعم وھو صحیحۃ علی ان البلاد اذا تباعدت کتباعد الشام ومصر الحجاز وما وجب علی اھل کل بلد ان یعمل علی رویۃ دون رویۃ غیرہ۔ امام مسلم کا شمار فقہاء محدثین میں ہے۔ انہوں نے اپنی صحیح کی کتاب الصیام کے ایک باب کا عنوان ہی قرار دیا ہے۔ باب بیان ان الحل لکل بلد رویتھم وانھم اذا رأوا الھلال سلولا یلزمھ حکمہ لما بعد عنھم ، یعنی باب اس بیان میں کہ ہر شہر کے لئے رویت وہیں کی معتبر ہے۔ اور اس پر کسی کی بھی چاند دیکھا ئی دے وہاں سے دُور کی بستیوں پر دال کا حکم عائد نہ ہو گا۔ اور باب کے تحت میں وہی حدیث لائے ہیں جو قرطبی کے حوالہ سے اُوپر گزر چکی۔ اور اس حدیث کو محدث ابن منذر اور امام ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔ وکذالک ان البلد حی مکرمۃ والقاسم وسالم والاصفی وحکاہ القرمذی (زرقانی) اور نووی شارح مسلم نے لکھا ہے کہ

والصحیح عند اصحابنا ان الرؤیۃ لا تعم الناس بل تختص بمن قرب علی مسافۃ لا تقصر فیھا الصلوٰۃ وقیل ان اتفق المطلع لھم وقیل ان اتفق الاقلیم والا فلا۔

صحیح مسئلہ ہمارے علماء کے یہاں یہ ہے کہ رویت سارے انسانوں پر حجت نہیں بلکہ صرف اتنی مسافت والوں پر ہے جہاں تک نماز قصر ہو سکے اور ایک قول یہ کہ جہاں کے مطلع تحت میں ایک قول ہے کہ ایک اقلیم کے حصہ کے ہوں اور اُس کے اگلے نہیں۔

اور پھر اُس کے آگے یہ لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے غیر روایت پر بے اعتباری نہیں کی ، بلکہ

انما ھذہ دلالۃ الرویۃ لا انھا حکم واجب علی العباد۔

اُنہوں نے اس پر عمل کرنے کے لیے اجتہاد کیا کہ رویت کا حکم دُور دراز مقامات پر صادق نہیں آتا۔

اور فقیہ قاضی ابن رشد مالکی نے اس حدیث سے یہ حکم نکالا ہے کہ ہر بستی کیلئے وہیں کی رویت معتبر ہے ، جا بجا مسافر آس پاس کی ہوں یا دُور کی۔ وظاھر ھذا الاثر یقتضی ان اھل بلد رویۃ قرب او بعد (بدایۃ المجتہد) مالکیہ کا مذہب مشہور تو یہ ہے کہ ایک حکم کی رویت سے حکم کیلئے کافی ہو گی لیکن اس عدد اور کے اجماع سے اس کے رد اور نقل کیا جا چکا ہے یعنی لیبیا کے دُور دراز ممالک جیسے خراسان اور اسپین ہیں ، ان میں سے ایک کے ہاں کا اعصار دُوسری جگہ نہیں کیا جائیگا۔ لکن حکی ابن عبد البر الاجماع علی خلافہ وقال اجمعوا علی ان لا تراعی الرؤیۃ فی ما عدد من البلاد کخراسان والاندلس (زرقانی) وحکی ابو عمر کالاجماع علی انہ لا تراعی الرؤیۃ فی ما عدد من البلدان کالاندلس و خراسان (بلد دخل علیھم الامام الاعظم کالحصار الکبیر و انتشارت انظارہ من بلد الی البلدین (دلی) وروی ابن وھب عن مالک ان الرؤیۃ لا تعم الا اھل البلد الذی یکون فیہ الامام العدل الذی یقام الحدود بامرہ (زرقانی) المحشی المیرحمی امام مالکی) المعمول علی لا یلزم اھل بلد رویۃ بلد اخر الا ان یثبت عندھم ذالک بما یثبت عند الناس کالاذان والعدد فی البلدان المتباعدۃ کالاندلس والعدد فی بدایۃ المجتہد) واختلف فی تاویل قول ابن القاسم ھذا اختلاف جزئیۃ فقال جزئیۃ لا تلزم اھل جزیرۃ اخری وھو المعتمد (زرقانی) الشیخ بکری کہتے ہیں کہ یہ بات کہ دور پر گزرا ہے آباد ہے کہ دو انسانی آدمی باتوں ، بالعموم ، جزئیت کے مخلوقوں کی ہے ، اور وہاں کی کئی میلے کے مطلع میں ہوتا ہے ، تو طلوع ہو جانا ہو گا نہ کئی میلے غروب میں ہوتا ، یا جب طلوع ہوتا ہو گا وہاں رویت ہلال کے نتیجہ میں دن یا تیسویں دن کے صاف ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں ، اور جب یہ بس تو وہاں تسہو تسہو مثلاً طلوع ماہ رمضان کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ——— قرآن مجید کے اس اعجاز بلاغت کے قربان جائیے کہ بعض ایک لفظ احد الشہر کے لئے نے کتنے سوالات اور پیچیدگیوں کی جڑ کاٹ دی ! بلا تکلف ، بغیر تکلف کوئی دلیل کوئی برہان روزہ رکھنا چاہے تو سونے جاگے ، کھائے پیے۔ خواہ دُنیا کے اور سارے کے بارہ کے لئے وہاں اور حالت کا حوصلہ ہو ، اُسی الدار و حساب سے روزہ بھی رکھ سکتا ہے۔ ۶۶۵ اجتماع میں حکم صرف اسی قدر تھا کہ تندرست و مقیم ہی ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھنا چاہیں یہ کیا کر سکتے ہیں حد آیت عن شہد منکم الشھر فلیصمہ کامل ہوئی ، اس وقت سے قدرتوں اور عذروں کی تفصیل ہی باقی نہ رہی گویا ، اور یہ حال نہ رہا کہ بیمار و مسافر کے لئے قصداً کا اختیار ہو ، روزہ رکھنا ہی پڑے۔ آیت کے اسی مرکز حتی تبین لکم الخ کو ایک اور جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ احد الشہر کی تعلیم سے کوئی سے کچھ بھی نہ کہا گیا ، بلکہ حکم کی تکرار صرف صوری و ظاہری ہے حقیقی اور معنوی نہیں۔ کتبہ لشکر آیت ہے تصحیح ہی بتدہ رہیں ، بعصمۃ الرمل المسافر والمریض عن شہد الشہر وعلل تکریرہ لدفع توھم عدم تجدد الحکم بتجدد الشہر (بیضاوی) ۶۶۶ جبکہ شریعت اسلامی کے سارے احکام قوانین میں اسی اصل پر چلی ہیں اور خود اسی روزہ رمضان کے معاملہ میں مسافر و مریض کے لئے کتنی گنجائش کتنی سہولتیں رکھ دی گئیں۔ حدیث موسیٰ میں ہو آیا ہے۔ وہی اللہ دسہ وہ اسی آیت قرآنی کی شرح یا تفسیر اور توضیح کر کر کے دکھا جاتے ، تو شریعت کا ایک حکم کیسا سادہ بلیغ حجت میں عامل کے حالات ، عمر ، صحت ، حرفہ ، موسم اور دُوسری مشکلات کا لحاظ نہ کر لیا گیا ہو اور جو احکام ابھا ہر شخص معلوم ہو رہے ہیں ، انکی تہ میں بھی جو بیشمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ، اُنکی تفصیل میں بھی اور آج سائنس تہ و سو برس گزر جانے کے بعد ساری خلائق نصاریٰ محل سلف اور جو تو دال کے بعد تکملی کے ساتھ گی ہوئی کیا عبادت کہ دیکھ حیرت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ سوئیم ہوتے ہیں۔ روزہ کی حکمتیں بہ تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اور اُنکے شرق کے فیاضوں میں جاملاقی ہوئی ، صوم اور تبتلی ہوئی صوم میں گرموں کے لمبے لمبے دنوں میں تجھ کے بروقت صبح سے شام تک پیاس کی آپ کو قطع تعلق کے نیچے بس آ جاتے ہیں۔ انی مختص باصعب مؤنتہ فی الصیام ، اذ لا یتم الا بترک الطعام والشراب والجماع ومقدماتہ جمیعا من اول النھار الی آخرہ (لوائح آف محمدؐ ، ص۱۰۰) ۶۶۷ (یعنی ایام فصل کی

گھر کے کسی گوشہ میں بھی ہو سکتا ہے، جسے نماز وغیرہ عبادت کے لیے مخصوص کر لیا جائے۔ بلکہ مسجد میں عورت کے اعتکاف کو تمہارے مکروہ دیکھا ہے۔ اما المرأۃ فتعتکف فی مسجد بیتھا ولو لو یکن لھا فی البیت مسجد تعمل موضعًا فیہ فتعتکف۔ (ہدایہ) والمراۃ تعتکف فی بیتھا (شرح وقایہ) ویکرہ فی المسجد ولا یصح فی غیر موضع صلاتھا کمامر۔ (درمختار) دوسرے دینی معاملات خطا لوگوں سے سات چیزیں کرنا حالت اعتکاف میں حائز ہیں، تسرکیلوں میں کوئی بات احترام مسجد یا آداب اعتکاف کے منافی پیدا ہو جائے۔ رسول اللہ صلعم کی عادت مبارک تھی کہ ماہ مبارک کے آخری عشرہ میں پورے دس دن کے لیے مسجد میں اعتکاف فرماتے، اور علائق دنیوی سے انقطاع جو پورا بھی کہا جاتا، اس عرصہ کے لیے کامل تر ہو جاتا۔ اعتکاف سنت نبوی ہے اور اسی کو تمہارے سنت کفایہ قرار دیا ہے۔ یعنی بستی بھر میں اگر کوئی بھی کرے تو پوری بستی کی طرف سے وہ سنت ادا ہو جائے گی۔ باقی نفس اعتکاف، ہر فرد کے لیے، ہر زمانہ میں مرحال انتخاب و پسندیدگی کی چیز ہے۔ روحانی قوت و فوائد کا جو وہ اپنے مدبر نے کے لیے، اپنے کو روحانی و ایمانی اعتبار سے تازہ دم کرنے کے لیے اس سے بہتر اور مؤثر تر صحت اور کیا ہو سکتا ہے کہ بعض اس زمانہ میں حکیم میں دن کی مسلسل طاعت و عبادت، اور قسب قرب کے دکر الٰہی و فکر ایمانی سے روح پر صیقل ہو چکی ہو، حکومت میدان ہو چکی ہو، انسان اپنے کو کچھ روز و چند روز کے لیے کامل یکسوئی اور انقطاع و لگیسیت کی منتوں کو دعاؤں سے، عبادتوں سے، دکر و فکر سے متمتاے کمال پر پہونچا دے، لیکن ہر کس و ناکس کا طرف اس مرتبہ کا مکمل نہیں ہو سکتا، محب غیب غیر مرتبع ضرورتیں معصیت کی پیش آتی ہیں (جیسا کامل مطور کے اقرام نامیا کو اہی دا) مستحق تنخ و قائل تعزیر ہو چکے ہیں، مثلاً بھی کہ کھا تا لانے والا آدمی گھر سے کھا ما سب دیر میں لایا، اور مکلف نے اعتیاد اُس پر غصہ سے برس پڑا تو مقرار دے کھا ہے، کہ کسی ضرورت میں اعتکاف نہ کرنا بھی بہتر ہے کہ معصیت شدید عبادت (اعتکاف) کے اُسی طرح نماز و طہارت کی تقص تعمی نا پاکیاں (غول و زار) ہیں۔ المعتکف اذا اتی کبیرۃ عمد اعتکافہ لان الکبیرۃ حد القادۃ کما ان العمد حد الطہارۃ والصلوٰۃ قالہ ابن حویر مندد ھی عن مالک (زرقی) وذکر ابو حنیل فیما سماہ علیہ الصوص الوماء محققہ (زرقی) ۵۸۴ ہست سی رسل یہ اد دلایا گیا ہے کہ ریب ضابطہ فاعدے عنائے دنا مرتبا کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ یہ احکام و ہدایات حکیم مطلق و عالم برحق ہی کی طرف سے ہیں۔ انہیں ظاہی لسانوں کے قانون یا قاعدہ پر قیاس کرکے معمولی باتیں نہ سمجھا۔ یتلوٓ سے ستارہ اُن سب چھپا یاسا احکام کی حامیت؛ حوآیت میں مذکور ہو چکے۔ لے ھذہ الاحام والمواھی (زرقی) اے الاحکام المستقۃ المذکورۃ (موح) ۵۸۵ یعنی جس طرح اُس کے یہاں دورہ، اُسکے حدود و اوقات، اعتکاف، اور اُس کے متعلقات کے احکام تعصیل سے بیان کر دیئے ہیں، اسی طرح وہ اپنے سارے ہی احکام و شرائع، انسان کے سُود و سمود کے لیے تفصیل سے بیان فرما رہا ہے۔ المراد انہ کما تبین ما امر کونہ وانھا کحد عنہ فی ھذا الوصم کذلک یبین سائر احلتہ علی دینہ وشرعہ کذا (زرکیر) اٰیاتہ آیات سے مراد احکام یا دلائل ہر دو ہی ہیں۔ لے امورہ وھیہ (اس حاشیہ) لے آیاتہ الدالۃ علی نقیۃ شرعہ واحکامہ (سمر) لے العلامات الھادیۃ الی الحق (زرقی) ۵۸۶ (اں احکام الٰہی پر مطلع ہو کر) احکام الٰہی کی تعمیل ہی پر ہر گونا ہے۔ کمل سے متعلق اوپر بیان ہو چکا ہو کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کا استعمال ہوتا ہے، تو تمسی میں شک مُتردد نہیں کہ یقین کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے، یعنی احکام کی تعمیل میں پورے کامل ہو جاتی ہے، عمل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ لا تاکلوٓا (اے اہل ایمان) کاتاکلوٓا اکل بیمال لطلی سی میں ہیں۔ یعنی عرف، کھانا، مُراد نہیں، بلکہ سی طرح بھی انفاق المال (راغب) عاوتہ علی الشخذ والاستیلاء (سمر) اُردو محاورہ میں بھی ایسے موقع پر بولتے ہیں، فلاں صاحب پیسہ کھا گئے، یا تم ہضم کر گئے۔ بالباطل۔ باطل میں مُراد ہے ہر ناجائز طریق۔ فاکل المال بالباطل ھو الذی مالیاتیہ حق (راغب) انھا الوجہ الذی لا یجیبہ اللہ تعالیٰ (سجاوی) والمراد من الباطل المحرام وکل مالم یبذن بہ الشرع (موح) گویا وہ مختصر لفظوں میں قطعی مال کی سزا کی تعلیم آگئی۔ ہر خیانت سے احتیاط کی تاکید اور ہر قسم کی امانت کی تحویل بھی ہے، اُسی میں تمام غصب حق بھی وغیرہ کے ساتھ ایک یہ بھی ٹھہرا دی ہے کہ وہ مال بھی باطل ہی کے حکم میں آجاتا ہے، ھو مالا یطیب بہ نفس مالکہ او حرمتہ الشریعۃ وان طابت بہ نفس مالکہ (قرطبی) (اُس مال کے مالک سے بیر اس کی خوشدلی کے حاصل کیا جائے۔ یا مالک گواہے خوشدلی سے دے رہا ہو لیکن خود شریعت نے اس پر کوئی حائز قرار دیا ہو) آکلوٓا الکثۃ۔ خطاب تمام مومنین کو ہے، اور حکم کے مخاطب افراد اُمت ہیں۔ اُردو میں اموالکم کا صحیح مفہوم اپنا مال سے ہیں بلکہ ایک دُوسرے کا مال سے ظاہر ہو گا۔ جیسے اقتلوا انفسکم سے مُراد ایک دُوسرے کا قتل کرنا ہے۔ والمعنی لا یاکل بعضکم مال بعض (زمر) والمعنی لا یاکل کل واحد منکم مال بعض یعود شق (زرقی) ڈاکٹر اپرنٹ رائر رئیس نے ایک کتاب قرآن مجید کے قوانین معاشری پر لکھی ہے۔ اُس میں اس آیت کو نقل کر کے لکھا ہے۔ "یہ آیت اس امر کی شہادت مزید ہے کہ محمدؐ نے اپنے پیرووں کی کتنی باریکیوں سے حسن معاملگی کا سبق دیا ہے" (سوشل لائف آف دی قرآن، ص۱۰۱) میکنکٹہ کے دائرہ کی وسعت میں تمام معاشرت داخل ہے، اور صرف مُعاملوں کے مال یک حکم کو دوسرے نہیں رکھا ہے، مسلم ہو یا کافر، کسی کا بھی مال دغا، فریب، ظلم وغیرہ سے لینا جائز نہیں۔ صرف کافر حربی کے مال پر تصرف و تسلط جائز ہے، کہ اس سے تو قتال جنگ ہو ہی چکا ہے۔ لیکن اُس سے بھی عدل الاطلاق نہیں، مکہ بھی عام قوموں و متوسط کے ساتھ۔ نرشت و حساری، حیات، کا حربی کے معاملات میں بھی درست نہیں ۵۸۶ وکم تم احق اور یا دق ہو) دُنیا کی کوئی عدالت، مترجم ہو، اور کوئی حاکم عادل سے عادل سمی، مرحال دُنیوی پیمانے عیب کی بنا پر نہیں، بروداد مقدمہ ہی کی بنا پر صادر ہوں گے۔ اور ان میں غلطی العرش، ما الانصافی، وھو کے کا احتمال ہر وقت ہے۔ آیت اسی حقیقت کی طرف توجہ دلا رہی ہے، کہ حوحق ہے وہ عدالت حق ہی سے ہے گا، اور جو احق ہے وہ اللہ کے ہاں احق ہی شمار ہو گا۔ اگرچہ حکام کا فیصلہ اُس کے برعکس ہی ہو، قاضی کے فیصلے حق کو احق اور احق کو حق نہیں بنا سکتے۔ اصل شے لسان کی توجہ و لحاظ کے تامل حود اُس کا ضمیر اور نفوسی ہے۔ حدیث میں اس معمول کی صراحت مسند و درمنثور میں اسے صاف صاف کر چکے ہیں۔ اعلم ان قضاء القاضی لا یحل لمالک حراما ولا یحیق لمالک اخذا مالا یعلم انہ حلال (راغب) والقاضی یشرعیطی و یجیب (ابن عربی) وھی الاکل بالباطل ان یقضی القاضی بالباطل وھو لا یعلم انہ باطل او یعلم انہ لیس لہ ما یقضی بہ یسلا لان قضاء القاضی لا یحل الحرام ھذا اجماع فی الاموال (زرقی) علی القتل بعد الحدیث جمھور العلماء والعامۃ الفقہاء وھو نص فی ان حکم الحاکم لا یغیر حکم الباطن (زرقی) وھذا رسول اللہ صلعم للمختصمین الذین ھم اصل ھذا الحکم ھکذا یقضی بینھم ھو الحق (ابن العربی) ۵۸۷ مگر لوگ ایسی چرب زبانی سے کام لیتے ہیں، اپنے "الزعہ" پیروی سے اپنے حقوق ثابت کرنا چاہتے ہیں، اُسیں زور یا زور پا ہونا چاہیے کہ اُس پر علاوہ دوسرے حرائم اور قرائن ثانی کی جن تلقی کے ایک مدبر حاکم عدالت کو فریب میں مُبتلا کرنے کا بھی جائے گا۔ فمن قوۃ بعضھا۔ فمن قوۃ۔ لعلاوہ کے معنی "تمیں دُول ڈالے، اور پھر پھر اہا" کسی چیز کو کھینچ کھینچ کر چلنے یا آگے دھکیلنے یا وسیلہ بنانے کے ہیں۔ او لیتوسلا الے اخرجتہ لو قبل یکون معنی ادلیتھا وادستیرھا للتوصل الی الشئ (راغب) واصل الادلاء ارسال الرجل الدلو فی سبب متصلا لھا (ابن عربی) مطلب یہ ہوا کہ مال کو حکام تک پہونچا کے، اپنی رسائی اور رسوخ پیدا کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اور رشوت وغیرہ مالی تحفہ و تحائف سے حکام کو اپنا مرتبہ نہ ڈالو۔ لے لاترشوھا الیھم (کبیر) لے جعل تلقوا بھا الی حکام الشوء والی وجہ الرشوۃ (مدارک) اسلامی حکومت قائم ہو اور اسلام کے سائے قانون دیانی و حوصداری کا نافذ ہو، پھر تمری چیز ہے، قرآن مجید کی صرف اسی آیت پر اگر آج عملدرآمد ہو جائے، تو جھوٹے دعووں جھوٹی گواہیوں، جھوٹی حس حسری کو چاہیے آج اکھاڑ کر پھینک دیجیے، اُس کے بعد جائے ستائیس آئیں گے کہ طلاں تاریخ طلاں کام کے لیے سند ہے اور فلاں تاریخ تک مدد فلاں، قیستی فلاں جلوس، مدار، جوحقوں کی وجہ سے نہیں ملتی ہو جائے، یا لالچ دیئے گا، کا لفظ عام ہے۔ ہر قسم کی معصیتیں جو عدالتی کارروائیوں اور انتظامی معاملات کے سلسلہ میں کام میں لائی جاتی ہیں، اس کے تحت میں آجاتی ہیں۔ لے الطلوا النقدی (قرطبی) متصدقا المرد او الایمان العادلۃ او الصلح مع العلو علی المقصوص لہ طالمرد (مدارک) ھو یقظا۔ فریق کے معنی یہاں پارٹی یا گروہ کے ہیں، بلکہ جنسیہ اُحرد کے ہیں۔ لے قطعۃ وجزءا (قرطبی) قطعۃ وحملۃ (موح) ۵۸۹ (بے پیمہ کہ اُن کے گھٹنے مُڑنے کی غایت کیا ہے؟) الاھلۃ۔ یا جا ما یا ہلال تو لاک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے، لیکن یہاں سوال ابتدا، یعنی ہر مہینہ) سے متعلق ہے۔ سوال بھی الاھلۃ کے معنی ہی ہوئے جا مد کے مہینوں کی بات دریافت کرنا۔ یعنی پہلے چاند کا طلوع ہونا، یعنی تاریخ اور اس کا بڑھنا اور پھر تاریخ کا گھٹنا، یہاں تک کہ اس کا غائب ہو جانا۔ یرید بالاھلۃ شھورھا، قد یعبر بالاھلۃ عن الشھر لحلولہ (قرطبی) لے عن زیادۃ الاھلۃ ونقصانھا لما ذا (ابن عباس) مسئل رسول اللہ عن زیادۃ الاھلۃ ونقصانھا و اختلاف احوالھا (ابن جریر) چاند کے دورہ و دلکشانہ، تغیرات متابدہ کی خبریں ہیں، اس لئے سوال بھی اسی کی بات آسانی سے پیدا ہوتا ہے۔ آیت کے تعبیرات علم طلروں کے لیے عبرت بند بستے ہیں ۵۹۰ (اور اس سے یہ اور اُس کی کوئی حیثیت نہیں) قرآن کا ایک ایک فقرہ توحید کے اعلان اور شرک کی تردید میں ہے۔ دُنیا میں مشرک قومیں کثرت سے قبر پرستی میں مُبتلا رہی ہیں۔ اور بعض بال پرستی میں بھی۔ نئے چاند کو دیوتا مان کر اُس کی پُوجا کرتے سے کی گئی ہے۔ اور ٹھنے چاند کے مسارک، اور اُترتے چاند کو نحوس سمجھنے کا رواج تو آج خدا معلوم کتنے مسلمان گھرانوں میں بھی موجود ہے۔ اور ہندوستان میں تو بھی حس حسرتی کو چاہیے آج اکھاڑ کر پھینک دیجیے، اُس کے کھنے حانے ستے سمجھے سے طرآ

خط فی کلامهم عبارة عن الظن (قرطبی) المحیط الابیض هو اول ما یبدو من الصبح الکاذب، میں احیطہ بالامر کے معنی احاطہ کرنے کے ہیں احادیث میں بڑی تاکید کے ساتھ ترغیب دی گئی ہے کہ روزہ دار کی رات بھی حتی الامکان ذکر و عبادت میں بسر ہونی چاہئے، چنانچہ اول سنت کے پیش نظر ہمارے یہاں رواج ہے کہ ہر شب تراویح پڑھا دیتے ہیں، وھاب اسی متداول معنی کی تعمیل ہے۔ مشقت و راحت، تعب و لذت کی جو تشریح اوپر کی گئی ہے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر شخص اپنی اپنی جگہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ روزہ کی راتیں بھی عبادت و ریاضت کے لحاظ سے دن ہی کی طرح ہیں۔ دن عصر و مغرب کی سختی، کھانے پینے کا انتظار جس سے کھانے پینے کا لطف اور ذوق کر رہتا ہے۔ تمام کی رات درحمت و تعریح، پھر تمام سے لے کر صبح صادق تک عادتوں اور عادی لذتوں کا بالجملہ مسلسل بند، اسلام ہی کے خصوصیات میں سے ہے۔ فی الفجر۔ فجر شرعی سے مراد صبح کاذب نہیں، جس کچھ دیر کے بعد ہی طلوع صبح صادق ہوتا ہے۔ اور روشنی منتشر تا خرا پھیلنے لگتی ہے۔ قال الجصاص وذلک الفجر المستطیر هو الذی یعمة و یعد احادیث الاسفار و صحت علیه الاعصار (قرطبی) حدیث میں سحری میں تاخیر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ صحیح مسلم میں بسند متعدد صحابہ کی روایت مذکور ہے، رسول اللہ صلعم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ طلوع فجر کے بعد لوگوں کو جو حیلے کرنے کے لئے سب سویرے اوان دیدیتے ہیں، ان کی اوان سے بالخصوص تمہیں دھوکہ نہ ہو، تم کو دو، بلکہ روشنی کے پھیل جانے کو دیکھ کر سحری سے

اوران کی خونریزیاں اوروں سے آتشیاں قرآن کی نظیر تو دنیا کے پردہ پر کہیں نہ ہے گی۔ عیاں راچہ بیاں' اور عناد نمایاں فرق اسلامی فاتحین کی معمولی درجہ کی باتیں کی سکھلی کے درمیاں رہا ہے' اس کا اعتراف تو خود یہ بھی بالقلم کر رہے۔ بتقال کے پہلے ملاحظہ ہو Finlays' Greece under the Romans. صـ۳۵۴۔ سیر Bosworth Smith's Mohammad & Mohammadanism صـ۲۱۵ و صـ۲۱۶۔ امام راتزنی نے فرمایا کہ آیت اقتل میں ابھی بھی تقویٰ کی تاکید کی ہے' اس کی مناسبت سے ذکر تقویٰ کی تشدید ترین اور نفس کے لیے دشوار ترین قسم یعنی قتال وجہاد کا شروع ہوا ہے۔ لما امرها بالتقوىٰ امرها في هذه الآية باشد اقسام التقوىٰ واشقها على النفس (کبیر) ۶۹۶ وَلَا تَعْتَدُوْا۔ اجتناب کے نہوی معنی حق سے تجاوز کر جانے کے ہیں' جارحانہ الحق۔ اور اس تجاوز کی متعدد صورتیں ممکن ہیں۔ حد سے مراد وحدود شریعت بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ انتقام کے جوش یا تعصبی کے ردعمل سے تمام اعمیان کے معصالی وغیر معصالی سب کو قتل کرنا شروع کر دیا جائے۔ اُن کے کھیتوں' ماحول' جزائر گاہوں میں آگ لگا دی جائے' اُن کے بے زبان جانور تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے جائے' وُنیٰ مچلی بلا۔ قرآن نے دُعا کو سنن یہ پر یا کہ قوت کا استعمال صرف اُسی حد تک جائز ہے جس حد تک کہ تجاوز یہ حد سے دور ہو جائے۔ حد سے تجاوز بھی ہو سکتا ہے کہ صد درجہ بیماں تک دوسروں کی دیکھا دیکھی خود بھی معاہدوں کی پروا نہ کی جائے' اور صد شکنی کی ابتداء ایسی طرف سے کر دے کہ پہل ہو جائے۔ اسی طرح اور بھی پہلو تجاوز وحدود کے نکل سکتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ابتداء کا لفظ یا واقعی ہے ہر پہلو کو جامع ہے اور ہر قسم کی پراقتوں کی نمائندہ آتی ہے۔ لے لاتعتدوا بالبدء آما بالقتال او بقتال المعاهدين او المعاجاة فيه من غير دعوة الى الملة او تقدم من نهيتم عن قتله (سیاوی) لے لاتعتدوا بوجه من الوجوه (مدارک) اور اعتداء اور تجاوز کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ قتال علاوہ فی سبیل اللہ کے کسی اور غرض کے لیے شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ بعض دقیق النظر مفسرین نے یہ پہلو بھی لیا ہے۔ لا يجوز ان يقاتلوا لغير وجه الله كالحمية وطلب الذكر (کبیر) غلبہ و اقتدار کے وقت انتقام کے حدود کے اندر بنا اخلاق کے مرتبہ اعلیٰ کا مقام ہے۔ اچھے اچھوں کی عقل' متانت اور قوت عدل تو ازن اُس وقت جواب دے دیتی ہے' اور کل کے مظلوم' مبالغہ اور شاید نے تصوری کے عالم میں آج کے ظالم بن جاتے ہیں' قرآن بھی اس موقع پر اپنے پیروؤں کو ضبط و احتیاط کی تلقین کرتا' اور اُمت کو جنگ اخلاق عالیہ پر مبنی کرنا چاہتا ہے۔ اور پھر جب یا کر لیا جائے' کہ آیت کا سر وح رسول و یقصد سشہ ہجری ہے' حب معاہدہ حدیبیہ کے دُوسرے سال مسلمان عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہو رہے تھے' اور اندیشہ تھا کہ مشرکین معاہدہ کو توڑ کر جنگ شروع کر دیں گے' اور اُسے حوالہ میں قتال مسلمان ہی استعمال سے لبریز ہو جائیں گے۔ تو آیت اس تاکید کی اور اجتماعی حکم کی قدر و مصلحت کس درجہ اور بڑھ جاتی ہے' ایسے مقدس کی گھڑیاں میں ایسی ہدایت پر عمل دنیا کی کسی قوم نے آج تک کیا ہے' مجرد رسول کے صحابیوں' اور خلافت اسلامیہ کے چاہیوں کے' سوال عقیدت کا نہیں' بھی تاریخ کا ہے ۶۹۷ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ یہ اس قتال محارب میں کہ جہاں کہیں بھی پکڑا ہُوا' اور جب بھی اُس پر یہ حملہ حاصل کر پاؤ' قتل کر دو۔ هم الكفار من اهل مكة او مطلقا (مدارک) فقتلهم حيث كانوا في الحل والحرم وفي الشهر الحرام (کبیر) لے حيث وجدتموهم من حل او حرم (الوسوط) وَاقْتُلُوْهُمْ کے صیغہ جمع سے مقاتلہ جیسے یہ کہ بہ کیا جائے کہ قتال وجہاد و صریحہ العراد میں ہے۔ امام کی نیت ہے۔ لشکر کا رد و دور ملوہ عبارۃ النص کے بجائے اور امام کا طور اقتصار النص کے کہ لشکر کا انتظام و اجتماع غیر ایک امام کے ممکن نہیں۔ من حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ۔ یعنی سر زمین مکہ سے۔ من حيث اخرجوكم من مكة (مدارک) ۶۹۸ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (یہی فتنوں' برعہدوں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے لیے قتل سے بھی زیادہ سخت ہے) مراد ہے کہ سر بیں کرنے کے انہیں چاہیے ہاد و جا بے محابا' جو بھی نہیں یہی قدمت و مصلحت کے مطابق نظر آئے۔ والمراد اهلوا الكل ما يتسم الكوهن هذين الامرين في حق المشركين (رح) ۶۹۹

اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اختیار کرتے رہو، تاکہ تمہارا فلاح پا جانا ۲۰۳ اور اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو

الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تم سے لڑتے ہیں ۲۰۴ اور حد سے باہر مت نکلو، کہ اللہ حد سے باہر نکل جانے

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

والوں کو پسند نہیں کرتا ۲۰۵ اور (ہاں) جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ان

ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ

اور جہاں سے اُنہوں نے تمہیں نکالا ہے ۲۰۶ تم انہیں نکالو ۲۰۷

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ

فتنہ تو قتل سے (بھی) سخت رہے، ۲۰۸ اور اُن سے مسجد حرام کے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ

قریب قتال نہ کرو، جب تک وہ (خود) تم سے قتال نہ کریں

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ

اس کا کردہ (خود) تم سے قتال کریں تو (تم بھی) انہیں قتل کرو۔ یہی

الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

کافروں کی سزا ہے ۲۰۹ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا ہے،

رَّحِيْمٌ ۝ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

مہربان ہے ۲۱۰ اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد (عقیدہ) باقی نہ رہ جائے ۲۱۱

مزمل

اختیار کرتے رہو، تاکہ تمہارا فلاح پا جاؤ ۲۰۳ اور اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو

تم سے لڑتے ہیں ۲۰۴ اور حد سے باہر مت نکلو، کہ اللہ حد سے باہر نکل جانے

والوں کو پسند نہیں کرتا ۲۰۵ اور (ہاں) جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ان

اور جہاں سے اُنہوں نے تمہیں نکالا ہے ۲۰۶ تم انہیں نکالو ۲۰۷

فتنہ تو قتل سے (بھی) سخت رہے، ۲۰۸ اور اُن سے مسجد حرام کے

قریب قتال نہ کرو، جب تک وہ (خود) تم سے قتال نہ کریں

اس کا کردہ (خود) تم سے قتال کریں تو (تم بھی) انہیں قتل کرو۔ یہی

کافروں کی سزا ہے ۲۰۹ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا ہے،

مہربان ہے ۲۱۰ اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد (عقیدہ) باقی نہ رہ جائے ۲۱۱

مزمل

ہو کے۔ اُسی کی اصلاح حیال کے لیے آیت بالا وحی اور مقدمہ خانی کی تصحیح کی گئی۔ سولہ ۱۶ سورہ حج اصحیٰ کے حسن کذبۃ وحراعۃ کانوا یدین حلون سونہ حرمی الاحرام من حلہم اُو من ظلمہا کما فصلوا فی الجاھلیۃ (اس عباس) مفسر قرطبی نے سب تفصیل سے لکھا ہے کہ انصار مدینہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے تھے، تو اپنے دار آسمان کے دروازہ کسی چیز کا مائل ہوا تو عنوی اُور آداب احرام کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور واپسی میں اپنے مکان میں دروازوں سے نہیں آتے ہوتے تھے۔ وکان الاحساء اذا احتجوا وعادوا لایدخلون من ابواب بیوتھم (کما فی ابوداؤد ھذا من المناسک الزکوٰۃ قرطبی) یہ رسم چونکہ حج ہی کے سلسلہ میں تھی، اس لئے اس کا ذکر بھی حج ہی کے ضمن میں فرمایا گیا ۵۶۹۲ (اور تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی منع کی ہوئی اور حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں سے ڈرا جائے، بچا جائے) اے مجاھدۃ وتصعب مجاھدۃ واطاعۃ وانتصبۃ التی اقوی بھا (ابن جریر) ضمناً یہیں سے یہ بات بھی صاف ہو گئی، کہ اصل بھی تقوائے الٰہی ہے۔ یعنی احکام الٰہی کی خلاف ورزی کا خوف، مگر تقویٰ کسی کمی بیشی سے صوت وسنود و رواج کا اتباع ۵۶۹۳ (جب آجا چاہو، اور گرداگرد مشرک حمالیت کو پامال کرتے ہوئے) آیت سے نتھارا اُمت کو ایک بڑی اصل ہاتھ آگئی ہے، جس سے صدہا ہزار ہا اعمال کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔ وہ اصل یا قاعدہ یہ ہے کہ حوتہ تہ نزیت میں صرف ممانعت ہی کیوں نہ کتاب سُنّت میں اس کی کوئی نظیر یا مثال طاعت وعبادت کے حکم میں ملے، اُسے اپنے دل سے طاعت وعبادت سمجھ لینا، اُسے بھی بلا دلیل شرعی معصیت وضلال ملامت یقین کر لینا، یہ دونوں اعتقاد غلط ہیں اور یہ بروعت اسی حکم میں داخل ہے۔ ھذا دلیل علیٰ مشارکۃ من الفقد وھی الی العمل وبات خاصۃ دون المسلم ودون المہمی عنہ وھذا اصل حسن (ابن العربی) وھذہ الآیۃ بیان ان ما لم یرد بہ عبادۃ فہو بدعۃ ولا یصیر قربۃ وان کان یقرب لہ متقرب (قرطبی) قال ابن حبیب مداد اذا اشکل ما ھو بدعۃ او قربۃ عالیس ھو من ذلک فالعمل ان کان لہ دلیل فی الجملۃ من السنن یجوز ان یکون ان لو کل ملبس، وان لا فہو بدعۃ (قرطبی)

جلیٰ نے اس عباس کی سند سے حدیث موضوع بھی نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلعم تقریر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جب میں کھڑا ہوا ہے۔ دریافت فرمایا معلوم ہوا کہ وہ ابو اسرائیل ہمیشہ کھڑے ہی رہتے ہیں اور اس کی نذر مانے ہوئے ہیں کہ وہ نہ بیٹھیں گے نہ سایہ میں کھڑے ہوں گے نہ بولیں گے اور روزہ رکھیں گے حکم ہوا کہ بیٹھیں، سایہ میں کھڑے ہوں، بولیں، روزہ پورا کریں۔ اسلام ہم صرف امتثال امر کا چاہتا ہے اُس میں مصلحت ہو تو اچھا ہے کہ وہ ایسے سے معافی دے۔ بہتا ہی ہے۔ دور کرتی ہے۔ لیکن حبیب الٰہی میں تو اس کے برعکس ایک کشش ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی ذات الٰہی سے قریب تر ہوتی ہے۔ طاقی ہے اللہ سے قریب تر کرتی ہے اور اس طرح عملاً عبادت الٰہی کے مرادف ہے۔ اہل تقویٰ اور صالحین سے جس حرف کی نفی کی گئی ہے، وہ 'دست' کے معنی ہے اور وہ 'دست' سے پیدا ہوتا ہے۔ حبیب الٰہی، اسکے نیک دیکھ، احساس عظمت سے پیدا ہوتی ہے اور وہ بہ علیم و تفکر قرب تعالیٰ کے الی ہوتی ہے۔ حرف ھدا کی تبعیت اور حبیب الٰہی کی تاکید سے قدیم صحیفے بھی لبریز ہیں۔ مثلاً۔ 'محاند کا حرف۔ والتی کی ابتداء ہے۔ (استثال بیسلمای۔ ۱۰،۱) 'خداوند کا خوف دانائی کا شروع ہے' (امثال بیسلمای ۹،۱۰) 'خدا سے ڈر اور اُسکے حکموں کو مان، کہ انسان کا فرض کلی یہی ہے۔ (واعظ کا کتاب ۱۲،۱۳) ۵۶۹۵ قَاتِلُوْا۔ قتال کا بیگر اُن مظلوم مسلمانوں کو قتل رہا ہے، جو دیوار جیتے نہیں، بلکہ سے تیرہ برس کو تمیں ہر طرح کے تعذیر، اور تعذیب کے بعد اپنے گھر بار، اور جائداد کے ساتھ مکہ سے نکل چکے تھے۔ اور اب وطن سے بے وطن ہو کر، گھر اجڑے پڑے تھے، تعلقات سماکی، بہمیت پر صبر کے استعمال میں پورے اُتر چکے تھے۔ اور اب وطن سے بے وطن ہو کر، گھر اجڑے پڑے تھے، مدینہ میں بھی سے میں بیٹھے جانے تھے۔ اللہ رحمت شمنی دیکھ لا رڈ بیدے اگر یہ کی۔ مسلم ہو کر مات یہ تی کہ کیلیے کہ اسلامی عرب کے خیر اندیشی جنوانی عملی توقع کر دیکھ کر حوصلہ کر کو لڑائی کی ابتدا کس نے کی، اور چڑھائی کو ان کس پر کر گیا تھا، اصرار عرب اقدام کو ل کر رہا تھا، اور حد طلب خود اختیاری و مدافعت میں کون لڑ رہا تھا، مکہ کے محاصل مدار یا مدینہ کے مصارد شاکر موسمیں (۱) جنگ بدر۔ مدینہ سے کل تیس میل کے فاصلہ پر۔ جنگ اُحد، اُحد مدینہ سے کل ۱۱ میل ہے (۳) جنگ احزاب۔ اس میں تو فاصلہ خود مدینہ ہی کا ہوا۔ غرض سہ وحدہ پیش کیا اُن کے طیف وحدہ نگاہ ہی پیچھے ہو کر آئے۔ اَلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ جو یہ لفظ کیا تا رہے ہیں) دو باتیں بالکل صاف ہوئی جاتی ہیں (۱) ایک یہ کہ جنگ کی ابتدا کرنے والے مسلمان تھے۔ ابتدا دوسرا سی فریق کی کرنا تھا۔ اے الدرس بعد وکم بالقتال (ابن عباس) اے یعلم الحرب وکم القتال دون المحاحرب (ھارکم) اے یحل لکم القتال ان ولملکو الکفار (قرطبی) (۲) دوسرے۔ کہ قتال کا حکم صرف اُسی افراد کے مُعاملہ میں ہے جو واقعی لڑ رہے ہوں، یا آج کل کی اصطلاح میں صرف محاربین Combatants کے مقابلہ میں۔ عسیہ محاربی Non-combatants آبادی کے بیروں پر ہم کر سادہ ہے، پر اُس تمہ لوں پر مواثی ہاتھ کرنے، اور اُن پر بہ ریکیں چھوڑنے کے مہذب ترین آئین حرب سے اسلام کا قانون جنگ اُتنا ہے۔ فرڈھوں، بچوں، عورتوں، اپاہجوں، بیماروں، گوشہ نشینوں، عرض اپنے کو لڑنے جو جنگ سے معذور ہوں، اُنہیں رسُول کے خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تصریحات کے ساتھ مستثنیٰ قرار دیا ہی ہے، لیکن خود یہ آیت بھی اس استثناء کی بھاری صاف تبیر ہے۔ لاتقتلوا الساہ ولا الصیان ولا الشیم الکبیر لاھی القی الیکم السلم وکف یدا ہ (ابن عباس) لے لاتقاتل من کا یقاتلک یہی السلم والصیان والہرمی (ابن جریر عن عمر عبد الرزیر) عن ابن عمرؓ قال وجدت امرأۃ فی بعض مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتولۃ فانکر رسول اللہ صلعم قتل النساء والصبیان (بخاری، مسلم) کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا بعث جیشا قال اغزوا باسم اللہ وفی سبیل اللہ . یقاتلون المرأۃ ولا لیدا ولا یتجاھلوا (ابن ماجہ عن بریدۃ) امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق کے اہل لکھیں تو بھی دار دفعات بالکل صاف ہوئی جاتی ہیں (۱) ایک یہ کہ جنگ کی ابتدا کرنے والے مسلمان تھے۔ ابتدا دوسرا سی فریق کی کرنا تھا۔ اے الدرس بعد وکم بالقتال (ابن عباس) اے یعلم الحرب وکم القتال دون المحاحرب (ھارکم) اے یحل لکم القتال ان ولملکو الکفار (قرطبی) (۲) دوسرے۔ کہ قتال کا حکم صرف اُسی افراد کے مُعاملہ میں ہے جو واقعی لڑ رہے ہوں، یا آج کل کی اصطلاح میں صرف محاربین Combatants کے مقابلہ میں۔ عسیہ محاربی Non-combatants آبادی کے بیروں پر ہم کر سادہ ہے، پر اُس تمہ لوں پر مواثی ہاتھ کرنے، اور اُن پر بہ ریکیں چھوڑنے کے مہذب ترین آئین حرب سے اسلام کا قانون جنگ اُتنا ہے۔ فرڈھوں، بچوں، عورتوں، اپاہجوں، بیماروں، گوشہ نشینوں، عرض اپنے کو لڑنے جو جنگ سے معذور ہوں، اُنہیں رسُول کے خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تصریحات کے ساتھ مستثنیٰ قرار دیا ہی ہے، لیکن خود یہ آیت بھی اس استثناء کی بھاری صاف تبیر ہے۔ لاتقتلوا الساہ ولا الصیان ولا الشیم الکبیر لاھی القی الیکم السلم وکف یدا ہ (ابن عباس) لے لاتقاتل من کا یقاتلک یہی السلم والصیان والہرمی (ابن جریر عن عمر عبد الرزیر) عن ابن عمرؓ قال وجدت امرأۃ فی بعض مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتولۃ فانکر رسول اللہ صلعم قتل النساء والصبیان (بخاری، مسلم) کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا بعث جیشا قال اغزوا باسم اللہ وفی سبیل اللہ . یقاتلون المرأۃ ولا لیدا ولا یتجاھلوا (ابن ماجہ عن بریدۃ) امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق کے اہل لکھیں تو بھی دار

امرأۃ ولا صبیا ولا کبیرا فانیا ولا تقطعوا نخلا ولا تحرقوہ ولا تعقروا بعیرا ولا تغرقنہ (الطحاوی سنہ) الستہ الذین یقاتلونکم بہ یعنی مزاحمت کریں، وشمن وہ قتہ مسرہ آجائے، اور لڑائی شروع کر دے، جبھی تم قتل کرو۔ اتنا بے انتظار و توقف کے معنی یہ ہوں گے کہ آدھی جیسا کہ اس رات کی لڑائیوں میں برابر مشاہدہ بھی ہو رہا ہے۔ کہ ہمیشہ کا ارادہ اور آمادگی ہی اُس حکم کے تحت میں لے آنے کے لیے کافی ہے۔ فی سبیل اللہ۔ فی کیفیتی اہم اور دیرپا کی تابیع محاربات میں کسی انقلاب انگیز سے، اُدیا میں لڑائیاں ہیشہ لڑی گئیں، اب بھی بڑی جا رہی ہیں، آیندہ بھی لڑی جائیں گی۔ لیکن کاہے کے لیے؟ رسُول کے لیے یا دین کے لیے۔ نیا وہ سے زیادہ یہ کہ "قوم" اور "وطن" کے لیے۔ فی سبیل اللہ، ہم اور دیا کی تابیع محاربات میں کسی انقلاب انگیز سے، اُدیا میں لڑائیاں ہیشہ لڑی گئیں، اب بھی بڑی جا رہی ہیں، آیندہ بھی لڑی جائیں گی۔ لیکن کاہے کے لیے؟ رسُول کے لیے یا دین کے لیے۔ نیا وہ سے زیادہ یہ کہ "قوم" اور "وطن" کے لیے اپنی قوم و وطن کی خلاف ورزی کے لیے، اسلامی حکومت مذاکر رائی حکومت قائم کرنے کے لیے موجودہ جنگ میں اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ "آزادی تجارت" کے لیے، "آزادی سمندر" کے لیے، "توازن یورپ" کے تحفظ کے لیے، "توازن" کی مشیاں "پیدا کرنے کے لیے، ارض سی اور رائی کی کسی قسم کی بھی عصبیت جاہلی کے جھگڑے کے لیے۔ اور فی سبیل اللہ جو۔ اور صاف صاف فی سبیل اللہ کے معنی ہیں بالکل اور الذکر۔ اعزاز الدین (ابن الذکر) الجہاد لاعلاء کلمۃ اللہ۔ اعزاز الدین۔ لاعلاء کلمۃ اللہ۔ اور صاف صاف

الْهَدْيُ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ
(اُسے ذبح کردو) ۱۱۱ اور جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ جائے اپنے سر
مَحِلَّهٗ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى
نہ منڈاؤ ۱۱۲ لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو ۱۱۳ یا اُس کے سر میں
مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ
کچھ تکلیف ہو ۱۱۴ تو وہ روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے
اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ
فدیہ دے دے ۱۱۵ پھر جب (بحالت اطمینان) تم میں ۱۱۶ جو شخص عمرہ سے متفید ہونا چاہے
اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ
حج سے ملا کر تو قربانی بھی دے ۱۱۷ میسر ہو، وہ کر ڈالے ۱۱۸ اور جس کسی کو
لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ
میسر ہی نہ آئے ۱۱۹ وہ اس دن کے روزے رکھ لے، ۱۲۰ اور
سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۚ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۚ
سات روزے جب تم واپس ہو ۱۲۱ یہ پورے دس (روزے) ہوئے ۱۲۲
ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ
یہ ۱۲۳ اُس کے لیے (رخصت) ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قریب
الْحَرَامِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
رہتے ہوں ۱۲۴ اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور جانے رہو، کہ اللہ سخت گرفت کرنے والا

ہے۔ یقال سکت اللہ لہ ذعت اللہ (ابن قتیبہ) السکینۃ ۱۱۴ یہ قربانی کم از کم ایک بکری کی ہونی چاہیئے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک گائے یا اُونٹ کی ہو۔ والاصلاف بین العلماء ان اداء شاۃ وان شاء حملہ جیداً (ابوعبیدۃ (حماص) اعلاہ بُدنۃ والوسط بقرۃ وادنی شاۃ (سالم عن المسن وقتادۃ) ۱۱۵ فدیہ، صدقہ، قربانی یہ تینوں صورتیں فدیہ کفارہ کی یکساں ہیں، جو شق بھی پسند آئے، اختیار کی جاسکتی ہے۔ لاخلاف انہ مخیر ۱۲ فیہ ھذہ الاشیاء الثلاثۃ علی التخییر (جماص) وعلیہ اکثر اھل العلم (قرطبی) ۱۱۶ یہ قاعدہ اس جالیسہ خطوہ مرض کے جس کا ذکر شروع آیت میں ہوا تھا آچکا ہے۔ اور جس طرح وہاں ایک عام وجامع لفظ احصار آیا تھا یہاں بھی ایک عام وجامع لفظ امن آیا ہے، جو مرض کے دُور ہوجانے پر بھی اسی طرح حاوی ہے، جس طرح خطرہ دشمن کے دفع ہوجانے پر۔ اصل الامن طمانیۃ النفس وزوال الخوف (راغب) وقیل خوفکم من العدو قالہ ابن عباس وقتادۃ وھواشبہ بالنظم الآتی لتحیل الخوف فی المرض یکون الامن منہ (قرطبی)

منذ رجوجائے تو قربانی کا جانور وہاں بھیجے۔ وہیں اُس کی قربانی کردی جائے گی۔ ھَدْی کے لغوی معنی محض اُس پیشکش کے ہیں، جو خانہ کعبہ کے لیے بھیجا جائے۔ الھدی مختص بما یھدی الی البیت (راغب) وھو ایھدی الی بیت اللہ من بدنۃ او بقرۃ او شاۃ (قرطبی) حنفیہ نے بھی اسی عام معنی میں لکھا ہے، اور قربانی کا ہر جانور اس سے مُراد لیا ہے۔ اور امام مالکؒ و امام شافعیؒ سے بھی یہی مذہب منقول ہے۔ فقال ابوحنیفۃ وابو یوسف ومحمد ومن وافقھم مالک والشافعی الھدی من اصناف الثلثۃ الابل والبقر والغنم وھو قول ابن عباس وغیرہ (حماص) ۱۱۷ (ایسے مرض میں کہ اس کی وجہ سے سر کے بال اُتارنے کی ضرورت پڑجائے) مرضاً یحوجہ الی الحلق (بیضاوی) ۱۱۸ مثلاً درد، رنج، وغیرہ سے، اور اس لیئے سر منڈالنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو۔ ۱۱۹ صدقوں کو اجارت کے وقت محسوس ہو رہی ہو۔ ھدیۃ۔ من رأسہ کے بعد عبارت مقدر لوں ہے۔ اطلق علیہ فدیۃ۔ یہ اختیار اسے فراق فعلیہ ھدیۃ (سالم) اور اس فدیہ کے تین صورتیں ہیں۔ یا روزے رکھ لئے جائیں، یا مسکینوں کو صدقہ دے دیا جائے، یا قربانی کردی جائے۔ من صیام۔ صوم، صیاماً، کا مسلک حدیث صحیح کی بنا پر تین روزے رکھنے کا ہے۔ صوم ودھا ثلاثۃ ایام وھو محفوظ صحیح فی حدیث کعب من عجرۃ (قرطبی) او صدقۃ۔ کھانا کر دیا جائے، تو چھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی مقدار کے مساوی دیا جائے علی ستۃ مساکین لکل مسکین نصف صاع من بُرّ (راحکم)۔ فیحصل من ذلک ان یکون لمن القرسۃ اصع ومن المسطۃ ثلاثۃ اصع وعدد المساکین الذین یتصدق علیھم ستۃ (راحکام) او نسک۔ نسک سے اور الاتفاق فرع ہے۔ یقال سکت اللہ لہ ذعت اللہ (ابن قتیبہ) السکینۃ ۱۱۴ یہ قربانی کم از کم ایک بکری کی ہونی چاہیئے اور اس سے بہتر یہ کہ ایک گائے یا اُونٹ کی ہو۔ والاصلاف بین العلماء ان اداء شاۃ وان شاء حملہ جیداً (ابوعبیدۃ (حماص) اعلاہ بُدنۃ والوسط بقرۃ وادنی شاۃ (سالم عن المسن وقتادۃ) ۱۱۵ فدیہ، صدقہ، قربانی یہ تینوں صورتیں فدیہ کفارہ کی یکساں ہیں، جو شق بھی پسند آئے، اختیار کی جاسکتی ہے۔ لاخلاف انہ مخیر ۱۲ فیہ ھذہ الاشیاء الثلاثۃ علی التخییر (جماص) وعلیہ اکثر اھل العلم (قرطبی) ۱۱۶ یہ قاعدہ اس جالیسہ خطوہ مرض کے جس کا ذکر شروع آیت میں ہوا تھا آچکا ہے۔ اور جس طرح وہاں ایک عام وجامع لفظ احصار آیا تھا یہاں بھی ایک عام وجامع لفظ امن آیا ہے، جو مرض کے دُور ہوجانے پر بھی اسی طرح حاوی ہے، جس طرح خطرہ دشمن کے دفع ہوجانے پر۔ اصل الامن طمانیۃ النفس وزوال الخوف (راغب) وقیل خوفکم من العدو قالہ ابن عباس وقتادۃ وھواشبہ بالنظم الآتی لتحیل الخوف فی المرض یکون الامن منہ (قرطبی)

وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ

اور دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو زیادتی (کسی پر بھی) نہیں

إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِينَ ۝ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ

مگر (اپنے) ظالموں ہی پر (روا ہے) حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے عوض

الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى

میں ہوتا ہے اور حرمتیں (سب) برابر کی چیزیں ہیں پھر جو کوئی

عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى

کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی

عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ

کی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ پرہیزگاروں

الْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا

کے ساتھ ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور

تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ

اپنے کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور اچھے کام کرتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ

بیشک اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور حج اور عمرہ کو

وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ

اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تم روک جاؤ تو جو بھی قربانی کا جانور میسر ہو

متزل

قَوْلِهٖ فَلَا جُنَاحَ وَاں لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۔ اَلطَّوَّافُ عَلَى وَجْهِ الْمُبَالَغَةِ (راغب) اَللّٰهُ ذُوْ الْاَكْلِ عَلَى وَجْهِ الْمُبَالَغَةِ لِمَا كَانَ مِنْ لَّازِمِ الْاَكْلِ (راغب) اَوْ اَرَادَ هٰذَا الْمَعْنٰى وَالْى الْجَزَاءِ (بقول لاحزا الطعام الاصلی طالبہ (ابن قتیبہ)

عربی اسلوب سان میں ایک مسلمہ یہ بھی ہے کہ جہاں عمل کے وقوع پر یقینہ وہی لفظ بول دیا جاتا ہے جو مثلاً مکہ کے مقابلوں میں کسی کے استعمال کیا جاتا ہے جو دوڑ میں سب سے آگے نکل جائے۔ اس صورت میں لفظ استعمار اور قبر علی بنا۔ اس صنعت کا نام مشاکلہ ہے، اور قرآن مجید کے بعض مقامات میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ) یعنی برائی کا بدلہ اسی برائی کے برابر ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ برائی کا بدلہ برائی نہیں ہوتا۔ اور اب اُن کے حق میں سزائے قتل وغیرہ کا حکم دیا گیا۔ (راغب) اَلْعُدْوَانُ ۔ اس کے اصلی معنی زیادتی کے ہیں۔ یہاں سزا اور سزائے قتل کے معنی میں ہے۔ والمراد من العدوان ھھنا المعاقبۃ والمقاتلۃ (ابن کثیر) اَلْاَشْهُرُ الْحُرُمُ ۔ اس سے مراد ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں۔ (ابن عباس، مجاہد، قتادہ، ابن زید، ابن جریر) حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ان مہینوں میں حج کے لئے سفر کیا جاتا ہے۔ (ابن کثیر) اَلْحُرُمٰتُ ۔ جمع ہے حرمۃ کی۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی حرمت کا لحاظ کیا جائے۔ (راغب) اَلْاِعْتِدَاءُ ۔ اس کے اصلی معنی زیادتی کے ہیں۔ (راغب) اَلْمُتَّقِيْنَ ۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔ (ابن عباس) اَلتَّهْلُكَةُ ۔ اس کے اصلی معنی ہلاکت کے ہیں۔ (راغب) اَلْاِحْسَانُ ۔ اس کے اصلی معنی کسی کام کو اچھی طرح کرنے کے ہیں۔ (راغب) اَلْحَجُّ ۔ اس کے اصلی معنی کسی کی طرف بار بار جانے کے ہیں۔ (راغب) اَلْعُمْرَةُ ۔ اس کے اصلی معنی زیارت کے ہیں۔ (راغب) اَلْاِحْصَارُ ۔ اس کے اصلی معنی روک کے ہیں۔ (راغب) اَلْهَدْيُ ۔ اس کے اصلی معنی تحفہ کے ہیں۔ (راغب)

۱۹۴ (رمضان) ۔ اور کعبہ و مسجد حرام کا زمانہ لوٹ کر رہے۔ (کہ رہی جملہ عرب کی عام اسلامی حکومت کا حیل رہا ہے کہ کم از کم اس پاکستان میں کعبہ و مسجد حرام کے لئے سرقع ہی! تی نہ رہیں۔ یکون الاسلام والعبادۃ للہ فی الحرم (ابن عباس) لہ یکون دین اللہ ھو الظاھر العالی علی سائر الادیان (ابن کثیر) حالصًا لیس للشیطان فیہ نصیب (مالک) اَلْبَيْتُ ۔ دین سے مراد اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت ہے۔ اَلَّذِيْ دَعَا اللّٰهُ اِلَيْهِ وَهُوَ الْعِبَادَةُ لِلّٰهِ وَالطَّاعَةُ لَهٗ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ ھو العبادۃ والطاعۃ للہ فی امرہ ونھیہ (ابن جریر) الذین ھو الطاعۃ لہ لا یکون الانقیاد حالصًا للہ الا بکون الدین الشرعی ھو الانقیاد للہ ورسولہ والعبادۃ (جصاص) ۱۹۵ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ عن ابن عباس ھو الرجل یذنب الذنب فیقول لا یغفر لی فقد اھلکت نفسی (ابن کثیر) اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چھوڑ دو۔ (ابن عباس، ابن جبیر، ابن زید، ابن کثیر) اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ گناہ کرو اور کہو کہ اللہ بخش نہیں دے گا۔ (حذیفہ، ابن کثیر) اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ گناہ کرو اور توبہ نہ کرو۔ (ابن عباس، ابن کثیر) اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد نہ کرو۔ (ابن عباس، ابن کثیر) اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اکیلے دشمن پر حملہ کر دو۔ (ابن عباس، ابن کثیر) اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اپنے پاس کھانے کا سامان نہ رکھ

وطاؤس وسعيد بن المرفد الخاش للمرأة بالكلام (ترغيبي) قال ابن جاسر هو المتعين، بالجماع (ابن جرير عن ابن طاؤس) وقال عطاء الرهث الجماع وما دون ذلك القبلة والغمز (ابن جرير) الجماع وهو راجع لما قبله على العموم (معالم) وقال الحسن الرفث الجماع بكل ما يتعلق بالجماع (كبير) اللہ اکبر! ایک معیار ہے۔ عبادت میں لغویات و بیکار باتوں کا، اسلام ہم کو قائم کیا ہوا کہ اشارۃً و کنایۃً بھی اُس زمانہ میں جائز شہوانی خیالات نہ بیان پر ڈالے جائیں۔ اور دوسری طرف مشرکہ قوموں کے میلے ٹھیلے تیز تہوار تیز رقص اور جلسے ہیں جن کی گرم بازاری ہی فحش کاریوں اور تہوت پھیر یوں سے ہے اور میرے عرب جاہلیت کے نوابان حج میں بھی فحش وغیرہ تھا۔ وَلَا فُسُوْقَ۔ اس کے تحت میں ٹرٹے چھوٹے ہر قسم کے گناہ کی ممانعت آگئی۔ قال معظم الفسوق هي المعاصي كلها (ابن جرير بعض عجم ابن كعب العرظي) قال ابن عمر هي جميع المعاصي كلها قال ابن عمر وجادلته (قرطبي) الخ (ابن عمر و مجادلہ) حالت احرام میں جب متعدد جائز مشاغل سے شکار ناجائز ہو جاتا ہے، تو چھوٹی چھوٹی قسم کی معصیت کی گنجائش ظاہر ہے کہاں کل کتنی ہے۔ یہاں حکیم بعض تحکیم کے لئے ہے۔ وَلَا جِدَالَ۔ جدال اپنے مقام و وسیع معنی میں ہے۔ ماریپٹ، ہاتھا پائی الگ رہی، زبانی جنگ و تکرار جو اکثر مساقات و مخاصرت سے قولوں پر ہو جاتی ہے، سب احرام کی حالت میں ممنوع ہے۔ قال بعض من كعب القرظي الجدال ان تقول هاتا لعمري لقد غلبتني بالحجة وان تقول هاتا لعمري لقد غلبتك بالحجة وتقول الأشهر مثل ذالك (قرطبي) وقيل الجدال بكان فى الحج الآية (ابن جرير) لما لا صحاب مع المحدثاء والرفث مع الاحرام مع الرفث والعصيان مع الحج (معالم) لما لا صحاب فى تقرير الجدال وطلب المال والجاه (كبير) حج کے موقع پر دنیا کے گوشہ گوشہ کی بادیاں کھنچ کر آجاتی ہیں۔ قبر سم ہر عمر ہر تراش، ہر مزاج کے لوگ ہوتے ہیں بوڑھے بھی، جوان بھی، بچے بھی، ٹٹرے تیز مزاج اور غصہ ور بھی، آوارہ مزاج بھی، حریص و طامع بھی، حسین و نوجوان عورتیں بھی، پھر تکلیفیں اور صعوبتیں بھی، راہ اور سواری کے سلسلہ میں طرح طرح کی پیش آتی ہیں ——— بڑے بڑے حلیم بھی داسی مزاج بن جاتے ہیں، بدظنی و بدکاری، نزاع و جدال کے موقع قدم قدم پر کھلے ہوئے ہوتے ہیں ——— حکیم مطلق کی حکیمانہ نگاہ نے رفث اور فسوق اور جدال سب کی تصریحاً اور تاکیداً ممانعت کر کے حدود بندوں کے حق میں کیا خوب انتظام کر دیا ہے۔ محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ عشرہ کے آخر میں، یعنی ذی الحجہ میں جو حاجی حج سے فارغ ہو گئے ہوں، یا نہ ہو سکے ہوں، ان کو تعلیم کے لئے ہے۔ الاظهار فى مقام الاضمار لاظهار كمال الاعتناء بامر الحج (ابو حيان) (۱۳۱) (اور اسی کے مطابق صدیث بھی دیکھا) حاجیوں کے اعمال غیر کی تشویق و رغبت نورانی کے لئے بہترین و موثر ترین راہ نورانی ہے۔ اللہ کے عالم کل و عالم جزئیات ہونے کا پورا استحضار رکھنے والی جاہلیت کی طرح کہیں اس تذہب میں پڑ جاؤ کہ ہمارے فلاں فلاں کل خیر کا صلہ دیتا ہے، علم الٰہی میں وہ آئے سے رہ جائے۔ مومن کے لئے تو ہر سی سی بڑی ہمت بھی اسی عقیدہ کا استحضار پیدا کر سکتا ہے کہ بھی ہے بھی، مالک سے باریک سے باریک بھی عالم الغیب کی نظر سے بھی نہیں۔ اطباء یونانی موسم بہار میں مصفیات پلاتے ہیں، اور جاڑے کے رہا میں مقویات استعمال کراتے ہیں کہ اس کو ان دواؤں کے ساتھ خاص مناسبت ہے ——— رمضان کا مہینہ اور حج کا موسم بھی زمانہ کے عالم میں اپنی عمدہ بیش آب و ہوا کے سے ممتاز ہیں، تو طبیب حقیقی ان مہینوں میں اعمال خیر کی طرف خصوصی توجہ کیسے نہ دلاتا۔ (۱۳۲) جب ارادہ و عزیمت سے علاقہ کرو۔ اس ہدایت کی قدر اُس وقت ہو گی جب حاجی قومیں کے نمائندوں کی وہ بہت بڑی تعداد جو خصوصاً جاہلیت عرب کی تاریخ پر، آج بھی ہندوستان میں کتنی ہی قومیں ایسی ہیں، جو تہوتہ حاجتاً کے وقت گھر سے مطلس و تہدست نکلا ہی اپنی زُود اعتمادی کا کمال سمجھتے ہیں، راستہ میں مانگتے ہوئے جائیں گے کوئی دُوسرا، جس کھلا دلا پڑ کیا ہے اپنے فقیر ہونے پر پھر کیسے گا۔ اس قسم کے سارے توہمات و اوہام اسلام نے مٹا دیئے اور حکم دیا کہ جب گھر سے حج و زیارت کے لئے چلو تو ضرورت سے کام رکھو، پورے سفر کی تمہید کرو، راستہ میں دُوسروں پر بار مت بنو، کم سے کم کی توشہ ——— رمضان کا مہینہ اور حج کا موسم بھی زُود اعتماد ہی زیادہ پھیلا ہوا تھا، بلکہ بعض گروہوں کو تو زیادہ تھا کہ احرام پیسے کے بعد جو کچھ سرمایہ ہوتا بھی، اُسے بھی پھینک دیتے تھا کانوا يطرحون بعد ما يحرمون الزاد (ابن جرير) كان اهل اليمن يحجون ولا يتزودون ويقولون نحن المتوكلون فاذا قدموا مكة سألوا الناس (بخاری، ابن ابی حاتم) (۱۳۳) تَزَوَّدُوْا۔ فقرہ من العرب كانت تغزى الحيوم، ملاحم اور يقول بعضهم كيف تجمع بيت الله ولا يطعم اهلها واويتون الله على الناس (قرطبی) اسلام ایسے دستور کا حوصلہ اور نادانی پر حمایت پر مبنی تھا، اور ایک طرف شخصی غیرت و خودداری کے بھی منافی تھا، اور دوسری طرف مصالحت اجتماعی پر ایک جواہ مواہ کا مار تھا، کیسے روا دار ہو سکتا تھا، اور اسے کیونکر باقی رہنے دیتا۔ تَزَوَّدُوْا کے صیغہ امر سے فقہاء نے کمالا ہے کہ زاد راہ لیے کا وجوب آیت سے قاعدہ عادۃ النص ثابت ہے۔ فقہاء نے یہ بھی صاف لکھ دیا ہے کہ آیت اُن توکل پیشہ "صوفیہ کے مذہب کی بھی تردید کر رہی ہے، جو کسب معاش کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور اسے کوئی بڑا روحانی کمال سمجھ رہے ہیں هذا ابطال لمذهب المتصوفة الذين يتسمون بالتوكلة فى تركهم التزود والسعى فى المعائش (بحر) ثم المقصود من الآية التوكل الحاصل من هذا الفعل (ابو السعود) (۱۳۴) (خصوصاً گداگری اور دوسروں کے آگے دست سوال دراز کرنے سے احتیاط) لما نهوا الاستطعام والتعفف على خصوص اولى الاحلام (بحر) ان احكام كى تعميل كى تاكيد اس كى دليل ہے كہ اسلام صرف احكام كى ظاہرى تعميل كو كافى نہيں سمجھتا بلكہ چاہتا ہے كہ سردوں كى اصلاح ماحول ہو جو بھی نیک عمل السان کرے وہ صرف اعضاء و جوارح سے نہیں بلکہ ضمیر اور دل کی پکڑ کے ساتھ (۱۳۵) پہلا سفر سفر حج۔ اسلام جس طرح طلاح اُخروی کا خاص ہے، طلاح دنیوی کا بھی دامی ہے، اور اس کی ہر ہدایت اس کے ہر مقصد پر بالکل صاف ظاہر ہو رہی ہے، وصو، نماز، نماز با جماعت، روزہ، زکوٰۃ سب کے ساتھ مقاصد دینوی، مادی جسمانی، معاشی فائدوں اور مصلحتوں سے بھی کتنے لبریز ہیں۔ سبھی اُصول حج کے معاملہ میں بھی کام کر رہے ہیں حج کا سرسل دور دراز سفر ہی کی طویل منزلوں کا طے کرنا ہے، اور اُمت کے مختلف گروہوں سے ہمیشہ التماس اجتماع کرتا ہے، ایک خشک عبادت اور فرض کے لئے نہیں۔ فرد و ملت دونوں کے لئے یہی ابدی و دائمی فائدہ ہے، اس میں اقوامی سالانہ اجتماع سے جو کئے جا سکتے ہیں، اور کئے جانے چاہئیں ——— حج کے روحانی اسرار و حقائق کا ادراک تو وہ گی، ذاعروں کے لئے آسان نہیں لیکن اس بین الاقوامی سالانہ کانگریس سے جو سیاسی، مالی، تجارتی، معاشی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں، ان کا اندازہ اور اُن کا اعتراف تو مغربین کی زبان سے بھی مار ہا ہو چکا ہے۔ یہاں صرف اجتماع کے معاشی و تجارتی پہلو پر دلالۃ ہے۔ اور حج کا رکوع ایک عالمگیر تجارتی کانفرنس کا ہے جو کوئی بھی اپنے ساتھ مال تجارت لے کر جائے، اُسے دگنا کر دیتا ہے۔ فَضْلًا۔ سب کا اتفاق ہے کہ فضل سے یہاں مراد مال اور نفع تجارت ہے۔ یعنی للمال ومايكتسب (زاهب) هو المنفع والربح من المتجر (كشاف) لوگوں کا خلوص اس باب میں اپنا بڑھا ہوا اتقا کر تو حاصل تجارت لے کر سمی اور کد کے بازاروں کے لئے جاتے، یا حج اُونٹ والے اپنے اُونٹ مرد لفہ، عرفات و منیٰ کے لئے لے جاتے، سمجھا جاتا تھا کہ ان کا حج ہی میں پہنچ گیا، وہاں تجارت آگئی، وہاں عبادت کا موقع کہاں باقی رہا قال قائل منهم كيف نتجر ونحن نحج فانزل الله (ابن جرير) نے اس مغالطہ عامۃ الورود کی تردید کر دی۔ برلب ۳۰ فَاذْكُرُوا علی من يطول لاجم القضاء والاهواء والمقالات (كبير) فى هذا دليل جواز التجارة فى الحج للحج هم اداء العبادة ولا يجوز به المكلف عن رسم الاجلاف المحترفين على الموالين (ابو السعود) يدل على الحج لايصح التجارة وعلى هذا العوام الذين من عصر النبى عليه السلام الى يومنا هذا فى مواسم منى ومكة فى ايام الحج (صاحب) اس عباس صحابی سے لے کر حسن، عطاء، مجاہد، قتادہ وغیرہ تابعین تک بلا اختلاف سب یہی تفسیر مروی ہے۔ روی عن ذالك من جماعة من التابعين منهم الحسن عطاء ومجاهد وقتادة والاصم الخ (ابو حيان) (صاحب) صرف ایک روایت کسی حد تک اس سے مخالف سی ہے لیکن محققین نے تصویح کر دی ہے کہ وہ ظاہر قرآن و اجماع عام دونوں کے مخالف ہے۔ هذا قول شاذ خلاف ما عليه الجمهور وخلاف ظاهر الكتاب (صاحب) مِنْ رَّبِّكُمْ۔ یعنی حسب تقدیر الٰہی۔ مات مات میں مات نہیں آکر ماؤں عید کو تو ایک لماجوڑا عیداں پڑتا ہے۔ اور اس کا نام عرفات ہے اسی نام کی ایک پہاڑی بھی اسی میدان میں واقع ہے، سطح زمین سے کوئی ۲۰۰ گز بلند سال بھر ہرے میدان پر اکثر ماہ حج، صرف ایک دن (یعنی ۹ ذی الحجہ) کو اس کی پوری کسر نکل آتی ہے اس روز یہ میدان السانوں اور ان کی سواریوں سے کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ حاصوں کہ ۸۔ ذی الحجہ کی دوپہر تک منیٰ میں آنا چاہئے، اور ۹ کی صبح کو بعد اشراق قاطرہ عرفات کے لئے روانہ ہو جائیں تاکہ ۸۔ ۹ میل کا درمیانی فاصلہ دوپہر تک طے ہو جائے، دوپہر سے لے کر آخر وقت عصر تک سب اسی میدان میں رہنا چاہئے اور اسی کا اصطلاحی نام وقوف ہے یہی حاضری اعمال حج کی جان ہے، اور یہ سارا وقت لو بوا استغفار عبادت، ذکر و دعا میں صرف ہونا چاہئے۔ قریب غروب مزدلفہ کی روانگی ہے، اور حسن اتفاق ظہر کے ساتھ عصر کی نماز بقاعدہ تقدیم، عرفات کی مسجد نمرہ میں ملائی گئی تھی، اسی طرح آج مغرب کی نماز، قاعدۂ تاخیر عشاء سے ملا کر اُس وقت پڑھی جائیگی جب قطار ہائے مزدلفہ پہنچ جائیں۔ (۱۳۶) المشعر الحرام، مشعر کے معنی نشانی یا علامت کے ہیں۔ اور حرام یعنی محترم یا مقدس اس کی تخصیص صفت نام اُس خاص مقام کا بھی ہوا، جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے اور جو دور سے دیکھنے والوں کو بھی نمودار ہوتا ہے، اور مزدلفہ کی سارے حدود کا بھی المشعر الحرام هو الجبل الذى عند المزدلفة (ابو داؤد) (صاحب) مگر مزدلفہ کے سوکوئی پورا مقام، یا کوئی حصہ پہاڑ کا ایک تو وہ ہے جو حاجیوں کے طریق سے اکثر آتا جاتا ہے، اسی راستہ میں، اور دوسرا وہ جو ذرا سی ہٹ کر ہے، رات بھر حاجی اس مسجد کے گرد کشادہ خصوصیت کے ساتھ اور یوں تو سارا مقام (المزدلفہ) تحرک و عزم ہے۔ خص الله تعالى الذكر هنده به مع انه مامور به فى جميع المواقع لانها كلها لمن قصد الزيارة (ابو السعود) فضله (صاحب) (۱۳۷) فَاذْكُرُوا اللّٰهَ کے یاد دلا دیا کہ یہ رات جاگ کر لیاں مناکے کی نہیں بلکہ یاد الٰہی کی قوتوں کے سیلوں ٹیلوں کی لہر روشنی کی تلاش کے لئے سین جواب جہالت میں پڑھنے بھنے کے لئے نہیں فخر و قصیدہ خوانی اور شعر و شاعری میں صرف کرنے کے لئے نہیں۔ ذکر و عبادت الٰہی کے لئے ہے۔

ح۔ سمع الامام وهو عامر فی العمد والمرض لیکون احرامه کاحرام خلفه علی ظاهر قوله (ر س مرغینانی) إِذَا تَمَتَّعَ بِهِ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حج کرکے وقت حج میں مانع دور نہ ہوتا تھا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ہے اس لئے یہ کہنا کہ وہ حج کرکے وقت حج میں مانع دور ہوتا تھا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ہمارے نزدیک تمتع ہی ہے اس لئے تعبیر کیا کہ صحت کہیں ہمارے نزدیک تمتع ہی ہے اس لئے تعبیر کیا کہ صحت کہیں اتنی ہو جاتی ہے بہ ظاہر فوت ہو گئی اطمینان ہو جاتا ہے ۲۲۶ (اور اگر کسی نے صرف حج یا صرف عمرہ کیا ہو تو اس پر یہ قربانی واجب نہیں ہے) فَمَنْ تَمَتَّعَ۔ تمتع کے معنی ہیں عالمہ انتفاع کے ہیں۔ اصطلاح فقہ میں دو سفر اور دو عمرہ کے طالبے نے ہیں ہے یعنی زمانہ حج میں ایک احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جائے اور پھر دوسرے احرام سے حج بھی کر لیا جائے۔ دونوں احراموں کے درمیان مدت میں حالت احرام کے ممنوعات پوری طرح ترک کیا جا سکتا ہے۔ دین ابراہیمی کو چھوڑ کر عرب جاہلی جہاں اور بہت سے اوہام میں گرفتار تھے۔ وہاں ایک عقیدہ یہ بھی گڑھ لیا تھا کہ موسم حج میں عمرہ کرنا سخت گناہ ہے۔ لان العرب فی الجاهلیة کانت لاتعتبر العمرة فی اشهر الحج وتذکرها اشد الانکار (حسامی) یہودی بھی ان عادتوں میں ان کے شریک تھے۔ کما یعلم من الحبر المعور (حسامی) ۲۲۷ (ان ایام حج میں سب اداری یا کسی اور صدر کی) ۲۲۸ تین زمانہ حج میں اور سات زمانہ حج کے بعد۔ یہ تورید دس کی تعریج تاکید مزید کی غرض سے ہے۔ کاملة تؤکد الکلام کما یقول القائل ثلثة بالذی رواینه صبیی (ابن حریر) اصل ہو تاکید کی تقول سنت سیدی وعوله کاملة تاکیدا (موطی) إِذَا رَجَعْتُمْ۔ بعضا حنفیہ اور بعض تابعین کے ہاں اس رجوع سے مراد اعمال حج سے فراغت ہے۔ خواہ واقعۃً کوئی واپس جائے یا بھی جہیں رہے لے صد العراج من اعمال الحج وهو المراد من الرجوع المذکور فی الآیة (سماع) قال ابوحنیفة المراد من الرجوع الفراغ من اعمال الحج (کبیری) لے فرغتم وقدمتم (موطی) قال المحلی وعطاء وطاؤس وابراهیم النخعی اذا رجعتم فرجعتم من اعمال الحج وهو مذهب ابی حنیفة (ع) بعض دوسرے اکابر کے نزدیک مکہ سے وطن کی واپسی مراد ہے۔ یعنی الی۔ بلادکم قاله ابن عمر وقتادة والربیع وهو احد وجهی قول الشافعی فی کتب محمد وبه قال الشافعی (زقلی) اذا رجعتم الی اهله و مصره (ابن حریر) ۲۲۹ یعنی اور ہم حج میں عمرہ کے ساتھ حج کا ملا لیا۔ ذلك۔ یہ اشارہ تمتع کی جانب ہے، جس کا ذکر اوپر ہوا ہے تمتم کے ضمن میں آچکا ہے۔ اے التمتع بالعمرة الی الحج (ابن حریر) اشارة الی التمتع (ر ب ک) یہ تعبیر امام ابوحنیفہ اور بعض تابعین کے مسلک کے مطابق تھی جن کے ہاں حج میں تمتع اور قران بھی بجز حج تمتع کے ساتھ حج کر لینے کی دو صورتیں ہیں صرف آفاقیوں کے لئے درست ہیں مکہ اور حوالیٔ مکہ والوں کے لئے نہیں۔ اذا لاتمتع ولاقران لاهل الحرم ولا لمن کان منهم حول المیقات (ر ملک) وقال ابوحنیفة ذلك اشارة الی الاهل والاهل هو المراد من التمتع المذکور فی قوله عز وجل ذلك لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام (ر ملک) امام شافعی کے نزدیک ذلک کا اشارہ اصل حکم یعنی وجوب قربانی کی جانب ہے ۲۳۰ یعنی جو مکہ کے ماتحت رہے یا شہر مکہ سے اتنا متصل کے اشہر سے ہوں، مکہ حدود میقات سے باہر کے رہنے والے ہوں۔ یہ مقامات اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے حرم کے حدود شروع ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں پہنچ کر ہر آفاقی پر حج یا عمرہ کی نیت کر لینا اور احرام باندھ لینا واجب ہو جاتا ہے۔ ہر ہر سمت سے آنے والوں کی میقات الگ الگ ہے۔ بلی لمریکب میل بینی علی ہ۔ لے وجوب الدم علی من لم یکن من اهل مکة (ر طی) حاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے خاص اہل مکہ کا مراد ہونا اور ان کے لئے تمتع کا ناجائز ہونا سب کو مسلم ہے۔ اصح تعمیم علی ان اهل الحرم معیون به وانه لاختصه بهم (ابن حریر) لیکن حضرات حنفیہ اور بعض تابعین کا مذہب یہ ہے کہ اس میں مکہ کے علاوہ جوار مکہ کے باشندے بھی شامل ہیں۔ اور حدود میقات کے اندر تک کے تمام رہنے والے حاضری المسجد الحرام کے حکم میں داخل ہیں۔ عن طاؤس انه کان یقول لاهل الراقیم (ابن حریر) عن عطاء قال من کان اهله من دون المواقیت فهو کاهل مکة لایتمتع (ابن حریر) هم اهل مواقیت فمن دونها الی مکة (ر ملک) قال عطاء وطاؤس من دون المواقیت هو اهل احصاء (سماع) امام شافعی کے نزدیک مکہ سے قصر نماز کی مسافت تک رہنے والے اہل مکہ ہی کے حکم میں ہیں۔ المراد بالوصول من کان من الحرم علی مسافة القصر عند الشافعی وهی کان مکه وراء المیقات عند ابی حنیفة (زمخ) اور شرنبلالی نے تاقدمۂ عربیت اعط حاصر کے اسی عموم کو ترجیح دی ہے جو امام شافعی کا اختیار کیا ہوا ہے۔ واولی الاقوال بالصحة عندنا قول من قال ان حاضری المسجد الحرام من هو حوله ممن بینه وبین المسافة التی لاتقصر الیه الصلوٰة لان حاضر الشیٔ فی کلام العرب هو الشاهد له بعینه (ابن حریر) لیکن محقق حصاص مدارس نے قرآن مجید ہی کی متعدد آیتوں کے سیاق سے یہ کہا ہے کہ محاورۂ قرآنی میں البیعت سے خانۂ کعبہ میں، ملکہ مکہ، اور صرف مکہ ہی میں مکہ حوار مکہ مراد لیا گیا ہے کما علی مراد اللہ تعالیٰ بذکر البیت اقرب من مکة والی کان حاضر مجاوراً کام القرآن اور المسجد الحرام سے بھی مراد مکہ اور صلعات مکہ ہی لی ہے۔ وهی مکة ومقرب منها (احکام القرآن) ۲۳۱ ان کی حواجکام الٰہی کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اور تقوی الٰہی اختیار نہ کرے۔ لس لمریتقه (ر سعادی) وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ یعنی اس سوڈے دھواں مام انکام کی محالا دی میں اہل تجاوز اور ملیکار احام ہمکا ما ہیں تقوی الٰہی یاد خوف خدا ہوا تی تعبیر میں جو قلی اختلافات ہے ای اپنی اپنی جگہ بصیرت فکر کے مطابق علی وفقها مذاہبین ہم نے ترجیح دی ہے۔

سَرِيعُ الْعِقَابِ۔ یہاں بھی ساتھ میں آیا ہے اس سے بعض علمائے یہ کہا ہے کہ مقدس و متبرک مقامات میں جس طرح گناہ و معصیت کا حظرہ بھی زیادہ لگا ہوا ہے۔ ۲۳۲ اور چونکہ وہ مقدس و معلوم ہیں لہٰذا لے قرآن کو ان کی تعریج کی بھی ضرورت ہے، اور وہ یہ ہیں جیسے سوال، دلقدمہ دوی الحج میں، اس کا ہاں حج تو دی الحج کے دوسرے ہفتہ میں ادا ہوتے ہیں لیکن یہ احرام حج کا سوال ہی سے سدھنا شروع ہو جاتا ہے۔ احرام اس خاص پوشش کا نام ہے جو حدود حرم یا میقات میں داخل ہونے ہی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ دو سلی ہوئی چادریں ہوتی چاہئیں۔ صحت کے لئے احرام جب چاہے باندھا جا سکتا ہے۔ گو قبل سوال یا بعد نہ رہ ہے۔ جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تعیہ کے ہاں احرام رکن حج میں صرف شرط حج ہے، جیسے وضو کہ کہیں نماز میں، صرف شرط نماز ہے۔ یہ اسلئے کہ تمام کے مرد یک احرام رکن حج ہے، اور کسی رکن حج کی ادائی قبل موسم حج درست نہیں۔ الحج۔ رواہ پنج وقتہ نماز با جماعت، عید، بھر کے دنوں، اور مال کے پہلے حصہ کی ان عادتوں میں سے ہے، جس نے اپنوں ہی کو نہیں بیگانوں کو بھی خاص طور پر متاثر کیا ہے۔ اور مستشرقین کے رعب انگیز علم سے نہ گھبرا کر اہل علم و اہل قلم کا طریقہ ہے، اس نے تو اس کے طاہری منافع اور اجتماعی مصالح پر اب تک کیا ہے اور اسے اکثر عالم اسلامی کی سالانہ کانفرنس سے تعبیر کیا ہے۔ ۲۳۵ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ۔ یعنی موسم حج میں احرام حج کی نیت کر لے، اور اسے پورا ادا کرے۔ لے اوجبه علی نفسه (ابن عباس) فمن الفرض اصله وجوب الشیٔ (ابن تیمیہ) لیکن ہمارے نزدیک بعض ائمہ کے نزدیک صرف نیت کر لینا کافی ہے۔ لیکن حنفیہ نے نفس صحابیوں اور تابعین کی طرح اس کی علامت پوشش احرام کو قرار دیا ہے علم علی الاحرام (ابن حریر عن عطاء والحسن) وعلم علی نفسه بالاحرام (ملک) قال ابن عباس والحسن وقتادة فرض احرام بهما ۲۳۶ (یا کم از کم اسی سارے زمانہ میں اپنے آپ کو عبادت و ذکر الٰہی میں مشغول رکھو) ایام صوم کی طرح یوم حج کو بھی اعمال حج کے ساتھ مناسبت خاص حاصل ہے۔ اور جو چیزیں حرام ہیں، وہ تو بہر حال حرام ہیں۔ باقی جو امور جائز و مباح ہیں، ان میں بھی نیت سی جیوں سے عبادت صیام کی طرح حالت احرام میں وہ تیز دار ہو جاتا ہے۔ خمله صورة حجر۔ سے (لیکن معنی نہی ہے)، اور وہ بھی تاکید کے ساتھ یعنی ان سب امور سے تمام تر احتراز کا تقاضا حکم ہو رہا ہے۔ واں کانی طاهر المجیر فهو هی هذه الافعال وعبر بلفظ النهی عنها لان المنهی عنه سبیله ان یکون مبدیا غیر معمول (حصاص) علی قصد النهی المالغة (سیاق) فِي الْحَجِّ۔ یعنی اس زمانۂ حج میں، احالت احرام میں۔ وقته کالذی بعده معلوم (زقلی) لے فی ایامه (رمخ) فَلَا رَفَثَ۔ رفث معاصی کا مجموعہ ہے، احرام کے سبب اس سے بھی مروی ہے، مقتضا جمیع محاصیوں کو بھی شامل ہے۔ الرفث کلام متضمن لما یستقبح ذکره من ذکر الجماع ودواعیه (زاهد) الرفث کلمة جامعة لکل ما یریده الرجال لما یحل لهن (زقلی) وقال قوم الرفث الافحش من ذکر الجماع کان ذلك محصورتین اه (زقلی) یہاں مراد جماع و مباشرت کے ساتھ دواعی و مبادی بھی ہیں، مقتضا جمیع محاصیوں سے بھی مروی ہے، اور بعض محاصیوں کو بھی شامل ہے۔ فسوق۔ قال ابن عمر



معول

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَن تَأَخَّرَ

جو شخص (ایام تشریق کے) دو دنوں میں جلدی کرے، اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں ۔ اور جو تاخیر کرے

فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوٓا

اُس پر بھی کوئی گناہ نہیں ۵۵۴ (یہ) اس کے لئے جو ڈرتا رہا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان

أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ

رکھو تم (سب) اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے ۵۵۵ اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جسے اس کی

قَوْلُهُۥ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي

گفتگو حیوٰۃ دنیوی کی غرض سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ کو

قَلْبِهِۦ وَهُوَ أَلَدُّ ٱلْخِصَامِ ۝ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي

گواہ لاتا ہے ۵۵۶ اور اصل حقیقت کے رُو سے وہ سخت ترین دشمن ہے ۵۵۷ اور جب پیٹھ پھیر جاتا ہے تو اس

ٱلْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ ٱلْحَرْثَ وَٱلنَّسْلَ ۗ

دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ زمین پر فساد کرے، اور کھیتی اور جانوروں کو تلف کرے ۵۵۸

وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلْفَسَادَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُ ٱتَّقِ ٱللَّهَ

اور اللہ کو (ہرگز) اللہ فساد کو (ہرگز) پسند نہیں کرتا ۵۵۹ اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ خوف خدا

أَخَذَتْهُ ٱلْعِزَّةُ بِٱلْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُۥ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ

کرو، تو اُسے تکبر گناہ پر (اور زیادہ) آمادہ کر دیتی ہے ۵۶۰ سو اسے لئے جہنم بس ہے، اور بُری

ٱلْمِهَادُ ۝ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ٱبْتِغَآءَ

ہے بڑی آرام گاہ ہے ۵۶۱ اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی جان (تک) اللہ کی

مذک

خوش تقریر انخنس بن شریق نامی تھا۔ مجلس رسول میں جب آتا تو خوب لمبے چوڑے دعوے اپنے ایمان و اسلام کے کرتا، بات بات پر عہد اکو گواہ ٹھہراتا۔ لیکن جب مجلس سے اُٹھ کر چلا جاتا تو طرح طرح کی عملی شرارتوں میں لگ جاتا۔ ولات ہی اخنس بن شریق الثقفی (ابن جریر) کان رجلاً حلو المنظر (معالم) کل منافق فاجر حلو المنظر فصیح اللسان (زمخشری) کان رجلاً حسن العلانیۃ جید اللسان (کبیر) مگر شانِ نزول کی روایتوں سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آیت کا انطباق صرف اسی خاص شخص تک محدود ہے، بلکہ حال کہیں بھی وہ صفات پائے جائیں گے، وہاں وہ آیت بھی چسپاں ہوگی۔ العقل الثانی فی الآیۃ وھو احتمال اکثر المحققین من المفسرین ان ھذہ الآیۃ عامۃ فی حق کل من کان موصوفا بھذہ الصفات المذکورۃ (کبیر) ۵۵۴ (اللہ کے رسُول کا) یُشْهِدُ اللّٰهَ ۔ یعنی آپ کو اللہ کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتا ہے۔ تم کیا معلوم بھی تہارت میں بیٹھ کر کیا ہوتا ہے۔ یقول انی لاحلف واحلف للناس (معالم) رسول کی علم غیب کی نفی پر دلائل بہت سے قائم ہیں۔ ایک مزید دلیل اس آیت سے نکلتی ہے۔ سیاق کے نفاق کا علم آیت کے نزدیک حق تعالیٰ آپ کو کرا رہا ہے۔ ورنہ آپ تو اس کی باتوں سے خوش ہو رہے تھے۔ اگر آپ اُسے منافق پہچان گئے تھے، تو ظاہر ہے کہ اس سے گفتگو میں لطف ہی کیوں لیتے ۵۵۵ (جب کہ اخنس کے کیا بھی، کردار، کثیف کے کمیت علاوہ دیئے، اور ان کے مرتبوں کو ہلاک کر ڈالا) کما فعلہ الاخنس بثقیف اذ بیتھم واحرق بیوتھم واھلک مواشیھم (بیضاوی) وَإِذَا تَوَلَّىٰ ۔ یعنی جب مجلس رسول سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اے اذا خرج من عندك (ابن جریج) اے اذا ولی وادبر عنک (روح عن الحسن) تَوَلّٰی کے دُوسرے معنی "حاکم بن گیا" حکومت پا گیا" کے بھی ہو سکتے ہیں، اور کہتے گئے ہیں۔ یعنی جب وہ ملک میں حاکم و مسلط ہو جاتا ہے۔ قال معناھا من الولایۃ اے صار والیا (معالم) اے صار ملک الامر وصار والیا (کبیر) اے صار ذا ولایۃ (ابن العربی) چوں ریاست پیدا کرد (شاہ ولی اللہ دہلوی) اور جب حاکم ہوتا ہے، شاہ ولی الدین دہلوی لیکن نظم کلام و سیاق عبارت کے لحاظ سے ترجیح معنی اوّل کو ہے، کہ نفاق پر روشنی ہی معنی نے کر پڑتی ہے ——— القول الاول اقرب الی نظم الآیۃ لان المقصود بیان نفاقہ (کبیر) سَعٰی کے معنی ہیں سرگرم عمل ہونا، دوڑ دھوپ کرنا فی کلام العرب العمل (ابن جریر) فِي الْأَرْضِ ۔ عام طور پر اس سے مراد منافقین کی کثرت ہی لی گئی ہے۔ یدل علی کثرۃ سعیہ وتقلبہ فی نواحی الارض وھو ایکس الارض فی نواحیھا (کبیر) لیکن الارض کی مراد کوئی زمین مخصوص نہیں ہو سکتی۔ واما ان المراد الاحیاء والارض ابرھا المدینۃ والاھالی والاموال المعد (کبیر) الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۔ کھیتوں اس کے آگ لگادی، اور مویشیوں کو ہلاک کر دیا۔ النسل یہ ہر قسم کے جانور مراد لئے گئے ہیں۔ النسل نسل کل دابۃ (ابن عباسؓ) النسل بنو کل شیء (ابن جریج عن مجاہد) اور بعض لغوی کا قول نقل ہوا ہے کہ حروث سے یہاں عورتیں مراد ہیں اور نسل سے اولاد انسانی۔ ذکر الازھری ان الحروث ھنا النساء والنسل الاولاد (روح) اور بعض صادق نے مقرر ہے کہ

حَيْثُ أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بیشک اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٩﴾ فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ

بخشنے والا مہربان ہے پھر جب تم اپنے مناسک ادا کر چکے ہو تو اللہ کی

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا

یاد کرو، جیسے باپ دادوں کی یاد کرتے ہو بلکہ یاد اس سے بھی بڑھ کر ہو۔ پھر

وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُم

اور ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور کوئی ان میں ایسے ہوتے

مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي

ہیں جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے ہم کو دنیا میں (بھی) بہتری دے اور آخرت میں

الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ أُولَٰئِكَ

(بھی) بہتری۔ اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچائے رکھ وہ لوگ ہیں

لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ

جنہیں حصہ ملے گا اپنی کمائی کے موافق اور اللہ جلد

الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ

لے گا اور اللہ کو (ان چند گنے ہوئے دنوں میں) یاد کرو

معك

(صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس وکانوا یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن الحمس قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ ویرون ان ذلک لہم دون سائر العرب (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۱ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۲ فَاذْكُرُوا اللَّهَ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۳ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۴ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۵ وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۶ مِّنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۷ أُولَٰئِكَ لَهُمْ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۸ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۳۹ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۰ مَّعْدُودَاتٍ فَمَن تَعَجَّلَ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۱ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۲ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۳ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۴ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۵ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ وَمِنَ النَّاسِ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۶ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۷ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۸ وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۴۹ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۵۰ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ وَإِذَا (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۵۱ تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۵۲ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۵۳ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۵۴ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾ وَإِذَا (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۵۵ قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سطم شیئا مما حول (زمخشری) آیت اسی کی اصلاح کے لئے ہے۔ الناس سے مراد جمیع الناس یعنی کل العرب فاظہر (موضح) یہاں تخصیص کے لئے سیس فصل کلام کے لئے ہے۔ جیسی ایک بات تم ہوئی۔ اب دوسری ہدایت سنو۔ جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔ ترجمہ ایت فی ھذہ الآیۃ للترتیب وانما ھی لمطلق عطف جملۃ کلام علی جملۃ اخری (زمخشری) اصل للترتیب فی الذکر لا للترتب فی المراد فان الواو مما یجب فیہ الاعمال (بیضاوی)

۵۴۵۶ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ (صحیح بخاری عن عائشہؓ) کانت قریش ومن کان علی دینہم الحمس یقفون بالمزدلفۃ ویقولون نحن قطینین اللہ (ابن جریر عن عائشہؓ) کانوا یقولون لا نخرج من الحرم ونحن الحمس فکانوا لا یخرجون ویقفون بمزدلفۃ فانزل اللہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (ابن جریر) کانوا یقولون نحن قطینین اللہ فیسمی لنا ان سطم الحرم ولا سط

الْعِقَابِ ﴿۲۱۲﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
ہے بدلے خوشنما کر دی گئی ہے دنیوی زندگی ان لوگوں کی نظر میں جو کافر ہیں بدلے
وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ
اور وہ اُن لوگوں سے تمسخر کرتے ہیں جو ایمان لے آئے ہیں، درآنحالیکہ جو لوگ ڈرتے رہتے ہیں
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾
وہ اُن سے اُنہیں اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار روزی دیتا رہتا ہے بدلے
كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ
لوگ ایک ہی اُمت تھے، بدلے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے، جمع خبری
مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
دینے والے، اور ڈرانے والے بدلے اور اُن کے ساتھ کتب حق مارل
بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ
کیں، بدلے کہ وہ لوگوں کے درمیان اس بارے میں فیصلہ کرے جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے بدلے
وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا
اور کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا مگر اُسی نے جسے یہ دی گئی اُنہی کی ضد کے باعث
جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ
بعد اس کے کہ اُنہیں کھلی ہوئی نشانیاں پہنچ چکی تھیں بدلے پھر اللہ نے اپنے فضل سے اُنہیں
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ
جو ایمان والے تھے، وہ امر حق بتا دیا جس کے بارے میں وہ اختلاف کر رہے تھے

(صیادی) شَدِيْدُ الْعِقَاب۔ نعمة اللہ کی دست اطلاق دینی و دنیوی تبہم کی نعمتوں کو شامل ہے اور یہاں بطریقہ کے سخر کرنے پر عذاب شدید کی وعید ہے۔ اسی سے اگر دیکھا جائے متداول کتاب الٰہی یا علوم انبیاء تو اس میں تعریف یا انکار پر عذاب اُخروی کا وقوع ظاہر ہی ہے لیکن نعمت کا رکھنے دنیوی ہے۔ متداول دولت صحت، سلطنت، تو اس کے سوء استعمال کا حیاء بیماری، ناکامی، افلاس، وقت وعید و کی شکل میں اُٹھانا بھی مشاہدہ کی چیزیں ہیں۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ کا مفرد رد ہے اور تاکید کیلئے ہے یعنی بعد اس کے کہ اُن نعمت کا پوری طرح تحقق ہو سکے۔ اس کے پوری طرح فہم و معرفت میں آجانے کے بعد پھر جو کوئی اس کے ساتھ کفران کرے۔ آیت آج اُمت کے کس قدر عجب حال اور کس درجہ زوال پر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی ہر دینی و دنیوی نعمت کے ساتھ آج ہمارا کیا معاملہ ہے، کس نعمت کا حق ہم ادا کر رہے ہیں، کونسی نعمت ایسی ہے جس کی ہم ٹوح نہ رہے نہیں ملتے ذلیل؟ ہماری بیماری ہمارے روسے ہمارے حج، ہماری ساری عبادتیں مع روح کے خالی اُن عبادتوں سے خالی ڈھانچے رہ گئے ہیں۔ اخلاق و اتحاد کی دولت ہم نے الگ رہا دور کر ڈالی۔ شعور بیدار ہے کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ ہاں ایک بات اور مسیحیوں کے ہاں ایک عربی داں انگریز پادری ڈاکٹر ویہری Wherry اسی حال میں گرفتار ہیں مسلمانوں سے مناظرہ کیا کرتے تھے، انگریزی میں مقدمہ کی تفسیر بھی لکھی ہے اس آیت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ "مسلمانوں نے جن قرآن کی جو اتنی صحت حفاظت رکھی ہے، اس کا ایک ایسی قسم کی تصدیق نہیں ہیں؟" جبر اس ہو کہ از کجا کہ بطوبیت قرآن پر حفاظت اور ایک شریف مسلمان کی زبان سے اتنا کہلوا دی

۷۶۸ (اور اس کا سازوسامان، اجاء و خشم، باغ و کشاں، مویشی اور پرندیوں کو شامل اور پھر جو سامان دنیا وی فوائد حقیقت ہونے کے اسمیں نہایت اہم قابل وقعت نظر آتا ہے) اور اُن کے دلوں کے لئے خاص کشش رکھتا ہے، حالانکہ یہ ہے وہ اسی دنیوی زندگی کی مادی لذت و دولت، عیش و عشرت پر نثار ہوتا ہے۔ اسی کو مقصد الشان سمجھے ہوئے، اسی پیمانے سے سب کو ناپتا رہتا ہے۔ وہ حد درجہ گنگ نظر ہوتا ہے۔ وہ اس رائے، نام عیش پر بھیس مہدوی و عشرت پر مال و قربان کئے رہتا ہے۔ آیت کا یہ مطلب صحیح کہ کافر اسی میں معدور ہے۔ حد درجہ مطبعانہ اس پر اسی عالب کر دی گئی ہے وہ اس کے مرکب ہی پر قادر نہیں ـــ ایسا ہرگز نہیں۔ کافر تو کہتے ہی اس کو ہیں، جو طالبی معبودی کے لیے قصد و اختیار سے حق کے خلاف، باطل کی راہ اختیار کرے اور دنیا کی جو شمائی کا آنکھوں میں بس جانا، نہ تو کوئی نیا جواز و حمل ہی کہ اس کا مامت و سعت۔ اپنے ارادہ کا سوء استعمال تو وہ بیسے ہی کر چکا بھس نتیجہ کے طور پر شقاوت کونینی سے اس کی توشش کو کامیاب کر دیا۔ ۷۶۹ (اور سامان دنیوی سے محروم ہیں) کا مراسی غلط معیار کی سایہ اُنہی کی متابعی سے کام لیکر اپنے کو بڑا سمجھتا، اور اعمال و طاعت کی بے وقعتی اور تحقیر کرتا رہتا ہے۔ نکتہ کی یہ بھی یہ غلط بینی ہی دنیا کا شیئہ ترین اتاولہ ہے۔ حدرت موسیٰ کی رؤیا اسی فتنہ سے بچنے کیلئے ہے۔ اللّٰھم ارنا الحق حقًا و ارنا الباطل باطلًا اور عارف رُومی کی یہ مناجات بھی اسی موقع کیلئے ہے ؎

ایجد و رکوں ست لیتیا رحیم ہست — وا ما ماں را صورت کہ بہ ست
آب حوض را صورت اتش مدہ — اند آنش صورت آنے مہ

۷۶۶ کہ وہ دل ہو گئے سب حقائق کا) اَلَّذِيْنَ اتَّقَوْا۔ یعنی اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ یا کفر و شرک سے بچتے رہتے ہیں۔ فَوْقَهُمْ۔ یعنی درجہ و مرتبہ میں اس سے بہر چند رہتے ہوئے۔ لانھم فی علیین وھم فی اسفل السافلین، صیادی)

۷۶۷ مطلب یہ ہوا کہ دنیوی مال و دولت کا تعلق مصالح تکوینی سے ہے سو یہاں دولت کی فراوانی دیکھ کر بڑی بڑی تجارتی کوٹھیاں اور بڑے بڑے ساہوکاروں کی رپل پیل یہ بڑی بڑی صنعتی کارخانوں کی دھواں دھار ترقی دیکھ کر، یا تجارتی و صداقت کا سہم۔ جاہیے وہ حادثہ و تنزل اتنی تحقیر ہو یا قومی و اجتماعی۔ کوئی اس میں بھول نہ پڑے۔ اور قومی اقبال مندی پر مغرور نہ ہو، نہ اُس سے مرعوب ہو۔ ۷۶۸ (آثار طبعت میں) آیت نے ایک بڑی گرہ کھول دی۔ فرقی تحقیر "جب" سول لوگوں اس بات میں مبتلا رہے، اور ان میں سے اکثر یہی کہ کہ انسان کا ابتدائی مذہب شرک یا تعدد آلہہ تھا۔ ترقی شروع ہوا ایک ایک چیز کو خدا سمجھنا تھا۔ اور عقیدۂ توحید تک و تسلسل انسانی ہست سی ٹھوکریں کھانے کے بعد، اور عقل و دانائی ارتقاء کے بڑے طویل سفر کے بعد پہنچی ہے۔ قرآن مجید نے اس خرافی نظریہ کو ٹھوکر کر صاف اعلان کر دیا کہ تسلسل انسانی آغاز فطرت میں دینی حیثیت سے ایک، اور واحد تھی۔ اس میں "مذہب" "ادیان" کے بعد تھے کبھی نہ تھے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً میں جس وحدت کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ اس سے دینی و اعتقادی ہی وحدت مراد ہے۔ کانوا علی ملۃ واحدۃ من الحق (اس جریر عن ابن عباسؓ) کانوا علی الھدیٰ جمیعًا (ابن جریر عن قتادہ) الامم کانوا علی دین واحد وھو الایمان و الحق ھذا قول اکثر المفسرین (کبیر) صدیوں کی اُمت پھر جہالت قال کے بعد اب آخری صدیوں بڑے بڑے ماہرین الہیات، السانیات و اجتماعیات کا (سر جیمز لبس مارٹن، پروفیسر ٹمٹ کا) یہی ہے کہ انسان کا دین اولین، دین توحید تھا ۷۷۳ (بگڑے ہوؤں کو راہ حق پر واپس لانے اور ہیچ کرنے کی خاطر) دعوت میں ف سے مراد ہے کہ ایک مدت کے بعد جب کہ اہل باطل اپنے اختراعی عقائد و اعمال سے بہت سے فرقے اور مذاہب پیدا کر چکے تھے۔ مُبَشِّرِيْنَ۔ یعنی جو خبری سنانے والے اہل ایماں کو، اُن لوگوں کو جو حدود حیات کو قبول و اختیار کریں۔ مُنْذِرِيْنَ۔ یعنی ڈرانے والے اہل کفر کو، ان لوگوں کو جو حدود حیات کے مقابلہ میں انکار و طغیان کو تمام کریں۔ ۷۷۴ الکتٰب سے کوئی مخصوص نہ معین کتاب الٰہی مراد نہیں، بلکہ ال جنس کے لئے ہے اور کتاب سے مراد وہ تمام کتابیں ہیں جو مختلف پیغمبروں پر مختلف زمانوں میں اُترتی رہیں۔ گویا لفظ کتاب بصورت واحد ہے، اور معنی جمع۔ یحکم بہ المجنس (صیادی) بِالْحَقِّ۔ حق کو لے کر یا الہام حق کے لئے۔ تنزیہ میں ما لمنی حال واقع ہوا ہے کتاب کا تبیان الحق (مدارک) حال من الکتٰب۔ اے ملتبسًا بالحق متعلقًا بالہدیٰ (صیادی) ۷۷۵ یعنی عقائد و اعمال کے باب میں۔ لِيَحْكُمَ۔ تاکہ وہ فیصلہ کرے اسی الہیا یا کتب کے واسطہ سے۔ فصل کون کرے؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہی حق فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس لئے یحکم کی ضمیر غائب کا مرجع اللہ ہے لیکن بعض نے نبی اور بعض نے کتاب بھی مراد لی ہے۔ اور یہ دونوں بھی صحیح ہو سکتے ہیں۔ لے یحکم اللہ او النبی او الکتٰب کبیر) والضمیر عائد علی اللہ ھذا ھو

حریت سے مراد دین ہے اور رسل سلماں۔ عن الصادق ابی الحوت وھو الوحم الذی السل الناس، ربع ۷۵۶ تربیت اسلام کا توہین آمیز ہے کہ ڈنیا کو مدلل اس سے مفرہے۔ رسمی مسائل میں عصب بالبی کی چیزیں ہیں اور بیانات اسلامی کے رکس عمل کرے ہی تحقیق ہیں ۷۵۷ سی جب اسے اس کا قوی تھلص ہوا خواہ آتا ہے، اور اپنے قومی اختیار کرنے کا متورہ دیتا ہے، فوجوں نے آتا ہے اور ہی کو مخرجتا آتا ہے، یہ بیان ہورہا ہے اس کا رکے لیے کافر مسلمانوں میں مخالفت ہی تھا اور اپنا اور اتحاق کے ساتھ ساتھ کمزور اور بھی کس وجہ کا ہوتا ہے ۷۵۸ اب بیان پھر تمیں کا لیں کا ہورہا ہے ۷۵۹ عاد کا معاملے علم لیکن بیان چاہتا ہے کہ یہاں اور مسلمان مقرلیں ہوں، حیث لم یوجد ھذا الشراء، وھذا ی، لعط العالم لہ والقرآن تشوہ ۷۶۰ مختلفی، عمر ۷۶۱ حکم عام طور پر قابل غور ہے اسلام و مرجعیہ مقائی یا صرف چند عادات، یا صرف چند قوانین کا ہم ہیں، وہ ایک جامع و مانع طام چاہتے، ایک کامل مسلم و منور زندگی ہے۔ اساسیات کے ایک حصہ پر ہر گز تبدیلی جائز نہیں، اور اس کا ہر جزو اس کے کل سے اسکے دوسرے اجزا اور ماحولیات و جغرافیہ سے متعلق ہے یہ ہم میں اسکا کوئی حصہ تزکیہ قوانین اسلام سے ہے، لیکن عبادات کے لیے مسجد مدرسہ کلیسا سے کوئی مکان ہمارے ذہن میں آئے، لیکن عبادتیں کے ضابطے کا مکمل تو تم رہ سے لیے جائے، عبادیات، معاشیات، اخلاقیات، اجتماعیات اسلام کے سب لیے ہیں کسی مخصوص کسی اور دین کی نظیر نہیں ہو سکا ہے اسلام تھ ہی میں کتنی، آیت کا حکم عام ہے لیکن شان رسول کی روایتوں سے پایا جاتا ہے کہ عطائے عام نہ مسلمان ہوں لیکن ہیں، متبادر کیلئے خوش کی مخالفت نہ کرنے کا حکم ہے، اور اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے کہ عائیں، اور اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے اسلام تمام کفر ہیں جس طرح اسے کو گمراہ فرقوں کے اتنے متعرلی اسلام تھی اسلام پھری اسلام وغیرہ سے اسلام قائم کرتا ہے، اُدْخُلُوا حودی یہ ہے اور امر جو بہ کے معنی نہ ہے ہیں پھر اسکے بعد اسکا کفر ہے لے کے معنی ہوگا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ اور اسلام کا ہر حکم ماننا ہے، اور عقائد، احکام، اخلاق، اجتماعی، اقتصادی، عبادی، سیاسی، عدالتی، عمال، امور میں اسلام کی پابندی ہے، اسلام کے مطابق ہو، السلم، السلم، السلم

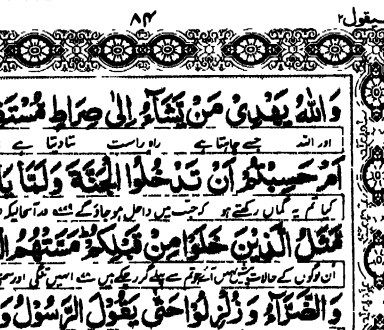
۵۹۸ جب اس کے شرائط کا تحقق ہو جائے، مسلمانوں پر قتال کے آداب، شرائط و احوال سے کچھ پہلے اسی پارہ میں بیان ہو چکے ہیں، کچھ آیندہ حسب موقع بیان ہوتے رہیں گے۔ غیر صافی کو قتل کر کے بد اسلام سے تو رد دیا ہے، اس کو یاد دلا کے فرد اول کا استیناف ملاحظہ ہو، ایسی کتابیہ جو یہود و نصاریٰ دونوں کے نزدیک مقدس ہے۔ "سوائے تو جہا، اور عزائیل کو مارا، اور تو کچھ اس کا بے بگاڑ سکا، مگر مرد اور عورت، ننھے بچے شیر خوار اور بیل بھیڑ، اونٹ اور گدھے تک کو کاٹ کر قتل کر" (۱ سموئیل۔ ۱۵-۲) ۵۹۹ جیسا کہ بالکل قدرتی اور طبعی ہے۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے ہوئے ہر حادثہ قدرتی سے بچا بھی نا ہے۔ پھر مکہ کے غریب مہاجرین اور بھی مرکب دل کے مدینہ میں آ کر پناہ لیے ہوئے مجبور ہوتے تھے، دونوں دو بدو پیشہ میں، سامان و سامان میں، تعداد میں، غرض مادی اعتبار سے کسی سی نہیں لیے جا سکتے تھے۔ ان سکستہ دلوں، شکستہ مانوں کو حکم جنگ و قتال یا کر اگر طبعی گرانی محسوس ہوئی تو یہ ان کے مرتبۂ اخلاص اور قوت ایمانی کے ذرا بھی منافی نہیں۔ منافی علیہ کو مکروہ طبعاً (حصاص) مکروہ بالطبیعۃ (ع) ھذہ الکرہ من حیث دھور الطبع عنہ لما فیہ من مخوفۃ المال و متعۃ النفس و حطر الہلاک لا لعدم کونہا امر اللہ تعالیٰ (حمام) ھُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ، آیت پوری تمہید کر رہی ہے اُن بے رغبت "سست قیں" کی جنہوں نے یہ کلمہ ڈالا کہ مسلمان مال غنیمت کی حرص میں خود ہی مشاق جنگ و قتل کے تھے! كُرْهٌ لفظاً مصدر ہے، معنی مفعول کے دے رہا ہے۔ جیسے حلو سے مقصود مُراد ہو جاتی ہے، اور بعض سے مُراد بعض۔ ۵۹۹ تعداد میں قلیل اور قوت و شوکت میں سیف معطل جن مسلمانوں کو جہاد و قتال پر آمادہ کرنے کیلئے قرآن مجید کو اس تفصیل و اہتمام سے کام لینے کی ضرورت پیش آ رہی ہے اُن کی بابت اسلام کے مشہور و معروف "کرم فرما" اور مسیحی دُنیا کے نامور مؤرخ و مدبر ایڈورڈ گبن کا قول کس قدر "سچائی" اور "دیانت" سے لبریز ہے کہ (معوذ باللہ) "محمدؐ نے اپنے متوسّل پیشہ پیروؤں کو متعلول کار رکھنے کے لئے انہیں جہاد میں لگا دیا" گویا کہ وہ دن کا زور آوروں کے سامنے ایسی حالیں دینے کے لئے قائل تشکار کی قسم کی کوئی مستقل تدبیر و تعویز تھا ——— دس کے قبیلوں پر بھی اللہ کی کبریائی پھیلانے کے، کہ نفیس بھی منع ہو جاتی ہیں! شَنَآنُ صیغہ مکروہ ہے، اور اس سے یہ اشارہ مل آیا، کہ یہاں کوئی کلی قاعدہ نہیں بیان ہو رہا ہے یعنی مرضی و معروف و خُوب کا تو ہر ہوا اور مرضی مکروہ و منحوس کا ہر ہوا الرمی ہیں۔ ۵۹۲ یعنی اللہ ہی کا علم کامل اور حاضر و ناظر ہر پہلو کو محیط ہے۔ اس لئے اس کے احکام ہمہ تن مبنیاً حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ انسانی علم اس کے مرحلہ کی کسی چیز کا بھی کامل و جامع نہیں ہوتا۔ اسلئے عوام انسان کی رائے اور مصلحت اسی میں ہے کہ احکام جہاد و مدی کی تعمیل بے چُوں و چرا کیا کرے۔ ۵۹۳ الشہر الحرام، الشہر الحرام، الحرمات فی الدول میں اُوپر گزر چکا ہے کہ قومی سال کے چار حصے، محرم، رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ۔ عرب جاہلیت میں یہ چاروں مہینے محترم تھے، قتل و غارت تو اُن لوگوں کا پیشہ تھا لیکن اس زمانہ میں بھی ہر قسم کی جنگ ممنوع تھی۔ الشَّهْرُ الْحَرَامُ سے یہاں ماہ رجب سے بتوں کے ۲ عمرے میں یہی ہجرت مدینہ سے کوئی، یا پہلے ایک یا متعدد بعض صحابیوں کا مقاطعہ مشرکین سے ہو گیا، اور ایک مشترک مقاطعہ میں حال ہو گیا۔ واقعہ کی تابع صحابیوں کے حال میں ۳ جمادی الثانی کی تھی۔ بعد کو علم ہوا جبکہ کاروانِ تجارت قومی مہینوں میں لدا پھندا ہوتا ہے، کہ چاند ۲۹ کا ہو گیا تھا، اور وہ تابع کم رجب کی تھی، مشرکین نے سوء عاقبتی کی اس رائی کو لے کر پہاڑ بنا دیا، اور ظلم و تعدی شروع کر دیا کہ مسلمانوں کو اب موسم مہینوں کی حُرمت کا بھی لحاظ نہیں۔ ان محمداً اصاب مویۃ فلقوا عمرو بن الحضرمی لاحر لیلۃ من جمادی الاولیٰ لیلۃ من رجب وان اصحاب محمد کانوا ظنوا ان تلک اللیلۃ من جمادی وکانت اول رجب لو یثبتوا فتقدم رجل منہم واحد من عیر ابی سفیان فلما رآہم قال واللہ ان عمرو لابن الحضرمی اول لیلۃ من رجب وھو اری لہم من جمادی فتفاءل (ابن ہشام، ۲۷۶) قِتَالٍ فِيهِ، فیہ تکریب میں مل ہے الشہر الحرام سے۔ بدل اشتمال من الشہر الحرام (بیضاوی) وھذا یسمی بدل الاشتمال کقولک اعجبنی زید علمہ والمعنی زید علمہ فیہ کلافہ (کبیر) ۵۹۴ رجب کو انتہائی حرام، حرام کا علم رکھنے کے باوجود ہو۔ اور یہ قوم مسلمانوں سے سرے سے سروکار میں ہو، اور ما وقعہ من اصحابہ علیہ السلام کان من باب الحطاء فی الاجتہاد وھو معفوٌ عنہ (روح) فقہاء مفسرین میں ایک روشنی بخش اس کی ہوئی ہے کہ حُرمت والے مہینوں میں حال اسی کا ہے جو حاربہ ہے یا میں، مصنفین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جب کافر اس ماہ میں قتال شروع کر دیں، تو مسلمان کی حیات کی حفاظت کے لئے دفاعی جوابی قتال تو ہر حال جائز ہے لاخلاف فی جواز القتال فی الشہر الحرام اذا ابتدا (زاد المعاد) فصل حکم عود حیر گفتگو اس میں ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے بھی اس میں ابتدا جائز ہے؟ اما الحلاف ان یقاتل فیہ ابتدا او لا (زاد المعاد) سو امام ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء اس کے قتال میں کہ قرآن ہی کی دوسری آیتوں سے یہ حکم حُرمت کا منسوخ ہو گیا ہے، اور زاد المعاد میں بھی شروع ہو سکتا ہے۔ والاصح الجواز حیث وقع قاتلوا تحریم القتال فیہ منسوخ وھو مذھب الائمۃ الاربعۃ (روح) قال سائر الصحابۃ ھی منسوخۃ (ابن العربی) روی سلیمان بن یسار و سعید بن المسیب ان القتال حائز فی الشہر الحرام وھو قول فقہاء الامصار (حصاص) لیکن عطاؒ تابعی اور بعض اور اکابر اس کے قائل ہیں کہ حُرمت والے مہینوں میں جنگ کی ممانعت کا حکم رائی قطعی ہے۔ مکہ کو عطاء تو اپنے مقولے کی صحت پر حلف اُٹھانے کو تیار تھے۔ مذھب عطاء وعبیدہ الی انہ تاسعت عیر منسوخ وکان عطاء یحلف باللہ لیحلن القتال فی الشہر الحرام (زاد المعاد) کان عطاء یحلف انہا نسخت لان الآیات التی بعد ھا امرت فی الامۃ وھذا ما حاص والعلم لا یعلمہ الا اللہ (ابن العربی) قالت طائفۃ حکمہ باق لم ینسخ وبہ قال ذلک عطاء بن ابی رباح (حصاص) ۵۹۵ سوء العرض و وہ جرم سماں سے سرزد ہوا بھی ہو تا، جب بھی ایسے شدید مکلا متہ حرام کے مجرموں کو کیا حق ہے ایک اتفاقی واقعہ قتل پر اعتراض یا احتجاج کا؟) صَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ۔ اللہ کی راہ سے مُراد اسلام ہے، اُس سے روکنا یعنی اسلام قبول کرنے والوں کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالنا، اُن پر ظلم و ستم توڑنا۔ سبیل اللہ الی الاسلام او یوصل الیہ الی اللہ (بیضاوی) كُفْرٌ بِهٖ بھی اللہ سے کفر اختیار کرنا۔ اللہ کے دین و شریعت کو۔ قبول کرنے اور اللہ کا شریک دُوسروں کو ٹھہرانے کا عین کفر ہونا فاہر ہی ہے وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ مسجد کعبہ اس اہل توحید ہی کا معبد و مرکز ہے۔ اس کا ہر وقت اللہ کے پرستاروں کے لئے کھلا رہنا اسلامی حکومت کے واضح اولین برتاؤ میں سے ہے۔ المسجد الحرام کا عطف ترکیب میں سبیل اللہ پر نہیں، اللہ کی تقدیر کلام یوں ہے ویصدون عن المسجد الحرام و لا یحسن عطفہ علی سبیل اللہ (بیضاوی) تقدیرہ ویصدون عن المسجد (کبیر) واختار ابو البقاء کونہ مبتدأ بعد علیہ الصداء ویصدون عن المسجد الحرام (روح) اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ۔ دونوں میں المسجد الحرام کی طرف بھی یعنی رسُول اور مومنین کو مراسم حج سے کامل دنیا، وہاں ان کا داخلہ بند کر دینا۔ اسیں اہل اسلئے کہا گیا کہ یہی لوگ تو اس حُرمت والی مسجد کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ اما کانوا اھلہ لانہم الذائقون بحقوقہ (روح) گویا کافروں کے اعتراض کے جواب میں دو باتیں ارشاد ہوئیں۔ ایک یہ کہ مسلمان سے وہ گاہ بگاہ نا حُرمت میں قتل کرنے کا عمل صادر ہی نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ کہ بالفرض صادر ہو تا بھی تو تمہارے ایسے سنگین و متعدد جرائم سے اس کا کیا مقابلہ؟ ۵۹۶ اپنے عناصد اور اپنی حدّتوں کے لحاظ سے) الْفِتْنَةُ۔ مزاحمت، تحمیت اور رکاوٹیں ہیں جو مسلمانوں سے دین حق کی راہ میں پیدا کر رکھی تھیں۔ ——— اُس دین کی راہ میں جس کا مقصد ہی دنیا کو راہ اس دکھانا اور تمام مخلوق اور مخلوقتوں سے نجات دلانا ہے۔ اعصمھا یعتق بہ المسلمون ویعد دون بہ لیکفروا (روح) والمعنی عد جمیع المعصرت المنعۃ التی یحاصت تعتق المسلمین عن دینہم حتی یرتدوا عن ما کانوا یعتقدون المسلمون عن دینہم تارۃ بالقتال التہدید فی قولہ وقاتلوہم الخ بالتعذیب (کبیر) وفتنۃ سے معنی یہاں کفر کے ہیں، لیکن زیادہ صحیح، بقول امام ہادی کے وھو حدی صحت (کبیر)

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ
تمہارے اُوپر قتال فرض کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ تم پر گراں ہے لیکن کیا عجب کہ تم
تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا
کسی چیز کو ناپسند کرنے لگو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور کیا عجب کہ تم کسی چیز کو پسند کرنے
وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
ہو اور وہ تمہارے حق میں باعث خرابی ہو، اور علم تو اللہ ہی رکھتا ہے، اور تم علم نہیں رکھتے
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ
اور آپ سے حُرمت والے مہینے (یعنی اس میں قتال کی بابت دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے
فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ
کہ اس میں قتال کرنا بڑا (گناہ ہے، اور اس سے آپس میں حرم) اللہ کے روکنے اللہ کی راہ سے روکنا
الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ
اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنے جیسا اور اس سے اسکے رہنے والوں کو نکال دینا یہ اور بڑے (گناہ ہیں اور
اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى
فتنہ قتل سے کہیں) بڑھ کر ہے اللہ اور یہ لوگ تو تم سے جنگ جاری ہی رکھیں گے تاآنکہ اگر ان کا
يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ
بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں کریں اللہ اور جو کوئی بھی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے
مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ
اور اس حال میں کہ وہ کافر ہے مرجائے تو یہی وہ لوگ ہیں

منزل

الظاهر ویدل علیٰ الکتاب (کر) ۷۷۶ (تصدیق نبی ۔ اور اصول دین سے بات میں کسی قسم کا التباس اور حجا باقی نہیں رہا) بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۔ یہاں ۔ صاف کر دیا کہ اختلاف اور نزاع کا باعث آپس کی ضد اور نفسانیت ہوئی، نہ یہ امر کہ اصل احکام الٰہی یا چیام حق میں کسی فریق کا رجحان تھا، اور نہ کہ مسائل اجتہادی میں کوئی رائے یا اجتہاد کا اختلاف ہوا۔ الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ یعنی وہی لوگ جنہیں کتاب بواسطہ انبیاء دی تھی، مراد ہیں علماء و مشائخ و پیشوایان قوم۔ گمراہی اور بگڑی کی تہ یہی لوگ ڈالتے ہیں، عوام محض ان کے پیچھے چولیتے ہیں۔ ۷۷۷ (جہاں پہلے حق کو نزاع و اختلاف کبھی مضر نہیں پڑا) اِلَّا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ میں ذکر اہل حق کے اختلاف کا ہے اہل باطل کا نہیں۔ ۷۷۸ (اذن کے معنی فضل، توفیق و لطف کے ہیں۔ الاذن التوفیق (زج) مادادتہ ولطفہ (جماری) توفیقہ وتیسیرہ (زمخ) الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پر سوال ہوا ہے کہ جو اس کے مصداق ہو چکے تھے وہ تو حق ہدایت پا چکے تھے پھر اب انہیں ہدایت کیسی؟ جواب یہ ہے کہ ایمان سے یہاں مراد قصد ایمان و صلاحیت ایمان ہے یعنی جو ایمان کے طالب تھے، انہیں ہدایت حاصل ہو گئی۔ ۷۷۹ (او۔ اُس کی حقیقت ہدایت ہمیشہ اُن لوگوں سے متعلق ہوتی ہے جو اُس کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں، اور ضد و تعصب کو چھوڑ کر طالب حق اعتبار کرتے ہیں) اس میں مومنین کی تسلی و تسلی کا پہلو بھی مل رہا ہے کہ مخالفین و معاندین کی سرگرمیوں اور زور و شور سے پریشان نہ ہوں، اگر کوئی کمزور یا کوئی وقت بے شوکت ضرور سمجھ میں آ سکتی۔ ۷۸۰ ربط متقدم اور امر اسحاق، اے گروہ مومنین! خطاب براہ راست جمہور صالحت کے مومنین سے ہے۔ ایھا المؤمنون مالله و رسله (اس جریر) ۷۸۱ یعنی اُن مومنین سابقین، اُن انبیاء قدیم کی امتوں کی سی آزمایش اور مصیبتیں۔ مثل کے معنی غیر معمول حالات و عبرت کے ہوتے ہیں۔ المثل الشیء الاالہ مستعار للحال عربیۃ او قصیۃ عجیبۃ لھا شان (کر) یہاں مراد اُن پچھلی امتوں کے تحمل شدائد سے ہے۔ ما یال من اذی الکھام والعقر والمجاھدۃ فی سبیل اللہ (کر) حالہم التی ھی مثل فی الشدۃ (کشاف) آیت سے یہ مراد نہیں کہ کوئی مومن محض ایمان کی بدولت اوّل عمل حدا سے حسب داخل ہی ہو سکے گا حسب تک کہ مجاہدات شدیدہ کی منزل سے نہ گزر لے۔ حکم مرادیہ ہے کہ متقاضیان، جنات عالیہ کے طالب تھے اور لعل مرشد تھا وہ ہر مرشد کو طلب ایسی ہی کرنی چاہیئے۔ اُن درجات عالیہ تک پہنچنے کے لئے عام سرداں سرلوں سے گزرنے کی ہے۔ باقی نفس مجاہدہ تو ہر مومن کو لیے دھوبساط کے لحاظ سے کرنا ہی ہوتا ہے۔ ۷۸۲ (شدت تکلیف سے، اے مُرکبا انواع السلایا و الرزایا (کر) الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ ۔ یعنی مخالفین کے ہاتھوں انہیں جو مصیبتیں جھیلنا پڑیں۔ دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ فرق یہ کیا گیا ہے کہ باساء میں راحت و آسایش کے فقدان کا پہلو نمایاں ہے اور ضراء میں واقعی درد و اذیت کا۔ الباساء عبارۃ عن تصیبی حیات المیور والضراء عبارۃ عن اصناف حمات الشر (کبیر) ان آزمائشوں کے مذکرے قدم صحیفوں میں بھی بکثرت ملتے ہیں، مثلاً "صادق پر بہت سی مصیبتیں ہوتی ہیں" (زبور۔ ۳۴۔ ۱۹) "جاندی کے لئے گھر ہا ہے اور سونے کے لئے بھٹی پر خداوند دلوں کو پرکھتا ہے۔ (امثال ۱۷، ۳) "صدر ہے کہ ہم سخت سی مصیبتیں سہہ کر خدا کی مادشاہت میں داخل ہوں" (اعمال ۱۴، ۲۲) ۷۸۳ (صدت غم و حزن سے بیقرار ہو کر) الرسول سے مراد اس زمانہ کے پیغمبر ہیں المراد من الرسول الجنس لا واحد بعینہ (زمخ) الرسول ھھنا اسم جنس (بر) ۷۸۴ (متی اللہ۔ یعنی نصر موعود۔ انبیاء و مومنین کا قول حالت اضطرار میں دعا و مناجات کے طور پر تھا، نہ بطور اعتراض و شکوہ۔ وعدہ نصرت الٰہی کا تھا، مگر یقین تو نہ تھا کہ کس وقت ہوگی۔ حسب ہجوم شدائد ہوتا، تو نصرت غیبی کی ضرورت محسوس کرنے اور اپنے اجتہاد سے بالحاح و زاری پکارتے کہ حضرت، یہی تو وقت دستگیری و نصرت غیبی کے رسول کا ہے۔ (تھانوی) آیت میں استاء ہے کہ امت محمدی کو بھی ہرقسم کی بلائیں مثل آنیوالی پہلی کہ اگلی امتوں کو پیش آچکی ہیں۔ ۷۸۵ یہ جواب اُن امتوں کو ان کی درخواست کا ملائکہ۔ اس میں مومنین کو ہمیشہ کے لئے شارب اور تسلی مل گئی۔ اور اس حقیقت کا بیان آگیا کہ نصرت الٰہی اپنے وقت پر ضرور آکر رہے گی۔ مجاہدات سے گھبرانا اور مدل۔ جو نا چاہیئے۔ ضمنیہ ہے آیت سے تعلیم بھی احد کی ہے کہ حالات مخالف کے ہجوم سے ساقط عائے تشریت اضطراب تو کا طین نیک کو ہوتا ہے، مگر ساتھ ہی ثابت قدمی اور استمرار احکام کی برکت سے نصرت الٰہی حاصل ہو کر رہتی ہے۔ ۷۸۶ (اور کن لوگوں پر) سال المؤمنون رسول اللہ صلعم ایں یصدون امواھم (زمخ) عن الحس ھو فی التطوع (مدارک) قرآن جو مکمل دستور حیات ہے، اس میں معاشیات کے مسائل کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے، اپنی جگہ یہ دینی اہمیت اس کے امر رکھتے ہیں۔

۷۸۶ خیر کا مفہوم علاوہ مکی اور حلالی کے مقصود و متعارف معنی کے محمود اور نیک کمائی والے مال کے بھی ہیں۔ المال من وجہ محمود (راغب) اور یہاں یہی مراد ہے ۷۸۷ مصارف خیر کی یہ مرتب کیسی جامع اور اسکی ترتیب کس قدر حکیمانہ ہے۔ سب سے بڑھا ہوا اور اہم ترین حق الساں کے مال باپ کا ہے جیسی مالی حد سب ہو سکے، اُن کی کی جائے۔ پھر دُور سے عزیزوں کا ہمسے، اور اس میں بھائی بہن، چچا، پھوپھی وغیرہ سب آگئے ——— ترتیب نے ایسے نظام میں خاندان کو جو مرکزی اہمیت دی ہے، اس پر ایک اور دلیل ہے ——— پھر اُمت کے وہ فرد ہیں، جو حاش کے سب سے بڑے ظاہری سہارے یعنی شفیق باپ کے سایہ سے محروم ہو چکے ہیں۔ پھر وہ اللہ کے بندے ہیں، جن پر کسی طبعی معذوری کی وجہ سے یا اور کسی خارجی سبب سے معاش کے عام ذریعے بند یا قریباً بند ہو چکے ہیں۔ اور ایسی صورتوں کے لئے بیرونی امداد کے مواقع ہیں۔ اور آخر میں وہ عام انسان آتے ہیں، جو اپنے وطن سے علیحدہ ہونے کے سبب عارضی طور پر احتیاج یا تنگدستی میں مبتلا ہیں۔ غربی اور دُور کے حقدار اور نیز رشتہ رکھنے والے سب کے سب اپنی اپنی جگہ پر کس خوب صورتی سے ایک زبردست امداد متحد ہو گئے۔ مقصود و نصرت ہے ہر گروہ میں ہر ایک بھائی بھوک سے تڑپ رہا ہو اور ہم اس سے بے خبر چین بہ لکھا ہے ہوں چینی بلیغ صفحہ میں! ۷۸۸ (اس لئے اس کا اجر بھی بڑا ہو رہے گا) حمید، عام ہے۔ مدنی، مالی، بڑی، چھوٹی ہر قسم اور درجہ کی نیکی کو شامل ہے۔ آیت میں ہمیہ ہے کہ گمراہ قوموں نے اپنے دلوں، دیوتاؤں سے متعلق جو عقیدے گڑھ لئے ہیں اُن پر قیاس کر کے یہ سمجھ لینا کہ اسلام کے خدا کا بھی علم ناقص یا محدود ہے یا جزئیات یا مضیات پر محیط نہیں۔



معول

عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ
یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ کہیں جس کی اصلاح ہو اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر تم
تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ
ان کو ملا لو (جمع) تو (ملا لو) وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ اللہ کو علم ہے کہ مفسد (کون) ہے اور
مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
مصلح (کون)، اللہ اور اگر چاہتا اللہ تم کو پریشانی میں ڈال دیتا اللہ بیشک اللہ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ
ہے حکمت والا ہے اللہ اور نہ نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے کرو جب تک وہ ایمان نہ لے
وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ
آئیں اللہ کہ مومنہ کیسی ہی ہو بہتر ہے مشرک عورت سے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو اللہ
وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ
اور نہ نکاح کرو اپنی عورتوں کو بھی مشرکوں کے نکاح میں یہ وہ جب تک ایمان نہ لے آئیں اور مومن غلام کہ بہتر
خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ
ہے اللہ مشرک (آزاد) سے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو وہ لوگ دوزخ کی طرف
اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ
بلاتے ہیں اللہ اور اللہ جنت و مغفرت کی طرف
بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝
اپنے حکم سے اور لوگوں سے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اللہ

منزل

نما ہستیوں کا تعلق ہے، بایں کہ گی اور تھرائی کے اُس بلند مقام پر جا پہنچا جہاں تک بادجود علم و فہم اور دانش کے بلند مانگے دنیوں کے آسمک رکو کی "ٹیرس ایسوسی ایشن" (اعتدال، اعتیاط کی تبلیغ کرنے والی انجمن) پہنچا سکی ہے۔ لوئی برنیسٹ Prohibitionist گورنمنٹ" (قانون امتناع جاری کرنے والی حکومت)! سولہویں صدی عیسوی میں، سگاریے میں، متعدد میں، باوجود اس کے لکھے ہیں ۔ "اسلام محمد کے ساتھ کہ سکتا ہے کہ ترکِ مکتی کرلیں جیسا وہ کامیاب ہوا ہے، کوئی اور مذہب نہیں ہوا ہے" (لائف آف محمد ص۱۱۰) انیسویں صدی کے رُبع آخر میں لندن میں جرچ کانگریس کے ایک اجلاس کے موقع پر ایک مشنار یادری انجمن ٹیلر نے کہا تھا ۔ "دنیا میں اسداد ہے وقتی کی سے بڑی انجمن حود اسلام ہے۔ ہر طلاب اس کے ہماری یورپین تجارت کے قدم جہاں جہاں پہنچے جاتے ہیں مے نوشی و مدکاری اور لوگوں کی اخلاقی پستی بڑھتی ہی جاتی ہے" ٹیرس کے نام سے نوشی میں تعدّل و اعتدال پیدا کرنے کیلئے اور امریکہ اور ہندوستان میں تو کچھ بھی حاصل نہ ہوسکا، لیکن انگلستان میں بہترین مکلو و نظام اور تصورت کارکردگی کے ساتھ قائم ہیں، اور امریکہ کے مشہور کارکن "مگر ریا حالس" Pussy Foot Johnson نے تو ایسے سرگرم لوگوں کی دھوم ساری دنیائے متمدن میں مچادی۔ اور بڑے بڑے ڈاکٹر اور ماہر ین سائنس تمباکو کے نقصانات پر بیانات اور اعداد اور امر شائع ہی کرتے رہتے ہیں لیکن اس ساری سرگرم کوششوں کے باوجود خود اسی لوگوں کو یہ اقرار ہے کہ تمباکو کی قطعی حرام کے عمر کو ابھی بہت دور ہے۔ (اسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، جلد ۲۰، ص۵۵۵، طبع یازدہم) ہندوستان میں ابھی دو ہی چار سال ہوئے (خافاً ۱۹۲۱ء میں) متعدد صوبہ دار حکومتوں نے اپنے علاقوں میں تاڑی، تاڑ کا کھلا بکنے آمریں، وہ قانون واپس لیتے ہی سی ۔ ـــــ تجارتی آبکاری کی بلکھوکھا رویہ کی آمدنی سے دستبردار ہونا کیونکر آسان بات ہے؟ رہی قمار بازی، سو اس بات میں قانون اسلام سے ماعی و محرف ہو کر یورپ لیے ہوئے ہیں، اسا حال کر رہا ہے، وہ عالم آسکار ہے۔ جوئے شی اور اندام کشی کے کتنے واقعات بے وقتی اور قمار بازی ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں! بھرپالی اسٹری کا ادارہ اس سے کیجئے کہ یورپ کی سیل جنگ عظیم سے قبل، اکیلے ملک انگلستان سے متعلق تخمینہ ہے کہ کم از کم سے کم روپیہ بڑا سالہ کی رقم اسے ملکوں کے غصہ سے عمل کر جوا بازیوں کے ہاتھ میں پہنچتی رہتی ہے! (اسائیکلو پیڈیا آف ٹیرس اینڈ چیمس۔ جلد۔ ص۱۰۰) تخمینہ یورپ کے صرف ایک ملک، اور ایک چھوٹے سے زمانے سے بتلایا تھا، اور وہ بھی پہلی جنگ عظیم سے قبل کا یورپ کے کل ملکوں اور اس درمیان میں زمانے معلوم کا مشہور ترین قمار خانہ، مانٹی کارلو بھی شامل ہے، اور امریکہ کی ساری دلاتوں کی مجموعی تباہ کاریوں کے جدید ترین تخمینہ کے لئے تو اللہ ہی سر جانے کہ حساب کے کن ہندسوں تک میزان لیجیے! رہیں حالوں وقت کی ناکام کوششیں، تو اسی اسائیکلو پیڈیا کے اسی مقالہ میں ہے کہ "قانون اس میں کمی پیدا کرنے کی پہلی والی سب ہی کوششیں کر رہا ہے بجز اُن کے قطعی موقوع کرنے کی ناممکن کوشش کے" (ص۱۰۰) یہ حصہ اسلام ہی کا امتیاز ہے کہ اُس نے اپنے ہر دوں کو حتی الامکان اس اخلاقی

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

کر ان کے اعمال دُنیا اور آخرت میں اکارت گئے ہیں اور

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

اہلِ دوزخ ہیں اسی میں ہمیشہ پڑے رہنے والے ہیں بیشک جو لوگ

اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ

ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد

اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

کیا ہے تو یہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھیں گے اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے

رَّحِيْمٌ ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ

مہربان ہے تجھ سے لوگ آپ سے شراب اور قمار کی بابت دریافت کرتے ہیں تُو آپ

فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ

کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے تجھ اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں فقط اور ان کا گناہ

مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ

ان کے فائدوں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں آپ

الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

کہہ دیجئے جتنا آسان ہو اللہ اسی طرح تمہارے لئے کھول کر احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم

تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

سوچ لیا کرو دُنیا اور آخرت کے حالات میں اور لوگ آپ سے

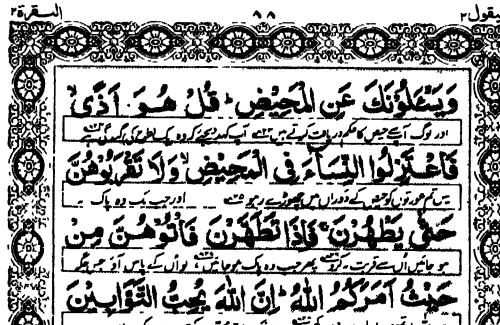
منزل

حبطت اعمالهم في الدنيا والآخرة واولئك اصحاب النار هم فيها خالدون ۝ ان الذين امنوا والذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله اولئك يرجون رحمت الله والله غفور رحيم ۝ يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما ويسئلونك ماذا ينفقون قل العفو كذلك يبين الله لكم الايت لعلكم تتفكرون ۝ في الدنيا والاخرة ويسئلونك

قول اصحق ہی ہے جو اُوپر درج ہوا۔ اَسْطَرَ کی نسبت ابن عباسؓ صحابی اور تابعین سے قول میں اختلاف آئی ہے۔ مِنَ الْمُضِلِّ۔ یعنی اُس خاص واقعہ تک سے۔ مقصد بارشاد یہ ہے کہ دین حق کی راہ میں جو لوگ رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، اور لوگوں کو اس طرف آنے سے طرح طرح کی سازشوں تدبیروں، تکبیروں سے روکتے ہیں، وہ حقیقتہً دُنیا کو امن، عدل و عافیت سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ اور اس لئے وہ نوع بنوع انسانی کے مُجرم ہیں۔ اسلامی جہاد کی تو غایت ہی دُنیا سے ہر قسم کی خود غرضیوں اور فریب کاریوں ظلم و جور و شورش و دماسی کو دُور کرنا ہے۔ حوالہ حق اس کو اور عام مزعومی حکومتوں سے قتل و قتال کو کیساں سمجھ رہے ہیں، وہ جو ترچھ سے نشتر اور دُکو کسنے کو ایک سطح پر رکھ رہے ہیں۔ ۷۹۵ یہ بیان ہے اس کا کہ مشرکین عرب اسلام کے کس درجہ بیزار اور حق کے کس درجہ دشمن تھے۔ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ میں اشارہ اُسی دشمنانِ حق کی جانب ہے۔ ایک انگریز مستشرق پروفیسر رابرٹسن اسمتھ نے اپنی کتاب Religion of the Semites میں اس موقع پر طنز و تعریض کا نشتر لگایا ہے چلا گئے ہیں:۔ "اب اسلام نے کافروں پر ہر چہار طرف سے دھاوا اول دیا" دھاوا چاروں طرف سے لفظ بول دیا گیا ہے کہ یہ دھاوا اسلام کا تھا، خود اسلام پر تھا۔ حقانی کے معنی یہاں انکار کے ہیں اور عرض و مقصود کے اظہار کے لئے ہے۔ حقی التعلیل (زمخشری) عھود ان یکون بمعنی الی (کسائی) الی ان یردوکم (فراء) ان یستطاعوا (ابن الانباری) ان یردوکم عن دینکم (زجاج) ان یستکملوا (ابن قتیبہ) ان یرتدوا (ابن عباس) ان یرجعوا (ابن زید) ان یقدروا (ابن جریر) ان یقتلوکم (ابن ابی حاتم) ان یقاتلوکم (ابن ابی طلحہ) ان یقا

مسیحی وہ ہے جس نے ایسا نہ کیا ہو یعنی غیر مسیحیوں سے ازدواج کی ممانعت ہے۔ تاکہ تعیین ۱۴۷۵ء۔ ولیسٹ مارک کی تحت محمد تاریخ نکاح (شادی) بمبئی آف میرج ایکٹ سیسٹ پال کی تعلیم ہے کہ کوئی عیسائی کسی کافر سے ہرگز نکاح نہ کرے۔ اور ٹرولین کے ریک تو ایسے ازدواج کا نام حرام اسفاحی ہے (مشکوٰۃ) اور ہندوؤں کے ہاں بھی ماں بہن سے شادی نہیں ہوسکتی۔ حَتّٰى يُؤْمِنَّ - یہ قید ظاہر کرتا ہے کہ اہل کتاب کی عورتیں اعتقادی ہے نسلی، قومی، حمائی وغیرہ ہرگز نہیں۔ جو بھی ایمان لے آئے اسی وقت جائز ہوجاتی ہے۔ ۹۸۱۵ (اور سعید بن کی) کا مطلب یہ ہے کہ حسن وجمال ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور بات ہو۔ آج کا اندازہ ہوتا ہے کہ گھر قرآن کی نظر میں کس قدر منحوس ہے۔ کافر عورت میں جو بھی خوبیاں ہوں، کمال ایک طرف اور اُس کے کفر کی گندگی دوسری طرف۔ لَأَمَةٌ میں لی زور اور تاکید کے لئے ہے۔ اُردو میں ایسے موقع پر بہتر کہا لائے ہیں۔ لام الابتداء الشبیهة بلام القسم فی افادة التأکید (الاسعود) والملام فی افادة التوکید (کبیر میں اسم) مطلب یہ ہوا کہ ہر مسلم عورت، یہاں تک کہ لعبت آزادی سے محروم اور عرفاً حقیر ذلیل بھی جانے والی باندی تک آزاد، خوش حال، حوش حمال کافر عورت سے بہتر ہے۔ ۹۸۱۸ حَتّٰى يُؤْمِنُوا - یہ کمال ایمان بھی اسی حقیقت کے روز دار اظہار کے لئے ہے کہ اصل مانع دمائل اُن مردوں کا کفر ہے۔ جب وہ رائع دُور ہوجائے، تو پھر کوئی امر مانع نہیں رہتا۔ ۹۸۱۹ اَلْمُشْرِكِيْنَ - "مشرک" یہاں بھی اسی عام وسیع معنی میں ہے جیسے "متکبر" اوپر آچکا ہے یعنی ہر قسم کے کافر کے نکاح سے منع کردیا گیا ہے۔ حالانکہ اسلام کا منکر چاہے کوئی قسم کا بھی ہو، اُس کے نکاح میں بندی ہوسکتی ہے، یہ رہ سکتی ہے۔ تقاضائے لکھا ہے کہ اشرف پہلے سے مسلمان ہے، اور لمدہ کو حدا تخواستہ مرتد ہوگیا، تو مسلمان عورت اسی وقت اُس کے نکاح سے علیحدہ ہو جائیگی۔ اور جو نکاح ابھی تک صحیح تھا ٹوٹ جائیگا۔ اور یہ عورت حدّت پوری کرکے کسی مسلمان سے ہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مسلمان بیوی پہلے سے کافر ہیں، اور عورت مسلمان ہوگئی، تو اب تقاء نکاح کی کوئی صورت نہیں، بجز اس کے کہ شوہر بھی اسلام قبول کرلے۔ مزید تفصیل اس قسم کے مسائل کی کتب فقہ میں ملے گی۔ لَا تُنْكِحُوْا - خطاب مردوں سے ہے کہ تم اپنی عورتوں کو کافروں کے نکاح میں ردو جبکہ خود عورتوں کو مرادوں سے نہیں دلوا سکتے تم کافروں کے نکاح میں جاؤ۔ یہ طرز خطاب بہت پُر معنی ہے۔ صاف اس پر دلالت کررہا ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح مردوں کا اسلام سے ہونا چاہیئے۔ ۹۸۱۹ ظلمی قالمیت کی سایہ اونچی دیواروں کی سایہ، شاہ عہدوں کی سایہ کسی بھی دنیوی منیلہ یہ بھی یہاں بھی تاکید اور زور کے لئے ہے۔ اُردو کے تنگ دامن میں بھی معنی نہیں ہیں بجز نہایت تردّدی سے محروم، اور عرفاً حقیر وذلیل سمجھے جانے والے غلام تک کو اختیار کرسکتے ہو، لیکن مشاعتاً کافر کو، خواہ وہ دولت وسیادی، اقتدار سے کیسا ہی بڑا آدمی ہو۔ ۹۸۲۰ اِلَى النَّارِ - دوزخ کی طرف۔ یعنی اُن اعمال اور اُن عقائد کی طرف، اُس شرک کی طرف، جس کا انجام دوزخ ہے۔ اور وہ طریق کفر وشرک ہے۔ اے اہل الکفر الموذی الی النار (بیضاوی) ۹۸۲۱ اُولٰٓئِكَ - اشارہ انہی کافر عورتوں اور کافر عورتوں کی جانب ہے۔ اُنکی طرف سے مزید نفرت دلانے کے لئے یہ لفظ بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ گویا حدّاً دیا ہے کہ ایسے گئے گزرے ہوئے اور مطرات لوگ تو مستحق تعلقات رکھنے کے بھی قابل نہیں، جو خائبہ اس سوا زدواج نہیں کیا جائے! ۹۸۲۱ (جیا خیر اس حرمت ومغفرت ہی کے تقاضے سے اُس نے یہ حکم بھی دے رکھا ہے کہ کافروں سے نہ زدواجی تعلق رکھو، اُن کے گھر سے تعلق کا کوئی اترم پیدا کرو، اور یہ تم جنت ومغفرت سے دُور ہوتے جاؤ) اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ - یعنی خیر اس حرمت ومغفرت ہی کے تقاضے سے اُس نے یہ حکم بھی دے رکھا ہے کہ کافروں سے نہ زدواجی تعلق رکھو۔ اُس کے گھر سے تعلق کا کوئی اترم پیدا کرو، اور یہ تم جنت ومغفرت سے دُور ہوتے جاؤ) بِاِذْنِهٖ - اذن کے معنی یہاں توفیق یا ارادہ یا علم احکام کے ہیں۔ ۹۸۲۲ (واذ صیغہ (ماضی) بتیسیر اللہ وتوفیقہ للعمل وکتاب) ۹۸۲۳ یعنی عورت کے زمانہ خاص میں اُس کو مستری کا حکم۔ قرآن زندگی کا مکمل دستور العمل ہے۔ وہی زندگی جس میں کھانا، پینا، سونا، جاگنا جیسی خواہش کا پیدا ہونا، تحیّر کا باب یا ماں صلاحیت کچھ داخل ہے۔ زندگی کا بہترین حصہ یہ ہے کہ اس کی بابت ہدایات واحکام وہ لازمی طور پر دیدیگا۔ وہ محض بزرگانہ ملفوظات کا مجموعہ نہیں۔ معاشیات، معاشرت، اخلاقیات، تعاون، غرض انفرادی واجتماعی زندگی کے ہر شعبہ کے ضروری ابواب کا ذکر تاگزیر ہے۔ خدا کا حق استہ انسان ہوتا، تو اس ہدایت نامہ کی جامعیت کا ملیت پر حرف آتا۔ مَحِيْض - مصدر مبنی سے معنا حیض ہے کہ دُوسرا میں عموماً دُوسری قوموں نے بھی سمجھا ہے اور سامی نسل والوں نے علی الخصوص) طب قدیم وجدید دونوں کو مسلم ہے کہ یہ ایک خاص قسم کا ناقص خون ہے، رنگ دبُو وترکیب میں عام خون سے الگ۔ ۹۸۲۵ اِعْتَزِلُوْا - یہ اعتزال یا عورتوں کو چھوڑے رہنے کا حکم صرف مستری کے عمل حائض تک محدود ہے۔ مجامعت وہ مخالفت وعدم تعاون کا تعلق نہیں۔ بعض قوموں میں عورتیں ایسے اس زمانہ میں دُور سروں کے ساتھ کھا پی سکتی ہیں، نہ لیٹ بیٹھ سکتی ہیں، بعض قوموں میں اس زمانہ میں عورت کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا ناپاک سمجھا جاتا ہے۔ بعض متشرع قوموں میں یہ دستور ہے کہ اس زمانہ میں عورت کو نیلے کپڑے پہنا کر گھر کے ایک الگ کوشہ میں بٹھا دیتے ہیں، یہ سب غلط اور بے بنیاد باتیں ہیں۔ اسلام نے ان سب توہمات کا قلع قمع کردیا ہے۔ غرض دوسری قوموں نے عام طور پر اس طبی یا ملکی سنت سے عالم گیر اصول قائم کرلیا ہے۔ یہ شریعت اسلامی میں اس قسم کے کوئی احکام موجود نہیں۔ ۹۸۲۶ منسک قومیں نے اس باب میں جو تحقیقات اور کھی ہیں، اُن سے قطع نظر طور تو یہ ہے کہ قانون کا تشدد بھی اس باب میں اپنی مثال آپ ہے۔ عورت اپنے ایام ماہوار کے زمانہ میں جو دبی ناپاک سمجھی جاتی ہے، وہ بھی ایک ہوجاتی ہے اور سلسلہ درسلسلہ ناپاکی متعدی ہوتی جاتی ہے۔ "حوکوں اسے چھوئے گا تمام شب ناپاک" اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے، اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے اور تمام شب ناپاک رہے ——— اور جو کوئی اُس چیز کو جس پر وہ بیٹھی ہے چھوئے، اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے اور تمام شب ناپاک رہے ——— اگر مرد اس کے ساتھ سوجائے اور اُس کی حائض اُس پر ہو تو وہ سات دن تک ناپاک رہیگا، اور ہر ایک بستر جس پر وہ مرد سوئے گا، ناپاک ہوجائے گا" (احبار ۱۵-۱۹-۲۴) یہ حکام تو خود توریت کے ہوئے۔ باقی مقام یہ ہوا تو ہے تشدد ات میں ان حدود سے بھی کہیں آگے بڑھ گئے ہیں۔ بالوں اور ایسی ہی دیدیں بیچاری عورت پر حرام کردی ہیں کہ گویا وہ عورت نہیں ہے، کوئی بلا ہے۔ ملاحظہ ہو ہیشوں انسائیکلوپیڈیا، جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۱ پر ہیسٹنگز کی ڈکشنری آف دی بائبل، جلد ۴ صفحہ ۸۲۵ء۔ ۹۸۲۷ یعنی جون جس کا آنا باعث حل نہ ہوجائے، اور عورت غسل کرلے شریعت میں غسل واجب۔ ۹۸۲۸ یعنی جائز وخطری طریق پر مُرد کے علاوہ جو مقبول الدّعت کے اور سارے طریقے ناجائز ہیں۔ ۹۸۲۹ اَلتَّوَّابِيْنَ - توابین اس میاں ہیں وہ لوگ ہیں جن سے قوانین بالا کے ماسب کوئی اتفاقی خلاف ورزی ہوجائے، اور وہ عہد کو توڑ کر ہیں، اور اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ - متطہرین اس میاں میں وہ لوگ ہیں، جو عورت کی موجودہ حالت سے اُس کی طبعی ناپاکی کے راہ میں مختلف ہیں۔ اسی لفظ سے فقہاء نے اشارۃ النص یہ استنباط کیا ہے کہ جو اعمال مرجّحاً جس میں (مثلاً اعلام) وہ سبب حرام ہیں۔ صفائی وطہارت کی یہ شرح قرآنی عام ہے۔ اور اس کے تحت میں جسمانی اور ظاہری صفائی پوری طرح آجاتی ہے۔ اسلام کی اس لطافت پسندی، نظافت پسندی کے مقابلہ میں دُوسرے سرے پر وہ مذاہب ہیں جن میں جسمانی گندگی کو نہیں، بلکہ جسمانی صفائی کو دین وتقدس کا ایک جزو قرار دیا گیا ہے۔ ۹۸۳۰ اور یکیست کہتے ہیں اُس موضع میں کہ جس میں تخم بہ بوی ہوتی ہے اور اس میں سری، علاوہ نامات کا تسور وما ہوتا ہے۔ یکیست والے اُسے اپنی سنت بڑی دولت سمجھ کر بہ ریاست درجہ عزیز رکھتے تھے، اور اُس کو جزو لاینفک سمجھتے تھے، اور اُس کے ترک سے بہت ہی خائف رہتے تھے۔ اسلام نے بہستری کا اصل مقصد طلب اولاد ہی کو رکھا ہے، اور اُس کے دوسرے پہلو یعنی طلب لذت کو بھی اعراض نہیں کیا ہے۔ ۹۸۳۱ (اس تشبیہ اور اس کے تمہارات کو خوب سوچ سمجھ کر) مَآ شِئْتُمْ - کہ یا یہ ہے عورت کے ساتھ متعہ کرے۔ یا۔ اور قرآن حکیم ایسے موضوعوں پر اس کا ترکہ یا ہی سے کام لیتا ہے۔ فقہاء متعرض ہیں ہے استنباط کیا ہے کہ ہر ایسے موقع پر مسلمان کو بھی جہاں تک ممکن الامکان بات اشارہ کنایہ ہی میں کہے۔ مانعوا احرنکوص الکنایات اللطیفة والتعریضات المستحسنة فعلیٰ کل مسلم ان یتادّب بما یؤدب علیہ الی المحاورات المکاتات (مدارک) حَرْثٌ لَّكُمْ - کنایہ کا جواب خوب ملحوظ ہے۔ انیاں یا واحد کمیت میں ہی ہونا چاہیئے، قبول تخم کے موضع یا عضو میں ہونا چاہیئے کہ اسکے علاوہ یا اس موضع میں وہ حاجز ومحل ہیں۔ اے ساکو کھو مرع او کاکو کھو مرع او تواوا مزع حسبل کیف شئتم وایں شئتم (از حریر) اَنّٰى - اَنّٰى کے مشہور معروف معنی کیف اور اَیں کے ہیں یعنی حسن طبع کے حس کیمیت کے ساتھ اور جس وجہ سے جس حست سکے۔ اللمحت عن المحال والمکان (راغب) هو بمعنیٰ ای وکیف (راغب) قرآن مجید میں انّٰی کیف کے معنی میں آیا ہے۔ مثلاً اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بعد موتها - یہاں اَنّٰى بمعنی کیف یعنی کے معنی میں ہے۔ یا پھر اَنّٰى یکون لی غلام (اس آسمہ میں مَرْیَم نے فرمایا کہ یہ بیٹا کیسے ہوگا، اس عباس صحابی نے اور مجاہد، قتادہ، عکرمہ وغیرہ نامعین نے انّٰی کو اسی معنی میں لیا ہے۔ مایتھما کیف تاء (اس حریر میں اس عباس بکثرہ وجاہد) اے کیف تشئتم (از حریر عن السدی) اَنّٰى حرف استفہام امرکیوں سوالاعن العمال والعمل عماکیف شئتم وجہ شئتم یہاں کون وجہ کا بمعنی حال (عباس) گویا یہاں صاف تاء دُوسرا ہے یہود کا حسامرست کی صرف ایک ہی وضع وہیئت کو جائز سمجھتے تھے اور مانی سے کوئی جائز نہ سمجھتے تھے اور مانی سے کوئی جائز نہ سمجھتے تھے اور مانی سے کوئی جائز نہ

۸۰۷ (حیرت ہیں)، فرض کو زکوٰۃ کی تشریح متعین تھی۔ یہ سوال اس کے علاوہ دوسرے بیک کاموں میں صرف سے متعلق تھا۔ ۸۰۸ اور اس آسانی کا میاب بقول مفسر تھانوی آیہ ہے کہ اس سے کسی مقدار کا حق ضائع نہ ہو اور اپنے ضروری مصارف میں تنگی نہ اٹھانا پڑے۔ العفو۔ عفو سے مراد وہ اتنا خرچ کرنا ہے جو اپنے اوپر بار نہ ہو۔ العفو یتضمن الجھد وھو ان یعفو مالا یلحقہ الجھد (معنی عن الحس) لے اعفوا ما تفضل عن قدر الحاجۃ (معالم) ۸۰۹ (اس احکام پر عمل کے وقت)، اُمورِ آخرت میں غور و فکر کرتے رہنے کی اہمیت تو ظاہر ہے۔ یہاں حکم اس کا بیان ہوا ہے کہ امورِ دنیا میں بھی سوچ بچار سے کام لیا کرو۔ ــــــــ تو کیا دُنیا بھی اس قابل ہے کہ اس کے معاملات میں غور و تدبر سے کام لیا جائے؟ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ راز اس کا یہ ہے کہ اسان جلوت و ذہن کے ساتھ جس قدر دیا اور اس کے کاروبار کو سوچے گا، اسی قدر اس کے دل پر قدرتی اس کے عظمت و قدرت کا ظالم رکھا جائے گا، آیا لیے حساب میں شامل رکھا جائے گا اس کا حساب الگ کر دیا جائے)، یہ سوال کرنے والے قیموں کے اولیاء تھے جن کی ولایت و سرپرستی میں یتیم پہنچ چکے تھے۔ اللہ نے صحابہؓ کی اغنیاء اور مرتبہ تقویٰ اختیار کے ساتھ اگر سوال کیا کہ یتیموں کی جائداد میں استعمال کی آیا کوئی شکل بھی اولیاء اور سرپرستوں تک کیلئے جائز ہے، جائداد کی طمع بھی مُری ہوئی ہے۔ عرب جاہلی میں بہت سے لوگ اس لئے یتیموں کو اپنی ولایت و سرپرستی میں لیتے تھے کہ اُن کی جائداد میں جو دُنیا کا موقع مل جائے گا۔ ملکہ کوئی یتیم لڑکی اگر مالدار نظر آئی، تو اس سے اپنے لڑکے کی شادی بھی اسی طمع میں کر دیا کرتے تھے۔ الیتامیٰ یتیم کی جمع ہے۔ اور یتیم سے مراد وہ لڑکا یا لڑکی ہے، جس کے سر سے باپ یا ماں کا سایہ اُٹھ گیا ہو۔ ہنگام شریعت نبی میں باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ایتام المسرح حتی اجل ادیہ (حماص، اما المراد بالایتام العاقدون لا یتیم وھم صغار (جصاص، ۸۱۱ سورہ جس طرح پر حاصل ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔ یہاں


السبقۃ ۲ ۸۸ سیقول ۲

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ
اور لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک طرح کی گندگی ہے

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ
پس تم عورتوں کو حیض کے دنوں میں چھوڑے رہو اور ــــ اور جب تک وہ پاک نہ

حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ
ہو جائیں اُن سے قربت نہ کرو ــــ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو اُن کے پاس آؤ جس طرح

حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ
سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے یعنی جسے ــــ بیشک اللہ توبہ کرنے والوں سے

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠
اور محبت رکھتا ہے پاک رہنے والوں سے ــــ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں،

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ
سو تم اپنے کھیت میں جس طرح چاہو ــــ درست جس میں اپنے کچھ کام کرتے رہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ
اور ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے ــــ اور (اے پیغمبر ان لوگوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ
کو خوشخبری سنا دیجئے جو ایمان لائے ہیں اور اللہ کے نام کو ایسی قسموں کے ذریعہ حاجتِ بیکی کے ــــ اور نہ بنایا کرو

اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ
تم نیکی کے اور ایسی اصلاحِ خلق کے کاموں کے حق میں حجاب ــــ ماننا اللہ

منزل

اصل اصول یہاں کر دیا کہ قدم قدم شروط عائد کر دیئے جائیں، یہ سوال کرنے والے قیموں کے اولیاء تھے جن کی ولایت و سرپرستی میں یتیم پہنچ چکے تھے۔ اللہ نے صحابہؓ کی اغنیاء اور مرتبہ تقویٰ اختیار کے ساتھ اگر سوال کیا کہ یتیموں کی جائداد میں استعمال کی آیا کوئی شکل بھی اولیاء اور سرپرستوں تک کیلئے جائز ہے۔ عرب جاہلی میں بہت سے لوگ اس لئے یتیموں کو اپنی ولایت و سرپرستی میں لیتے تھے کہ اُن کی جائداد میں جو دُنیا کا موقع مل جائے گا۔ ملکہ کوئی یتیم لڑکی اگر مالدار نظر آئی، تو اس سے اپنے لڑکے کی شادی بھی اسی طمع میں کر دیا کرتے تھے۔ الیتامیٰ یتیم کی جمع ہے۔ اور یتیم سے مراد وہ لڑکا یا لڑکی ہے، جس کے سر سے باپ یا ماں کا سایہ اُٹھ گیا ہو۔ ہنگام شریعت نبی میں باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ایتام المسرح حتی اجل ادیہ (حماص، اما المراد بالایتام العاقدون لا یتیم وھم صغار (جصاص، ۸۱۱ سورہ جس طرح پر حاصل ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔ یہاں

اسلام نے یتیم واری، یتیم پروری کا اعتزاز اپنوں ہی کی طرح بیگانوں اور سکڑوں کو بھی ہے۔

رطاوی مصنف ماسور تھا اسٹھ نے لکھا ہے:۔ "بیسیر کی تو مہ حصوصی کے مرکز علاموں کی طرح یتیم بھی رہے ہیں وہ خوش نصیب رہ چکے تھے اس لیے دل سے چاہتے تھے کہ تو مس سلوک حدا نے اس کے ساتھ کیا وہی وہ دوسروں کے ساتھ رکھیں"۔ (ممدا مدہ نمونہ نرم، صلہ۲) امریکی ماہر اطفالیات، ڈاکٹر اراس لکھتے ہیں:۔ "قرآن کے مطالعہ سے ایک خوشگوار تر بیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ بچوں کی کس قدر جمال تھا حصوصاً اُن بچوں کا جو والدین کی سرپرستی سے محروم ہو گئے ہوں۔ بار بار تاکید بچوں کے ساتھ حسن سلوک کی ملتی ہے" (سوشل لائف آف دی قرآن صہ۱، صلہ۲) اور پھر کہا ہے:۔ محمدؐ نے یتیموں کے باب میں اپنی خاص توجہ مبذول رکھی یتیموں کے حقوق کا کثرت و کر اور اُن کے مددگاروں اور اُن کے حقوق غصب کر نیوالوں کے علاوہ سخت وعیدیں سیرت محمدی کے اُس پہلو کو ظاہر کرتی ہیں جس پر مسلمان مصنفین کو جا طور پر ناز ہے"۔ (صلہ۳) ۸۱۲ ــ بھائی ہیں! اور اسلئے مشترک حرج ہیر: یہ معلوم ہوتی ہے کہ بچوں کی کس قدر جمال تھا حصوصاً اُن بچوں کا جو والدین کی سرپرستی سے محروم ہو گئے ہوں۔ بار بار تاکید بچوں کے ساتھ حسن سلوک کی ملتی ہے" (سوشل لائف آف دی قرآن صہ۱، صلہ۲) اور پھر کہا ہے:۔ محمدؐ نے یتیموں کے باب میں اپنی خاص توجہ مبذول رکھی یتیموں کے حقوق کا کثرت و کر اور اُن کے مددگاروں اور اُن کے حقوق غصب کر نیوالوں کے علاوہ سخت وعیدیں سیرت محمدی کے اُس پہلو کو ظاہر کرتی ہیں جس پر مسلمان مصنفین کو جا طور پر ناز ہے"۔ (صلہ۳) ۸۱۲ ــ بھائی ہیں! اور اسلئے مشترک حرج ہیر: یہ معلوم ہوتی ہے کہ کوئی مضائقہ نہیں)، اِخوانکم لفظ اخ یا بھائی انتہائی اخلاص، یگانگت و مودّت کا مظہر ہے۔ اس در اسے لفظ اس سمت کھنچا آگیا۔ جب تم اور وہ بھائی ہی بھائی ٹھہرے، تو بھائی بھائی میں تکلف کیسا؟ ــــــــ اور عرب میں تو سختہ اور زیادہ قوی تھا۔ فھم اخوانکم والاخوان یمس بعضھم بعضا ویصیب بعضھم من اموال بعض علی وجہ الاصلاح و الصلاۃ (سلام) جو کہ اس وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے، اس لئے اِخوانکم فرمایا۔ ورنہ اگر دوسرے مذہب کا بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو، اس کا بھی حصہ یہی حکم ہے۔ اور اس کی دلیل دوسری آیات و احادیث ہیں جو العاد عامہ سے وارد ہیں۔ بلکہ اُس کے ساتھ مبنی رعایت انہی اور زائد ہے کہ اس پچھ پر بعد بلوغ قبول اسلام کے لیے جبر نہیں کیا جاتا، مدہبی آزادی دی جاتی ہے"۔ (قادری) ۸۱۳ یعنی اس بیسہ کی نیک نیتی اور مشی دونوں خوب روشن ہیں۔ المصلح یعنی یتیموں کی مصلحت کو ضائع کرنے والا۔ الذی یقصد بالعالط الصیانۃ و اصلاح مال الیتیم (سلام)، المصلح یعنی یتیموں کی مصلحت کا لحاظ رکھنے والا۔ الذی یقصد الاصلاح (سلام)، مفسر ابو سعود نے کہا ہے کہ لفظ المصلح کو المصلح پر مقدم رکھنے میں وعید میں تاکید اور تہدید اور زیادہ پیدا ہو گئی۔ ۸۱۴ یعنی بجائے ان آسانیوں کے اس بات میں کوئی سخت قانون دیا تا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ، یعنی اگر اس کی مشیت کا تقاضہ ہوتا۔ ۸۱۵ یہاں ایسی دو وجوہ اصعاب یاد دلا دیں، پہلی صعت عزیز کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ جو حکم چاہتا بنا سکتا تھا، کوئی قوت اُس سے سوال نہ کر سکتی تھی، کوئی اُس کے اُوپر حاکم نہیں۔ سب پر بالا دست حکومت ہے۔ لیکن دُوسری صفت حکیم کا تقاضہ ہے کہ وہ احکام وہی دیتا ہے جو بندوں کے لئے نرم و آسان و فرخ صلحت ہوں۔ ۸۱۶ (اے مسلمان مَرد!) میاں بیوی کا رشتہ انتہائی اُلفت و رفق کا، اور باہمی مناسبت اور موانست کا ہوتا ہے۔ بیوی کو اگر تصور سے اس درجہ مناسبت ہے کہ وہ اس کی ساری تصوّری اور اختیاری رندگی کے اصل اُصول بنی تو جیدہ رسالت ہی کی بدکر ہے، تو معلوم ہوا کہ دونوں میں باہمی مناسبت کی بنیاد درجہ ضعیف میں بھی موجود نہیں، مرد کو ایسی عورت کے ساتھ عمر بھر کیا کرنے کا حاصل ہی چھوڑ دیا جائے، موانقت کامل کے دوسرے اجزاء عناصر خود درست ہوں، ہنسی، ایکس کم از کم وہ مساوی عقیدہ تو مشترک ہو جس کے تابع وانست پیدا ہوتا ہے۔ فطرت مشرکی حد ایسے دو جوڑے ازدواج سے ا کر تی ہے، دین فطرت ایسے کو کہ حائز کہ سکتا تھا۔ یہ نکاح اسلام میں ایک دینی اور مدنی عمل ہے، محض عائدہ دیوانی Civil Contract نہیں۔ جب ایک فریق دین و مذہب کی بنیادوں ہی سے منحرف ہے، تو اس کے ساتھ عائدہ کیسے کر یو کر ہے؟ المشرکات۔ لفظ مشرک کہ یہاں لمبے عام و وسیع معنی میں ہے، فہم کی کا فر یا غیر مسلم عورت اس حکم ممانعت میں داخل ہو گئی، لیس کہ مراد کہ وہ مساوی عقیدہ تو مشترک ہو جس کے تابع وانست پیدا ہوتا ہے۔ عن ابن عمر الجاھلۃ فی الکتابیات و عبدھن (حصاص)، المشرکات ھا الکفار (سہ) والاکثرون من العلماء علی ان اللفظ المشرکات اھل الکفار فھو المتبادر الکبیر امام مالکؒ و امام شافعیؒ نص اسی آیت پر رک گئے ہیں۔ اور اُن کی فقہ میں ہر غیر مسلم عورت سے نکاح ناجائز ہے۔ لا یجوز العقد سکاح علی مشرکۃ کائنۃ کتابیۃ او یکون کتابیۃ قال عمر فی احدی روایتہ وھو احتیار مالک والشافعی (اس العرب)، لیکن فقہا حنفہ کی نگاہ مزید نکتہ سنجی کے ساتھ قرآن عہد نبوی کی ایک دُوسری اُمت کی طرف بھی گئی، اور وہ آیت سُورۃ مائدہ کی ہے۔ والمحصنات من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم لا اور انہوں نے یہی آیت کے عموم کو اس کی جگہ پر رکھ کر اس کا مخصوص اس دُوسری اُمت یہود کا ایسا یعنی عام فاسد کے لحاظ سے تو ہر غیر مسلم کے ساتھ نکاح ناجائز ہے لیکن کتابیہ یہودی یا نصرانی عورت اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ اور یہی مذہب اس عباس اور بعض تابعین سے مروی ہوا ہے۔ وھو عموم حقن محصوا من احکام الکتابیات (سہ) عن ابن عباسؓ قال فی ولا تنکحوا المشرکات (سہ) من ذالک نکاح نساء اھل الکتاب احلھن للمسلمین وحرم المسلمات علی رجالھم وھو عن الحسن بھذا مثل ذلک (سہ) مفسر تھانویؒ کے جدید احادیث اس موقع پر نقل کرنے کے قابل ہیں:۔ ۱۔ ہندو عورت یا آتش پرست عورت سے نکاح ناجائز ہے۔ ۲۔ کتابی عورت سے نکاح جائز ہے لیکن بہتر نہیں، حضرت عمرؓ نے اپنے فرمایا ہے اور خود حدیث میں نکاح کا حکم دینداری عورت سے کرنے کا ہے۔ ۳۔ ایسی عورت جو وضع و طور سے کتابیہ معلوم ہوتی ہو لیکن صدقیں اُس کے عقائد کتابوں کے سے ہوں، اسلئے اسرائیلیوں کو غیر اسرائیلیوں سے نکاح کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ جمع ۲۴ استمارہ ۱۔ ۴۔ غرا ۹ و ۱۔

أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا

(اس (عدت) میں) زیادہ حقدار ہیں بشرطیکہ اصلاحِ حال کا قصد رکھتے ہوں ۹۸۴

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ

اور عورتوں کا (بھی) حق ہے جیسا کہ عورتوں پر مردوں کے حقوق (مقرر) ہیں دستور (شرع) کے موافق اور مردوں کو

عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ الطَّلَاقُ

ان کے اوپر ایک گونہ فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے بڑا حکمت والا ہے ۹۸۵ طلاق تو وہ ہے

مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ

بار کی ہے پھر (بعد اس کے) یا تو قاعدہ کے مطابق (بیوی) کو (نکاح میں) رہنے دینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا

اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو مال تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو ۹۸۶

إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ

ہاں کبھی ایسا ہو کہ (خود) میاں بیوی کو احتمال ہو کہ اللہ کے حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے سو اگر تم کو یہ احتمال ہو

أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا

کہ اللہ کے حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں پر اس مال کے بارے میں کوئی گناہ نہ ہوگا

افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ

جو عورت معاوضہ میں دیدے یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حدود ہیں سو ان سے باہر نہ نکلنا،

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

اور جو کوئی اللہ کے مقرر کئے ہوئے حدود سے باہر نکل جائے گا سو ایسے لوگ ہی تو ہیں جو ظلم کرنے والے ہیں ۹۸۷

ع ۲۸ ۱۲

معارف

سے دُہرایا جائے، دھوئی ہی نہ ہے گا، دلیل رہ جائے گا۔ قرآن بھی اسی جاہلیت ہی کے ایک معاملہ کی تردید میں ہے، وہی مردوں کی طرح اپنے حقوق رکھتی ہے۔ اب وہ عائلی زندگی دُوسرے دھوکی کی مزید میں ہے وہ رکاک اطلاق کو بدلے کر دونوں احساسِ مساواتِ طلاق و مساواتِ کامل ہیں، لہٰذا مرد کو عورت پر ترجیح دی گئی ہے۔ درجۃ۔ قرآنی لفظ درجہ ہے مرد کو عورت پر ترجیح و فضیلت حاصل ہے۔

حکیم۔ لیکن ساتھ ہی وہ بڑا حکمت والا بھی تو ہے، اس لئے وہ وہی احکام دیتا ہے جو بے شمار مکتوں اور مصلحتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ بندوں پر جو احکام دیتا ہے ان کی بہتری کی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے، طلاق سے یہاں مراد طلاق رجعی ہے۔ دو بار تک الفاظ طلاق ادا کرنے پر رجوع کر لینے کی گنجائش باقی رہتی ہے ۹۸۳ یعنی دو بار یا تین مرتبہ سے الفاظ طلاق ادا کرے، یا خاموش رہے، دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی، اور اب غیر کسی دُوسرے شوہر سے نکاح کئے اور طلاق پائے، اس پہلے شوہر سے نکاح درست رہے گا۔ تو ایک صورت تو یہ ہوئی کہ اب طلاق کو مکمل اور قطعی کر دیا جائے۔ اور دُوسری صورت یہ ہے کہ تیسری گنجائش سے طلاق واقع ہو جائے گی، اور اب غیر کسی دُوسرے شوہر سے نکاح کئے اور طلاق پائے، اس پہلے شوہر سے نکاح درست رہے گا۔ تو ایک صورت تو یہ ہوئی کہ اب طلاق کو مکمل اور قطعی کر دیا جائے۔ اور دُوسری صورت یہ ہے کہ تیسری گنجائش سے عائلہ اٹھا کر طلاق واپس لے لی جائے، اور تعلق زناشوئی از سرِ نو قائم ہو جائے۔ فَإِمْسَاكٌ۔ یعنی اس پہلی طلاق پائی ہوئی بیوی کو رجعت کر کے پھر اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ بِمَعْرُوفٍ۔ یعنی فراخدلی و خوش دلی سے، تفصیلی احکام طلاق کتب فقہ میں ملیں گے۔ تسریح بإحسان۔ یعنی طلاق دے تو اچھی طرح سے، جس طرح طلاق دینے میں شوہر کی رجعت کر کے پھر لینے کی مصلحت مضمر ہے، اسی طرح عورت کی حالت کا لحاظ رکھنا ہے، اس کی بے حرمتی کسی حال میں نہ ہونی چاہئے۔ مرتین۔ یعنی طلاق دینے سے مقصود رجع ہونا ہو، شوہر کو عورت کی حالت پر رحم آ جائے، اور وہ اس کی طرف رجوع کر لے، اور اگر طلاق دینے سے مقصود عورت کو ایذا پہنچانا ہو، تو طلاق کا قول ذلیل سے منسوخ کر دیا جائے، اور ان کا نام صالحہ حقوق الزوجین رکھ دیا جائے ۹۸۵ تہذیب عائلی پر ہر ناروا میں محبت عمیق سے اہل اور تمام تر مخلوط عورت کی رہتی ہے، اور اہل کو اس دھوکوں کی عملی تردید بھی ہوتی رہی ہے۔ تہذیب جدید کے انہی نے بنیاد معروضوں میں سے ایک دھوئی یہ بھی ہے کہ مرد عورت مرتبیت اور ہر اعتبار سے ہم درجہ ہیں۔ محض دھوئی کہنے ہی کفر

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي
سننے والا۔ جاننے والا ہے اللہ تمہاری قسموں میں سے لایعنی (قسم) پر تمہارا مواخذہ نہیں
أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ
کرے گا البتہ تم سے اُس (قسم) پر جو تم نے دل کر کے کھائی ہو (اس پر تمہارا مواخذہ ہوگا) اور اللہ
وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ
اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے بردبار ہے ۝ جو لوگ اپنی بیویوں سے (قسم کھا کر) الگ
نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۚ فَإِنْ فَآءُو
رہتے ہیں ان کے لئے مہلت چار مہینے کی ہے پھر اگر یہ لوگ رجوع
فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا
کر لیں تو اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے ۝ اور اگر طلاق (ہی) کا پختہ ارادہ
الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَالْمُطَلَّقَاتُ
کر لیں تو اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ۝ اور طلاق دی ہوئی
يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ
تین مدتوں تک رکے رہیں ۝ اور ان کے لئے
لَهُنَّ أَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ
جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے پیٹ میں پیدا کر دیا ہے اسے وہ چھپائیں رکھیں
إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ
اگر وہ ایمان رکھتی ہیں ۝ اللہ اور روزِ آخرت پر ایماں رکھتی ہیں ۝ اور ان کے خاوندوں کو

مول

عرصہ لکھا ہے اور قاعدہ) لیکن ایک دوسرے معنی کا جواب بالکل کے بھی ہیں اور یہاں بھی یہ معنی درست ہیں۔ اے حاضر آلہا اسحقہ علیہ السلام عادۃ علی الام (زمخشری) فقہاء نے اس لفظ سے یہ قاعدہ نکالا ہے کہ جس کام کی قسم کھائی ہو اگر اس کام کو کرنے پر قدرت ہی نہ ہو تو قسم ہی منعقد نہیں ہوتی۔ چنانچہ اگر قسم کھائی کہ آج میں فلاں شخص سے ملوں گا اور وہ شخص مر چکا ہو تو قسم منعقد ہی نہیں ہوئی۔ ۹۸۳ یَمِیْنٌ۔ خود ہے ۹۸۴ اَللّٰغْوُ۔ خوب جاننے والا۔ اسلئے تم پر بات سوچ سمجھ کر نہ بولنا لغو۔ ۹۸۵ عَلِیْمٌ۔ یعنی گرفت انہیں پر ہوتی ہے جن کے جھوٹ کی آمیزش ان میں بالقصد کی گئی ہے۔ تحریف بیجا ہوئی۔ اُٹھی پردہ اور گر گیا ہے۔ اردو میں بیاس میں کوئی کپڑا ہے۔ یا اللَّغْوُ۔ وہ کلام جو بے فائدہ ہو۔ یا اَلْاَدْنٰی۔ مراد ان قسموں سے ہے، جو عادۃً زبان سے نکل جاتی ہیں، اور جن کی آمیزش ان میں بالقصد نہیں ہوجاتی ہے۔ فقہاء نے اس رعایت کی بنا پر اس قسم کی کئی قسمیں گنا دی ہیں۔ ان کا تعلق ماضی کے اقعات سے بھی ہو سکتا ہے اور آئندہ کے ارادوں سے بھی۔ ان کی تفصیلات اُدلان کے احکام کتب مفصلہ میں ملیں گے۔ ۹۸۶ یُؤَاخِذُکُمْ۔ وہ مؤاخذہ نہیں ہوگا جو ناپختہ ارادے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی مؤاخذہ کا ذکر ہے کہ اُس سے لازمی طور پر مؤاخذہ ہوگا۔ یعنی اُس کی تفصیلات اُدلان کے احکام کتب مفصلہ میں ملیں گے۔ ۹۸۷ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ۔ وہ مؤاخذہ ہوگا جو پختہ ارادے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی مؤاخذہ کا ذکر ہے کہ اُس سے لازمی طور پر مؤاخذہ ہوگا۔ یعنی اُس کی تفصیلات اُدلان کے احکام کتب مفصلہ میں ملیں گے۔ ۹۸۸ حَلِیْمٌ۔ وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ چنانچہ اسی سزا کا ایک شعبہ یہ بھی ہے کہ اگر تم عرصہ میں اگر قسم کھا بیٹھے تھے کہ اپنی بیویوں سے بستری نہ کریں گے۔ اصطلاح میں اس کو ایلاء کہتے ہیں۔ لاختلاف لہ قدا خوذ بہ الیمین علی ترک الجماع (حماص) شریعت اسلامی نے اس پر بھی اس کو ایلاء کہتے ہیں۔ ۹۸۹ ایلاء۔ عرب جاہلی میں جو احکام جنیئے بیاں کا ادکر رہے ہیں کوئی عورتوں کو اس سے ستاتے تھے کہ اپنی بیویوں سے بستری نہ کریں گے۔ اصطلاح میں اس کو ایلاء کہتے ہیں۔ لاختلاف لہ قدا خوذ بہ الیمین علی ترک الجماع (حماص) شریعت اسلامی نے اس پر بھی اس کو ایلاء کہتے ہیں۔ اور اس باب میں جو احکام جنیئے بیاں کا ادکر رہے ہیں کوئی عورتوں کو اس سے ستاتے تھے کہ اپنی بیویوں سے بستری نہ کریں گے۔ اصطلاح میں

الکِتٰبِ وَالْحِکْمَةِ یَعِظُکُمْ بِهٖ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

تم پر اتاری ہے کہ اس سے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانے

اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

رہو کہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۝ اور جب تم طلاق دے چکو اپنی عورتوں کو

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ

اور پھر وہ اپنی مدت کو پہنچ چکیں تو تم نہیں اس سے مدد کرتے کہ وہ اپنے شوہروں سے

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ

نکاح کریں، جب کہ وہ آپس میں سب شرافت کے ساتھ راضی ہوں ۝ اس (مضمون)

یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ

سے نصیحت کی جاتی ہے تم میں سے اس شخص کو جو اللہ اور روز آخرت پر

الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَ

ایمان رکھتا ہے یہی تمہارے حق میں پاکیزہ تر اور صاف تر ہے اور اللہ جانتا ہے اور

اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ

تم نہیں جانتے ۝ جو مائیں اپنے بچوں کو

اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ ۭ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ

دودھ پلائیں پورے دو سال ۝ یہ مدت اس کے لئے ہے جو

الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

رضاعت کی تکمیل کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے، اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا

ع ۱۲ ۲۹ ۱۳

منزل

ہوئے پائے ۹۸۶۵ ان تعلیمات و ہدایات کی بڑی قدر دانی ہی کر سکتی ہے جو مومن کامل ہیں ۹۸۶۶ وہی جن کتنوں اور حقیقتوں کا علم ہمیں، ہمدواں، خدائے تعالیٰ کو ہو سکتا ہے، یا علم کے اتھی عقل کے اتھی گھوڑے سڑیں کرا

اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۔ یعنی مفید تر کیا، قابل عمل، آسان احکام، واقعی دنیاوی ہر اعتبار سے۔ شخصی سیرتوں اور اجتماعی مصلحتوں دونوں کے معیار سے۔ دوسرے مذہبوں کے برعکس اسلام جس نظام کو لے کر آیا ہے محض خیالی راہبوں، اگیوں، فلسفیوں کے لئے نہیں بلکہ نفس کشی و ریاضت کرنے والوں کے لئے نہیں۔ اس دنیا کے بھی معاشرے، اجتماعی فوائد کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کے قانون پر عمل کیا جائے۔ ذٰلِكُمْ۔ اے

الاحتیاط بہ والعمل بمقتضاہ (مدارک)۔ ۹۸۶۹ رضاعت اصل حق ماں کا ہے، اور ان سے بہتر کوئی مرضعہ ہو نہیں سکتی۔ پرانے طبیبوں اور نئے ڈاکٹروں اور ڈاکٹروں سب کو اس پر اتفاق کرنا پڑا ہے۔

یحمل الام احق بارضاع الولد هذه المدة (خصاص) الْوَالِدٰتُ۔ خواہ ان ماؤں کا نکاح باقی ہو یا طلاق ہو چکی ہو۔ اَوْلَادَهُنَّ۔ اس قید سے یہ صاف کر دیا کہ مراد مائیں ہی ہیں، مایاں دائیاں مراد نہیں۔ رضاعت کامل کے لئے دو برس کی مدت پر بھی طبیبوں کا اتفاق رائے موجود ہے ۹۸۸۰ یہی جو پورے رضاعت کی تکمیل کرنا چاہے اس کے لئے کم مدت کی بھی اجازت ہے

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ
پھر اگر وہ اسی عورت کو طلاق دے چکے تو اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے جب تک
زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کر لے پھر وہ (بھی) اسے طلاق دے دے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ
أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَ
پھر مل جائیں اگر دونوں گمان کریں کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم رکھ سکیں گے
تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٢٣٠﴾ وَ
اور یہی اللہ کے ضابطے ہیں۔ انہیں کھول کر ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں ﴿۲۳۰﴾ اور
إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ
جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی مدت کے پورے ہونے کو آ جائیں تو (اب) انہیں
بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ
خوبی کے ساتھ روک لو اور بھلائی کے ساتھ رہائی دیدو اور اس کو تکلیف پہنچانے
ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ
کی غرض سے نہ روکے رہو ہرگز اور جو کوئی ایسا کرے گا
نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا
تو وہ اپنی ہی جان پر
ظلم کرے گا اور اللہ کے احکام کو ہنسی تمسخر نہ بناؤ اور
نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ
اللہ کی نعمتیں
پر اوپر
یاد کرو اور اس کتاب و حکمت کو بھی جو اس نے

معروف

ہیں کو دیا ہے۔ اس سے تعین ہوتا ہے۔ عرب جاہلیت میں یہ دستور اور رواج چلا ہوا تھا۔ یہاں اسی طلاق اور دستور کی معاملت ہے۔ اور بتایا ہے کہ مرد جو کچھ اس میں پہلے دے چکے ہو، اس کے پیچھے اور واپس لینے کا کوئی حل نہیں۔ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا۔ علم معین اور مقدار سے ہے جو اور کسی کو نہ ملی ہو۔ لیکن عقیدہ العرنی الکی نے لمبے ہر اس مال کو جو مرد عورت کو دے چکا ہو۔ قال قوم ھو ما یصح ان یکون مھرًا اطلقا۔ حسن معاشرت حسن معاملت، حسن سلوک کی تاکید ہر صورت میں ہے۔ میاں اور بیوی کو ہر کھوٹی سی حرکت اسلوبی سے اس میں، یُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ وہ دونوں (یعنی میاں بیوی) ۹۵۵ یعنی حقوق زوجیت پورا ادا نہ کر سکیں مارے مواقعت کی کوئی صورت ہی اطراً آئے۔ خُلْعٌ وَّدَ الْبَيْنِ یعنی معاوضہ دینے کے عوض۔ مال دیکر چھڑا لینا۔ الخلع ھو اخذ مال لکل الزوجہ او غیرھا (جصاص) ۹۵۵ یعنی بیوی اگر قریب قریب کے لئے اور شوہر سے طلاق حاصل کرنے کے لئے اپنے اوپر سے مہر یا اس کے کچھ حصے دستبردار ہو جانا چاہے، تو یہ بھی ایک ناگوار صورت ضرور ہے لیکن اضطرار حرمت ہٹا دیتا ہے۔ اور اس مال کو خود کیا شوہر کے لئے درست ہو گا۔ طلاق کی مزید تفصیل اور احکام مع کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملے گی۔ مسئلہ تفاریق کی بیان القرآن میں بھی کلام مسطور ملے گا۔ طلاق کے مارے صورت طلاق ہوئے اور اس کے طلاق مائل کے درجہ پر رکھے جو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے صحابیوں اور شریح، اور ابی سلمہ قاضی شریح اور ابراہیم نخعی اور مسروق جیسے تابعین سے تک متفق حصاص نے نقل کیا ہے، اور اس کو فقہا کا متفقہ قول بھی قرار دیا ہے۔ وھو قول فقہاء الامصار لا خلاف بینھم۔ مقدار کے باں ایک سخت بے جا پکڑ ہے جو کسی آیت صریح میں مذکور نہیں۔ اور نہ کسی حدیث صحیح میں۔ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٢٣٠﴾ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ

مقدار

مقدار کے بارے میں ایک سخت بے جا پکڑ ہے جو کسی آیت صریح میں مذکور نہیں۔ اور نہ کسی حدیث صحیح میں۔ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٢٣٠﴾ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ

أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي

یہ پہنچ جائیں ۸۹۰ تو تم پر اس باب میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے بارے

أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

میں بھلائی کے موافق کریں، بشرطیکہ تمہارے سامنے ۸۹۱ اور جو تم کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ

اور تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں کہ تم اس (پر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں

النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ

کوئی بات اشارۃً کہو یا (بارادہ) اپنے دلوں ہی میں پوشیدہ رکھو ۸۹۲ اللہ کو تو علم ہے کہ تم ان عورتوں

سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا

کا ذکر مذکور کرو گے ۸۹۳ اللہ سے کوئی وعدہ جیسے (بھی) نہ کرو ۸۹۴ مگر ہاں کوئی بات

أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ

عزت و حرمت کے موافق (جیسا تو کہہ دو ۸۹۵ اور عقد نکاح کا عزم اس وقت تک نہ کرو جب تک

النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ

کہ معیاد مقرر اپنے حد کو پہنچ جائے ۸۹۶ اور جانتے رہو کہ جو کچھ

اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا

تمہارے دلوں میں ہے، اللہ اسے جانتا ہے ۸۹۷ سو اس سے ڈرتے رہو اور جانے رہو

أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَّلِيمٌ ۝ لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

کہ اللہ بخشنے والا ہے، سزا نہ دینے والا ہے ۸۹۸ تم پر کوئی گناہ نہیں

ع ۱۴

فِي مَا عَرَّضْتُم بِهِ ۔ یعنی نکاح اور متعلقات نکاح کی تحریریں بھی جو شرعاً جائز ہوں۔ بِالْمَعْرُوفِ ۔ جو بھی کارروائی ہو قانون شریعت کے موافق کے باہر نہ ہو ۸۹۲ چنانچہ کوئی بات خلاف شریعت اگر جو کر دو گے یا اُسے ہونے دو گے تو اُس کے ذمہ دار قرار پاؤ گے، مشرک قوموں نے اپنے جداؤں سے علم کامل اور احسری کی نفی کی ہے۔ قرآن مجید نے ان صفات کے اثبات میں ایک پہلو رد شرک کا بھی کیا ہے ۸۹۳ دوران عدت میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کوئی مرد کسی پیرایہ سے نکاح کا ارادہ اپنے دل میں قائم کرے، اور بیان پر لائے، یا اگر لائے بھی تو محض اشارۃً و کنایۃً۔ صراحت کے ساتھ البتہ احادیث اس باب میں ۸۹۴ (سو محض تذکرہ کی حد تک تو کوئی مضائقہ نہیں، یہ معنی مطلب اخری ہے کہ جو عورت دل میں بس جاتی ہے، مرد ادھر اُدھر گھوم گھما کر اس کا ذکر ضرور لاتا ہے، اور اس کا تذکرہ چھیڑنے کا سا ڈھونڈ نکالتا ہے۔ آیت کا یہ ٹکڑا میں اسی طریقہ تسری کا تو جاں ہے ۸۹۵ دوران عدت میں عورت سے وعدۂ عقد کر لینا، علانیہ۔ سہی، مطلوب رد اسے بھی حائز نہیں۔ اور یہ ٹکڑا اسی حکم کی تاکید کے لئے ہے۔ مِسِرًّا، بتر

مدارک

کے عام معنی جو راز کے ہیں، ظاہر ہیں۔ جمہور مفسرین نے وہی قول کئے ہیں۔ لیکن ایک مجازی معنی خود نکاح کے بھی ہیں اور ابن سید اللغوی، فراء الحوی وغیرہما نے یہاں اس کے یہ نکاح ہی کا سمجھا ہے۔ وکنی عن النکاح بالسر (راغب)، ومن المجاز السر النکاح وقال ابن السید وھو کنایۃ عنہ (تاج)، وھو ان یصف احد ھو عنہ للمرأۃ فی عدتھا فی النکاح ویدہ فی القرطبی تاج) اِس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا "اللہ ان سے وعدۂ نکاح۔ کرو" ۸۹۶ اور وہ عزت و حرمت کے ساتھ کہنا ہی ہے کہ جو کچھ بھی کہنا ہو اشارۃً و کنایۃً ہی کہا جائے۔ کہ صراحت ۸۹۷ یعنی ختم عدت سے قبل عزم نکاح کر لینا بھی درست نہیں۔ عزم سے مراد قصد مصمم و قطعی ہے۔ ۸۹۸ سو جو امور ناجائز ہیں ان کے ارتکاب کا عزم بھی اس کے حکم میں ہوتا ہے ۸۹۹ غَفُورٌ (چنانچہ تو بہ کے بعد نافرمانوں کو بھی معاف کر دیتا ہے) حَلِيمٌ، چنانچہ بہت دفعہ نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دے دیتا ہے)۔

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا

موافق دستور کے ہے کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا بجز اس کی برداشت کے موافق کسی

تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَ

ماں کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے بچے کے باعث اور نہ کسی باپ کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے

عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ

بچے کے باعث اور اسی طرح (کا انتظام) وارث کے ذمہ بھی ہے پھر اگر دونوں (ماں باپ)

تَّرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ

رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑا دینا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر

اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ

تم لوگ اپنے بچوں کو (کسی اور دائی سے) دودھ پلانا چاہو تو بھی

عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا

تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم (اُن کے) حوالے کر دو جو کچھ انہیں دینا ہے موافق دستور کے اور ڈرتے رہو

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَ

اللہ سے اور جانے رہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا خوب دیکھنے والا ہے اور

الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ

تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیویاں اپنے آپ

بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ

کو چار مہینہ اور دس دن تک روکے رکھیں عدت پھر جب وہ اپنی عدت

مدلل

۹۸۸۱ مرصہ کی تنہا اور کھانے کپڑے کی دستہ داری سر حال مائے سر ہے۔ اور مرصہ عام حالات میں ماؤں ہی کے سر ہے۔ خواہ وہ مائیں ہوں قیدِ نکاح میں ہوں یا قیدِ عدت میں۔ بِالْمَعْرُوْفِ۔ یعنی عرف جاریہ کے موافق، جو کسی قاعدۂ شرعی کے خلاف نہ ہو۔ لے عیاً بِمَنْ فِی الْقُبُوْرِ وَالْمَرْدُوْدَةِ وَالْمَدْرَكِ، اے عالا الیکون مستکراً شرعاً مردودۃ (مدح) صفار نے لکھا ہے کہ اس کھلانے پہنانے میں مرد کی وجہی حالت کا اعتبار کیا جائے گا لے لے۔ جتنے کام ایسے ہیں جن کا اس اسراف کی حاجت۔ یدل علیٰ ان الواجب من العفتہ والکسوۃ ھو علیٰ قدر حال الرجل فی اعسارہ ویسارہ (حصاص) ۹۸۸۲ (اور اس کے قرائے تزکیہ کے مناسب حال) چاہیے یہاں بھی رضاعت کا حکم ماؤں کو، کہ یہ چیز عورت ہی کے فرائض میں داخل ہے۔ اور مرصہ کو کھلانے پہنانے کی دستہ داری رکھی گئی ہے، باپ کے سر کہ یہ کمانا اور خرچ کرنا مرد ہی کی زندگی سے مناسبت رکھتا ہے۔ حریثاً کے درمیان درمیان کچھ لے آیا ہے اشارِ قرآنی کے حصر حیات میں سے ہے ۹۸۸۳ آیت میں تنبیہ ہے ماپ اور ماں دونوں کو، باپ کو تو زیر کردہ لڑکے کی ماں پر خواہ مخواہ سختی روا نہ رکھے اور ماں کو یہ کہ وہ لڑکے کے باپ سے خواہ مخواہ اجحت مالی مطالبے۔ کرے ۹۸۸۴ (حب باب، مدہ۔ ہو) اَلْوَلِیْ۔ وارث سے مقصی اصطلاح میں وہ قرابت ارحام مراد ہے جو بچہ کا شرعی وارث ہے۔ صِنْ ذٰلِكَ۔ یعنی جس طرح باپ پر بچہ کی ماں کا حفظ حقوق واجب اسی طرح باپ کے بعد اپنے قریب ترین عزیزوں پر بھی واجب ہے بعلیٰ مثل ملطف والد الطفل من الاخ علی والدۃ الطفل والقیام بحقوقھا وعدم الاضرار بھا (اس کثیر وجہ قول المجہود وقد استقصی ذلک اس حریری تفسیر۔ اس کثیر) ماپ کے مرنے ہوئے بچہ کی پرورش کا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہے۔ اور جب باپ مر جائے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ مال کا مالک ہے تب تو اسی مال میں اس کا خرچ ہوگا۔ اور اگر مال کا مالک نہیں تو اس کے مالدار عزیزوں میں جو اس کے محرم ہیں یعنی اس بچہ سے اُن کا رشتہ ایسا ہے کہ دونوں میں سے ایک کو مرد اور ایک کو عورت فرض کریں تو باہم نکاح درست نہ ہو، اور محرم ہونے کے علاوہ ترکہ اس کے مستحق میراث بھی ہیں۔ پس ایسے محرم وارث رشتہ داروں کے ذمہ اس کا خرچ واجب ہوگا اور ان رشتہ داروں میں مال بھی داخل ہے۔ مثلاً ایک ایسے بچہ کی ایک ماں ہے، ایک دادا ہے تو اس کے خرچ کا ایک ثلث ماں کے ذمہ ہے اور دو ثلث دادا کے ذمہ۔ کیونکہ وہ دونوں محرم بھی ہیں اور بچہ کی میراث بھی اسی نسبت سے پا سکتے ہیں، (صفاری)۔ شیر خوار کے مصارف جو دوسروں پر واجب کئے گئے ہیں اس کی علت یہی ہے کہ بچہ ذاتِ خود اپنی پرورش کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس اشتراک علت سے قضاءً فیصلے یہ مسئلہ کالاحق کل مولود ماپاچ مردوں اور اہالعوں کے مصارف ان کے آقاؤں کے ذمہ ہیں۔ اور یہی مسلک حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے۔ وقد استدل بذلک من ذھب من المصنفۃ والمحصلیۃ الی وجوب نفقۃ الاقارب بعضھم علی بعض وھو مروی عن عمر بن الخطاب وجمھور السلف (اس کثیر) ۹۸۸۵ تکمیل رضاعت سے قبل یعنی دو برس کی مدت کے اندر ہی) تَرَاضٍ۔ تَشَاوُرٍ۔ مقاتل نے لکھا ہے کہ ماں کو حد سے متصفت اور حق پرورش زیادہ ہوتا ہے، اس لئے اس قسم کے امور کو بھی باپ کی رائے پر نہیں چھوڑا گیا۔ مگر ماں کی رائے اور رضامندی کی بھی شرط لگادی گئی۔ مفسر تھانویؒ نے لکھا کہ اجماعی دستور کی ضرورت یہ ہے کہ حق بچہ کی مصلحت پر نظر کر لیں ۹۸۸۶ مقصد یہ ہے کہ بعض دفعہ ماں کو بھی باپ کی رائے پر نہیں چھوڑا گیا۔ مگر ماں کی رائے اور رضامندی کی بھی شرط لگادی گئی۔ مفسر تھانویؒ نے لکھا کہ اجماعی دستور کی ضرورت یہ ہے کہ حق بچہ کی مصلحت پر نظر کر لیں ۹۸۸۶ مقصد یہ ہے کہ بعض دفعہ ماں سے جھگڑ کر کسی اور سے رضاعت کرائے کی ضرورت یا مصلحت بھی پیش آجاتی ہے۔ چنانچہ جب ایسی صورت پیش آجائے تو کسی اتنا سے رضاعت کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ بالکل حائرہ ہے لشرطیکہ اجرت حسب قرارداد ادا کر دی جائے۔ بِالْمَعْرُوْفِ۔ یعنی حسب معاہدہ و قرارداد۔ بالمعروف کا عمومی تعلق سلسلہ قبیہ سے بھی ہو سکتا ہے اور اتنے قدر سے بھی ۹۸۸۷ (سائے احکام و اوامر کے ماسوا) یہاں اجمالاً یہی بات ہے کہ احیت نہ دے گی تو گنہگار ہوگے ——— معاملات جھگڑے ہوں یا نہ ہوں قرآن مجید کے سائے دائرۂ زندگی میں قدم قدم پر تقوائے الٰہی کو شعار راہ رکھا ہے ۹۸۸۸ انسان کو دو معاملی، مدوباتی پر لائے والی چیز صرف دینی جذبہ ہوتا ہے عفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا، اس کی ہمہ بینی، ہمہ حری کا استحضار اگر ہر وقت رہے تو کوئی لغزش ہونے ہی نہ پائے۔ قرآن مجید بار بار اسی حدہ کو حید ارکرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ مسلمان اپنی حالتی زندگی کی کسی سرل میں بھی اس طرف سے غافل نہ ہونے پائے ۹۸۸۹ (نکاح اور قریبی مقدمات نکاح سے) دُعا یہ کے شرائی اور عاشری مسائل میں طلاق کے حد بیوہ کا مسئلہ بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ بیوہ کے ساتھ دنیا کے کسی دوسرے دستور کے کوئی خاص اعتبار تا ہی نہیں ہے۔ مگر بعض مذہبوں نے تو ستی وغیرہ کو جائز کر کے بیوہ کو زندہ رہنے اور پوری طرح زندہ رہنے کا، سماگنوں ہی کی طرح زندہ رہنے کا حق عطا کیا ہے۔ اور یہ باب بھی، جہاں تک دنیوی مرتکوں کا تعلق ہے، اسلام کا ایک روشن ترین باب ہے۔ تَرَبُّصٌ۔ انتظار کی اس مدت کا اصطلاحی نام عدت ہے۔ طلاق کی عدت پورے تین ماہواری تھی۔ بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن یا کل ۱۳۰ دن تجویز ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں بیوہ کے لئے بناؤ سنگار سے احائرہ۔ بیوہ اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت تا وضع حمل ہے۔

قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَا
کھڑے ہو کر اللہ کے لیے فرمانبردار بن کر نہیں امن ہو تو تم پیدل ہی (نماز) پڑھ لیا کرو) یا سواری پر (پڑھ لو) پھر جب
اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا
تم امن میں آجاؤ تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جس کو تم جانتے
تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
(بھی) نہ تھے ﴿۲۳۹﴾ اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ
اَزْوَاجًا ۙ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ
جائیں (ان پر لازم ہے) ایسی بیویوں کے حق میں نفع اٹھانے کی وصیت (کر جانے) کی کہ وہ ایک
غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ
سال تک (گھر سے) نکالی نہ جائیں حاشیہ: لیکن اگر خود) نکل جائیں تو کوئی گناہ تم پر نہیں اس
مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
بات میں جسے وہ (بیویاں) اپنے باب میں شرافت کے ساتھ کریں ﴿۲۴۰﴾ اور اللہ زبردست
حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا
ہے ﴿۲۴۱﴾ اور طلاق والوں کے حق میں بھی نفع دیا جانا دستور کے موافق مقرر ہے ﴿۲۴۲﴾ یہ
عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
پرہیزگاروں پر واجب ہے ﴿۲۴۳﴾ اللہ اسی طرح تمہارے لئے کھول کر اپنے احکام بیان کرتا ہے
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا ۪ ۳۱
شاید کہ تم سمجھو ﴿۲۴۴﴾ کیا تجھے خبر نہیں ﴿۲۴۵﴾ ان لوگوں کی کہ جو اپنے گھروں سے ع ۱۵

ملاک

کا حکم اُس وقت تھا جب میراث کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے جب میراث کے مستقل احکام نازل ہو گئے اور تو ہر کے ترکہ میں ایک مستقل حصہ بیوہ کا بھی مقرر ہو گیا، تو ظاہر ہے کہ اس حکم وصیت پر عمل کا کوئی محل باقی نہ رہا ——— اسی کو مفسرین اسی اصطلاح میں نسخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک یہی احکام میراث کے نزول سے قبل شریعت نے بیوہ عورتوں کے لئے حسب ذیل حالتیں رکھی تھیں۔ (۱) وہ اگر شوہر ہی کے گھر رہنا چاہیں تو ایک سال تک انہیں کوئی نہ دخل نہیں کرے گا (۲) انہیں کہا گیا کہ اگر ابھی اس مدت تک شوہر ہی کے ترکہ سے فائدہ اٹھاتی رہیں گی (۳) وہ خود ہی اگر اپنی کسی مصلحت سے اس گھر میں رہنا نہ چاہیں، تو عدت ختم عدت ان کے لئے بالکل عار تھا، اور دوسرے حقوق کی طرح اس حق سے بھی دستبرداری کا انہیں حق حاصل تھا۔ مَتَاعًا۔ یہ لفظ اُٹھانا، کھلانا اور کپڑے اور سکونت مکان کے متعلق ہوگا۔ المتاع عام تامل للاطعام والاسکان جمیعاً (روح) یہ وہ عربیہ، طہور اسلام کے وقت یوں بھی ہر مہ سب میں کس مہرسی میں پڑی ہوئی تھی۔ اور عرب جاہلیت میں تو کوئی اس کی بات پوچھے کا بھی روادار نہ تھا۔ اسلام ہی نے آکر دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بیوہ کی عزت اور اس کے حقوق کی نصرت کی ———

مشترکہ معنوں میں تو بیوگی اور بیوگست مترادف تھیں، اور بیوہ کو گھر بھر کی تحقیر و لعن کا ہدف بنا دیا تھا ﴿۲۱۲﴾ مثلاً یہی نکاح یا نکاح کی بات چیت۔ مِنْ مَّعْرُوْفٍ کی قید نے اسے واضح کر دیا کہ وہ کارروائی کہ کسی صالطہ شریعت کے خلاف ہو گی۔ مثلاً قانون عدت کی خلاف ورزی اور کسی آئین اخلاق کے منافی ﴿۲۱۳﴾ عَزِیْزٌ۔ یاد دلایا کہ وہ بڑا قدرت والا ہے، سوا ایسے کے حکم کی خلاف ورزی کسی بزرگ سے نہیں ہو سکتی۔ حَکِیْمٌ۔ یاد دلایا کہ اس کے احکام سارے کے سارے، قریب و بعید، جلی و خفی، مصالح تشریعی کے جامع ہوتے ہیں ﴿۲۱۴﴾ (کسی کسی درجہ میں) مطلب یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق دی جائے۔ یہ ہو کہ اسے سگا بوجھ کر کے ٹھکانا سا، اسی وقت گھر سے نکال دیا جائے، بلکہ ایک مدت تک اس کی آسائش کا خیال اور اس کی ضروریوں کی کفالت شوہر کے ذمہ ہے۔ مقتضائے حدیث دست کی روشنی میں ایک ساہی کی مدت معہر کی ہے کہ اتنی مدت تک کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام شوہر پر واجب ہے مطلقہ پر تینوں طلاقیں اگر ابھی نہیں پڑی ہیں، اور اگر پڑ چکی ہیں تو حسبہ کے ہاں حد بھی یہی حکم ہے ﴿۲۱۵﴾ عَلَی الْمُتَّقِیْنَ۔ یعنی مسلمانوں پر۔ کہ اس درجہ میں پرہیزگار سہر مسلمان ہوتا ہے۔ لے صفق الشرک (حر) علی عمل هل کان متقیا عن الکفر (کبیر) بعنی المومنین المتقین الشرک (سماں) ﴿۲۱۶﴾ (اور ان پر عمل کرو) مفسر تھانوی نے یہاں یہ حُسن کھا ہے کہ ان احکام طلاق وغیرہ میں اتقوا اللہ اور حدود اللہ اور عزیز حکیم اور بصیر اور سمیع علیم اور هم الظلمون اور فقد ظلم نفسه وغیرہ کا اس کثرت سے آنا، جو سب محالفت پر وعیدیں ہیں، اس امر پر دلیل قطعی ہیں، کہ یہ سب احکام شریعت میں مقصود اور واجب ہیں، محض مشورہ کے طور پر نہیں ہیں کہ اُن میں تنسیم و تبدیل کا ہمیں حق و اختیار حاصل ہے ﴿۲۱۷﴾ (لے مخاطب) الم تر۔ عربی میں یہ طرز خطاب ایسے موقع پر آتا ہے جب مخاطب کو کسی ایسے اہم اور معروف واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ رؤیت سے ہمیشہ چشم بصارت سے دیکھنا مراد نہیں ہوتا بلکہ وہم و تخیل اور غور و فکر اور عقل کی راہ سے بھی مطالعہ و مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اس فعل کا صلہ الی کے ساتھ آتا ہے، تو کوئی مقصود کو کوئی نتیجہ کار یا عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ واذا عدی رأیت بالی اقتضی معنی المطر المؤدی الی الاعتبار (اف)

إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا
کہ تم اس بیویوں کو جنہیں تم نے ہاتھ لگایا اور نہ اُن کے لئے مہر مقرر کیا
لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ
طلاق دے دو اور دست والے کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق ہے اور تنگ دست والے
وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى
کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق اچھے (یعنی جو شرافت کے موافق ہو) دینا (واجب) ہے
الْمُحْسِنِينَ ۝ وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن
خوش معاملہ لوگوں پر ۝ اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی ہے قبل اس کے کہ انہیں
تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ
ہاتھ لگایا ہو، لیکن ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے ہو تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہے
مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ
اس کا آدھا واجب ہے مگر اس صورت کے کہ (بیاہ) وہ عورتیں معاف کر دیں۔ یا وہ (جا
عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا
حق معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور اگر تم (بیاہ حق) معاف کر دو تو یہ بہت ہی قرین تقویٰ ہے
تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
اور آپس میں سلوک و احسان کو نہ بھلا دو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ یقیناً اس کا خوب دیکھنے والا ہے
حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ
(سب ہی) نمازوں کی پابندی رکھو۔ اور خصوصاً درمیانی نماز کی ۝ اور اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ کھڑے رہا کرو

منزل

والاحسان اما عاملہ وحسانا تاکید (حصاص) اے عمل المحلیین (مدارک) ۹۰۳ طلاق کی ایک صورت وہ تھی جو اوپر بیان ہو چکی یعنی۔ مہر طے ہوا تھا اور ابھی خلوت ہوئی تھی کہ طلاق ہو گئی۔ دوسری صورت اب بیان ہو رہی ہے کہ مہر تو معین ہو چکا تھا۔ لیکن خلوت نہیں ہوئی تھی کہ طلاق ہو گئی۔ عام قاعدہ ایسے موقع کے لئے یہ ہے کہ مہر مقرر کا نصف مہر کے دینا واجب لازما ہو گا۔ لیکن دو صورتیں اس حکم عام سے استثناء کی ہیں۔ ایک یہ کہ بیوی اپنے حق سے تمام تر دستبردار ہو جائے اور نصف مہر بھی نہ لے۔ اور دوسری صورت یہ کہ شوہر اپنے حق سے دستبردار ہو جائے، یعنی جو نصف مہر اُسے واپس کرنے کا بیوی کو اختیار تھا اُسے بھی وہ نہ لے اور سارے کا سارا نصف کے پورا مہر دلوا کرے۔ یَعْفُوْنَ۔ عورت پاساختی معاف کر دے، اور اس کا حق ہے وہی مہر معین کا نصف۔ گویا عورت مہر تمام تر چھوڑ دے۔ یَعْفُوَ۔ صاحب عقدہ۔ تعداد مہر اگر معین تھی، حساب اس کا نصف ظاہر ہے۔ اگر تعداد معین نہ تھی تو فیصلہ مہر مثل پر ہو گا (یعنی خاندانی مہر) الَّذِي فِي يَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ یعنی جو نکاح کی گرہ کے دو سرے جوڑے رکھنے کا اختیار رکھتا ہے مراد شوہر ہے۔ یہ الفاظ اس پر دلالت ہیں کہ معاہدہ نکاح میں شریک حال کی حیثیت شوہر ہی رکھتا ہے ۹۰۴ قانون اور ضابطہ الٰہی بھی بیان ہو چکا ہے کہ شوہر طلاق کی اس صورت میں نصف مہر روک سکتا ہے، اسے معاً اخلاق کے اصل و اعلیٰ مقام کی طرف رہنمائی کر دی گئی کہ حق وصول کرنے سے کہیں ستر در تر اس حق کا معاف کر دینا ہے۔ حاصل مرتب مسائل اصل مقالوں و اخلاق کا یہ مسلسل استراج قرآن کے مسوی گرات میں سے ہے ۹۰۵ جمیع طلاق کے موقع پر بھی جو تعلقات کی بقا کا سبب ہیں، اس کے اختتام و انقطاع کے اعلان کا نام ہے۔ ما بھی جس سلوک، مروت، رعایت سے نہ چوکو۔ آیت سے صاف اشارہ ادھر چل رہا ہے کہ کسی ماحو شکوار واقعہ کے بیتیں آمادے سے صحت قدیم، محت سابق کے حقوق زائل نہیں ہو جاتے۔ بلکہ حالت طیش و ناگواری میں بھی لحاظ تقویٰ اور حسن اخلاق اور عفو و احسان کا برابر رکھا جانا چاہیے۔ وَلَا تَنْسَوْا۔ نسیان یہاں بھول کے معنی میں نہیں، کہ وہ تو غیر اختیاری ہے، بلکہ ترک کرنے اور نظر انداز کرنے کے معنی میں ہے۔ قال ابو محمد والنیال ھما القرآن (ابن تیمیہ) ۹۰۶ سو اس کے ہاں تمہاری کوئی سی نیکی بھی، کسی درجہ اور کسی موقع کی ہو، رائیگاں نہ جائے گی ۹۰۷ اوپر سے دکر برابر بیویوں کے حقوق و مطالبات کا چلا آرہا تھا اور آگے پھر یہی ذکر چلے گا۔ درمیان میں احکام نماز سے متعلق آگئے۔ یہیں اس حقیقت پر ایک بار اور توجہ دلا دینا ہے کہ اسلام میں معاشرت و معاملت، قانون و اخلاق کے مسائل جداگانہ الگ نہیں۔ اور نظام شریعت میں خالق کے حقوق اور مخلوق کے حقوق دوش بدوش چل رہے ہیں۔ حافظوا علی الصلوات، محققین نے محافظت صلوٰۃ کے تین درجے قرار دیئے ہیں۔ ادنیٰ یہ کہ مارو قت پر پڑھی جائے اور فرائض و واجبات ترک نہ کئے جائیں۔ اوسط یہ کہ جسم بہ طرح طہارت ظاہری سے آراستہ ہو، طہیمت اہل حلال کی جو گہر ہو، دل میں خشوع و خضوع ہو، جسم و جسمانیات کی پوری رعایت ہے۔ اعلیٰ یہ کہ مارگویا حق تعالیٰ کے مواجہ میں ہو رہی ہے۔ اس قدر حضور قلب و استغراق ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی۔ اس درمیانی نماز کے کیا مراد ہے؟ اکثر ائمہ تفاسیر نے نماز عصر مراد لی ہے اور یہی معنی ابن جریر میں حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہؓ صحابیوں اور تتادہ و ضحاک تابعین اور امام احمد حنبلؒ سے مروی ہوئے ہیں۔ لیکن ابن جریر ہی میں دوسرے معنی، نماز ظہر اور نماز مغرب اور نماز فجر کے بھی اسی پایہ کے حضرات سے منقول ہیں۔ بعض نے بعض صحابہ کا نام لیا اور امام ابو حنیفہؒ امام مکیؒ سے مروی ہوئے ہیں۔ بسلوبہ رد و بدکر یہ تفسیر کی جا سکتی ہے کہ ہر بار جو کہا اسی جگہ پر عبادت و صلوٰت کا درجہ متوسط ہے، اور پھر ہر نماز کے ادھر اُدھر کچھ نمازیں بھی ہوتی ہیں، مارو سطیٰ کا اطلاق ہر نماز پر ہو سکتا ہے، اور اس سے کسی خاص وقت کی نماز مقصود نہیں۔

۹۳۲ یہ سب حضرت شموئیل نے کچھ تو اپنی فراستِ ایمانی سے فرمایا، اور کچھ اپنی قوم کی افتادِ طبیعت کے جحروں کی بنا پر۔ عسیتم الا تقاتلوا کے معنی یہ کہ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تم لڑو گے۔ یعنی اتوقع جملہ عن القتال کظن ھل عسیتم ہیں ھل تاکید بکلام کے لئے ہے۔ اراد بالاستفہام التقریر والتشبیہ ان المتوقع کائن (کلھ) ۹۳۳ وہ لوگ بولے، کہ راہ بھلا یہ بھی کہیں ممکن ہے۔ حکم شرعی سے قطع نظر ہم لوگ اتنا ظلم اور ستائے ہوئے بھی تو ہیں۔ اس وقت فلسطینیوں کی جو شدید اور بے پناہ دیرینہ اسرائیلیوں پر چیرہ دستی تھی اور اسرائیلیوں کا ملک جس بے اندازہ حد تک ان کے ہاتھوں تاراج ہو رہا تھا اس کی تفصیلات قدیم اسرائیل موضوع جو ریفس کے صفحات اور پیروؤں کی دوسری تاریخوں میں ملتی ہیں۔ توریت بھی ان سرکرائیوں کے ذکر سے بالکل خالی نہیں، ایک جگہ ہے۔ "اور جب وہ باہم مقابل ہوئے تو اسرائیل نے فلسطیوں سے شکست پائی۔ اور انہوں نے اُن کے لشکر میں سے قریب چار ہزار آدمی کے مارے۔" (۱۔ سموئیل ۴:۲) اور دوسری جگہ ہے۔ "سو فلسطی لڑے، اور وہ بنی اسرائیل سے شکست کھائی، اور ہر ایک اپنے اپنے ڈیرے کو بھاگا، اور بڑی نہایت بڑی خونریزی ہوئی کہ تیس ہزار اسرائیلی ماوے سے پڑے، اور صندوق خدا کا صندوق لوٹا گیا۔" (۱۔ سموئیل ۱۰:۴) ۹۳۴ آخر اُن کے بی کا کہا اُن کے آگے آیا۔ اور بنی اسرائیل اتنے دھڑوں کے مادہ پرست، بیحس اور بزدلی کا شکار ہو کر رہے۔ حویفس کی مشہور تاریخ انگلستان میں لکھا ہے۔ "اُن پر دہشت طاری ہو گئی۔ یعنی بہاڑوں میں چھپ گئے، بعض نے زیر زمین غاروں میں پناہ لی، اور بہت سے لوگ تو اپنا ملک چھوڑ کر دیارِ غیر کے بدان عبور کر گئے۔" (باب ۹، فصل ۶، نقرہ ۱) ۹۳۵ (اور اُن کی سراسیمگی پوری طرح قائم

الَّذِيْنَ سے یہاں مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، یعنی اللہ کے نافرمان بندے۔ ھم الذین ظلموا بامضھم عند القتال وترک الجھاد (موح) ۹۳۶ طالوت بن کش تاریخ میں قوم اسرائیل کے پہلے اوشاہ تسلیم کئے گئے ہیں۔ زمانۂ حکومت ۱۰۵۰ ق۔م تا ۱۰۱۲ ق۔م۔ یہ وہی ہیں جنہیں کا ذکر توریت میں ساؤل Saul کے نام سے آیا ہے۔ توریت میں ان کی نفسِ حکومت کا ذکر حسب دستور طوالت کے ساتھ موجود ہے۔ "اور جو دن سے ساؤل کے آنے سے ایک دن پیشتر سموئیل کے کان میں کہا ہوا تھا کہ کل اسی وقت میں ایک شخص کو بنیمین کی سرزمین سے تجھ پاس بھیجوں گا۔ سو تو اس پر تیل ملیو کہ وہ میری قوم اسرائیل کا حاکم ہو تاکہ میرے لوگوں کو فلسطیوں کے ہاتھ سے چھڑائے

سو جب سموئیل ساؤل سے وہ چار ہوا تو میں خدا نے اس کو کہا کہ دیکھ یہی شخص ہے جس کی بابت میں نے تجھے کہا تھا یہی میرے لوگوں پر بادشاہت کرے گا۔" (۱سموئیل ۹:۱۵-۱۷) ملگا یہاں ترکیب میں طالوت سے حال واقع ہوا ہے اور کمعک کا بھی۔ حاصل دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے یعنی کمال تعجب۔ مقصود ہی کی تکذیب میں، صرف اس کے قول پر کمال حیرت ہے۔ کیف وھی ایں، وھو انکار لتلک علیھم واستبعاد لہ (کشاف) الاستفہام حقیقی او للتعجب لا التکذیب نبیھم (موح) ایک عالم جلیل کی طرف سے اعتراض و انکار کا ذکر توریت میں بھی ہے۔ "بی حال لوے کہ یہ تمھیں ہم کو کس طرح بچائے گا۔ اور اس کی تحقیر کی۔ اور اس کے لئے مدیہ لائے۔" (۱سموئیل ۱۰:۲۷) سی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی امہ اولاد ہوں کی نسل بنی سابہ ۱۲ قرنوں یا قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان میں سب سے چھوٹا قبیلہ بنی یامین کا تھا، اور توریت میں تصریح ہے کہ طالوت اسی قبیلہ سے تھے (۱سموئیل ۹:۲۱) تو ایک وجہ تو ان کے حقیر سمجھے جانے کی یہی ہوئی۔ نسل و خاندان کی اہمیت حد طائفہ سے بڑھ جاتی ہے، تو بعد کو دں کی طرح ذات بات کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ اسرائیلیوں کا بھی ایسا عقیدہ ہو گیا تھا کہ نبوت جن مخصوص ہے قبیلہ ہی لاوی کا، اور ملوکیت جن مخصوص ہو قبیلہ یہوداہ کا۔ وکان فی بنی اسرائیل سبطان سبط نبوۃ وسبط مملکۃ ولم یکن طالوت من سبط النبوۃ ولا من سبط المملکۃ (ابن جریر) صیحے آج عام ہندوؤں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ کوئی شخص جو۔ برہمن ہو۔ چھتری، وہ اعلیٰ حاکم و سردار کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا اعتراض اسرائیلیوں کا یہ تھا کہ یہ مالی اعتبار سے بھی تو صاحب امارت کے لائق نہیں ——— جیسے ہندو کسی سے متعلق یہ اعتراض کریں کہ وہ برہمن اور چھتری۔ سہی۔ یہ شخص دلیل (صحاح، یا سامو کار) کہے دہ کا بھی تو نہیں۔ ۹۳۷ (اللہ کا انتخاب ظاہر ہے کہ ہر طرح پر حکمت و پر مصلحت ہی ہو گا) حضرت شموئیل ہی کے پہلا اور اصلی جواب تو یہی دیا کہ یہ انتخاب الٰہی میں عدالی ہے۔ اور اس لئے ہر طرح یہی مناسب و پر مصالح ہے، ایسا کہ تمہارا تو ذہن بھی ان باریک مصلحتوں تک نہیں پہنچ سکتا ۔ پھر بہر حال گو دیدہ گو یہ توریت میں اس مقام پر ہے۔ "اور سموئیل نے جماعت کو کہا کہ تم اُسے دیکھتے ہو کہ جسے خداوند نے چن لیا کہ اس کی مانند سارے لوگوں میں ایک بھی نہیں۔" (۱سموئیل ۱۰:۲۴) ۹۳۹ پھر شموئیل ہی کا دوسرا قول منقول ہے "آپ نے فرمایا کہ تم اپنے صیاسے سمجھ لو۔ تمہارے صیاسے سردار یوح میں بھی دو ہی چیزیں ہوتی ہیں عمدہ ہی۔ ایک یہ کہ اسے سپہ داری و ملک گیری کے فنون سے واقفیت ہونا چاہئے۔ سو وہ طالوت کو حاصل ہے۔ اور دوسرے خود اس کی جسمی قوت و توانائی، سو اس میں بھی وہ ممتاز ہے۔ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ۔ علم سے مراد یہاں وہی علوم و فنون ہیں جن کا تعلق ملک گیری و ملک داری سے ہے۔ ای علم الحرب (ابن عباس) لیتمکن بہ من حرفۃ الامور السیاسیۃ (موح) کان اعلم منی واسبل بالحرب والدبابات فی وقتہ (ملک) وَالْجِسْمِ۔ بسطۃ فی الجسم مراد ہے طالوت کی قدوقامت اور جاہت ظاہری میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر ہونے۔ لے الطول والقوۃ (ابن عباس) الطول من کل انسان بوامسہ ومنکبہ (مدارک) توریت کی وہی جوئی تفصیلات سے اُس کے طلبہ کو اندیشہ دس میں جو کچھ لیجئے۔ "بہت خوب جواں تھا۔ اور بنی اسرائیل کے درمیان اس سے خوبصورت کوئی شخص نہ تھا۔ یہ ساری قوم میں کاندھے سے لیکر اوپر تک ہر ایک سے اونچا تھا۔" (۱سموئیل ۹:۱) "اور وہ جب کہ جماعت کے درمیان کھڑا ہوا تو لوگوں سے لیکر اوپر تک سب لوگوں سے زیادہ لمبا تھا۔" (۱سموئیل ۱۰:۱۳) اور درازقامتی، اسرائیلیوں کے ہاں کوئی معمولی صفت نہیں، بڑی اہم اور مردی صفت سرداری کے لئے تھی۔ توریت کے صدوں کے بال کا معتد بہ حصہ مؤنث الوجود ہے، اس کی تصریح بالواسطہ ہو۔ "خداوند تبارک و تعالیٰ اپنی حکمت کا رول صرف اُس شخص پر کرتا ہے جو دانشمند ہو، متحمل ہو اور درازقامت ہو" Everyman's Talmud (صفحہ ۱۳۵) قرآن مجید کی اس ملاحت کے قران جائے، کہ اُس ضمامہ ہی ایسا رکھا، جس سے مذاقِ عامی کی جانب پُورا اشارہ ہو جائے۔ چنانچہ اہل تحقیق کا ایک گروہ اس حاصل گیا ہے کہ طالوت در اصل طولت تھا، اور طول سے مشتق۔ کان طالوت اسمہ بالعبرانیۃ ساؤل مشتق من الطول ہ طالوت الطولہ واصلہ الطولوت (موح) ۹۴۰ (کہ وہی مالک و مختار ہے، اور اُس کی بڑھائی انتظار کے سوا حق ہی ہوتی ہے) مُلْكَهُ۔ مُلک کی نسبت اپنی جانب کر کے اللہ نے بتا دیا کہ حقیقت میں وہی ملک سائبہ ٹھہرا، کما قیل لہ عربی من الطول واصلہ الطولوت (موح) ۹۴۰ (کہ وہی مالک و مختار ہے، اور اُس کی بڑھائی انتظار کے سوا حق ہی ہوتی ہے) مُلْكَهُ۔ مُلک کی نسبت اپنی جانب کر کے اللہ نے بتا دیا کہ حقیقت میں وہی ملک سائبہ ٹھہرا، کما قیل



منزل

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ
عمل کیئے تھے موت سے بچنے کے لئے، اور وہ ہزاروں ہی تھے ۹۲۵ تو اللہ نے

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ
ان سے کہا کہ مر جاؤ ۹۲۶ پھر اس نے انہیں جلا دیا ۹۲۷ بیشک اللہ انسانوں پر بڑا فضل

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَ
کرنے والا ہے ۹۲۸ لیکن اکثر انسان شکر نہیں ادا کرتے ۹۲۹

قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
اور اللہ کی راہ میں قتال کرو ۹۳۰ اور جان رکھو کہ اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے ۹۳۱

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ
کون ایسا ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے ۹۳۲ پھر اللہ اسے بڑھا

لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ
اس کے لئے کئی گنا کر دے ۹۳۳ اور اللہ ہی تنگی بھی کرتا ہے اور فراخی بھی برساتا ہے، اور تم سب

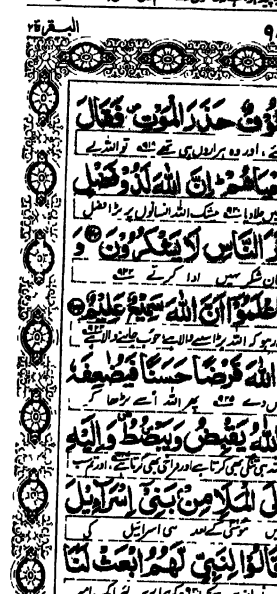
تُرْجَعُوْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۹۳۴ کیا تم نے غور نہیں کیا موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا
ایک جماعت کی ۹۳۵ جب کہ ان لوگوں نے اپنے ہی نبی سے ۹۳۶ کہا ہمارے لئے ایک امیر

مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ
مقرر کر دیجئے کہ ہم خدا کی راہ میں قتال کریں ۹۳۷ نبی نے کہا کہیں ایسا تو نہیں، کہ

منزل ۱

۹۱۸ (میں موتیع جہاد پر) حَذَرَ الْمَوْتِ۔ یہ تصریح ہے اس کی کہ اتنی بڑی تعداد میں یہ پے درپے گھروں سے نہ نکل جانا خاص امر اتفاقی۔ تھا امر کے خوف سے تھا۔ ذکر کسی قدیم قوم کا ہے۔ اور اشارہ کسی ایسے واقعہ کی جانب ہے جو حوالیٔ مخاطبین اول، اہل عرب کے لئے معروف و متعارف تھا۔ مفسرین نے مختلف قوموں اور مقامات کے نام لئے ہیں۔ لیکن ہے ان ہی میں سے کوئی صحیح ہو، لیکن ہے کہ ان کے علاوہ کوئی قوم و مقام ہو۔ پوری تحقیق انشاء اللہ مستقل بیان قرآنیات کا کوئی منظم کرے گا تو بے کچھ آج آئندہ کے مفسرین محققین کے لئے بھی زرِ اندوختہ ہے۔ قرآن کی مخاطب جس طرح ہجرت کی دوسری صدی اور تیرھویں صدی کی دنیا بھی ہے، اسی طرح ہجرت کی پہلی صدی اور بیسویں صدی کی دنیا بھی تو ہے۔ کچھ فرض ہے کہ اصلی تحقیقات بھی ہوتے ہے سب پہلی، دوسری صدی میں ہی تم ہو جائے، اور آئندہ صرف انہی کو دہرا دیا اور نقل کر دیا جائے؟ عمدہ تحقیق کی تکمیل ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے۔ ہر حال قرآن کا وہ اصل مقصد، موعظہ و تذکیر ہے، وہ قوم و مقام کے ابہام و عدم تعیین کے باوجود بھی حاصل ہے۔ ۹۱۹ (دامنے یا کسی اور طریق سے چنانچہ وہ سب مر گئے) یعنی وطن سے نکل کھڑے ہوئے جان بچانے کو اور حکم جہاد کی تعمیل سے جی چرائے ہوئے۔ لیکن یہ تدبیر کچھ بھی کام نہ آئی، اور اُنے موت کا شکار ہو کر رہے۔ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا۔ مقصود بعض اس قول کا نقل کرنا اس سے، مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے جب یہ ارادہ کر لیا، تو کوئی امر اس کو مانع نہ ہو سکا، اور عمل بن کر رہا۔ عربی میں یہ اسلوب بیان عام ہے۔ المراد انہ قال لمن اراد ذلك وقد من عليه صحة وتأييدا متصلا موتوا فماتوا۔ بعض اس قول کا نقل کرنا اس سے، مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے جب یہ ارادہ کر لیا، تو کوئی امر اس کو مانع نہ ہو سکا، اور عمل بن کر رہا۔ عربی میں یہ اسلوب بیان عام ہے۔ المراد انه قال لمن اراد ذلك وقد من عليه صحة وتأييدا متصلا موتوا فماتوا۔ عرف مشہور فی اللغۃ (کر) ۹۲۰ (اور انہیں متنبہ کر دیا کہ موت زندگی کا سررشتہ کسی اور ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر حال قدیر الٰہی کے ماتحت نہیں، اور اس نے جہاد یا دوسرے احکام شریعت کی تعمیل سے ہی جی چرایا، انتہائی کاہت و ناداتی ہے بعتاد دھتر ین نے یہاں طاعون سے مراد کی بحث چھیڑ دی ہے اور مرضِ وبائی نہ ہی نقل کیا ہے کہ جس سرزمین پر طاعون ہو وہاں سے بھاگ نہیں، اور حال جو وہاں جاؤ نہیں" اس پر ایک عقلی اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طاعون وہ مقام میں داخل ہونا اور طاعون وہ مقام



۹۲۱ (کہ اُسی کے مارے والے احکام اُنہیں دیتا رہتا ہے) ۹۲۲ (نکالنے ان احکام کی بھالعت میں لگے رہتے ہیں) حکم قتال صاف آ گیا ہے۔ اس کے قبیل ایسی حکایت بیان کرنا ہمیں سے خلاف ہے۔ ۹۲۳ (اے امتِ اسلامیہ!) حکم کی بھالعتیت حیثیت ہی عالمت ہے، افراد اُمت میں۔ کہ ہر فرد اُمت ہر شخص جب جی چاہے، تلوار اُٹھا کر چلانا شروع کر دے۔ اس تمہیدی حکایت کے بعد کہ سب دریست سے کلام کا آخری سررشتہ اُسی کے ہاتھ میں ہے، اب حکم ملتا ہے کہ اُسی کے حکم سے، اُسی کے دین و آئین کی خدمت و نصرت کے لئے جہاد و قتال میں مشغول ہو جاؤ ۹۲۴ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ وہ خوب سن رہا ہے، جہاد کرنے والوں اور کرنے والوں دونوں کی باتوں کو۔ عَلِيْمٌ۔ وہ خوب جانتا ہے جہاد کرنے والوں اور کرنے والوں دونوں کی نیتوں کو ۹۲۵ یعنی اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرے۔ جہاد و قتال کا حکم ہی تلوار۔ قوۃً سامان جنگ کے لئے اُمتِ اسلامیہ کو ثروتِ سرمایہ کی ضرورت ہو گی۔ اس لئے پہلے ہی سے سرمایہ کے اس حصہ لینے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ قَرْضًا حَسَنًا۔ اصطلاح قرآنی میں اس لفظ سے اور ہر وہ رقم جو دینی کی کسی مد میں خرچ ہو سکے۔ یہاں ۱۲ مصارف جہاد میں۔ اس کی جمعہ کو، قرض اور پھر قرضِ حسنہ تعبیر کرنا اس بھاوت کے مطابق ہے کہ اہل عرب ہر اچھے مصارف والے عمل کو اچھے قرض اور ہر برے مصارف والے عمل کو برے قرض سے تعبیر کرتے تھے۔ والعرب تقول لكل من فعل البر جزيًا اقد احسنت قرضي وقد اقرضتني قرضًا حسنًا (تاج) قال ابو الهيثم القرض هو كل ما يُفعل ليجازى عليه تقول العرب لك هذي قرضي حسن يعني ذكرك عرب ایک مشہور تجارت پیشہ قوم تھے۔ قرض بیع و شراء اور غیر کے الفاظ اگر ان کی زبان کے جزو بن گئے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ایک دو بیں، اُردو محاورہ عامل، قرآن مجید میں قرض کا لفظ کچھ اور اُسے اُردو کے قرضہ پر قیاس کر، نیکی کی راہ سے بولا کر خدا بھی محتاج ہو گیا ہے، جو اُسے سودوں سے اُتھار مانگنے کی ضرورت پڑی۔ ——— حمل مرکب ہی انسان کے لئے کیسی سخت لعنت ہے! مردم اندر حسرت ہیں دوست

۹۲۶ (یعنی اصل استحقاق سے کہیں بڑھا چڑھا کر) يُضٰعِفَهٗ۔ اس کو یعنی اس کے اجر و ثواب کو ۹۲۷ (اور وہی دین کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو جزا (سزا) کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنے سے کیوں رکو، کیوں گھبراؤ) صاف تلا دیا کہ حیات بخشے سارے تو ابن اللہ ہی کی مٹھی میں ہیں۔ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے۔ سمجھ کہ معطل ہو جاؤ گے ۹۲۸ (اور وہی دین کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو جزا دے گا اور خرچ کرنے والوں کو سزا) ۹۲۹ العرتیہ پر حاشیہ نمبر ۹۱۔ الملاء۔ ملاء مطلق جماعت نہیں، اہل مل و عقد یا اہل الرائے کی جماعت ہے۔ الملاء جماعة يجتمعون على رأي (راغب) الملاء من القوم هم الوجوه واشرافهم (تاج) وہ جماعت جو مشورہ کے لئے جمع ہو۔ ۹۳۰ (راغب) الملاء من القوم هم الوجوه واشرافهم (تاج) وہ جماعت جو مشورہ کے لئے جمع ہو۔ ۹۳۰ العرتیہ پر حاشیہ نمبر ۹۱۔ الملاء۔ ملاء مطلق جماعت نہیں، اہل مل و عقد یا اہل الرائے کی جماعت ہے۔ الملاء جماعة يجتمعون على رأي (راغب) الملاء من القوم هم الوجوه واشرافهم (تاج) وہ جماعت جو مشورہ کے لئے جمع ہو۔ ۹۳۰ العرتیہ پر حاشیہ نمبر ۹۱۔ الملاء۔ ملاء مطلق جماعت نہیں، اہل مل و عقد یا اہل الرائے کی جماعت ہے۔ الملاء جماعة يجتمعون على رأي (راغب) الملاء من القوم هم الوجوه واشرافهم (تاج) وہ جماعت جو مشورہ کے لئے جمع ہو۔ ۹۳۰ العرتیہ پر حاشیہ نمبر ۹۱۔ الملاء۔ ملاء مطلق جماعت نہیں، اہل مل و عقد یا اہل الرائے کی جماعت ہے۔ الملاء جماعة يجتمعون على رأي (راغب) الملاء من القوم هم الوجوه واشرافهم (تاج) وہ جماعت جو مشورہ کے لئے جمع ہو۔ ۹۳۰ العرتیہ پر حاشیہ نمبر ۹۱۔ الملاء۔ ملاء مطلق جماعت نہیں، اہل مل و عقد یا اہل الرائے کی جماعت ہے۔ الملاء جماعة يجتمعون على رأي (راغب) الملاء من القوم هم الوجوه واشرافهم (تاج) وہ جماعت جو مشورہ کے لئے جمع ہو۔ تو یہ ہے اس میں کہ بنی اسرائیل برگزیدہ قوم تھے۔ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی تین صدی بعد، اور حضرت داؤد کے کچھ پہلے کے زمانہ کے۔ سنہ مسیحی کے آمد میں ابھی کوئی ہزار گیارہ سو سال کی مدت باقی تھی ۹۳۱ مراد حضرت شمویل (سموئیل) ہیں اس میں تو شک نہیں (اسرائیلی برگ۔ ت) اسرائیلی اس وقت خاص طور پر دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے، اور لڑائی میں اس کے سوا رہ چکے تھے۔ تو یہ ہے اس کی وجہ تصریح ہے کہ حضرت موسیٰ کی اُس وقت فوج ہو چکے تھے۔ اور آپ کے صاحبزادوں میں عالمت سرداری کی کوئی صلاحیت نہ تھی۔ مَلِكًا۔ عربی میں مَلِك کا لفظ سب سے بڑا، سب سے موثر، اور کرنے کا مَلِك ہے۔ الملك هو المتصرف بالأمر والنهي في الجمهور (راغب) اور یہاں مَلِك سے مراد امیر، حاکم یا سالار لشکر کی گئی ہے، اور یہی سیاق کے مطابق ہے۔ ہیں لما سالك الحميس (اس عامل نے انتزاع جبایہ احکام و نواہی امر کرنے کا مَلِك ہے۔ الملك هو المتصرف بالأمر والنهي في الجمهور (راغب) اور یہاں مَلِك سے مراد امیر، حاکم یا سالار لشکر کی گئی ہے، اور یہی سیاق کے مطابق ہے۔ ہیں لما سالك الحميس (اس عامل نے انتزاع جبایہ احکام و نواہی امر کرنے کا مَلِك ہے۔ الملك هو المتصرف بالأمر والنهي في الجمهور (راغب) اور یہاں مَلِك سے مراد امیر، حاکم یا سالار لشکر کی گئی ہے، اور یہی سیاق کے مطابق ہے۔ ہیں لما سالك الحميس (اس عامل نے انتزاع جبایہ احکام و نواہی امر کرنے کا مَلِك ہے۔ الملك هو المتصرف بالأمر والنهي في الجمهور (راغب) اور یہاں مَلِك سے مراد امیر، حاکم یا سالار لشکر کی گئی ہے، اور یہی سیاق کے مطابق ہے۔ ہیں لما سالك الحميس (اس عامل نے انتزاع جبایہ احکام و نواہی امر کرنے کا مَلِك ہے۔ الملك هو المتصرف بالأمر والنهي في الجمهور (راغب) اور یہاں مَلِك سے مراد امیر، حاکم یا سالار لشکر کی گئی ہے، اور یہی سیاق کے مطابق ہے۔ ہیں لما سالك الحميس (اس عامل نے انتزاع جبایہ احکام و نواہی امر کرنے کا مَلِك ہے۔ ابهما لما بين تصدُّعه تدبيرا لطرق وسقم على أمره (عر) اے اقصا أمرًا (رمخ) طلبوا من سيعبحموه ما كان يفعل رسول الله صلعم من التأمير على الجيوش (كشف) اُردو میں تمیس امیر کے الفاظ، اور سردی تمیدان ہیں حاکم کا لفظ مَلِك کے مرادف ہے۔ تو یہ ہے اس میں کہ بنی اسرائیل برگزیدہ قوم تھے۔ "بادشاہ کا ہمسایہ فرض ہے۔ "بادشاہ کا لفظ آیا ہے، اور اسرائیل تحمیل میں، اور بادشاہ کے لئے صحیح ہے۔ خیرش اسا بگلو بیڈیا میں ہے۔ "بادشاہ کا ہمسایہ فرض ہے۔ "طسلیس میں لفظ بادشاہ کا لفظ آیا تھا" (جلد ۱، صلہ ۵) اور یہ تصریح بھی ہے کہ "تب سارے اسرائیلی برگ جمع ہو کر سموئیل کے پاس آئے، اور اُسے کہا کہ دیکھو تو تُو بوڑھا ہوا، اور تیرے بیٹے تیری راہ پر نہیں چلتے، اب تُو کسی کو ہمارا بادشاہ مقرر کر، جو ہم پر حکومت کیا کرے" (۱۔ سموئیل ۸: ۱-۵) "ہم تو بادشاہ چاہتے ہیں جو ہمارے اُوپر مقرر ہو تاکہ ہم بھی اور سب گرد ہوں۔ کہ ماند ہوں اور ہمارا بادشاہ ہماری عدالت کرے اور ہمارے آگے آگے چلے، اور ہمارے لئے لڑائی کرے" (۱۔ سموئیل ۸: ۱۹، ۲۰)۔

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ

جس یقین تھا کہ اللہ کے رُوبرو جیتی ہوں گے ۹۵۴ بولے کہ ارے! جھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں

غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہیں ۹۵۵ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا

اور جب وہ جالوت اور اُس کی فوجوں کے مقابل آئے تو بولے اے ہمارے پروردگار، ہمارے اوپر

صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

صبر ڈال دے اور ہمارے قدم جمائے رکھ اور ہمیں مالک کا فروں پر ۹۵۶

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ

پھر اسوں نے اُن کو اللہ کے حکم سے شکست دے دی، اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا ۹۵۷ اور اللہ

اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ

نے داؤد کو بادشاہت اور دانائی عطا کی اور جو کچھ چاہا اُنہیں سکھایا ۹۵۸ و اگر اللہ نہ

اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا رہتا تو زمین میں فساد مچ جاتا

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ

لیکن اللہ جہان والوں پر بڑا فضل رکھنے والا ہے ۹۵۹ - اللہ کی نشانیاں

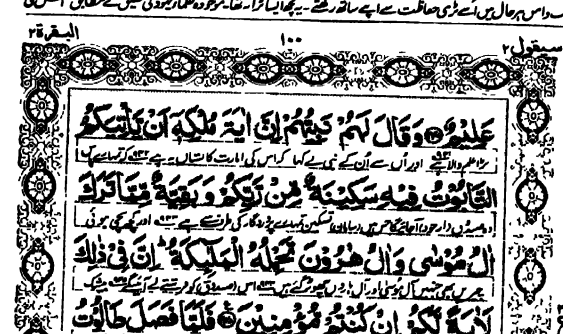
اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ہیں ہم انہیں آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک ۹۶۰ اور آپ یقیناً مرسلوں میں سے ہیں ۹۶۱

مرول

یرغمال کر دشمنوں کے قصد سے کمال کر اُسے وار السلطنت بنایا۔ آپ اپنے گرد و پیش کے حکمرانوں کو مسخر و مطیع کیا۔ اور اپنے حدودِ سلطنت کو حدودِ اسرائیل میں حماۃ تک اور جنوب میں وادی مصر تک وسیع کیا۔ آپ کا عہد حکومت تاریخ اسرائیل میں حماۃ اسرائیل کی اور حسن انتظام دونوں کے لئے یادگار ہے۔ الحکمۃ۔ حکمت سے یہاں مراد نبوت ہے۔ حرکت کا لمدتوں یہ مقام ہے۔ مکے کے عام معنی تیر و دانائی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ قیل الحکمۃ العلوم والعمل بھا وسرھا بعضھم بالنبوۃ (عز۔ لے للنبوۃ (بیضاوی) الحکمۃ بہ وھم الامور مواصما علی الصواب والصلاح وکمال ھذا للعنی یحصل بالنبوۃ ملا یعد ان یکون المراد ھھنا الکتاب ۹۶۲ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ (کبیر) علم انبیا کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ مِمَّا يَشَآءُ کے عموم میں وہ تمام علوم، فنون و صنائع آگئے جو حضرت داؤدؑ کو سکھائے گئے تھے۔ مِمَّا میں بھی تبعیضیہ نہیں ابتدائیہ ہے ۹۶۳ (عمدۃ مدی و مدکاری سے) نَفْسُهٗ۔ یعنی مقصودوں، امراضوں، فاقوں شکوں، اعیوں کو۔ بعضیں یعنی دوسرے سدوں کو حضیت تکوینی کا آڑ کا رکا رتا کر۔ آیت سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس عالم اسباب میں حضیت تکوینی جو عام بھی ہوتی ہے ۹۶۴ (اس لئے وہ اپنے فضل و کرم سے ڈوبے ہوئے کو تیرا دیتا ہے) اور خاص بھی ہوتی ہے۔ یعنی بعض خاص خاص مقاصد کے لئے بھی ہوتی ہے۔ اور یہ دوسرا ہی قسم ہے جو ہر ایسے انقلاب حکومت کے عقب میں رحمتِ الٰہی ہی کام کرتی رہتی ہے ۹۶۵ (یعنی بالکل بے کم و کاست، اپنی اصل حالت میں، اور عرض صحیح کے ساتھ۔ بالحق الذی لا اینبغی فیہ الا اھل الکتب (مدارک) ما اوحیہ المطابق الذی لا شک فیہ اھل الکتاب و اس بأب التنوار یخ (بیضاوی) لمے مطابقۃ بالیقین الذی لا یرتاب فیہ احد من اھل الکتاب و اس بأب التنوار یخ (روح المعانی) گویا یہاں یہ ظاہر کر دیا کہ صحیح و مستند بیان صرف قرآن ہی کا ہے۔ دوسری الہامی کتابوں اور بھی بہتوں کی طرح اس کے قصے غلط سلط اور مسخ ہو کر نہیں رہ گئے ہیں۔ اور اس کی ایک بتال جو بڑی قصۂ طالوت ہے۔ مائل والوں نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے ۹۶۶ (اس آپ اپنے پیمبر حق ہونے میں اصلا شک نہ کیجئے، ان حقائق کا رسول بھیجا ہوا ہوتا ہے) مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ لفظ مرسلین کی عصومت قابل غور ہے۔ انبیاء کی حیثیت اسلام میں تمام تر قاصدوں، سفیروں، بھیجے ہوؤں کی ہے۔ اور جو مرسل (بھیجا ہوا) ہوتا ہے، ظاہر ہے، کسی کی طرف سے، کسی کے پاس ہی بھیجا ہوا ہوتا ہے۔ یہ مرسلین یا بیامبر خالق کی طرف سے مخلوق کے پاس بھیجے جاتے ہیں۔ ان کی عظمت و رفعت کی جڑ بھی یہی ہے، اُس کے اسی منصب متعارف پیامبری سے واسطہ ہے۔ یہ خود نہ اوتار سمجھتے ہیں۔ دیوتا، نہ خدائی کے مظہر۔ ان میں خدائی حلول کئے ہوتی ہے۔ مسعودیت یا ہم مسعودیت کی صلاحیت۔ یہ داسی بھی نہیں کہ اللہ اور شرک ملکہ شائبۂ شرک سے بھی بچے کا قرآن مجید کو کس درجہ اہتمام ہے۔ اور الحاد و شک کے تحت میں وہ اس کا کیسا لحاظ کر لیتا ہے۔

۹۴۱ وَاسِعَۃ۔ وہ بڑی ہی وسعت والا ہے۔ جس کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ وہی ہر بات کو طے اور ہر ادنیٰ کو سہل فرار کر سکتا ہے۔ واسع کی تسہیر واسم الفضل والرزق والرحمۃ سے بھی آئی ہے اور موسوع سے بھی اور دو وسعتہ سے بھی (کبیر) عَلِیْمٌ۔ اس کا علم محیط و کامل ہے۔ وہی خوب جانتا ہے کہ کس میں ملک گیری و ملک داری کی صلاحیت موجود ہے ۹۴۲ داؤدی تھے اور تمہارے اطمینان کا کام دے سکے) کچھ عرصہ بعد جو بنی اسرائیل نے ایسی قدیم اخلاقی پستی کی سابقہ طالوت کے لئے کسی عیسیٰ نشاں کا مطالبہ اپنے پیمبر سے کیا ہو، اور وہ اس کے جواب میں ۹۴۳ (در آنحالیکہ تم مدت دراز سے اپنی اس متاع عزیز سے محروم ہو) یُاْتِیَکُمُ۔ یعنی ارجو بغیر تمہاری کسی خاص جدوجہد کے آجائے گا۔ التَّابُوْتُ۔ اس خاص صندوق کا اصطلاحی نام تابوت سکینہ ہے۔ یہ بنی اسرائیل کا اہم ترین ملی و قومی ورثہ تھا۔ اس کے اندر اصل نسخہ توریت مع تبرکات انبیاء محفوظ تھا۔ اسرائیل اس کو اتنا ہی متبرک و تقدیس کی چیز سمجھتے تھے، اور اس کے ساتھ وہ تابوت کا اتنا ہی احترام کا رکھتے تھے۔ سمر و حصر جنگ و اس ہر حال میں اُسے بڑی حفاظت سے اپنے ساتھ رکھتے۔ یہ کچھ ایسا بڑا تھا۔ موجودہ علماء یہود کی تحقیق کے مطابق اس کی



عَلِیْمٌ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ
(بڑا علم والا ہے) اور اُن سے اُن کے نبی نے کہا کہ اس کی ہدایت کا نشان یہ ہے (۹۴۲) کہ تمہارے پاس
التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
(وہ صندوق (جو حق آنحضرت ﷺ کی حقانیت کی دلیل ہوگا) تمہیں تسلی دینے والا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے (۹۴۳) اور کچھ بچی ہوئی
اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
چیزیں بھی جنہیں آل موسیٰ اور آل ہارون چھوڑ گئے ہیں (۹۴۴) اس (صندوق) کو فرشتے لے آئیں گے بیشک
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ
اس واقعہ میں تمہارے لئے ایک نشان ہے (۹۴۵) اگر تم ایمان رکھتے ہو پھر جب طالوت لوگوں کو لے کر
بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ
(لشکر کو) لے چلا تو (۹۴۶) کہا کہ اللہ تمہارا امتحان ایک دریا سے لینے والا ہے (۹۴۷) سو جو کوئی اس دریا کا پانی
مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ
پی لے گا وہ میرا نہیں ہے (۹۴۸) اور جو کوئی اُسے نہ چکھے سو وہی میرا ہے
اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا
مگر (اس کو معاف ہے) جو ایک چلو بھر لے (اس کا مضائقہ نہیں) مگر ان (اسرائیلیوں) میں سے تھوڑے لوگوں نے
قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
(یہ حکم) نہ مانا (۹۴۹) پھر جب طالوت اور جو مومن اس کے ساتھ تھے (۹۵۰) اس (دریا) سے اتر گئے
قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ
تو وہ لوگ (جنہوں نے کہا تھا کہ ہم) کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں (۹۵۱) اور وہ لوگ

ہیئت اور حجم ہوگئی ہے۔ قرآن مجید نے یہاں جسے جوں کا توں بیان کر دیا ہے۔ سیحیوں اور ان کے حلیفوں کی یہ کوشش جس قدر مضحکہ خیز ہے اسی قدر عبرت انگیز بھی ہے کہ قرآن جیسی مکمل، محفوظ، مستند دستاویز کو بائبل کے بیانات کو حاشیں پرکھیں، الٹے بائبل جیسی مشتبہ، غیر محفوظ سے سند تجویز کی روشنی میں قرآن مجید کے بیانات کو جانچا جاتا ہے ——— گویا آفتاب کی روشنی میں لالٹین کو دیکھنے کی بجائے لالٹین سے آفتاب کو دیکھنے کی کوشش! ۹۴۶ (تصریب عیسیٰ کا) فَظَلَّتْ لَهٗۤ عَلٰٓى وضوح التابوت اليكم (مدارک) اى فى اتيان التابوت (مدارک) لکم۔ تمہارے لئے۔ یعنی تمہارے اطمینان کے لئے ۹۴۷ (اپنی فوج والوں سے) فَصَلَ۔ یعنی دشمن کے مقابلہ میں بڑھے ۹۴۸ (صدر تورات، اصحاح ورڈ سپلس میں) نهر۔ دریا سے یہاں مراد دریائے یردن Jordan ہے۔ یہ دریا ۱۴۰ میل لمبا ہے۔ راہ راست لمبائی کل ۵ میل کی ہے۔ الستاس کے جم و بیچ طاکر کوئی ۲ میل کی ہے۔ علاقہ فلسطین میں اہم ترین دریا یہی ہے، اور گویا ملک کی قدرتی سرحد کا کام دیتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کے اس پار اور اس پار طالقوں کی تقسیم جو دو توریت میں درج ہے۔ (یوشع۔ ۱۳-۱۵) اس کا سوائے تھال سے غور کی جاسکتا ہے۔ اور یہ بحر جلیل اور بحر طریہ Dead Sea میں جا گرتا ہے۔ اس کا پانی ترشح میں تو صاف تھا مگر تیز ہے، لیکن آگے چل کر گندلا، مٹیار اور مضر ہو جاتا ہے ۹۴۹ یعنی میرے ہمراہ ہوں، رفیقوں میں سے ہیں ہے۔ یہ معنی نہیں کہ وہ سرے سے ایمان ہی سے خارج ہو گیا۔ اے من اسیاعی (دمج) لیس من اتباعی اتباعی (مدارک) لم یخنہ جھدہ ذلک علی الایمان (کبیر) فَشَرِبُوْا مِنْهُ۔ یعنی جی بھر کر اس میں سے پانی پی لے گا۔ مزہ کرنی کا تھا، اور طالوت کے ساتھیوں کو پیاس قدیمۃ رد کی گئی ہوئی تھی ۹۵۰ معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم دینی کا کوئی راستہ میں یہ پانی رواں ہی پر۔ رکھے! اور یہ دوسرا حکم بطور رحمت و اعانت تھا کہ ہر ایک آدھ چلو سے سیر نہ کر لیوے من صالحۃ نہیں۔ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ۔ اے من لم یذقہ (دمج، عن لم یذقہ طعم الشیٔ (مدارک) اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ۔ معناہ الرخصۃ فی اخذ ما لا بد منہ بالید دون الکرع (مدارک) ۹۵۱ کہ ان کی قوت بہ نسبت قوت دشمن کے بہت کم ہے۔ تَسْتَوْنِيَا مِنْهُ۔ یعنی حوض سیر ہو کر پیا جس کے حد جدا حصہ خوب پانی پی کر سیراب ہو جاتا ہے۔

تمہاری جاں کو ہلکان کرا نہیں بلکہ مقصود صرف تمہاری ہی فلاح و سعود ہے۔ تمہارے ہی کمالات کی مشو و نما اور تمہاری ہی ترقی ہے۔ تمہی میں ضبطِ نفس پیدا کرنا ہے۔ تمہی کو جوا ہشاتِ نفسانی پر حاکم بنا دینا ہے تمہاری پاکیزگی کی چھپی ہوئی قوت کو اُبھارنا، اور تمہیں خیر و انسانیت کے خادم بنا کے ملکوتیت کے آسمان پر پہنچانا ہے۔ تمہاری دُنیا وی سوجھ بوجھ تمہاری خود داری پر غالب آجاتی ہے، اسی کو توڑنا منظور ہے۔ تمہاری ہی مادی روح میں ہر طرح کی سہولت پیدا کرنی ہے، اور تمہارے ہی پیچھے ہوئے اور دنی دشمنوں یعنی بدی کی طاقتوں کو ہلاک و نابود کرنا مقصود ہے۔ لعلکم تتقون - اور یہ پریہ آزمائش بھی دائمی نہیں، تمہاری ساری عمر کے لئے نہیں کسی بڑی طویل مدت کے لئے نہیں بلکہ صرف گنتی کے چند روز یعنی گیارہ مہینہ کے بعد رمضان کا ایک مہینہ[1] أياما معدودات

پھر ہر عاشقِ صادق اور مومنِ مخلص میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو ماوحود اپنے صدق و خلوص کے، اپنی جسمانی کمزوری یا پردیس میں ہونے کی بنا پر آسانی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل نہ کر سکیں گے، اُن کے لئے یہ آزمائش زیادہ سخت ہوگی۔ ایسے معذوروں کے لئے اس کی اجازت تھی کہ انہیں جب اطمینان و فراغت نصیب ہو، تو اس ماہِ مبارک کے چھوٹے ہوئے روزوں کو پورا کرلیں "فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" اگر اپنے عجز بہ دل میں صادق ہے، تو اُس کے لئے سال کا ہر موسم موسمِ گل کا حکم رکھتا ہے۔ فمن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر۔ بعض بچارے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو بسبب اپنی جسمانی کمزوری یا کسی اور مجبوری کے ماہِ مبارک کے بعد بھی، روزہ رکھنے میں سخت مشقت محسوس کرتے ہیں[2] ایسوں کے لئے یہ رعایت ہے کہ وہ اپنی معذوری کے کفارہ کے طور پر کسی صاحبِ احتیاج کو پوری طرح کھانا کھلا دیا کریں۔ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین اس رخصت و اجازت کے باوجود بھی اگر کوئی شخص محنت و مشقت گوارا کر کے اس بڑی نیکی یعنی روزہ کو اختیار کرتا ہے، یا ایک مسکین سے زائد کو کھلا پلا تا ہے، تو اُس کے مرتبہ کا کیا پوچھنا۔ ایسی نیکی جو فرض سے بھی بڑھ جائے، اگر اختیار کی جائے تو اس کے افضل و برتر ہونے میں کیا شبہ۔ فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ[3] یہ ایک عام اصول بتا دیا گیا۔ باقی اگر روزہ کی حقیقت پر نظر ہو جائے، روزہ سے جو اطمینانی نتائج مقصود ہیں، اگر ان کا علم ہو جائے تو کون ایسا ہے جو دورہ کی جاں بسوق و رغبت نہ دوڑے۔

یہ ماہِ مبارک صرف اسی لحاظ سے مبارک نہیں کہ اس میں انسان، صبر و ضبط کی خدائی طاقتوں سے نوازا جاتا ہے، بلکہ اس خرو برکت والے مہینہ کا سب سے روشن شرف یہ ہے کہ اسی ماہ میں اوّل اوّل، دنیا کے لئے بہترین، کامل ترین، و جامع ترین ہدایت نامہ اُتارا گیا۔ اسی چاند میں انسانیت کے خلعتِ کہنہ کو نوعِ انسانی کے مدِ کامل سے پھاڑ کر بنایا گیا، اور اسی بابرکت موسم میں انسان کے کان میں پہلی بار "اقرأ" نازل کی مژدۂ آواز، ہوشوں کو بیدار اور ہوشیاروں کو مست کرنے والی پکار پہنچی، جس سے بڑھ کر کوئی دولت جس سے اونچی کوئی نعمت جس سے برتر کوئی رحمت، عالمِ تصور میں بھی موجود نہیں۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان قیس ماری کے پاس اگر یہ مثل کا کوئی کتوب یا پیام آجاتا، تو کس طرح وہ اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہو جاتا، اور اس مبارک گھڑی کو کس قدر عزیز رکھتا! حسنِ ازل کے شیدائی بھی، نامۂ یار کے ورود کے روز کو کیونکر عید نہ کہتے ہیں۔ جب جب یہ زمانہ آئے گا، اس کی یاد میں منایا جائے گا، اور اس پاک گھڑی کی پاک سالگرہ منانے میں بنی نوعِ انسان یک کو بھلا جائیں گے۔ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۔

موسمِ بہار کی فرحتیں اور نشاط انگیزیاں، بڑے سے بڑے افسردہ دلوں تک میں امنگ پیدا ہی کر دیتی ہیں اور گل و گلزار کی سیر سے کوئی محروم رہنا نہیں چاہتا۔ ماہِ مبارک کی برکتوں، فضیلتوں اور رحمتوں کا ذکر سن کر ہر سے بڑے بدبخت اور افسردہ دل کی رگوں میں جوش پیدا ہو جاتا، اور بڑے سے بڑے فرزانہ و دُور اندیش میں شوق و شوریدگی کا ابھر آنا قدرتی ہے۔ حالانکہ یہ آزمائش صرف ان کے لئے ہے جو اس کی جسمانی قوت بھی رکھتے ہیں، جو بندرت پر جواہ مارو مشقت ڈٹا ہر گز مقصود نہیں۔ اُن کے جذبۂ شوق کو تسکین دینے کے لئے ایک بار پھر اسی ارشاد کی صورت ہوئی، کہ معذوروں کو ان دنوں کی گنتی جلد سے پوری کر لینی چاہئے، کہ مقصد آسانی راہ ہے، نہ کہ تنگی۔ اللہ کی خوشی کرنے، اور اس کا شکر ادا کرنے کا مقصد بعد کو بھی گنتی کے دن پورے کر لینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ومن کان مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھداکم ولعلکم تشکرون۔

یہ بُرجِ بہار موسم جب کسی کے شوق و ارمان میں گونجے گا، یہ تبرک گھڑیاں جب کسی کی یاد میں بسر ہوں گی، یہ مبارک دن جب کسی کے اشتیاقی میں بغیر محرکِ پیاس کے صرف ہوں گے، یہ برکت والی راتیں جب کسی کے انتظار میں آنکھوں ہی میں کٹیں گی، تو ناممکن ہے کہ روح میں لطافت، قلب میں صفائی، اور نفس میں پاکیزگی پیدا نہ ہو جائے۔ حیوانیت دُور ہو گی، ملکوتیت نزدیک آئے گی اور انسان خود اپنی ایک جدید مدگی محسوس کرے گا، ایسی حالت میں بالکل قدرتی ہے، کہ سرور دل اور تیز ہو جائے، قرب و وصل کی تڑپ اور بڑھ جائے، تزکیہ و عبادہ کے اتھ سے، سگ دُور ہو کر کسی کا عکس قبول کرنے کے لئے آئینۂ قلب بے قرار و مضطر ہونے لگے۔ ٹھیک یہی گھڑی، ذوقِ طلب اور ذوقِ عطا، سوال اور اجابت، دعا اور مقبولیت، حاجتمندی اور کریمی، گدائی اور شاہی، بندگی و بندہ پروری کے درمیان نازو نیاز کی ہوتی ہے، اس لئے قدرتِ اس مرسل پر پہنچتے ہی، مجاہدِ عشق یہ صدائے تسارت کان میں آنے لگتی ہے، کہ لے ہمارے پیام پہنچانے والے، ہمارے شیدائی، ہمارے پرستار، ہمارے بندے، اگر تم سے ہمارا پتہ پوچھیں، تو اُن کو بتا دو کہ ہم اُن سے کچھ دُور نہیں ہم تو ان سے بہت ہی قریب ہیں، ہمیں دل کی تڑپ کے ساتھ یکاریں تو سہی، ہم فوراً اُن کی پکار کو سنیں گے۔ وہ صرف ہم سے اپنی لَو لگائے رہیں، اور ہم پر بھروسہ رکھیں، اس سے وہ سیدھی راہ پا کر، اور منزل مقصود تک پہنچ کر رہیں گے۔ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔

(منقول از تیج (لکھنؤ) ہفتہ وار۔ ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء ایڈیٹر عبدالماجد)

(۳)

دو شخص ہیں۔ ایک وہ جو اپنی خواہشاتِ نفسانی کا غلام ہے، دُوسرا وہ جو اُن پر حاکم و آقا ہے۔ ایک وہ جو اپنی ہر ہوائے نفس سے مغلوب ہو جاتا ہے، دُوسرا وہ جو اُسے اپنے قابو و اختیار میں رکھتا ہے۔ ایک شخص وہ ہے جو اپنی بھوک، اپنی پیاس، اپنی جنسی تسکین کی علامی سہتا ہے، پر تالو میں رکھتا، دُوسرا وہ جو ان میں سے ہر شے کے مصلحانہ قدرت رکھتا ہے۔ آپ ایسے دو شخصوں میں سے کس کو ترجیح دیں گے؟ آپ حوانوں دونوں میں سے کیا بننا پسند کریں گے؟ آپ کے نزدیک نفس کی علامی بہتر ہے؟ یا اس پر حکمرانی؟ اگر آخر الذکر بہتر و پسندیدہ ہے، تو پھر یہ کیا ہے کہ ماہِ رمضان کی پرشبانی کو آپ ذوق و شوق، مسرت و خندہ جبینی کے ساتھ نہیں برتتے؟

حضرت نظام الدین اولیاء، محبوب الٰہیؒ دائم الصوم تھے۔ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی عمر کے سالہا روزہ رکھ کر گزارے، حضرت جنید بغدادیؒ کا مقولہ مشہور ہے کہ مجھے جو کچھ ملا، سب بھوک اور گرسنگی ہی کی بدولت ملا۔ حضرت مولانا رومؒ کا عمل خود اِنہی کی اس تعلیم پر تھا، کہ منزل حق کی جتنی راہیں کھلتی ہیں، سب بھوک اور پیاس سے، ہر سلسلے کے جتنے مقتدر بزرگ اور مستند مرشدی گزرے ہیں، سب کا عمل یہی رہا ہے اور تعلیم بھی یہی۔ مگر پھر یہ کیوں ہے، کہ آپ ماوجود ان حضرات سے اعتقاد ظاہر کرنے، اور ماوجود ان کے ماننے کے، اس باب میں ان کی تعلیم سے اس قدر بے پروا، اور ان کے عمل سے اس قدر لے نیاز ہیں؟

ماہ میں جس طرح جدیدیت کی تکمیل ہوتی ہے، ٹھیک اسی طرح روزہ دار کو اخلاقِ الٰہی کے ساتھ کسی درجہ مناسبت و نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ بھوک اور پیاس سے بے نیازی، صبر و ضبط، قوت و اختیار، حلم و تحمل، عفو و درگزر، یہ سب شاہنِ بندہ کی ہیں، یا مولیٰ کی؟ عبدکی یا معبود کی؟ خاک کے پتلے کی یا آسمان کے فرامرد اکی؟ پھر یہ کیونکر ہے، کہ جو تھے کچھ ہی دیر کے لئے سہی، آپ میں اس کیفیت سے مناسبت پیدا کر رہی ہو، جو تھے دم میں آفتاب کا پرتو ڈال رہی ہو، جو شے آئینہ میں جلوہ پیدا کر کے اُسے نورانیت کا طرہ کا عکس قبول کرنے کے قابل بنا رہی ہو، آپ اُس لمعت علویہ کی جانب کیونکر نہ مائل کر رہے ہیں؟

حدیثِ قدسی کے الفاظ پر دیکھئے! الصوم لی وانا اجزی بہ[4] "روزہ میرے لئے ہے اور اس کا اجر دوں میں ہوں" حوریں میں، جنت کے قصرِ محل میں، کوئی اور ایسی لمعت نہیں، جسے مادی عقل سمجھ سکے بلکہ میں خود اس کا اجر ہوں"۔ کون، کس سے کہہ رہا ہے؟ آفتاب ذرّہ سے میں، محمد مخدوم عادم سے میں، شاہ گدا سے میں، بلکہ خالق مخلوق سے، معبود عبد سے، خدا بندہ سے کیا زمین اور آسمانوں کی ساری نعمتیں، ساری برکتیں، ساری بادشاہتیں مل کر بھی اس ایک اجر کے سامنے ہیچ کی جا سکتی ہیں، کیسی دردناک نادانی ہوگی، کہ اتنے ارزاں سودے کو بھی اپنی غفلت و بے پروائی کے نذر کر دیا جائے۔!

(منقول از تیج (لکھنؤ) ہفتہ وار۔ ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء ایڈیٹر عبدالماجد)

---

[1] قال ذالک الصوام عدی ولی من قال عنی اللہ تحل تسأہ متقلا ایاما معدودات (ابن جریر والمراد بھا رمضان (سیاری) المراد بھذہ الایام المعدودات شھر رمضان (ابومسلم)

[2] عن عبد اللہ قال یقول وعلی الذین یطیقونہ ای یتکلفونہ ثم نسخ بقولہ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ وعنہ ھم الشیوخ والعجائز (عن عنزی) ھو منسوخ ھم وطاقتھم وصلح سھم (عن عنزی) وھو الرخصۃ لمن تعصر الصوم ویجھدہ وھم الشیوخ والعجائز فی الافطار والعدیۃ (سیاری) من صلم الکلفۃ والمشقۃ مطیقون طعام مسکین (ابن عباس)

[3] ای انتدی فیما انزالہ (سیاری) انتدی فیہ انزالہ (عن عنزی) انتدی فیہ انزالہ (مع العالی) یکون انتداء انزال القرآن علی محمد صلعم فی شھر رمضان وھو قول ابن اسحاق وابی سلیمان الدمشقی (عاد) اولات الآیۃ بان المراد اللہ انتدی فیہ انزالہ ھذا قول محمد بن اسحاق (بیضاوی)

ضمیمہ پارہ ۲

متعلق آیت ۱۸۳ حاشیہ ۶۵۱

(۱)

کھانا انسان کی زندگی قائم رکھنے کے لئے ہے، یا انسان کی زندگی اس لئے ہے، کہ اُسے کھانے پینے کی لذتوں میں بسر کیا جائے؟ موجودہ مادی دنیا نے شقِ دوم کو اختیار کیا ہے، اور اس کا عمل بھی اسی پر ہے۔ مذہب نے شقِ اوّل کو اختیار کیا ہے، اور اپنے پیروؤں کو اس پر عمل کی ہدایت کی ہے۔

اسلام دینِ فطرت کا دعویدار ہے۔ اس میں کوئی شے فطرتِ انسان و فطرتِ کائنات کے مخالف ہو نہیں سکتی۔ وہ ایک طرف اپنے پیروؤں کو جائز لذتوں سے لُطف اُٹھانے کی بار بار دعوت دیتا ہے اور دُوسری طرف قدم قدم پر لَا تُسْرِفُوْا ۚ دائرۂ اعتدال سے قدم باہر نہ رکھو کی بھی یاد دلاتا رہتا ہے۔ لذتوں پر جُھک پڑنے کا نام مَس ہے، اور لذتوں سے بالکل کنارہ کش ہو جانے کو رہبانیت کہتے ہیں۔ اسلام نے جو نہ راہِ ہدایت دنیا کے سامنے پیش کی ہے، وہ مَسی و رہبانیت، دونوں سے بچ کر ان کی درمیانی راہ ہے۔

خواص جب گمراہ ہوتے ہیں، تو رہبانیت کے ڈھتے پر پڑ جاتے ہیں۔ عوام کی گمراہی کا نام فسق ہے۔ یعنی انسانی میں لذتوں پر جُھک پڑنے کا قدرتی میلان موجود ہے۔ انسان اکثر انہی لذتوں پر گرتا ہے اور ایسا گرتا ہے کہ اسافل سے گزر کر بہیمیت کے عار تک پہنچ جاتا ہے۔ رُوح کو چاہیئے کہ روز بروز لطافت کی جانب ترقی کرتی چلے، تاکہ جب جسم سے جُدا ہو جائے تو اپنے مرکزِ اصلی کی جانب پرواز کر کے جوارِ سرمدیا پا نور لطافت ہے، وصل ہو۔ وصال کا وہ انتہائی لُطف و سرور حاصل کرے، جس کا نام مذہب کی اصطلاح میں جنت ہے لیکن انسان جب مَسی میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو اس کی رُوحانی صحت کے جو تین مراتب ہیں، وہ رفتہ رفتہ اسکی رُوح کی کثافت اور گندگی میں آلُودہ رہنے لگتی ہے، یہاں تک کہ جسم سے جُدا ہونے کے بعد اُس میں اپنے مرکزِ اصلی کی جانب پرواز کی صلاحیت باقی نہیں رہتی، اور صریح اُسے تنزّل کر کے مادہ کی کثافتوں اور آلائشوں کے مرکز سے آمیز ہونا پڑتا ہے، حواس کو کوئی بھی طبعی یا طبعی مناسبت نہیں رکھتے، اس لئے اسے انتہائی اذیت و تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اور اس کو مذہب کی اصطلاح میں دوزخ کہتے ہیں۔

اسلام خلق اللہ کو راحت و سرُور کی انتہائی منزل تک پہنچانے کا بہترین راہبر ہے۔ اس نے چند چیزیں تو اپنے نظامِ دآئمین میں وہی باتیں رکھی ہیں، جو رُوح کی فطری صلاحیت کو بڑھائیں، اور گندگی و کثافت میں آلُودہ ہونے سے اُسے محفوظ رکھیں۔ اس سبب سے بڑی میں سے ایک اہم تر یہ کام روزہ ہے۔ محض بھوکا اور پیاسا رہنا یا خواہ مخواہ کسی کو ایسے تئیں گرسنگی و تشنگی کی تکلیف میں مبتلا کرنا، ہرگز روزہ کی غرض و غایت نہیں ہے۔ روزہ کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ انسان کچھ وقت کے لئے تمام اہم لذّات مادی کی طرف سے بے توجہ ہو کر رُوح کو اپنی صفائی و پاکیزگی کی جانب متوجہ ہونے کا موقع دے۔ قرآن پاک میں روزہ کی غایت دو لفظوں میں فرمادی ہے۔ لعلکم تتقون، (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ)، تقویٰ، کے معنی 'بچنے' کے ہیں۔ بچنا کس شے سے؟ ہر اُس شے سے جو رُوح کے پرواز ترقی میں حائل ہوتی ہے۔ ہر اُس شے سے جو رُوح کے جوہرِ لطیف کے حق میں زہر کا اثر رکھتی ہے۔ ہر اُس شے سے جو رُوح کو کثافتوں اور آلائشوں کے مرکز سے آمیز ہونا کی دلدل میں پھنسانے کی ہو۔ قرآنی طاعت کا یہ مجموعہ ہے کہ اس سارے مفہوم کو ایک لفظ 'تتقون' کے ذریعہ سے ادا کر دیا۔

مہار اور روزہ ایسی حقیقت کے لحاظ سے دو جُدا گانہ چیزیں نہیں، بلکہ ایک ہی حقیقتِ ایمانی و عملی متعدد شعبوں میں ہیں۔ مہار کی حیثیت فاعلی ہے، یعنی دربارِ خداوندی میں حاضری دو، اپنی رُوح حزنی کا راہوار راست تعلق رُوحِ کُلی سے قائم کرو۔ روزہ کی حیثیت انفعالی ہے، یعنی ان چیزوں سے بچو جو اس راہ میں حائل ہوتی ہیں، جو رُوح کو اس مدارِ ترقی کے منافی بناتی ہیں۔ طبیبِ حاذق علاج بھی کرتا ہے، اور پرہیز بھی بتاتا ہے۔ شفا اُسی وقت ممکن ہے جب مریض دونوں ہدایتوں پر عمل کرے۔ نماز نصف رجاء ہے، اور روزہ نصف خوف۔ نماز نصف رجاء ہے اور پرہیز دونوں کی اہمیت اپنی اپنی جگہ پر ظاہر ہے۔

یہیں سے ہے، کہ دُنیا کے کامل ترین انسان کو مانگے اور حد سے زیادہ عبادت سے بچے۔ رسُولِ خدا صلعم اس کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے کہ اہلِ خاندان اور صحابہؓ بعض اوقات دنگ رہ جاتے۔ وہ کھلی ہوئی ہے یہیں سے ہے، کہ دُنیا کے کامل ترین انسان کو مانگے اور حد سے زیادہ عبادت سے بچے۔ رسُولِ خدا صلعم اس کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے کہ اہلِ خاندان اور صحابہؓ بعض اوقات دنگ رہ جاتے۔ وہ کھلی ہوئی ہے اعلیٰ ترین رُوحِ کو رُوحانی پاکیزگی و صفائی کے نمونے بھی بہترین اور کامل ترین دکھانے تھے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا جس میں نے عمل کیا وہ اپنی مراد کو پہنچ کر رہا۔

کھانے پینے میں نیاز کرنا، عورت سے میل ملاپ پر حرجیں ہونا، جھوٹ بولنا سخت کلامی کرنا، کسی کا دل دُکھانا، کسی کے پیچھے ایسی کارُائی سے ذکر کرنا، مال و دولت کی ہوس کرنا، یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو رُوح کی لطافت کو صدمہ یہ سبھاتی ہیں، اس کی بالیدگی کو روک دیتی ہیں، اس میں تازگی کی بجائے پژمردگی پیدا کرتی ہیں۔ اور جسم و مادہ کی کثافتوں کو مٹھاتی ہیں۔ اس قسم کی تمام چیزوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کا نام روزہ ہے۔ اور روزہ دار کے لئے بہ سبب اُمُور ممنوع ہیں۔

انسان اگر اپنی عمر کا بیشتر حصہ ان پابندیوں کے ساتھ گزار سکے تو اس کے مرنے کا کیا پُوچھنا، کیسی ہی مہار کیسا ہی سال کا مارہ ہو اس حصۂ تزکیہ کے لئے لازمی سمجھے۔ اور اگر بہت سے نہ سہی کل کر ایک خاص سارہ اس کے لئے مقرر کر لیں جس میں وہ سب تریک ہوں تو شرکت و اجتماع کی برکتیں مدد کی بھی ہیں۔ مگر سب کا اپنے ارادہ سے ایک خاص سارہ معرکہ کا ممکن نہیں، کسی کو کبھی سہولت ہوگی، کسی کو کبھی۔ اس لئے خود تزکیہ نفس کے لئے ایک خاص سارہ مقرر کر لینا بہتر ہے۔

راحت و سرور ابدی کی مسرل کے سنگِ میل، ہموار برس، دھوپ طوفانترین راستہ کا نام شریعت ہے) ایک خاص عبیہ کا لعین کر دیا۔ جسے رمضان سے موسوم کرتے ہیں۔

حدائے اسلام جس طرح ہمارے رکوع و سجود، ہماری تکبیر و تسبیح سے لے سارے، اسی طرح اُسے ہمارے جُھوٹ کے اور پیاسے رہنے، ہمارے روزہ و تراویح ہماری سجودی انظار کی بھی کمی حاجت نہیں۔ تمام امور جو ہمارے نفع و فائدہ کے لئے ہیں۔ ہماری طبیعتیں اور سرشتیں چونکہ متضاد اثرات سے مسخ ہو چکی ہیں۔ اس لئے آج ہمتوں کو روزہ کی ماسدی ایک مارِ معلوم ہوتی ہے لیکن کل جب مجابات دُور ہو جائیں گے، جب آنکھیں کھل جائیں گی، ہم تو بریدگی دھوں کے تاروطار ہو نے لگتے ہیں اور سال کے گیارہ مہینے کے امدِ عبرت کی حرکمہ تیں جم جاتی ہیں، طبیعت ان کے دفع کرنے کے لئے بیقرار ہو جاتی ہے، اسی لئے رحمتِ کاملہ و محبوبیتِ مطلقہ نے اپنے وفاسداروں، ایسے مرسلوں کے لئے ایک خاص مہینہ، ماسوا سے لے تعلق دینے سارہ سے مقرر کر دیا۔ جس کو اصطلاح میں ماہِ رمضان سے موسوم کرتے ہیں۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اے جن نازل سے پیارا وفا مادھے والو۔ اے اپنے محبُوب کی کبائی کا کلمہ پڑھنے والو! اگر اپنے دعوی میں سچے ہو، آؤ، ایسے طریقِ عشق و آئین اُلفت میں، ایک مدت تک ماسوا پر نظر کرنا ناک ماجائز سمجھو، اور اپنی تمام نفسانی لذتوں کو اس مرضی اور حقیقی الذت کے تصور پر قربان کر دے۔ یہ وہ کریمی نفسانی لذتیں اس شاہدِ بھیمی کے وصال کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔

یہ تزکیہ محض تمہارے ساتھ مخصوص نہیں، اگلے تم ہی اس آزمائش میں ہیں ڈالے گئے ہو، بلکہ تمہارے اگلوں میں سے جن جن گروہ نے ہم سے ہمارا وعدہ کیا، جس جس جماعت نے راہِ اُلفت میں قدم رکھنے کا دعویٰ کیا، اُن سب کو اپنے وعوے کا کچھ ایسا ہی ثبوت پیش کرنا پڑا ہے، ان سب کو کچھ ایسی ہی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا ہے، ہر اساس دعوہ، معنوں کی آزمائش اسی طرح ہو چکی ہے۔ کما کتب علی الذین من قبلکم۔ اور اس حکم سے عرض نہیں تکلیف میں ڈالنا نہیں

لہ "صوم" کے معنی ہیں، ماز رہنے اور رُکنے کے، خواہ کھانے سے ہو یا کلام کرنے سے، یا کسی اور چیز سے، جس پر نفس مرغیں ہو یا جو طبیعت کو مرغوب ہو۔ الصوم فی الاصل الامساک عن الفعل مطلقاً کان اوکلاماً اوشیئاً (راغب، الصمد) امساک عن طعام او کلام او نحوھما (حسانی) الصوم فی اللغۃ الامساک عما تدعو الیہ النفس (سعادی)

۹۶۴ (مراتب قرب (مسرات میں) فضل کے لغوی معنی بزرگی کے ہیں، یعنی ایسی صفت جس سے انسان دنیا میں مدح وثنا کا مستحق ہو اور آخرت میں اجر سے سرفراز۔ فضلنا میں ضمیر متکلم کا لحاظ ہے۔ تفضیل یا باہمی فضیلت وافضلیت جو کچھ ہے محض عند اللہ ہے۔ خاتق کے ہاں درجات ومراتب قرب کے لحاظ سے ہے مخلوق کے لئے بحیثیت مطاع سب یکساں ہیں۔ عام مخلوقات کے لئے رسول سب برابر ہیں۔ اطاعت وتعظیم سب کی یکساں واجب ہے۔ اور اسی معنی میں قرآن مجید کی دوسری آیت اسی سورت کے آخر میں اسی پارہ میں آرہی ہے۔ (لاحرق میں احد من رسلہ۔ لیس مقام التفضیل الیکم انما ھو الی اللہ عزوجل وعلیکم الانقیاد والتسلیم لہ والایمان بہ (از کبیر) تِلْكَ الرُّسُلُ۔ مراد وہی مرسلین ہیں جن کا ذکر ابھی ابھی آچکا ہے۔ الرسل کے اعراب رفعی کی بنا پر ترکیب کلام یوں سمجھی گئی ہے۔ تلك الجماعة الرسل (کبیر) الف لام للتعریف ہے آیت کے یہ کہنے سے کہ انبیاء کے مابین بعض اولیاء کاملین کے بھی فرق مدارج کے باب میں عوام کی بحث وگفتگو جائز نہیں، ان کا تقابل وتفاضل عوام کے منصب سے باہر ہے۔ ہاں بجائے خود ان کے مقامات واحوال واقعات وفضائل وطائف نے آیت سے یہ نکالا ہے کہ انبیاء کے مابین بعض اولیاء کاملین کے بھی فرق مدارج کے باب میں عوام کو بحث وگفتگو جائز نہیں۔

(۴)

کھانا کھانے میں آپ کو لطف کس وقت آتا ہے؟ اُس وقت جب کہ بھوک کھُل کر لگی ہو، یعنی کچھ دیر پیشتر سے کھانا دیکھا ہو۔ پانی کے گلاس میں مزہ کس وقت ملتا ہے؟ اُس وقت جب کہ پیاس لگی ہوئی ہو، اور پانی پینے کی طلب بے قرار کر رہی ہو۔ نیند سُکھ سے کس وقت آتی ہے؟ اُس وقت جبکہ کچھ گھنٹے قبل سے آپ برابر جاگ رہے ہوں۔ ان ساری مثالوں میں آپ کو روزمرہ، ہر وقت اور ہر جگہ تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ ساری لذتوں سے بھرپور طرح لُطف اٹھانے کے لئے کسی حد درجہ، صبر و اعتدال لازمی ہے۔ یہی آپ کا مشاہدہ ہے یہی آپ کا تجربہ ہے اور اسی پر آپ کا عمل ہے۔ یہ آپ کبھی نہیں کرتے کہ مسلسل چوبیس گھنٹے مٹھی میں نوالے چباتے رہیں یہ کوئی بھی نہیں کرتا کہ بہتر طویر آرام کا بہتر طریقہ اختیار کرنا رہے۔ یہ کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ دن اور رات، صبح اور شام، ہر وقت برابر پڑا سوتا ہی رہے۔

"روزہ دشمن خیالی" جب ایک قدم آگے بڑھاتی ہے، تو تعطیل اور چھٹی کو بھی انسانی زندگی کا ایک لازمی جزو بنا دیتی ہے۔ اسکولوں کے کمرے، کالجوں کے ہال، عدالت عالیہ کے ایوان، ہفتوں سے بند چلے آتے ہیں، اس لئے کہ ہم گرما کی تعطیل منا لیں، کارخانہ ہے! کچہریاں اور دفتر بند ہیں، اس لئے کہ آج بڑا دن ہے۔ ڈاک خانہ اور تار گھر میں بند ہیں، اس لئے کہ آج اتوار ہے! یہ سب اس لئے ہے کہ دماغ کو آرام مناسب ہے، اور تازہ دم ہونے کے بعد کام بہتر طویر پر انجام پا سکے۔ آپ اپنے اس انتظام اور اس انتظام پر شرماتے نہیں، فخر کرتے ہیں۔ اور آپ کی عقلیت و روشن خیالی کا یہ ایک مسلمہ ہے، کہ کام میں زیادہ مستعدی اور بہتر کارگزاری Efficiency کے لئے جسم اور اعضائے جسم کو آرام دینے بہلانے میں کچھ نہیں کہتے کہ اس سے کام میں خواہ مخواہ ہرج اور نقصان ہوتا ہے۔

لیکن جب مذہب آپ سے کہتا ہے، کہ سال کے ایک خاص زمانہ میں چند گھنٹوں کے لئے معدہ کو آرام دیتے رہو، بھوک اور پیاس کو ضبط کرتے رہو، تو صاف آپ کی عقلیت و روشن خیالی بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ آپ اپنے روزمرہ کے تجربہ اور مشاہدہ، نظریات و فلسفیات، سب کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، رمضان کی آمد کو اپنے لئے ایک قہر و مصیبت سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اگر زبان سے نہیں تو کم از کم دل میں تو یہ ضرور کہنے لگ جاتے ہیں کہ روزہ کی یہ قیدیں کسی صحت میں۔ اور آپ کے کمزور قویٰ ہرگز اتنی بڑی محنت کو نہیں برداشت کر سکتے! بیشک اگر آپ ہزاروں روپیہ کمانے اور اڑانے والے بیرسٹر ہیں، اگر آپ اپنی مسرکار ابد قرار کو بنانے ہوئے نیچ یا کلکٹر ہیں، اگر آپ صُبح بیا شام کی کونسل کے ممبر ہیں، اگر آپ لارڈ صاحب اور بڑے لاٹ صاحب کی پارٹیوں میں شریک ہونے والوں میں ہیں، اگر آپ کے پاس سواری کے لئے موٹریں، اور رہنے کے لئے اونچی اونچی کوٹھیاں موجود ہیں، تو آپ کی عمومی اور جہاں نمیسی نے، احرار دماغی و راحت سردمی کی طرح، روزہ تزہ کی مادی لذتوں اور جسمانی فائدوں کا بھی دعوانہ آپ پر بند کر رکھا ہے، اور آپ کی اس بے لاگی پر حیرت و بشر حور و ملائک جتنا بھی ترس کھائیں کم ہے لیکن اگر آپ اپنی ہوش بختی سے کوئی غریب کاشتکار ہیں، کوئی مخلص مزدور ہیں، کوئی کم حیثیت خدمتگار ہیں، بھاری بھاری بوجھ کی گٹھریاں اور گٹھے اپنے سر پر لادنے والے ہیں، وصحبت میں جاہل ہیں اور گنوار ہیں، تو اشاء اللہ آپ اپنی خوش بختی سے کوئی غریب کاشتکار ہیں، بھاری بھاری بوجھ کی گٹھریاں اور گٹھے اپنے سر پر لادنے والے ہیں، وصحبت میں جاہل ہیں اور گنوار ہیں، تو اشاء اللہ آپ اپنی خوش بختی سے کوئی غریب کاشتکار ہیں، بھاری بھاری بوجھ کی گٹھریاں اور گٹھے اپنے سر پر لادنے والے ہیں، وصحبت میں جاہل ہیں اور گنوار ہیں، تو اشاء اللہ

روح آپ اپنے خالق و مالک کے حکم کی تعمیل میں رمضان مبارک کے بارانِ رحمت سے سیراب ہو رہے ہونگے! یقین کیجئے کہ آج آپکے مترہ پہاڑ نہیں پر بسنے والے نہیں آسمان پر اُڑنے والے نہیں، فضائے بُقعۂ نُور میں سانس لینے والے، حریم عرش کے پایہ تماشے والے رشک کر رہے ہیں، دشمن ہے کہ آج یہ شاعری معلوم ہو رہی ہو لیکن کل انشاء اللہ حقیقت ہو کر رہے گی، اور اُن بے خبروں کو بھی خبر دار کر کے چھوڑے گی جو آج روزہ داری کے مقابل فوائد اور مادی لذتوں سے بھی محروم ہیں میں اپنی زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

(منقول از صبح (لکھنؤ، جنتہ دار ۱۲، مارچ ۱۹۲۸ء ایڈیٹر عبدالماجد)

(۵)

نیند پُورے سکھ کے ساتھ کس کو آتی ہے؟ اُس کاہل کو جو رات دن بستر پر پڑا رہتا ہے، یا اُس محنتی کو جو دن بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد تھک کر اپنے دماغ جسم کو چند گھنٹوں کے لئے آرام دینے کو لیٹتا ہے؟ کھانے میں اصل مزہ کس کو ملتا ہے؟ اُس امیر کو جو سارے دن اپنے ذائقہ کی خاطر ترکاریوں میں لگا رہتا ہے، اور طرح طرح کی چٹپٹی چیزیں کھاتا رہتا ہے یا اُس غریب کو جو محنت و مشقت کے بعد دن میں ایک یا دو بار سادہ اور معمولی کھانا کھاتا ہے؟ سو کر اُٹھنے کے بعد فرحت اور جمائی کس کو حاصل ہوتی ہے؟ اُس کو جو ساری رات پریشان اور ہولناک خواب دیکھتا رہتا ہے یا وہ جو شروع سے آخر تک میٹھی نیند لیتا رہتا ہے؟ پس اگر سحری کو نیند پُورے سکھ کے ساتھ نہیں آتی، کھانے میں پُورا مزہ نہیں ملتا یا سو کر اُٹھنے کے معاً بعد حسبت سے کسل پُوری طرح دُور نہیں ہوتا، تو اُس کی ذمہ داری اور تنہا ذمہ داری، اُسی کی بے اعتدالیوں پر آتی ہے۔

روزہ جسم و رُوح دونوں کے ایک خاص ضبط و انضباط، تزکیہ و تنقیہ، پرہیز و احتیاط کا نام ہے، اس کے تمام ہونے پر انتہائی لُطف و راحت، لذت و فرحت محسوس ہونی چاہیے۔ اگر آپ اس میں کمی محسوس کرتے ہیں تو یقیناً یہ آپ ہی کا قصور ہے اور یہ لازمی ہے کہ روزہ کی کچھ شرطیں آپ توڑ چکے ہیں، اور اس کے جو آداب نگاہ رکھنے کے تھے وہ آپ نہیں رکھے جسم و دماغ کو اگر آپ دن بھر صحیح طور پر کام میں لگائے ہوئے ہیں، تو شب کو نیند کی حالت میں بھی تکان گاہ کو تھکن کی توصرف لذت حاصل ہوگی، ٹھیک اسی طرح اگر جسم و رُوح کو آپ ٹھیک طور پر دن بھر مشغول رکھے ہوئے ہیں، اگر آپ وہی کرتے رہے ہیں جو ایک روزہ دار کو کرنا چاہیے تو آپ کا دن اور آپ کی رات، آپ کی صبح اور آپ کی دوپہر آپ کا سہ پہر اور آپ کی شام، غرض آپکے وقت کی ہر گھڑی، آپ کے دل کی کلی کی کھلی رکھے گی۔ لغو گی اور اداسی آپکے لئے پے مفہوم ہوگی اور سود و نقصان کا ہوائیں بھی مزح نہ آشنا ہونگی۔

روزہ کے معنی یہ ہیں کہ آپ اپنے بیدار کرنے والے آپ کے سامان زندگی کے مہیا کرنے والے اور آپ کی صوت زندگی کی بہاری و تندرستی ہر حیثیت پر قدرت رکھنے والے کے سامنے عجز کر تے ہیں کہ سارے دن آپ اپنے تئیں اپنی آنکھ اور کان، اپنے مُنہ اور زبان، اپنے دل اور اپنے دماغ اپنے اعضاء اور اپنے جسم اور جان، عرض اپنے سارے وجود کو سر بمہر کی راہ سے روکے رہیں گے، سر بمہر کی اور مُہر بھی اُسی کے نام کی جس کا اسمِ نام اُس کی مہر ہی راہ اُس کا اظہارِ حق، اور اُس کی کچی حمایت ہے، زبان اگر کھُلی تو صرف کلمہ حق پر کان اگر سنیں گے تو صرف سچائی کو، آنکھ اور کچھ دیکھے گی تو صرف اچھی کو، دل اگر سوچے گا تو صرف سچائیوں کو، اتحاد اور پھر اگر حرکت کریں گے تو صرف سچائی کی راہ میں۔ مادی زندگی کے سب سے بڑے اور طاقتور مظہر رسُوخ کے ڈوب جانے پر جب آپ اُس ذات کے شکریہ کے ساتھ جس نے آپ کو یہ توفیق دی (اور انشاء اللہ اپنی اس بندگی کی ہر شرط کو پوری طرح ادا کیا ہوگا) نوالوں کی تعداد اور لقموں کی مقدار کو اور کم کرنے کے لئے تیار ہیں! اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ اس خوش دلی کے ساتھ اُس کی تعمیل پر آمادہ نہیں ہو جاتے جس سے آپ کا دائمہ، نہیں تو اکثر طرح طرح کی تاویلوں سے جن کا اصل مطمئن نہیں ہوتا اُسے ٹال جانا چاہتے ہیں!

آپ کہتے ہیں کہ آپ خدا کے فضل سے روزہ دار ہیں اور ماہ رمضان کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں لیکن پھر یہ کیا ہے کہ آپ کی مدد دنی زندگی میں کوئی خیال فرق نہیں محسوس ہوتا۔ خفیہ اب بھی آپ کو برابر آتا ہے بلکہ شاید کچھ اور بڑھ ہی گیا ہے۔ دوسروں کے عیب جیسے پہلے اب بھی آپ کو ویسا ہی مرغوب آرہے ہیں فسانی خواہشوں اور لڑنے جھگڑنے کے منصوبوں میں اب بھی کوئی کمی نہیں معلوم ہوتی۔ دن میں بے تبہ آپ کھانے پینے میں ہیں لیکن وقت کا بڑا حصہ بجائے عبادتوں کے سونے اور سکاری میں گزارتے ہیں، یا پھر سحری، طعام شب اور افطار باتیوں کے اہتمام و انتظام میں! وہ وہ لذیذ اور قیمتی غذائیں جن سے آپ کا ذائقہ سال میں گیارہ مہینے بالکل نا نوس رہتا ہے، آپ صرف اسی ماہ صبر و تقویٰ کے لئے اکٹھا رکھتے ہیں اور وقت اور روپیہ کا اچھا خاصا جتھہ اسی ماہ مبارک کی دعوتوں اور ضیافتوں میں صرف فرماتے رہتے ہیں! کیا اسی روزہ داری پر آپ خوش ہیں؟ کیا اسی کا نام آپکے خیال میں ماہ مبارک کا احترام ہے؟

ایک شخص قمار اور رُوزہ کا نفس شرارت نیاز کرتا ہے مگر اُس میں کچھ کھیاں بھی بیٹھ کر ولا دیتا ہے، آپ ایسے شخص کی صحت و عافی کی بابت کیا رائے قائم کریں گے؟ ایک شخص لذیذ سے لذیذ اور بہتر سے بہتر کھانا خوان میں لگا کر لاتا ہے لیکن اُس میں ایک حشرہ ملاطت کا بھی ملا دیتا ہے، آپ اس پر غضب ناک ہو کر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں؟ بتائیں فرمایئے کہ اس کے کہیں زیادہ موجب تاسف و مستحق ماتم اُس بے عقل و بد نصیب کی حالت ہے جو روزہ رکھ کر بھی غصہ کر کے جمیع اپنی ہی مصروف روزہ کے نفسانی خواہشوں کے مصولوں میں روزہ کے روزہ کی نعمتوں اور راحتوں، لذتوں اور فرحتوں کو اپنے اوپر حرام کر تا رہتا ہے! اور جو حرماں نصیب سرے سے روزہ ہی کو ترک کئے ہوئے ہیں، اُن بیچاروں کو تو بس اللہ ہی سیدھی راہ دکھائے اور سیدھا ہدایت کی توفیق نصیب کرے!

(صبح، لکھنؤ ۱۰ مارچ ۱۹۲۸ء)

ضمیمہ

روزہ

(متعلق حاشیہ ۱۸۳ سورۃ البقرۃ)

آپ کو معلوم ہے کہ اطبائے یونانی کتنے متعدد امراض میں فاقہ کو منبع دوا بتاتے ہیں، آپ کو خبر ہے کہ ڈاکٹروں کے اصول سے اب فاقہ کتنے امراض کا علاج ثابت ہو چکا ہے؟ آپ واقف ہیں کہ ہر طریقہ علاج کے ماہرین فن نے کتنی تمہید اور ملک بیماریوں کا علاج اپنے تجربہ میں فاقہ ہی کو پایا ہے؟ خود آپ کا ذاتی تجربہ کیا ہے، آپ کو جب کبھی بیماری میں طبیب یا ڈاکٹر نے فاقہ کا مشورہ دیتے ہیں تو آپ کیسی خاموشی کے ساتھ بے چون وچرا اور بغیر بحث و مناظرہ اُس کے حکم کے آگے گردن جھکا دیتے ہیں اور اُس کی ہدایتوں کے مطابق کھانے اور پینے کی لذتوں سے دستبردار ہو جاتے ہیں! لیکن جب اس سے کم تکلیف اور اس سے ہزارہا گنی زیادہ راحتوں اور نعمتوں کے وعدہ کے ساتھ اس قسم کی احتیاط خود بخود فوش کا حکم آپ کو سب سے بڑے حکیم کے مطبے ملتا ہے تو یہ کیا ہے کہ آپ اس خوش دلی کے ساتھ اُس کی تعمیل پر آمادہ نہیں ہو جاتے مگر طرح طرح کی تاویلوں سے جن کا اکثر خود آپ کا دل بھی مطمئن نہیں ہوتا اُسے ٹال جانا چاہتے ہیں!

(دیدار علی اللہ کی آنکھ نہیں ہے، جس سے کوئی اکیم اللہ جیسے برگزیدہ پیمبر ماوجود شوق وتمنا، اس دنیا میں محروم رہے!

(صبح لکھنؤ - ۱۴ مارچ ۱۹۲۶ء)

خدا کو قانونِ مکافات (ہندی میں کرم) کے ضابطوں سے ایسا جکڑا ہوا سمجھ لیا ہے کہ اس کے لیے معافی کی اور اسکے ہاں شفاعت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے۔ اسلام نے توسط و اعتدال کی شاہراہ اختیار کر کے بتایا کہ نجات کا معاملہ ہر گز کسی کی شفاعت پر نہیں، البتہ خدا نے اس کی گنجائش بھی رکھی ہے اور اپنی اجازت کے بعد مقبول بندوں کو دُوسروں کی شفاعت کا (جو درحقیقت دُعا ہی کی ایک صورت ہے) موقع دے گا اور اُن کی دُعائیں قبول کرے گا۔ اور مقبولین کے سب سے بڑے نبی سردارِ ہمارے رسول کریم صلعم ہیں۔ ۹۸۳ یعنی حاضر و غائب محسوس و معقول مدرک سب کا علم اُسے پُورا پُورا حاصل ہے۔ ما کان تعلمہ و ما کان بعد ھو و کلھم (کشاف) نام یہاں آگے اور پیچھے صرف دنیا کی حالتوں کا لیا گیا ہے لیکن مُراد جمیع جہات ہیں اور یہ کنایہ عربی زبان میں عام ہے۔ ھذا کما ان قولہ تعالیٰ ما تاثر الصلوٰت من جمیع الجہات۔ اور یعلم ما فی السمٰوٰت والارض میں غیر جمع غائب یا تو اس ذات کے مدلول کی جانب پھیر دیا گیا جس کی جانب جمیع حالتیں منسوب ہیں اور یا فی السمٰوٰت والارض کی عائد ہے اور غیر مذکر اس لئے کہ مُراد ان دونوں کا مجموعہ ہے یعنی زمین و آسمان کے اہل جن سے مراد فرشتے ہیں۔ اور یعلم ما فی السمٰوٰت والارض میں ما

يَاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ

دن آجائے جس میں نہ سوداہو کام آئے کسی اور نہ دوستی اور نہ سفارش

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اور کافر ہی تو ظالم ہیں اللہ (وہ ذات) کہ کوئی معبود اس کے سوا

هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا

نہیں زندہ ہے سب کا سنبھالنے والا اسے نہ اونگھ آسکتی ہے نہ نیند

نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ

اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے کون ایسا ہے

ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا

جو اس کے سامنے سفارش کرسکے مگر اس کی اجازت سے وہ جانتا ہے جو کچھ

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ

مخلوقات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اس کے معلومات میں سے کسی چیز

مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ

کو بھی گھیر نہیں سکتے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی نے سمارکھا ہے آسمانوں اور

وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ

زمین کو اور اس پر ان کی نگرانی (اسے) تھکاتی نہیں ہے اور وہ عالیشان ہے

الْعَظِيْمُ ۝ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ

عظمت والا ہے دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہدایت تو گمراہی سے صاف صاف

منازل ۱

ہمارے ہاں کے عام واعظوں اور لعنت گو شاعروں نے شفاعت مصطفوی پر حد سے زیادہ زور دینا شروع کیا ہے یہ صاف مسیحیت کا تاثر کا نتیجہ ہے ۔ اَنْخَذْتُ ۔ یہاں وہی کام مراد ہیں جو اسی قسم کے تعلقات کفر میں مبتلا ہیں ۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت سے غلط فہمی کی خدمت ملتی ہے جو لوگ ضروری مصارف خیر میں خرچ نہیں کرتے وہ اپنے کو اہل کفر اور اہل جہنم کے حکم میں لاتے ہیں ۔

۹۷۸ زندہ اور جمیعتا ، اصل میں ظل ہے خدا ۔ خدا زادہ) حدا کے بعض وجوہ کے قائل نو صابی مذاہب بھی ہوئے ہیں ، البتہ وہ اس مسود اعظم اور ہندوؤں کی اصطلاح میں ایشور کے علاوہ متعدد مسودوں اور دیوتاؤں کے بھی قائل رہے ہیں ۔ تعلیم اسلام ہی کی ہے کہ اس ایک حدا کے سوا کسی اور حدا کا حرف سے وجود ہی نہیں ۔ یہ نہیں کہ وہ تو مسود اعظم ہے باقی جھوٹے چھوٹے مسود اور بھی موجود ہیں ۔ عیسائی بھی جو کہ شرک میں مبتلا ہو چکے تھے اس لئے ان کے مقابل میں بھی توحید کامل کے اثبات اور غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کی اس قدر ضرورت تھی ۔ یہ آیت آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کی برکتوں اور فضیلتوں سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو ۔ احادیث میں اس کے فضائل بکثرت وارد ہوئے ہیں ۔ اس کی معنویت اور حامیت سے بھی اتنی ہمایاں اور اس درجہ کی ۔ اپنے تو جو ہر اپنے ہی ہیں بیگانے جیسے سیل مترجم قرآن مجید اور سیور اور دوسری جیسے معاصرین نے بھی بے ساختہ اس کی داد دی ہے ۔

۹۷۹ اَلْحَيُّ ۔ وہ مستقل زندہ ہے وہ ازلی اور ابدی ہے صفت حیات اس کی حنیوذات ہے موت یا عدم حیات اس پر نہ پہلے کبھی طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی طاری ہو سکتی ہیں ۔ تو کیا کوئی قوم ایسی بھی ہوئی ہے جس نے اپنے معبود کی اس کملی ہوئی اور ذاتی صفت میں بھی شبہ کیا ہو ——— ایک نہیں متعدد قوموں نے شک و استبعاد کیا یعنی انتہا تک اس صفت کا کیا ہے ! بحر روم کے ساحل پر متعدد قوموں اس عقیدہ کی گزری ہیں کہ ہر سال علالت تاریخ پر ان کا خدا وفات پا جاتا ہے ، اور دوسرے دن از سر نو وجود میں آجاتا ہے ، اچانچہ ہر سال اس تاریخ کو خدا یا بعل کا پتلا بنا کر جلایا جاتا تھا اور دوسری صبح اس کے ختم کی خوشی میں رنگ رلیاں شروع ہو جاتی تھیں ۔ ہندوؤں کے ہاں اوتاروں کا مرنا اور پھر جنم لینا اسی عقیدہ کی مثالیں ہیں ——— اور خود مسیحیوں کا عقیدہ بحر اس کے اور کیا ہے کہ خدا پہلے تو انسانی شکل اختیار کر کے دنیا میں آتا ، اور پھر صلیب پر چڑھ کر موت قبول کر لیتا ہے ! مسلمان کے گھرانے میں پیدا ہونے والے بچے تسوع ہی سے ایک ازلی ابدی باقی و غیر فانی خدا کے عقیدہ سے جو کہ انوس ہو جاتے ہیں ۔ بڑے ہو کر انکے خیال ہی میں یہ بات نہیں آتی کہ خدا کبھی اور کسی حال میں کسی مٹی میں اور کسی لحاظ سے حادث و فنا پذیر بھی ہو سکتا ہے لیکن آخر آج بھی کروڑوں کی تعداد میں بیٹھے کہلے لوگ خدا کی اسی فنا پذیری کو تسلیم کر رہے ہیں یا نہیں ؟ اَلْقَيُّوْمُ ۔ مسیحیوں نے جس طرح حضرت حی کی صفت حیات کے باب میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اسی طرح صفت قیومت کے متعلق بھی عجیب گہری میں پڑ گئے ہیں ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح بیٹا اپنے باپ کی شرکت و آمیزش کے خدا کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۔ گویا جس طرح معوذ مانند مسیح ابن اللہ خدا کے مقابل میں اسی طرح خدا بھی اپنی حدائی کے اثبات کے لئے مسیح کا محتاج ہے ——— صفت قیومت کا اثبات کر کے قرآن نے اسی مسیحی عقیدہ پر ضرب لگائی ہے ۔ قیوم وہ ہے جو نہ صرف اپنی ذات سے قائم ہے بلکہ دوسروں کے بھی قیام کا سبب و باعث ہے اور سب کو سنبھالے ہوئے ہے ۔ اس کے لئے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ۔ القیوم القائم الحافظ لکل شئ والمعطی لہ مایہ قوامہ (راغب) وہ القائم بنفسہ مطلقاً لا بغیرہ وھو مع ذلک مقوم کل موجود حتی لا تتصور وجود شئ ولا دوامہ وحتی الا تتصور الخ (تاج) العیم لغیرہ ، فحیم الموجودات معتقرۃ الیہ وھو حی عما ولا دوام لھا دون امرہ (راغب) ۹۸۰ (جب کہ مشرک قوموں نے سمجھا ہے) حابی بہ ہوں کے دیوتا بیمار سے صحوم بھی ہو جاتے ہیں اور سوئے بھی گئے ہیں اور اسی غفلت کی حالت میں ان سے طرح طرح کی فوق گراں تنیں ہو جاتی ہیں ۔ مسیحیوں اور یہود کا بھی عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جب چھ روز میں آسمانوں اور زمین کو ساڑا لا تو ساتویں دن اسے ستانے اور آرام لینے کی ضرورت پڑ گئی ۔ اسلام کا خدا دائم ، بیدار ، ہمہ خبردار غفلت و سستی اور تھکن سے بالا و ارجمند ہے ۔

۹۸۱ لہ کو مقدم کر دینے سے معنی میں زور اور تاکید آگئی اور مفہوم حصر کا پیدا ہو گیا یعنی ساری کائنات کی ملکیت اور مالکیت صرف اسی کی ہے ۔ کوئی اس صفت میں اس کا شریک نہیں ۔ اور اس کی بارگاہ خدا کا کوئی گوشہ کوئی تصور حاجی نہیں ۔ مشرک قوموں نے اپنے دیوتاؤں کو کائنات کا مالک مالا بھی ہو تو اندھے مولے ٹھگڑے افسر تھا ۔ اسلام نے آکر اس پر زور دیا کہ صحیح رشتہ خلق خالق کا مخلوق کے ساتھ ملکیت کا مل ہی کا ہے ۔ لہ میں لی متعدد طور پر ملک کے معنی میں ہے ۔ وللہ الملک ، عمران ۔

۹۸۲ مَنْ ذَا الَّذِيْ کون ایسا ہے ؟ استفہام انکاری ہے ، یعنی کوئی ایسا نہیں ۔ تشفع جندکہ ۔ شفاعت بر حاسیہ ابھی اوپر گزر چکا ۔ شفاعت کرنی مسیحیوں کا ایک عقیدہ مخصوص ہے ۔ مسیح کے لئے اس کے ہاں بالاستقلال شفاعت ہی بات نہیں ، بلکہ تخلیق کائنات بھی خدا نے نعوذ باللہ اپنے اسی فرزند کے واسطہ سے کیا ہے ۔ قرآن مجید مسیحیوں سے مخاطبہ کے وقت اُن کے مخصوص مرکزی عقائد کفارہ و شفاعت وغیرہ پر برابر رد کرتا جاتا ہے ۔ ماذہ ۔ یہ تصریح بھی بہت ضروری تھی مسیحیوں نے جہاں نجات کا دارومدار شفاعت پر رکھا ہے وہاں کے برعکس بعض مشرک قوموں نے

تعظیم بلکہ پرستش خدا ہی کی طرح کرتا تھا اور اپنے لئے اُس نے ایک عرشِ الٰہی تیار کرایا تھا جس پر اجلاس کیا کرتا تھا (ملاحظہ ہو گنسبرگ Ginsburg کی حکایاتِ یہود Legends of the Jews. جلد اوّل ص۱۷۳) آنْ اسئلُ اللّٰہَ ۔ میں اُن سے بتیسیے ہے دن کے معنی میں ہے اطلبہ وایاہ الملک وحملہ علی المحاجۃ (صحاح) کلدانیوں کا ملکی اور فوجی مذہب خوب خیال رہے کہ حضرت ابراہیم کے وقت میں اصلاً شمس پرستی تھا یعنی سُورج دیوتا کی پوجا اور یہی سب دیوتاؤں کے سردار تھے۔ نمرود کلدانی فرعون مصری کی طرح اپنے کو اسی خدا کے ظلّ کا مظہر یا سردیا اقرار سمجھتا تھا۔ اور اہلِ توحید کو اپنے ملک یا دین اور اپنے مذہب کا دشمن اور منکر قرار دیتا تھا۔ رہتہ فہ اہلِ توحید کے حملے کو واحد سے بھی جملے لگا تھا جو زلیخا میں یہود کا موروثی قدیم اپنی تاریخ آماد پر دیں لکھتا ہے۔ "وہ لوگوں کی توحّلی کو حدا کی جانب نسبت دینے سے روکنے لگا۔ گویا کہ وہ خود فادر علی الاطلاق ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اگر اس کی خدائی طوفانِ نوحؑ کی طرح دنیا کو ڈبو یا تو میں اُس سے انتقام لوں گا۔" (باب اول۔۲۰۴) ۱۰۰۱ (آپ کے اس سوال کے جواب میں کہ وہ کونسا خدا ہے جس کے تم پرستار ہو؟) نمرود تو مدعی اپنے خدا ہونے اور مظہرِ خدا ہونے کا تھا۔ اُس سے دوائی توحید کو چیلنج دے کر پوچھنا کہ وہ کونسا خدا ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو؟ دوسرا ہیں اچنبھے کے ساتھ پوچھا کرتے ہیں کہ ہمارے فلاں فلاں دیوتا اور فلاں فلاں دیوی کے علاوہ اور ان سے ماورا و آخر خدا ہے کونسا خدا ہے؟ کہاں ہے؟ کیسا ہے؟ اسکے افعال وصفات کیا ہیں؟ ۱۰۰۲ یہی حیات و موت کی ساری قوتیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی سارے نظامِ ربوبیت کا سرچشمہ ہے۔ کائناتِ حیاتی کی بقا دفنا کے سارے خانوں اور ضابطۂ آخریں اسی پر حاکمہ ثمر تے ہیں۔ کسی مندہ میں یہ طاقت نہیں کہ اس نظامِ حیاتی و افنائی کو دخل دے یا اس میں کوئی ادنیٰ تصرّف بھی کر دکھائے۔ فقہاءِ مفسرین نے کہا ہے کہ آیت سے مطابقت کا اطمال ہو رہا ہے۔ محققین صُوفیہ نے عالمِ ابراہیمی سے استنباط کیا ہے کہ ضرورت دیں کے وقت بحث و مناظرہ پر تجدید و تعریف کے مبانی میں خصوصاً کامل توبیان سے ہو نا کامل ظاہر ہو رہا ہے۔ وھذہ الآیۃ تدل علی عصمۃ الملائکۃ فی الدس واستحمال حجر المعقول والاستدلال بدلائل اللہ تعالیٰ علی توحدہٖ وصحۃ الحشر (حسامی) اور ایک محقق نے یہ نکتہ بھی خوب نکالا ہے کہ حضرات انبیاء توحید باری میں صرف انعالِ حق سے استدلال کرتے تھے اور ایسی صفات کو پیش کرتے تھے جو سب سے مدہب تشبہ و تجسّم کیلئے گنجائش نکل سکے۔ تدل علی انہ تعالیٰ لایشبہ شیئا، وان طریق معرفتہ ما نصب من الدلائل علی توحدہٖ لا انہ انبیاء علیہم السلام انما حاجوا الکفار عند ذلک وانہ صلعم انما استدلّ بالافول لانہ کان فی زمن تشبہ النجوم بالاحیاء وانہ صلعم ما نصب من الدلائل الا ما کان مختصا بالاجسام (تفسیر کبیر) اور ضابطۂ توحید الشہود و اتحاد معبودہ کا حوالہ دیا ہے۔ تحلی اللہ بصفاتہ علیہ وسلم وانوارہ وعلومہ نموت وحیہ کے اسبابِ بعیدہ کی تہ چڑھا اور صرف اسبابِ ظاہری و عملی کو سامنے رکھکر جواب دیا کہ سامانِ عیشت تو سب میرے ہاتھ میں ہے اور کاذبین مدعی نبوۃ و ادعاء معجزہ کا مقابلہ واسدد الواحا علیہ وصدی بہ نمود و نمر

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ
ابراہیم نے کہا اللہ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا
الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ
ہے تو اسے مغرب سے نکال دکھا اس پر وہ جو کافر تھا دنگ
الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
رہ گیا تب اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا
اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰي قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي
یا جیسے اس شخص کی (حالت) جو ایک بستی سے کہ (اجڑ کر) اپنی چھتوں کے
عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ
بل گری ہوئی تھی (اسے دیکھ کر) کہنے لگا اللہ اس (آبادی) کو اس کے مرے پیچھے کیوں کر جلا
مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ
(اس کا مسافر) نے اس شخص کو سو سال تک مردہ رکھا پھر اسے جلا اٹھایا (اور) پوچھا
كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ
تو کتنی مدت (اس حالت میں) پڑا رہا اس نے کہا میں (اس حالت میں) کوئی دن بھر یا اس کا کچھ حصہ رہا (یا)
بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ
(نہیں) سو برس تو (اسی حالت میں) پڑا رہا۔ اپنے کھانے اور پینے کی طرف تو دیکھ (کہ اب تک) وہ
لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً
سڑا (گلا) نہیں ہے اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ اب تک) اور (یہ) اس لئے (کہ ہم تجھے ایک نشان

منزل

سننے والا الحاظ کا اور اقوال کا۔ عَلِیْمٌ جاننے والا احوال کا اور اعمال کا۔ یعنی اللہ کو ظاہر و باطن، کلی، جزئی ہر قسم کا علم و اطلاع ہے ——— الشکی یا جری اور جرم علمی مسلمانوں کو ایک معمولی اور سوئی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن جاہلی قوموں میں ایک دو سے کہیں زیادہ ایسی ہیں جو حق تعالیٰ کی صفت علم میں بھی شبہ کر چکی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض جاہلی فلاسفہ یہ بھی کہہ گزرے ہیں کہ خدا کو علم صرف کلیات کا ہے جزئیات کا نہیں ہوتا۔ کلام مجید کی اس قسم کی آیتوں کی پوری قدر سمجھی ہوتی ہے۔ جب دنیا کی جاہلی قوموں کے عقائد باطلہ پر نظر ہو ——— ! ۹۹۴ قَالَ - وہی کا تربہ بھی کسی ایک لفظ سے مشکل ہی ہے۔ رفیق، دوست، پشت پناہ، سرپرست سے کے مفہوم اس میں شامل ہیں اور اہل تفسیر سے یہ سب معنی منقول ہیں۔ لِمَنْ هُوَ وَمَوْلَى اَمْرِهِ (یعنی) مَنْ هُوَ وَلِيُّهُ وَنَاصِرُهُ وَالْمُعِيْنُ لَهٗ عَلٰى اَمْرِهٖ يَتَوَلَّاهُ بِعَوْنِهٖ (ابن جریر) الولی المکمل، الملہم الکبیر، مَنْ هُوَ مُتَوَلِّيْ اَمْرِهٖ وَمُتَكَفِّلٌ بِهٖ (ابن جریر) اہل ایمان کے بگڑے کام بنانے والا۔ آڑے وقت ان کے کام آنے والا اللہ ہی ہے نہ کہ ابن اللہ یا کوئی دیوی دیوتا ——— نحنی زدہ سیحیوں اور مشرکوں کا یہاں بھی کیا گیا۔ بعض صوفیہ نے آیت ولایت عامہ کے اثبات پر استدلال کیا ہے، ۹۹۵ اور بھی مومنین کے حق میں جسے بڑی اور کارآمد نصرت و پشت پناہی ہے) اَلظُّلُمَاتُ سے مراد کفر انواع کفر اور متعلقات و ملحقات کفر ہیں۔ مثلاً شک و ارتیاب، شعوبت منہج میں ملوث وغیرہا۔ اَلنُّوْرُ سے مراد ایمان و انوار ایمان ہیں۔ عقل سلیم و روح شوق وغیرہا۔ کفر و ظلمات کی قسمیں بے شمار ہیں اس لئے ظلمات کو صیغہ جمع میں لائے۔ انواع کفر و اسباب کفر بہت زائد ہیں۔ دو نقطوں کے درمیان سخنی یا ٹیڑھے خط پیتا مد ہو سکتے ہیں۔ سیدھا خط ایک ہی ہو سکتا ہے۔ راہ راست ایک ہی ہے اس لئے الھدیٰ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے صیغہ واحد ہی میں آیا ہے۔ ۹۹۶ ترغیب، تحریص و توجہ کے ہر ممکن حربے سے کام لے کر) طَاغُوْت پر حاشیہ اوپر گزر چکا ہے اس کا اطلاق واحد جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ یہاں معنی جمع ہی مراد ہے۔ اور جب فضا ہی ساری کی ساری ظلمانی ہو تو ظاہر ہے کہ شیطنت اور بدی کے محرکات کتنے اور ایمان و تقویٰ کے محرکات کتنے گھٹ جاتے ہیں۔ شیطان بدی کے چہرے پر طرح طرح کے خوشنما القاب ڈال، اس کے نام طرح طرح کے خوبصورت رکھ کر اُسے سامنے لاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو اہل ایمان اہل تقویٰ ہیں وہی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی ؎ منعوی کو بھی بدنہ کہنے پر شیخ یہ کس سے کہوں کہ دل کی تمہارے یہ
شیطان کو بھی کہہ دیا تھا اک دن اک شور مچا خلاف تہذیب یہ

۹۹۶ (کہ انہوں نے اپنی وقتی فیصلے سے کام نہ لیکر راہ کفر و ضلالت اختیار کی) ۹۹۸ (راے خاطب) اَلْوَقَائِعُ - عربی ادب میں یہ اسلوب بیان حیرت و استعجاب کے موقع کیلئے ہے اور وہ بھی بطور ذم اسوجہ سے جب کبھی کسی کے بھی حیرت انگیز نقص یا عیب کی طرف قصداً لفات مقصود ہوتا ہو تو اسے شروع اس طرح پر کرتے ہیں جیسے اُردو میں کہتے کہ تم نے فلاں کی حرکت دیکھی ہو؟ وَكَذٰلِكَ تَفْعَلُ الْعَرَبُ اِذَا اَرَادَتِ التَّعَجُّبَ مِنْ فِعْلِ مَنْ فَعَلَ قَالُوْا مَا تَرٰى اِلٰى هٰذَا (ابن جریر) هٰذِهِ كَلِمَةُ يُوْقَفُ عِنْدَهَا الْمُخَاطَبُ حَتّٰى تَصِفَ لَهٗ مَا وَقَعَ (ابن کثیر) ۹۹۹ (سکرہ مخالف کی حیثیت سے) یَحِيْدُ وَمَنَاوِئُ کرنے والا کوئی معاصر بادشاہ تھا۔ یہ تصریحات تو قرآن مجید میں نہیں بلکہ اس آیت کے اندر موجود ہیں۔ مفسرین نے اس موقع پر نمرود کا نام لیا ہے اور چونکہ اس خاص قصہ کا ذکر اہل کتاب کی کتاب میں موجود ہے اس لئے وہ اس روایت ہی کے لینے میں تامل کر رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید تو بہت کی اس طرح کی خدا جانے کتنی فوق الفہم باتوں کی تصحیح کر گیا ہے۔ اتنا تو بالکل تاریخ و روایات یہود میں تسلیم ہے کہ نمرود ہی بادشاہ کا وجود تھا۔ بادشاہ بہت بڑا تھا اور ساتھ ہی سخت ظالم اور مشرک اور آذر اس کا وزیر تھا۔ توریت میں ہے:- "اور کوش سے نمرود پیدا ہوا۔ زمین پر جبار ہونے لگا۔ خداوند کے سامنے وہ صیاد جبار تھا۔ اسی واسطے مثل ہوئی کہ خداوند کے سامنے نمرود سا صیاد جبار پیدا ہوا" اور زمین پر شمار ہونے لگا (۱- تواریخ ۱- ۱۰-۹) اور حسب روایات یہود یہ نمرود اپنے قبیلہ والوں کی تفریق سے کامل یاقف کو شکست دینے کے بعد زمین کا بادشاہ ہو گیا۔ اور آذر کا اسے اپنا وزیر بنایا۔ اس کے بعد ابراہیمی تحریک کے نشو و نما کا ذکر ہے۔ بابل کا علاقہ یہود کی تاریخ میں ایک اور بادشاہ کا نام آتا ہے جو اہل کا سے بالکل انسانی حد تھا بعض مؤرخین نے اسے نمرود کا مرادف قرار دیا ہے (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۲ ۳۳۳) انیسویں صدی عیسوی کے نشو و آخر میں فرنگی مذہبیت چونکہ پرستی اور اس کی تقلید میں ہندوستانی "روشن خیالی" اور "سپرٹ" کا تسدید تقاضا یہ تھا کہ ان قصوں کو جوں کا توں مان لینے کی جو مرنگی مؤرخین کے قدم آگے بڑھتے گئے یہ تشکیک و بے اعتمادی بھی ضعیف ہوتی چلی گئی۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے سب سے آخری ایڈیشن (۱۹۲۹ء) میں اعتراف کیا گیا ہے کہ نصف صدی پیشتر ان قصوں کو جو اساطیر سمجھ لیا گیا تھا وہ حیل اب بہ بڑی تحقیق سے قائم ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ نمرود کے ساتھ خاطر ابراہیمی کا تعلق بھی (جلد ۱۲ ۱۸۵) نجد میں ضرور ابراہیم کی ملاقات کی ہے لیکن بعض نے اندی حاتم کی جانب بھی جائز رکھی ہے۔ اور اس صورت میں ترجمہ ہوگا لینے جھگڑے بابت میں۔ والصحیح ان یعود الی ابراہیم و یحتمل ان یعود الی الذی حاجہ (ابن کثیر) بہرحال قائل الحاج بیان ہو کہ گفتگو بوت کے بارہ میں تھی۔ ۹۹۷ کہ بارہ میں بھی نہ تھی مسئلہ ربوبیت میں بھی باہم گفتگو ہوئی ہے نمرود یہ ربوبیت میں دھبی ۹۹۸ یعنی اسے وسعت سلطنت ہی نے غرور و سرکش اور برخود غلط بنا رکھا تھا۔ روایات یہود میں یہاں تک تصریح ملتی ہے کہ وہ اپنے

غلط قسم کا فنی اجتہاد ہے۔ صحابیوں اور تابعین کے بعد سے لے کر اس وقت تک جتنے بھی اہل تفسیر عربی کا ذوقِ سلیم رکھنے والے ہوئے ہیں سب نے مرلو ہر پر ندکے ٹکڑے ٹکڑے سے لی ہے۔ حرأھن احلۃ وحمل علی کل حبل معلوم جنۃ (احکام جصاص و قرطبی احولہ من حمل المتاع (کشاف)

۱۰۳۱ھ (صحیح سالم اس طرح کہ زندہ ہو کر ان میں سے ہر ایک کے متفرق و منتشر اجزاء آپس میں مل ملا کر ٹھیک ہو جائیں گے) أُدْعُوْنِیْ۔ یعنی آواز دے کر انہیں اپنی طرف بلا لینے۔

۱۰۳۲ھ عربیہ۔ یعنی ایسا زبردست جو ہر شے پر بکساں قادر ہے۔ محال و ممکن، اشد اور اسہل کی تفریقیں اور تقسیمیں تو انسان کی قائم کی ہوئی ہیں۔ قادرِ مطلق کے لئے کسی چیز کے اشد یا محال ہونے کے کوئی معنی ہی سرے سے نہیں۔ حَکِیْمٌ۔ یعنی بادجود عموم قدرت و اختیار مطلق کے وہ کرتا صرف وہی ہے جو عین اس کی حکمت کے مطابق ہوتا ہے، طلب یہ ہوا کہ ایسے عزیز و حکیم کے لئے احیاء موتیٰ میں دشواری ہی کیا ہے۔ جب بھی وہ اپنی حکمت کے لحاظ سے مناسب سمجھے گا حشر برپا کر دے گا۔

۱۰۳۳ھ (اللہ کی نظر میں اور اپنی برکت و افزائش اجر کے لحاظ سے) فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ یعنی احکام شریعت کے مطابق یک کاموں میں۔ أَنْفَقَہٗ۔ اور فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ دونوں عام ہیں۔ تمام مصارفِ خیر ان میں آجاتے ہیں۔

۱۰۳۴ھ (تو جس طرح غلہ کے ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہو گئے۔ اسی طرح اللہ کا یہ خیر میں صرف کرنے والوں کو ان کے تحسینِ عمل کا اجر سات سو گنا دیتا ہے) ایک عام فہم مادی مثال دے کر یہ سمجھا دیا کہ اس تکثیرِ اجر پر اتنی حیرت کیوں کی جائے ایسی مثالیں تو مادیات میں روزمرہ مل جاتی ہیں۔ تجارتی اور کاروباری تعلیمیں تو قرآن مجید میں کثرت ملتی ہیں۔ رزعی اور کاشتکارانہ تعلیمیں بھی مقصود ہیں

۱۰۳۵ھ یعنی اس کے اجر میں جس حد تک بھی چاہے اور یہ قدر اس کے اخلاص و شفقت کے



منزل

کمیتِ اجر پر اتنی حیرت کیوں کی جائے ایسی مثالیں تو مادیات میں روزمرہ مل جاتی ہیں۔ تجارتی اور کاروباری تعلیمیں تو قرآن مجید میں کثرت ملتی ہیں۔ رزعی اور کاشتکارانہ تعلیمیں بھی مقصود ہیں

۱۰۳۵ھ یعنی اس کے اجر میں جس حد تک بھی چاہے اور یہ قدر اس کے اخلاص و شفقت کے

یہ جو یکی کی راہ میں خرچ کرنے کی کمیتی سے لطیف تشبیہ دی گئی ہے۔ اس سے اہل طائف نے دو نکتہ اور پیدا کئے ہیں:- ۱۔ ایک یہ کہ اپنے مصارفِ خیر کی حفاظت و نگہداشت بھی اہل زراعت ہی کی طرح کرتے رہنا چاہیئے۔ دیمانہ آئش، عجب تاکہ ترا ایذا اور احسان رکھنے سے انہیں برباد نہ کر دینا چاہیئے۔ ۲۔ جس طرح تخم ریزی، آبپاشی وغیرہ کے اختلاف سے پیداوار محنت اور قسمت اور نفع میں مختلف ہوتی رہتی ہے اسی طرح اجر کو مقدار میں برابر ہو، تاہم حسن قبول و قرب رجا وغیرہ کی کیفیات میں نیت و اخلاص کے اعتبار سے کمی بیشی ہوتی ہے گی۔

۱۰۳۶ھ واسعہ۔ اس کی دستوں کی کوئی انتہا نہیں اس لئے متحرک قومیں یہ نہ سمجھیں کہ عطاء و بخشش سے اس کے خزانہ میں کوئی کمی آ سکتی ہے۔ عَلِیْمٌ۔ اس کے علم سے کائنات کا کوئی ذرہ نہیں چھپ سکتا اس لئے مشرک قومیں یہ نہ سمجھیں کہ کوئی بھی مخلص و مستحق نظر انداز ہونے پائے گا۔

۱۰۳۷ھ یعنی جس کے ساتھ کچھ سلوک کیا ہے اس پر بڑا احسان رکھتے ہیں اور دنیا اپنے برتاؤ سے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ حقارت سے پیش آنا یہ بھی تکلیف دہ برتاؤ میں داخل ہے۔ کسی کی کچھ خدمت اپنے سے بن پڑ جائے یہ تو خود اپنے لئے باعث اجر و موجب سعادت ہے نہ یہ کہ اٹھا اس پر فخر کیا جائے۔

۱۰۳۸ھ (قیامت کے دن) أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ یعنی ان لوگوں کو پورا پورا اجر ملے گا ان کے درجہ اخلاص کے مناسب سے۔

۱۰۳۹ھ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔ یعنی معذرت کی نرم بات کہہ دینا۔ مَغْفِرَةٌ یعنی سائل یا حاجت مند کی بات کو اس وقت ٹال جانا جب وہ سختی یا بدتمیزی سے پیش آنے لگے۔ آیت میں صاف تعلیم ہے کہ صدقہ یا خیرات مقصود بالذات نہیں، مقصود اصلاح قلب ہے اور اس کے سدھ دینے والا لینے والے پر کوئی احسان نہیں رکھتا۔ بلکہ دیتا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ بلکہ لینے والے کا شکر گزار ہوتا ہے کہ اس نے قبول کر کے اس کو ایک بار سے ہلکا کر دیا۔

۱۰۴۰ھ (تو ایسی ہے کہ جیسے ایک چکنا پتھر ہے جس پر کچھ مٹی ہے، پھر اس پر زور کی بارش ہو سو وہ اس کو

أَذًى۔ کا لفظ عام ہے۔ ہر قسم کے آزار کو شامل۔ زبان سے یا عمل سے احسان جتانا بھی اس میں آگیا۔ حمید۔ ناداری کے وقت نرمی سے جواب دے دینا۔ اور سائل کی سختی کو پی جانا موجب قرب و اجر ہیں، اس لئے انہیں خیر سے تعبیر فرمایا۔

۱۰۴۱ھ عفو۔ وہ تمام مال ممکن ہی فائدہ کے لئے خرچ کرتا ہے اور جو کوئی کچھ خرچ کرتا ہے وہ اپنے ہی دائمی نفع کے لئے کرتا ہے کوئی شرک یا مشرک صفت احمق یہ نہ سمجھے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے وہ خود خدا

کو چاہیئے تاہم اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ قانون شکنوں کو مزا دینی اور قانون نہیں دیتا، سائل کی بے جا زبردستی کی بھی حد ہے ایک حد تک سب کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔

۱۰۴۲ھ لَا تُحَلِّلُوْا صَدَقَاتِكُمْ۔ یعنی ان خرچ کردہ اموال کو اور امداد و اعانت کو ثواب کو مٹا دو۔ فخر نے یہی لکھا ہے کہ جس طرح صدقہ کا ابطال بیان حرام و موجب عذاب ہے اسی طرح کوئی سا بھی نیک عمل جو ایسے حاصل کردہ مال سے کیا گیا ہو خواہ نماز کے آنسو ڈالے کی نیت سے نماز کے آنسو ڈالے کی مذمت و ممانعت اسی قاعدہ کے ماتحت ہے۔

۱۰۴۳ھ (اور یہ شخص صدقہ کے نفس اجر و ثواب ہی کو ضائع کر کے رہتا ہے) دو صورتیں الگ الگ بیان ہوئی ہیں۔ دونوں کا فرق ملحوظ رہے۔ پہلی صورت میں خطاب اہل ایمان سے ہے نفس صدقہ تو ان لوگوں کا قبول ہو جاتا ہے کیونکہ احسان جتلانے یا اذیت پہنچانے سے ترقی درجات و اضافہ اجر سلب ہو جاتا ہے گا۔ دوسری صورت میں ذکر اہل کفر کا ہے۔ یہ جب خدا اور آخرت پر ایمان ہی سے محروم ہیں تو ان کے صدقہ و خیرات سے۔ ظاہر ہو کچھ بھی مقصود ہو۔ سب کا سب اصل دنیا ہی میں ہو گا۔ ایسوں کو اجر کس چیز کا؟ رضائے الٰہی کی طلب تو کسی درجہ میں بھی ان کے عمل کا جزو نہیں۔

۱۰۴۴ھ (تو جس طرح غلہ کے ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہو گئے۔ اسی طرح اللہ کا یہ خیر میں صرف کرنے والوں کو ان کے تحسینِ عمل کا اجر سات سو گنا دیتا ہے) ایک عام فہم مادی مثال دے کر یہ سمجھا دیا کہ اس

فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
تو اسی پہ چھوڑ دیتا ہے کہ صاف ہو جائے۔ یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور اللہ
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ
کافر لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا ۱۰۴۵ھ اور جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں
مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ
اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو جمانے کیلئے ۱۰۴۶ھ تو ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ
اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ
ٹیلہ پر ہو اس پر زور کی بارش ہو تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے اور اگر زور کی بارش نہ ہو
فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ
تو پھوار ہی کافی ہو جائے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے ۱۰۴۷ھ کیا تم میں کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ
لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ
اس کا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں

کو یہ جتانا ہو اور نہ ایسے نادان قانون شکنوں کو جو مزا کے الفاظ نہیں دیتا، سائل کی بے جا زبردستی کی بھی حد ہے ایک حد تک سب کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔

۱۰۴۵ھ (اور جو شخص اپنے مال سے کوئی چیز خرچ کرتا ہے، اس کی نیت اور مقصد کا ابطال بیان حرام و موجب عذاب ہے اسی طرح کوئی سا بھی نیک عمل جو ایسے حاصل کردہ مال سے کیا گیا ہو خواہ نماز کے آنسو ڈالے کی مذمت و ممانعت اسی قاعدہ کے ماتحت ہے۔

۱۰۴۶ھ (اور یہ شخص صدقہ کے نفس اجر و ثواب ہی کو ضائع کر کے رہتا ہے) دو صورتیں الگ الگ بیان ہوئی ہیں۔ دونوں کا فرق ملحوظ رہے۔ پہلی صورت میں خطاب اہل ایمان سے ہے نفس صدقہ تو ان لوگوں کا قبول ہو جاتا ہے کیونکہ احسان جتلانے یا اذیت پہنچانے سے ترقی درجات و اضافہ اجر سلب ہو جاتا ہے گا۔ دوسری صورت میں ذکر اہل کفر کا ہے۔ یہ جب خدا اور آخرت پر ایمان ہی سے محروم ہیں تو ان کے صدقہ و خیرات سے۔ ظاہر ہو کچھ بھی مقصود ہو۔ سب کا سب اصل دنیا ہی میں ہو گا۔ ایسوں کو اجر کس چیز کا؟ رضائے الٰہی کی طلب تو کسی درجہ میں بھی ان کے عمل کا جزو نہیں۔

وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ انجیل میں بھی اس سے ملتی جلتی ہدایت موجود ہے (متی۔ ۲:۶) محققین نے لکھا ہے کہ ریاء کی مذمت میں یہ آیت نص صریح ہے۔

۱۰۴۷ھ (اور وہ ویسا ہی کورا رہ جائے جیسا پہلے تھا) تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ کافر اسی طرح اپنے کو قیامت کے دن ہر جزیہ خیرات کے اجر سے محروم پائے گا۔ اس کا انفاق مال حقیقۃً کسی صدقہ و خیرات کے حکم میں آتا ہی نہیں۔ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا۔ تشبیہ عمومی اجر کے لحاظ سے دی گئی ہے۔

۱۰۴۸ھ ذکر اُمی لوگوں کا ہے جو نعمتِ ایمان سے محروم ہیں۔ يَسْتَمْنُوْنَ۔ یعنی جسے وہ اپنے خیال و پندار میں اپنی کمائی سمجھ رہے ہیں۔ وہ بندہ کی کمائی و حقیقۃً وہی ہے جس پر عمل صالح کا اطلاق ہو سکے اور عمل صالح کی پہلی اور بنیادی شرط ایمان ہے۔

لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ
لوگوں کیلئے نشانی بنادیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو ہم انہیں کس طرح ترتیب دیتے ہیں اور پھر
نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ
ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب اس پر یہ امر (سب) روشن ہوگیا تو اس نے کہا میں یقین رکھتا ہوں کہ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦٠﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي
بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿٢٦٠﴾ اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب ابراہیم نے عرض کیا
كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَ
اے میرے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کریگا، ارشاد ہوا کیا آپ (یقین) نہیں رکھتے عرض کیا
لَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ
ضرور ہے لیکن (یہ درخواست) اس لئے ہے کہ (میرے) دل کو (پورا) اطمینان ہو جائے، ارشاد ہوا کہ (اچھا) چار
فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ
پرندے لے لیں پھر انہیں اپنے سے ہلا لیجئے پھر ان میں سے ایک ایک حصہ پہاڑ پر رکھ
جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ
دیجئے پھر انہیں اپنی طرف بلائیے (وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس چلے آئینگے) اور (یہ عمل دیکھ کر) یقین
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦١﴾ مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي
کر لیجئے کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے ﴿٢٦١﴾ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں، ان کی
سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي
مال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک دانہ ہے کہ اس سے سات بالیاں اُگیں ہر ہر

ع ٣٥ ٣

مدلل

لِلنَّاسِ: اور لوگوں کی طرف دیکھو۔ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ: اور ہڈیوں کی طرف دیکھو۔ كَيْفَ نُنْشِزُهَا: ہم انہیں کس طرح ترتیب دیتے ہیں اور پھر۔ نَكْسُوهَا لَحْمًا: ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ: پھر جب اس پر یہ امر (سب) روشن ہوگیا۔ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ: تو اس نے کہا میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ۔ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ: ہر چیز پر قادر ہے۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي: اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب ابراہیم نے عرض کیا۔ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ: اے میرے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کریگا۔ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ: ارشاد ہوا کیا آپ (یقین) نہیں رکھتے۔ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي: عرض کیا ضرور ہے لیکن (یہ درخواست) اس لئے ہے کہ (میرے) دل کو (پورا) اطمینان ہو جائے۔ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ: ارشاد ہوا کہ (اچھا) چار پرندے لے لیں پھر انہیں اپنے سے ہلا لیجئے۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا: پھر ان میں سے ایک ایک حصہ پہاڑ پر رکھ دیجئے۔ ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا: پھر انہیں اپنی طرف بلائیے (وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس چلے آئینگے)۔ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ: اور (یہ عمل دیکھ کر) یقین کر لیجئے کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں، ان کی مال کی مثال ایسی ہے۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي: جیسے کہ ایک دانہ ہے کہ اس سے سات بالیاں اُگیں ہر ہر

١٠١٦ (قیامت کے دن) کیف کس کس خاص کیفیت کے ساتھ کس تعین کے ساتھ (الرقیہ پر ذی حال (او علی ای حال) (الوسید) ۔ وقوع تو اُسے پوری طرح مُسلّم ہے اور سوال اس کی صرف کیفیت کے بارہ میں کر رہا ہے۔ الاستفہام بکیف انما ھو سوال عن حال شیء متقدرا الوجود عند السائل والمسئول عنہا وھما عن ھیئۃ الاحیاء المتقدر عند السائل (زمخشری) ۔ محققین نے کہا ہے کہ سوال کے الفاظ سے خود بخود ظاہر ہو رہا ہے کہ سائل کو کوئی شبہ احیاء موتیٰ کے ظہور وقوع میں نہیں۔ شُوْنِیْ اہل الطائف اس قصۂ ابراہیمی سے دیل کے نکات پیدا کئے ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ سے کشف یہ مقامات کا سوال موجب قبول ہے۔ ۲۔ مقبولین کو جو مشاہدات ہوتے ہیں ان سے مراتب عرفان و کمالات ایقان میں اور ترقی ہوتی ہے۔ ۳ اور یہ اس سے ان کے تقرب و اعزاز حضور میں اضافہ ہوتا ہے۔ ١٠١٧ سوال سو تصور یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے ایمان کامل کا اقرار خود ان کی زبان سے کرا لیا جائے۔ اور دنیا کو تعلیم بھی مل جائے کہ ایسے سوالات سے بچنے کا اہتمام ایمان ہی سے میسر ہوا ہوتے۔ ١٠١٨ حضرت ابراہیمؑ عرض کرتے ہیں کہ ایمان کے درجہ تک تو یقین اب بھی حاصل ہے۔ ہاں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مشاہدہ کے بعد اطمینان اور زیادہ حاصل ہو جائے۔ اس مرتبہ کو اصطلاح میں عین الیقین کہتے ہیں۔ اور یہ یقین مرتبہ تصدیق تک تو جسے اصطلاح میں علم الیقین کہتے ہیں ہر مومن کو حاصل ہوتا ہے حضرت ابراہیمؑ جیسے مومن اعظم کو کیوں نہ حاصل ہوتا۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ایمان ہی بڑھتے بڑھتے اطمینان تفسیر یہ ہو جاتا ہے اور

۱۰۴۱ (اسد فی راہ میں، نیک کاموں میں) مَا كَسَبْتُمْ جو کچھ تم نے کمایا ہے جائز پاک طریقہ سے۔ طیبات کا اطلاق صرف پاک ہی کمائی پر ہو سکتا ہے۔ فقہاء نے۔ قاعدہ اشارۃ النص ماکسبتم ہی سے نکالا ہے کہ زکوٰۃ اُس مال میں ہے جو اپنا کمایا ہوا ہو، اور جو اضطراراً حاصل ہو جائے، اس میں زکوٰۃ نہیں ۱۰۴۲ یعنی بہانات، معذرات وغیرہ۔ لکم یعنی تمہارے کام کے لئے۔ فِی الْاَرْضِ۔ اس کے تحت میں زراعت، معاشی کاشتی وغیرہ کی ساری قسمیں آگئیں جس طرح مَا كَسَبْتُمْ کے تحت میں تجارت اور کاروبار کے اقسام آگئے تھے۔ فقہاء نے نص الارض سے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ زکوٰۃ زمینی پیداوار (زراعت، معدنیات وغیرہ) پر واجب ہوتی، برخلاف مویشی، مویشی وغیرہ کے کہ وہ زمین سے نہیں سمندر سے نکلتے ہیں ۱۰۴۳ مطلب یہ ہوا کہ ایسی ناکارہ، ناقص، ردی چیزیں کہ اگر خود تمہیں ملتے لگیں تو تمہیں لینا گوارا نہ ہو، بجز اس صورت کے کہ تم ارادۃً اُن کی طرف سے چشم پوشی کرو۔ تو اللہ کی راہ میں تو ایسی چیزوں کے صرف کرنے کا تو تمہیں خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔ اَغْمَاضٌ ردی، ناکارہ چیز تُغْمِضُوْا مراد وہی اللہ کی راہ میں نیک کام میں حرج کرنا ہے۔ لَمْ تَعْرِفُوْا سِیْدَ نیز یعنی جب وہ تمہیں قیمتاً یا ہدیۃً مل رہی ہو ۱۰۴۴ حق تو تمہارے صدقات کا محتاج نہیں۔ جو چیز تمہارے معیار سے بھی ناکارہ ہو۔ اُس کی نذر اس کے دربار میں پیش کرنا چاہیئے۔ اُس کے ہاں احترس کوئی بخل نہیں۔ اُس سے معاملہ کرنا کبھی ناقص وعاجز نہیں ہو سکتا۔ حَمِیْدٌ وہ خود ہر طرح ستودہ صفات وجامع کمالات ہے۔ تمہاری داد و دہش سے اس کی محمودیت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ خود تمہارے لئے شرم کی بات ہے کہ ناقص اور ناکارہ چیزوں کی نذر ایسے جامع کمالات کے حضور میں! صمائیہ پہلو بھی آگیا کہ جب وہ ستودہ صفات ہے تو اُس کے ہاں مقبولیت بھی اُسی حدود لوصیف ہو سکتی ہے جو خود بھی کوئی مناسبت اُس کی صفات حسنہ سے رکھتے ہوں۔ مشرک قوموں نے اپنے دیوتاؤں کو نذر اور چڑھاوے کا محتاج مانا ہے۔ صمت محمدی نے اس عقیدہ کی تردید ہو گئی اور دیوتاؤں میں کسی نہ کسی حیثیت سے نقص تو سب ہی مشرک قوموں کے ہاں مسلم ہے صمت حمید نے ان خرافات کی بھی تردید کر دی۔

۱۰۴۵ (کہ راہِ خدا میں خرچ کر ڈالو گے تو خود مفلس رہ جاؤ گے) رذمرہ کا تحر۔ ہے کہ جو چیز بیکی اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرنے سے روکتی ہو وہ یہی خیال ہوتا ہے کہ سب کچھ خرچ کر ڈالنے کے بعد پھر ابھی ضرورتوں کے لئے کیا رہ جائے گا۔ قرآن مجید نے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ کے بلیغ الفاظ سے تعلیم دے دی کہ یہ خیال تمام تر ایک وسوسۂ شیطانی ہے۔ اور یوں اس خیال کے باطل ہونے کا بہتیروں پر ابہ اضافہ کر دیا اَلْفَحْشَآءُ عربی میں بخل و سفہاء کا اطلاق ہر شدید بُرائی ہر بُری صفت پر ہوتا ہے۔ ھو کل ما یشتد قبحہ من الذنوب والمعاصی (تاج) وقیل کل خصلۃ قبیحۃ فھی فاحشۃ من الاقوال والافعال (تاج) لیکن محل پر فاحش کا اطلاق محل الخصوص ہوتا ہے۔ الفاحش البخیل جدًّا (تاج) والعرب تسمی البخیل فاحشًا والبخل فحشًا وفحشاء (حماس) اور اس برسب کا اتفاق ہے کہ یہاں الفحشاء سے مراد ادائے زکوٰۃ وصدقات میں بخل ہے قال المفسرون ای بالامر بمنع الزکوٰۃ والتصدق قولًا (تاج) قیل البخل الفحشاء فھما البخل فی اداء الزکوٰۃ۔ (تاج) یعنی باعتبار العرض الفحشاء ہے باعتبار الحصول البخل (راغب) بعد یکہ محل البخل وعدم الصدقات رکھتا المراد بھا فی ھذا الموسم البخل (حماس) ۱۰۴۶ (حوض دلی کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر) مَغْفِرَۃً وَّفَضْلًا دعدہ مغفرت کا اور فضل کا دعدہ کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ (احسان) اللا محدود الاجر (علم) والا ہے۔ یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا ہو گئی اُسے بیشمار خیر کثیر عطا ہو گئی ۱۰۴۷ اور نصیحت تو بس صاحبان فہم ہی

نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ
اگ ہو تو وہ (باغ) جل جائے۔ اللہ اسی طرح تمہارے لئے کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا ۳۶ ع ۴
تاکہ تم فکر سے کام لو ۱۰۴۷ اے ایمان والو! خرچ کرو
مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ
میں سے عمدہ چیزیں خرچ کرو ۱۰۴۸ اور اس میں سے (بھی) جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے
الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ
نکالی ہیں ۱۰۴۹ اور خراب چیز کا قصد بھی نہ کرو کہ اس میں سے خرچ کرو گے حالانکہ تم خود
لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا
کبھی اسکے لینے والے نہیں ہو مگر اس صورت کے کہ چشم پوشی ہی کر جاؤ ۱۰۵۰ اور جان لے رہو
اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ
کہ اللہ بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے ۱۰۵۱ شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے اور
یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ
حکم دیتا ہے تمہیں بخل کا ۱۰۵۲ اور اللہ تم سے اپنی طرف سے مغفرت کا اور فضل کا وعدہ کرتا ہے ۱۰۵۳
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ
اور اللہ (احسان) والا ہے (علم) والا ہے ۱۰۵۴ وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے
یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ
اور جسے حکمت عطا ہو گئی اُسے بیشمار خیر کثیر عطا ہو گئی ۱۰۵۵ اور نصیحت تو بس صاحبان فہم ہی

مدرک

قیل الفاحش ھو البخیل جدًّا (تاج) والعرب تسمی البخیل فاحشًا والبخل فحشًا وفحشاء (حماس) اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہاں الفحشاء سے مراد ادائے زکوٰۃ وصدقات میں بخل ہے قال المفسرون ای بالامر بمنع الزکوٰۃ والتصدق قولًا (تاج) قیل البخل الفحشاء فھما البخل فی اداء الزکوٰۃ۔ (تاج) یعنی باعتبار العرض الفحشاء ہے باعتبار الحصول البخل (راغب) بعد یکہ محل البخل وعدم الصدقات رکھتا المراد بھا فی ھذا الموسم البخل (حماس) ۱۰۴۶ (حوض دلی کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر) مَغْفِرَۃً وَّفَضْلًا دعدہ مغفرت کا اور فضل کا دعدہ کرتا ہے۔ ۱۰۴۷ حاصل یہ ہے کہ خدائی احکام پر خدائی قانون کے مطابق چلو گے تو دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح و بہبود یقینی ہے۔ شیطانی راہ بربادی و ہلاکت کی ہے۔ اور خدائی راہ فلاح و صلاح کی ۱۰۴۸ فائدہ ایسے وصف والے کے ہاں انعام و اکرام کی کیا کمی۔ عَلِیْمٌ ایسے علم کامل والے پر نیتوں کا حال رتی رتی روشن ہے۔ اس لئے قرہ بھی نیتوں کے مطابق ہی ملے گا ۱۰۴۹ جس کے مقابل دنیا کی کوئی اور نعمت نہیں۔ اَلْحِكْمَةَ حکمت کی تشریح میں بہت سی کی گئی ہیں۔ لیکن متبرن اور جامع ترین تشریح یہ ہے کہ وہ امور دین میں فہم صحیح کا نام ہے۔ اور اس فہم صحیح میں عقل سے زیادہ وحی اور عقل میں توازن بھی شامل ہے۔ مَنْ یَّشَآءُ۔ یہ حکمت کی تقسیم وعطا مشیت تکوینی کے ماتحت وعطا مطابق ہوتی رہتی ہے۔ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ یہ حکمت و دانائی ہرگز سہ کو بھی کیا جائے سب یہیں اپنے نفس کی لذتوں اور خواہشوں پر اُڑا دیا جائے۔ عین دانائی اور حکمت یہ ہے کہ اس آج سے کل کا وخیرہ جمع کیا جائے۔ آج محرومیوں ایسی کی جائے کہ کل چل پل ہاتھ لگیں اور ایمان وطاعت کا ایسا بیج کر دیا جائے جو آئندہ کی دائمی اور غیر منقطع زندگی میں برابر کام آتا رہے۔ خَیْرًا كَثِیْرًا نکرہ اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی بہت ہی بڑی نعمت ۱۰۵۰ اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی عقل سلیم سے کام لینے والے۔ نصیحت سے مراد راہ حق پر چلنے کی اور استباط دین کی اطاعت کی نصیحت ہے۔ اہل الطائف نے کہا ہے کہ آیت میں شیطانی وسوسہ کا علاج علم (حکمت) کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے۔ جس طرح اس سے قبل تشدیداً اس اصلاح میں عمل سے بتایا جا چکا ہے۔

صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ

باطل صاف کر دیتے ہیں (ایسے لوگ) کچھ بھی حاصل کر سکیں گے اپنی کمائی سے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

کافر لوگوں کو راہ ہدایت نہ دکھائے گا اور ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال صرف کرتے ہیں

اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ

اللہ کی طلب میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کرنے کی غرض

اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ

سے (۲۶۵) ایک باغ کی طرح ہے جو کسی اونچے پر ہو اور اس پر مینہ کا جیسا چاہیے پڑا ہو پھر وہ

اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ

دونے پھل لایا ہو (۲۶۶) اور اگر مینہ کا جیسا چاہیے نہیں پڑتے تو پھر پھوار ہی کافی ہے (۲۶۷)

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے (۲۶۸) کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے

تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ

کہ اس کا ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ

(اور) اس کو (اس باغ میں اور بھی) ہر قسم کے میوے ہوں اور اس کو

الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۗءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ

بڑھاپا آ چکا ہو اور اسکے عیال کمزور ہوں، اس باغ پر ایک بگولا آئے کہ اس میں

۱۰۳۴ قیامت کے دن تو اپنے گھر یعنی جنت کا) یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حوکم اختیار کئے ہوئے ہیں اور اپنی قوتِ فیصلہ سے صحیح کام نہیں لے رہے ہیں انہیں زبردستی راہ ہدایت دکھا دینے کا قانون الٰہی نہیں۔ ۱۰۳۵ (جیسا کہ مخلصین محلص کا شیوہ ہوتا ہے) تَسْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ اتنے ٹکڑے میں اصیاتِ بشری کی ایک گہری حقیقت بیان ہوئی۔ معصیت کی طرح ہر طاعت کا بھی خاصہ ہے کہ وہ متجانس اعمال کو کھینچتی ہے۔ چنانچہ ہر عمل صالح کے بعد نفس میں دوسرے اعمال صالح کے لئے آمادگی پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ نفس بشری کا خاصہ ہے کہ ہر عمل سے تکرار و عادت کے بعد اس عمل سے تعلق ایک ملکہ یا سوجھ پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے مزاحمت کی قوت مسلوب و مضمحل ہو جاتی ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں دلیل ہے کہ عمل صالح سے جس طرح حصولِ اجر مقصود ہوتا ہے اسی طرح اصلاحِ نفس بھی مقصود ہوتی ہے۔ یعنی تو ظاہر ہی ہیں کہ وہ خرچ اس لئے کرتے ہیں کہ کمالِ ایمان اور ثابت قدمی اور اطمینان حاصل ہو۔ ایک دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے کرم اور ثواب پر مطمئن ہیں، وہ صرف مال کو نہ نقصان سمجھتے ہیں نہ باعث گرانی۔ ۱۰۳۷ کہ ہوا کی لطافت و رمن کی صلاحیت اور بارش کی کثرت مل ملا کر قوت مار آوری کو خوب بڑھا دیں گی) بِوَدْقٍ ۔ ٹیکرے کی ہوا قدرۃً لطیف و بار آور ہوتی ہے۔ ۱۰۳۸ تمثیل کی زبان میں سمجھا اس حقیقت کا ہو رہا ہے کہ اخلاص اگر درجۂ اعلیٰ میں نہ ہو جب بھی محض ایمان، اور عدم موانع (یعنی احسان نہ رکھنا اور ایذا نہ دینا) سمائے خود صدقات و خیرات کو مقبول بنا دینے کے لئے کافی ہیں ۱۰۳۹ (اور اسی لئے ہر ایک کے درجۂ اخلاص کا بھی خوب جاننے والا ہے) خطاب یہاں عام نسلِ انسانی سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کافر، مومن، مخلص، غیر مخلص سب کے محرکاتِ عمل اور سب کے درجۂ اخلاص و عدم اخلاص سے خوب واقف ہے۔ ۱۰۴۰ (لہٰذا ایسے احمام کو سوچ کر اس کے مطابق عمل کرتے رہو) جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۔ تصریح کے ساتھ تمام انہی میووں کا لیا گیا جو اہلِ عرب کے لئے خاص اہمیت اور خصوصی محبوبیت رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہوں حواشی تفسیر تدبری۔ عِنَبًا وَّقَضْبًا ۔ یہ بہ ظاہر کرنے کو ہے کہ وہ باغ خوب سرسبز و شاداب بھی تھا۔ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ یہ مالک باغ کی مزاحمالی اور شان غنا ظاہر کرنے کو ہے۔ اَصَابَهُ الْكِبَرُ ۔ یعنی وہ مالک باغ اس محنت و مشقت کے قابل نہ رہے۔ تمثیل کے میزاب میں بیان اس کا ہے کہ قیامت کا دن آ جائے اور اس شخص کی عمل سے معذوری اس پر عیاں ہو جائے۔ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۗءُ ۔ یعنی اولاد بھی اس قابل نہ ہو کہ تحصیل معاش میں اس کے کچھ کام آ سکے، گویا اس کی معذوری ہر طرح روشن و آشکارا ہو جائے۔ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ ۔ کہ وہی باغ وجہ معاش تھا۔ تمثیل کے میزاب میں بیان اس کا ہے کہ اس شخص کا بھروسہ ظاہری طاعات و اعمالِ صالحہ پر تھا۔ فَاحْتَرَقَتْ ۔ یعنی اس شخص کی ساری امیدیں عارت ہو کر رہ جائیں۔ تمثیل کی زبان میں مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنے خیال میں نیک کام کر رہا ہے اور اپنے نزدیک ساری توقعات اس سے لگائے بیٹھا ہے مگر عین احتیاج کے وقت یعنی قیامت کے دن اُسے طرآئے کہ وہ عمل تو شرائط قبول و مقبولیت ملحوظہ رکھنے کے باعث خود ہی ناقبول ہو چکا ہے۔ اس لئے احمر و ثواب کیا اب تو حرمانِ محض اس کے نصیب میں آیا۔ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۔ یہاں مثالوں اور نظیروں کے معنی ایں ہے۔ تَفَكُّرٌ ۔ یعنی تمہارے نفع کے لئے۔ تمہیں سمجھانے کو۔ ذرا صورتِ حال کی حسرتناکی کا تصور کیجئے۔ ایک شخص کی عمر بھر کی کمائی ایک باغ ہے، سرسبز و شاداب، خوب پھلا پھولا ہوا، ہر طرح کے میووں، پھلوں سے لدا ہوا باغ کا مالک بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور اب کسی نئی محنت کے قابل نہیں، بچے کچھ موجود ہیں مگر کم سن، جو بجائے اس کے کہ کسب معیشت میں باپ کا ہاتھ بٹائیں، اُلٹے اس کے لئے مزاحمات ہو رہے ہیں۔ عین اُس وقت شدید ترین حاجت مندی کے وقت یک بیک معلوم ہوتا ہے کہ باغ میں آگ لگی اور سب کچھ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ باغ کے مالک کے غم و حسرت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ اس سے کہیں بڑھ کر ہزار گنا اور لاکھ گنا بڑھ کر حالت اُس مدنصیب انسان کی ہوگی جس کی آنکھیں زندگی بھر غفلت سے بند رہیں اور پہلی بار اُس وقت کھلیں گی جب عمل کی مہلت بالکل ختم ہو چکے گی۔ اور اب وہ دیکھے گا کہ کوئی چیز بھی اس کے دفترِ عمل میں ایسی نہیں جو اس کے کام آ سکے۔ کچھ نہ کھا ما، کوئی اندازہ اس کی حسرت و حرمانِ نصیبی کا ہو سکتا ہے؟

مخفف ہے۔ اصل ترکیب یوں ہے۔ خذہ العفوات العفوا ۔ (مدارک) اَخِيْرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی دین ہی کے کسی کام میں لگ گئے ہیں اور اب آزادی سے کسب معاش نہیں کر سکتے۔ اصل مراد یہاں مجاہدین ہیں ھم الذین احصروھم الجھاد فھم محبوسون التعفف۔ (مدارک) یعنی سوال سے بچنا۔ میں بڑی گنجائش ہے یہ گھر جانا خواہ وقت کے لحاظ سے ہو یا جسم کے لحاظ سے سب اس کے تحت میں آجاتا ہے۔ علی ہذا فی سبیل اللہ میں بھی بڑی وسعت ہے دین کا کوئی کام کوئی سی ضرورت ہو سب اس میں شامل ہو سکتی ہیں۔ اگر اصل مراد جہاد ہے۔ مگر تھا فوی نے کہا ہے کہ آیت مصداق ہمارے ملک میں سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دین میں مشغول ہیں کہ علم دین میں جس شغولی و انہماک کی ضرورت ہے اس کے ساتھ اگر فکر معاش کی صورت کو جمع کر لیا جائے تو علم دین کی خدمت ناتمام رہ جائے گی ۱۰۶۰ دا آزادی سے طلب معاش کے لئے) یعنی اُن کا وقت خدمت دین میں ایسا گھرا ہوا ہتا ہے کہ کسب معاش کے لئے اسمیں مہلت نہیں ملتی ۱۰۶۱ یعنی اُن کی غیرت و خودداری گوارا نہیں کرتی کہ وہ لوگوں سے سوال کریں۔ ناواقفوں کو اس سے گمان یہ گزرتا ہے کہ یہ لوگ حوصال ہیں، محتاج امداد نہیں۔ (تنزیل) شریعت میں حاجت اصلی سے مال کے زائد رکھنے کو کہتے ہیں۔ العنی ھو ما یفصل عن مقدار الحاجۃ (حاص) مُرشد تھانوی نے فرمایا کہ اسکا یہی خاص موضع نہنا چاہیے جس سے عام اہل دُنیا سے اُن کا امتیاز ظاہر ہوتا ہو ۱۰۶۲ دکیہ محتاج و مستحق امداد ہیں۔ اے مخاطب! یعنی یہ لوگ زبان سے کچھ بھی نہ کہیں لیکن اُن کی فلاکت زدہ ہیئت خود سے دیکھنے کے بعد خود اُن کی فقر و فاقہ کی عکاسی کرے گی۔ بعض فقہاء نے یہیں سے استنباط نتائج کا جواز نکالا ہے ۱۰۶۳

فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ
سکتے ہیں ۱۰۶۰ ناواقف انہیں غنی خیال کرتا ہے اُن کی احتیاط سوال کے باعث ۱۰۶۱

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا
تو انہیں ان کے بشوشی سے پہچان لیگا۔ وہ لوگوں سے گڑگڑا کر نہیں مانگتے ۱۰۶۲ اور تم

تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ
مال میں سے جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے ۱۰۶۳ جو لوگ اپنا

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
مال رات اور دن (اور) پوشیدہ اور آشکارا خرچ کرتے رہتے ہیں سو

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ
ان لوگوں کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس اجر ہے نہ اُن کے لئے کوئی خوف ہے اور

لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا
نہ وہ غمگین ہونگے ۱۰۶۴ جو لوگ سُود کھاتے رہتے ہیں ۱۰۶۵ وہ لوگ

يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
کھڑے ہو سکیں گے مگر جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان بے حواس کر دے

مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ
چھو کر ۱۰۶۶ یہ سزا اس لئے ہو گی کہ وہ کہتے ہیں ۱۰۶۷ کہ بیع بھی تو سُود ہی کی طرح

الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ
ہے ۱۰۶۸ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام کیا ہے ۱۰۶۹ پھر جس کی

(شدت احتیاج کے باوجود) اور یہ دلیل ہے اس کے کمال غیرت کی۔ الحافا اور مص التعفف کے نص میں ابھی آچکا ہے کہ بغیر دخود دار لوگ سرے سے سوال ہی نہیں کرتے اور اب یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ لوگ الگ لپٹ کر سیں مانگتے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ کہ اس میں اشارہ ہے کہ الحاف (لگ لپٹ کر مانگنے کی عادت) بُری عادت ہے۔ بعض محققین نے نفی مطلق عدم حلال کے کہے ہیں۔ والمعنی اھملوا یستلون اصلا وھو المروی عن ابن عباس والیہ ذھب الخلیل والاصم واکثر ارباب المعانی (معنی) ۱۰۶۲ (تمہارے اخلاص کا، اور اسی نسبت سے اجر بھی دے گا) وَمَا تُنْفِقُوْا۔ یعنی ایسے لوگوں پر خرچ کرتے ہو ۱۰۶۵ (قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس پہنچ کر) بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ یعنی جس وقت اور جس گھڑی بھی ضرورت و مصلحت ہو۔ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً یعنی پوشیدہ و آشکارا حسب حالات اور علانیہ حسب ضرورت و مصلحت۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ۔ یعنی اللہ کی راہ اور خدمت دین میں۔ انفاق کی ترغیب جہاں جہاں بھی ہے مطلق انفاق کی نہیں بلکہ مُراد وہی انفاق فی سبیل اللہ یعنی خدمت دین میں صحیح ہے ۱۰۶۶ (اُسے جائز قرار دے کر) يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا سے مُراد اُردو محاورہ میں سُود لینا ہے عربی اور فارسی محاورہ میں سُود کھانا آتا ہے۔ اور اُردو میں بھی سُود کھانا نا مانوس نہیں۔ الربٰوا ربو کے لغوی معنی ہر زیادتی اور اضافہ کے ہیں۔ خصوصاً سرمایہ میں اضافہ کے۔ کَبَّا ای زاد وعلا (راغب) الربا الزیادۃ فی راس المال (راغب) اصطلاح شریعت میں اصل قرض پر نیادتی کو یا طلا عوضہ مال، مال پر زیادتی کو۔ خواہ یہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ حُصَّ فی الشیء بالزیادہ علی وجہ دون وجہ (راغب) ھو فضل مال علی مال عن العوض فی معاوضۃ مال بمال (مدارک) اہل عرب اس لفظ کو اُس زائد رقم کے لئے استعمال کرتے تھے جو قرخواہ اپنے قرض دار سے مدت کے معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ اُردو میں اسی کا مترجم سُود ہے اور سُود کا مفہوم ہر شخص سمجھتا ہے ۱۰۶۷ اصل نظر قریب قیامت کے دل کا ہے کہ آخرت میں اپنی قبروں سے اُٹھنے پر یہ سُود خوار سیدھے کھڑے نہ ہو سکیں گے کھڑے ہوں گے بھی تو متوالوں، حمقلوں، دیوانوں کی طرح گرتے پڑتے لڑکھڑاتے ہوئے۔ لیکن اس کا ایک ہلکا سا نمونہ اسی دنیا میں نظر آجاتا ہے۔ ہمارے سامنے کا حریص سُود خور بے کے پیچھے دیوانہ وار دوڑا پھرتا ہے۔ واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حرص نے عقل چھین لیا ہے اور اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہمہ تن گوش اس پر سُود کا بیاج ہی سوار رہتا ہے۔ اور جس کی حرص و طمع کی پیاس دنیا میں اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ لازم ہے کہ اُس کا حشر بھی اسی مجسم ہوا، ھوں روہ حالت سکے ساتھ ہو۔ اہل کشف اور محققین کا بیان ہے کہ حشر میں انسان اُسی صورت کے ساتھ اُٹھے گا جس قسم کی سیرت اور خصلتیں دنیا میں اس پر غالب رہی ہوں گی۔ مآل العارف الرومی ؎

سیرتے کو سر سعادت حالب است ہم سرآں تصویر حشرت واجب است

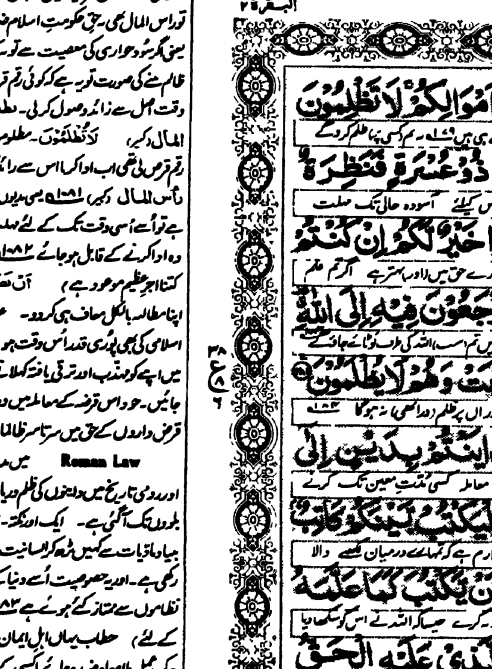
مزدل

یتخبطہ من المس اور مسّ شیطانی سے مُراد عرب محاورہ میں جنون ہوتی ہے۔ کفی بالمس من المجنون (راغب) المس الجنون (کشاف) اِن العاظ کے آجانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید خود بھی اس عقیدہ کی تعلیم دے رہا ہے کہ جنون مسّ شیطانی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ لکہ قرآن بعض اوقات ایسے موقع پر صرف مخاطبین کے مسلمات کے مصداق کو دہرا دیتا ہے۔ اور چونکہ اہل عرب کا عقیدہ یہی تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ قرآن اُنہی کی فہم کی مناسبت اور مداق کی رعایت سے یہ فقرہ لے آیا ہو۔ قیل اصعف الذی الشیطان علی رعمات العرب ان الشیطان یخبط الانسان فیصرعہ فوقا علی ما کانوا یعتقدون (کبر) الماس یصنعون الصرع الی الشیطان والی الجن فخولطوا علی ما عادوہ من ھذا وھی عادۃ الناس انھم اذا رادوا تعییب شیء ان تصیدوہ الی الشیطان (کبیر) ۱۰۶۸ (حکم حرمت ربٰو کے جواب میں بطور استدلال کے) مُراد سُود خوار اور اور حواز سُود کے قائلوں کی حماعت ہے۔ یہ عہد جاہلیت کے روشن خیال تھے ۱۰۶۹ (حصول نفع خاص کو اپنے لحاظ سے) آج کل کے "روشن خیالوں" کی طرح اُس عہد کے سفیوں کا بھی کہنا یہ تھا کہ مالی نفع آخر تجارت میں بھی تو ہوتا ہے، پھر جب تجارت حرام نہیں تو سُود کیوں حرام ہو؟ ان ناصحوں نے اسے بالکل نظر انداز کر دیا تھا کہ دونوں کی ایک سطح اخلاقی حیثیت کی ہے نہ معاشی حیثیت سے۔ سُود کی تو ایک متعین و مسلمہ بے لگام ہر حال میں اخلاق کو ملتی رہتی ہے برخلاف اس کے تجارت میں نفع و نقصان دونوں کے احتمالات ہر وقت لگے رہتے ہیں اور تاجر کو نقصان سے بچنے کے لئے وقت، محنت، ذہانت سب کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ پھر تجارتی معاملت تو ہو ہی حقیقی ہر معاملت اس کے متعلقہ اور صلت کے ساتھ سُود و خوار کے معاملات کی میزان بھی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات قرضدار کی نوبت بالکل تباہ حالی اور بربادی کو پہنچ جاتی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں حرمت سُود کے عقلی دلائل لکھے ہیں وہ طرز ادا و تعبیر کی تھوڑی سی تبدیلیوں کے بعد آج بھی پوری طرح پڑھنے کے قابل ہیں۔ امام رازی نے نمبر اوّل یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ سُود کی تمام آخر کس چیز کا معاوضہ ہوتی ہے؟ بجز مُضعفت حرص کی بدترین شکل کے اور یہ ہے کیا؟ ۱۰۷۰ (اور معلوم ہے کہ اللہ وہ ہے جو حرمتوں و احکام کا مالک ہے اور حکیم بھی ہے اور عالم بھی) جب حکیم مطلق نے ایک معاملت کو جائز اور دوسری کو حرام ٹھہرا دیا ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ عالم کے اندر بے شمار مفاسد و نقصانات ہیں اور الفرض کسی کی سمجھ میں یہ مصالح و مفاسد نہ بھی آئیں۔ جب بھی حاکم مطلق کا حکم واجب العمل تو رہے گا ہی۔ اسلام کے جو احسانات ساری دُنیا پر اور بہت روشن ہیں یہاں مناسب ہے کہ ان میں سے ایک احسان کا ذکر کر دیا جائے۔ اسلام سے پہلے دُنیا میں ہر جگہ سُود کا رواج تھا۔ اسلام نے اس کو حرام کر دیا۔ اس کے بعد دُنیا کی تاریخ میں ہم کو کوئی ایسا ملک نہیں ملتا جس نے اسلام کے بعد سُود کو اپنے ملک میں رائج کیا ہو۔ اسلام کے بعد سُود کا رواج صرف یورپ میں ہوا۔ اور یورپ نے اسلام سے سُود کی حرمت کا مسئلہ سیکھا۔ اسلام کے بعد یورپ میں سُود کا رواج ہوا۔ اور یورپ سے سُود کا رواج ایشیا میں ہوا۔ اسلام کے بعد سُود کا رواج صرف یورپ میں ہوا۔ اور یورپ نے اسلام سے سُود کی حرمت کا مسئلہ سیکھا۔ اسلام کے بعد یورپ میں سُود کا رواج ہوا۔ اور یورپ سے سُود کا رواج ایشیا میں ہوا۔

۱۰۵ (یوم جزا میں) مَآ اَنْفَقْتُمْ۔ جو کچھ خرچ کرتے ہو۔ اچھے بُرے کسی مصرف میں۔ مِنْ نَّذْرٍ۔ نذر وہ چیز ہے جسے عوامی اُردو میں مَنّت ماننا کہتے ہیں۔ نفقہ میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ کسی مُراد کے پُورے ہونے پر اپنے اُوپر کوئی ایسی چیز لازم کر لینا ہے جو واجب نہ تھی۔ النذر عقد توتب علی شیء ہو للزامہ علی وجہ مخصوص (مفردات) النذر ما یلتزمہ الانسان مما یعملہ من نعمہ (کبیر) یہ نذر عبادت بدنی کی صُورت میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً نماز یا روزہ اور عبادت مالی کی صُورت میں بھی۔ یَعْلَمُہٗ۔ یعنی اس کا علم رکھتا ہے کہ وہ کس نیّت سے اور کس کی راہ میں مانی گئی ہے اور اس علم کامل کے مطابق جزاء و سزا بھی ہو گی۔ کفایۃ ھن عبادتہ معلومۃ (روح) یُوْفِ بِعَھْدِہٖٓ (ریمنادی) یَخَافُوْنَ یعنی قانونِ الٰہی توڑنے والوں کا، اپنے حق میں ناانصافی کرنے والوں کا ۱۰۵۱ یہ کی کی طرح صدقات و خیرات کے بھی مخفی ادا کرنے کی حقیقت فوق ظاہر ہی ہے، لیکن سدِ ذریعہ میں ایسے مواقع بھی براہر جتی آتے رہتے ہیں جہاں نیکی کا اعلان و اظہار بھی ضروری ہو جاتا ہے ایک شخص ہے کہ بھوک پیاس سے مُدّتوں بیماری میں مُبتلا مسٹرک پر پڑا تڑپ رہا ہے ہم قریب سے گذر رہے ہیں بالکل بےمالی کے اختیار میں ہے کہ اعلان کا یا دوا دیکر کہنا چاہیئے کہ از سرِ نو زندہ اُٹھا کھڑا کریں لیکن اس اندیشہ سے کہ کہیں ہماری اس خدمت کا شمار ریا و نمائش میں ہو جائے اس کے پاس سے کترا کے اور خاموش گزر کے چلے جاتے ہیں۔ یہ تقویٰ نہیں بلکہ معصیت اور اتہامی وہم پرستی ہوئی۔ یہاں ضرورت فی الفور مدد رسانی کی تھی خواہ اس کے لئے اعلان۔ یا گھر بدل ہی کرنا پڑے۔ سزا یہ کہ تشنہ لبوں اور شائقِ نمائش کے پیچھے کے لئے تلاش پہلے گوشۂ تنہائی کی متروک ہو جائے۔ جن مدنی طرقوں سے مکی کے اہتمام یا احجام میں تاکید عدد سے زیادہ کی ہے اور خدمتِ خلق کو مخفی رکھنے کے ساتھ مقصود و مقید کر دیا ہے، ان کی تعلیم یقیناً ناقص و ناتمام یکطرفہ ہے اور انہوں نے زندگی میں شب و روز اس قسم کے پتے آیوالے۔ کثرت واقعات کو لطرار رہی کر دیا ہے۔ مُرتضیٰ تھانوی نے فرمایا کہ صحیح مسلک یہ ہے کہ عمل خیر کے اعلان و اخفا میں اختیار ہو اور ساتھ ہی اخفیت و اخفا کی ہے، اعلان میں کوئی خاص مصلحت ہو۔ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِیَ یعنی حسبِ ضرورت و مصلحت دین اعلان و اخفا، جو بھی مناسب ہو۔ فَاِنْ تُخْفُوْھَا الْفُقَرَآءَ یعنی فقیروں کے حوالے کر دینا بہتا مخفا کے ساتھ۔ فَھُوَ یعنی وہی اہتمام اخفاء ۱۰۵۲ (ان نیکیوں کی برکت سے) قرآن مجید نے ازالۂ سیئات کی جہاں اور صورتیں رکھی ہیں وہاں ایک صُورت یہ بھی ہے کہ نیکیاں بدیوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہیں اور حسنات سیئات کو محو کرتی رہتی ہیں۔ یہ چیز محض عقیدہ کی نہیں متشابہ تحریکی بھی ہے کہ حق کی نظر سے چھپا کر طاعت اور نیکیوں کی عادت اگر ڈال لی جائے تو ایک درجہ کی مشق کے بعد نفس کی اصلاح خود بخود ایک بڑی حد تک ہو جاتی ہے اور جو کچھ خرابیاں پھر بھی باقی رہ جائیں ان سے درگزر کے لئے حدائے رحمٰن و رحیم کا لطف و کرم کافی ہے جو حسنیوں کو خرابیوں کا اور بھلائیوں کو برائیوں کا عوض ساتا رہتا ہے۔ یہاں پہنچ کر مسیحیوں کے اس بُنیادی عقیدہ کو ایک مار پھر پا کر لیا جائے گا کہ گناہگاروں کی نجات اور گناہوں کے دُھلنے کی کوئی صُورت بجز اس کے نہیں کہ "خداوند مرد اکا الکوا بنایا" انسان کے قالب میں دُنیا میں آئے اور اپنی جان کو صلیب پر دے کر سب کی طرف سے کفارہ ادا کرے ۱۰۵۳ (اور اس لئے وہ ثمرہی اعمال و احوال کے مطابق دے گا) گناہوں سے ماز رکھنے میں خدائے علیم و خبیر کے ہاں کل یوم خیر کا استحضار کبیر کا حکم رکھتا ہو اور اس لئے قرآن مجید نے اسے برابر پے در پے موقع پر بار بار دُہرایا ہے ۱۰۵۴ (لے پہنچیرا) ھُدٰھُمْ۔ ان کو ہی کی میں کافروں کی ۱۰۵۵ (اپنی مشیتِ تکوینی کے ماتحت و مطابق) رسُول کا کام صرف تبلیغ ہے، یہی ہدایت کا پیام دیا تک پہنچا دینا، باقی کس کو قبولِ حق کی توفیق ہوتی ہے اور کس کو نہیں۔ اس کا تعلق تمام تر مشیتِ الٰہی سے ہے۔ شانِ نزول کی روایتوں میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام کا بعض دوسرے کسی کافر مشرک صاحب حاجت کو خیرات دینے سے اس مصلحت سے رُک جاتے تھے کہ شاید یہ احتیاج ہی کی بنا پر اسلام قبول کر لیں۔ آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ اتنے بعید اہتمام کی ضرورت نہیں محض تبلیغ کافی ہے۔ فقہاء اُمّت نے کہا ہے کہ کافر کو خیرات دینا بالکل جائز ہے لشرطیکہ حربی۔ ہو۔ المراد اباحۃ الصدقۃ علیھم وان لم یکونوا مواھلین الاسلام وقد روی ذلک عن جماعۃ من السلف (حصاص) حدیث میں آیا ہے کہ تیرا کھانا خاص متقی کھا یا کریں۔ مُراد اُس سے طعام دعوت ہے اور آیت میں طعام حاجت۔ پس تمہارے کا تسہ کیا جائے (تھانوی) کافر حربی کو صدقہ وغیرہ جائز نہیں (تھانوی) کا حربی یعنی غیر حربی کو زکوٰۃ دیا جائز نہیں (تھانوی) اور دُوسرے صدقات واجب و نفل سب جائز ہیں (تھانوی) آیت میں ذکر کردہ کا اسی عام صدقات کا ہے۔ مُرتضیٰ تھانوی نے فرمایا کہ آیت میں اس کی تعلیم ہے کہ کسی کے زیادہ دینے سے ہو اور تدبیر میں بھی ست باوہ اسماک۔ یعنی کفار کو صدقہ۔ دینا تدبیر ہی کی ایک قسم تھی ۱۰۵۶ یعنی اپنے ہی احزا آخروی کے لئے ذکر کسی اور کے لئے۔ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمٰھُمْ لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَانْتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلْیَکْتُبْ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْہُ شَیْـًٔا فَاِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ سَفِیْھًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ ھُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّہٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْھِدُوْا شَھِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰىھُمَا الْاُخْرٰی وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَکْتُبُوْہُ صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا اِلٰٓی اَجَلِہٖ ذٰلِکُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ وَاَقْوَمُ لِلشَّھَادَۃِ وَاَدْنٰٓی اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً حَاضِرَۃً تُدِیْرُوْنَھَا بَیْنَکُمْ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَکْتُبُوْھَا وَاَشْھِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَھِیْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّہٗ فُسُوْقٌ بِکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَۃٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَہٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۝ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَۃٍ اَوْ نَذَرْتُمْ
ہی حاصل کرتے ہیں ۱۰۵۰ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو یا جو نذر
مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝
مانتے ہو یقیناً اللہ سب کچھ جانتا ہے اور ناانصافوں کا حامی کوئی بھی نہ ہو گا ۱۰۵۱
اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ھِیَ وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا
اگر صدقات کو ظاہر کر دو جب بھی اچھی بات ہے اور اگر انہیں چھپاؤ اور فقیروں کو
الْفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَیُکَفِّرُ عَنْکُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِکُمْ وَاللّٰہُ
دو جب تو یہ تمہارے حق میں اور بہتر ہے اور اللہ تم سے تمہارے کچھ گناہ بھی دُور کر دے گا ۱۰۵۲ اور
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ لَیْسَ عَلَیْکَ ھُدٰھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ
تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ۱۰۵۳ ان کی ہدایت آپ کے ذمہ نہیں ۱۰۵۴ مگر اللہ جسے چاہتا ہے
یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ
ہدایت دیتا ہے ۱۰۵۵ اور جو کچھ بھی مال میں سے خرچ کرتے ہو سو اپنے لئے کرتے ہو ۱۰۵۶
وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
اور تم اللہ ہی کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرتے ہو ۱۰۵۷ اور تم مال میں سے جو کچھ بھی
خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَآءِ
خرچ کرتے ہو (سب اس) کا تم کو پورا پورا لوٹا دیا جائیگا اور تم پر ذرا بھی (زیادتی کی) ناانصافی نہ ہو گی ۱۰۵۸ (اصل)
الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا
حق ان حاجتمندوں کے لئے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں ۱۰۵۹ ملک میں کہیں چل پھر سکیں

۱۰۸۸ یعنی تم پر اسامیوں اور مزدوروں کی طرح حملہ کیا جائے گا۔ کما یعاجل العشة الماعبة (کبیر) کحرب المرود وکحرب العماة (منح) اعلامہ ما تھم ان لہم یعملوا ما یمنعہم ذلک وھم یعادون اللہ ورسولہ (حصاص) اتنی شدید شدید قرآن مجید میں کسی دوسری معصیت کے لئے نہیں آئی ہے۔ العظمہ للہ حرمت سود کا کس درجہ اہتمام ہے اور اس باب میں کس درجہ شدید احکام ہیں۔ کچھ حد ہے اس ڈھٹائی اور جسارت کی کہ ہائیں اور اپنی تحریر و تقریر سے لوگوں کو سود کی کاروبار کی ترغیب دلائی جائے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی رسول سے یہ حوقل معقول ہے کہ سود کو کبھی چھوڑ دو اور اس کے مشابہ چیزوں کو بھی۔ وہ اسی قرآنی تہدید کا قدرتی نتیجہ ہے۔ جب جہالتی بیماریوں کا یہ حال ہے کہ کسی مرض کو طبیب اگر صحت مرض سے متاز پاتا ہے تو احتیاطاً علاج اُس صحت تزمرض کا شروع کر دیتا ہے تو مسلمان تقویٰ کا ادنیٰ درجہ بھی رکھتے ہیں، اُن پر بھی یہی لازم ہے کہ یہ صرف کھلے ہوئے سود سے نہیں بلکہ ایسی مالی و کاروباری صورتوں سے بھی احتیاطاً بچتے رہیں جن کا سودی ہونا مشتبہ ہے۔ ان تقترفوا۔



وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ
اور اگر تم توبہ کرو گے تو تمہارے اصل اموال تمہارے ہی ہیں ۱۰۸۹ نہ تم کسی پر ظلم کرو گے
وَلَا تُظْلَمُونَ ۝ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ
نہ (کوئی) تم پر (کسی کا) ظلم ہوگا ۱۰۹۰ اور اگر (مدیون) تنگدست ہے تو اس کیلئے آسودہ حالی تک مہلت
إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
ہے ۱۰۹۱ اور اگر معاف کر دو تو تمہارے حق میں (زاوہ) بہتر ہے اگر تم علم
تَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ
رکھتے ہو ۱۰۹۲ اور اس دن سے ڈرتے رہو جس میں تم (سب) اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے
ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝
پھر ہر شخص کو اس کا معاوضہ پورا پورا ملے گا ۱۰۹۳ اور ان پر ظلم (زیادتی) نہ ہوگا ۱۰۹۴
ع ۳۸ ۹ ۲
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ
اے ایمان والو جب (ادھار کا) معاملہ کسی مدت معین تک کرنے
أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ
لگو تو اس کو لکھ لیا کرو ۱۰۹۵ اور لازم ہے کہ تمہارے درمیان لکھنے والا
بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ
ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اس کو لکھنا سکھایا
اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ
ہے ۱۰۹۶ پس چاہئے کہ وہ لکھ دے اور چاہئے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے

منزل

میں ہے اور اس کا اطلاق ہر اس معاملت پر ہوتا ہے، جس کے معاوضہ کا ایک جزئی الفور نہ ہو۔ ھو عبارہ عن کل معاملۃ کان احد العوضین فیھا نقدًا والآخر فی ذمۃ السیئۃ کان العین عند العرب ما کان حاضرًا والدین ما کان غائبًا (اس عربی) تداینتم بدین۔ دین یا ادھار معاملت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ چیز الھی خریدی اور قیمت کے لئے طے پا گیا کہ اتنی مدت کے بعد دیں گے۔ دوسری یہ کہ قیمت اُسی وقت دے دیں اور چیز کے لئے یہ طے پا گیا کہ اتنی مدت کے بعد لیں گے۔ ترجمہ دونوں صورتیں جائز ہیں تفصیلات فقہ کی کتابوں میں ملیں گی۔ الی اجل مسمّٰی۔ فقہائے مفسرین نے اس سے یہ اشارہ سمجھا ہے کہ قرضہ کے معاملات میں مدت بالکل صاف اور متعین ہونا چاہیئے۔ گول اور مجمل نہ رہے۔ "جاڑوں کے زمانہ میں" "برسات کے موسم میں" ربیع کی فصل میں" ان سمجھوتوں کی بجائے تعیین و صراحت ہونا چاہیئے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ۔ حنفیہ ابن عربی مالکی نے ایک اس آیت کے دو میل میں ۵۲ مسئلے لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ آیت مسائل دین میں اہم ترین آیت ہے۔ ھی اصل فی مسائل البیوع وکثیر من العقود عامی صوبیہ اور بابل شائع نے جو سمجھ رکھا ہے کہ معاملت و معاشرت کی اصلاح و درستی، سلوک و طریقت سے ماسی ہے وہ غور کریں کہ قرآن کو اس باب میں کتنا اہتمام بلکہ جزئیات تک کا انضباط مطلوب ہے، ۱۰۹۷ ماہی بین دین اور قانونی معاملات کے سلسلہ میں ادنیٰ ادنیٰ جزئیات تک کے لئے تشریعت کا یہ اہتمام عالمگیر ہدایت و رہنمائی کا حق اگر کسی کتاب کو پہنچتا ہے تو بیشک وہ یہی کتاب ہو سکتی ہے۔ کہاں ایک طرف یہ مکمل نظام زندگی اور مفصل ضابطۂ حیات اور کہاں اس کے مقابلہ میں اجمال حس کے صفحات قانون و معاملت کی بھری پوری بھری ہوئی ہدایات تک سوجھا ہیں! بالعدل۔ یعنی کسی فریق سے متاثر ہوئے بغیر کسی کی رعایت کئے ہوئے نیر رکھے۔ تمہارے یہاں سے یہ بھی نکالا ہے کہ کاتب کو متدین اور شرائط تحریر کا عالم ہونا چاہیئے اور فریقین پر لازم ہے کہ ایسے ہی کاتب کی تلاش کریں۔ فیہ دلیل ان یکون الکاتب فقیھا عالمًا بالشروط وھو الذی اسس مقصود المکاتب (مدارک) ان نیابت کفایت مقاصد کے لئے ہے کہ کاتب کو اسی محنت کی اجرت لینا جائز ہے۔

حیثیت سے ہیں اس میں سے ایک حرمتِ سُود بھی ہے۔ اس کے معاصد و فتن سب پر ہو چکے تھے۔ اس سے ماحوز سب ہی آچکے تھے لیکن قلعی اور نکی صورت میں حرام اسے دنیا کے ضابطوں اور شریعتوں میں صرف اسلام ہی نے قرار دیا۔ سُود خوار کے دل میں قساوت و سنگدلی اور حرصِ مال اور لاستقنت مال ہاتھ آجانے سے نفس میں دنائت اور ردیہ پستی اور ساہوکاروں کا کامل اور باہمی حسد و رقابت اور قرضداربیچارہ کی بے حد تحقیق تذلیل یہ واقعات مشاہدات کہنا چاہیئے کہ تیرہ پا افتادہ تھے۔ لیکن اس کی قلعی مذہن کا خیال کسی بالسانی دماغ کو نہ آیا۔ اصلاحِ حال کی جو کوششیں بیادہ سے زیادہ ہوئیں وہ بس شرح سُود کی تحدید تک رہیں۔ یوناں میں سولس، انگلستان میں یکس اور روپ میں آئے گلیسا کے جو اصلاح و افادۂ خلق کی کائنات کل اسی قدر ہے۔ یہ فخرِ قیامت تک کے لئے عرب کی اُمّی کے ساتھ مخصوص ہو گیا کہ اس اساسیت کُش رسم کی حرمت کی منادی اس کی زبان سے کرائی گئی اور حرمتِ الستوظا کا رلبرلہ انگلن عرب اس کے دہن سے بلند کرایا گیا (اور وہ اس کھائے ہوئے نوالہ کے اُگلنے پر مجبور ہیں) مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ یعنی یہی حرمتِ سُود کا حکم۔ فَانْتَهٰى یعنی وہ مار آگیا سُود لینے اور اسے جائز ٹھہرانے سے۔ فَلَهٗ مَا سَلَفَ۔ تو سے بعد اس کے لئے گنجائش ہے کہ اُس مال کو اپنے پاس رہنے دے پچھلی رقموں کی دلیسی پر شریعتِ اسلام کسی کو مجبور نہیں کرتی [1074] (سودلوں کے اسرار و حمایا کا عالم ہے) مقصود یہ ہے کہ یہاں بیان سُودوں کے ساتھ معاملہ کے صرف ظاہری اور قانونی پہلوؤں کا ہو رہا ہے۔ باقی قلب کے تقویٰ و طہارت اور نفس کی اصلاح کا معاملہ اللہ پر چھوڑنا چاہیئے۔ اَمْرُهٗ میں ضمیر راجع ہے والے (مَنِ انْتَهٰى) کی طرف ہے۔ الظاهر ان الضمير فى امره عائد الى المنتهى (بحر) [1075] یعنی جو کوئی اس تبلیغ کے بعد بھی عقیدۂ جواز سُود پر قائم ہے، یا سودی معاملت کرتا رہے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ۔ یہ سزا ہے سُودی معاملت کرنے والوں کی۔ معاملت سُود گناہ کبیرہ ہے اور کبیرہ کی سزا جہنم ہے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ یہ سزا ہے جواز سُود کے قائلوں کی۔ جوازِ سود کا عقیدہ کفر ہے اور کفر کی سزا خلود جہنم ہے۔ معتزلہ نے آیت کے اتنے حرفے سے مومن اہلِ معاصی کی عدم مغفرت پر استدلال کرنا چاہا ہے۔ لیکن تعمیر کا جو پہلو یہاں اعتبار کیا گیا اس پر شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ امام رازیؒ نے بھی تفسیر کبیر میں اس مقام پر رعب تقریر کی ہے۔ [1076] آخرت میں تو اس وعدہ و وعید دونوں کا مشاہدہ پوری طرح ہو کر رہے ہی گا کہ سُود میں برکت و خیریت برائے نام بھی نظر آئے گی۔ اور صدقات کا اجر بے حساب ملے گا۔ لیکن دُنیا میں بھی اس کا ظہور کسی نہ کسی حد تک متناہی رہتا ہے۔ سُود خوار قوموں کا انجام بار بار آپس کی خونریزی اور تباہی و بربادی ہی پر ہوا ہے اور افراد میں بھی مشاہدہ ہے کہ سُود خواری کی عادت میوں پھیلنے والوں کے دل میں روپیہ کو ایک معبوب مار دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سُود خوار روز بروز دولت سے دیوہی لطف بھی نہیں اٹھا پاتا۔ اس کے مقابل صدقہ کی برکتیں، باہمی خوشحالی و ہمدردی، ایک دوسرے کی مشارکت و معاونت قوم اور افراد دونوں میں مشاہدہ کی چیز ہیں۔ میکوں کے آئے دل ٹوٹنے، صاحبوں اور بیسوں کے دیوالہ نکلنے رہے اور پھر اس سے ہزاروں گھروں کی تباہی و بربادی کس نے نہیں دیکھی ہے ہمعاصرہ کی اس اسٹری کا رازی سُودی کاروبار کی ترویج ہے [1077] اس کے امر دو دلوں قسم کے نقصان آگئے۔ وہ سُود کا کاروبار کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے عمل کے ساتھ ساتھ، حرمتِ سُود کے عقیدۃً بھی منکر ہیں۔ كُفَّارٌ کافر کا صیغہ بمعالغہ۔ ناشکرے اور کھرانِ نعمت کرنے والے کے معنوم میں کفور کا مرادف اور اس سے بلیغ تر۔ یہاں مُراد وہی لوگ ہیں جو حرامِ سُود کے قائل ہیں۔ ای عظم الكفر باستحلال الربوا (مدارک) مُبصوّ حلى تحليل المحرمات (بیضاوی) الكفور المسالم فى كفران النعم و الكفار اعم من الكفور (روح) اَثِيْمٍ گنہگار۔ یعنی سُود خواری جیسی تمدید معصیت میں مُتلا۔ منهمك فى الاثم باكله (مدارک) منهمك فى ارتكاب (بیضاوی) كُفَّارٌ کے بعد اثیم کے معنی بڑے ناشکرے کے ہیں۔ جس شخص پر اللہ اپنا اتنا تفضل کرے کہ اُسے اس کی اپنی ضروریات سے زیادہ مال دے اور وہ اس مال کو سودوں کی آبیاری پر صرف کرے تو اس سے بڑھ کر سوء استعمال کی مثال اللہ کے فضل کی اور کیا ہو گی اور ایسے بدبخت سے بڑھ کر ناشکرا اور کون قرار پائے گا؟ [1078] (قیامت میں) خیر آخرت میں تو ایسے نیک کردار، متقی، صالح، خادمِ خلق السالوں کی جو شن الحامی نوطا برہی ہے۔ لیکن دساسیں بھی ہو سکون قلب یکسوئی، طمانیت خاطر اور قناعت کی مسرتیں ایسے لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہیں۔ جو چیز ہیں گھسٹ آتے۔ باقی کی میزان لگاتا رہتا ہے جو مخلوق کی ایذا رسانی کا خوگر ہو کر پیسہ پیسہ گنتا رہتا ہے اور جس پر ہر گھڑی سہی کھاتہ سمعالے رہے کا بھوت سوار رہتا ہے [1079] (کہ ایمان کا مقتضی سارے ہی احکام قرآن پر عمل کرنا ہے) محققین نے اس ٹکڑے سے یہ استدلال کیا ہے کہ شریعت کے کسی ایک حرف سے بھی انکار کرنا ساری شریعت سے انکار کرنا ہے۔ هذه دليل على ان من كفر بسورة واحدة من شرائع الاسلام كان كافرا كما لو كفر بجميع سوراته (بیضاوی) اتَّقُوا اللّٰهَ۔ خوفِ خدا ہی اصل ہے تمام نیکیوں کی اور اجتناب معاصی کی۔ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ یعنی حرمتِ سُود کے نزول حکم سے قبل جو رقم سود کی تم ٹھہرا چکے ہو اس کا وصول کر لینا اب جائز نہیں اُسے چھوڑ دو۔

جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۚ
اس کے پروردگار کی طرف سے پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اس کا ہو چکا ۔

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اور جو کوئی پھر سود کرے تو یہی لوگ دوزخ والے ہیں ،

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي
اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے ۝ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو

الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اِنَّ
بڑھاتا ہے ۝ اور اللہ کسی کفر کرنے والے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا ۝ بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور نماز کی پابندی کی اور

اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
زکوٰۃ دی اُن کے لئے اُن کا اجر اُن کے پروردگار کے پاس ہے۔ اُن پر کوئی خوف

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
ہوگا اور وہ غمگین ہوں گے ۝ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ

وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو ۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ
پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ جنگ کے لئے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے

معول

وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ

اور شہادت کو درست تر رکھنے والی ہے اور زیادہ سزاوار اس کی کہ تم شک میں نہ پڑو گے

تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ

بجز اسکے کہ کوئی سودا دست بدست ہو جسے تم باہم لیتے ہی رہتے ہو سو تم پر

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا

اس میں کوئی الزام نہیں کہ اسے نہ لکھو اور جب خرید و فروخت کرتے ہو تب بھی

تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۭ وَاِنْ

گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ دیا جائے اور اگر ایسا

تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ

کرو گے تو یہ تمہارے حق میں ایک گناہ (شمار) ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنْ

سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے اور اگر تم

كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ

سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ تو سود میں رکھے کی چیزیں ہی جو قبضہ میں دی جائیں

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي

اور تم میں سے کوئی کسی اور پر اعتبار رکھتا ہے تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ

اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا

دوسرے کی امانت کا حق ادا کر دے اور چاہیے کہ اللہ (یعنی) اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے اور

ماؤل

۱۰۹۵ (کہ اس میں اعانت ہے معاملاتِ اُمت کی اور فرمت ہے دیں کی) وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ ۔ یعنی گواہ بننے اور گواہی دینے سے انکار کریں ۱۰۹۶ (یعنی وہی کتابت معاملۂ دَین سے متعلق) عِنْدَ اللّٰهِ ۔ یعنی اللہ کے قانون و ضابطہ میں ۔ ای فی حکمہ سبحانہ (مدح) لَا تَسْـَٔـمُوْٓا ۔ بار بار لکھنے لکھانے سے نفس میں ایک قسم کی کاہلی پیدا ہو جانا تقریباً طبعی ہے ۔ تَكْتُبُوْهُ ۔ میں ضمیر اُسی معاملۂ دَین سے متعلق ہے ۔ ناصحوں نے آج کل شور برپا کر رکھا ہے کہ اب زمانہ اس کا نہیں کہ مذہب خصوصاً اسلام کو مقدم رکھا جائے اب تو دیکھنا یہ ہے کہ اس دنیا کے لئے سب سے زیادہ عملی مذہب کون ہے ؟ روزانہ مسائل زندگی کے حل کرنے میں کون مذہب سب سے زیادہ رہنمائی کر رہا ہے ؟ یہ معیار سامنے رکھا جائے اب تو دیکھنا یہ ہے کہ اس دنیا کے لئے سب سے زیادہ عملی مذہب کون ہے ؟ روزانہ مسائل زندگی کے حل کرنے میں کون مذہب سب سے زیادہ رہنمائی کر رہا ہے ؟ یہ معیار بجائے خود کس حد تک صحیح ہے ؟ یہ تو ایک الگ سوال ہے ۔ لیکن بہرحال جو لوگ اسی معیار کو مانے ہوئے ہیں کم از کم وہ تو خلوصِ ذہن کے ساتھ غور کریں کہ ساری شریعتوں میں اسلام سے بڑھ کر کس شریعت نے روزانہ زندگی کے چھوٹے بڑے تمام مسائل کے حل کرنے کا اہتمام رکھا ہے ۔

۱۰۹۷ یہ اس لئے کہ سنگین معاملتیں کثرت سے برابر واقع ہوتی رہتی ہیں اور عموماً مقداریں بھی ان کی خفیف ہوتی ہیں اور عموماً اُن میں احتمال نزاع و اختلاف کا بھی کم ہی ہوتا ہے ۔ مقصد یہ لکھا ہے کہ ایسے موقعوں پر کتابت و استاد کے التزام سے حرج لازم آتا تھا اس لئے شریعت نے التزام کو یہاں سے اُٹھا دیا ۔ لیکن اگر کوئی معاملت ایسی ہو کہ شکل کے اعتبار سے ہو تو دست بدست لیکن مالیت بڑی ہو یا آیندہ اختلاف و نزاع کے احتمالات موجود ہوں ۔ یا اور کسی اعتبار سے حالات وہاں وہ نہ ہوں جو عموماً تجارتِ حاضرہ یا معاملۂ دستگرداں میں ہوا کرتے ہیں تو ایسے موقعہ پر ترکِ کتابت کی علت مفقود ہوگی اور اہتمام کتابت مطلوب ہوگا ۱۰۹۸ یعنی ایسے موقع پر گواہی کرا لینا ستر ہوگی ۔ فَاِنَّهٗ ۔ ضمیر یہاں وجوب کے لئے نہیں ، صرف استحسان کے لئے ہے ۔ والامر للندب (مدارک) ، والاٰیۃ التی فی ھذہ الاٰیۃ للاستحباب عند اکثر الائمۃ (بیضاوی) ۱۰۹۹ یعنی عرفاً ایسی مصلحت کی خاطر کاتب یا گواہ کو زحمت میں نہ ڈالے ادھر کاتب اور گواہوں کو حکم مل چکا ہو کہ کتابت اور گواہی سے پہلو تہی نہ کریں اب فریقین کو حکم مل رہا ہے کہ وہ بھی کاتب اور گواہوں کی مصلحت و آسائش کا خیال رکھیں ۔ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ ۔ کاتب کو نقصان پہنچانا مثلاً یہ کہ اُسے ملاُجرت کتابت پر مجبور کیا جائے ۔ وَلَا شَهِيْدٌ ۔ گواہ کو تکلیف میں ڈالنا ۔ مثلاً یہ کہ باوجود احتیاج اُسے آمد و رفت کا خرچ بھی نہ دیا جائے ۱۱۰۰ (کہ حسن کام سے منع کیا گیا وہی کر رہے ہو) وَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ کی تصریح کر کے حکم کی اہمیت کو کس درجہ بڑھا دیا ہے ۱۱۰۱ (چھوٹے بڑے سارے معاملات اور کاروائیوں میں) سبحان اللہ ، تقویٰ الٰہی کی تاکید کس کس موقعوں پر کیا ہے ۱۱۰۲ (تمام تر حکمت کی باتیں) بعض اہل علم نے "يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ" کو فقرۂ سابق "وَاتَّقُوا اللّٰهَ" سے بالکل مربوط پا کر استنباط یہ کیا ہے کہ علم حقیقی عین نتیجہ ہوتا ہے تقویٰ الٰہی کا ۔ تقویٰ اختیار کرو اور ارجو علم الٰہی مرحمت ہونے لگے گا ۱۱۰۳ چنانچہ اپنے اس علم کے مطابق معاملت بھی مطیع و عاصی سے کرے گا ۱۱۰۴ (کتابت و استاد کے لئے ، وہ آسخا یعنی معاملۂ رہن کی ضرورت آپڑے) رہن کے سلسلہ میں سفر کا ذکر شاید اس لئے کر دیا گیا ہو کہ سفر کی حالت میں ضرورت رہن کے پیش آجانے کا احتمال زیادہ ہے ۱۱۰۵ (صاحب حق کے ۔ مدیون کی طرف سے) فَرِهٰنٌ ایسی حالت میں اطمینان کا ذریعہ یہی ہوتی ہیں ۔ مفسرین نے تصریح کر دی ہے کہ رہن بالقبضہ تو صرف قرض دینے والے کے اطمینان کے لئے ہے ۔ اسے یہ حق نہیں کہ وہ شے مرہون سے فائدہ بھی اُٹھاتا رہے ۱۱۰۶ (اور اس لئے رہن کی ضرورت نہیں سمجھتا) ۱۱۰۷ معاملات کے سلسلہ میں یہ تقویٰ الٰہی کی تاکید ایک بار پھر ملاحظہ ہو ۔ اَلَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ ۔ یعنی مدیون ۔ فَلْيُؤَدِّ ۔ ادا کرے پورا پورا ۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ فَاِنْ

اور چاہیئے کہ وہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتا رہے اور اس میں سے کچھ بھی کمی نہ کرے ۱۰۸۷ پھر اگر وہ

كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا

جس کے ذمہ حق واجب ہے عقل کا کوتاہ ہو یا بہ کر کمزور ہو ۱۰۸۸ اور اس

يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ

قابل نہ ہو کہ خود لکھوا سکے ۱۰۸۹ تو لازم ہے اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک لکھوائے ۱۰۹۰

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ

اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ کر لیا کرو ۱۰۹۱ پھر اگر دونوں مرد نہ

يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے

مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ

جنہیں تم پسند کرتے ہو ۱۰۹۲ تاکہ ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اگر کوئی

اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا

ایک ان دو میں سے بھول جائے ۱۰۹۳ اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار

دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ

کریں ۱۰۹۴ اور اس معاملہ کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کی میعاد

كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

تک لکھنے سے اکتاؤ ۱۰۹۵ کتابت اللہ کے سو یک زیادہ سے زیادہ قرین عدل ہے

منزل

گونگا ہو، یا بیوقوف ہو، ملک کی زبان سے ناواقف

۱۰۹۱ (ایسی ہر ضرورت میں اس کی طرف سے

ٹھیک ٹھیک) وَلِیُّہٗ سے مراد ولی شرعی ہے یا

وکیل یا مختار۔ (یا پیروی کے لئے ترجمان تفصیلات

فقہ کی کتابوں میں ملیں گی۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی

بھی صورت جب ایسی پیش آجائے کہ صاحب معاملہ

کا اقرار اور بیان معتبر نہ رہ جائے تو اعتبار اس کے

کارکن کے بیان و اقرار کا کیا جائے ۱۰۹۲ (جو

عاقل ہوں، بالغ ہوں، آزاد ہوں، دیندار ہوں)

ای من رجال المومنین والحریۃ والبلوغ

مشروط مع الاسلام (منہ) مِنْ رِّجَالِكُمْ

کی قید نے صاف بتا دیا کہ گواہوں کو مسلمان

ہونا چاہیئے۔ یہودی قانون میں بھی گواہ کا اسرائیلی

ہونا ضروری ہے۔ کافروں کی گواہی کافروں کے

معاملات میں مقبول ہو سکتی ہے۔ وشہادۃ الکفار

بعضھم علی بعض معمول بہ عندنا (منہ)

فَاسْتَشْهِدُوْا گواہوں کی یہ گواہی تحریر و

دستاویز کے علاوہ ہونا چاہیئے۔ فقہاء نے تصریح کر دی

ہے کہ اصل مدار ثبوت انہی گواہوں کی گواہی

ہوگی ۱۰۹۳ (یعنی جو تمہارے نزدیک ثقہ و قابل

اعتبار ہوں) وان لم یکونا رجلین۔

یعنی دو مرد گواہی کے لئے میسر نہ آئیں۔

رجل و امرأتان یہودی قانون میں گواہی صرف

مردوں کی معتبر ہے اور عورت کی شہادت سرے

سے قابل تسلیم نہیں۔ اسلام نے اسے یہ حق دیا

ہے لیکن ساتھ ہی اپنے علم کامل اور تحقیق مطلق کی

بنا پر عورت کی گواہی کا مرد کی گواہی کے مقابلہ پر نصف

رکھا ہے۔ ممن ترضون۔ دیانت بھی

سیرت، کردار کا ایک خاص معیار اسلام نے زندگی کے چھوٹے بڑے ہر شعبہ اور معاشرت کے ہر صیغہ میں بھی قائم رکھا ہے۔ چنانچہ یہاں یہ قید لگا کر صاف بتا دیا کہ شہادت بھی ایک خاص اعزاز و منصب ہے ہر کس و ناکس اس کا اہل نہیں۔ اس کے اہل وہی ہیں جن کی سیرت و کردار پر ہر اسلامی معاشرہ کو اطمینان ہو اور جن کی دیانت کم از کم عام طور پر مستند ہو۔

۱۰۹۴ (اور اس طرح شہادت مکمل ہو جائے) اَنْ تَضِلَّ بھول جائے شہادت کے کسی حصہ کو۔ واقعہ کے کسی جزو کی۔ رہا یہ امر کہ عورت کی شہادت مرد کے مقابلہ میں ضعیف کیوں مانی گئی ہے۔ اور نسیان کا احتمال مرد کی شہادت میں کیوں نہیں رکھا گیا؟ تو یہ سوالات ذہن و اخلاق کی دنیا میں بالکل ایسے ہی ہیں جیسے جسم و مادیات کی دنیا میں ثریات یہ کیا جائے کہ حمل و رضاعت کا تعلق صرف عورت ہی سے کیوں رکھا گیا اور مرد کو باوجود اس کے قوت و جساست کے اس بار کے برداشت کے کیوں نااہل سمجھ لیا گیا؟ یہ ظاہر کائنات ظاہر ہے کہ جسمیات و مادیات کے ایک ایک ذرہ سے واقف ہے۔ اُس کے پیش نظر ذہنیات و اخلاقیات کی بھی باریک سی باریک حقیقتیں ہیں۔ مغرب کے ماہر نفسیات ہیولاک ایلز Hoolock Ellis نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ عورت کے لئے دھوکا اور فریب، مرد کے لئے اصابت رائے کے ہوتا ہے (ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی)

۱۱۲۰ لَا یُکَلِّفُ ۔ اللہ کسی کو مدہ دار نہیں بناتا احکام شرعیہ میں جبر و اکراہ نہیں ہے۔ احکام شرعی کی تعمیل دینے سے امور تکوینی خارج ہو گئے۔ ذمہ دار بنا دینے سے مُراد ہے اُن اعمال سے متعلق سوال و بازپرس ہونا۔ اِلَّا وُسْعَهَا۔ یعنی اس کے اختیار کے اندر ہوں۔ گو بعض کسی قدر مشکل ہوں۔ اس قید کے لگا دینے سے دوسو سادہ خیالات غیر اختیاری سب عقیدہ محاسب سے بچل گئے۔ الوسع من القدرۃ ما یفضل عن قدر المکلف (رھ) قال لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا تذییلا اذ ہو یکلف عبدہ ما یسوء بہ فی ذریہ (راغب) إلا طاقتها وقدرتها لان التکلیف لا یرد بفعل لا یقدر علیہ المکلف (ملک) إِلَّا مَا تُسْعُهُ قدر تھا فصلا دوسعۃ (بیضاوی)

صوفیہ محققین نے اس آیت سے ایک سبق تو یہ لیا ہے کہ مجاہدہ میں طالب کی حالت کی رعایت دکھلا مورہی ہو۔ اور دُوسرا نتیجہ یہ نکالا ہے کہ تجلیات کا ورُود و نزول بھی طالب کی طاقت و استعداد کے متناسب ہی ہوتا ہے۔ اور اگر ان میں کبھی کمی ہو تو طالب کو تنگدل نہ ہونا چاہئے۔ ۱۱۲۱ یعنی اُس نیک عمل پر ثواب و جزا جو بندہ اپنے ارادہ و اختیار سے کرے۔ اور اس بد عمل پر عذاب و سزا جو بندہ اپنے ارادہ و اختیار سے کرے۔ یہ رَدّ ہے ہندی و بدھ مت کے عقیدہ کرم، کا یعنی انسان جو بھی کرے گا وہ لازمی نتیجہ ہو گا پچھلے جنم میں اس کے اعمال و اعمال کا۔ گویا اس قانون میں انسان اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ بھی نہیں کما سکتا جو نتائج اور عقیدہ جبر بہت علام و طرح ہیں۔

قرآن عزیز نے اس فاسد عقیدہ پر ضرب لگائی اور بتایا کہ کسی اور کی کیا ہیں تو انسان کے اپنے اختیار کی چیزیں ہیں۔ اور یہیں سے نصاریٰ کے عقیدۂ کفارہ کا بھی رَدّ ہو گیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو اب عمل صالح کی ضرورت ہی نہیں۔ ابن اللہ سب کی طرف سے صفحۂ چڑھ گئے ہیں اور سب کی نجات کا سامان اُن کی مقبولیت سے ہو گیا ہے! ۱۱۲۲ یہ مؤمنین کو جامع دکامل دُعا کی تعلیم ہو رہی ہے

إِنْ نَّسِينَا یعنی باوجود یاد رکھنے کی کوشش کے محمول جائیں اَخْطَأْنَا۔ یعنی باوجود عزم اہتمام کے بھی چوک جائیں۔ ۱۱۲۳ (اور جیسی جیسی آزمائشوں سے انہیں دوچار ہونا پڑا، وہ ہم پر نہ ڈال) حَمْلًا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ یعنی بعض سابق اُمتوں پر۔ انجیل میں یعلوس حواری مسیح کا قول غیر اسرائیلی مسیحیوں کے باب میں نقل ہوا ہے کہ اب تم ان کی گردن پر ایسا جوا کیوں رکھ کر جس کو ہمارے باپ دادا اٹھا نہ سکتے تھے؟ خدا کو کیوں آزماتے ہو؟ (اعمال ۱۵: ۱۰) گویا اسرائیلی شریعت ان کے حق میں ایسا سخت جوا تھا جو اٹھائے نہ اٹھ سکتا تھا۔ اِصْرًا سے مُراد ہے سخت حکم جو حدِ جبری سے خارج تو نہ ہو لیکن اس کی تعمیل میں مشقت و کلفت یا وہ پڑے۔ اصبعیر للتکلیف الشاق (کشاف) والمراد ہ التکالیف الشاقۃ (رھ) قرآن مجید نے صِرٰطًا اس مبالغہ بیان کی بھی اصلاح کر دی اور یہ اشارہ کر دیا کہ گو وہ احکام سخت ضرور تھے لیکن نہ ایسے کہ ان پر ناقابل برداشت ہونے کا اطلاق ہو سکے۔ ۱۱۲۴ (نہ حوادث تکوینی میں نہ احکام شرعی میں اور حق پرستی کو ہمارے لئے آسان کر دے) دعا کا یہ جزو کمال عبدیت کا مظہر ہے۔ شانِ رحمت کا اقتضاء تو خود ہی یہ ہے کہ ایسا بار ہم پر نہ ڈالا جائے گا لیکن عقلاً اس کا امکان تو ہر حال تھا اور ہے ــــــــــ مالک کامل کو مملوک پر اور خالق کو عبید پر اختیار و تصرف تو ہر وقت، ہر طرح کا حاصل ہے۔ ۱۱۲۵ (ملاکسی رکاوٹ کے۔ بیرادلی تائید سزا کے) عَنَّا۔ ہم سے یعنی ہماری بھول چوک سے۔ ۱۱۲۶ (ہر عالم میں) وَارْحَمْنَا۔ یعنی ہم پر رحمت کامل ہو دنیا اور آخرت دونوں میں۔ ۱۱۲۷ (کہ یہ دشمن ہیں تیرے دین اور تیرے آئین کے) فَانْصُرْنَا عَلَى۔ نصر کا صلہ جب علیٰ کے ساتھ آتا ہے تو مستعلی غلبہ کے ہو جائے ہیں۔ اور غلبہ سے مُراد دونوں میں بہ لحاظ دلائل و علوم علیہ علمی و معنوی اور بہ لحاظ فتوحات جہاد، غلبہ اری و ملکی۔ (ای فی جہاد مسا معہم فی مسائلہم الحجۃ معہم فی اعلاء دینہ الاسلام حملی دولتہم کثیرۃ)

سورۃ اٰلِ عمران۔ ۱ے عرب کا نقشہ سامنے ہو تو جنوب میں جو علاقہ یمن کے نام سے موسوم ملے گا اس میں ایک مقام نجران کا ہے۔ عہد نبوت میں یہاں مسیحیوں کی آبادی بھی۔ مثلاً حبش میں ان کے ۱۴۔ اکابر وفد کی صورت میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے وفد اور گفتگو میں ان کے عقائد تثلیث و ابنیت کی نحوست ان پر پوری طرح واضح کر دی۔ سورہ میں اشارے

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا
کسی کو اس کی بساط کے مطابق ۱۱۲۳ اسے ملے گا وہی جو کچھ اُس نے کمایا اور اُس پر پڑے گا
اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
وہی جو کچھ اُس نے کمایا اے ہمارے پروردگار ہم پر گرفت نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى
اے ہمارے پروردگار ہم پر بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ڈالا تھا اُن لوگوں پر جو
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ
ہم سے پیشتر تھے ۱۱۲۴ اے ہمارے پروردگار ہم سے وہ نہ اٹھوا جس کی ہمیں
لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ
ہم سے برداشت ہو ۱۱۲۵ اور ہم سے درگذر کر اور ہم کو بخش دے ۱۱۲۶ اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا
مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝
کارساز ہے ۱۱۲۷ سو ہم کو غالب کر کافر لوگوں پر ۱۱۲۸

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

مدنی ۲ رکوع ۲۰۰ آیتیں ۳۵۴۲ الفاظ ۱۵۳۳۶ حروف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

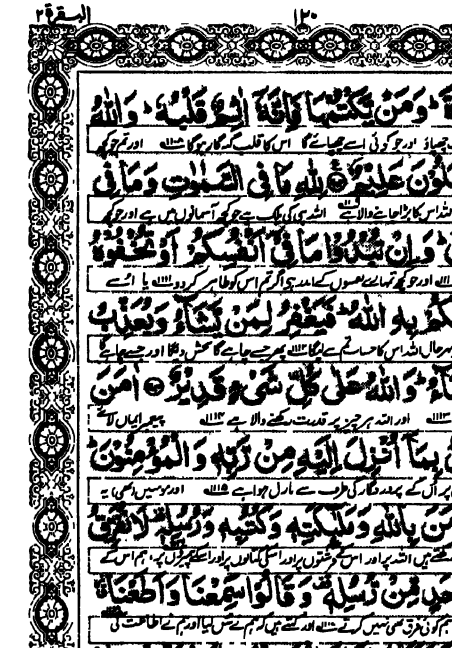
شروع اللہ حمایت فرماں مار بار رحم کرنے والے کے نام سے

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ

الٓمّٓ نام ہے اللہ کا وہ ہے کہ کوئی خدا نہیں مگر وہ (خدا ہے) سدا جیتا اللہ والا (خدا ہے)

جابجا اس طرف ہیں۔ سورۂ بقرہ میں خطاب جس طرح خاص طور پر یہود کی جانب تھا کہا جا سکتا ہے کہ اسی طرح اس سورۃ میں مسیحیوں کی جانب ہے۔ بقرہ ہی کی طرح آل عمران کے فضائل بھی احادیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ ۱ے یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں۔ ان پر بحث سورۂ بقرہ کے آغاز میں گزر چکا۔ عجب نہیں جو یہ حروف مختلف ہوں فقرہ الم اللہ اعلم کے۔ ۲ے (در حقیقت اقوم کے مدعی اور حقیقت ۳ے) یعنی اُس خدائے واحد کا شریک کوئی نہ ذات میں ہے نہ صفات میں نہ افعال میں۔ دنیا میں بکثرت ایسے شرک۔ نہ ہوں گا وجود دیکھا ہے اور اب بھی ہے جو کہتے ہیں کہ خدائے اعظم تو بیشک ایک ہی ہے لیکن اس کے ماتحت شعبہ وار چھوٹے چھوٹے خدا دیتا اور دیویاں تو بہت سی ہیں۔ قرآن مجید ان سب کی تردید کر کے نفس وجود کی کسی دُوسرے خدا کا نہیں، نہ چھوٹے کا نہ بڑے کا، الوہیت و ربوبیت تدامتر ایک ہی ذات میں ہے۔ آیت علاوہ ان جاہلی نداہب کے خاص طور پر مسیحی عقائد کے بھی رَدّ میں ہے۔ ۴ے اَلْحَيُّ۔ وہ خدا ہے جو ہمیشہ زندہ ہی ہے۔ زندہ ہی رہا ہے اور رہ ہی سکتا ہے۔ موت کا اس کے لئے کوئی امکان ہی نہیں نہ صلیب کے اُوپر کسی اور طرح پر۔ اس کی حیات جس طرح آج قائم ہے ہمیشہ سے قائم ہے۔ یہیں کہ اسے بار بار قالب بدلتے رہنے کی ضرورت پیش آئے کبھی وہ انسان بن جائے اور کبھی معوذ باللہ حیوان۔ وہ ندہ معاذ اللہ اس طرح کا نہیں کہ ہر سال اس پر موت طاری ہو اگرے اور پھر وہ حیات ثانیہ حاصل کرتا ہے۔ القیوم کے لفظ نے اُس کی صفت حیات کا اثبات کر کے ان سارے خرافات کی تردید کر دی۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۰۹ پارہ ہذا) اَلْقَيُّوْمُ۔ وہ ذات جو قائم ہے اور ساری مخلوقات اس کے وجود سے قائم ہے۔ یہیں کہ وہ خود بھی کسی مبدأ میں کسی دوسرے کا مخترع ہو جیسا کہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ:۔ "جس طرح بیٹا باپ سے نہ براہ راست کسی تہا خدا نہیں اسی طرح باپ بیٹے سے کسی تہا خدا نہیں۔ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۲ صفحہ ۵۳۰) گویا معاذ اللہ ابن اللہ اور اللہ دونوں اپنی خدائی میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ صمت قیومیت کا اثبات کر کے قرآن مجید نے فرقۂ خدا کے عقیدہ کی جڑ ہی کاٹ دی۔ بہت سے جاہلی مذہب ایسے بھی ہیں جو ایک طرف خدا کو خدا بھی مانتے جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے بھی قائل ہیں کہ وہ پیدا کسی اور سے ہے۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۰۹ پارہ ہذا)

۱۱۰۸ (اور اصل شی قلب ہی کی گمراہی ہے) اِثْمٌ گناہ سب سے بڑا گناہ قلب ہی کا گناہ ہے۔ چنانچہ کفر جو سارے کبائر سے بڑھ کر کبیرہ ہے۔ قلب ہی کا گناہ ہے اس لئے اس اسلوب بیان نے خود بخود ظاہر کر دیا کہ کتمانِ شہادت شدید ترین گناہ ہے۔ لان اصل القلوب اعظم من اصل سائر الجوارح الا ترى ان اصل الحسنات والسيئات الايمان والكفر وهما من افعال القلوب وانما حمل كتمان الشهادة من اثام القلوب فقد شهد له نامه من معاظم الذنوب (مدارک) وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ۔ اور گواہی کو مت چھپاؤ۔ اولئے شہادت کے وقت۔ یہ اولئے شہادت کا حکم عام ہے تمام معاملات قانونی کے لئے۔ مثلاً نکاح، مہر، وصیت وغیرہ۔ صرف معاملات میں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اور شہادت چھپانے کی ساری صورتیں اس ممانعت کے اندر آجاتی ہیں۔ مثلاً اولئے شہادت سے گریز کرنا یا شہادت میں واقعات صحیح۔ بیان کرنا۔ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا۔ اور کتمان گواہ جرمی ہو جاتا ہے۔ فقہاء نے اس پر اُجرت لینا ناجائز قرار دیا ہے اہبتہ آمد و رفت اور خرچ کا جو کچھ صرف ہو اس کا بقدر واقعی وصول کرنا جائز ہے۔ مثلاً ایک عمل کامل کے مطابق حراد سرا دے گا) بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اور دوسرا عمل اولئے شہادت کا ہے۔ جو طاعت ہے۔ ۱۱۱۰ (اور کسی دیوی، دیوتا، روز، مظہر، اوتار کی شرک اس میں نہیں) قرآن مجید کی طویل ترین سورہ کا آخری رکوع شروع ہو رہا ہے یہاں پر عقیدۂ توحید کامل کا اعادہ و تاکید ہے۔ سورہ کا آغاز اصول دین سے متعلق جامع تعلیم سے ہوا تھا۔ سورہ کا خاتمہ بھی اسی طرح جامعیت و مانعیت کے ساتھ بنیادی حقائق پر ہو رہا ہے ۱۱۱۱ (زبان سے یا عمل سے) مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ کچھ دلوں کے مدر ہے۔ اعمال ارادی و اختیاری میں ہے مثلاً کوئی عقیدہ فاسد یا عزم معصیت، اس میں وسوسہ اور گذرنے والے خیالات داخل نہیں کہ وہ عدم مؤاخذہ سے خارج ہیں۔ ولا يدخل الوساوس وحديث النفس فيما يحتمله الانسان لان ذالك مما ليس في وسعه ولكن ما اعتقد او عزم عليه (مدارک) ۱۱۱۲ (مثل تمام معاصی کے) ۱۱۱۳ مغفرت ہو گی تو قانون رحمت عامہ کے مطابق اور عذاب ہو گا تو قانون حکمت کاملہ کے ماتحت ۱۱۱۴ اللہ فاعل مالارادہ ہے، مختار کل ہے اور اس سے مُنزّہ ہے کہ معصوم مغفرت کے لئے ضرورت بطور فدیہ یا کفارہ کے کسی "خدائے مصلوب" کی ہو۔ آیت میں اشارۃً رد آگیا عقیدۂ نصاریٰ کا اور متعدد مشرک قوموں کے عقائد کا۔ خدا اس لائق ہی اپنے ارادۂ یا مشیت کے علاوہ کسی اور قانون کا پابند نہیں جیسا کہ ہندی مشرک قوموں کا عقیدۂ کرم سے حیال کر رکھا ہے ۱۱۱۵ (یعنی قرآن پر) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ۔ اپنی رسالت یعنی پیام حق کی حقانیت کامل پر ایمان لانے والے سب سے پہلے خود پیمبر ہی ہوتے ہیں۔ ایمان ایماں توسب برابر ہے۔ لیکن باعتبار طرز و بہ کما قال کیفیت پیمبر کے ایمان عام اور عام افراد اُمت کے ایماں کے درمیان آسمان اور زمین کا فرق ہے۔ ہر ایک کے ایماں کا مرتبہ بھی اس کی حیثیت اور مرتبہ کے مناسب ہوتا ہے ۱۱۱۶ اس جامع آیت کے اندر تمام لوازم ایماں بیان ہو گئے ہیں۔ اٰمَنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ۔ اللہ پر ایمان لانا ہے کہ اس کی ذات اور صفت دونوں کی تصدیق کی جائے۔ حسب تصریح آیتی وتعلیمات ہوی یہ مردود ہو گئی وہریت، لاادریت، ارتیاب وغیرہ کی۔ خدائے واحد کی حرم کے ساتھ تصدیق کرنا لازمی ہے۔ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ۔ فرشتے کی تعریف اوپر گزر چکی ہے کہ وہ ایک نوری مخلوق ہے جس سے حد درجہ معصیت کا امکان نہیں۔ کثرت سے مشرک قوموں کو ٹھوکر اسی عقیدہ میں لگی ہے۔ دشمنوں کو بھائے تماشہ حدائی کا مدد ہونے کے اُن کی عظمت سے متاثر ہو کر انہیں کو اُنہوں نے مختلف شکلوں میں مستقلاً متصرف سمجھ لئے۔ اور انہیں دیوی دیوتا کہہ کر پکارنے لگے مثلاً اگنی کا دیوتا ہے



معرل

دلوں کی سوچ سمجھ اور ہوا کا دیوتا ہے۔ دنیس علی ہذا۔ قرآن مجید نے جو فرشتوں کے عقیدہ پر بار بار رد دیا ہے اس کا مقصد ترک کی اس حاصم قسم یعنی دیوتا پرستی کا استیصال ہے۔ فرشتہ گو نوری ہوتے ہیں معصوم ہوتے ہیں لیکن بہر حال خالق کائنات کے سامنے انسان ہی کی طرح ایک عاجز بے بس مخلوق ہوتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ اُن کی ذات یا صفات کو شریک کرنا سراسر اتہائی حماقت ہے۔ وَكُتُبِهٖ۔ آسمانی رسُولوں اور ہدایت ناموں کے باب میں بھی بڑی افراتفری ہوئی آئی ہے۔ کسی کسی قوم نے تو ان کے وجود ہی سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ خدا نے لیکن کوئی ہدایت نامہ نہیں بھیجا۔ اور بہت سی قوموں نے انہیں ذہن انسانی کی پیداوار قرار دیا جنہیں چند فٹر سے اور ہدایت یاب انسانوں نے مل کر گھڑ لیا۔ وَرُسُلِهٖ۔ رسالت کا عقیدہ بھی مشرک قوموں نے اکثر مسخ کر دیا تھا۔ دیار سرسوں کو صُول چکی تھی اور قائل اس کی دعائی تھی کہ حس کے دریعہ سے ہدایت اور پھر نبوت ہوتی ہے، وہ یا تو خدا کا اکلوتا بیٹا ہوتا ہے یا خود فلسفی انسانی یا حیوانی قالب میں۔ قرآن مجید نے آکر بتایا کہ یہ انسان اور سدے ہی ہوتے ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی رہتی ہے۔ سلسلۂ وحی کا ماننا بھی گویا "اوتار" کے عقیدہ پر ضرب لگاتا ہے ۱۱۱۸ (کہ بعض کے قائل ہوں اور بعض کے منکر۔ ملکہ سب کو برحق سمجھتے ہیں اور سب کے مسلک ہدایت و اللہ کی طرف سے ہونے کا یقین رکھتے ہیں) یہ مقولہ موسیٰ کا ہے۔ ای یقولون (لاعرف) (بیضاوی و مدارک) یہود کی طرح نہیں کہ بجز اپنی مسلّمہ نبی اسرائیلی انبیاء کے اور کسی کو، مانیں اور ان میں سے بھی جس کا جی چاہے انکار کر دیں۔ یہاں تک کہ سلسلۂ اسرائیلی کے خاتم (حضرت مسیح) سے تو وہ عداوت رکھیں کہ اپنے خیال میں اُن کی جان ہی لے ڈالیں۔ اور نہ نصاریٰ کی طرح کہ ایک اسرائیلی نبی کے ماننے میں تو وہ غلو کریں کہ تیسری سے اُٹھا کر الوہیت کے مرتبہ پر بٹھا دیں اور اسمٰعیلی تاج سے سر میری پار دے سے عداوت ہی نکال لیں۔ اگر یہود میں ایک مسلمہ مؤسس گزیں ہو جاتا۔ قرآن مجید اس کے نزدیک کلام الٰہی میں، کلام محمدی ہی ہے۔ الا ان ہمارا یقین کسی دوست پر حیران ہو کر کہتا ہے:۔ "محمد کی وسیع النظری نے اپنے تئیں بہودوں کے لئے بھی وہی درجہ رکھا جو خود اپنے لئے اور ہر وقت سے لیکر نزول قرآن تک سلسلۂ وحی کا قائم رکھا۔ (تاریخ یہود ان ہند صفحہ ۱۰۰) لَا نُفَرِّقُ۔ یعنی اہل طریق نے کسی پیغامبر کو کہا ہے کہ کوئی اطلیس میں بھی یہ تفریق نہ کرنا چاہیے اگر کسی سے اعتقاد رکھا اور کسی سے انکار کرے ۱۱۱۹ سو ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے پیامبروں میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کی۔ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ اقتضاءً اطاعت کی ہم نے اللہ کے پیامبروں سے ۱۱۲۰ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا۔ یعنی ہم صرف حق تو ہی عطا کرے گا۔ اس میں رد آگیا انصاری اور دوسری قوموں کا۔ جو صرف کو حلیۂ الٰہی میں بلکہ ابن اللہ یا کسی اور کی عنایت کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ

لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے (اسی حصہ کے) پیچھے ہو لیتے ہیں

مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ

جو تشابہ ہے گلہ شورش کی تلاش میں اور اس کے (غلط) مطلب کی تلاش میں اور (درآنحالیکہ) کوئی

تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ

اس کا (صحیح) مطلب نہیں جانتا سوا اللہ کے اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ

اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا

ہم تو اس پر ایمان لے آئے (وہ) سب ہی ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت تو بس عقل والے ہی قبول

الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

کرتے ہیں ۝ اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کر (اب) اس کے کہ تو ہمیں سیدھی راہ دکھا چکا

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے ۝

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اے ہمارے پروردگار بیشک تو (ہی) لوگوں کو جمع کرنے والا ہے (اس) دن (کہ) جس (کے واقع ہونے) میں شک نہیں بیشک

لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ

اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں جاتا ۝ بیشک جو لوگ (اب) کافر ہیں ان کو ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے

اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝

مقابلے میں اس کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور یہی لوگ آگ کے ایندھن ہو کے رہیں گے ۝

مدوك

ع ۹

الی عمران ۳

ہے۔ یعنی علم دین میں پختہ کاروں کی زباں سے۔ یہ لوگ اپنے روح فی العلم اور پختہ کاری پر ناراں نہیں ہوتے بلکہ اس نعمت کے زوال سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں۔ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ اسمیں خود اپنے کسی عمل پر ناز یا دعویٰ نہیں ہوتا۔ یہ ہیں کہتے کہ ہمیں ہمارے حسنِ عمل کے انعام میں راہِ راست پر قائم رکھ بلکہ کہتے ہیں کہ محض اپنے فضل و کرم لُطف و عنایت سے راہِ ہدایت پر مستقیم رکھ۔ اِی من عندلك ومن قبلك

فصلًا لاعن سببٍ ولا بعمل (زجاج) گویا اس میں ادب دعا کی تعلیم بھی آگئی۔ رَحْمَةً کا صیغہ نکرہ اس کی عظمت اور بڑائی کے لئے ہے۔ وتنوينه للتفخيم (زجاج) ۹۲۳ تو ایسے کے لئے اس درخواست کا قبول کرلینا مشکل کیا ہے) معتزلہ قدریہ نے کہا ہے کہ جاہل صوفیہ اور باطنیہ زنادقہ نے اس آیت سے یہ سمجھ لیا ہے کہ علم وہی ہے جو اللہ کی طرف سے محض منزل نکالا ہے

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
اس نے آپ پر کتاب آپ پر برحق نازل کی اس کی تصدیق کرتے ہوئے جو اس سے پہلے (کی کتابیں) ہیں

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى
اور اس نے اتارا تھا تورات اور انجیل کو (اس سے) پیشتر لوگوں کی ہدایت کے

لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
واسطے ۱۵ اور اس نے فرقان کو اتارا ۱۶ بیشک جن لوگوں نے انکار کیا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو
کہ یہ اللہ کی آیتوں سے ۱۷ اُن کے لئے عذاب سخت ہے ۱۸ اور اللہ بڑا زبردست ہے ۱۹ بدلہ

انْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ
لینے والا ہے ۲۰ بیشک اللہ ایسا ہے کہ اس سے کوئی چیز چھپی نہیں رہتی نہ زمین میں

وَلَا فِى السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى
اور نہ آسمان میں ۲۱ وہ وہی (خدا) ہے جو تمہاری صورت رحموں کے اندر جیسا

الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
وہ چاہتا ہے ۲۲ جس طرح چاہتا ہے ۲۳ کوئی معبود اس کے سوا نہیں وہ زبردست حکمت والا ہے

هُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ
وہ وہی (خدا) ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری ہے اس میں حکم آیتیں ہیں اور

مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۗ فَاَمَّا
وہی کتاب کا اصل مدار ہیں ۲۴ اور دوسری آیتیں تشابہ ہیں ۲۵ سو وہ

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۗ فَاَمَّا

منزل

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ
یا نشان پڑے ہوئے گھوڑوں سے ۳۳ یا مویشیوں سے یا زراعت سے ۳۴ یہ سب اونچی
مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴿١٤﴾
زندگی کے سامان ہیں ۳۵ اور حسن انجام تو اللہ ہی کے پاس ہے ۳۶
قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا
آپ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر دوں جو ان (چیزوں) سے اچھی (بہتر) ہے، جو لوگ ڈرتے
عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس باغ ہیں کہ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں
فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ
(وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں) اور صاف ستھری کی ہوئی بیویاں ہونگی اور اللہ کی خوشنودی ہوگی ۳۷ اور اللہ
بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا
اپنے بندوں کا خوب دیکھنے والا ہے ۳۸ (یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار ہم یقیناً ایمان
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ الصَّابِرِينَ وَ
لے آئے سو ہمارے گناہ بخش دے ۳۹ اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لے ۴۰ (یہ) صبر کرنے والے
الصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ
ہیں اور راستباز ہیں اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی رات میں گناہوں
بِالْأَسْحَارِ ﴿١٧﴾ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ
سے بخشش چاہنے والے ہیں ۴۱ اللہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبود نہیں ہے بجز اس کے اور فرشتوں

مادك

اعمال کے ایک ایک حرکت سے پوری طرح خبردار ہے) پس اس کا احتمال ہی نہیں کہ کوئی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی حساب یا صدور حرارت سے رہ جائے۔ ۴۱ یہ کہنے والے کون ہیں؟ وہی متقین جن کا ذکر الذین اتقوا کے ماتحت چل رہا ہے۔ سارے اعمال و احوال پر ناناں ہونا الگ رہا اُلٹے فروتنیت و پستی اپنی معرفت حُسن خاتمہ کے لئے مناجات کرتے رہتے ہیں اٰمَنَّا۔ یعنی ہم اللہ اور اس کے رسول اور اس کی شریعت پر ایمان لے آئے۔ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا۔ ایمان پر مغا طلب معرفت کو مرتب کرتے ہیں کہ یہ کے معرفت میں اصل حائل عدم ایمان ہی تو ہوتا ہے۔ جسے رفع ہو گیا تو اب کیا ہے۔ اب ہماری باقی خطاؤں، لغزشوں کو تو معاف کر ہی دیجئے۔ ایمان بہت بڑی نعمت ہے اور اس کی انتہائی اہمیت اس آیت سے ظاہر ہو رہی ہے۔ امام المعتبر امام رازیؒ نے اس مقام پر بہت خوب تقریر کی ہے۔ ذٰلِكَ مبتدا حل اہل تو سلوا بحمد الایمان الی طلب المغفرۃ واللہ تعالیٰ حکی ذٰلک عنھم فی معرض المدح لھم والثناء علیھم وذلک اعلیٰ ان العبد یحمد الایمان یسوحب الرحم والمغفرۃ من اللہ تعالیٰ (کبیر) اور انہی کی یہ روی صاحب محرر صاحب روح نے بھی کی ہے۔ ۴۲ مَا الاصحار۔ سحر نام اس وقت کا ہے جب رات کی تاریکی صبح کی روشنی سے مل رہی ہو۔ السحر والسحرۃ احملاط ظلام اخر اللیل بضیاء النھار ودخل اسم اللذ الوقت (راغب) آخر شب کی خصوصیت اس لئے ہے کہ وہ وقت خاص طور پر دلجمعی اور روحانی قوتی کی بیداری و بالیدگی کا ہوتا ہے اور عرس براس وقت کا اشتیاق بھی زاید ہوتا ہے۔ الصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ۔ یعنی صبر کرنے والے اور راستی برتنے والے اپنے سارے معاملات میں۔ الْقٰنِتِيْنَ۔ یعنی فروتنی کرنے والے اللہ کے حضور میں۔ الْمُنْفِقِيْنَ یعنی خرچ کرنے والے اللہ کی راہ میں۔ عارفوں نے کہا ہے کہ یہ تمام صفات اولیاء اللہ کے ہوتے ہیں۔

كَذَّبَ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا
جیسا کہ معاملہ فرعون والوں کے ساتھ ہوا اور ان سے قبل والوں کے ساتھ ہمیں نے بھی کیا
بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ
تو ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو ان کے گناہوں کی ان کو گرفت کی ان کے گناہوں کے باعث اور اللہ بڑا سخت سزا
الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ
دینے والا ہے ﴿۱۱﴾ تو کہدیجئے ان کافروں سے کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف
اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ
اکٹھے کئے جاؤ گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ﴿۱۲﴾ بیشک تمہارے لئے ایک نشانی (اور عبرت
فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى
ہے) دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑ گئے ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا
كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ
کافر تھا یہ لوگ اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے اس سے دوگنی مسلمانوں کی تعداد بظاہر
بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾
اپنی مدد سے جس کو چاہتا ہے بیشک اس (واقعہ) میں البتہ عبرت ہے آنکھ والوں کے لئے ﴿۱۳﴾
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ
لوگوں کے لئے خوشنما دکھائی دی ہے مرغوبات کی محبت (خواہ) عورتوں سے ہو یا بیٹوں سے
وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

سونے چاندی سے

معارف

كَذَّبَ اٰلِ فِرْعَوْنَ ... الخ ۲۹ (معاملہ مدرس ۱۳ سنہ ہجری میں) اپنے نشان اللہ کی قدرت و کارسازی اور رسول اللہ صلعم کی صداقت کا فی شہادت کے حکومتِ مکہ اور یہود سے کسی سے بھی ایسی زبردست ٹکر لے سکتے ہیں۔ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ... یہ گروہ مؤمنین کا تھا۔ تعداد میں قلیل اور سامان میں حقیر۔ تعداد میں کل ۳۱۳ تھے اور وہ بھی بغیر سامان حرب کے۔ اونٹ اتنے کم کہ باری باری پیادوں کے حصہ میں ایک ایک پڑتا تھا۔ گھوڑے لشکر بھر میں کل دو آہی زرہیں اتنے آدمیوں میں کل سات۔ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ... یہ لشکر حکومت مکہ کا تھا۔ تعداد میں مسلمانوں سے سہ چند تھا یعنی ۹۵۰ افراد متحمل۔ وحشی کے سپرد سواروں کے پرے قیادت اور سو سو زرہ پوش ۷ تھے اور سب سوار و زرہ پوش ۱۰۰ تھے۔ ۳۰ (لیکن کثرت تعداد پھر بھی کچھ کام آئی اور آخر کار ذلت و شکست لشکر مکہ ہی کو نصیب ہوئی) يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ... یہ محض وہم و خیال۔ نہ بلکہ واقعتہً مبالغہ کرتے تھے۔ ودوہ آیت چشم کیلئے جو۔ قال ابو علی الرودبا فی الأیة رویہ عین ولذلک تعدت الی مفعول واحد (معنی رویہ ظاہر مکشوف بکہ) يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ ... کون کس کو کوئی گمان دیکھ رہے تھے، سوال کے جواب یا صیغوں کی تعیین میں اہل تفسیر کے درمیان شدید اختلاف ہے اور یا کل اقوال قال کسی نے معنی میں سب کے احوط قول عشر تھا وہی کا لکھا آتا ہے جسموں سے مراد دونوں کی جمعیتوں کا فروں کی طرف پھیری ہیں۔ اور مثلیہم میں ھم سے مراد مؤمنین سے ہے۔ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ سے مراد وحید بھی کی گئی ہے اور سعید بھی اور مطلق کثرت تعداد بھی کیونکہ کسی عدد خاص کی تعیین کے۔ بعض العرفاء ان معنی رویہ مثلیہم تلاثہ اما انہم رأہم (یعنی المراد انا المغلبین مطلق الکثرۃ لا خصوص المثلین (عمل) ۳۱ زینا یعنی اس کو قدیر اس کی حیثیت بحیثیت دوسری چیزوں سے متعلق ہو گئی اور کافروں کے کام انکی تباہیاں آسکیں (کثرت تعداد) مِنَ النِّسَآءِ ... اس کی تائید اس عالم ابتلا میں اصالح تکوینی کے لحاظ سے ہوئی ہے۔ ۳۲ اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو بصیرت کے کام ہی لیتے ہیں۔ عِبْرَةً۔ تنوین عظمت کے لئے ہے یعنی بڑا سبق۔ التدوین للتعظیم ای عبرۃ عظیمۃ کاشفہ (روح)

حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ
ہیں ناحق اور ان لوگوں کو جو عدل کا حکم دیتے ہیں انہیں قتل کر ڈالتے
النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
ہیں تو آپ انہیں عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دیجئے یعنی وہ لوگ ہیں جن کے
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ
اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور ان کا کوئی مددگار نہ
نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
ہوگا کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب الٰہی سے حصہ دیا گیا
الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
تھا انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر ان
يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
میں سے ایک فریق بے رخی کرتا ہوا منہ پھیر لیتا ہے یہ اس سبب سے کہ یہ لوگ
قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۖ وَّغَرَّهُمْ
کہتے ہیں کہ ہم کو آگ چھوئے گی بھی نہیں مگر چند (روز) گنے ہوئے دنوں کے قصے اور جو کچھ یہ
فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ
اختراع کرتے رہتے ہیں اس نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے سو اس روز ہم ان کو اکٹھا کریں گے جب
لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
ہم انہیں اکٹھا کریں گے تو کیا حال ہوگا اور ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا ہے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا

۵۵ یَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۔ کسی کتاب الٰہی سے یا اس کے کسی جزو سے انکار یہ سب کفر بآیات اللہ کی صورتیں ہیں ۔ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ یعنی خود قاتلوں کے بھی آئین، قانون و ضابطہ کے حلاف، ورنہ قتل انبیاء فی الحقیقت اور عنداللہ تو ہمیشہ ہی ناحق رہیگا ۔ یہود کے قتل انبیاء اور قتل ناحق پر حاشیہ یارۂ اوّل رکوع ۱۰ میں گزر چکا ۔ ۵۶ (آخر حدیث میں) بِالْمَعْرُوْفِ بِالْقِسْطِ ۔ یعنی لوگوں کو اخلاق و معاملات میں عدل کی ہدایتیں کرتے رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ مُراد انبیاء اور ان کے نائبین ہیں ۔ يَقْتُلُوْنَ ۔ یہ سب اشارے یہود کی حق تلفی سے متعلق اور ان کی تاریخ کی جانب ہیں ۔ عہد قدیم کے متعدد صحیفوں میں یہود کی حق بیزاری کی تصریح موجود ہے مثلاً "وہ اس کا کیسہ رکھتے ہیں جو ہر دروازہ پر سرزنش کرتا ہے اور وہ اُس سے نفرت رکھتے ہیں جو حق بات کہتا ہے" (عاموس ۵ : ۱۰) عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ ایسے مجرموں اور خطاکاروں پر دنیوی لعنت حضرت داؤد نبی کی کتاب میں مفصل مذکور ہے :- "وہ جلد ہی گھاس کے مانند کاٹ ڈالے جائیں گے اور ہرے سبزے کی طرح مُرجھا جائیں گے اور شہر میں سے ہوگا تو غور کرے گے اس کا مکان ڈھونڈے گا اور وہ نہ ہوگا ۔ اُن کی تلوار اُنہی کے دلوں میں بیٹھے گی اور ان کی کمانیں ٹوٹ جائیں گی" (زبور ۳۷ : ۲ تا ۱۵) آیت سے اس پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ مسلمانوں کو مُتقلین میں امر بالمعروف واجب تھا اور یہ فرض انبیاء اور ان کے نائبین کا خاص فریضہ تھا ۔ و عن هذه الآية على ان الامر بالمعروف و النهي عن المنكر كان واجبا في الامم المتقدمة و هو فائدة التنوين (قرطبی) ۵۷ (سزا کے وقت کہ انہیں عذاب سے چھڑا لے ۔ یا اس میں کچھ تخفیف ہی کرا دے) ۵۸ حق و ادعائے حق سے یہ مسلسل انحراف و اعراض تاریخ بنی اسرائیل کا کوئی نیا باب کھلا واقعہ نہیں ۔ ان کے مقدس نوشتے اور صحیفے ان شکایات سے بھرے پڑے ہیں ۔ مثلاً :- "تم کاہے کو مجھ سے محبت کرو گے ۔ تم سب مجھ سے پھر گئے ہو" (یرمیاہ ۲ : ۳۵ تا ۳۷) یہ ہوسیع ۱۱ : ۲) معضل حاشیہ پارۂ اوّل رکوع ۶، ۷ کے ذیل میں گزر چکے ۔ اَلَمْ تَرَ ۔ خطاب یہاں رسُول اللہ صلعم سے ہے ۔ مِنَ الْكِتٰبِ ۔ ذکر و ہی یہود کا چل رہا ہے ۔ الکتاب یہاں بطور اسم جنس استعمال ہوا ہے یعنی کتاب الٰہی اپنے عمومی و کلی مفہوم میں ۔ اور اسی کا ایک جزو توریت ہے ۔ كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ اسی عمومی و کلی کتاب کا دوسرا جزو قرآن ہے اور وہی یہاں مُراد ہے ۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ۔ یعنی مدعی اختلافات کے باب میں فیصلہ کر دے ۔ ۵۹ ذٰلِكَ ۔ یہ کجرفی اور محمدداں کی عادت اس سبب سے قائم ہے کہ یہ لوگ اپنے مشرک ہونے ہی کے گویا قائل نہیں ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۔ یعنی وہ ۴۰ روز کی مدت جو بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی میں بسر کی تھی ۔ آیت کا جزو ۔ یارۂ اوّل میں بھی یہود کی رسالہ وار مکالمہ ہو چکا ہے اور وہیں اس پر مفصل حاشیہ بھی گزر چکا ہے ۔ ۶۰ (اپنا کچا پکا عقیدہ کہ ہمارے باپ دادا بخش دیں گے) مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۔ عقائد کے باب میں کوئی بات بے دلیل عقلی یا نقلی کے ایسی طرح گھڑ لینا کہ لوگ اسے افترا علی اللہ کی ایک صورت ہے ۔ اور یہود کے پیشواؤں اور سرداروں نے اس طرح قسم قسم کے عقائد کا ایک طومار گڑھ رکھا تھا ۔ اور انہی میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ یہود پر آتش دوزخ (بجز برائے نام صورت کے) حرام ہے ۔ اُن کے لئے اُن کے بزرگوں کی نسبت و شفاعت کافی ہے اور ان کی نجات و عمل خود بخود ہو جائیگی ۔ ۶۱ (ان بدکتوں اور شامت زدوں کا) يَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۔ یعنی قیامت کے دن ۔ اس طرز تعبیر سے مقصود قیامت کا محض ذکر ہی کر دینا نہیں ۔ بلکہ اس کے وقوع کی قطعیت کو دمس میں تازہ کر دینا ہے ۔ فكيف ۔ اس طرز استفہام سے مقصود وعداب کی ہولناکی کا اظہار ہے ۔ استعظام و تهويل وهو مدلول الاستفهام (ابوحیان) لِيَوْمٍ ۔ میں ل ف کے معنی میں ہے ۔ واللام في قوله ليوم بمعنى في قاله الكسائي (قرطبی)

وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
اور اہل علم کی (بھی گواہی ہے) جو (ہمیشہ) عدل سے (خدا کی) خدائی کا انتظام کئے رہنے والے ہیں (اور) اس (خدا) کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) وہ
الْحَكِيْمُ ۝١٩ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ
زبردست (اور) حکمت والا ہے ۝ بیشک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے ۝ اور جو اختلاف کیا
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ
اُن لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی تھی سو (صرف) اس کے بعد اس کے کہ (اُنہیں) صحیح علم
بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
پہنچ چکا تھا (محض) آپس کی ضد سے (کیا) اور جو اللہ کی آیتوں سے انکار کرے گا سو اللہ یقیناً جلد حساب
الْحِسَابِ ۝٢٠ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَ
لینے والا ہے ۝ پھر اگر یہ لوگ آپ سے حجت کریں تو (اُن سے) کہہ دیجئے کہ میں تو اپنا منہ اللہ کے حوالے
مَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ
کر چکا اور جو میرے پیرو ہیں (بھی) اور آپ اہل کتاب سے اور اَن پڑھوں سے دریافت کیجئے کہ تم
ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا
اسلام لائے ہو؟ سو اگر وہ اسلام لے آئے تو یہ راہ یاب ہو گئے اور اگر وہ روگردانی کریں
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٢١ اِنَّ الَّذِيْنَ
تو آپ کا ذمہ تو صرف تبلیغ ہی ہے ۝ اور اللہ اپنے بندوں کا خوب دیکھنے والا ہے ۝ بیشک جو لوگ
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ
اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کر ڈالتے

مدول

وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١٩ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٢٠ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٢١ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ

ع ١٠

٤٣ (اسلئے شرک ہر درجہ اور نوعیت کا باطل ہے) شَهِدَ اللّٰهُ - اللہ کی یہ گواہی کتب آسمانی سے بھی ظاہر ہو رہی ہے - اور صحیفۂ کائنات سے بھی - ومن وحدانیتہ یستدل الدلائل الدالۃ علیھا واٰیاتہ القاطعۃ بھا - (بیضاوی) کتب الٰہی کی شہادت دلیل نقلی کا حکم رکھتی ہے اور مصنوعاتِ فطرت کی دلالت دلیل عقلی کا - اَلْمَلٰٓئِكَةُ - یہ بھی مخلوق ہے جسکو مشرک قومیں دیوتا کا لقب دے کر شریک خدائی سمجھ رہی ہیں - اُولُوا الْعِلْمِ - "علم" سے مُراد علم تحقیق ہے کہ علوم دینوی - محققین نے آیت سے علما کا خاص شرف و فضل نکالا ہے - فی ھذہ الآیۃ دلیل علی فضل العلم وشرف العلماء وکفاک احدا شرف من العالم لقرنہ اللہ باسمہ واسم ملٰئکتہ کما مر فی اسم العلماء (زمخشری) ٤٤ (ساری کائنات کا قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ - عدل سے مُراد ہے کہ ہر شے اپنے محل مناسب میں ہو - بعض جاہل قوموں نے خدا کا وجود تو تسلیم کیا ہے لیکن وجود مطلق یا ایسی صفات سے موصوف ہے جو کمالات الٰہیہ کے منافی ہیں - اسلام کے خدا غدائے معطل نہیں، منتظم ہے، کارساز ہے، ہر ایک کا اور ہر کام بنانے والا ہے - ٤٥ اَلْعَزِيْزُ - وہ جس کی قوت سب پر غالب ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں - اَلْحَكِيْمُ - وہ جس کی حکمت سب سے بڑھی ہوئی ہے - دونوں صفات کے اثبات سے مقصود یہ ہے کہ اُسے ذات کے لحاظ سے اور علم و حکمت سے کسی شریک کی ضرورت ہے - ٤٦ (رد کر مطلقاً ہر وہ چیز جسے دین کے نام سے موسوم کر دیا جائے) یہ رد ہے بادشاہ اکبر اور دوسرے بدعتیوں کے اس عقیدہ کا کہ ہر دین دینِ حق ہے اور ہر مسلک خدا ہی کی راہ ہے - اور رد ہر وہ رسم کفر و ایمان میں فرق قطعی و اصطلاحی ہے - خط مستقیم حقیقت یہ ہے کہ دو نقطوں کے درمیان صرف ایک ہی ممکن ہے باقی سب خطوط منحنی و کج ہو گئے، راہ مستقیم خدا اور بندے کے درمیان صرف ایک ہی ہے - اور اسلام ہے جو انبیاء و ادیانِ حق کا دین ہمیشہ سے چلا آرہا ہے - اَلدِّيْنَ بھی دینِ برحق الدس اور الاسلام دونوں کا معرفہ ہونا حصر کے معنی دے رہا ہے یعنی دین مقبول صرف یہی ہے - وتعریف الجنس فی للعھد ای الدین مرضی عند اللہ تعالیٰ ھو الاسلام (بیضاوی) ٤٧ (ذکر کسی اجتہادی و فکری اور اختلاف فہم کی سایہ) یہاں پھر ایک بار اسے کھول کر بیان کر دیا ہے کہ اہلِ کتاب کا راہِ حق سے انحراف کسی خطاء اجتہادی کی نہ بنا پر نہیں، نفسانیت و ہوا پرستی کی بنا پر ہے - یہود پہلے سے بھی ہی کتے ہٹے آرہے تھے کہ راہِ حق ہماری راہ ہے - اس لئے کہ فلاں فلاں بزرگ ہمارے مورث ہوئے ہیں - اور سرورِ کائنات کے زمانہ میں بھی اُن کا کہنا یہ تھا کہ نبوت تو اسرائیلیوں کا حق رہی ہے - یہ نعمت ایک اسمٰعیلی کے حصہ میں کیونکر جا سکتی ہے ؟ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ - یعنی نصاً نصی اور ضدِ صدی آپس میں بھی اور دین حق سے بھی - مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ یعنی ان پر دینِ حق کی تبلیغ پوری طرح ہو چکی اور دینِ برحق کی حقانیت و صداقت کے دلائل و قرائن اسمیں پہنچ چکے - ٤٨ (اور حساب کا جو انعام مسکرین و معاندین کے حق میں ہونے والا ہے، بالکل ظاہر ہے) ٤٩ (خواہ مخواہ از راہِ عناد اور پوری تبلیغ کے بعد بھی) اشارہ اہلِ کتاب کی جانب ہوا ہو نصرانیوں کی جانب خصوصاً - حَآجُّوْكَ - ای حَاجُّوْكَ او ان قالوا (زمخشری) ٥٠ (اب تم ہو یا نہ ہو تمہیں اختیار ہے) اَسْلَمْتُمْ وَجْهِيَ لِلّٰهِ - یُرشد اُسلم للہ کے مُترادف ہے - وَمَنِ اتَّبَعَنِ یہ اسلام کے بھی ہیں اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دیا - میں ہو سکتا ہے کہ واؤ عطف کا ہو، بلکہ مع کا مرادف ہو - (ضمیریں یکون الواو معھم (کشاف) اہلِ طریق نے یہیں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جب وصولِ حق کی پوری کوشش ہو لے اور محاسبہ پھر بھی قبول نہ کرے تو اب بحث و مباحثہ قتال و قال ترک کر دینا چاہیئے - ٥١ (اَسْلَمْتُمْ کے ایک صاف اور صریح معنی تو وہی ہیں جو متن ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں لیکن بعض اہلِ علم نے صیغۂ امر میں معنی "اسلام لاؤ" کے بھی لئے ہیں - اور حوئین نے کہا ہے کہ الف استفہام کبھی امر کے معنی میں رہ کر اور زیادہ بلیغ ہو جاتا ہے - المقصود منہ الامر کما یقال ھل انتھیٰ یوں اما جاءک الامر فی صورۃ الاستفہام مبالغۃ فی الامتثال (بیضاوی) استفہام کی صورت میں بھی استفسار محض مراد نہیں بلکہ مقصود تمہید ہے جیسے اُردو محاورہ میں بھی تہدید کے موقع پر کہتے ہیں "کیوں جی - سنتے ہو کہ نہیں" قال الرجاء ما اسلمھم بعد ید وھذا احسن لدن المعنی اسلموا امرا (زمخشری) وَالْاُمِّيّٖنَ - مطلقاً اُن پڑھ یا کتب سماوی سے لاعلم و نابلد مُراد ہو ہر صورت متروک نہیں کہ ہیں - الامی ھو الذی لا یکتب ولا یقرء من کتاب (بیضاوی) ای الذین لا کتاب لھم (ابن جریر) الذین لا کتاب لھم وھو مسروق العرب (زمخشری) ٥٢ (اور اب اس کی سحاب و مغفرت میں بھی سب ہیں رہا) جاہلیت کے نظریہ حیات (Ideology) میں اصلح و تبدیلی ہی کا نام اسلام ہو پس جس نے بھی اسلام کے نظریۂ حیات کو قبول کر لیا وہ کسی بھی نسل، قوم، رنگ، وطن کا ہو سر جبال اس کا تعلق کائنات و خالقِ کائنات کے ساتھ صحیح نوعیت کا قائم ہو گیا - ٥٣ (آپ پر تبلیغ کی ذمہ داری (بدستور) رہی ہمیں) رسول اللہ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو آپ طول و فکر مند نہ ہوں - آپ کا کام تو صرف تبلیغ ہے - ٥٤ (ہر شخص خود ہی اپنے اعمال و احوال دیکھ کر حساب خود ہی سمجھ لے گا)

تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝
(صرف کا رکھتے ہوئے اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف آنا ہے

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ
آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے سینوں میں جو کچھ لئے ہوئے ہو خواہ پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو اللہ اس کو

اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس (سب) کو جانتا ہے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ
اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جس روز ہر شخص اپنے ہر کئے

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ
عمل کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور (اسی طرح) ہر برُے

مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا
کام کو بھی (اس روز) تمنا کرے گا کہ کاش اس شخص اور اُس (دن) کے درمیان مسافت بعید

بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ
ہوتی اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا

بِالْعِبَادِ ۝ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
شفقت کرنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تب

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے

ع ۱۱ ۱۱ ۱۱

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي

اور اس پر (خدا) ظلم نہ کیا جائے گا ۔۔۔ آپ کہئے اے سارے ملکوں کے مالک تو جسے چاہے

الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ

حکومت دیدے اور ۔۔۔ تو جس سے چاہے حکومت چھین لے ۔۔۔ تو جسے چاہے عزت

مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ

دے ۔۔۔ اور تو جسے چاہے ذلت دے ۔۔۔ تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے بیشک

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٧﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ

تو ہر چیز پر قادر ہے ۔۔۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور

تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ

رات میں دن کو داخل کرتا ہے اور تو بے جاں سے جاندار کو نکالتا ہے اور تو

تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ

جاندار سے بے جاں کو نکالتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا

حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ

ہے ۔۔۔ مومنوں کو ۔ چاہیے کہ مومنوں کے ہوتے ہوئے کافروں کو

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ

(اپنا) دوست بنائیں ۔۔۔ اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ اللہ کے ہاں

مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ

کسی شمار میں ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ مگر ہاں ایسی صورت میں کہ تم اُن سے کچھ اندیشہ

مانک

حقیقت ہمیشہ سے اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اس وقت اس کا اظہار پوری قوت و شدت کے ساتھ مسولینی (اٹلی) و ہٹلر (جرمنی) کے انجام سے کرایا گیا ہے۔ ۶۷ (اپنی حکمت کامل کے مطابق)

اس بحث (تَشَآءُ) (جسے تو چاہے) کی وسعت اطلاق میں تو میں بھی آگئیں اور فرد بھی۔ اور عزت کا سب سے بڑا ممکن ترجمہ یاد کر لیا جائے کہ نبوت ہے۔ اس طرح گویا اہل کتاب کو یہ یاد دلا دیا کہ جس قوم کے جس فرد کو وہ چاہے مرتبۂ نبوت سے سرفراز کر دے۔ اس پر حسد بالکل بے معنی ہے۔ ۶۵ (اس کے پاداش عمل میں) مَنْ تَشَآءُ کا عموم اطلاق یہاں بھی فرد و قوم دونوں پر حاوی ہے کوئی فرد تو مرتبۂ نبوت سے معزول ہوا ہی ہے۔ البتہ یہ نعمت قوموں سے سلب ہو سکتی ہے چنانچہ قوم اسرائیل صدیوں تک اس نعمت سے سرفراز رہنے کے بعد معزول کی گئی۔ اور نعمت اپنی انتہائی اور آخری شکل میں عرب قوم کے ایک متاز فرد کے حصہ میں آئی۔ ۶۶ (تو اہل کتاب اس پر حیرت کیوں کر رہے ہیں کہ نعمت نبوت سے عرب قوم کے ایک فرد کو سرفراز کیا جا رہا ہے)

اَلْخَيْرُ۔ یعنی بھلائی ہر قسم کی اور ہر مرتبہ و درجہ کی۔ کائنات میں وجود ایجابی صرف خیر کا ہے اس لئے ذکر اسی کا کیا گیا اس کے مقابل کی چیز یعنی شر محض ایک سلبی حقیقت کا نام ہے۔ یہاں حو بجائے بیدلہ الخیر والشر کے صرف بیدلہ الخیر کا ارشاد واقع ہے اس سے عارفین صوفیہ نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ جس چیز میں بندہ کے ارادہ و اختیار کو دخل نہ ہو وہ محض خیر ہی ہے۔ اسے ناگوار نہ جاننا اور اسے اپنے حق میں عذاب و مصیبت نہ سمجھے۔ ۶۷ (غرض یہ کہ تقسمات و تصرفات کائنات کا ہر ہر جزئیہ تیری ہی مشیت و قدرت کے تابع و محکوم ہے) تُوْلِجُ الَّيْلَ ۔ تُوْلِجُ النَّهَارَ ۔ یہ سارے تصرفات و انقلابات بغیر کسی کی شرکت و اعانت کے محض ارادۂ الٰہی سے رات دن ہوتے رہتے ہیں۔ حالیؔ نے رات اور دن کو دیوی دیوتاؤں کی حیثیت دے رکھی ہے۔ آیت میں صاف ان خرافات کا بھی رد آگیا۔ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ ۔ اس کی ایک نہایاں مثال پرند کو انڈے سے نکالنا ہے۔ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۔ اس کی ایک نہایاں مثال پرند سے انڈے کی پیدائش ہے۔ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ سوا ایسا قادر مطلق اگر ضعیفوں، عاجزوں کو بڑی بڑی سلطنتوں کا بھی مالک بنا دے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ اور تقسیم رزق، عطائے دولت وغیرہ تکوینی انعامات کے سلسلہ میں۔ مَنْ تَشَآءُ کی قید جو ہر جگہ لگی ہوئی ہے۔ اس سے محققین نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ دولت، حکومت، امارت وغیرہ کی تقسیم محض مشیت تکوینی کے مصالح کا تابع ہوتی ہے۔ اسے قرب الٰہی، اخلاقی فضیلت وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ۶۸ (کیا ظاہر میں اور کیا باطن میں) جسے دوستی کا علاقہ کہتے ہیں وہ ایک کیفیت طلب اور جذبۂ تمنا کا نام ہے مسلمانوں کو، کافروں، مکروں، اللہ کے باغیوں کے ساتھ یہ تعلق قائم کرنے کی قطعی ممانعت ہے اور عقلاً بھی یہ بڑی خودداری اور قومی تشخص کے مائل سمائی ہے۔ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی مومنین کو چھوڑ کر اور مومنین کے تسول میں۔ (ای مخاصدین المومنین الی الکافرین استقلالا واتخاذا لکافرین بطانۃ من دون المومنین) ۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ ۔ یعنی مومنین کے مقابلہ میں کافروں سے دوستی کرنے کی ممانعت ہے۔ ۶۹ (یعنی دشمنان خدا کے ساتھ دوستی رکھنے والے کی دوستی اللہ کے ساتھ کسی درجہ میں بھی معتبر و مقبول نہیں۔ لیس من اللہ فی شیء ۔ من اللہ سے مراد من دین اللہ یا من ولایۃ اللہ بھی کی گئی ہے۔ لفظ لایتہ فی شیء (یعنی لا علاقۃ لہ لیس من دین اللہ فی شیء دسلم)

الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ
شیطان مردود سے میری پناہ میں دیتی ہوں ۝ پھر اس کے پروردگار نے اس کو اچھی طرح قبول کر لیا

وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۭ كُلَّمَا
اور اس کو اچھا نشوونما دیا اور اس کا سرپرست زکریا کو بنا دیا ۭ جب کبھی

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ
زکریا اس کے پاس محراب میں آتے تو ان کے پاس کوئی چیز کھانے پینے کی پاتے

قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ
(ایک بار) کہنے لگے کہ مریم یہ کہاں سے تجھے مل جاتی ہیں ؟ وہ بولیں یہ اللہ کی طرف سے آ جاتی

اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
ہیں بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ
(اس) وہیں زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کرنے لگے کہا میرے پروردگار مجھے اپنے

مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝
پاس سے کوئی پاکیزہ اولاد عطا کر ۭ بیشک تو دعا کا سننے والا ہے

فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي
پس انہیں فرشتوں نے آواز دی اس حال میں کہ وہ محراب میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ

الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ
رہے تھے کہ اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝
ہوں گے اور سردار اور عورتوں سے بچنے والے اور نبی نیکوکاروں میں سے

منزل

رشتہ میں حضرت مریمؑ کے خالو تھے یعنی آپ کی والدہ کے حقیقی بہن آپ کی والدہ حنا حضرت مریمؑ کے والد عمران کی وفات آپ کے بچپن ہی میں ہو گئی تھی اور ان کی وفات کے بعد بیکل کے خادموں زیا یہود کی اصطلاح میں کاہنوں) کی سرداری حضرت زکریاؑ کے حصہ میں آئی تھی۔ آپ ایک تو مریمؑ کے عزیز قریب اور پھر وہ بیکل کے سردار حضرت مریمؑ کی تربیت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو دیا۔ کفلھا کے لفظ میں اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ یہ سب خدائی انتظامات تھے۔ زکریاؑ کی حیثیت محض واسطہ یا وزیر کی تھی ۹۹ المحراب۔ محراب مجرہ کو کہتے ہیں حال کوئی مسجد الگ تھلگ ہو کر۔ محراب مسجد کو بھی محراب اسی لئے کہتے ہیں کہ اس دَر میں امام نماز سے الگ اور تنہا کھڑا ہوتا ہے۔ المحراب المعبد (تاموس) قال الازھری وسمی المحراب محرابا لانفرادہ الامام فیہ وبعدہ من الناس (لسان) کلما۔ بیکل کے خادموں کے رہنے اور عبادت کرنے کے لئے بیکل کے ادھر اُدھر برابر دیے، حجرے یا خلوت خانے بنے ہوئے تھے۔ انہی میں سے ایک حجرہ حضرت مریمؑ کا تھا۔ حضرت زکریاؑ ایک تو یوں بھی سردار خدام تھے۔ اور اس حیثیت سے ہر خادم و خادمہ کی نگرانی فرض آپ کے فرائض میں داخل تھا اور پھر حضرت مریمؑ کے تو آپ سرپرست بھی تھے۔ اس کے حجرہ میں قدرۃً آپ کی آمد و رفت رہا کرتی۔ قرآن حکیم کے ایک ذرا سے لفظ کفلھا نے اس سارے مرحوم مبہم حضرت زکریاؑ کی کثرت آمد و رفت اور غیر متوقع وجود رزق سب کی طرف اشارہ کر دیا۔ وکلما تقتضی التکرار وعدل علی کثرۃ تعھدہ وتفقدہ لاحوالھا ووجدت الآیۃ علی وجود الرزق عندھا کلما وقت تدخل علیھا (کر) رزقاً کھانے پینے کا سامان۔ متاعاً تر تازہ میوے۔ بعض "صدت پسندوں" نے یہاں رزق کے معنی فیض اور علم و حکمت کے لئے ہیں۔ لیکن محققین نے کہا ہے کہ تعمیر کے حدود کو تجاوز کر جانا ہے۔ اعدمنی مستکم الرزق ھیأتہ "قص" (کر) ھذا شیء تستعیر بہ الماطیہ (کر) رزقاً کی تنوین تعلیم و تفخیم کے لئے ہے یعنی وہ رزق کوئی مدت کا پہلے رکھا تھا۔ التفکیر فی قولہ رزقاً یدل علی تعطیہ حال ذلک الرزق کانہ قیل رزقاً ای رزق غریب عجیب (کر) مریمؑ اپنی ساری علمت و طالت کے باوجود ہر حال میں ہمیشہ تعیں اسی بنا پر محققین اہل سنت نے آیت کو اثبات کرامات اولیاء کے باب میں نص قرار دیا ہے اور علماء اور فرد رشید بھی اس سے استدلال کرتے ہیں۔ اختلاف صرف مستمر کا ہے۔ واستدل بالآیۃ علی جواز الکرامۃ للاولیاء لان مریم لا نبوۃ لھا وھذا ھو الذی ذھب الیہ اھل السنۃ والشیعۃ وقالت فی ذلک المعتزلہ (روح) وھو دلیل جواز الکرامۃ للاولیاء (سیاوی) احتج اصحابنا علی صحۃ القول بکرامۃ الاولیاء بھذہ الآیۃ (کبیر) ۹۸ یعنی لاتا تو میں ہی لاتا۔ میرے سوا اور کون اس سامان کا پہنچانے والا ہو سکتا ہے؟ سوال اظہار حیرت کے لئے ہے۔ استعجب وکذلک وجود الرزق عندھا وھو لیس الا من عند اللہ من وصول الرزق الیھا (بحر) ۹۹ (براہ راست اور ملائکہ واسطہ ظاہری کے) اہل اللہ کے ساتھ اس قسم کے تخاوق کا ظہور کوئی انوکھی بات نہیں جو تعجب میں پڑتے ہیں اور الغرض اس مرحلہ قانعتہ کو یہ سامان کسی ظاہری واسطہ سے بھی پہنچ رہے ہوں، جب بھی اس کی طرف تو اس واسطہ پر میں براہ راست اللہ تعالیٰ ہی (خواہ واسطوں سے ہو۔ خواہ بلا واسطہ اور ملا استحقاق) اللہ ہی حیثیت حکومتی کے ہر جزئیہ میں حسب طرح آزاد ہے اسی طرح تقسیم رزق کے باب میں ہے۔ اس میں روا گیا ان مشترک قوموں کا ہموں نے حوالہ تعالیٰ اور بعد عالی کو پہلے جسم کے اعمال کا نتیجہ قرار دیا ہے ۱۰۰ (قصب الہی کے تمام مشاہدہ و ستائر ہوکر) ہمارا کاروبار اسی طرح چلتا ہے کے علاوہ معاشی ہو سکتا ہے بہت سے لوگوں کے لئے جو اس میں طرح مکاں اطراف ان دونوں شامل ہیں یہی اسی جگہ بھی اور اسی وقت بھی۔ اسم یشارہ للمکان القریب وقد یشارہ للزمان اتساعاً (عل) مگر اصلی مفہوم ظرف مکان ہی کا ہے۔ یستعمل للزمان والمکان واصلہ للمکان (قرطبی) ای فی ذلک المکان او فی ذلک الوقت فقد یستعار ھذا وغیرہ وحیہ للزمان (کشاف) ھنالک ظروف مکان وحیاں مواد لھا للزمان مجازاً (سع) ھنالک دعا۔ آیت سے استدلال مکاں مبارک میں دعا کی مقبولیت پر کیا گیا ہے۔ علی بداوقت مبارک میں دعا کی مقبولیت پر حضرت زکریاؑ کو جب یہ مشاہدہ ہو گیا کہ یہ مقام حرق عادت کے حد تک کا ہے تو آپ بھی وہیں دعا کرنے لگے۔ ف فولہ ھنالک دعا دلالۃ علی ان یسوق العدد عائلہ الاسکہ المبارکۃ والارضۃ المشرفۃ (کر) ۱۰۱ (جو میرے سلسلہ روحانی کو آگے چلا سکے) ھب لی من لدنک ذلک۔ مجھے بھی اپنی عنایت سے اسی طرح دے جیسے کہ والدہ مریمؑ کو مریمؑ عنایت ہو گئی ہیں۔ حضرت زکریاؑ کا سن زیادہ ہو چکا تھا اور بیوی صاحبہ بھی عقیم سمجھی گئی تھیں۔ ایک خارق عادت کو دیکھ کر آپ کا دل بھی اسی طرف دور تصور کے ساتھ مستقل ہو گیا جو عود اس پر قادر ہے کہ بلا اسباب ظاہری یہاں یہ مژدہ تازہ مبعوث بھیج دے، وہ یقیناً اس پر بھی قادر ہے کہ اس سن میں مجھے صلب اولاد سے سرفراز کر دے۔ من لدنک یہ خبر خاص ظاہر کر رہی ہے کہ وہ دعا کرنے والے کی بظاہر اسباب میں بھی اسباب سے کہیں زیادہ مسبب الاسباب ہے۔ ذریۃ اولاد کی خواہش ایک امر طبعی ہے اور یہ کبھی بھی کمال بد دین نہیں۔ قرآن مجید نے بارہا پیغمبروں کی زبان سے اس قسم کی دعائیں نقل کر کے بتا دیا کہ وہ بلا بحث حقیقت کے کتنی دور ہیں جو ہوں لے بیوی بچوں کو مطلق صورت میں جمال قرار دیا ہے۔ ہماری شریعت حقہ میں اولاد کی خواہش تو سنت انبیاء و صالحین بتائی گئی ہے اور صحیح بخاری میں تو مستقل عنوانات طلب اولاد

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کافروں
يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ
سے (راضی) محبت نہیں رکھتا ۝ بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور حامدان
اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةًۢ
ابراہیم اور حامدان عمران کو سارے جہانوں پر برگزیدہ کیا ہے ۝ ایک دوسرے
بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ قَالَتِ
کی اولاد میں اور اللہ (خوب) سننے والا ہے (خوب) جاننے والا ہے ۝ (اور وہ وقت یاد کرو)
امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ
جب عمران کی بیوی نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے تیرے لئے منت مانی ہے اس (بچہ) کی جو
مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝
میرے پیٹ میں ہے آزاد رکھا جائیگا تو میری (یہ) نذر قبول کر تو تو خوب سننے والا جاننے والا ہے
فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ
پھر جب اس نے (مریم) کو جنا تو بولی کہ اے میرے پروردگار میں نے تو لڑکی جنی ہے اور اللہ خوب
اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ
جانتا تھا کہ اس نے کیا جنا ہے اور لڑکا (اس) لڑکی جیسا نہیں ہو سکتا تھا ۚ اور میں نے اس
سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ
لڑکی کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو

۸۸۴ خطاب عامہ ناس سے پیمبر کے واسطہ سے ہے اطیعوا اللہ - اللہ کی اطاعت اصالۃً اور بطور مقصود کے ہے - والرسول - رسول کی اطاعت تعاونی یا بتۃ ہے بطور آلہ و واسطہ کے یعنی اس حیثیت سے کہ پیمبر اللہ ہی کا پیام لے کر آتا ہے - ۸۸۵ (اور لوگ کام ہی تو اس حواطاعت رسول سے منہ موڑے ہوئے ہیں حواہ محبت الٰہی کے جیسے ہی دعوے انکی زبانوں پر ہوں) فان تولوا - یعنی ایسے صاف و صریح حکم کے سامنے سے انکار کریں - ۸۸۶ (چنانچہ وہ خود اور ان کے گھرانے والے توحید کے علمدار رہے ہیں) اصطفٰی - یہ برگزیدگی توحید کے علمبرداری کی حیثیت سے ہی ہے - نوٹ حضرت نوح پر الوعم والملک، والوں میں ایک روایت قدیم پیمبر گزرے ہیں جسے روایت نوریت حضرت آدم سے موسوی

چنے میں تھے عمر ۹۵۰ سال پائی - الذرا ذریۃ بعضہا - آل ابراہیم کے تحت میں اسمٰعیل اور حامدان اسمٰعیل بھی آگئے - ابراہیم اور اسمٰعیل دونوں پر حاشیہ پارہ رکوع ۱۴ میں گر چکا ہے - آل عمرٰن - عمران کے نام کی دو بڑی تخصیصیں دو گزری ہیں - ۱ - ایک حضرت موسیٰ کے والد کا عمران بن یصہر - ۲ - دوسرے اکثر کئی صدی بعد حضرت مریم کے والد ماجد اور حضرت مسیح کے حقیقی نانا کی عمران بن ماتان کیسا مراد دونوں ہو سکتے ہیں کیونکہ بلحاظ سیاق و سباق مسیح عمران نانا کی طرف حسن اور وہبت تا بعیں سے یہی قول مستقل ہے - والمراد بعمرٰن ھذا ھو الوالد الموجود بنت عمرٰن، اس کثیر، والمراد بآل عمرٰن عیسٰی علیہ السلام وامہ موجودیہ عمرٰن قالہ الحسن ووھب (رض) وقد احتلفھا ایھما المراد بعمرٰن والد موسٰی وھارون ومھما من قال بل المراد عمرٰن بن ماتان (کبیر)

۸۸۷ سمیع - سننے والا تمام زبان سے نکلے ہوئے الفاظ و کلمات کا - علیم - جاننے والا تمام دل کے اندر کے خطرات و خیالات کا - ذریۃ بعضہا من بعض - یہ اولاد میں حضرت آدم کے ہیں اور حضرت ابراہیم ان دونوں کی اولاد میں - اور حضرت عمران ان بیسوں کی اولاد میں -

۸۸۸ یہ امرأۃ عمران - حضرت مریم کی والدہ اور حضرت عیسٰی کی جدۂ مادری تھیں - مسیحی نوشتوں میں ان کا نام حنہ (Hannae) آیا ہے - ہمارے مفسرین نے لکھا ہے کہ شام و عموس میں کلیسا، کلیسائے حنہ کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی قبر دمشق میں ہے - ودیر حنہ بالشام معروف وثمہ دیر آخر یعرف بدیر حنہ (کبیر) وھار حسنۃ عسیٰ نطاھر دمشق (کبیر) ۸۸۹ (جسم کے دیوی کا دروازے اور تیری ہی خدمت و عبادت کے لئے وقف رہے گا) حضرت مریم کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ نے جو مدر نیاز مانی تھی - اس کی بات بہت سی تفصیلات قدیم نریں مسیحی نوشتوں میں درج تھیں لیکن بزرگان کلیسا نے جب کاٹ چھانٹ کر کے مستند اناجیل اربعہ مرتب کرنا شروع کیں تو ان مضامین اور بیانات کو اس سے خارج کر دیا - اور اس کی شہادت آج اس ہی کے اکا دکا رہے ہیں - ملاحظہ ہو - کیتھولک ڈکشنری صفحہ ۳۰۰ - یہ میسٹر کی ڈکشنری آف دی بائبل جلد ۳ صفحہ ۳۰۳ - نذرت - سادہ اردو میں "میں نے منت مانی ہے" - لک میں لام تعلیل ہے یعنی مخصوص تیری خدمت و عبادت کے لئے - ای لعبادتک (قرطبی) لخدمۃ بیتک (زمخ) محررا - ای حقیقیا حال کونہ للہ تعالٰی حالصا للہ تعالٰی حالتا کالکعبۃ حیا علیہا (زمخ) ہیکل سلیمانی (بیت المقدس) کی خدمت اور مجاوری کے لئے اولاد کو مذکر کر دیتے کا دستور یہود کے ہاں جاری تھا - ۸۹۰ سمیع - سننے والا میری دعاؤں کا علیم - جاننے والا میرے اخلاص کا ۸۹۱ (اور لڑکی کس طرح تیرے معبد میں مجاور بن سکے گی؟) حضرت مریم کی والدہ ماجدہ پر صدمہ حسرت و یاس یا گاہ الٰہی میں سماعت کر رہی تھیں کہ تمنا تو لڑکے کی اسلئے تھی کہ اسے ہیکل کی مدد کر دیا جاتا - وہ یہیں کی حاروب کشی اور مجاوری میں عمر بسر کرتا - اولاد تو ہوئی مگر لڑکی کی بھل - لڑکی سے کیسے یہ مدد پوری ہو سکتی ہے؟ اسرائیلی قانون میں لڑکی سے اس خدمت کی کوئی صورت ہی نہ تھی - ۸۹۲ یہ پورا فقرہ والدۂ مریم کی تقریر کا حصہ نہیں - یہ جملہ ایک مستقل جملہ معترضہ کے راہ راست ارشاد باری تعالٰی ہے مفہوم یہ ہے کہ اس لڑکی کی نذر مسترد تو محض تعالٰی ہی جو خوب واقف تھا ماں عرب کیا سمجھ سکتی تھی قال مکی بلھوا علام من اللہ تعالٰی لما علی طریق المسدت (زمخ) الکذکر - یعنی جو لڑکا والدۂ مریم کے حسب خواہش ہوتا -

واللہ اعلم بما وضعت - یعنی اس مولود سے جو عطیتیں والدت تھیں ان کی حرماں عرب کو کیا ہو سکتی تھی - اس سے تو اس اللہ ہی خوب واقف تھا - ای اللہ اعلم بالشئ الذی وضعتہ وما علی بہ من عظائم الامور ودقائق الاسرار وواضح الذیات وھی ما علمہ عن ذالک کلہ - (زمخ)

لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ
پاس تھے جب، اس وقت حد۔ ایسے قلم ڈال رہے تھے کہ اس میں سے کون مریم کی سرپرستی
مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٤﴾
کرے اور نہ آپ اُن کے پاس اُس وقت تھے جب وہ آپس میں اختلاف کر رہے تھے ﴿۴۴﴾
إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ
(وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ آپ کو خوشخبری دے رہا ہے اپنی طرف سے
مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا
ایک کلمہ کی (ان کا نام (ولقب) مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا ﴿۴۵﴾ دنیا و آخرت
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ
(دونوں) میں معزز اور مقربوں میں سے ﴿۴۵﴾ اور وہ لوگوں
النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٤٦﴾
سے گفتگو کریں گے۔ گہوارہ میں بھی اور پختہ عمر میں بھی اور صالحین میں سے ہوں گے ﴿۴۶﴾
قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِي
وہ بولیں اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا درآنحالیکہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ نہیں
بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا قَضٰٓى
لگایا ہے ﴿۴۷﴾ ارشاد ہوا ایسے ہی (کہ) اللہ پیدا کر دیتا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے ﴿۴۷﴾ جب وہ کسی بات کو
أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾ وَيُعَلِّمُهُ
پورا کرنا چاہتا ہے تو بس اُس سے کہتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے ﴿۴۷﴾ اور اللہ اُسے

مَنْزِل

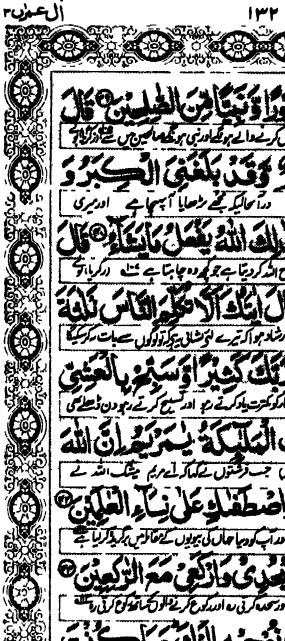
جمع پر حاشیے دوبار اوپر گزر چکے۔ يُكَلِّمُ بِكَلِمَةٍ - کلمۃ اللہ پر حاشیہ ابھی چند آیتیں قبل گزر چکا ہے۔ بشارت یہاں مریم کو بیٹے کی مل رہی ہے۔ وہ بیٹا جسے بن باپ کے ہونے کی بنا پر کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ حضرت مریمؑ اس وقت تک یہودی رسم و رواج کے لحاظ سے ناکتخدا اور کنواری تھیں البتہ آپ کی منگنی آپ ہی کے خصوصی قبیلہ آل داؤد کے ایک نوجوان یوسف نامی سے ہو چکی تھی جس کے ہاں کاروبار جو ساری کا ہوتا تھا۔ انجیل کا بیان ہے۔ "جبریل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی۔ اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ لوقا۔ (۱: ۲۶، ۲۷) "یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اُس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو اس کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ (متی ۱: ۱۸) رسم منگنی کی حیثیت یہود کے ہاں تھی اس کے لحاظ سے ہمیں اپنی اصطلاح دربان میں یوں کہنا چاہئے کہ آپ کا عقد ہو گیا تھا مگر رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ گویا خلوت کی اجازت ابھی عزیزانہیں ہوئی تھی۔ إِسْمُهُ - اسمہ کی وسعت مفہوم و صاحبیت پر حاشیہ پانچ اوپر گزر چکا ہے۔ اسم مسمّٰی کے تعارف کے لئے ہے پوری عبارت ضروری تھی۔ المَسِيحُ - لفظ مسیح کے اشتقاق میں خلاف ہے لیکن بحیثیت لفظ عبرانی کے اصل خواہ عبرانی کی اصل کا معرب۔ بہرصورت اپنے معنی کے لحاظ سے مشترک کا سا لفظ ہے۔ يَعْنِي - انجیل کے لفظ اور ملاصہ کا مترجم۔ كَلِمَةُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے) - انہ مؤنثہ بہ صیغہ یہودیت اور مسیحیت دونوں کے رد میں ساتھ ہی رد ہے یہود کے کہ قرآن مجید نے حقیقت بیان کر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام خود تو نشر تھے ہی۔ فرزند بھی کسی دیوی دیوتا کے ساتھ ناطق النشر کے۔ تھے محض عورت ذات کے بیٹے بنا دیا ہوا تھے۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - یہ یہود کے رد میں ہے کہ قرآن مجید نے حقیقت بیان کر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام خود تو نشر تھے ہی۔ فرزند بھی کسی دیوی دیوتا کے ساتھ ناطق النشر کے۔ تھے محض عورت ذات کے بیٹے بنا دیا ہوا تھے۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - یہ یہود کے رد میں ہے کہ قرآن مجید نے حقیقت بیان کر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام خود تو نشر تھے ہی۔ فرزند بھی کسی دیوی دیوتا کے ساتھ ناطق النشر کے۔ تھے محض عورت ذات کے بیٹے بنا دیا ہوا تھے۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - یہ یہود کے رد میں ہے کہ قرآن مجید نے حقیقت بیان کر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام خود تو نشر تھے ہی۔ فرزند بھی کسی دیوی دیوتا کے ساتھ ناطق النشر کے۔ تھے محض عورت ذات کے بیٹے بنا دیا ہوا تھے۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - یہ یہود کے رد میں ہے کہ قرآن مجید نے حقیقت بیان کر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام خود تو نشر تھے ہی۔ فرزند بھی کسی دیوی دیوتا کے ساتھ ناطق النشر کے۔ تھے محض عورت ذات کے بیٹے بنا دیا ہوا تھے۔ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - یہ یہود کے رد میں ہے کہ قرآن مجید نے حقیقت بیان کر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام خود تو نشر تھے ہی۔ فرزند بھی کسی دیوی دیوتا کے ساتھ ناطق النشر کے۔ تھے محض عورت ذات کے بیٹے بنا دیا ہوا تھے۔

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ
ہوں گے اور متقدر ہونگے اور بڑے ضبط نفس کرنے والے اور نبی ہونگے صالحین میں سے ﴿۳۹﴾ کہا
رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ
اے میرے پروردگار میرے بیٹا کس طرح ہوگا درآنحالیکہ مجھے بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری
امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ
بیوی بانجھ ہیں ﴿۴۰﴾ ارشاد ہوا اسی طرح اللہ کردیتا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے ﴿۴۰﴾ (زکریا نے) کہا
رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ
اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردیجئے ﴿۴۱﴾ ارشاد ہوا آپ کی نشانی یہ کہ تو لوگوں سے بات نہ کرسکیگا
اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ
تین دن تک مگر اشارہ کے ﴿۴۱﴾ اور اپنے پروردگار کو کثرت یاد کرتے رہو اور تسبیح کرتے رہو دن ڈھلے بھی
وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۲﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ
اور صبح بھی ﴿۴۲﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ نے
اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰي نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾
آپ کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک کردیا ہے اور آپ کو دوسری عالم کی بیویوں کے مقابلہ میں برگزیدہ کیا ہے ﴿۴۳﴾
يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۴﴾
اے مریم اپنے پروردگار کی اطاعت کرتی رہو اور سجدہ کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو ﴿۴۴﴾
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ
یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم آپکے پاس بھیجتے ہیں (اے محمد ﷺ) اور آپ (ان لوگوں کے)
لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ

ع ۱۲ ۱۴

کے فضائل میں ہیں۔ ولد هذه الآية على طلب الولد وهي سنة المرسلين والصديقين (زجاجي) وقد رسم الصحابي على هذا باب طلب الولد والانصاري في هذا المعنى كثيرا تمسك على طلب الولد وتندب اليه (تفسیر) ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً طیبہ کے لحاظ سے اے صاف کر دیا کہ اہل اللہ کی نظر آخرت پر ہر حال رہتی ہے اولاد کی خواہش میں بھی مطلق کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن حضرت زکریا بعض اولاد سے ڈرتے تھا اولاد صالح چاہتے ہیں جو اُن کے بعد اُن کے مشن تبلیغ توحید کو جاری رکھے۔ اللہ والوں کی نگاہ میں اخلاق و روحانی فضائل بہر صورت مقدم رہتے ہیں۔ مرشد تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے اُمور قریب سے ہٹ کر ہوں آداب دُعا کے منافی نہیں۔ ۱۰۳ھ اور بڑا قبول کرنے والا ہے) حق تعالیٰ کی اس صفت پر سابقہ زود و یناذی اور نجری عقیدہ کے لوگوں کے رَد میں ہے جو اتفاقات کو قدرتِ اسبابِ ظاہری ہی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ اور ارادۂ حق تعالیٰ کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں سمجھتے۔ انجیل میں ہے کہ زکریا نام ایک کاہن تھا۔ اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی اور اس کا نام اشیبع تھا۔ ان سے اولاد نہ تھی کیونکہ الیشبع باتجھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے۔ (لوقا۔ ۱:۵-۷) ۱۰۴ھ دُعا مقبول ہوگئی۔ اور آپ کو حالتِ نماز ہی میں فرزند کی استادت مل گئی۔ المَلٰٓئِكَةُ۔ صیغۂ جمع ہے لیکن لازمی نہیں کہ آواز دینے والے کئی ہوں۔ صیغۂ جمع اسم جنس کا بھی کام دیتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ آواز دینے والا ایک ہی فرشتہ ہو۔ وحاقوں العربية ان يخاطب الواحد بلفظ الجمع (ابو حیان) قال الرماني انما أتاه النداء من هذا الجنس الذين هم الملائكة (ابوسعود) وذلك شائع في كلام العرب وان لم يحدث على الواحد بهذا مذهب الجهم (ابن جریر) مخفی۔ عہد جدید کے صحیفوں میں ان کا نام یُوحنا آتا ہے۔ انجیل میں اس موقع پر آتا ہے۔ "فرشتہ نے اس سے کہا۔ اے زکریا خوف نہ کر کیونکہ تیری دُعا سنی گئی اور تیری بیوی الیشبع تیرے لئے بیٹا جنے گی تو اس کا نام یُوحنا رکھنا اور تجھے خوشی و خرمی ہوگی" (لوقا ۱:۱۳) حضرت عیسیٰؑ کے حالات و ولادت شام ہیرودیس بادشاہ کے حکم سے شہید ہوئے۔ ۱۰۵ھ كَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ حضرت روح القدس لقب حضرت جبرئیل کا ہے، کلمۃ اللہ لقب حضرت مسیح کا ہے۔ سمي عيسى وقول اكثر المفسرين (زجاج) وهو اختيار المحبوب اكبر، قاله ابن عباس ومجاهد والحسن وقتادة والسدي وغيرهم (ابن کثیر) مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ آپؑ کی اصل حیثیت مسیح کے تین رول اور لقب ہی کی تھی۔ بعض کے نزدیک اللہ سے مراد کتاب اللہ بھی لی ہے۔ قال ابو عبيد معنى كلمة من الله مكتاب من الله (وطواط) سَيِّدًا۔ ایسی بیوی کے بطن سے مقتدا، وپیشوا۔ مسیحی تو حضرت کے تقدس کے قائل ہی ہیں یہود بھی آپؑ کے سکرار اور آپؑ کے حد درجہ شمن ہیں وہ بھی آپ کی مرحبیت و مقبولیت سے انکار نہیں کرتے۔ حَصُوْرًا۔ یعنی لذات و شہوات پر اُسے قابو حاصل ہوگا۔ اور وہ نہایت درجہ محتاط و متقی ہوگا، انجیل میں آپؑ کے یہ رویہ تجرد کا درجہ تصریح کے ساتھ ہے۔ متی۱۔ "وخاوند کے حضور میں نرگ ہوگا اور سرگرمئے، نہ کوئی اور شراب پئے گا۔ اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائیگا" (لوقا۔ ۱:۱۵) "اور بہتیرے بنی اسرائیل کو خداوند کی طرف جو اُن کا خدا ہے پھیرے گا اور وہ ایلیاہ کی رُوح اور قوت میں اس کے آگے آگے چلے گا کہ والدوں کے دل اولاد کی طرف اور نافرمانوں کو راستبازوں کی دانائی پر چلنے کی طرف پھیرے اور خداوند کے لئے ایک مستعد قوم تیار کرے" (لوقا۔ ۱:۱۶،۱۷) "اور وہ لڑکا بڑھتا اور روح میں قوت پاتا گیا اور اسرائیل پر ظاہر ہونے کے دن تک جنگلوں میں رہا" (لوقا۔ ۱:۸۰) يٰحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ حضرت یحییٰؑ کی صوت کا اثبات یہود کے مقابلہ میں ہے جو حضرت اللہ آپ کو ایک نابود انسان سمجھتے تھے اور آپ کی صالحیت کا اثبات یہود کے مقابلہ میں تو مُسلّم ہے لیکن خود مسیحیوں کے مقابلہ میں بھی ہے جن کے ہر دو یک عصمت و تقویٰ لازمۂ صوت تھیں۔

۱۰۶ھ انجیل میں اس موقع پر ہے۔ "زکریا نے فرشتہ سے کہا میں اس بات کو کس طرح جانوں کیونکہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی عمر رسیدہ ہے" (لوقا۔ ۱:۱۸) "ان کے اولاد نہ تھی کیونکہ الیشبع بانجھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے" (لوقا ۱:۷) اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ یعنی اس استبعاد کے تحقق کی متعین صورت آخر کیا ہوگی؟ آیا میری جوانی عود کر آئے گی یا اور کوئی حاصل انقلاب ہوگا؟ وعدۂ الٰہی سے بے اعتباری کا یہاں کوئی سوال نہیں۔ حضرت و تعجب متعین صورت جاننا چاہتے ہیں یکسں بالفرض عدم ایمان بھی مُراد لی جائے، جب بھی خلاف اسباب عادیہ کسی شے کے عزیز وقوع پر حیرت یا علل طبعی سے اور بعید بھی اُمور طبعی میں بالکل بتشر ہی تھے۔ ۱۰۷ھ (کہ اس حقیقت کا مراقبہ استعداد کے رفع کردینے کے لئے کافی ہے) كَذٰلِكَ ایسی عود حساب وغیرہ کچھ ہوگا۔ بس اسی موجودہ حالت کے ساتھ ولادتِ فرزند ہوگی۔ ۱۰۸ھ (جس سے معلوم ہوا کہ گھر میں تمل ہے اور سامانِ ولادت فراہم ہے اور میں دولے شکا سامان کر سکوں) اٰيَةً۔ ہر ایسی چیز ہے جس سے حدوثِ الٰہی، بصورت عینی خاص طور پر ظاہر ہو رہا ہو۔ ایسی چیز کو قدرتِ معمول عام کے کسی قدر بتلا ہوا چاہئے اور اس واقعہ میں اعجاری رنگ ضرور ہونا چاہئے۔ ۱۰۹ھ (اور تسبیح و عبادتِ الٰہی اس حال میں بھی جاری رہے گی) اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ۔ انجیل کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی مزمن مصیبت حضرت زکریا سے سرد ہو گئی تھی۔ اور اس کی سراسیمگی اُن کی قوتِ گویائی چند روز کے لئے سلب کر لی گئی تھی۔ "اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہو لیں تو چپکا رہے گا اور بول نہ سکے گا۔ اسلئے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہونگی یقین نہ کیا۔ جب وہ باہر آیا تو ان سے نہ بول سکا۔ پس انہوں نے معلوم کیا کہ اس نے مقدس رؤیا دیکھی ہے اور وہ ان سے اشارے کرتا تھا۔ اور وہ گونگا ہی رہا" (لوقا ۱:۲۰ ۲۲) قرآن مجید جو تمام قدیم صحیفوں پر مہیمن یا نگہبان و نگہباں ہے اور انکی تمام غلطیوں اور غلط بیانیوں کی تصحیح کرتا آتا ہے۔ یہاں بھی اس نے صحیح مسلول یا بیمار عرض ادا کیا اور حضرت زکریا سے یہ بتلان بریح کر کے صحیح صورت حال یہ بیان کیا کہ ایک علامت بشری و اعجاری کی تو انہوں نے خود درخواست کی تھی اور ان کی اس درخواست پر یہ علامت عینی عطا ہوئی تھی کہ آپ تسبیح و ذکر الٰہی تو اپنی جگہ پر بدستور کرتے رہیں گے البتہ لوگوں سے بات چیت کی قوت آپ کو تین دن کے لئے حاصل نہ رہے گی۔ تکلم الناس میں الناس سے ہر قسم کے لوگ ہی جاں ہیں۔ اما حقق تكليم الناس ليعلم انه يجيب لسائر من القدر على تكليمه حاسة سمع اعطاه قدر ما على تكليمه مدكرا الله (ابن کثیر) ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ۔ تین دن اور تین راتیں۔ دن کہنے سے رات اس میں تتمۃً شامل ہو گئی یہ سکوت طویل خصوصاً صوم سکوت کی حالت میں قدیم مذاہب و ادیان میں جزو عبادت رہا ہے۔ رَمْزًا۔ دوسرے میں سمجھانے کے اشارے بھی آگئے اور اس تھوں کے بھی۔ انجیل میں ہے۔ "اور وہ ان سے اشارے کرتا تھا" (لوقا ۱:۲۲) فقہا و مفسرین نے آیت سے استدلال کیا ہے کہ اشارہ بھی کلام کا قائم مقام ہے۔ وفيه الآية دليل على ان الاشارة تدل مدلالة الكلام وقد اجمعوا في كتب ايمانهم (قرطبی) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ذکر الٰہی کا حاصل (دل میں بھی جاری ہو اور زبان سے بھی۔ نہ ہو گا آپ کی زبان بطور مرض یا عداب الٰہی کے مطلقاً مسدود ہو جائے اور آپ انسان گونگے نہ ہو جائیں جیسے کہ انجیل میں درج ہے بلکہ ذکر و تسبیح میں آپ برابر لگے رہیں گے۔ البتہ لوگوں سے گفتگو پر قادر رہیں گے اور یہی اس امر کی علامت ہوگی کہ حمل قرار پا گیا اور طلوع بخیر کا زمانہ قریب آگیا۔ عشی۔ زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک کا سارا وقت اس میں آگیا۔ العشی من حين تزول الشمس الى ان تغيب وكذلك) اِبْكَار۔ طلوع فجر سے دن چڑھے تک کا وقت اس میں شامل ہے الابكار من طلوع الفجر الى وقت الضحى كذلك) محاورہ میں اُمور صبح و شام کے اوقات کی تعیین و تخصیص ہی نہیں بلکہ دوام بھی ہو سکتی ہے۔



یہ معمولی ہو یا فعلی طرح صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے میسر محض واسطہ یا ذریعہ ہوتا ہو۔ حوالگ ایک قادرِ مطلق کے وجود کے قائل ہیں ان کیلئے کسی ٹٹے سے ٹٹے معجزہ کا عملی امکان تو قابل انکار بلکہ قابل استہزاء بھی ہو ہی نہیں سکتا۔ طبعی، میٹافزیکل یا ماورائی، متعارف و مجہول ہی وہی اسباب کی تفریق تو بتیسری جزیات کے لحاظ سے ہو۔ بحاظ مطلق کے لئے سب بالکل یکساں ہیں۔ اب رہا کسی متعین معجزہ کا ثبوت تو اس کا تعلق منطق سے نہیں تاریخ سے۔ عقل سے نہیں نقل سے۔ درایت سے نہیں روایت سے ہے۔ علم و تحقیق کی یہاں دخل نہیں۔ اگر کسی معجزہ کا ذکر انجیلوں میں بکثرت آیا ہے۔ مِنْ ذِكْرِكُمْ۔ یہ اضافہ اس حقیقت کی تاکید اور اس پر زور دینے کے لئے ہے کہ معجزہ بالاصل حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ رکنِ تغیر کے اعتبار سے مقصود و میسر ہی کی تائید و نصرت ہوتی ہے ۱۱۲۵ یعنی مگر تم جُھٹ پاطل اور ضد و عناد کو چھوڑ کر ایمان کے طالب اور یقین و اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اَصْلِيُّ بِمَعْنِ حلن کا انتساب جب خالق کی جانب ہوتا ہے تو اس سے مراد انیست سے ہست کرنا، عدم سے وجود میں لانا ہوتا ہے۔ اور جب انسان کی جانب ہوتا ہے تو اس سے مراد ہوتا ہے انداز کرنا یا کرنا یا خاص طور پر اکرنا اور یہاں کُل ہوئی مُراد یہی ہے۔ جملہ بتقدیرہ ولم یرد انہ یحدث عمدوما (تاج) الحاق اصلہ التقدیر المستعیر (راغب) الذی یکون بالاستقامۃ فقد حملہ اللہ تعالیٰ امرہ فی بعض الاحوال والعلی لایستعمل فی کلہ۔ القاس الاعلیٰ وحین احدھما فی معنی التقدیر (راغب) ای اُقدّرو اُصوّر (کبیر) والمراد ما الحالی التصویر والایراد علی مقدار معین (مدارک) لَكُمْ یعنی تمہیں یقین پیدا کرنے کے لئے۔ ای لاجل تحصیل ایمانکم ودعم تکذیبکم ایاکم (مدارک) عوام ہمیشہ بجائے دلائل و عقلیات کے معجزہ و خارقِ عادت ہی سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور یہود تو اپنی اجڑ پن

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُوْلًا

کتاب اور حکمت اور انجیل سکھا دے گا ﴿٤٨﴾ اور وہ پیمبر ہوگا

اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ

بنی اسرائیل کے لئے ﴿٤٩﴾ (اور کہے گا) میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف

رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ

نشان لیکر آیا ہوں۔ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندوں کی مانند صورت بناتا ہوں پھر

الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

اس میں دم کر دیتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى

میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور برص کو اچھا کر دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتا

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ

ہوں اور جو تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ جمع کرتے ہو

فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

میں تمہارے لئے ایک نشانی ہے اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٤٩﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ

ایمان رکھتے ہو ﴿٤٩﴾ اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پیشتر آئی ہوئی توریت

التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

کی اور اس لئے آیا ہوں) کہ تم پر کچھ حرام کر دیا گیا تھا اس میں سے کچھ تم پر حلال کر دوں

معرکہ

الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ﴿٤٨﴾ ورسولا الی بنی اسرآءیل ۙ انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم ۙ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ ۚ وابرئ الاکمہ والابرص واحیی الموتی باذن اللہ ۚ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ۚ ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مؤمنین ﴿٤٩﴾ ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم

١١٨ (ذکرہ حماد اللہ ما ربا بدا خلاق حمیدا کہ سیوے اعتراز کر کے ماسے) لیکن باین علمت و اعلال ہر حال دوسرے ہی بندگان صالح کی طرح ہوگے۔ من الفلسطین۔ کہ ان سے ما فوق کچھ اور جیسا کہ یہود نے اپنے دل سے ٹھہرا لیا ہے۔ یُخْلِقُ النَّاسَ۔ اس سے استناد کیا ہے آپکے جوش تبلیغ کی حساب۔ لوگوں سے آپ کی گفتگو قصہ کہانی کی نہیں یقیناً توحید و تصحیح عقائد ہی پر ہوگی۔ اسلیوں سے بھی قطعی شہادتیں ملی ہیں مسیح سے تائید آپ کے جوش تبلیغ ہی کی ہوتی ہے۔ فِی الْمَهْدِ۔ یعنی اہل بچپن سے۔ یا اس سن سے جو گہوارہ میں بیٹھے رہے کا ہوتا ہے۔ اِلٰی طِفْلًا (کشف) حال کو۔ طفلا (صمدی) اسی کم سنی سے گفتگو پر یہ حدت اعجازی رنگ میں تھی۔ اسلیوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بارہ سال کے سن میں تبلیغ کرنے لگے تھے۔ اور ایسے ایسے ماآپ کی گفتگو سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔ (لوقا ٢ : ٤٢، ٤٦، ٤٧) كَهْلًا۔ سے مراد ادھیڑ عمر سے ہے یعنی چالیس اور پچاس برس کے درمیانی زمانہ اس کا اطلاق ٣٠ سے اوپر ٥٠ سال کے سن تک ہوتا ہے۔ الکھل میں حال العلوم و حال المعجز۔ ہ (زجی) الکھل ما بین الشباب والشیخوخ (ریح) حضرت مسیح کے سخن اور پھر حیرت نمزی کے ذکر سے اشارہ اس طرف بھی ہوگیا کہ ہر انسان کی طرح آپ کا شعور و تعلم تدریجاً ہوتا رہا۔ اور یہ شعور و ما حود ایک مستقل دلیل نزول وحی پر ہے۔ **١١٩** (طریق ہو اصلت) حسب بیان اہل اکمل حضرت مریم کی جھجھتی الٰہی نہیں ہوئی تھی اور جھجھتی کے قبل ناہر و تصور سے طہارت یہودی قانون میں بالکل مسموع تھی۔

قَالَ رَبِّ۔ اکمیل میں اس مقام پر ہے کہ "مریم نے فرشتہ سے کہا" (لوقا ١ : ٣٤) قرآن مجید نے اپنے حسب دستور اس پر کچھ بھی اکمیل کے بیان کی تصحیح کر کے یہ تادیباً یہ تعلیم کی بھلا طبت اس فرشتہ سے سیں راہ واسطہ حق تعالیٰ سے تھی اور ہر صاحب نظر واضح ہے کہ اس سے مریم کا مرتبہ معرفت و ایمان کتنا بڑھا ہوا تھا ہے۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ۔ مریم کی زبان سے وہ پہلی تقریر تھی کہ اب حضرت مریم اپنے ایک دعوٰی سے یہ عاص کر رہی تھیں کہ آپ کا یہ سوال طاسے کہ حیرت اور واقعہ کی عراست کی مایہ تھا کہ شک و انکار کی سایہ۔ فرشتہ یا فرشتوں سے دُودھ ہو جائے اور اُن کی گفتگو سُن لینے کے سوا کچھ اور کوئی عمل رہا ہی نہیں تھا۔ استبعاد العادۃ انما تعاھو عین البشریۃ تھا۔ اصل بے اس موقع پر جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

وہ فرشتہ نے اس کے پاس اندر آکر کہا۔ سلام تجھ پر جس پر فضل ہوا ہے۔ خداوند تیرے ساتھ ہے۔ وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی۔ اور سوچنے لگی کہ کیسا کلام ہے۔ فرشتہ نے اُس سے کہا اے مریم خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے۔ اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔ اس کا نام یسوع ہوگا وہ بزرگ ہوگا . . . مریم نے فرشتہ سے کہا۔ یہ کیونکر ہوگا جس حال میں کہ میں مرد کو نہیں جانتی اور فرشتہ نے جواب میں اُس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور حدا تعالیٰ کی قدست تجھ پر سایہ ڈالیگی" (لوقا ١ : ٢٦، ٣٤، ٣٥) **١٢٠** مریم استعداد کے لئے حضرت مریم کو یہاں یاد دلایا جاتا ہے کہ طرز سبب الاسباب پر رکھی جاچکے کہ وہی عامل حقیقی ہے کہ اسباب ظنی و ظاہری پر کہ اُن کی حیثیت محض واسطہ اور ذریعہ کی ہے کَذٰلِكِ۔ یعنی اس طرح کے صدر ہی۔ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ۔ اسمیں جو بتایں تایں فعل ذکر کر کیا عالیہ السلام اور مطابق ہے یں اس کی اولاد کا آپکا ہے۔ وہاں اس موضع کے لئے جو آیت تھی اس کے الحاط تھے کَذٰلِكَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ وہاں فعل اور یہاں یخلق کا استعمال بحص اتفاقی ہمس۔ محققین الوحیاں عراملی نے خوب کہا ہے کہ وہاں تو ولادت عام سنت الٰہی کے مطابق بین مرد و زن کے اتصال سے تھی اگرچہ وہ مرد و زن ہیں سے اتر چکے تھے وہاں قدرت الٰہی کے اظہار کے لئے بفضل یا اکمل کافی تھا۔ برخلاف اس کے یہاں عام دھاری سنت الٰہی سے سٹ کر صرف مرد و زن کے اتصال کے صوف عورت ہی سے ولادت کا تحقق کرا تا ہے۔ اس لئے یہاں لفظ اسی یخلق لایا گیا جو حق تعالیٰ کی صفت ایجاد و اختراع پر دلالت کر رہا ہے۔ هما لا یفعل لا یہ ممکی ادھو من دکر و امثی مسیین وھما یخلق لا یہ لم یعھن مولود من عاید کر یخلق بلفظ یعطی الدال علی الاختراع الصرف من عاید مادہ ذکر (ہر) من بیت ان امر و کر یا حاصل فی الامکان العادی الذی یعارف وان فعل وفی قصۃ مریم یخلق لا یہ لا یعارف مثلا وھو وجود ولد من عیر والد یہ ایجاد و اختراع من خیر سبب عادی فلذلک جاء بلفظ یخلق الدال علی ھذا المعنی (ہر) **١٢١** (اور وہ ہوجاتا ہے) خواہ اسباب کے واسطہ سے ہو یا مالکی سبب طاہری کے۔ اس قسم کی آیتیں راسراں فلسفیوں اور اہل مدہبوں کی رُو میں ہیں جو حادث پر قیاس کر کے ہر یم کو بھی سلسلۂ اسباب کا پابند سمجھتے ہیں۔ لہ۔ مادالو لے ایک سوال یہ پیدا کیا ہے کہ کوئی شے حب الٰہی سرے سے موجود ہی نہیں ہے تو حق تعالیٰ کا خطاب اس سے ہو تا کس طرح ہے؟ کھلا ہوا جواب یہ ہے کہ علم الٰہی میں تو موجود ہی ہے یعنی اس کو حکم ہوا ہے کہ خارج میں بھی موجود ہو جا۔ فَيَكُوْنُ لَهٗ كُنْ۔ قول کس سے مراد اس وقوع فی حادث ہیں۔ مُراد اللہ تعالیٰ کا قول اس کیفیت کے ساتھ ہے جو اس کے شان کمال کے لائق ہے۔ اور جس طرح اس کی تمام صفات کی تعطیلات جسم بشری کی گرفت سے اسر ہیں اس کے قول کی بھی کیفیت تفصیل سے سیں سمجھی جا سکتی۔ مُراد صدف یہ کہ ارادۂ الٰہی اور اُس کی تعمیل کے درمیان کوئی شے حائل یا حاصب سیں۔ **١٢٢** يُعَلِّمُهُ۔ میں ضمیر معول طاہر ہے کہ ولد مریم یعنی حضرت عیسٰی کی حاست۔ حضرت کا حو مقام عظمت ان الحاط سے بیان کرا مقصود ہے وہ تو طاہر ہی ہے لیکن خود مریم کی بھی تسفی خاطر کا کتنا سامان صنعا ہوا جاتا ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ تم عمر کر وار پر بشر سہ۔ لے تو سہ ہی اطلاع کی بنا پر حلق تمہیں حتام ام اور مطلوں کرے گی۔ اس کی تلاوتی کے لئے اولاد بھی تمہیں کس بایہ کی مرحمت کی جاری ہے۔ الْكِتٰبَ۔ لیتی کتب سماوی۔ لحط کتاب سے طور اسم جنس استعمال ہوا ہے۔ وھب کتبہ یدوں الی ان الی بہ الفرس والمراد جنس الکتب الالھیہ (روح) الْحِكْمَةَ۔ حکمت سے مُراد ماتوضح اُمور دیں ہیں (اور اس سے صنعا اُس پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے کہ تیسرے دی تعلیم ابھی کتاب یا صحصہ کے طلاق بھی لے کر آتے ہیں اور ابتدا تہذیب الحلق سمیع ما علمہ من امور الدین (روح) المراد ما تحکمہ تعلم العلوم و تھذیب الاخلاق (کبیر) **١٢٣** رَسُوْلًا۔ آپ کا کام تیسرے ہی کا ہوگا۔ لہ۔ آپ معاد الٰہ سا مرحومتہ مار ہونگے جیسا کہ مادتیسرہ سورے آپ کو ہوگا۔ اور۔ (اھود اللہ) آپ تو حد ایا مر حد خدا ہو گے۔ جیسا کہ اسرائیوں نے اپنی سیوو گی سے دعوٰی کر لیا۔ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ اہل مسیح سے اس بات میں کہ آپ کی دعوت بنی اسرائیل تک محدود تھی اور دوسرے بنی اسرائیل پیمبروں کی طرح آپ بھی صرف قومی ہی تھے۔ اسمیں تک یہ لفظ ج۔ اسی تحریفوں کے صدمے مانی رہ گئی ہے۔ "اس بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انہیں حکم دے کے کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ (متی ١٠ : ٥، ٦) اس لے جملہ میں کہا کہ بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس بھیجا نہیں گیا ہوں۔ (متی ١٥ : ٢٤) تقریباً دو ہزار سال کی کھیسا کی ساری ملح سالوں کے صدمے آج بھی توسیعی فاصلوں کو اور ابر ہے کہ تبلیغ اسرائیت کی عالمگیری کا احساس نہ ہوا۔ خود حضرت مسیح کے اُن اس تعلیم کا بھی پر عید تلاش سیں کرتے؟ (اسائیکلوپیڈیا ٹائیہ کا حدہ ٣٣٥ طبع جدید) اور مسیح تو مسیح حواریوں تک کا بھی رجحان یہ تھا۔ "اولیں شاگردوں کو تعلیم مسیح کی عالمگیری کا احساس نہ ہوا۔ (اعمال ١٠ : ٢٨) **١٢٤** جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ۔ آیۃ کے معنی مبنی نشان کے ہیں۔ یہاں معجزہ کے مفہوم میں آیا ہے۔ معجزہ ایسے واقعہ کے طور کا نام ہے جو خارق معتاد سلسلۂ اسباب سے الگ ہو۔ یہ کے دریعہ سے ایسے غیر عادی واقعہ کا وقوع اس امر کی دلیل ہوتا تھا کہ حضرت حق و تائید الٰہی ہمیہ کے ساتھ ہے معجزہ کا فاعل کائنات کے بڑے چھوٹے معمولی

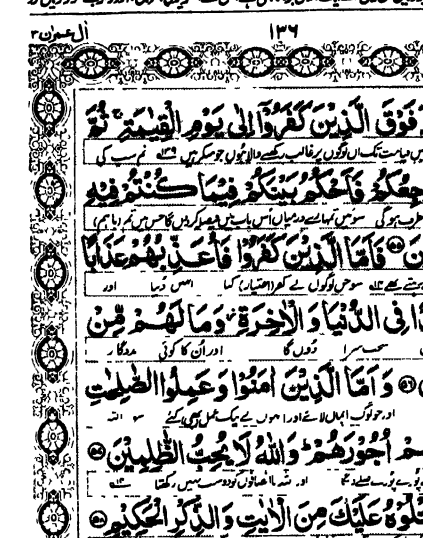
فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ
سو کہیں تو شک کرنے والوں میں سے ۔ ہو جو اللہ سے پھر حجت کرے تجھ سے اس بات میں بعد کے
مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ
آئے تیرے پاس علم کے یہ بیچ بتلانا ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بھی بلائیں اور تمہارے
وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو بھی اور تمہارے تئیں بھی پھر ہم
فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
حضرت سے مکاریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں ﴿۶۱﴾ بے شک یہی ہے
الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ
بیان سچا اور واقعہ کوئی معبود نہیں ہے بجز اللہ کے اور بیشک اللہ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
ہی زبردست ہے حکمت والا ﴿۶۲﴾ سو اگر (اب بھی) سرتابی رکھیں تو بیشک اللہ
عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا
خوب جاننے والا ہے مفسدوں کا ﴿۶۳﴾ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسے قول کی طرف
اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ
آؤ جو ہم میں تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم بجز اللہ کے کسی کی عبادت
وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں ﴿۶۴﴾ اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے علاوہ

ع ٦ ١٤

مغول

دی ہو جو آپ کے معبود آسمانی میں تھیں ہو سکے۔ اور یہ دلیل تو بالکل بودی ہے کہ آپ کے رفع آسمانی سے آپ کی افضلیت دوسرے انبیاء پر، خصوصاً سید الانبیاء پر لازم آتی ہے۔ آخر حدا سلام کتنے مرتبہ دن رات زمین سے آسمان پر جاتے ہی رہتے ہیں تو کیا اس سارہ سب سید الانبیاء سے افضل ہو گئے؟ ایک یورپین عالم Dr Benson ڈی نسن نے پچھلی صدی عیسوی میں ایک مختصر لیکن جامع رسالہ کتاب اسلام یا حقیقی مسیحیت Islam or True Christianity کے نام سے لکھی تھی۔ اس کے ۱۳۵ کے حاشیہ میں اس نے قدیم مسیحی فرقوں میں سے متعدد کے نام لے کر لکھا ہے کہ خلاف طلاق فرقہ کا عقیدہ مسیح کے رفع جسمانی کا تھا۔ کہ وفات مسیح کا حس برلب عیسائی صدیوں سے چلے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح سیل Sale نے بھی اپنے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں بھی اس عقیدہ کے مسیحی فرقوں کے نام گنائے ہیں۔ حیرت ہے کہ اپنے کو مسلمان کہلانے والے ہی ایک جدید فرقے نے وفات مسیح کا عقیدہ مسیحیوں سے لے لیا ہے اور اسی بھی خوش نہی سے کہ ان کا پیش خیال سمجھ رہا ہے ۱۳۸ آذِيْنَ كَفَرُوْا (لفظاً ترجمہ) جو کافر ہوئے (کشاف) یعنی یہود جو کہ مسیح کو نہ مانتے تھے۔ اور ان کے ہم خیال ہیں (بیضاوی) مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے یہاں بھی کھلی ہوئی مراد یہود ہی ہیں جیسا کہ اوپر کے حاشیہ میں بھی گذر چکا ہے۔ وهم اليهود (كبير) اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ سے یہی عیسائی کی رسالت مآب کے قائل ہیں مراد مسلمان اور سچے عیسائی ہیں۔ وقيل اراد به النصارى (سمرقندي) وقال قتادة والربيع والضحاك يعني المتقين المطيعين هم اهل الاسلام (سمرقندي) وهم المسلمون واما النصارى فهم اهل الطغيان والكفر (ابن جرير) وقال ابن عباس هم اصحاب محمد (ابن جرير) وهو الحق (ابن كثير) وقيل هم المتقون الذين امنوا بمحمد صلى الله عليه وسلم (ابن جرير) وهذا هو الصحيح (ابن كثير) وقال ابن عباس هم اهل الاسلام (سمرقندي) وهذا يعم الصحابة والتابعين ومن بعدهم الى يوم القيامة (ابن كثير) وقال ابن عباس هم اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم (ابن جرير

میں تورات سے مُراد توریتِ مُوسیٰ ہی ہوتی ہے) خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ یعنی توریتِ موسیٰ میں جو چیز بس تم پر حرام تھیں۔ قانونی جزئیات اور فقہی فروع میں ترمیم و تسہیل، عمومی تصدیق و تائید کے ذرا بھی منافی نہیں۔ اَصْلُ لَکُمْ مسیحی تعلیم سے قدیم موسوی شریعت میں بعض سہولتیں اور آسانیاں پیدا کر دی تھیں ان کا ذکر تکمیل مراد میں بھی موجود ہے۔ مثلاً۔ "لے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو۔ سب میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں آرام دوں گا۔ میرا جوا اپنے اوپر اُٹھاؤ اور مجھ سے سیکھو کیونکہ میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی کیونکہ میرا جوا زم ہے اور میرا بوجھ ہلکا" (متی۔ ۱۱: ۲۸-۳۰) یہ مُراد بھی ہو سکتی ہے کہ تمہارے جرموں اور گناہوں نے اپنی طرف سے جو احکام توریت میں غلط ملط کر دیئے ہیں میں اُس سارے بوجھ کو تم سے دُور کرنے آیا ہوں ۱۲۵ آیۃٌ نشان کا لفظ اوائل گفتگو میں سب پر حاوی ہے۔ اور لفظ کے مفرد ہونے سے یہ خیال نہ ہو کہ معنی بھی صیغہ واحد میں ہے اور کوئی ایک مخصوص نشان مُراد ہے۔ ایہ۔ مظہر اسم جس کے ہے اور مراد اس سے سارے ثبوت اور ثبوا ہ حضرتؑ کی صداقت کے ہیں۔ انما وتحد وھی ایات لانھا تحس دا حد فی الدلالۃ علی رسالتہ (زجی) خطاب بنی اسرائیل سے ہے ۱۲۶ (رسولِ خدا ہونے کے) فَاتَّقُوا اللّٰہَ یعنی اللہ سے ڈرو اور اس کے رسُول کی تکذیب کی جُرأت نہ کرو ۱۲۷ (جس کی تعلیم ابتداء سے لیکر آخر تک سارے ہی پیمبر دیتے آئے ہیں) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی اصل تعلیم اسی عبدیت اور اسی توحید کی تھی ظالموں نے اسے مسیح کر کے تثلیث بنا دیا۔ جو شرک ہی کی ایک کھلی ہوئی شکل ہے۔ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ۔ اس میں اشارہ اسی طرف ہے کہ اللہ کے مخلوق، مربوب اور عبد ہونے کے اعتبار سے پیمبر اور اُمتی سب یکساں ہیں۔ فَاعْبُدُوْہُ یعنی صرف اسی کی پرستش کرو، بغیر کسی کی شرکت و آمیزش کے۔ آج جو انجلیں دنیا کے چہرہ پر موجود ہیں ان میں سے ایک انجیل برنبا بھی ہے اس کے انگریزی، عربی، اُردو، تینوں موجود ہیں اور وہ حضرت برنبا ما می حضرتؑ کے ایک حواری کی جانب منسوب ہے۔ اس میں طلوعِ اسلام کی جھلکیاں اور حضرت محمدؐ کی بابت پیشگوئیاں ایسے صاف و صریح لفظوں میں موجود ہیں کہ مسیحیوں کو معراسی میں بطر آیا کا اسے جعلی کہہ کر بھاگ کر دیں خیر وہ تو ہر پیچ سیر الٰہی کے کلام کی طرح توحید کی تعلیم و تاکید سے لبریز ہی ہے لیکن دوسری انجلیں بھی جو موجود بکیا ہے کے مروجہ متند میں وہ بھی اس تعلیم سے خالی نہیں۔ مثلاً۔ مسیحؑ نے اس سے کہا۔ اے شیطان دُور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر" (متی۔ ۴: ۱۰) تثلیث کا شرک جن ظالموں کی بھی ایجاد ہو بہر حال حضرت مسیحؑ کا دامن اقدس اس آلودگی سے بالکل پاک اور منزّہ ہے ۱۲۸ (اپنی ہر سمی اور تبلیغ کے باوجود) آحَسَّ یعنی پایا، محسوس کیا حواس ظاہری سے۔ معناہ علمہ وحد قالہ الرجاج وقال ابوعبیدہ معنی احس عرف (زجی) لا یقال ذالک الا فی ما کان بحاسۃ الحاسۃ (راغب) فحس ما یدرک بالحواس (بیضاوی) مِنْھُمُ یعنی اپنے مخالفین کی طرف سے جو بنی اسرائیل یا یہود تھے۔ اسی خاص معنی اسرائیل (زجی) اَلْکُفْرُ یعنی انکار نبوت عیسوی سے اور انکار بھی ظلم و تعدی کے ساتھ۔ یہ انکار و طیان علانیہ و برملا تھا۔ کوئی دقیق و خفی شے نہ تھی جو مستنبط کی حاتی بلکہ حواسِ ظاہری ہی سے محسوس ہونے والی کھلی ہوئی چیز تھی اور یہی کہتے ہیں کہ یہاں فعل تحت استعمال کیا گیا جس کے معنی بالکل ظاہر ظہور پانے کے ہیں۔ منہ ما اسدھم الکفر ظاھرا وبانا من القلب فصدقوہ الھم (راغب) ۱۲۹ آپ نے اپنی قوم کو نصرتِ دین کے لئے جو پکارا اس سے محققین نے یہ استنباط کیا ہے کہ اہل دین سے دین کے کام میں مدد طلب کرنا توکل کے خلاف ہی منافی نہیں۔ ان سے یہ مدد طلب کرنا اسی حیثیت سے ہوتا ہے یہ نصرت الٰہی کے مظاہر ہوتے ہیں۔ اِلَی اللّٰہِ یعنی اللہ کی راہ میں۔ اللہ کے دین کے لئے۔ قال الحسن المعنی من انصاری فی السلم الی اللہ (زجی) قال ابو علی القاری معنی الی اللہ (کر) الی ھھنا مع مع او فی اللام (زمخشری) الحواریون حواری کے لغوی معنی کپڑا دھو کر اُسے صاف اور اُجلا کر دینے والے ہیں کے۔ حتدوب السلوک بتجتہ وودقتہ (راغب) واصل الحور فی اللمہ البیاض وحور الثیاب بیضھا (زجی) حضرت مسیحؑ کے ابتدائی مرید چونکہ عموماً دریا کے کنارے کام کرنے والے ماہی گیر تھے اس لئے آپ کے بعد کے بھی رسیتوں، تاگر دوں کا یہی لقب پڑ گیا۔ مجازی معنی مخلص مددگار کے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں حضرت زبیرؓ کے لئے یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے۔ الحواری ابتدا الناصر (زجی) وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی حواری وحواری الزبیر (راغب) حواری الرجل صفوتہ وخالصتہ (کتاب) بہر حال وجہ تسمیہ جو کچھ بھی ہو، مسیحؑ کے صحابیوں کے لئے لقب یہی چلا ہوا تھا۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ حضرت عیسیٰؑ نے تو اپنے مددگار طلب کئے تھے میں انصاری گو خدا کے کام کے لئے۔ حواری حواب میں جو کو خدا کے مددگار انصار اللہ کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں اور یہ ہمیں کہتے کہ نحن انصار ک الی اللہ محققین نے اس سے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ اہل اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا ۱۳۰ (مسلمان ہونے) مسلم ہی کا معلی ترجمہ فرمان بردار ہے۔ مسلم کا اطلاق ہر سمی کے پیرو پر ہوتا ہے کہ حقیقۃً ہر نبی کی دعوت اللہ کی فرمان برداری ہی کی ہوتی ہے۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ حواریوں کا سارا زور ایمان باللہ پر ہے۔ "ابن اللہ" کے قو تحیل سے بھی وہ بیجارہ آشنا نہ تھے ۱۳۱ مسیحؑ کے صحابی ابھی مسیحؑ سے گفتگو کر رہے تھے وفعۃً براہِ راست حق تعالیٰ سے مخاطب کرنے لگے۔ قرآن مجید اکثر ایسے موقعوں پر یہی کہتا ہے کہ بندوں کے خطاب کا رُخ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیر دیتا ہے۔ کیا ٹھکانا ہے اس اہتمام توحید کا۔ وَاشْھَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔ حضرت مسیحؑ کے معاصر مسیحی آپ کو رسُول بھی تسلیم کرتے تھے۔ "ابن اللہ" "اقنوم" وغیرہ کے ترادفات اس وقت تک رائج ہوئے تھے۔ ہو سکتے تھے۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ۔ گواہی توحید کے اور تیرے پیمبروں کی پیروی کے ۱۳۲ وَمَکَرُوْا کا اسم فاعل یہود ہیں۔ یہود کے اکابر اور سرداروں نے مخالفت و ایذاء کے بست سے در جے کرنے کے بعد آخر یہ طے کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو ختم ہی کر دینا چاہیئے چنانچہ پہلے پہل مذہبی عدالت میں الحاد کا الزام لگا کر آپ کو واجب القتل قرار دیا۔ پھر رُومی حاکموں کی ملکی عدالت میں باغیان کا مقدمہ چلایا۔ حضرت عیسیٰؑ اور آپ کے محالفین کا یہ سرکٹ ملک شام کے صوبہ فلسطین میں پیش آیا تھا۔ تمام اس وقت رُومی سلطنت کا ایک حصّہ تھا۔ اور یہاں کے یہود کی باشندوں کو اپنے معاملات میں نیم آزادی اور نیم خود مختاری حاصل تھی جیسے انگریزی حکومت کے ماتحت والیانِ ریاست کو حاصل رہتی ہے۔ شمشاد و روم کی طرف سے ایک نائب السلطنت (والی) شام تھا۔ اور اس کے ماتحت ایک والی یا امیر فلسطین کا تھا۔ رُومیوں کا مذہب بت پرستی کا تھا۔ یہود کو اتنا اختیار حاصل تھا کہ اپنے لوگوں کے مقدمات اپنی مذہبی عدالتوں میں لائیں لیکن سزائوں کے نفاذ کیلئے انہیں پھر اُسی محکوم کو ملکی عدالتوں کے۔ اسے لانا پڑتا تھا۔ جرم الحاد میں تو صلی خود یہود کی مذہبی عدالت دے سکتی تھی لیکن واقعۃً سزائے موت کا نفاذ صرف رُومی ملکی عدالت کے قبضہ میں تھا۔ اور سزائے موت رُومی حکومت میں سُولی کے ذریعہ ہی دی جاتی تھی۔ یہود کی اسی گہری سکیم کی طرف اشارہ قرآن مجید کے لفظ مکر میں ہے۔ وَمَکَرُوْا اللّٰہُ یعنی اللہ کے مخالفین و معاندین کی ساری تدبیریں، ساری سازشیں اُلٹ دیں اور حضرت مسیحؑ کو سولی کی موت سے بچا لیا۔ عربی زبان میں ایک قاعدہ مستا کلمۃ کا ہے۔ یعنی کسی فعل کی سزا یا جواب کو بھی بعینہٖ اسی فعل کے لفظ سے ادا کیا جاتا ہے اور اس طرز ادا میں مطلق کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ مثلاً کسی نے زید پر حملہ کیا، اور زید نے اس کا جواب دیا۔ تو عربی محاورہ میں یوں کہیں گے کہ اس نے زید پر حملہ کیا حالانکہ زید کا "حملہ" مطلق ہوگا۔ بلکہ صرف سزائے حملہ ہوگی یا زیادہ سے زیادہ جوابی حملہ۔ یا کوئی مجھے ٹھگ لے اور میں اس سے انتقام لوں تو عربی میں یہ کہے گا اور میں ہوگا کہ اُس نے مجھے ٹھگا۔ اور میں نے بھی اسے ٹھگ لیا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ میری طرف سے ٹھگنے کی سزا ہی تھی۔ اس اصل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد قرآن مجید کی اس قسم کی آیتوں کے۔ ۔ (۱) مکروا ومکر اللہ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی



معول

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ وَمَا
اہل کتاب میں سے ایک گروہ کو تو یہی پسند ہے کہ تمہیں گمراہ کر کے رہے حالانکہ وہ
يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ
گمراہ نہیں کر رہے مگر اپنے آپ کو اور اسکی بھی خبر نہیں رکھتے ۝ اے اہل کتاب تم اللہ کی
لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ
آیتوں سے کیوں انکار کئے جاتے ہو حالانکہ تم گواہ ہو ۝ اے اہل
الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
کتاب تم حق کی تلبیس باطل کے ساتھ کئے جاتے ہو اور حق کو چھپا جاتے ہو
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
حالانکہ تم جانتے ہوتے ہو ۝ اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اہل
اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ
ایمان والوں پر جو نازل ہوا ہے اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور دن کے
وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا
آخر میں اس سے انکار کر بیٹھو عجب نہیں کہ یہ بھی پھر جائیں ۝ اور دل میں نہ مانو اس کے کہ
لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ
جو تمہارے دین کا پیرو ہو اور کسی پر ایمان نہ لاؤ آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے
يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ
اور یہ سب اس لئے ہے کہ کسی اور کو بھی وہ کچھ کیوں دیا گیا جو تمہیں دیا گیا ہے یا وہ تم پر تمہارے پروردگار کے

معاون

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝
فضل اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے اللہ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے ۝
يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝
اپنی رحمت سے جسے چاہے خاص کر لے اللہ بڑے فضل والا ہے ۝
وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ
اہل کتاب میں سے ایک وہ ہے کہ اگر تو اسے خزانہ بھی امانت دے تو وہ تجھے ادا کر دے گا
وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ
اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ اگر تو اسے ایک اشرفی امانت دے تو وہ تجھے ادا نہ کرے گا ہاں یہ اور بات ہے کہ
عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ
تو اس کے سر پر کھڑا رہے یہ اس لئے کہ ان کا قول ہے کہ ہم پر ان امیوں کے بارے میں
سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝
کوئی گرفت نہیں اور یہ اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں ۝
بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝
ہاں جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور پرہیزگاری کرے تو اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے ۝
اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا
جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں
اُولٰۗىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا
ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے کلام کرے گا نہ
يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝
قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۝

ابراہیمؑ سے قریب رکھا ظاہر دین و عقائد۔ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ ۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ کے زمانے میں آپ کی پیروی کی تھی۔ وَهٰذَا النَّبِيُّ ۔ اور یہی ہوگویا اُسی کا ہمپایہ نبی کر آئے ہیں۔ اور اُسی کی ہدایت اس زمانہ میں کر رہے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایسے سلمان۔ و نیز مؤمنین بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم اسرائیلی مذہب کا بھاشتین اب مگر گوئی ہے تو وہ عیسیٰ میں جس کے مدعی اور دوسرے کے بانی مبانی مسیح ہو گئے ہیں بلکہ اسلام ہے۔ ملاحظہ ہو "مؤمنین کی تاریخ عالم" Historians History of the World ۱۶۰/۹ واقعات میں آتا ہے کہ یہود کے حوصلے ٹوٹے ہوئے تھے اور اسمیں باطل کی قوت پر انتظار تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ مسلمانوں کو بھی اس کے عقائد سے گفتگو کرنے کی طرف لگے رہتے تھے آج بھی کتنے مسیحوں کے دل میں یہ تمنا پنہاں جاگتی موجود ہے کہ مسلمان عیسیٰ جیسا قبول کر لیں ہر حال پہلے اسلامی عقائد سے توڑ لگا جائیں۔ ظَاهِرَةً مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ خاص اشارہ یہود کی طرف ہے۔ نُصِلُّوْ نُكَبِّ جلاء علم اسلام کی طرف ہے۔ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ یعنی حقیقۃً وہ مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں تو کامیاب نہیں۔ خود اپنے ہی بداعمال کو اور زیادہ سیاہ کرتے رہتے ہیں۔ مَا يَشْعُرُوْنَ۔ یعنی ایسے بے عقل، عالم ہیں کہ حقیقت حال کا مطلق شعور نہیں رکھتے ۱۶۱/۹ مَا كَانَ لِبَشَرٍ یعنی اللہ کی اُن آیتوں سے جو خود تمہاری کتابوں کے اندر موجود ہیں اور جن میں نبوت محمدیؐ کی پوری پوری علامتیں اور نشانیاں درج ہیں۔ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ یعنی تم انکار کیسے کر رہے ہو واقعیت اور اعلیٰ کی مانیر سمیں حال دیکھ کر اُن آیتوں میں تحریف کر رہے ہو۔ لعنۃ علی المطلاس (صحاح) ۱۶۲/۹ یہاں یہود پر تین الزامات تھیں طور پر لگائے گئے ہیں ۱۔ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔ ایسی کتابوں کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ حق بالکل باطل کے تحت میں پردہ کر رہا ہے۔ باطل حق کو ڈھانپ لیتا ہے اور دلیل بُرہ کر صریح تحریف بن جاتی ہے۔ فسّوا الدس بالحلط والتعطیہ (بحر) ۲۔ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ۔ حق کو سرے سے چھپا ڈالتے ہو اور جہاں جہاں تاویلیں ظہور اسلام کے خلاف ہوتی ہیں وہاں خاص طور پر بھی کر دیتے ہو ۳۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ یہ سب کچھ اپنے قصد و ارادہ سے کر رہے ہو۔ بعض اتفاقی طور پر یہ بات یاد نہ بھی رہی ہو تو اب تو یاد ہے۔ تحریفات اہل کتاب پر حاشیہ یاد آوں میں گزر چکے ہیں۔ ۱۶۳/۹ (آیس بن) حال سے حصہ (زمخشری) وَجْهَ النَّهَارِ ۔ یہ اشارہ ہے یہود کی جھڑ جھڑیہ کی جواب۔ كان احبار فدوى عزيزه انتي عشر حبرا فقالوا للمسلمين اوّل النهار واكفروا آخره (ابن جریر) ۱۶۴/۹ (اس مثل اور تدبیر ہے) وَاجْعَلُوْا وَجْهَ النَّهَارِ یہاں اصل اظہار ایمان کے معنی میں ہے یعنی صبح ایمانی ظاہر کرو۔ اي اظهروا الايمان اوّل النهار (كشاف) اوجعلوا في دين محمد بالنسان دون الاعتقاد (سالم عن الحسن وقتادہ) والمراد اظهروا الايمان لا تمكنوا من مواده للصدوس (بحر) وجه النهار بعني اوّله (زمخشری) اَوْ لِيَحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ (بحر) تَنَافَسُوْا میسر ان لوگوں کی عاب سے جو واقعۃً مسلمان تھے

أَنبِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ فَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾ وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٨١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨٣﴾ لِّلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٨٤﴾ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٨٦﴾

پرورد گار ۔ تم لے گئے ۔ پھر اسے گروہ نہ کر ڈالوں کہ تم لوگ کہو کہ گواہ رہنا ہم تو

مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا

فرمانبردار ہیں سے ۔ اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ

أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾

توریت اور انجیل تو ان کے صدیوں بعد نازل کی گئیں ۔ تو تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے ۔

هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ

ہاں تم لوگ وہی تو ہو جو اس امر میں جھگڑ چکے ہو جس کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم تھا سو اب ایسی

تُحَاجُّونَ فِي مَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ

بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ۔ اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا

نہیں جانتے ۔ ابراہیم نہ یہودی تھے ۔ نہ نصرانی ۔ تھے

وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اور مشرکوں میں سے بھی

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا

بیشک ابراہیم سے سب سے قریب تو وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی اور یہ

النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾

نبی ہیں اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے ۔ اور اللہ ایمان لانے والوں کا حامی ہے

منزل ۱

۱۴۱ ۔ مَنْ حَقَّقَ ۔ خطاب یہاں مومن و کافر، مسلمان و یہود۔ نصاریٰ سے ہے ۔ ھُوَ تَضْلِیْلٌ لفظ عام ہیں۔ لیکن سیاق میں جس اعتقادی و نزاعی امر کا ذکر ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کی ہوت و رسالت ہے ۔ ۱۴۲ ۔ وَالْاَبْصَارِ (موسیٰ مرزا کا حال تاریخ یہود کے صفحات سے پوچھ دیکھئے۔ کون سی تباہیاں ہیں جو اس دو ہزار سال کی مدت میں بیچارہ دل پر نہیں آ چکی ہیں۔ اور آج دولت و ثروت کے باوجود بھی کیسی بکبت سوار ہے؛ بلکہ جیسا کہ حرص اسے گلو پیشیا کے حوالہ سے پارۂ اوّل کے ایک حاشیہ میں لکھ چکا ہے، یہ قومی ثروت و تمول کا خیال بھی ایک اساسہ ہی ہے ورنہ حقیقۃً قوم پر بجائے دولت کے افلاس مسلط ہے) جرمنی۔ اٹلی۔ ہنگری، رومانیا وغیرہ سے جس بیدردی کے ساتھ نکالے گئے وہ داستان خونیں تو ابھی بالکل تازہ ہے ۔ وَالْاٰخِرَۃِ ۔ رہی آخرت تو سزا کا پورا پورا ظہور تو وہیں ہوگا۔ ۱۴۳ ۔ اَلْعَذِیْبَ ۔ ظلم کی حقیقت افراط و تفریط ہے ۔ یہاں ظالموں سے مراد یہود کا ہمیشہ کا ظاہری ہے، جو حضرت عیسیٰؑ کی نبوت و صداقت بلکہ شرافت نسب تک کے منکر تھے لیکن دوسری طرف اس کے تحت میں سبھی آ جاتے ہیں۔ جو حضرت کو عبد کے بجائے معبود اور رسول کے بجائے نظماً اوتار قرار دے رہے ہیں۔ اور اس طرح حضرتؑ کے باب میں دونوں ہی ظالم ہیں۔ یعنی مقام صدق و اعتدال سے بہت ہی ہٹے ہوئے ۔ ۱۴۴ ۔ ذٰلِكَ ۔ یعنی صحیح قصۂ مسیح، اشارہ بعید بالنظر متحرف و مکتوم کے لئے ہے۔ استعارۃ الی ما تقدم من میا جیسی وکد نیا وھیرھا (کبیر) وَالْاٰیٰتِ سمیا بدل علی العمد للاشارۃ الی عظم شان المشار الیہ وھُدًی معرفۃ فی الشرف (مرح) ۔ مِنَ الْاٰیٰتِ ۔ اشارہ یہ ہو رہا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے حالات و واقعات جن پر یہود و نصاریٰ دونوں کی تاریخوں نے طومار اخراء کے گھر بے پردے ڈال رکھے ہیں، یہ جو آپؐ قرآن کے در لیعہ سے بالکل صحیح و معتبر طور پر سنا رہے ہیں یہ خود اس امر کی دلیل ہے کہ آپؐ مؤید من اللہ ہیں اور آپؐ وہی کہہ رہے ہیں جو عالم الغیب والشہادۃ آپؐ سے کہلا رہا ہے۔ اَلذِّکْرِ الْحَکِیْمِ اضافہ اس طرف ہے کہ آپؐ کی رسالت پر دلیل ہونے سے قطع نظر، مضامین بجائے خود بھی پرحکمت و پرموعظت ہیں۔ ۱۴۴ ۔ (اسی طرح عیسیٰ ابن مریمؑ النسر محرف او حادث و مخلوق ہیں اسیں قدیم اور غیر مخلوق کس طرح مان رہے ہو) مَثَلَ ۔ یہ تشبیہ کس لحاظ سے تھی؟ متر محض ہونے اور بغیر باپ کے پیدا ہونے میں تھی۔ اٰدَمَ ۔ حوا ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے اور پھر بھی بشر محض تھے۔ لَہٗ ۔ میرے حضرت آدمؑ کے حالی پتے کی طرف ہے ۔ یہ جواب ہے اس شبہ کا جو مسیحؑ کے کرشمہ کو دیکھ کر ہوتا ہے کہ جب مسیحؑ کی پیدائش ساری دنیا کے عام حالات کے خلاف غیر مامور بہ تھی تو ضرور ہے کہ وہ خدا کے ساتھ کچھ اور واقعات کائے وق البشر کے محض بشر کیسے تسلیم کیا جائے؟ جواب یہ ہے کہ آدمؑ کو تو بشر تو ہر جو بھی تسلیم کرتے ہو اور آسانی کہ ان کی پیدائش تو غیر مذکور پر ہوئی بھی وہاں ماں اور باپ دونوں میں سے کسی کا بھی توسط تھا مخلوق ہونے اور عادت ہونے کا اور دونوں ہی حالتیں ہوتیں طرفین و حدوث پر سبیں مطلق عدوث پر ہے اور وہ آفرینش مسیحؑ میں بھی پوری طرح موجود تھا۔ مسیحیوں میں ایک قدیم فرقہ آریوں Arians ہوا ہے۔ اس کا نام Arius چوتھی صدی عیسوی کے شروع میں اسکندریہ کا لائٹ پادری تھا۔ اس کی تعلیم یہی تھی کہ مسیحؑ قدیم و غیر مخلوق نہیں، مخلوق و حادث تھے (اسٹینگر پیڈیا میا حلد ۱ صفحہ ۱۰۵ طبع چہارم) اس سے بھی قبل الطبوح کے طریق پال جو سطوی (مشہور مصنف پولوس سموسطی سے اسے غلط نہ سمجھئے) کی تعلیم تیسری صدی عیسوی میں بھی یہی تھی کہ عیسیٰ مسیحؑ کی پیدائش ایک درجہ پر ہی کے بطن سے ہوئی تھی سوا سلد روح القدس اس لئے وہ بشر محض تھے۔ روح القدس کے توسط سے اس میں جو ذی مقدس سایا تھا۔ اور اس لئے وہ مسیح تھے لیکن شریک الوہیت ہرحال نہ تھے (ایضاً۔ حلد ۱۱ صفحہ ۳۰۵ نیز اسٹینگر پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس حلد ۱ صفحہ ۱۰۱) مسیحیوں کے صاحب علم طبقہ میں برابر اس طرح کی گفتگو میں صحیح عقیدہ کی اٹھتی رہی ہیں لیکن کلیسا کے عام جمود و تصلف نے کبھی ان اصلاحی تحریکوں کو عام ہونے دیا۔ ۱۴۵ ۔ (اس حقیقت کے باوجود اسی لئے کہ خطاب، اور بصیر واحد حاضر دونوں کے لئے یکساں مشترک ہو دونوں کا فرق و امتیاز مصدر کے دوق پر منحصر ہے۔ ان طلوبیں زیادہ سے زیادہ اتباع مصدر ثنائی کے ذیل کا لیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خطاب رسول اللہ صلعم سے ہے۔ اور مراد آپؐ کی اُمت ہے اس لئے کہ خود آپؐ سے تو اس کا امکان ہی نہ تھا۔ الخطاب للنبی صلعم والمراد امتہ (زمخشری) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ یعنی حقائق پروردگار عالم کی طرف سے ہیں جو رہے ہیں اس لئے تمک شک کی گنجائش سے بالاتر ہیں۔ ۱۴۶ ۔ (اے پیمبر!) ھٰذَا ۔ یعنی رؤیت و الوہیت مسیحؑ کے بارے میں۔ سورہ کے شروع میں جو حاشیہ میں آئیں ایک بار پھر نظر میں لے آئیے سورہ کا اصلی موضوع تجسیم اور عقیدۂ الوہیت مسیحؑ کا رد ہے۔ گفتگو قرآن کے مسیحی وفد سے چل رہی ہے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ ۔ یعنی ان مسیحیوں میں سے اب بھی کوئی آپؐ سے اسی بحث پر وہی جادلی رکھے۔ اَلْعِلْمِ ۔ اور علم ہی کیا؟ قطعی و یقینی سبب۔ حتی قطعی یقینی۔ ۱۴۷ ۔ بطور اتمام حجت کے اب جبکہ زبانی افہام و تفہیم اور دلائل کے سارے مرحلے طے ہو چکے اور سبھی باتیں کی بیچ پر آ چکی ہیں) ۱۴۸ ۔ اسی کا نام طریقت کی اصطلاح میں مصابدہ ہے۔ سالک میں ہر طریق اپنے کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور تصرع و الحاح کے بعد اُسی کے بعد کا مستقر بنا لیتا ہے۔ مُذْعِنٌ ۔ ضمیر متکلم سے مراد ہر دو مرتبی اور ان کے افراد ہیں۔ اَسْلَمَ ۔ بمعنی صلی یعنی اسلام میں نواسہ، داماد وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ وَصَآبِـًٔیْنَ ۔ یہودیاں اور عیسائیاں دونوں اس کے عموم میں شامل ہیں صابئہ حاشیہ میں بیان ہو چکا ہے کہ سورہ حجر کی میں مسیحیان نجران کے ۱۴ کا سر رسول اللہ صلعم کی حدمت میں حاضر ہوئے تھے گفتگو الوہیت مسیحؑ کے مسئلہ پر ہی۔ اسلامی عقیدہ بالکل صاف اور واضح تھا۔ مسیحی اپنی بات پر اڑے رہے۔ آخر کار آپؐ نے وہی کیا جو ایک سچا اور مخلص دین مدار ایسے موقع پر کرتا۔ آپؐ نے فرمان خداوندی کے ماتحت مسیحیوں کو مباہلہ کی دعوت دیدی کہ آئی گفتگو تو ہو چکی اب آؤ ہم اپنے خاص اقربا کو لیکر اپنے پروردگار ہی سے بتضرع و الحاح عرض کریں کہ جو فریق ناحق پر ہو اس پر اللہ کی لعنت نازل ہو۔ آپؐ نے فرمایا اور اپنی اولاد یعنی حسنہ فاطمہؓ سیدنا علیؓ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو ہمراہ لیکر آپؐ تشریف لے آئے لیکن تاریخ کے راوی کہ مسیحیوں کی ہمت یہیں وقت پر جواب دے گئی اور عاقبت اسی میں نظر آئی کہ جزیہ دے کر اور ذمی رعایا بن کر اسلام کی حکومت میں رہنا گوارا کر لیا جائے سولہویں صدی کے مسیحی تھے اور محض مسیحی ہی نہیں مصری بھی۔ اُن کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ "سائے واقعہ میں محمدؐ کے ایمان کی پختگی بالکل نمایاں ہے نیز ان کے اس عقیدہ کی شہادت کہ ان کا تعلق عالم جبروت سے جڑا ہوا ہے اور اس لئے وہ تمام انسانی کے ساتھ ہے۔ در آنحالیکہ ان کے خیال میں مسیحیوں کے پاس بحر ظن و تخمین کے اور کچھ نہ تھا" (سیرت کی لائف آف محمدؐ صفحہ ۲۶۰) ۱۴۹ ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۔ یعنی یہ سارا سلسلہ واقعات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحؑ اللہ سے بھی دوں تھے۔ اِلَّا اللّٰهُ ۔ کوئی بھی شریک الوہیت نہیں۔ ۔ ۔ لحاظ ذات اور ۔ ۔ لحاظ صفات او اقنوم آخیرہ کے قصہ سب خرافات ہیں۔ من ۔ زائدۃ للتوکید (زمخشری) فی ۔ بمادۃ معنی الاستعلاء اَلْعَزِیْزُ ۔ قادر علی الاطلاق ۔ یہ صفت بحر ثنائی تعالیٰ کے مسیحؑ و غیرہ کس میں ہے؟ ۱۵۰ ۔ الْحَکِیْمُ ۔ حکیم مطلق علیم مطلق اس صفت کا تحقق بحر ثنائی تعالیٰ کے مسیحؑ وغیرہ کس میں ہوتا ہے؟ ۱۵۱ ۔ عَلِیْمٌ ۔ علیم کامل کہنے والا اور اسی علم کامل کے مطابق جزاء و سزا دینے والا۔ (دفع فرد مدکور۔ یہ اقنوم ثلثہ اگر۔ مطلقاً اور تاریخ ناکام تاریخ اور سی حیثیت سے) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ پروٹسٹنٹ و کیتھولک صدی بعد کی چیز ہے۔ قرآن کے معاصر عیسائی "رومی" تھے کیونکہ وہ کیتھولک فرقہ کے متبع تھے۔ اور اس فرقہ میں مسیحؑ پرستی اور روح القدس پرستی تو خیر تھی اس کے علاوہ بھی خدا معلوم کتنی اور پرستیاں بھری

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ

اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات کریگا نہ انکی طرف دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ

اور ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے ۱۷۷ اور انہی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی زبانوں کو کتاب پڑھتے

بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ

وقت مروڑتے ہیں ۱۷۸ تاکہ تم اس (حرف) کو بھی کتاب ہی سے سمجھو درآنحالیکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے

يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ

اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے درآنحالیکہ وہ اللہ کی جانب سے نہیں ہے

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ

اور یہ اللہ پر جھوٹ گڑھتے ہیں درآنحالیکہ (خوب) جانتے ہوتے ہیں ۱۷۹ کسی بشر سے

لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ

یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تو اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے

لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا

یہ کہنے لگے کہ تم میرے بندے بن جاؤ علاوہ اللہ کے ۱۸۰ بلکہ (وہ تو یہی کہے گا) کہ اللہ

رّٰبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ

والے بن جاؤ ۱۸۱ (یہ) اس لئے (اور بھی) کہ تم پڑھاتے ہو کتاب (آسمانی) کو اور خود بھی (اسے)

تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ

پڑھتے ہو ۱۸۲ اور نہ وہ تمہیں اس کا حکم دے گا کہ تم فرشتوں

منزل

الكلم ويبدلون بعض القصد (قرطبی)

۱۷۷ یعنی اُن کی یہ تحریفیں دانستہ ہوتی ہیں لِتَحْسَبُوْهُ میں ضمیر مخاطب سے مُراد مسلمین ہیں اور ضمیر غائب سے مُراد کتاب کا اختراعی حصہ۔ و هو المعروف (کبیر) يَلْوٗنَ۔ ضرور نہیں کہ ان کا یہ کسا لعطاً و صراحۃً ہو۔ اگر اجمالاً و دلالۃً ہو جب بھی کافی ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فقیہ جلیل ابوبکر رازیؒ نے اس کے تحت میں لکھا ہے کہ آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ معاصی کی نسبت اللہ تعالیٰ یا اس کے فعل کی جانب دینا درست نہیں۔ مهما دلالة على ان المعاصي ليست من عند الله ولاضافه (حصاص) لیکن مفسر محدث ابوحیان غرناطی کی تنقید اس پر یہ ہے کہ یہ مذہب تو معتزلہ کا ہے اور ابوبکر رازی کا میلان خود اسی مذہب کی جانب تھا۔ هذا مذهب المعتزلة وكان الرازي يحضر الى مذهبهم (بحر) صاحب کبیر اور صاحب روح المعانی دونوں نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے وہ عربی دانوں کے پڑھنے کے قابل ہے۔ ۱۷۸ (جیسا کہ مسیحیوں نے دعوت دیدیام مسیح کا علامہ گڑھ رکھا ہے) درمیاں میں مناسبت مقام کے رقم سپرد آگیا تھا۔ اب یہاں سے رد نصاریٰ پھر شروع ہوتا ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ وَالنُّبُوَّةَ۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی نہیں ہوسکتا تھیں یہ ساری نعمتیں ملی تھیں۔ جن کے نفس ایسے طاہر و مطہر ہوں، اُن سے ایسے دعویٰ کا صدور ممکن ہی کیونکر ہے۔ اَلْحُكْمَ سے مُراد علم و فہم ہے یا فہم احکام شریعت۔ الحكم العلم والفهم وقيل ايضا الاحكام (قرطبی) قيل بمعنى الحكمة والظاهر ان الحكم هنا القضاء (کبیر) اَلْكِتٰبَ کتاب یہاں جنس کتاب کے معنی میں ہے۔ الكتاب هنا اسم جنس (کبیر) ۱۷۹ (جیسا کہ فی الواقع مسیح کی دعوت رہی ہے) رَبَّانِيّٖنَ۔ رَبّانی وہ ہے جو حدوث کی جانب منسوب ہو۔ ربی کا مُرادف ہے۔ اس کا اصلی رواج اور تاکید کے لئے ہے یعنی بڑا اللہ والا۔ بڑا باخدا۔ معنى الربانى العالم بدين الله الذى يعمل بعلمه (قرطبی) قال مجمد بن الجمعة ترومهان اس عباسؓ اليوم مهات ربانى هذه الامة (قرطبی) هو مبتدء القسط بدين الله وطاعته (مدارک) ۱۸۰ یعنی اس لئے تو تمہیں اور زیادہ ایسے غلو و مشرکانہ عقائد سے بچنا چاہیئے۔ ای لیست کونکم معلمی الكتاب وسدنة كوسكه دارسين له (بیضاوی) امام رازیؒ نے یہاں یہ نکتہ خوب پیدا کیا ہے کہ علم و تعلیم و دراست کا اقتضاء یہی ہے کہ انسان باخدا بن جائے۔ پس اگر ان تعلموں سے یہ مقصود ہی نہیں سکتا وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ اور ایسے بے علم اور قلب سے حدیث نبوی میں پناہ مانگی گئی ہے۔ سعوذ بالله من علم لا ينفع وقلب لا يخشع (کبیر) خطاب انصاری سے ہے یعنی تمہارے پاس تعلیم و تعلم کے لئے کتاب آسمانی موجود اور پھر تم ایسے جہل و ضلالت میں گرفتار۔

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ ۖ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ
إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ
عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ ۖ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ
وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

منزل

کہدو فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جسکو چاہے اور اللہ وسعت والا
جاننے والا ہے ۷۳ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت سے جسکو چاہے اور اللہ بڑا فضل
والا ہے ۷۴ اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر تو اسکے پاس ایک ڈھیر مال امانت رکھے
تو وہ (بھی) تجھے ادا کر دے اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھے
تو وہ (بھی) تجھے ادا نہ کرے گا مگر جب تک تو اسکے سر پر کھڑا رہے یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ
ہم پر اُمیوں کے بارے میں کوئی ذمہ داری نہیں اور جھوٹ کہتے ہیں اللہ پر حالانکہ وہ جانتے ہیں
ہاں جو کوئی اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے تو بیشک
اللہ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۷۶ بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو
قلیل قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے کوئی حصہ آخرت میں نہیں

۱۶۵ یعنی حقیقۃً اور دل سے تصدیق تو اس اپنے ہی والوں کی کیا کرو۔ وہی یہود کا قول چل رہا ہے۔ ۱۶۶ (جواب اسلام کے نام سے ظاہر ہوئی ہے اور جس کی صداقت پر دلائل عقلی ونقلی قائم ہیں ذکر تمہارے موجودات ومخترعات) ۱۶۷ میں خطاب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اور یہ فقرہ کلام یہود کے حواشی میں ہے۔ ۱۶۸ (اور اسی ڈر سے جاری ہو) یعنی دولت ونبوت بخلاف قوم یہود کے ہے۔ یعنی ہمیں اصل مطلق تو اس کی ہے کہ انبیاء تو ہمیشہ ہماری نسل وقوم میں پیدا ہوتے رہے ہیں اب ایک عرب اور اسمٰعیلی کو یہ دولت کیسے ملی جارہی ہے۔ یَحْتَجُّوْنَ عِنْدَ رَبِّکُمْ۔ یعنی قیامت کے دن مسلمان یہود پر یہ کہکر غلبہ نہ حاصل کریں کہ ان لوگوں نے بھی تو دنیا میں ہماری تصدیق کی تھی۔ مفسر واحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت تفسیر کے مشکل ترین مقامات میں سے ہے (روح) ۱۶۹ (باہمی حکمت ومصلحت اور مصلحت کامل کے مطابق) قُلْ۔ میں خطاب پیمبر علیہ السلام سے ہے۔

فائدہ:۔ اس کے کارخانہ فضل وعطا میں کسی ہمیں پر یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ خاص نسل یا قوم ہمیشہ محروم ہی رہے گی۔ عَلِیْمٌ وہ اپنے علم کامل کے مطابق جس کی جیسی استعداد دیکھتا ہے اُسے وہ نعمت عطا کر دیتا ہے۔ ۱۷۰ (کل اور کسی کا اُس کے ہاں گزر کہاں) مَنْ یَّشَآءُ۔ وہ جسے چاہتا ہے حسب مصلحت تکوینی۔ ۱۷۱ (باحتیاط ودیانت تمام یہود کے سب کیساں نہیں بعض ان میں ایسے امین ومتدین بھی ہیں یہی لوگ آگے چل کر مسلمان ہو گئے۔ ۱۷۲ یہود کے حق میں یہ کتنی صحیح تصویر ہے۔ دِیْنَارٌ Denarius رومی حکومت کا ایک طلائی سکہ۔ عرب میں بھی مستعمل تھا۔ آج بھی یورپ کے مختلف حصوں میں چل رہا ہے۔ اردو میں اس کا مفہوم اشرفی سے ادا ہو سکتا ہے۔ مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا۔ یعنی وہ ادائے امانت میں برابر چیلنج والا کرتا ہے

گا اور اس سے تقاضا برابر جاری رکھا پڑے گا۔ اداء ما بتقاد ادامۃ المطالبۃ لاحد القسام (قرطبی) ۱۷۳ (کہ ایسا کوئی مسئلہ ہرگز شریعت اسرائیلی وموسوی میں موجود نہیں) الْاُمِّیّٖنَ یعنی اُمم القریٰ مکہ کے باشندے۔ یہود کو اپنی مزعومہ عصمیت اور قومی غرور سے بھرے ہوئے یہود، اہل مکہ کو اپنے سے بہت فروتر رکھتے تھے۔ لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ۔ یہود وغیر یہود یا Gentiles کے ساتھ کاروباری تعلق کے سلسلہ میں بدمعاملگی کے لئے برابر بہانہ رہے ہیں۔ قومی مفاخرت اور نسلی تکبر کا نتیجہ عموماً یہی ہوتا ہے۔ گوروں کا برتاؤ کالوں کے ساتھ آج دنیا کے ہر علاقہ میں کیا ہے! سَبِیْلٌ۔ سبیل کے معنی یہاں حجت کے ہیں۔ اور یہ معنی قرآن اور کلام عرب میں عام ہیں۔ السبیل الحجۃ وقولہ ما علیھم من سبیل من صدالمعنی وھو کقولہ فی القراءۃ وکلام العرب (رض) نَفْرُوْنَ قَلْ اللہ الکذب۔ یہ جھوٹے ہیں اپنے اس دعوی اور اس کے اصول مذہب واخلاق میں۔ اس تفصیل نے یہود کے جرم کی شناعت کہیں زیادہ بڑھا دی۔ وہ صرف فتق عمل ہی میں مبتلا نہ تھے بلکہ یہ اصل عقیدہ بھی گڑھ لیا تھا۔ اور اعمال سے کہیں گذر کر عقائد کی خرابی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ۱۷۴ (اور یہی خوف خدا اور تقویٰ ہی ساری خوش معاملگی کی بنیاد ہے) خَلٰقٌ یعنی فیصلہ واری کیوں نہ ہوتی۔ ہے اور ضرور ہے۔ عَہْدٌ۔ عہد خالق کیساتھ ہو یا مخلوق کے اس کی پابندی ہر حال لازمی ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ آیت وفاء عہد کی بڑی تنظیم نکل رہی ہے۔ اس لئے کہ تمام طاعات کا خلاصہ صرف دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک حکم الٰہی کی تعظیم۔ دوسری خلق اللہ پر شفقت اور وفاء عہد ان دونوں قسموں کی طاعتوں کا مجموعہ ہے (کبیر) ۱۷۵ یعنی کسی دُنیوی طمع میں آکر ان پابندیوں کو توڑ رہے ہیں۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا دُنیوی مفاد جیسا اُخروی اجر کے مقابلہ میں قلیل ہی ہوگا۔ پھر کیونکر نہیں کہ اگر زیادہ مساوی مل ہو تو دیا تی اور عہد شکنی جائز ہو جائے گی۔ مفہوم صرف اس قدر ہے کہ اپنے معاہدوں کی پابندی نہ کرنا اور معاملگی کو خیانت کسی حال میں جائز نہیں۔ عَہْدَ اللہِ یعنی وہ عہد ومعاہدہ جو اللہ سے کر چکے ہیں۔ اَیْمَانِہِمْ۔ یعنی جو قسمیں آپس میں معاملات کے متعلق کھاتے رہتے ہیں۔ مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور اس کے رفقاء کے حق میں نازل ہوئی جو یہود کے بڑے عالم اور بڑے رئیس تھے اور جنہوں نے اپنے ہم مذہبوں کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیں اور ہر چند گھنٹوں کے بعد اس انکار سے رجوع کر لیا کریں اور کہہ دیا کریں کہ غور وفکر اور مطالعہ توریت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ اس نبی کی تصدیق نہ ہوئی اس لئے ہم اس سے محل آئے ہیں۔ اہل عرب پر بھی علم واخلاق دونوں کی وجہ سے برتری ہی ہوئی ہے لوگ کہیں گے آخر کسی خارجی قوت اس نئے دین میں ہے جو ایسے ایسے لوگ اس سے باہر محل گئے اور پھر پرانے مسلمان بھی اکھڑ جائیں۔ تاریخ یہود میں منافقت کی یہی ایک مثال نہیں جو دل کی کتابوں میں یہ واقعہ بصراحت درج ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں جب اسپین میں اسلامی حکومت تھی تو حکومت کے نظام "فرضی یا واقعی کی بنا پر بہت سے یہود نے اپنے پرتوان کی اجازت اور مرضی کے مطابق اپنے قبول اسلام کا اظہار شروع کر دیا تھا اور آہستہ آہستہ ایک دل میں سرکے سب منکر ہی تھے (جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد اول ص۴۳۲ و ص۴۳۳) اور آج یہ جو بڑے بڑے فرنگی محققین یہود دسیحی مستشرقین نے فرنگی بالوں میں سیر تاخبری لکھنے کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنے علم وتحقیق، دست مشرب وبے تعصبی کی دھاک بٹھا کر تمہید بڑے زور کی اُٹھاتے ہیں اور مسلوم یہی ہونے لگتا ہے کہ پیمبر عرب اور مصلح عالم کی لعنت اور مقتن اعظم اور تمثیل برتری کی منقبت میں دنیا کے دریا بہا دیں گے لیکن آگے چل کر نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ نعوذ باللہ انہیں کچھ حمل دماغ سا تھا۔ یا یہود ونصاریٰ کی کتابوں کے مضامین کہیں سے سُن سُنا کر چرا لیتے تھے وَمِنْ مَّلِّ بدا۔ توریت ہی ٹھیک اُسی قدیم یہودیانہ وجہل وتلبیس کا ایک جدید فرنگی نمونہ ہے اور بس۔ ۱۶۵ یعنی حقیقۃً اور دل سے تصدیق تو اس اپنے ہی والوں کی کیا کرو۔ وہی یہود کا قول چل رہا ہے۔ ۱۶۶ (جواب اسلام کے نام سے ظاہر ہوئی ہے اور جس کی صداقت پر دلائل عقلی ونقلی قائم ہیں ذکر تمہارے موجودات ومخترعات) ۱۶۷ میں خطاب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اور یہ فقرہ کلام یہود کے حواشی میں ہے۔ ۱۶۷ (اور اسی ڈر سے جاری ہو) یعنی دولت ونبوت بخلاف قوم یہود کے ہے۔ یعنی ہمیں اصل مطلق تو اس کی ہے کہ انبیاء تو ہمیشہ ہماری نسل وقوم میں پیدا ہوتے رہے ہیں اب ایک عرب اور اسمٰعیلی کو یہ دولت کیسے ملی جارہی ہے۔ یَحْتَجُّوْنَ عِنْدَ رَبِّکُمْ۔ یعنی قیامت کے دن مسلمان یہود پر یہ کہکر غلبہ نہ حاصل کریں کہ ان لوگوں نے بھی تو دنیا میں ہماری تصدیق کی تھی۔ مفسر واحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت تفسیر کے مشکل ترین مقامات میں سے ہے (روح) ۱۶۸ (باہمی حکمت ومصلحت اور مصلحت کامل کے مطابق) قُلْ۔ میں خطاب پیمبر علیہ السلام سے ہے۔

فائدہ:۔ اس کے کارخانہ فضل وعطا میں کسی ہمیں پر یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ خاص نسل یا قوم ہمیشہ محروم ہی رہے گی۔ عَلِیْمٌ وہ اپنے علم کامل کے مطابق جس کی جیسی استعداد دیکھتا ہے اُسے وہ نعمت عطا کر دیتا ہے۔ ۱۶۹ (کل اور کسی کا اُس کے ہاں گزر کہاں) مَنْ یَّشَآءُ۔ وہ جسے چاہتا ہے حسب مصلحت تکوینی۔ ۱۷۰ (باحتیاط ودیانت تمام یہود کے سب کیساں نہیں بعض ان میں ایسے امین ومتدین بھی ہیں یہی لوگ آگے چل کر مسلمان ہو گئے۔ ۱۷۱ یہود کے حق میں یہ کتنی صحیح تصویر ہے۔ دِیْنَارٌ Denarius رومی حکومت کا ایک طلائی سکہ۔ عرب میں بھی مستعمل تھا۔ آج بھی یورپ کے مختلف حصوں میں چل رہا ہے۔ اردو میں اس کا مفہوم اشرفی سے ادا ہو سکتا ہے۔ مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا۔ یعنی وہ ادائے امانت میں برابر چیلنج والا کرتا ہے

گا اور اس سے تقاضا برابر جاری رکھا پڑے گا۔ اداء ما بتقاد ادامۃ المطالبۃ لاحد القسام (قرطبی) ۱۷۲ (کہ ایسا کوئی مسئلہ ہرگز شریعت اسرائیلی وموسوی میں موجود نہیں) الْاُمِّیّٖنَ یعنی اُمم القریٰ مکہ کے باشندے۔ یہود کو اپنی مزعومہ عصمیت اور قومی غرور سے بھرے ہوئے یہود، اہل مکہ کو اپنے سے بہت فروتر رکھتے تھے۔ لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ۔ یہود وغیر یہود یا Gentiles کے ساتھ کاروباری تعلق کے سلسلہ میں بدمعاملگی کے لئے برابر بہانہ رہے ہیں۔ قومی مفاخرت اور نسلی تکبر کا نتیجہ عموماً یہی ہوتا ہے۔ گوروں کا برتاؤ کالوں کے ساتھ آج دنیا کے ہر علاقہ میں کیا ہے! سَبِیْلٌ۔ سبیل کے معنی یہاں حجت کے ہیں۔ اور یہ معنی قرآن اور کلام عرب میں عام ہیں۔ السبیل الحجۃ وقولہ ما علیھم من سبیل من صدالمعنی وھو کقولہ فی القراءۃ وکلام العرب (رض) نَفْرُوْنَ قَلْ اللہ الکذب۔ یہ جھوٹے ہیں اپنے اس دعوی اور اس کے اصول مذہب واخلاق میں۔ اس تفصیل نے یہود کے جرم کی شناعت کہیں زیادہ بڑھا دی۔ وہ صرف فتق عمل ہی میں مبتلا نہ تھے بلکہ یہ اصل عقیدہ بھی گڑھ لیا تھا۔ اور اعمال سے کہیں گذر کر عقائد کی خرابی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ۱۷۳ (اور یہی خوف خدا اور تقویٰ ہی ساری خوش معاملگی کی بنیاد ہے) خَلٰقٌ یعنی فیصلہ واری کیوں نہ ہوتی۔ ہے اور ضرور ہے۔ عَہْدٌ۔ عہد خالق کیساتھ ہو یا مخلوق کے اس کی پابندی ہر حال لازمی ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ آیت وفاء عہد کی بڑی تنظیم نکل رہی ہے۔ اس لئے کہ تمام طاعات کا خلاصہ صرف دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک حکم الٰہی کی تعظیم۔ دوسری خلق اللہ پر شفقت اور وفاء عہد ان دونوں قسموں کی طاعتوں کا مجموعہ ہے (کبیر) ۱۷۴ یعنی کسی دُنیوی طمع میں آکر ان پابندیوں کو توڑ رہے ہیں۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا دُنیوی مفاد جیسا اُخروی اجر کے مقابلہ میں قلیل ہی ہوگا۔ پھر کیونکر نہیں کہ اگر زیادہ مساوی مل ہو تو دیا تی اور عہد شکنی جائز ہو جائے گی۔ مفہوم صرف اس قدر ہے کہ اپنے معاہدوں کی پابندی نہ کرنا اور معاملگی کو خیانت کسی حال میں جائز نہیں۔ عَہْدَ اللہِ یعنی وہ عہد ومعاہدہ جو اللہ سے کر چکے ہیں۔ اَیْمَانِہِمْ۔ یعنی جو قسمیں آپس میں معاملات کے متعلق کھاتے رہتے ہیں۔ مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور اس کے رفقاء کے حق میں نازل ہوئی جو یہود کے بڑے عالم اور بڑے رئیس تھے اور جنہوں نے اپنے ہم مذہبوں کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیں اور ہر چند گھنٹوں کے بعد اس انکار سے رجوع کر لیا کریں اور کہہ دیا کریں کہ غور وفکر اور مطالعہ توریت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ اس نبی کی تصدیق نہ ہوئی اس لئے ہم اس سے محل آئے ہیں۔ اہل عرب پر بھی علم واخلاق دونوں کی وجہ سے برتری ہی ہوئی ہے لوگ کہیں گے آخر کسی خارجی قوت اس نئے دین میں ہے جو ایسے ایسے لوگ اس سے باہر محل گئے اور پھر پرانے مسلمان بھی اکھڑ جائیں۔ تاریخ یہود میں منافقت کی یہی ایک مثال نہیں جو دل کی کتابوں میں یہ واقعہ بصراحت درج ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں جب اسپین میں اسلامی حکومت تھی تو حکومت کے نظام "فرضی یا واقعی کی بنا پر بہت سے یہود نے اپنے پرتوان کی اجازت اور مرضی کے مطابق اپنے قبول اسلام کا اظہار شروع کر دیا تھا اور آہستہ آہستہ ایک دل میں سرکے سب منکر ہی تھے (جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد اول ص۴۳۲ و ص۴۳۳) اور آج یہ جو بڑے بڑے فرنگی محققین یہود دسیحی مستشرقین نے فرنگی بالوں میں سیر تاخبری لکھنے کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنے علم وتحقیق، دست مشرب وبے تعصبی کی دھاک بٹھا کر تمہید بڑے زور کی اُٹھاتے ہیں اور مسلوم یہی ہونے لگتا ہے کہ پیمبر عرب اور مصلح عالم کی لعنت اور مقتن اعظم اور تمثیل برتری کی منقبت میں دنیا کے دریا بہا دیں گے لیکن آگے چل کر نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ نعوذ باللہ انہیں کچھ حمل دماغ سا تھا۔ یا یہود ونصاریٰ کی کتابوں کے مضامین کہیں سے سُن سُنا کر چرا لیتے تھے وَمِنْ مَّلِّ بدا۔ توریت ہی ٹھیک اُسی قدیم یہودیانہ وجہل وتلبیس کا ایک جدید فرنگی نمونہ ہے اور بس۔

عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

ہمارے اوپر اتارا گیا ہے اور اس پر جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى

یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر اتارا گیا ہے اور اس پر جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور (دوسرے)

وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ

نبیوں کو دیا گیا اُن کے پروردگار کی طرف سے ۱۸۷ ہم ان میں باہم کوئی فرق نہیں کرتے ۱۸۸ اور

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ

ہم تو (اسی) اللہ کے فرمانبردار ہیں ۱۸۹ اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش

دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ

کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ

سے ہوگا ۱۹۰ اللہ کیسے ایسے لوگوں کو ہدایت دے گا جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد

اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ

کفر اختیار کر لیا اور (بعد اس کے کہ) شہادت دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں اور (بعد اس کے کہ) انکے

الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾

پاس کھلی ہوئی نشانیاں آچکی تھیں اور اللہ (ایسے) ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۱۹۱

اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ

ایسوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر اللہ کی اور

علیٰ اور الیٰ دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ الْاَسْبَاطِ۔ یعنی اولادِ یعقوبؑ میں سے جو پیمبر ہوئے ہیں۔ اس لفظ پر حاشیہ پارۂ اول میں گزر چکا۔ ان سب انبیاء کے اسمار گرامی پر بھی حاشیے گزر چکے۔ ۱۸۸ (ان کی صداقت کے لحاظ سے، کہ بعض کو ہم نہیں اور بعض کو جھٹلائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ مقہور اور مغضوب امتوں کا شیوہ ہے) ۱۸۹ مُسْلِمُوْنَ ایک طرف اُمتِ محمدیؐ کا اصطلاحی نام بھی ہے۔ اور دوسری طرف اس کے لغوی معنی فرمانبردار کے بھی۔ ۱۹۰ اَلْاِسْلَامُ سے یہاں کھلی ہوئی مراد اصطلاحی دینِ اسلام ہے۔ اور یہ لغوی معنی کے لحاظ سے تو کائنات کا ذرہ ذرہ مُسلم ہے۔ اعلموا ظاهر هذه الآية دليل على ان الاديان هو الاسلام (کبیر) اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وغیرہ متعدد آیتوں میں یہ مضمون صاف صاف بیان ہو چکا ہے کہ سچا اور مقبول دین صرف یہی دین ہے جس کی کتاب قرآن ہے۔ اور جس کے لانے والے اور سکھانے والے محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ اس ایک دین کے علاوہ اور جتنے بھی دین و مذہب چلے ہوئے ہیں سب کی مثال کھوٹے اور جعلی سکوں کی سی ہے کہ کہنے کو سکے وہ بھی ہیں۔ لیکن جب چل نہ سکے تو ان کا سکہ ہونا نہ ہونا برابر۔ یہ آیت اس حقیقت کو اور زیادہ مؤکد و آشکار کر رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں مذاہب کو بھی اس دین حق کی طرح سچا سمجھنا، ہر دین و مذہب کو نجات کے لئے کافی سمجھنا، سب مذہبوں کو طلاً طلاکراں کا ایک ملغوبہ تیار کرنا، یا یہ کہنا کہ وہ بے رحم، کھسوٹ کلیسا سب یکساں ہیں، ضلالت و بے دینی کی انتہائی شکلیں ہیں۔ اکبر، دارا شکوہ، وغیرہ ناکام کوششوں کیلئے بجا طور پر بدنام ہو چکے ہیں۔ اور بڑے قلق کا مقام ہے کہ ہمارے زمانہ میں بھی بعض اہل قلم ایسی ہی نامراد کوششیں کر چکے ہیں۔ ۱۹۱ اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی ایسے بے انصافوں کو جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ اتنے دلیر ہیں۔ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ یعنی دینِ حق سے مرتد ہو گئے۔ اَلْبَيِّنٰتُ کھلی ہوئی نشانیاں، رسولِ اسلام اور دینِ اسلام کی صداقت کی۔ دلائل، معجزات، سب ان بیّنات کے تحت میں داخل ہیں۔

وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

اور پیغمبروں کو پروردگار قرار دے۔ کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دینگا بعد اس کے کہ تم اسلام لا چکے ہو؟

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ

اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو میں تمہیں کتاب و حکمت (کی قسم)

حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

سے دوں پھر تمہارے پاس کوئی رسول اس (چیز) کی تصدیق کرنے والا آئے جو تمہارے پاس ہے

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ

تو تم ضرور اس رسول پر ایمان لانا اور ضرور اس کی نصرت کرنا۔ (پھر) فرمایا تم اقرار کرتے ہو اور

عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا

اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ وہ بولے ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا تو گواہ رہنا اور میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ۝ پھر جو کوئی اس کے بعد بھی

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ

سو یہی لوگ نافرمان ہیں ۝ سو کیا لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی (دین) کو

وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ

تلاش کرتے ہیں؟ حالانکہ اس کے فرمانبردار ہیں جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں (خواہ) خوشی سے (اسلام لائے)

كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

اور (خواہ) ناخوشی سے اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائینگے ۝ آپ کہہ دیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر

منزل

کبیا ایرستی و ملائکہ پرستی صاف کفر کے حکم میں داخل ہے۔ آیت سے سبق اُن مسلمانوں کو بھی لیا جائیے جو اپنے شیوخ و اکابر کی خواہ وہ زندہ ہوں یا گزر چکے ہوں، تعلیم و عقیدت میں غلو کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ جملہ کا سوالیہ انداز اظہار حیرت و انکار کے لئے ہے۔ جیسے اُردو میں کہتے ہیں کہ کہیں ایسا ہو سکتا ہے؟ علیٰ طریق الانکار والتعجب (قرطبی) ۱۸۳ (یہ ایمان دل و جان سے ہو اور نصرت دست و زبان سے) اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ یعنی ارواح انبیاء سے عہد لیا۔ عالم ارواح میں اس پختگی و دنیا کے دعوے سے قبل۔ یہاں یہ واضح رہے کہ جو احکام انبیاء کو ملے، ان میں ان کی اُمتیں مدرجہ اولیٰ شامل ہیں۔ مِنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ - کتاب سے مراد کتاب آسمانی ہونا ظاہر ہے۔ حکمت سے مراد معرفت الٰہی بھی ہو سکتی ہے اور نبوت بھی۔ مُصَدِّقٌ - تصدیق ہونے سے بھی بڑھ کر یہ حالت ہے کہ وہ بعد کے آنے والا رسول خود ان پچھلی تعلیمات و ہدایات کا مصداق بھی ہو۔ تَنْوِيْعٌ ۴ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ - عارف صوفیہ نے کہا ہے کہ شیوخ پر لازم ہے کہ ان کا جو معاصر علم و عمل میں اُن سے فوق ہو ملکان کا مساوی ہو اس سے دُعا کرانے میں عار نہ کریں۔ ءَاَقْرَرْتُمْ - اگرچہ کرہ ہے لیکن اشارہ ایک فرد معین کی جانب کر رہا ہے۔ اور یہ اسلوب قرآن میں عام ہے۔ الرسول هنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و قول علی و ابن عباس و اللفظ لهما كان ركزة فالاشارة الى معين (قرطبی) ۱۸۴ انبیاء کی زبان سے اقرار یوں بھی اقرار صالح اور حلف مؤکد کے برابر ہیں۔ اللہ کی اس گواہی نے مؤکد کو مؤکد تر کر دیا۔ اِصْرِيْ - اصر کے لفظی معنی بوجھ کے ہیں۔ مراد عہد ہی سے الاصر و العهد الثقل صحتی العهد اصرا لانه يمسم و تشدید (قرطبی) ۱۸۵ فَمَنْ تَوَلّٰى - یعنی جو موسوں میں جو کوئی اس عہد سے اعراض کریگا جو انبیاء سے لیا گیا تھا تو اس کا انجام تو یہی ہے اسلئے لامحالہ اقرار اُمت مراد ہونگے حذا هو الاظهر والله اعلم (ع) ۱۸۶ (قیامت کے دن) سو دوڑتے رہنا اُس ہستی سے چاہیئے جو آج بھی اس قدر با اختیار ہے اور کل بھی سابقہ اسی سے پڑے گا۔ اور اسی کی عبادت میں لگے رہنا چاہیئے۔ يَبْغُوْنَ - یہ باطل کے تلاش کرنے والے عام اہل باطل ہیں۔ دِيْنِ اللّٰهِ یہاں صراحت کے ساتھ اسلام کے لئے دین اللہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہاں مراد ہے انقیاد تکوینی۔ یعنی اس کی مشیت سے باہر تو کوئی بھی نہیں جا سکتا۔ طَوْعًا یعنی اپنے ارادہ و اختیار سے۔ كَرْهًا یہ غیر ذوی العقول، حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ کی طرف ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ
حد تک اپنی محبوب چیزوں کو خرچ نہ کرو گے (کامل نیکی (کے مرتبہ) کو نہیں پہنچ سکو گے

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾
اور جو کچھ بھی کسی چیز سے خرچ کرتے رہتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے ۲۰۱

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا
ہر کھانا بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا بجز اس کے کہ

حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ
جو خود اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا قبل اس کے کہ

تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ
توریت اتری جائے ۲۰۲ تو آپ کہئے کہ توریت لاؤ اور اسے پڑھو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ
اگر تم سچے ہو ۲۰۳ سو جو شخص اللہ پر

الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾
اس کے بعد جھوٹ گھڑے تو پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں ۲۰۴

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ
آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ بات فرما دی ہے سو تم سیدھی راہ والے ابراہیم کے دین کی پیروی کرو ،

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ
اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ۲۰۵ سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے وضع

مزلف

من تنالوا (سیدی) قبل اعتراف علیہ الاطمار باحتمالہ فصل ذالک باذن من اللہ فھی تحریر سم اللہ ابتداء (کتاب) بعض عامل صوفیہ کا یہ سمجھنا کہ حیوانات یا بعض دوسری غذاؤں کے ترک کو قرب الٰہی میں کوئی دخل ہے تمام تر نادانی ہے۔ عاملوں کی مشقیں اور ریاضتیں بالکل دوسری چیزیں ہیں ورنہ جو غذائیں انسان کی روحانی ترقی میں مانع ہیں وہ خود ہی حرام کر دی گئی ہیں۔ کسی غذا کے حلال ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ اس راہ میں مانع نہیں۔ وفی ھذہ الایۃ دلالۃ علی بطلان قول المتصوفین من اکل الطیبات واللاطعمۃ اللذیذۃ توھما لان اللہ تعالیٰ قد نھی عن تحریمھا (حاص) قُلْ (یعنی ان یہود سے کہئے جو معترض ہو رہے ہیں) فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ۔ توریت میں تو آج تک یہ لکھا چلا آرہا ہے۔ "وہ سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے لئے ہیں میں نے ان سب کو نباتات کی مانند تمہیں دیا ہے" (پیدائش ۹: ۳) ۲۰۱ (اپنے حق میں) یعنی واضح اور صریح شہادتوں کے بعد بھی اپنے جھوٹ پر قائم رہیں اور یہ کہے جائیں کہ فلاں فلاں چیزیں خدا کی طرف سے حرام کی ہوئی ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ۔ یعنی اس واضح شہادت کے بعد۔ ای من بعد ما قرنتموھا بالحق (بیضاوی) وھذا ظھور الحق (طالبین) ۲۰۲ یعنی قرآن نے اس حق کو جو تورات میں تھا واضح کر دیا۔ اور تم نے جو جھوٹ اپنے ہی اکابر اور اپنے مقدس نوشتوں کی بات گڑھ رکھے تھے۔ اس کی قلعی کھول دی ۲۰۳ اِبْرٰهِيْمَ۔ ملۃ ابراھیم حنیفیۃ، سب پر حاشیہ پارۂ اوّل کے ختم کے قریب سورۂ بقرہ کے رکوع ۱۵ و ۱۶ میں گزر چکے۔ مَا اتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ۔ یعنی اُنہی ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جنہیں تم بھی اپنا مقتدیٰ و پیشوا مانتے ہو۔

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ
فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی لعنت ہوتی ہے ۱۹۱ وہ اس میں ہمیشہ ہمیش پڑے رہنے والے ہیں

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٨﴾
نہ اُن پر سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی ۱۹۲

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٨٩﴾
البتہ جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور (اپنے کو) درست کرلیں سو بے شک اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحم والا ہے ۱۹۳

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾
بے شک جن لوگوں نے بعد اپنے ایمان لانے کے کفر اختیار کیا پھر کفر میں بڑھتے رہے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی ۱۹۵ یہی لوگ تو گمراہ ہیں ۱۹۶

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾
بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ مرگئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے سو ان میں سے کسی سے ہرگز قبول کیا جائیگا زمین بھر (بھی) سونا اگر وہ اسے معاوضہ میں دینا چاہے ۱۹۷ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے عذاب دردناک ہے اور ان کے کوئی بھی مددگار نہ ہوں گے

ع ۱۱ ۱۷

مرل

ابھی اس مہلت عمر کے تقاضہ سے ان کی پچھلی خطاؤں کو بخش دے گا۔ وَحِفْظُہٗ سورہ ابھی اسی رحیمیت کے تقاضہ سے ان پر مزید فضل کرے گا۔ ۱۹۵ (دوسرے معاصی وسیئات سے) یعنی بڑے تو رہیں کفر و ارتداد میں اور چاہیں کہ انہیں ان کے دوسرے اعمال حسنہ کا صلہ مل جائے۔ سو بغیر ایمان و اعتقاد صحیح کے ان اعمال پر سرے سے "حسنہ" و "صالحہ" کا اطلاق ہی نہ ہو سکے گا جو ان پر اجر و صلہ کی توقع رکھی جائے ۱۹۶ یعنی گمراہ کامل، اشد درجہ کے گمراہ۔ ورنہ گمراہ تو سب ہی کافر ہوتے ہیں۔ ھذا محمول علی اشدھم الضالون علی سبیل الکمال (کبیر) ۱۹۷ (قیامت کے دن) یعنی بالفرض قیامت کے دن کافر مال کا مالک ہو اور اس کے دینے والے پر بھی قادر ہو۔ ذَهَبًا۔ ھف سے سونے کی مخصوص و متعین مقدار ہی مراد نہیں۔ بلکہ مراد کسی عزیز سے عزیز اور زیادہ سے زیادہ قیمتی شے کا دینا ہے۔ الذھب کنایۃ عن اعز الاشیاء (کبیر) دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ کوئی شخص آج چاہے کہ حالت کفر میں قائم رہ کر زمین کے برابر روپیہ کا ذخیرہ بھی خرچ کر دے اور اس کے معاوضہ میں قیامت میں نجات حاصل کرے تو ایسا ہرگز نہیں ہونے کا۔ ای من مات علی الکفر فلن یقبل منہ عذابا ولو کان قدر الارض ذھبا یفدیہ قربۃ (ابن کثیر)

إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ
اگر تم اُن لوگوں میں سے کسی گروہ کا کہا مان لوگے جنہیں کتاب دی جا چکی ہے تو وہ
يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كٰفِرِينَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَ
تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں کافر بنا چھوڑیں گے ۲۱۱ اور تم کس طرح کفر کر سکتے ہو درآنحالیکہ
أَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ءَايٰتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُۥ ۗ وَمَن
تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اسکے رسول موجود ہیں ۲۱۲ اور جو کوئی
يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِىَ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۰۱﴾
اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے وہ ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کیا جاتا ہے ۲۱۳
يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جو اس کے ڈرنے کا حق ہے ۲۱۴ اور خبردار تم
وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا
اس حال کے کہ تم مسلم ہو ۲۱۵ اور اللہ کی رسی سب مل کر مضبوط تھامے رہو
وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ
اور باہم اتفاق نہ کرو ۲۱۶ اور اللہ کا یہ انعام اپنے اوپر یاد رکھو کہ جب تم باہم دشمن
أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِۦٓ
تھے تو اُس نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی ۲۱۷ سو تم اُس کے انعام سے (آپس میں)
إِخْوَٰنًا ۚ وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم
بھائی بھائی بن گئے، اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اُس نے تمہیں

ع ۱۰ ۱۱

سے منکر تھے ہی اب اُن کی جُرأتیں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ طرح طرح کے مکر و فن سے دُوسروں کو بھی دینِ حق سے ہٹانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ مَنُوْعًا مُّعْتَدًا۔ یہُود مسلمانوں کے آپس میں طرح طرح کی مخفی فتنہ انگیزی اور مفسدہ پردازی کرتے رہتے تھے کہ اگر اور کچھ نہیں بن پڑتا تو یہی ہو کہ یہ آپس میں مرکٹ کے تباہ ہو جائیں، چنانچہ ایک مرتبہ ایک مجمع میں جہاں مدینہ کے دو نہایت مشہور اور جنگجو قبیلوں اوس اور خزرج کے مسلمان جمع تھے ایک یہُودی شماس بن قیس نے اُن کی عہد جاہلیت کی مشہور لڑائی جنگ بعاث کے پُرجوش جنگنامہ کے اشعار پڑھوا دیئے۔ دلوں میں گزشتہ عداوتوں کی یاد تازہ ہو گئی اور فریقین قدرۃً بھڑک اُٹھے اور عین موقع پر رسول اللہ صلعم خود تشریف لے آئے تو خانہ جنگی شروع ہی ہو چکی ہوتی۔ مَنُوْعًا میں صیرُورت غائب سبیل کی طرف ہے۔ الهادی سعوبها عائدہ الی السبیل (کبیر) وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ یعنی تمہارا ضمیر خود گواہی دے رہا ہے کہ اسلام دینِ حق ہے ۲۱۲ (عقیدۃً بھی عملاً بھی۔ تریہ عملی ارتداد بھی کیا کم ہے) اِنْ تُطِيْعُوْا۔ یعنی اگر اپنے عقائد و اعمال میں ان لوگوں سے متاثر ہونے لگو گے۔ فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ۔ یہ نام کے تو اہلِ کتاب ہیں لیکن تھے ہُوئے ہیں عداوتِ اسلام میں ۲۱۳ مطلب یہ ہے کہ تمہارے لئے دینِ حق سے ارتداد کی گنجائش ہی کب ہے جبکہ تم میں قرآن اور سُنّتِ رسول موجود و محفوظ ہے؟ ذالك لان ولادته آيات الله عليهم حادث بعد حال مع كون الرسول فيهم الذى يتلو عليهم كل ساعة ويعلمهم كل ما لم يكن يعلم من وحى وغيره فى الكثير (کبیر) كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ۔ میں کفر سے مُراد اعمالِ کفر کی طرف بازگشت ہے اور کیف اظہارِ تعجب کے لئے ہے، قاله تعالىٰ على جهة التعجب (قرطبی) هيل المراد بكفرهم وعاصم اعمال الكفرة (روح) اٰيٰتُ اللّٰهِ۔ یعنی قرآن کی آیتیں اور قرآن درمیان موجود و محفوظ ہے۔ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ۔ یعنی سرِدست تو وہ بنفسِ نفیس تشریف فرما ہیں ہر شُبہ مٹا سکتے اور راہ بتا سکتے ہیں باقی ان کے بعد ان کے سُنن و آثار یہی کام دیں گے۔ قيل الخطاب بجميع الامة لان آثاره وسنته فيهم دون لم يشاهده (کبیر) ۲۱۴ یہ صراطِ مستقیم یا سیدھی راہ دُنیا میں فلاح کامل کی ہے اور آخرت میں جنت کی۔ فَقَدْ هُدِيَ۔ یعنی اللہ سے تمسک کرتے ہی یہ راہ راست ضرور ہی مرتب ہو کر رہے گی۔ ۲۱۵ (ہماری طاقت اور استطاعت کے لحاظ سے) ورنہ حق تعالیٰ سے اُس کے مرتبہ کے لائق خشیت بھلا کون بشر اختیار کر سکتا ہے۔ والمعنى حق تقاته ما استطاعه (قرطبی) ۲۱۶ یعنی جیو تو قانونِ تقویٰ الٰہی کے ماتحت اور مرو تو قانونِ اسلام کے مطیع۔ زندگی اور موت دونوں کی سرحدوں سے مسلمان کو اللہ کے تابع فرمان ہو کر ہی گزرنا ہے ۲۱۷ اس تعلیم کے ایک عملی پہلو کا اعتراف ایک غیر مسلم کی زبان سے۔ "اسلام نے اُن قبیلوں کو متحد کر دیا جو اس وقت تک برابر ایک دُوسرے سے مصروفِ پیکار رہتے تھے" آرنلڈ کی پریچنگ آف اسلام ص۱۰۲) حَبْلِ اللّٰهِ محاورۂ عرفی میں حبل سے مُراد عہد بھی ہوتا ہے اور مطلقاً ہر وہ شے جو ذریعہ یا وسیلہ کا کام دے سکے۔ يستعار الحبل للعهد (روح) واستعير الوصل وكل ما يتوصل به الى شىء (راغب) یہاں مُراد شریعتِ اسلامی یا قرآن ہے۔ متعدد قول نقل ہُوئے ہیں اور وہ سب متقارب ہیں۔ قال ابن مسعود حبل الله القرآن وروى عنه وابو سعيد الخدرى عن النبى صلعم وعن مجاهد وعامة مثل ذالك (قرطبی) العهد او القرآن او الدين او الطاعة او اخلاص التوبة او الجماعة او اخلاص التوحيد او الاسلام اقوال السلف يقرب بعضها من بعض (کبیر) تَحْقِيْقًا یعنی اُمّت مجموعاً بھی اور افراداً اُمّت بھی ۲۱۸ (اور سب کو رشتۂ اسلام میں متحد منسلک کر دیا) نِعْمَتَهٗ اللّٰهِ۔ اس انعام کے تحت میں علاوہ فلاحِ اُخروی کے اتحادِ قومی کی فلاحِ دُنیوی بھی شامل ہے۔ اتحاد اُمّت بجائے خود ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً۔ ظہورِ اسلام سے قبل یعنی زمانۂ جاہلیت مکہ۔ عرب قبائل کی باہمی دشمنی اور جنگجوئی ضرب المثل کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ بات بات میں بگڑ جاتی تھی جو لڑائیاں تاریخی روایات میں محفوظ رہ گئی ہیں اُن کی تعداد ۱۰۰ ہوتی ہے۔

لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾
کیا گیا لوگوں کے لئے وہ جو مکہ میں ہے (مستحق) برکت والا اور سارے جہان کیلئے راہنما ہونے کی

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ
اس میں کھلے کھلے نشان ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے (جو) شخص اور جو کوئی اس میں داخل ہو

كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ
جاتا ہے وہ امن میں ہو جاتا ہے اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کیلئے اس مکان کا (یعنی) اس شخص کے

اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ
ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو شخص اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہان

غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
سے بے نیاز ہے آپ کہئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں

تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾
اللہ کی نشانیوں سے کفر کرتے ہو، اور اللہ تمہارے کرتوتوں کا گواہ ہے

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ
آپ کہئے کہ اے اہل کتاب جو ایمان لا چکا اسے تم کیوں اللہ کی راہ سے ہٹا رہے

اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ
ہو اس (راہ) میں کمی نکال نکال کر درآنحالیکہ تم (خود) گواہ ہو

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا
اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں اے ایمان والو

۲۰۴ (دنیا میں بطور عبادت گاہ کے) مراد خانہ کعبہ ہے جس کی اولین تعمیر حضرت آدمؑ نے کی تھی اور اس کے منہدم ہو جانے کے بعد از سر نو حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ نے۔ وُضِعَ لِلنَّاسِ یعنی لوگوں کی طاعت و عبادت کے لئے بنا۔ ای وضعه الله موضعًا للطاعات والعبادات (کبیر) ای لعموم الناس لعبادتهم وتسکعهم یاتونه ویصلون به ویعکفون عنده (ابن کثیر) وضع للناس یعبد الله فیه (عالم) اَوَّلَ بَیْتٍ۔ حدیث نبوی اور اقوال تابعین سب میں اس اولیت اور اقدمیت کی تشریح ملتی ہے۔ ثبت فی صحیح مسلم عن ابی ذر قال سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم ای مسجد وضع فی الارض قال المسجد الحرام (قرطبی) قال عاهد خلق الله موضعه للبیت قبل ان یخلق شیئا من الارض بالفی سنة (قرطبی) ۲۰۵ (بطور قبلہ کے) کعبہ کو سب سے پہلا معبد بتا کر یہود کو یہ بھی جتلا دیا گیا کہ کعبہ توحید المقدس سے بھی قدیم تر ہے۔ بَكَّةَ۔ کہتے ہیں کاف و باء میں ایک قاعدہ ہے جس سے حرف مراد اور حرف ب میں اکثر تبادلہ ہوتا ہے مثلاً لازمہ اور لادب میں یا واتھ اور داتب میں یا عمیط اور تعبیط میں۔ اسی قاعدہ کا عمل یہاں بھی ہوا۔ ھی علم لسلد الحرام ومکة وبکة لسان فیه (کتاب) بکة لغة فی مکة عند الاکثرین (رمح) قال مجاهد بکة هی مکة (قرطبی) من اسماء مکة علی المشهور (ابن کثیر) ایک قول یہ بھی ہے کہ بکہ نام ہے کل شہر کا اور بکہ کا اطلاق ہے مسجد حرام اور مطاف پر بَكَّةَ۔ هو موضع المسجد اذا عاش، بکة موضع الطیب و مکة ما سوی ذلك (ابن حمید عن ابی مالک) بکة موضع البیت ومکة سائر البلد عن مالك (ابن انس (قرطبی) قال ابو مالك وابو صالح وابراهیم النخعی وعطیة العوفی ومقاتل بن حیان بکة موضع البیت ما سوی ذلك مکة (ابن کثیر) مائل میں بھی ایک جگہ کو وادی مکہ کا تعریفات کے ماورد پر گیا ہے "وہ بکہ کی وادی میں گرد کرتے ہوئے اسے ایک کنواں ناتے" (زلور۔ ۸۴: ۶) مائل کے قدیم مترجمین نے اپنی تحریف کی عادت مستمرہ کے مطابق ترجمہ میں اسے بجائے عَلَم کے اسم نکرہ قرار دے کر اس کا ترجمہ روئے کی وادی کر ڈالا صدیوں کے بعد اب غلطی کا احساس ہوا اور اب جو مترجم انسائیکلوپیڈیا میں اقرار ہے کہ یہ ایک مخصوص بے آب وادی کا نام ہے (جلد ۲ ص ۲۱۵) اللہ ان کو اتنا سمجھ کی توفیق اور دے دے کہ یہی "بے آب وادی" مکہ معظمہ ہے مُبٰرَكًا۔ یہ وہ مقام ہے جس میں مادی اور روحانی دونوں ادیان کی برکتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ لِلَّذِیْ میں لام تاکید کا ہے۔ واللام مؤکدة (قرطبی) مکہ کی قداست پر دلیل ناخواستہ یہودی مؤرخین کو بھی اب شہادت دینی پڑی (ملاحظہ ہو حواشی تفسیر انگریزی) ۲۰۶ تقدیر کلام یوں ہے۔ منها مَقَامُ اِبْرٰهِیْمَ والتقدیر ومنها معالم اسراهیم قال الاخفش (قرطبی) هیئہ یعنی اسی اول بیت میں اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ کھلے ہوئے توحید الٰہی کے شعائر یا حج کے شعائر۔ والمراد بالآیات شعائر الحج (کبیر) مَقَامُ اِبْرٰهِیْمَ یہ حاشیہ پارۂ اول کے آخر یعنی سورۂ بقرہ کے رکوع ۱۶ میں گزر چکا۔ بَیْت سے یہاں مراد خانہ کعبہ ہیں مگر سارا حرم شریف ہے۔ مقام ابراہیم کے نام سے جو پتھر رکھا ہوا ہے وہ حاشیہ کعبہ کے اندر ہیں باہر ہی ہے۔ المراد بالبیت هنا الحرم کله لان هذه الآیات موجودة فی الحرم ومعالم ابراهیم لیس فی البیت انما هی حجارة البیت۔ (حماس) ۲۰۷ (مترجمین الٰہی کی نظر میں) اٰمِنًا یہ حاشیہ پارۂ اول کے آخر یعنی سورۂ بقرہ کے رکوع ۱۶ میں گزر چکا ۲۰۸ (سہولت سفر اور راہ وغیرہ) اِسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔ استطاعت سبیل سے مراد وہاں تک پہنچ جانے کے وسائل و اسباب ہیں۔ استطاعة السبیل الیه هی امکان الوصول الیه (حماس) استطاعة السبیل الی الشیء عبارة عن امکان الوصول الیه (کبیر) حِجُّ الْبَیْتِ۔ حج اور فرضیت حج پر حواشی حج پارۂ دوم کے وسط میں گزر چکے۔ عَلَى النَّاسِ میں علیٰ شدت تاکید کے لئے ہے۔ هی ما وکد العامل الوجوب عند العرب فاذا قال العرب لعادن علیّ کذا فعلیّ وعلیّ واجب (قرطبی) ۲۰۹ (سوء عیاء بحث اپنا نقصان آپ کریگا۔ اللہ تعالیٰ کو کیا نقصان پہنچا سکے گا) اللہ تعالیٰ کی صفت غنا کا اثبات ان کفر و ریا کے رد میں ہے۔ جس کے دیوی دیوتاؤں کا وجود اس ہی کے دم سے قائم ہے۔ اور وہ دیوتا اپنے کھانے پینے تک کیلئے اپنے پجاریوں کے محتاج رہتے ہیں ۲۱۰ (اور اس حاضر و ناظر۔ ہمہ بین۔ ہمہ داں حاکم کے آگے کوئی حیلہ۔ بہانہ چل سکے گا) اَهْلَ الْكِتٰبِ سے اشارہ خاص طور پر یہود کی جانب ہے جو مسلمانوں کو طرح طرح پر بہکاتے رہتے تھے۔ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ۔ آیات اللہ سے مراد خاص طور پر نبوت محمدی کے شواہد و دلائل ہیں۔ اور کفر سے مراد نبوت محمدی سے انکار ہے۔ المراد من آیات الله الآیات التی نصها الله تعالیٰ علی نبوة محمد علیه الصلوٰة والسلام والمراد بکفرهم جحودهم بدلالتها علی نبوته صلی الله علیه وسلم (کبیر) مشرکوں کو بار بار یہ جتلانے اور یاد دلانے کی ضرورت تھی کہ اللہ صرف موجود ہی نہیں بلکہ زندہ و ناظر بھی ہے۔ مشرکوں کے دیوتاؤں کی طرح بے خبر۔ ناظر العلم اور گم شدہ نہیں ۲۱۱ (سو اس کی گرفت اور عذاب سے اپنے کو باہر سمجھو) تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ یہود خود تو اسلام

۲۲۴ (اس لئے اس کے فیصلے ہمیشہ عادلانہ اور حکیمانہ ہوتے ہیں) اسلام کا خدا تمام تر رحیم ہے۔ عادل ہے۔ تحقیق ہے۔ مشرک قوموں کے دیوی دیوتاؤں کی طرح ظالم و خونخوار نہیں ہے۔ قرآن مجید کو بار بار خدا و ند تعالیٰ کی تنزیہ کا اثبات ان صفات ذمیمہ سے کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اور تورات و توریت تک کے حدا میں صفات قہری کہیں زیادہ زور و قوت کے ساتھ جلوہ گر نظر آرہے ہیں۔ بالتحقیق۔ یعنی بالکل صحیح۔ جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ای بالصدق (قرطبی) ۲۲۵ (اور کوئی دیوی دیوتا نہ اس مرحیت امور میں اس کا شریک و سہیم ہے آسمان و زمین کے کسی جزو کی ملک و متصرف ہیں) حالانکہ دوسرے مقامات میں تاکید اس امر کی ہے کہ آخری مصلحہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ناطق ہوگا، کسی کو بھی اس میں دخل دینے کی مجال نہیں ۲۲۶ یعنی تم تو اس لئے بنائے گئے ہو کہ لوگ تمہارے نقش قدم پر چلیں۔ تم ساری دنیا کے لئے ایک نمونہ۔ بنا کر بھیجے گئے ہو۔ طالب اُمتِ محمدی اور ملتِ اسلامی سے ہے۔ کُنْتُمْ۔ کان یہاں یا تو زائد ہے یا تامہ استعمال ہوا ہے اور اگر ناقصہ ہے جب بھی مراد دوام نسبت ہے۔ قیل ھو کان التامۃ المعنی حلقتم وجدتم حیا تامۃ وقیل کان رائدۃ المعنی انتم خیر امۃ (قرطبی) لایراد ھٰھنا الدلالۃ علی معنی الزائد وانقطاع النسبۃ بل المراد دوام النسبۃ (کبیر) ۲۲۷ (یعنی اپنے راہبوں کا حق ہے ایمان باللہ کا) آیت کے اس جزو میں اُمتِ اسلامی کی اعتقادی، اخلاقی اور عملی زندگی کے کامل و مکمل ہونے کا پورا فوٹو آگیا۔ مطلب یہ ہوا کہ اے مسلمانو! تم اپنی ذمہ داری پوری طرح محسوس کرو تم توحید کے امامت دار ہو، روئے زمین پر اللہ کے نائب و خلیفہ ہو۔ تمہارا کام یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے بھیجے ہوئے قانون کے نفاذ و تحفظ کے لئے، دنیا کے نظام عدل کو برقرار رکھنے کیلئے بھیجے گئے ہو۔ تمہاری زندگی کا مقصد ہی یہ ہے کہ حکومت الٰہیہ کو چلاؤ، نظام حق کے ایک ایک پرزہ کو درست رکھو اور نظام باطل کا روڑا چلنے ہی نہ دو۔ ظلم مٹانا اگر اس زمانہ میں دار و قتال (اگر کیا) جماعت کو عدال و قتال کی آزادی۔ ملتی! ملا احانت جہاد، بلا اجازت احزاب و تعزیرات اس قوم پر دنیا و ایماں ڈال دینے کے معنی یہ ہوئے کہ ہاتھ پیر باندھ کر حکم دشمن میں پھینکنے کا رواج ہے۔ کیا تماشہ ہے کہ انگریز ہندوستان میں ستی کی رسم کو جرم قرار دیدیں تو وہ ملک کے محسن۔ ہندوؤں میں بچپن کی شادیوں کے دستور کو روک دیں تو ان کا شکریہ واجب۔ لیکن اللہ کے سپاہی اور مالک الملک کے پیارے اگر حق حاصل کرنا چاہیں کہ قانونِ الٰہی سے بغاوت کرنے والوں اور امن عالم کو غارت کرنے والوں کی دار و گیر کریں تو "روشن خیالی" کے حسین تخیل پر شکن آجائے اور تہذیب مکابر و پیگنڈسٹ اسے روا داری کے خلاف قرار دیدے گے۔ تَہْوِیْ حَیِّ الْمُنْتَدِیْ۔ مکو کے تحت میں آج کے تراب خاء اور تصغیر، سیما اور کسرٹ ہال، پاکھر اور میوزیکل کالج، اسکول آف آرٹ اور تصویر خانے سب آجاتے ہیں، آیت سے ظاہر ہے کہ اس اُمت کی حسبیت و



معراں

افضلیت اسی وقت تک ہے جب تک وہ ان صفات کی حامل ہے یعنی ایمان باللہ میں مضبوط ہے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی دینی و ملی دونوں قسم کی اخلاقی خوبیوں) پر قائم ہو ۲۲۸ (حالاً کبھی اور مقالاً بھی۔ فی العمر بھی اور۔ لحاظ احکام کا بھی) یہ ایمان لے آنا ان اہل کتاب کا عرض ہی تھا اور عملی حال مسلمانوں کی دیکھ بھی رہے تھے ۲۲۹ فاسقون یہاں کافر کے معنی میں ہے۔ یعنی مضمون سے باہر نکل جانے والے۔ کامل فی فسقہ متمرد فی کفرہ (کبیر) عدیر عن الکفر بالفسق (روح) ای الکافرون (معالم) الصلابۃ الکفر العتو العصیان (کبیر) ۲۳۰ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ۔ اس گروہ میں عبداللہ بن سلام یہودی کی طرح دوسرے اہل کتاب بھی داخل ہیں جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ ہی میں ایمان لے آئے تھے ۲۳۰ اشارہ ہے یہود کی طرف۔ جن کا خاص مدینہ اور حوالی مدینہ میں بڑا زور و غلبہ تھا۔ آپ نے وقوع سے بہت قبل پیشگوئی کر دی کہ یہود اپنے بڑے بڑے مضبوط قلعوں کے باوجود، بڑے بڑے حزانوں کے مالک ہونے کے باوجود مسلمان کو ہرگز کوئی قابل ذکر نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اَذًى ضرر کے مقابلہ میں بہت ہلکی اور چھوٹی چیز ہے۔ ای ضررًا یسیرًا کَطَعْنٍ وَتَھْدِیْد (بیضاوی) (الاذی بمعنی الضرر الیسیر (روح) ۲۳۱ یعنی اگر وہ اتنی ہمت کر ہی جائیں کہ تم سے مقابلہ و مقاتلہ کر آئیں تو ہرگز غلبہ۔ پا سکیں گے بلکہ اُلٹی شکست کھا کر بھاگیں گے۔ یہ ایک پیشگوئی تھی۔ محومہ سے کئی پیشگوئیوں کا۔ اور سب کی سب ظاہری قرائن و قیاسات کے خلاف پوری طرح پیشگوئیاں صحیح نکلیں۔ نو قریظہ۔ نو نضیر۔ نو تیقاع۔ یہود خیبر سب کے باب میں اس جزم کے ساتھ بجز خدائے علیم و بصیر کے اور کون جرأت بھی ایسی پیشگوئیوں کی کر سکتا تھا ۲۳۲ ایک اور پیشگوئی۔ وضاحت کے ساتھ بھی بتا دیا گیا کہ خود مطہر و مصور رہنا الگ رہا، عرب کے حق مشرک قبیلوں کی حمایت کا مژدہ ان یہود کو ہے، ان میں سے کوئی ان کی مدد کو بھی تو نہ آئے گا اور نہ مدینہ کے منافقین ہی ان کے کام آسکیں گے۔

مِنْهُ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
اس سے بچایا ۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام کھول کر سناتا رہتا ہے تاکہ تم
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ
راہ یاب رہو اور ضرور ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہمیشہ رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ
اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور بدی سے روکا کرے
وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا
پورے کامیاب یہی تو ہیں اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جو جدا جدا ہوئے
وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ
بعد اس کے کہ انہیں کھلے کھلے احکام پہنچ چکے تھے باہم تفرقہ کرلی اور مختلف ہو گئے ایسوں کے لئے
لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ
اسی کو تو ہوتا ہے اس روز کہ بعض چہرے سفید ہونگے اور بعض
وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ
چہرے سیاہ ہونگے ، پھر جن کے چہرے سیاہ ہو گئے اُن سے کہا جائے گا کہ کیا تم ہی کافر
بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾
ہو گئے تھے اپنے ایمان کے بعد سو عذاب چکھو اپنے کفر کی پاداش میں
وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ
اور جن کے چہرے سفید ہونگے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے

منزل

۲۱۹ (دینِ اسلام اور شریعتِ اسلامی مرحمت کرکے) دُنیا میں یوں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا اسلام کا محرّہ ہی تھا۔ اس کا اعتراف آج فرنگی محققین بھی کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۔ جس طرح عرب قبل اسلام کی عداوت عصر بالنّسل تک پہنچی ہوئی تھی اسی طرح بعد اسلام عرب کی آپس کی محبت بے نظیر رہا۔ جہاں کئی کئی گاؤں کا اور مدنی مدنی کا دشمن تھا۔ وہاں اسلام نے مکہ کے مہاجرین اور مدینہ کے انصار کو ایسا سمیر و شکر کر دیا کہ دونوں واقعی آپس میں بھائی بھائی معلوم ہونے لگے بڑا نیکا اور گھریلو دونوں کے صفحات میں اس کا اعتراف موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ خَلْقًا جَدِيْدًا (قُدْرَةٌ) التَّآلِيْف۔ وکررمائۂ قبل اسلام کا ہے کہ اس وقت حقائق و اعمالِ متبرکات کی ستایر اہلِ عرب دوزخ کے کنارہ تک پہنچ ہی چکے تھے ۲۲۰ کسی درجہ میں اور ایک جھوٹے پیمانہ پر تو یہ فرض ہر فرد اُمّت کا ہے۔ لیکن یہاں مقصود یہ ہے کہ ایک مستقل جماعت خاص اسی کام کے لئے ہو۔ اس کا کام ہی یہی ہو کہ خلق کو دعوتِ خیر دے۔ معروف (اچھے کاموں) کی طرف بُلائے منکر (بُرے کاموں) سے روکے۔ اُمَّةٌ۔ یہ بھی کمال رحمت الٰہی ہے کہ اس فریضہ پر ایک مخصوص جماعت ہی کو مامور کیا گیا، ورنہ اس فریضہ کی ادائی کے لئے جن اوصاف اور شرائط کی ضرورت ہے کیا عجب کہ بہتوں کو وہ صحت و شرائط مسلم ہوتے ۲۲۱ (توحید، رسالت، وحی، جزا و سزا وغیرہ اُصولی و بنیادی عقائد کے باب میں) كَالَّذِيْنَ مراد سابق اہلِ کتاب۔ یہود و نصاریٰ ہیں۔ یعنی الیھود والنصاریٰ فی قول جمھور المفسرین (قرطبی) تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا۔ یعنی از راہِ نفسانیت و شرارت و حدت دینی کو پارہ پارہ کر دیا اور اپنے الگ الگ مذہب گڑھ لئے۔ مسائلِ جزئیاتِ احکام میں اختلاف جو اخلاصِ نیت کے ساتھ اجتہاد کی بنا پر ہو، وہ اسلام میں ہرگز ممنوع نہیں، بلکہ وہ تو اُمّت کے حق میں رحمت ہے، اختلاف مذاق و طبیعت کی بنا پر کسی کو کسی مسلک میں آسانی معلوم ہوتی ہے اور کسی کو کسی میں۔ الغرض اس کے تحت میں احکام، دلائل، معجزات سب آگئے ۲۲۲ یہ خطاب اہلِ دورخ سے تو بہرحال ہوگا، گفتگو اس میں ہوتی ہے کہ ان سب سے ہو گا یا اُن کے صرف بعض گروہوں سے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب منافقین سے ہوگا اور ایمان سے یہاں مراد اظہارِ ایمان ہے۔ هم المنافقون (ابن جریر عن الحسن) ایک قول یہ ہے کہ مخاطب اہلِ کتاب ہیں اور تہدید ان پر قائم کی جائے گی کہ تمہاری کتابوں میں نبی آخر الزماںؐ کا ذکر تو یوں ہی موجود اور صریح تھا تم نے کفر کر دیا کہ دوسروں کو بھی بھٹکانے لگے۔ المراد اھل الکتاب (کبیر عن بکر الاصم والزجاج) بعض اہل نظر نے ترجیح اسی قول کو دی ہے۔ والظاھر من السیاق والسباق ان ھذا خطاب لاھل الکتاب (روح) ابن جریر نے بعض تالیں سے استناد کر کے یہ شق اختیار کی ہے کہ خطاب سارے کافروں کے لئے عام ہے اور جس ایمان کا یہاں ذکر ہے وہ اظہارِ ایمان عالمِ ارواح میں عہدِ الست کے وقت کا ہے۔ هو الایمان الذی کان قبل الاضلاف فی زمان آدم (ابن جریر عن اُبی بن کعب عن بدالله حمیر اھل الکتاب (ابن جریر) تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ۔ یوم حشر تو کتبِ حقائق کا وقت ہوگا، ضرور ہے کہ اہلِ حق کے چہرے اس دن انوارِ حق سے چمکتے جگمگاتے نظر آئیں۔ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ۔ کتبِ ضلالت کے وقت یہ بالکل عدتی ہے کہ ادھر کی سیاہیاں اور باطل کی کدورتیں مل جل کر اہلِ باطل کے چہروں پر چھا جائیں۔ عربی محاورہ میں ابیضاص وجہہ اور اسوداد وجہہ سے مراد محض مسرت، غم بھی ہو سکتی ہے ۲۲۳ اور اسی محل رضا و محل رحمت کا نام جنت ہے۔ جنت کی ایک ایک نعمت کو قرآن مجید نے محل ترغیب میں ذکر کیا ہے۔ وہ رضائے الٰہی سے الگ کوئی چیز نہیں، جیسا کہ اہلِ صومعہ اور گستاخ تاعروں کے کلام سے مترشح ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ﴿۷۶﴾ بیشک جن لوگوں نے کفر (اختیار) کیا

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ

ہرگز ان کے دراصلی کام اللہ کے معاملہ میں یہ اُن کے مال آئیں گے نہ اُن کی اولاد

اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

سی لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ پڑے

خٰلِدُوْنَ ﴿۷۷﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ

رہیں گے ﴿۷۷﴾ یہ جو کچھ اس دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا

اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے ایک ہوا ہے جس میں سخت سردی ہے (اور) وہ ایسے لوگوں

اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ

کی کھیتی کو (جا) کہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ پھر وہ (ہوا) اس کھیتی کو برباد کر دیتی ہے تو

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا

اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ﴿۱۱۷﴾ اے ایمان والو اپنے سوا کسی کو (اپنا) راز دار دوست

بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا

نہ بناؤ ﴿۱۱۸﴾ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھتے اور تمہارے دکھ میں

عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا

ہی (رہنے) کو چاہتے ہیں۔ بغض تو اُن کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جو کچھ

معارف

مال کو بطور کفارہ یا تاوان دیتے کر کے سخاب حاصل کرنی جاتی۔ یہود کے جو غلط سلط عقیدے اس باب میں ہو چکے تھے۔ ان کا دکر زیادۃ اوّل کے حاشیوں میں آچکا ہے۔ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۔ بہبودوں اور جیبوں میں۔ گو ہی حاص طور پر بڑھی ہوئی ہے۔ اولاد نرینہ کی اہمیت اس قدر فطری ہوئی ہے کہ لڑکا ہی مرے ہوئے باپ کو یاں دے دے کر عذاب سے چھڑاتا ہے۔ سوحی کا یہ قول کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ بیٹے کو سسکرت میں "پتر" کہتے ہیں اس لئے ہیں کہ وہ باپ کو "پت" (دوزخ) سے چھڑا لاتا ہے ﴿۲۴۰﴾ آساں اور عام فہم مثال میں اُن لوگوں کے مال کے ضائع جانے کو بیان کیا ہے جو ایمان سے محرومی کی حالت میں اس دنیا کے حصول کے لئے۔ دریا دلی کے لئے اپنی دولت خرچ کرتے رہتے ہیں۔ كَمَثَلِ مِثال ضائع جانے اور غصب ہونے میں ہے۔ صِرٌّ۔ سخت ٹھنڈی چیز کو کہتے ہیں جیسے یالا مارو۔ قال ابن عباس الصر الريح الشديد (طبری) قال ابو العالية الصر الريح الشديد۔ قال ابن زيد (كبير) ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ۔ اپنے ہاتھوں اپنی جاں پر ظلم کیا یعنی کھیتی کو ملک جانے حسوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہے۔ پھر وہ (ہوا) اس کھیتی کو برباد کر دے تو اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اے ایمان والو اپنے سوا کسی کو ہمراز دوست نہ بناؤ ﴿۱۱۸﴾ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھتے اور تمہارے دکھ میں ہی (رہنے) کو چاہتے ہیں۔ بغض تو اُن کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جو کچھ

حاص حد سے آگے بڑھانے کی احازت کسی کو نہیں کہ ما اسلامی اسٹیٹ کی رعایا کو ہمیں کہ اس سے عزد اور ملت دونوں کو ضرر کے اندیشہ اور خطرے لگے ہوئے ہیں اور اس صریحی بعمول، مساسب اور ضروری احتیاط کا نام بعض عمل کے دشمنوں نے "تنگ نظری" رکھا ہے ——— سبحان اللہ! اعراض و ما اعیاط کا نام تو فکر کے ساتھ اصول حفظ صحت رکھا جائے اور حواستظام کھر و طمان یعنی دیاد آحرت دونوں کی بربادی سے بچنے کے لئے کیا جائے اس کا نام تنگ نظری پڑ جائے۔ بعمل تو کسی کی بھی کوئی حد ہوتی چاہیئے۔ مما مدہ لکم مما تحارے عموماً آپ سے استماط کیا ہے کہ دشمن کی شہادت جس کے حق میں معتبر نہیں، لیکن امام الوصیفہ رحمہ کے مذہب میں حائز ہے۔ وفی هذه الآية دليل على ان شهادة العدو على عدوه لا تجوز وبذلك قال اهل المدينة والحجاز وروى عن ابى حنيفه جوازه (قرطبی) افسوس ہے کہ مسلمانوں نے آیت کے حکم پر عمل میں سستی اور مداہنت شروع ہی سے برتی شروع کر دی اور اسی رسول اللہ صلعم کے زمانہ کو چند صدیاں بھی نہیں ہوئے پائی تھیں کہ سلطنت کے کاروبار میں کھلم کھلا مسحوں، مجوسیوں وغیرہ کو شریک کیا جانے لگا۔ امام قرطبیؒ کا سانا یا حوں صدی ہجری کا ہے جب حسب تعلق اور دوری کے لحاظ میں لکھتے ہیں۔ وهل انطلت الاحوال فى هذه الازمان ما تعاد اهل الكتاب كسرّ واسلوتسوّد واهل الجهالة الاعداء من الولاة والامراء۔ حال جب اُس زمانہ کا تھا تو آج چودھویں صدی ہجری میں حکمرانی کے ہر سہ میں کاموں کا علماء اور تسلط مسلمانوں پر نمایاں ہے صورت حال پر اطمینان کن لفظوں میں کیا جائے، فقہاء معتبرین نے آیت کے دل میں یہی لکھا ہے کہ کافروں سے تعلقہ تک جب جائز ہیں تو اُن کو ساتھ مصاحبت تو مدت اولیٰ ممنوع ہوگی۔ لا خلاف بين علمائنا ان المراد به النهى عن مصاحبة الكفار من اهل الكتاب حتى على التنقية (بحر از عزل)

مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ

کوئی عہد ہو یا لوگوں کی طرف سے کوئی عہد ہو اور وہ غضب الٰہی کے مستحق ہو گئے

اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا

ہیں اور ان پر بےبسی تھوپ دی گئی یہ سب اس سبب سے ہوا کہ وہ

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ

اللہ کی آیتوں کے منکر ہو جاتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کر ڈالتے تھے یہ بھی

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۱۱۲ لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ

اس سبب سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل جاتے تھے سب یکساں نہیں (کہ)

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ

اہل کتاب میں ایک جماعت قائم ہے، یہ لوگ اللہ کی آیتوں کو اوقات شب میں

اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝۱۱۳ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں یہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ

روکتے ہیں اور اچھی باتوں کی طرف دوڑتے ہیں یہ لوگ نیکوکاروں میں سے

الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۱۴ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ

ہیں اور جو بھی نیک کام یہ کریں گے، اس سے ہرگز محروم نہ کئے جائیں گے۔

معرك

آیات اللہ یعنی قرآن کی آیات۔ والمراد بقرءون القرآن (روح)۔ مفسرین نے یہاں عبداللہؓ بن سلام، ثعلبہؓ بن سعید اسیدؓ بن سعید اسدؓ بن عبید وغیرہم کے نام درج کئے ہیں جو یہود سے ایمان لائے تھے ۲۳۷ قرآن مجید جنہیں صالح قرار دیتا ہے۔ ان کے اوصاف وخصوصیات یہاں کس جامعیت وایجاز کے ساتھ ارشاد کر دیئے گئے ہیں پہلی بات یہ بتائی کہ وہ ایمان میں کامل ہوں گے، جو کچھ بھی حرج کریں گے مقصد صحیح کے ساتھ اور راہ حق میں کریں گے، دوسری بات یہ ارشاد ہوئی کہ وہ لوگ۔ صرف خود ہی ایجابی وسلبی حیثیت سے اخلاق اور پاکیزہ کردار کی سے پتلے ہوں گے بلکہ دوسروں کو بھی اسی راہ پر لائیں گے اور نیکیوں کی طرف دلی شوق وجد کے ساتھ بڑھیں گے۔ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ بھی یہی کیفیت کی طرف بے دلی اور بدشوقی کے ساتھ گویا بار اور تھک کر نہیں، بلکہ بڑے شوق واشتیاق، چاؤ اور جوش کے ساتھ لپکیں گے۔ المسارعة في الخير مأخوذة من فرط الرغبة (کبیر) من الفضائل کے معنی مع الصالحین کے بھی کئے گئے ہیں (قرطبی)

۲۳۳ بنی اسرائیل کی معصومیت اور بستی و ذلت پر حاشیہ پارۂ اوّل رکوع ۶ کے دیل میں مفصل گزر چکے۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ یعنی ان کی چالوں، ان کے حالوں، ان کی حرفتوں سب کی پیوستگی اور ناقدری خلق اللہ کے دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ اٰنَ مَا نَفْعَلُوْا۔ الحمی دو ہی چار سال اُدھر یہود کی حکومت حرمی میں ہنگری میں، اٹلی میں زیکو سلاویکا میں اور دوسرے ملکوں میں، ادھوؤں کی اس حوش حالی وامارت کے بن چکی ہے وہ آیت کی بہترین تصویر ہے۔ حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ سے ان کی ایسی آمادی مراد ہو سکتی ہے جسے خود تشریعت الٰہی نے قتل، ہلاکت اور قہر بندی یا انتقامی کارروائیوں سے مستثنیٰ رکھا ہے مثلاً ان کے بچے، ان کی عورتیں، ان کے گوشہ نشین زاہد، درویش وغیرہ۔ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ سے مراد ان کی وہ مجاعتیں ہو سکتی ہیں جو معاہدوں کے ذریعہ سے اس حاصل کر لیتی ہیں۔ حبل کے معنی پہلے ہی بیان ہو چکے ہیں۔ مراد عہد و ذمہ سے ہے۔ الحبل العهد والذمة الامان (لسان) وحبل من وعظه کے لئے نہیں بلکہ اور کے معنی میں ہے

۲۳۴ یعنی حدود وحدیب وطاعت سے۔ یہود کی مسلسل سرکشی اور نافرمانی کی داستان سے عہد عتیق، عہد حدید اور حدود یہود کی لکھی ہوئی تاریخیں سب سرسری پڑی ہیں۔ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ دونوں موقعوں پر فعل کے ساتھ کانوا لانے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کوئی اتفاقی یا اتفاقی واقعات کی رد عمل میں نہ تھا، بلکہ کفر و عدوان ان کی قومی خصلت بن گئے تھے، انکی فطرت کے جزء بن گئے تھے۔ وہ ہاں چیزوں کے عادی بن گئے تھے۔ عَصَوْا۔ نافرمانی ان لوگوں نے اپنے رسولوں ہی کی نہیں بلکہ آخر میں خاتم رسل کی بھی کی

بِغَيْرِ حَقٍّ یعنی ایسا کہ جو دراصل سراسر عدل وقانون کے بھی خلاف ہی قتل کرتے تھے بمنزلہ قتل انبیاء، کفر آیات اللہ وغیرہ پر مفصل حاشیہ پارۂ اوّل رکوع ۶ کے دیل میں گزر چکے ۲۳۵ داعی حق، اتباسی اور اسلام سے متعلق ہونے طرز عمل کے لحاظ سے) لیس اهل الكتاب مستويًا (بحر) والضمير لاهل الكتاب (بیضاوی) اُوپر جو کچھ ذکر ہوا۔ اہل کتاب کی یہ اکثریت کا تھا، باقی ان میں سے بعض بعض حق شناس، انصاف دوست بھی تھے اور وہ بالآخر مشرف باسلام ہو کر رہے

۲۳۶ یعنی نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ والمراد هنا تصلون (روح) يصلون في العشاء والوتر (قرطبی) نماز تہجد کے فضائل آیت سے ظاہر ہیں

اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ یہ وہ جماعت تھی جو دین حق پر قائم وثابت رہی۔ اى المستقيمة العاملة للدين (بیضاوی) انها ثابتة على الاسلام والذين الحق ملازمة له (کبیر)

۹۳۹ (دامن جبل اُحد کی طرف) اب ذکر جنگِ اُحد کا شروع ہو رہا ہے۔ اُحد مدینہ منورہ سے شمال کی جانب دُھائی تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے۔ مدینہ شکست کھائے ہُوئے سشکر کی جو حربی مقام سے دلیوا ہو رہے تھے۔ ہجرت کا تیسرا سال قریب ختم کے تھا۔ اور واقعہ مذکور ایک سال گزر چکا تھا، کہ مکّہ والوں کی تیاریاں مکمل ہوگئیں۔ اب کی تیاریاں بڑے انتظام و اہتمام کے ساتھ اور بہت بڑے پیمانہ پر ہوئی تھیں۔ قریش کی جمعیت ۳۰۰ ہزار کی تھی، اس میں ۷۰۰ سوار اور باقی شتر سوار تھے، قوم اور قبیلہ کے بڑے بڑے سردار ساتھ ہُوئے، مُرغی مات یہ مجبور نہیں بھی حربی جنگ ہوئیں۔ باتھوں میں لمبے لمبے ہُوئے برچھے تلخص و معنی حاتی تھے اور مقتولین بدر کے انتقام پر اپنے عزیزوں، قریبوں کو جوشِ اُبھار نے حاتی تھیں، ——— جنگ میں عورتوں کی شرکت آج میسوین صدی کی "مدنیت" "مس۔ ماہیل مشرک قوموں کا بڑا اشعار ہے۔ اسلامی روح اس کے مقابلہ میں کل ایک ہزار حتی اور ساماں کی کمیت یعنی کو علاوہ رسُول اللہ (صلعم) کی سواری مبارک فوج میں صرف ایک گھوڑا تھا۔ اس سے بڑھ کر ستم۔ ہو اگر صبح سویرے عین اس وقت جب عیسم ساملے لڑا آیا اور سلماں اپنے مقدس امیر المحشر کے ساتھ الٰہی مار ہی میں منزل تھے، عبداللہ بن اُبَی مدینہ کا بڑا اور دسی اثر لیڈر یہ عدد کرکے کہ حسب ہماری رائے نہیں سنی حاتی اور شہر کے اندر ہی محصور ہو کر سہیں لڑا جاتا تو ہم بچا لیتی جاتیں دوسروں کے کہنے پر کیوں دس اپنے ۳۰۰ ساتھوں کو لے کر تمہ کو واپس چلا گیا۔ لشکر اسلام کی کل جمعیت ۷۰۰ کی رہ گئی۔ ان میں بھی زرہ پوش کل ۱۰۰ مقاتل روح تعداد میں جو کمی سے رائد۔ اور سارو ساماں کے لحاظ سے بھی کمس زیادہ آراسہ' وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ میں ہیں عدد کے معنی میں ہوا اور آنحضرت اس وقت حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے برآمد ہوئے تھے۔ کاں الحجرہ من حجرۃ عائشہ (روح معنی خرجت بالصباح من منزلك من عند عائشہ (قرطبی) مَعَاعِدَ لِلْقِتَالِ ترتیب صفوف اور مورچوں کی تناسب موصیب کی اہمیت جس طرح سکندر دوارا کے رہا۔ میں تھی، حدید فن حرب میں بھی بالکل مسلّم۔ اور ملٹری سائنس کی کتابوں میں یورنشن Position کی اہمیت کی تشریح میں صفحے کے صفحے وقف رہے ہیں، اُنسے کا رہبر کامل، مدبس سی ہوئے کے علاوہ سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے بھی لے لیا تھا۔ Tom Andre نامی مسویں صدی کا ایک مسیحی مؤرخ عرب ہے، وہ ایسی سوانح محمدؐ میں آپؐ کے اس کمال حربی کا ذکر الغاظ میں کرتا ہے "رعلاء ایسے محالعین کے حق میں بہت دشعاعت ہی رکھتے تھے۔ محمدؐ نے کہا چاہیئے کہ اس حرب کی بھی نئی راہ نکالی۔ مکّہ والوں کی بے دھڑک اور ارادہ صد حیوٹ کے مقابلہ میں محمدؐ نے حوب ذرا پیشی اور سخت قسم کے نظم و انصباط کے کام لیا۔" (ص ۲۰۳) (ملاحظہ ہو حاتیہ تعمیر الکریری) مولانا شبلی مرحوم نے الغاظ کے ذریعہ سے گویا یُوں امر کرا اُحد کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ "آنحضرت صلعم نے اُحد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی، مُصنف سُ عُمر کو علم عطا کیا، ریشہ میں عوام رسالہ کے افسر مقرر ہوئے حضرت حمزہؓ کو اس حصّہ فوج کی کمان ملی جو رویوش نہ تھے۔ یثرب کی طرف احتمال نکالہ تھا، اس ادھر آئیں اس لئے پچاس تیراندازوں کا دستہ معین فرمایا۔ اور حکم دیا کہ لڑائی فتح ہو جائے، تاہم وہ جگہ نہ چھوڑیں، عبداللہ بن جبیر ان تیراندازوں کے افسر مقرر ہوئے، قریش کو بدر میں شکست ہو چکا تھا، اس لئے انہوں نے نہایت ریتیلے صف آرائی کی۔ میمنہ پر خالد بن ولید کو مامور کیا، میسرہ عکرمہ کو دیا اور پیدل کے فرد رکھے، سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا، حو قریش کا مشہور رئیس تھا، تیراندازوں کے دستے الگ تھے، جن کا افسر عبداللہ بن ابی ربعہ تھا، طلحہ عثمان دار تھا، اور سو گھوڑے کو توکل کالب میں تھے کہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔ (سیرۃ النبی علامہ شبلی طبع اوّل) ۹۲۵ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۱۲۱ مسلمانوں کو قتال کے لیئے مناسب مقامات پر بٹھاتے جاتے ہو اور اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے

۹۲۶ اِذْ هَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ جبکہ ہے دو جماعتیں اس کا خیال کرتے تھیں کہ ہمت ہار دیں ۱۲۲ درانحالیکہ اللہ دونوں کا مددگار تھا

۹۲۷ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۲۳ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اور مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر اعتماد رکھنا چاہیئے ۱۲۳ اور یقیناً اللہ نے تمہاری نصرت کی

۹۲۸ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ بدر میں حالانکہ تم پست تھے، تو اللہ سے ڈرتے رہو، عجب نہیں کہ (اس طرح) تم شکر گزار بن

۹۲۹ تَشْكُرُوْنَ ۱۲۴ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ جاؤ ۱۲۴ وہ وقت یاد کیجئے، جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا یہ بات تمہارے لئے کافی نہیں

۹۳۰ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد میں ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے

۹۳۱ مُنْزَلِيْنَ ۱۲۵ بَلٰٓى ۤ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ کرے ۱۲۵ کیوں نہیں، اگر تم نے صبر و تقویٰ قائم رکھا ۱۲۵ اور کافر تم پر دوڑ آئیں

۹۳۲ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ آپڑیں گے ۱۲۵ تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد پانچ ہزار نشان کئے ہوئے فرشتوں سے

۹۳۳ الْمَلٰۗىِٕكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۱۲۶ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى کرے گا ۱۲۵ اور تو اللہ نے اس لئے کیا کہ تم خوش ہو جاؤ



۹۳۴ لَكُمْ وَلِتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد تو بس اللہ ہی کی طرف سے ہے

۹۳۵ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۱۲۷ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا زبردست حکمت والا ۱۲۷ تاکہ کاٹ ڈالے ایک حصہ کافروں کا

۹۳۶ اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَاۗىِٕبِيْنَ ۱۲۸ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ یا ذلیل کر دے ان کو پس وہ ناکام لوٹ جائیں ۱۲۸ (اے محمدؐ) تمہارا اس میں کچھ اختیار نہیں

۹۳۷ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۱۲۹ کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں

۹۳۸ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے

۹۳۹ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۲۹ يٰٓاَيُّهَا جس کو چاہے عذاب دے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲۹ اے

۹۴۰ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ ایمان والو! مت کھاؤ سود دونا چوگنا

۹۴۱ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۱۳۰ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ ۱۳۰ اور ڈرو اس آگ سے جو

۹۴۲ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۱۳۱ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ۱۳۱ اور اطاعت کرو اللہ اور رسول کی تاکہ

۹۴۳ تُرْحَمُوْنَ ۱۳۲ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ تم پر رحم کیا جائے ۱۳۲ اور دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش

۹۴۴ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۱۳۳ اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی سی ہے، جو تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے ۱۳۳

۹۴۵ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگدستی میں اور غصہ پینے والے

۹۴۶ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۱۳۴ اور معاف کرنے والے ہیں لوگوں کو، اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے ۱۳۴

۹۴۷ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اور جو کہ جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں

۹۴۸ اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۡ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوائے

۹۴۹ اللّٰهُ ۡ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۱۳۵ اللہ کے، اور وہ جان بوجھ کر اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے ۱۳۵

۹۵۰ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ ان کا بدلہ ان کے پروردگار کی بخشش ہے اور باغ ہیں

۹۵۱ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۱۳۶ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں، اور کیا اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا ۱۳۶

۹۵۲ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں، پس چلو پھرو زمین میں اور دیکھو

۹۵۳ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۱۳۷ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ۱۳۷ یہ (قرآن) بیان ہے لوگوں کے لئے

۹۵۴ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۱۳۸ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے ۱۳۸ اور سست نہ پڑو اور غم نہ کرو

۹۵۵ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۱۳۹ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہو ۱۳۹ اگر تمہیں پہنچا ہے زخم

۹۵۶ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا تو ان لوگوں کو بھی پہنچ چکا ہے ویسا ہی زخم ۱۴۰ اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو

۹۵۷ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ لوگوں میں باری باری بدلتے رہتے ہیں، اور تاکہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور بنا لے تم میں سے

۹۵۸ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۱۴۰ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ کچھ گواہ ۱۴۰ اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو ۱۴۰ اور تاکہ اللہ صاف کر دے

۹۵۹ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۱۴۱ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا ایمان والوں کو اور مٹا دے کافروں کو ۱۴۱ کیا تم نے خیال کیا ہے کہ تم داخل ہو جاؤ گے

۹۶۰ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ جنت میں حالانکہ ابھی اللہ نے یہ نہیں دیکھا کہ تم میں سے کون ہیں جہاد کرنے والے

۹۶۱ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۱۴۲ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ اور کون ہیں صبر کرنے والے ۱۴۲ اور تم تو موت کی تمنا کرتے تھے

۹۶۲ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۱۴۳ اس سے پہلے کہ تم اس کا سامنا کرو، پس تحقیق تم نے اس کو دیکھ لیا اور تم دیکھ رہے تھے ۱۴۳

۹۶۳ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اور محمدؐ تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں

۹۶۴ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے ۱۴۴ اور جو

۹۶۵ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي پھر جائے الٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ ۱۴۴ اور اللہ جلد بدلہ دے گا

۹۶۶ اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۱۴۴ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ شکر گزاروں کو ۱۴۴ اور کسی کی مجال نہیں کہ مرے بغیر اللہ کے حکم

۹۶۷ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا سے، لکھا ہوا ہے وقت مقرر ہے، اور جو کوئی چاہے دنیا کا بدلہ ہم اس کو دیں گے دنیا سے

۹۶۸ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي اور جو کوئی چاہے آخرت کا بدلہ ہم اس کو دیں گے آخرت سے، اور جلد بدلہ دیں گے

۹۶۹ الشّٰكِرِيْنَ ۱۴۵ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ ۚ شکر گزاروں کو ۱۴۵ اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ مل کر لڑے بہت سے اللہ والے

۹۷۰ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا پھر نہ ہمت ہارے ان تکلیفوں سے جو پہنچیں ان کو اللہ کی راہ میں اور نہ کمزور پڑے

۹۷۱ وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۱۴۶ اور نہ دبے، اور اللہ دوست رکھتا ہے صبر کرنے والوں کو ۱۴۶

۹۷۲ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اور ان کا قول کچھ نہ تھا مگر یہ کہ کہتے تھے اے ہمارے پروردگار بخش دے ہمارے گناہ

۹۷۳ وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا اور ہماری زیادتیاں ہمارے کام میں اور ثابت قدم رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہم کو

۹۷۴ عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۱۴۷ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا کافروں کی قوم پر ۱۴۷ پس دیا ان کو اللہ نے بدلہ دنیا کا

۹۷۵ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۱۴۸ اور اچھا بدلہ آخرت کا ۱۴۸ اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکوکاروں کو

۹۷۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو گے کافروں کا

۹۷۷ يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۱۴۹ بَلِ اللّٰهُ تو وہ تم کو الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم ہو جاؤ گے نقصان میں ۱۴۹ بلکہ اللہ

۹۷۸ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۱۵۰ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ تمہارا کارساز ہے اور وہ بہتر ہے مدد کرنے والوں سے ۱۵۰ ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں

۹۷۹ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ کافروں کے دلوں میں دہشت بسبب اس کے کہ انہوں نے شریک ٹھہرائے اللہ کے ساتھ جس کی کوئی سند

۹۸۰ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۱۵۱ نہیں اتاری ہم نے، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بُرا ٹھکانا ہے ظالموں کا ۱۵۱

۹۸۱ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ اور تحقیق سچا کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جب تم قتل کرتے تھے ان کو اللہ کے حکم سے

۹۸۲ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور جھگڑا کیا کام میں اور نافرمانی کی بعد

۹۸۳ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا جو دکھا دیا تم کو جو تم چاہتے تھے ۱۵۲ تم میں کچھ لوگ دنیا چاہتے تھے

۹۸۴ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ اور تم میں کچھ لوگ آخرت چاہتے تھے، پھر تم کو پھیر دیا ان سے تاکہ تم کو آزمائے

۹۸۵ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۵۲ اور تحقیق معاف کر دیا تم کو ۱۵۲ اور اللہ فضل والا ہے ایمان والوں پر

۹۸۶ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ جب تم چڑھے جاتے تھے اور پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو

۹۸۷ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا پیچھے سے تمہارے، پس بدلہ دیا تم کو غم پر غم تاکہ نہ غم کرو

۹۸۸ عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۱۵۳ اس پر جو تمہارے ہاتھ سے گیا اور نہ اس پر جو تم پر پڑا، اور اللہ خبردار ہے تمہارے کاموں سے ۱۵۳

۹۸۹ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى پھر اتارا تم پر غم کے بعد چین کی نیند کہ ڈھانپ لیتی تھی

۹۹۰ طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ ایک جماعت تم میں سے، اور ایک جماعت کو فکر پڑ رہی تھی اپنی جانوں کی، وہ خیال کرتے تھے

۹۹۱ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا اللہ کی نسبت ناحق، جیسا خیال جاہلیت کے لوگ کرتے تھے، کہتے تھے کہ ہمارا

۹۹۲ مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ کچھ بس چلتا کام میں؟ تو کہہ دے کہ سارا کام اللہ کے ہاتھ ہے، وہ چھپاتے ہیں

۹۹۳ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا اپنے دلوں میں جو تجھ پر ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اگر ہمارا

۹۹۴ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ کچھ بس چلتا کام میں تو ہم نہ مارے جاتے یہاں، تو کہہ دے کہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں

۹۹۵ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ تو نکل کھڑے ہوتے جن کے نصیب میں لکھا تھا مارا جانا اپنی قتل گاہوں کی طرف، اور تاکہ

۹۹۶ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ آزمائے اللہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ صاف کر دے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اور اللہ

۹۹۷ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۱۵۴ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ جانتا ہے دلوں کی بات ۱۵۴ جو لوگ تم میں سے پھر گئے جس دن

۹۹۸ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ دو جماعتیں ملی تھیں، ان کو بہکا دیا تھا شیطان نے بسبب ان کے بعض کاموں کے

۹۹۹ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۱۵۵ اور تحقیق معاف کر دیا ان کو اللہ نے ۱۵۵ بیشک اللہ بخشنے والا ہے تحمل والا

۱۰۰۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے ایمان والو! مت ہو جاؤ مانند ان کافروں کے

۱۰۰۱ وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب سفر کریں ملک میں یا ہوں لڑائی میں

۱۰۰۲ لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے، تاکہ کر دے اللہ یہ بات

۱۰۰۳ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا ان کے دلوں میں حسرت، اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے، اور اللہ جو

۱۰۰۴ تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۱۵۶ وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے ۱۵۶ اور اگر تم مارے جاؤ اللہ کی راہ میں یا مر جاؤ

۱۰۰۵ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۱۵۷ وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ تو بخشش اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں ۱۵۷ اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ

۱۰۰۶ لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۱۵۸ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ تو البتہ اللہ ہی کی طرف جمع ہو گے ۱۵۸ پس کچھ مہربانی اللہ کی ہے کہ تو نرم دل ہے ان کے لئے

۱۰۰۷ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ اور اگر تو تند خو سخت دل ہوتا تو البتہ وہ تتر بتر ہو جاتے تیرے پاس سے

۱۰۰۸ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ پس معاف کر دے ان کو اور بخشش مانگ ان کے لئے اور مشورہ کر ان سے کام میں

۱۰۰۹ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۱۵۹ پھر جب تو ارادہ کر لے تو بھروسہ کر اللہ پر ۱۵۹ بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بھروسہ کرنے والوں کو

۱۰۱۰ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا، اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے

۱۰۱۱ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ تو کون ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے بعد، اور اللہ ہی پر

۱۰۱۲ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۶۰ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ چاہیئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے ۱۶۰ اور کسی نبی کا کام نہیں کہ خیانت کرے

۱۰۱۳ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى اور جو کوئی خیانت کرے گا تو لائے گا جو کچھ خیانت کی ہوگی قیامت کے دن، پھر پورا پورا

۱۰۱۴ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۱۶۱ اَفَمَنِ اتَّبَعَ دیا جائے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا ہوگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۱۶۱ کیا جو شخص

۱۰۱۵ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ پیروی کرے اللہ کی خوشی کی مانند ہو جائے اس شخص کے جو لوٹا اللہ کی ناراضی میں اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

۱۰۱۶ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۱۶۲ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ اور بُرا ٹھکانا ہے ۱۶۲ ان کے لئے درجے ہیں اللہ کے ہاں، اور اللہ

۱۰۱۷ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۱۶۳ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۱۶۳ تحقیق احسان کیا اللہ نے ایمان والوں پر

۱۰۱۸ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِه

تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ

اُن کے دل چھپائے ہوئے ہیں، وہ اور بھی بڑھ کر ہے ۲۴۱ ہم تو تمہارے لئے نشانیاں کھول کر بتا چکے

كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ

ہیں ۲۴۲ اگر تم عقل سے کام لینے والے ہو، تم تو ایسے ہو کر اُن سے محبت رکھتے ہو اور یہ تم سے دور محبت

وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ

سہی کہتے ہم کتاب (آسمانی) پر (کہ) کل پر ایمان رکھے ہو ۲۴۳ اور یہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ

ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر (شدتِ) غیظ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں ۲۴۴ آپ

قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ

کہہ دیجئے کہ تم غیظ میں مر رہو، بیشک اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا

الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ

ہے ۲۴۵ اگر تمہیں کوئی اچھی حالت نصیب ہوتی ہے تو اس لوگوں کو دکھ (تنگی) ہوتی ہے اور اگر تم پر

تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا

کوئی بری حالت آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں ۲۴۶ اور اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کئے رہو تو

لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ

تم کو اس کی چالیں (ذرا بھی) نقصان نہ پہنچا سکیں گی، بیشک اللہ اس کے اعمال پر (پورا) احاطہ

مُحِیْطٌ ۝ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ ۱۲ ع ۲

رکھتا ہے، اور (وہ وقت یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر والوں (کے پاس) سے نکلے

۲۴۲ یعنی ان کی مخفی عداوت کا درجہ تو اس سے بھی کہیں بڑھا ہوا ہے۔ وَقْعًا مَا مَعْنَاهُ فَوْقَهُ کا فراء ذہنیت کا یورا ترجماں ہے۔ اس کے اندر گہری تعلیم کی بات کی آگئی کہ کوئی غیر مسلم کسی حال میں مسلموں کا حقیقی دوست اور ہوا خواہ ہو نہیں سکتا۔ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ: مِنْ اَفْوَاهِهِمْ تشدید عداوت میں غیر اختیاری طور پر زبان سے بھی ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں۔ اشارہ زیادہ تر یہود مدینہ کی جانب ہے۔ یہ لوگ اب ایسا نقص اسلام مسلمانوں سے چھپا بھی نہیں رکھ سکتے تھے اور بے اختیاری کی زبان کو باہر ہو ہی جاتا تھا ۲۴۳ آیت کے معنی دو طرح پر کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کافروں کے بغض و عداوت کے آثار و علامات ہم پر روشن ہو گئے ہیں، جن سے تم ایسے دور رہ سکتے ہو۔ نعوذ باللہ تعالیٰ ان اظہار هذه الاسرار للمومنین من علیهم (کبیر) دوسرے معنی یہ کہ تمہارے لئے اُن سے ترک موالات کی آیتیں کھول کر بیان کی جا چکی ہیں۔ ای اظهرنا لکم الآیات الدالة علی النهی عن موالاتهم احد لوجوه الله تعالیٰ ورسوله (وجہ) الدالة علی موالاة المومنین معاداة الکافرین (بیضاوی) ۲۴۴ یعنی ساری کتب الٰہی پر۔ الکتب بطور اسم جنس استعمال ہوا ہے۔ و الکتاب اسم جنس قاله ابن عباس (قرطبی) بکل الکتاب کله (بیضاوی) یُحِبُّوْنَكُمْ یہ مسلمانوں کی سادہ دلی اور بیک طبعی کا ذکر ہے۔ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ یہ محبت تو تم سے کیا رکھتے۔ الٹے عداوت رکھتے ہیں، اور تمہاری کتاب الٰہی کے منکر ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تم تو اُن کی کتابوں تک پر ایمان رکھتے ہو، اور وہ پھر بھی تم سے کسی درجہ میں بھی علاقۂ محبت نہیں رکھتے۔ ۲۴۵ عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ۔ غصہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھانا عربی محاورہ میں کنایہ ہے شدید غصہ سے۔ جیسے اردو محاورہ میں ایسی لوٹاں لوٹیا "لوٹیاں جیا" ذات یساؤ غیرہ۔ وکر مساقص مدینہ کا ہے یعنی المساقص (قرطبی) ۲۴۶ (یعنی جب اس نے ہمارے دلوں کے اندر کے کینہ اور عداوت کو کھول کر بیان کر دیا ہے) مَنُوْطًا بِهِمْ کہ یعنی شدت ناکامی و نامرادی میں مر رہو، اس لئے کہ جو تمہاری تمنا ہے یعنی اسلام کی مستاصلت، ہرگز بہت وہ پوری ہونے کی نہیں۔ ۲۴۷ منافقوں کی حماقت نفس اور کمزور کی بیان ہو کہ مسلمانوں کی تکلیف سے خوش ہوتے ہیں اور اُن کی خوشحالی سے رنجیدہ۔ حَسَنَةٌ مسلمانوں کی اندرونی تنظیم یا کاموں پر اُن کی فتح و غلبہ سَیِّئَةٌ۔ مثلاً کوئی ہنگامی شکست۔ ۲۴۸ (اللہ اُن کی سرا پر ہر طرح قادر ہے) قَانِ نَصْبِرُوْا۔ منافقین کے کید و مکر اور تشدید مخالفین کے عناد و مخالفت کے نتائج و محصول ہو کا کتنا آسان اور سہل الحصول نسخہ مسلمانوں کو بتا دیا گیا ہے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو، اپنی اصلاح میں لگے رہو۔ استعانت علی الحق کا دامن ہاتھ سے نہ دو۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا۔ صبر و تقویٰ، ان دو مختصر سے عنوانات کے اندر ساری مطلبی جدوجہد و تگ و تاز کی کس اچھا زور حمایت کے ساتھ آگئی۔ آیت میں اس کی تعلیم بھی آگئی کہ دشمن سے محفوظ رہنے کے لئے بہترین حربہ صبر و تقویٰ کا ہے۔ هذا تعلیم من الله و ارشاد الی ان یستعان علی کید العدو بالصبر والتقوی (طبرسی)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۳۲

اور اللہ اور رسُول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۵۶۵

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا

اور مغفرت کی طرف جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، دوڑو اور جنت کی طرف (لپکو) جس کا

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۳۳ الَّذِيْنَ

عرض سارے آسمان اور زمین ہیں اور جو پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے ۵۶۶ وہ لوگ ہیں

يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ

فراغت اور تنگی (دونوں) میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط کرنے والے ہیں اور

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳۴

لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۵۶۷

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی بیحیائی کرتے یا اپنے ہی حق میں کوئی ظلم کر ڈالتے ہیں تو

ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۡ وَمَنْ يَّغْفِرُ

اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرتے ہیں ۵۶۸ کیونکہ

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۡ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَهُمْ

اور (لوگ) اپنے کئے ہوئے پر اصرار نہیں کرتے، درآنحالیکہ وہ

يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳۵ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

جانتے ہوں ۵۶۹ ایسے لوگوں کی جزا اُن کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے

ہوئی تھی ہی۔ رسولؐ سے متعلق قرب و قرابت رکھنے والے بھی کس درجہ نفوسِ قدسیہ کے مالک بن چکے تھے۔) ۵۶۹ (قاعدۂ شرعی کے مطابق) فَعَلُوْا فَاحِشَةً۔ فاحشۃ کا اطلاق ہر گناہ کے لئے عام ہے، یہاں مُراد وہ بُرائی ہے جو کسی دُوسرے کے ساتھ کی جائے یعنی کسی حق عبد کی ادائی میں کوتاہی ہو جائے، الفاحشہ مطلق علی کل معصیۃ (قرطبی) اصل الفحش مجاوزۃ الحد فی الشوء (مفردات) الفاحشۃ الذنب الذی عیر (بحر) اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یعنی حقوق اللہ کا اتلاف اگر اُن سے ہو جائے۔ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا۔ (بیضاوی) طلم المعصی ما یلی العبد وہی (روح) (بحر) ذَكَرُوا اللّٰهَ کا اشارہ اس طرف ہے کہ انسانیاں ان سے پورے قصد و تعمد کے ساتھ خباثتِ نفس کی بنا پر سرزد نہیں ہوا کرتیں، بلکہ احکام الٰہی کا دُھیان اُن کے ذہن سے وقتی طور پر ہو جاتا ہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گاہ گاہ لغزشوں کا صادر ہو جانا رہتا قُربِ اور تعلق مع اللہ کے منافی نہیں۔ اصل اور مقدم شے ہر غلطی اور کوتاہی کی تلافی اور تدارک کی فکر اور اس کی مناسب تدبیر ہے۔ فَاسْتَغْفَرُوْا۔ استغفار صحیح و معتبر وہی ہے جو محض زبان سے نہیں دل کی حسرت و ندامت کے ساتھ اور اس عزم کے ساتھ ہو کہ اب وہ گناہ دوبارہ نہیں ہونے پائیگا اور اگر ہو گیا تو پھر نہیں تسبیح چل رہی ہے اور دل بدستور گناہوں سے لذت لے رہا ہے تو اکارِ نے کہا ہے کہ یہ استغفار جو قابل استغفار ہے اور عجب نہیں کہ ایسے استغفار کا شمار استہزاء میں ہو جائے۔ الاستغفار المطلوب ھو الذی یحل عقد الاصرار و ینت معہ فی العیان لا الملفظ باللسان (قرطبی) (روی عن الحسن البصری انہ قال استغفارنا یحتاج الی استغفار) ھذا یدلہ فی زمانہ مکلف فی زماننا ھذا الذی یدری عبد الانسان قاصدًا علی الظلم حریصًا علیہ لا یعلم والمسخرہ فی ردہ واعجا انہ یستغفر اللہ من ذنبہ (روح) واستغفاد (نظم)

۵۷۰ یعنی اپنی کسی علمی پر اں اور فکر پر ہرگز جمے نہیں رہتے) وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یہ تنبیہ ہے اس پر کہ گناہوں کی معافی صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، کسی نبی، ولی، مرشد وغیرہ کے ہاتھ میں نہیں اور اس میں حصرِ حقیقی کے ساتھ رد ہے اس سبئی عقیدہ کا کہ گناہوں کی معافی شیخ کنعان کے نائبوں کے اختیار میں ہے۔ طاحط ھو الخیل۔ ۔۔۔ "جس طرح اپنے مجھے سمجھا ہے، میں تمہیں سمجھتا ہوں، اور یہ کہ کہ اس پر بھروسہ نہ کرو اور اسے کہا کہ نوح القدس کو اور جن کے گناہ نہ بخشوا سکے بخشے گئے ہیں اور جن کے گناہ تمہارے ذمہ ہیں انکے گناہ قائم رکھے گئے ہیں" (ریحانہ ۲ ۲۱۰-۲۴۰) يَتَلَمَّظُوْنَ۔ ای یعلمون قبح صانعھم (روح) والمراد لعبصروا العالمین (روح)

کس قدر ادراک موقع پر اعتماد علی اللہ سے کام لیا تو فضل الٰہی نے تمہیں کیسے حیرت انگیز طریقہ پر کامیاب کر دکھایا۔ ۹۲۵۵ (وہ آسمان سے حاص۔ اسی غرض کے لئے اتارے گئے ہوں) اِذْ تَقُوْلُ میں کہ اُس وقت کا ہے جب میدان بدر میں یہ خبر اُڑتی تھی کہ مسلم کرد رستہ مکک پہنچ گئی ہے، اور آپ سوسیں کو تسلی دے رہے تھے۔ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ۔ تمہارے لئے کافی ہیں۔ یعنی کیا تمہاری تسکین و تسلی کے لئے یہ کافی نہیں۔ مُمِدُّکُمْ رَبُّکُمْ۔ امداد عیبی کے موقع پر صفت ربوبیت کا اظہار، وہ بھی مخاطبین کی طرف اضافت کے ساتھ، بہت بڑا لطف و اسلوب بیان ہے۔ آج کے لشکر فی حربیہ میں جو روس کے سپاہ کی ہمت قائم رکھنا، ان کے Morale کو درست رکھنا جنگ میں کامیابی کا کتنا بڑا اور اہم عنصر ہے! ۹۲۵۶ (میدان جنگ میں اور اطاعت رسول کے صدر موڑ دیگے) غور کر کے دیکھ لیا جائے، سارا زور ضرورتات اور اطاعت رسول پر ہے۔ حکم اُمت کے قبل اُمت کے سپہ سالار اعظم کے جو حملہ ایسی سپاہ کے سامنے ہوتا تھا، اس میں یہ فصول حصر یہ کے ساتھ کہ:۔ "اگر نہ ثابت قدم رہو گے تو اللہ تمہی کو مظہر و منصور کرے گا۔ اے سپہ رد گار کا یہ اعتماد دیکھو۔ ثابت قدم رہو اور فتح تمہی کو نصیب ہوگی۔" ۹۲۵۷ (اور اچانک حملہ کی حالت میں امداد "نشری" عادۃً متبع ہوتی ہے) نَاْخُذُکُمْ کے فاعل وہی مخاطبین وہ امادین ہیں۔ ای المسرکوب (روح) جن فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ ۹۲۵۸ یعنی کسی تیاری علامت کے ساتھ ممتاز۔ ای مُعْلَمِیْن (معالمات قرطبی) رہا یہ امر کہ واقعۃً سرول ملائکہ امداد

لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ
اور تمہیں اس سے دلی حاصل ہو جائے، ورنہ نصرت تو بس بروے اور
عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ
حکمت والے اللہ ہی کی طرف سے ہے ۹۲۵۹ اور یہ نصرت اس غرض سے بھی ہوگی تاکہ کفر کرنے والوں
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝ لَيْسَ
میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر دے یا انہیں جوار گرد سے کر وہ ناکام ہو کر واپس جائیں ۹۲۶۰ آپ کی
لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ
اس امر میں کوئی دخل نہیں، اللہ را خواہ ان کی توبہ قبول کرے، خواہ انہیں عذاب دے
فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
اسلئے کہ وہ ظالم ہیں ۹۲۶۱ اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ
زمین میں ہے، وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا
اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے ۹۲۶۲ اے ایمان والو سود کبھی نہ کھاؤ
الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
بڑھا بڑھا کر اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح
تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝
پاؤ ۹۲۶۳ اور اُس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ۹۲۶۴

ع ۱۳ ۹ ۴

مدد کی

ہوئی ہیں، وہ قطعی ہے جو اللہ کی طرف سے ثابت ہے، اور اس کے خلاف کوئی روایت ہو تو وہ ضعیف ہے۔

۲۷۷ (سوظالموں کے سر برحق ہونے کا تو گمان بھی نہ کیا جائے، خواہ تکوینی مصلحتوں کی بنا پر انہیں حاضر اور ہنگامی کامیابیاں کیسی ہی حاصل ہو جائیں) لِنَتَمِّلَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یعنی مومنین کا ایمان سالم تشکار ہو جائے مال کے اعمال یا تدارو ریاضازی کی بنا پر۔ وَيُبِيْدَ الْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالَهُمْ۔ تسلط و ترقی راہ حق معلوم ہے کہ شریعت اسلامی میں ردو حاتی ترقی کی صراح اور قرب الٰہی کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔

۲۷۸ (انہیں اسی حاضری کامیابی پر اور زیادہ مغرور کر کے) ذکر اسی غزوۂ اُحد کا چل رہا ہے، ایک فرنگی مؤرخ نے حال میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ گو قریش اُحد میں فتحمند ہوئے لیکن یہی حاضری فتحمندی ان کے مستقل زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اہل ایمان کو ابتلا اگر عجیب بھی پیش آتا ہے تو دفع سیئات کیلئے ہوتا ہے اور یا رفع درجات کیلئے

۲۷۹ (ان کے اعمال کے ذریعہ سے) اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں جو کچھ بھی ہے، اشخاص کا استحقاق جنت میں کسی درجہ کے لئے بھی اسی دنیا میں اعمال کے بعد ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ اَمْ یہاں بَلْ کے معنی میں لیا گیا ہے۔ اسی لئے ترجمہ میں مبہم "تاید" سے ادا کیا گیا ہے۔ اور معنی بل (قرطبی) اما ای سل (طالبین) اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ یعنی جنت میں امتیاز خاص کے ساتھ صحیح جاؤ گے۔ خطاب یہاں صحابۂ کرام سے ہے۔ صحابۂ کرام حصول جنت ہی کے مستاق نہ تھے بلکہ اس کے اعلیٰ درجوں اور مرتبوں کا بھی حوصلہ اور ظرف رکھتے تھے اور ان مدارج کے لئے جہاد کی کٹھن منزلوں سے گزرنا ناگزیر تھا۔

۲۸۰ (پھر اب اس سے خوف و ہراس کیوں ہے؟) خطاب صحابہؓ کی ایک جماعت سے ہے۔ الخطاب للمومنین وظاهره العموم والمراد الخصوص (کبیر) الخطاب للذین لم یثبتوا واحدًا وتمنوا ان یثبتوا واحدًا (مدارک) الخطاب للذین لم یثبتوا واحدًا وتمنوا ان یثبتوا واحدًا (صاوی) امر رسول اللہ صلعم (صاوی) مرکز بدر میں مسلمانوں کی عبرتناک فتح مگر خلاف توقع کامیابی سُن کر بعض اشخاص کو خیال پیدا ہوا کہ افسوس ہے ہم اس موقع پر حاضر نہ تھے۔ اب کاش کوئی معرکہ پھر اس قسم کا پیش آئے تو ہم بھی اپنی جانوں کی بازیاں لگا کر شہادت اور بدر کا سا درجہ حاصل کریں۔ یہاں اُسی کو جواب دیا جا رہا ہے کہ پہلے تو یہ ہمت تھی۔ سو اب ایسی پست ہمتی کا اظہار کیوں ہو رہا ہے! وَيُمَحِّصَ الْكٰفِرِيْنَ۔ و یہاں حتّٰی کے معنی میں بھی لیا گیا ہے یعنی جب تک ان کا عسر ثابت ہو جائے۔ اوادها بمعنی حتی قالہ الزجاج (قرطبی) ای حتی تعلموا صبرهم (قرطبی) مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ (یعنی اس معرکۂ اُحد کے وقوع سے قبل) تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ۔ موت مراد سبب موت۔ ذریعہ موت یعنی جہاد و قتال ہے یا خود موت شہادت۔ الموت ای سبب الموت (سمرقندی) او الموت نفسه (صاوی) او الموت نالتمنوه (صاوی) وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ ضمیر موت یا سبب موت کی جانب ہے۔ یعنی الموت (ابن کثیر) یعنی اسباب الموت (سمرقندی)

۲۸۱ (اور اس لئے منافقین کی بھی ہے) ہمت تو یہ تھی اب یہ بزدلی کیوں ہو رہی ہے؟ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی ہیں ان کے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ سو اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے؟ اور جو کوئی بھی الٹے پاؤں واپس چلا جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہ کرے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو بدلہ دے گا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ اور ممکن نہیں۔

مُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ۱۳۹ اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو خوب پرکھ لے ۱۴۰ سے صاف کر دے
وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا
اور کافروں کو مٹا دے ۱۴۱ شاید تم اس گمان میں ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے
الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ
حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا اور
يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ
صبر کرنے والوں کو جانا ۱۴۲ اور تم تو موت کی تمنا کر رہے تھے
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ
قبل اس کے کہ اس کے سامنے آؤ سو اس کو اب تم نے کھلی آنکھوں سے
تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ
دیکھ لیا ۱۴۳ اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی ہیں ۱۴۴ ان کے قبل اور بھی رسول گزر
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى
چکے ہیں ۱۴۵ سو اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں
اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ
واپس چلے جاؤ گے ۱۴۶ اور جو کوئی بھی الٹے پاؤں واپس چلا جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی
اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ

نقصان نہ کرے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو بدلہ دے گا ۱۴۷ اور ممکن نہیں۔

شامی راہب کہ یہی سُن کر کہ آئندہ پیمبر کا نام محمد ہوگا اپنے لڑکے کا یہی نام رکھ دیا۔ کان سعید ابی السمام تحدث علی راهب فاضمه وعلمه مسائل الراهب حتی اسمه فاتفق انه فی مصر (مقاتل) اما اسم احمد فی العرب من بعال لم یسم احد باسمه سعید اسمه سعد تاج العروس) اور لسان العرب میں بھی یہی سات نام نقل ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نام عام طور سے عرب میں شائع نہ تھا۔ اور تصریحات اس قسم کی ملتی ہیں کہ لم یکن شائعا فی العرب هذا الاسم اور تاج میں بھی اسی سے ملتا جلتا قول موجود ہے۔ راقم آثم کے ایک قدیم اور جواں مرگ دوست مولانا عبد الرحمٰن ندوی گمراہی مرحوم کا ایک مستقل مقالہ اس پاک محمد پر ہے، ان کی یادگار کے طور پر ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر اس مقالہ کا بیشتر حصہ سورۃ کے آخر میں، بطور ضمیمہ کے شامل کیا جاتا ہے۔

۲۸۲ (اور ان سے اپنے پیغمبر کو خبر ہو کہ) سو یہ بھی اپنے وقت موعود پر وہ بات پائیں گے اور اس میں نہ کوئی بات حیرت کی ہوگی اور نہ کوئی پہلو آپ کی اہانت کا نکلے گا) رسول کا مرتبہ جو سمجھ لیا جائے۔ رسول محض عبد ہوتے ہیں صاحب وحی، عصمۂ معصوم، مظہریت، ابنیت وغیرہ پر ضرب لگانے کے لئے مرتبۂ رسالت اور رسولیت کی بار بار تصریح ضروری تھی۔ حضورؐ کی وفات کا حادثہ اس قدر سخت تھا کہ حضرت فاروقؓ جیسی جلیل القدر ہستی بھی ظرف صبر ضبط کھو بیٹھے اور بے اختیار ہو گئے، جس اُس وقت ایک اُن ہی کی مُحل تلاوت کر کے اُن کے اور سب کے حواس کو قابو میں لے آئے تھے۔

۲۸۳ (کفر اور بے دینی کی طرف) مطلب سوال کا یہ ہے کہ جب دین کی حقیقت تمہاری نظر میں ثابت ہو چکی، تو اب قاصر یا بیناصر کی زیست یا وفات کا اس حقیقت و صداقت پر کیا اثر، غزوۂ اُحد میں جب حضور صلعم کو زخم پہنچا اور کسی شیطان نے یہ افواہ اُڑا دی کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے تو بعض صحابہ نے اس انتہائی صدمہ انگیز خبر سے دل اور شکستہ خاطر ہو کر میدان جنگ چھوڑنا شروع کر دیا تھا اور منافقین کی تو قلبی طور پر بن آئی تھی۔ انہوں نے برابر طعنہ کرنا اور ارتداد کی ترغیب دینی شروع کر دی تھی۔ آیت میں ان سب پہلوؤں کی طرف اشارہ ہے۔ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ۔ اشارہ معرکۂ جنگ وغیرہ میں شہادت کی طرف ہے۔ اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ محاورہ میں کنایہ ہے

وَجَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

اور (جنت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور کام کرنے والوں کیلئے کیا اچھا صلہ ہے ۝ یقیناً تم سے قبل (مختلف) طریقے گزر چکے ہیں،

سُنَنٌ ۙ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ

سو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝ هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى

کیا انجام ہوا ہے ۝ یہ (ایک اعلان ہے سارے) لوگوں کیلئے اور رہنمائی

وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

والوں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے ۝ اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو تم

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اِنْ

ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے ۝ اگر تمہیں

یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ

کوئی زخم پہنچ جائے تو اُن لوگوں کو بھی ویسا ہی زخم پہنچ چکا ہے ۝ اور

تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ

ہم ان ایام کی الٹ پھیر تو لوگوں کے درمیان کرتے ہی رہتے ہیں ۝ تاکہ اللہ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا

ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے کچھ کو شہید بنا لے اور اللہ

مَنزل

۲۷۱ اُولٰٓئِكَ کا اشارہ صاف اُنہی لوگوں کی طرف ہے جن کا ذکر ابھی آچکا ہے۔ غلطیاں، خطائیں، لغزشیں بھی ان سے صادر ہوتی رہتی ہیں، اور ساتھ ہی وہ اُن کی تلافی اور تدارک بھی کرتے رہتے ہیں، اُنہی کے لئے یہ جنت کی نعمتیں بیان ہو رہی ہیں۔ غابرین۔ یعنی سنتی عمل کرنے والے کے ہیں۔ محاورۂ قرآنی میں اس سے مراد عمل صالح کرنے والے ہیں۔ ۲۷۲ سُنَنٌ یعنی مختلف طور طریقے اور ان طور طریقوں پر عمل کرنے والے مختلف مسلکوں اور مشربوں کے لوگ۔ مشرک و کافر بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ قال الرجاجی و المعنی اهل سنن فحذف المضاف (قرطبی) ساری گزشتہ اُمتوں اور قوموں کی طرف جامع اشارہ ان الفاظ میں آگیا۔ اور سنۃ کے معنی خود امۃ کے بھی کئے گئے ہیں، اس لئے سنن۔ امم کا مراد ہوگا۔ السنۃ الامۃ والسنن الامور (قرطبی) وقال الفصل ان المراد بها الامور قد حادت السنة معنى الامة كالامم (روح) سیروا۔ فانظروا۔ دونوں صیغہ امر کے ہیں۔ لیکن مقصود سیاحت نہیں بلکہ کرش جاہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنا ہے۔ خواہ جس ذریعہ سے بھی حاصل ہو۔ سیاحت سے، تاریخ سے، درس مل ہذا۔ لیس المراد الامر بسلك لذاته بل المقصود تعرف احوال الامم فاس حصلت هذه المعرفة بغير السير فى الارض كان المقصود حاصلا (کبیر) تاریخ اقوام وغیرہ کا مطالعہ اگر صحیح نقطۂ نظر اور ایمان و معرفت کے سیاق سے کیا جائے تو یہ بجائے خود ایک جہاد ہے۔ الکلمۃ الجامعۃ یعنی دین حق کی جھٹلانے والی قوموں اور اُمتوں کا ۲۷۳ مطلب یہ ہوا کہ قرآن اعلان عام تو ہے ساری دنیا کے لئے لیکن اس سے نفع وہی لوگ اٹھائیں گے جن کے دلوں میں خوف خدا موجود ہوگا۔ هذا۔ اشارة الى القرآن (کبیر) ای هذا القرآن (سالم) بعض نے وہ امر و نہی، وعدہ و وعید مراد لئے ہیں، جو اوپر گزر چکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ هذا اما عهد مر باب امره و نهيه ووعده ووعيده (کبیر) الاشارة الى ما حصل من اول الكلام والمتقين والناسين (روح) الى القرآن او ما تقدم من الكتب (ابن کثیر) ۲۷۴ اِنْ تَكْفُرُوْا یَكْفُرُوْا۔ وعدہ علیہ کے لئے شرط ایمان پر ثبات کی لگی ہوئی ہے۔ یہ خوب خیال رہے۔ الْاَعْلَوْنَ۔ یہ علو و علبہ کا وعدہ ہر قسم کے علو و غلبہ کو حاوی ہے۔ خواہ وہ مادی ہو یا روحانی، گو بیان پر نظر کرکے غلبۂ مادی ہی غالب ہے۔ یعنی العالبین على الاعداء (قرطبی) ۲۷۵ (تو تمہاری کسی اتفاد سے ان مخالفوں کو کیا تسلی ہو سکتی ہے، انہیں تو ایسی ہی اتفاد پیش آچکی ہے) اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ۔ اشارہ ہے ہونے والی جنگ اُحد کی طرف۔ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ۔ اشارہ ہے جنگ بدر کی طرف۔ اس میں قریش کو سخت ہزیمت اُٹھانا پڑی تھی۔ ۲۷۶ (مصالح تکوینی کے اعتبار سے) سو محمد حق و شکست حق و اہل کا معیار نہ سمجھا جائے۔ بل الغلبة دائما بحسب الحق والمراد بالاولياء اولياء الطاعة والعلم (کشاف)

الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ع ۱۵

عمدہ عوض اور اللہ نیکوکاروں سے محب رکھتا ہے ۲۹۱ اے ایمان والو

اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى

اگر تم ان لوگوں کا کہا مانو گے جو کافر ہیں تو وہ تمہیں پچھلے پیروں واپس

اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ

کر دیں گے اور تم گھاٹے میں آکر رہ جاؤ گے ۲۹۲ البتہ تمہارا دوست اللہ ہے

وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ

اور وہ بہتر مددگار ہے ۲۹۳ ہم ابھی کافروں کے دلوں میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ

رعب ڈال دیں گے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا

يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ

جس کے لئے کوئی دلیل (اللہ نے) نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ کیسی بری جگہ

مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ

ظالموں کے لئے ہے ۲۹۴ اور یقیناً تم سے اللہ نے سچ کر دکھایا اپنا وعدہ (نصرت)

اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ

جب کہ تم انہیں اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے ۲۹۵ یہاں تک کہ جب تم (خود ہی) کمزور پڑ گئے

تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ

اور باہم جھگڑنے لگے حکم (رسول) کے بارے میں اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا تھا

مایحبون

---

۲۹۱ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے اسیں دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب بنایا اور آخر میں نکوکاری کی بشارت اللہ کی محبوبیت کی صورت میں دی ——— دنیا اور آخرت کے سارے انعامات سے بڑھ چڑھ کر۔ ثَوَابُ الدُّنْيَا یعنی فتح و ظفر۔ حُسْنُ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ یعنی جنت اور وہاں کی نعمتیں۔ ۲۹۲ سو کافروں کی ہم چالی، ہم مذاقی سے بچو۔ يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ یعنی تمہیں اُلٹے پاؤں ارتداد اور بے دینی کی طرف دھکیل لے جائیں گے۔ ۲۹۳ (سو اس کے ہوتے ہوئے تم نصرت و اعانت کے لئے مخلوق پر کیوں نظر رکھتے ہو؟) اَللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ۔ اللہ تمہارا دوست و محافظ ہے۔ سو وہی تمہیں بچائے گا۔ ۲۹۴ (یعنی اُس کے لئے جو خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہتے ہیں) مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا یعنی شرک کی تائید میں، کوئی عقلی ہی دلیل موجود ہے اور نہ نقلی۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ۔ دشمنانِ دین کے دلوں میں القاء رعب یا ہیبتِ حق کے معجزانہ ظہور کی ایک یادگار مثال تاریخ کے صفحات میں یوں محفوظ ہے کہ معرکۂ اُحد میں جب آخری فتح۔ ظاہر مشرکین مکہ کو ہو گئی تو اب قدرتی نتیجہ یہ نکلنا تھا کہ وہ لوگ وہیں سے شہر مدینہ پر چڑھ دوڑتے۔ فاصلہ اب رہ ہی کتنا گیا تھا ——— لیکن اس کی ہمت اسیں کسی طرح نہ پڑی اور اُلٹے اسیں واپس ہی جاتے بنی۔ اور تعاقب اس کے برعکس جو شکست خوردہ مسلمانوں نے اپنے بے مثال سالارِ لشکر کے ماتحت مدینہ سے آٹھ میل دُور حمراء الاسد تک کیا، یہاں تین دن تک ان کا کیمپ رہا اور گرفتار ہاتھوں غنیم کا ایک آدمی بھی گرفتار کرتے لائے۔ قال اس اسحاق فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اتی حمراء الاسد وھی من المدینہ علی ثمانیۃ امیال فاقام بھا الاثنین والثلاثاء والاربعاء (اس ہشام) اور یہ اہم جنگی کارروائی اس حدائی سپہ سالارِ اعظم نے کی ہی اس غرض سے کہ مشرکین مکہ پر رُعب پڑ جائے اور ان کا یہ وہم و گمان مٹ کر رہے کہ مسلمانوں نے ہار مان لی ہے۔ واما خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریعاً للعدو ولسلامھم ایاہ حرج فی طلبھم لیظنوا بہ قوۃ وان الذین اصابھم من حد وھم (اس ہشام) بِمَآ اَشْرَكُوْا میں ب تعلیل کے لئے ہے۔ یعنی یہ رعب ان کے شرک کی سزا میں ڈالا گیا۔ ای کان سبب القاء الرعب فی قلوبھم اشراکھم (قرطبی) الباء للسبب ای بسبب اشراکھم باللہ الٰھۃ (ع) ۲۹۵ (عزوۂ اُحد کے اندر) یہ پوری آیت میں میدانِ عزوۂ اُحد کے مختلف پہلوؤں کا ہے۔ یہاں ذکر اس وقت کا ہے جب تک مسلمان اتدا امر کی میں اطاعت احکام رسولؐ پر قائم تھے۔ مَحَسُّوْنَهُمْ۔ حسّ سے استیصال دین مشرکین مکہ ہیں۔ حتی کے معنی قتل کے ہیں۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ (راعب) ای تعتلوھم قتلا ذریعا (کتاب) قال ابو عبیدہ الحس الاستیصال بالقتل (قرطبی) بِاِذْنِهٖ میں اذن سے مُراد اللہ کا حکم کونینی ہے۔ ای علمہ او بقضاءہ وامرہ (قرطبی) ای بتیسیرہ وتوفیقہ (مع ای بارادتہ ۹ حلالین)

لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ
کسی کے لئے کہ وہ ایک میعاد مقرر پر حکم خدا کے بغیر مرجائے اور
مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ
جو کوئی دنیا کا فائدہ چاہتا ہے ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو کوئی آخرت کا نفع
الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ
چاہتا ہے تو اسے اس آخرت کا حصہ دے دیں گے اور عنقریب ہم شکر گزاروں کو بدلہ دے دیں گے ﴿۱۴۵﴾ اور کتنے ہی
مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ
نبی ہو چکے ہیں کہ ان کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں ﴿۱۴۶﴾ سو جو کچھ انہیں
اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ
اللہ کی راہ میں پیش آیا اس سے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ وہ دبے
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ
اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ﴿۱۴۶﴾ اور ان کا کہنا تو بس اتنا ہی تھا کہ وہ کہتے رہے
اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا
کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہمارے باب میں ہماری زیادتی کو معاف دے
وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾
اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور ہم کو کافروں پر غالب کر ﴿۱۴۷﴾
فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
سو اللہ نے انہیں دنیا کا بھی عوض دیا اور آخرت کا بھی

منزل

۵۲۸۴ (بلکہ اس کا مال خود اپنے ہی سر لائے گا) جاہلی مذہبوں میں دیوتاؤں اور پجاریوں کے درمیان ایک طرح کی مساوات ہمیشہ رہی ہے یعنی معبود بھی اپنی پرستش و عدم پرستش سے برابر متاثر ہوتے رہے ہیں۔ قرآن نے بارہا اسی جاہلی ذہنیت پر ضرب لگائی ہے ۵۲۸۵ تاکہ ہیں۔ یہ شکریہ (کافروں) کے مقابلہ میں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عنقریب جزائے خیر ان لوگوں کو ملے گی جو اللہ کی اصلی اور بڑی نعمت دین حق کا شکریہ اس کے قبول و اختیار کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ التأکید علی عدم الاستلام بالتمنی (بیضاوی) ۵۲۸۶ (اور اس میعاد مقرر کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں پھر آخر شرکت جنگ میں اتنا جی چرانے سے کیا حاصل) موت جب بھی آئے گی حکم خدا ہی سے آئے گی اس کے بدون نہیں آسکتی۔ اور پھر جب آئے گی وقت موعود میں آئے گی اس کے قبل نہیں آسکتی۔ خواہ خطرات کیسے ہی شدید ہوں ان حقائق کا اگر استحضار رہے تو موت کا طبعی خوف بھی حدِ اعتدال پر قائم رہے۔ ۵۲۸۷ (جنہوں نے بعت الٰہی کا شکریوں ادا کیا اور جنگ میں ثبات و یک جہتی سے حملہ اور جہاد سے جی نہیں چرایا) یہی آیت میں ساکرین سے وہ لوگ مراد تھے جنہوں نے دین حق کو قبول کیا اور اعمال یکسر قائم رہے۔ یہاں ساکرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان اعمال میں آخرت کی نیت کئے ہوئے جہاد میں شریک ہوئے۔ الذین شکروا نعمۃ اللہ فلم یستعملوھا الا فیما یرضی اللہ (بیضاوی) وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ دنیا کا نفع چاہنا مطلق صورت میں ممنوع نہیں ہے۔ یہاں مراد اس نفع سے ہے جو خالص دنیا ہی کے لئے ہو۔ اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ ثواب الدنیا سے مراد ہے کہ مقصود یہی دنیا ہو اور فی الدنیا حسنہ سے مراد ہے کہ بھلائی حاصل ہو اور اس کا محل حصول یہ دنیا ہی ہو۔ دونوں کے درمیان رسمی آسمان کا فرق ہے۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا۔ یعنی اگر ہماری مشیت ہوئی تو اس کی یہ آرزو پوری کر دیں گے اور آخرت سے محروم کر کے اُسے یہیں نقد کا نقد معاوضہ دے دیں گے۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا۔ یہ ثواب آخرت جو ہے اللہ کی طرف وعدہ اور ذمہ ہے، اس کو یہ مہما اور قسل کے نوتہ مہما کے درمیان بڑا فرق ہے۔ ۵۲۸۸ (راہِ حق میں جہاد فی سبیل اللہ میں) یہ تلایا ہے کہ جہاد کی سنت انبیاء قدیم کے وقت سے چلی آتی ہے اور اس راہ کے سرووں کو برابر ان منزلوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ رِبِّيُّوْنَ ربی۔ ربانی کے مراد ہے اور اور مسیٰ بھی کئے گئے ہیں۔ ای ربانیون (کشاف) احوج سعید بن منصور عن الحسن انھم العلماء الفقھاء واحوجہ ابن حمید عن ابن عباس انصا فھو منسوب الی الرب (سمرقندی) کَاَيِّنْ کہہ کے مراد ہے یعنی بہت سے کتنے ہی۔ کاین بمعنی کم کہہ (قرطبی) صادت بمعنی کم (بیضاوی) ۵۲۸۹ (اور دنیا اور آخرت میں اُس کا درجہ اور مرتبہ بڑھاتا رہتا ہے) فَمَا وَهَنُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یعنی طرح طرح کی مصیبتیں اور پریشانیاں۔ وَمَا ضَعُفُوْا۔ یعنی ہر اس دہشت کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دیا۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا۔ یعنی کفر و اہل کفر کے سارے ساز و سامان و شان و شوکت سے ذرا مرعوب نہ ہوئے۔ وَهْنٌ۔ ضعف۔ اِسْتَكَانَةٌ۔ تین متقارب المعنی الفاظ کے درمیان فرق امام رازیؒ نے یہ نقل کیا ہے کہ وھن تو کہتے ہیں قلب کی کمزوری یا بزدلی کو، اور ضعف مطلق ہے، اس کا تعلق جسمانی قوت و قویٰ قدرت سے زیادہ ہے اور استکانۃ اظہار عجز کو کہتے ہیں۔ ۵۲۹۰ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ۔ اس سے اشارہ ہو گیا کہ ان لوگوں کے عمل میں تو لغزش کیا ہوتی، زبان تک بھی ان کی کلمات تحمید و تمجید اور اعتراف عجز و قصور کے لئے وقف رہی دُنُوْبَنَا۔ اِسْرَافَنَا۔ ذنوب سے یہاں مراد صغائر ہے لی گئی ہے اور اسراف کو کبائر مراد ہیں۔ ذنوبنا یعنی الصغائر واسرافنا یعنی الکبائر (قرطبی) ابن فورک نے کہا ہے کہ اس سے قدیہ کا رد بھی عمل رہا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ اعمال عبد کا خالق نہیں ہے (منہ)

هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ

کہ ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ اختیار تو سارا اللہ کا

لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ ؕ یَقُوْلُوْنَ

ہے یہ لوگ دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ

کچھ بھی ہمارا اختیار چلتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے ۱۲۵ آپ کہہ دیجئے کہ

كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ

اگر تم گھروں میں ہوتے (جب بھی) وہ لوگ تو جن کے لئے قتل مقدر ہو چکا تھا، اپنی قتل گاہوں

اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ

کی طرف عمل ہی پڑتے ۱۲۶ اور (یہ سب اس لئے ہوا) کہ اللہ تمہارے باطن کی آزمائش کرے، اور

لِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

تاکہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اُسے صاف کر دے ۱۲۷ اور اللہ باطن کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا

یقیناً تم میں سے جو لوگ اُس دن پھر گئے تھے جس دن کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئی تھیں ۱۲۸

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ

تو - تو بس اس سبب سے ہوا کہ شیطان نے اسیں ان کے بعض کرتوتوں کے سبب لغزش دے دی تھی

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۵۵﴾

اور بیشک اللہ اسیں معاف کر چکا ہے ۱۲۹ یقیناً اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا حلم والا ہے ۱۳۰

ع ۱۹

مقول

۳۰۴ مسلمان تھکے ماندے تو تھے ہی، دوپہر کے وقت ان پر نیند کا غلبہ ہوا اس سے تازہ دم ہو گئے۔ تھکی ہوئی فوج کو نیند جیسی نعمت کے میسر آجانے کی قدر کوئی اہل فوج ہی کے دل سے پوچھے۔ ۳۰۵ (اور مسلمانوں سے حجت اور تکرار کر رہے تھے کہ تم سے جو وعدۂ فتح و نصرت تھا، وہ کیا ہوا؟) مُراد منافقین ہیں ـــــ مسلمانوں کے ساتھ ملے جُلے ہوئے تھے، اس لئے خطاب بھی اُن سے اکثر مسلمانوں کے ساتھ مشترک ہی ہے۔ یعنی المنافقون (قرطبی) هم المنافقون (بیضاوی) اَصَابَتْهُمْ اَسْئَلُهُمْ یعنی اس قسم کا سوچ بچار کہ دیکھئے یہاں سے بچ کر بھی جانا ہو گا، اپنی جان کی فکر بجائے خود کوئی بُری چیز نہیں۔ یہاں مُراد یہ ہے کہ اُن منافقین کو اپنی ہی پڑی تھی نہ دین کی کوئی فکر تھی نہ رسُولؐ کا کوئی خیال تھا۔ ما هتم الا اهتمام وحالهم الا هم الذاتی ولا هم رسول الله (مدارک) یَظُنُّوْنَ غَیْرَ الْحَقِّ۔ اللہ سے متعلق ان کی بدگمانیاں خلافِ واقعیت و حقیقت تھیں انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مومنین کو نصرتِ حق و تائید میسر نہ ہو گی۔ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ۔ اس سے بھی بڑھ کر ان کے خیالات اس حد تک پہنچ گئے تھے جو مشرک اور جاہلی ہی قوموں کے ہوتے ہیں ان کے نزدیک یہ بھی ممکن تھا کہ اللہ کسی سے وعدۂ تائید و نصرت کرے اور پھر اسے پُورا نہ کرے۔ ایسے عقائد مشرک قوموں میں عام تھے۔ الْجَاهِلِیَّةِ۔ جاهلیه محاورۂ قرآنی میں اسلام سے قبل کا دورِ شرک ہے، یہ جاہلیت توحید کے منافی ہے۔ طی الجاهلیه کی ترکیب یوں سمجھی گئی ہے۔ کطی اهل الجاهلیه ۳۰۶ (ورنہ ہم تو شروع ہی سے اس جنگ سے منع کر رہے تھے، کسی نے ہماری سُنی، ہماری سن لی گئی ہوتی تو آج یہ مصیبت ہی کیوں بیتں آتی) یہ منافقین اپنی حمیت و ندامت مٹانے کے لئے کہہ رہے تھے۔ ۳۰۷ (اور قضاء الٰہی ہر انسانی تدبیر پر غالب و حاکم ہے) حطاسیہ میرے ہے کہ آپ یہ ان منافقین سے کہہ دیجئے۔ ۳۰۸ یعنی ایسا کفر و نفاق۔ اس کو رسُولؐ اور مومنین سے محفی رکھنے کا ہی تو حاصل اہتمام تھا۔ ۳۰۹ یعنی اگر ہمارے مشورہ پر عمل ہوتا تو نہ لڑائی ہی کی نوبت آتی اور نہ اس شکست اور اتنے مقتولین کی۔ ۳۱۰ مطلب یہ ہوا کہ احکام تکوینی تقدیری سے ماہر بننا کسی کے لئے کسی صُورت میں ممکن نہیں کوئی نہ کوئی ظاہری سبب بھی مقتل تک اس کے کھینچ آنے کا ضرور نکل آتا۔ ۳۱۱ (شیطانی اور نفسانی میل کچیل سے) وَلِیُمَحِّصَ تمحیص کے معنی ہیں آمیزشوں سے کھرا کھوٹا سے پاک کرنا۔ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ۔ یعنی تمہارے اخلاص کی آزمائش ہو جائے۔ ۳۱۲ (میدانِ اُحد میں) اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا۔ مُراد وہی صحابی ہیں جن سے اُحد کے موقع پر کمزوری کا اظہار ہوا تھا۔ اُنہی کی تسکین و تسلی کے لئے نیز آمدہ کی تنبیہ و ہدایت کی غرض سے یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ ۳۱۳ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ ہر بھلا گاہ سب سے بڑا ہے مزید و جدید معصیت کا۔ یہاں مُراد ہے حُبِّ حیات اور مالِ غنیمت کی ہوس۔ وقال بعض العلماء حبهم الغنیمه والحرص علی الحیاة (کبیر) معنی السبب اضافها الیه لان الذنب یجر الذنب کما ان الطاعة تجر الطاعة (روح) اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ۔ اس میں اس ادب کی تعلیم آگئی کہ گناہ جو بھی سرزد ہوا ہے اس کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب نہیں بلکہ شیطان کی جانب دینا چاہیئے۔ قال الکعبی الایه تدل علی ان المعاصی لا تنسب الی الله وانه تعالی نسبها الی هذه الاشیاء الثلاثه الی الشیطان الکبیر هالاضافه الی الشیطان لطف وتعریف والعلل کلها وضعیه واحده (مدارک) خود کلام مجید میں بھی دوسری آیتیں اس قسم کی ہیں مثلاً حضرت موسیٰؑ کی زبان سے هذا من عمل الشیطان یا حضرت یوسفؑ کی زبان سے من بعد ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی یا خادم موسیٰؑ کی زبان سے وما انسانیه الا الشیطان۔

مَا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ
جو کہ تم چاہتے تھے بعض تم میں وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں
يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ
ایسے تھے جو آخرت چاہتے تھے پھر اللہ نے تم کو ان میں سے ہٹا لیا تاکہ تمہاری (پرکھ) کرے
لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِذْ
آزمائش کرے اور اللہ نے یقیناً تم سے درگزر کی اور اللہ ایمان والوں کے حق میں بڑا فضل والا ہے
تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ
(وہ وقت یاد کرو) جب تم (میدان سے) بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تم کو پکار رہے تھے
فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى
تمہارے پیچھے کی جماعت کے لئے سو اللہ نے تمہیں غم دیا غم کے بدلے میں تاکہ تم رنجیدہ نہ ہو اس پر
مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝
جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس مصیبت پر جو تم پر پڑے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے
ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى
پھر اس نے اس غم کے بعد تمہارے اوپر راحت نازل کی (یعنی) غنودگی کہ اس کا تم میں سے
طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ
ایک جماعت پر غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی کہ اسے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔
يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ
اللہ کے بارے میں خلاف حقیقت خیالات۔ جاہلیت کے خیالات قائم کر رہے تھے۔ یہ کہتے تھے

۲۹۶ یعنی اپنی فتح اور غنیم کی شکست جس کا مشاہدہ تم برأی العین کر رہے تھے۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ۔ یعنی فتح و فیروزمندی کی کیفیت اس وقت تک قائم رہی، جب تک تم اپنی اس حیثیت میں کمزور نہ پڑ گئے۔ اس وقت تم اپنی رائے میں مذبذب ہو گئے اور تیراندازوں کے دستہ نے خود رائی سے کام لے کر اطاعتِ رسولؐ کی پروا نہ رکھی۔ معرکۂ احد میں جنگ شروع ہونے سے قبل مسلمانوں کے مقدس اور نہایت درجہ صائب نظر سالارِ لشکر نے امکانات نتیجۂ جنگ کا بالکل صحیح اندازہ کر کے ایک گھاٹی میں ایک بلند شکری پر ۵۰ - چیدہ و ماہر تیراندازوں کا ایک دستہ متعین کر دیا تھا اور احکام دیدیئے تھے کہ اس مورچہ سے کسی حال میں نہ ٹلنا یہاں تک کہ اگر ہم شکست کھا جائیں، جب بھی ہماری مدد کو نہ آنا۔ بلکہ اپنے عقب کا خیال رکھنا۔ جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں نے پورے جوش و جماعت کے ساتھ یلغار کی مشرکین کا لشکر بایں فراوانی اور بایں سروسامانی زبردست ٹکر کی تاب نہ لا سکا اور اس کے قدم اکھڑ گئے۔ مسلمان اور آگے بڑھے اور بدر کا جوش و خروش تازہ ہو گیا۔ لیکن اس کی افراط جوش میں توازن قائم نہ رہا، ان کا خط ٹوٹ گیا اور صفوف میں ترتیب باقی نہ رہی اور ایک جماعت نے مزید پیش قدمی کر کے مینم کے چیدہ ڈیرے لوٹنے شروع کر دیئے۔ اُدھر شکری والے تیرانداز دستہ نے جو یہ دیکھا کہ دشمن میدان چھوڑ رہا ہے اور مالِ غنیمت لٹنا شروع ہو گیا ہے، تو یہ سوچا کہ اب یہاں مورچہ پر جمے رہنے کے کیا معنی حکم جس وقت تک کے قیام کے لئے تھا، اس کی تعمیل ہو چکی۔ چنانچہ اس خیال کے ماتحت ۵۰ - میں سے بہ تیراندازِ سپاہی اپنی پوزیشن چھوڑ کر چیدہ میدان میں دوسروں کے ساتھ غنیمت کی تاخت میں شریک ہو گئے۔ خالد بن ولید جو ابھی کو ایمان لائے اور سیف اللہ کہلا کر مسلمانوں کے مشہور جنرل ہوئے، اس وقت تک مشرکین کے رسالہ کے سردار تھے۔ اُن کی دوڑ دین نگاہ موقع کے گھات ہی میں تھی، اپنے سواروں کے ساتھ کاٹ اسی درّہ کی طرف سے بڑھ دیا، گنتی کے دس سپاہی کتنی دیر ٹھہر سکتے تھے۔ جنگ کا پانسہ یکایک الٹ گیا، اور فتح مسلمانوں کے ہاتھ سے اُکھڑ گئی، قرآن اپنے معجزانہ رنگ میں اس سارے بس منظر پر تبصرہ کر رہا ہے۔

۲۹۷ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ یعنی اپنے قائدِ اعظم کے حکم کے باب میں بحث کرنے لگے کہ آیا اب بھی وہ حکم قائم اور واجب الاتباع ہے، ۵۰ میں سے نہ ناوک افگن سپاہی ٹوٹ پڑ چکے تھے اور باقی امیر لشکر کے حکم پر آخر تک قائم رہے۔ وَعَصَيْتُمْ یعنی اپنے سالارِ لشکر اور رسولؐ برحق کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ یہ حالت ایک استثنائی تھی اور اس لئے اس پر گرفت بھی اتنی سخت ہوئی ورنہ اسلامی دور میں عام طور پر تو نظم و ضبط، اطاعت و امتثال (ڈسپلن) کی تصویر ہوتی تھیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر المگربری)

۲۹۸ یہ وہ دستہ تیراندازوں کا تھا جو حلقہ موسیٰ کے تہ تیغ متبع ہو کر آخر تک اپنی جگہ پر قائم رہے۔

۲۹۹ (ایک عارضی و ہنگامی شکست کے ذریعہ سے) یہ نبوت ہے صحابۂ نبویؐ پر کمالِ رحمت کا، یہ عارضی شکست بھی غضب الٰہی یا عدالت کی کوئی فرد نہ تھی بلکہ اس سے بھی مقصود صحابہ کی قوتِ ایمانی کا مزید امتحان ہی تھا۔ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ۔ یعنی جب تم میں عدم ثبات و تزلزل پایا تو اللہ نے اپنی وہ آسمانی امداد و نصرت روک لی۔

۳۰۰ (اسلئے اب مؤاخذۂ آخرت کا کھٹکا نہیں) کیا ٹھکانا ہے مومنین پر بالعموم اور صحابۂ رسولؐ پر بالخصوص شفقت کا کن کن عنوانات سے تسلی دی جا رہی ہے۔

۳۰۱ (کہ ادھر آؤ۔ میں ادھر ہوں) یہ بیان ہو رہا ہے مسلمان سپاہ کی بھگدڑ اور تتر بتر ہو جانے کا۔ اور واقعی بات ہے کہ جب بھیڑ میں بھگدڑ پڑتی ہے تو ایسی ہی بے حواسی پھیل جاتی ہے، بعض نفسی کا عالم ہوتا ہے، کوئی کسی کی نہیں سنتا، ہر ایک کو اپنی ہی جان بچانے کی فکر پڑ جاتی ہے۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ۔ یعنی جب بھاگتے ہوئے چڑھے جا رہے تھے۔ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ۔ رسولِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام علاوہ اپنے دوسرے کمالات و فضائل کے ہمت و تجاعت میں بھی مرد اور بے مثیل تھے۔

۳۰۲ یعنی اس رنج کے عوض میں جو تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلعم کو اُٹھانا پڑا تھا، تمہیں بھی ایک رنج دیدیا گیا۔ ای اساءکم حتی اساء حزنه وحسن اللہ صلعم وحسنا کم (لعلہ الفکہ ایمۂ روح)

۳۰۳ (اور اسی احزی کے مطابق جزا و سزا بھی دے گا) لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا۔ یہ اشارہ ہے ان حکمتوں اور مصلحتوں کی جانب جو اس واقعۂ شکست میں پوشیدہ تھیں۔ یعنی تاکہ آئندہ کے لئے اس واقعہ سے سبق لو اور ہمت و استقلال کو کام میں لاؤ۔

مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ

ہو گئے ہوتے ۔ سو آپ ان سے درگزر کیجئے اور ان کے لئے استغفار کر دیجئے اور

شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى

ان سے معاملات میں مشورہ لیتے رہیے ۔ پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ

اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ إِنْ يَنْصُرْكُمُ

رکھیے ۔ بیشک اللہ ان سے محبت رکھتا ہے جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں ۔ اگر اللہ تمہارا ساتھ دے

اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي

تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو کون ایسا ہے جو اسکے

يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾

بعد تمہارا ساتھ دے ۔ اور ایمان والوں کو تو چاہیئے کہ صرف اللہ پر بھروسہ رکھیں ۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا

اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے ۔ اور جو کوئی خیانت کریگا وہ قیامت کے

غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ

دن اپنی خیانت کی ہوئی چیز کو لائے گا ۔ پھر ہر شخص کو اسکے کئے ہوئے کا پورا پورا عوض ملیگا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ

اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا ۔ کیا جو شخص رضاء الٰہی کا تابع ہے وہ بھلا

كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ

اس جیسا ہو جائے گا جو غضب الٰہی کا مستحق ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾

اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے

محروم کیا جائے اور ان سے ووٹ کا حق سلب نہ کیا جائے ـــــ کیا عہد ہے اس رحمت کی آج دنیا کی بڑی بڑی آراء و جمہوریتیں بھی اس کی مثال پیش کر سکیں گی ؟ فَاعْفُ عَنْهُمْ یعنی جہاں تک حقوق اللہ کے تالف کا تعلق ہے، آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے ۔ امام رازیؒ نے یہاں یہ نکتہ سوجھا لکھا ہے کہ جہاد میں بھاگنے سے بڑھ کر اور کیا گناہ کبیرہ ہو گا لیکن قرآن مجید نے ان اصحاب نبی کے عفو و مغفرت کی بار بار تصریح کر کے صاف کر دیا کہ ان حضرات کے کبائر بھی معاف ہو گئے تھے ۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۔ مشورہ کی بڑی فضیلتیں حدیث میں آئی ہیں اور ظاہر ہے کہ مشورہ کا حکم جب رسول صاحب وحی کو مل رہا ہے تو دوسروں کے لئے اس کی احتیاج کتنی زائد ہے گی ۔ فقہاء و مفسرین نے اس آیت سے اجتہاد اور قیاس شرعی کے جواز کی دلیل پکڑی ہے ۔ صدر دلالة جواز الاجتهاد وبيان ان القياس حجة (ابوبکر) ۳۲۶ یعنی جب کسی امر میں مشورہ ہو لے تو اس استبذ و تامل کو دخل ۔ دیجئے اور ملا تکلف و توقف اللہ کے بھروسہ پر عمل اسی جزئیہ عزم پر کر لے چلئے ـــــ تحسین و احتاجیت ۔ فردیت و شوریت کا کیسا حکیمانہ امتزاج ہے ۔ اس میں اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ اجتماعی کی چیز التزکی ذات ہے ۔ یکساں شوریٰ ہے ۔ مال مادة امر الله عدم علم السلام اراد الجزم على شئ ان يجمعهم ويتوكل على الله لا على مشاورتهم (قرطبی) والمقصود ان لا يكون العبد اعتماد على شئ الا على الله فى جميع الامور (کبیر) ۳۲۷ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ اس گئی گزری حالت میں بھی، نظام شرعی سے اس قدر بہرہ کے بعد بھی مسلمانوں کو صرف قناعت کی دولت لازوال حاصل ہے اور خود کشی کے فیشن سے دنیائے اسلام بالواقع ہے ۔ ۳۲۸ (جیسا کہ مرکز مدرس تم نے دیکھ لیا اور وہ ثمرہ طاعت کا تھا) المقصود من الآية حث المؤمنين على الطاعة والقضاء من المعصية (کبیر) ۳۲۹ (جیسا کہ مرکز اُحد میں تمہیں تجربہ ہو گیا اور وہ ثمرہ حرص دنیا کا تھا) آیت سے یہ بھی استنباط کیا گیا ہے کہ ایمان ثمرہ ہوتا ہے اعمال کا اور کفر عذاب الٰہی کا ۔ لا يحتج الا اصحاب سهد الا ان الايمان لا يحصل الا باعانة الله والكفر لا يحصل الا بخذلانه (کبیر) ۳۳۰ یعنی یہ شان مومن کے بالکل منافی ہے ۔ المراد ان العصوة والحماسة لا يجتمعان (کبیر) والمعنى انه لا يمكن ذلك منه لان العاقل مصيبة والمعنى صلعم معصوم وهذا الى اشارة الى انه لا يسعى ان يتوهم ذلك (ابوبکر) آیت کا پس منظر ہے کہ جنگ بدر کے بعد جب مال غنیمت تقسیم ہو رہا تھا تو ایک سُرخ رنگ کا خیمہ وغیرہ سے جائے معلوم ہوا ۔ اس پر کوئی بول اُٹھا کہ رسول نے لے لیا ہو گا ۔ یہ قول اگر کسی منافق کا تھا تو اس پر بجنت نے کھلا ہوا الحاد رسول اللہ کی دہائت پر کر دیا اور اگر کسی مسلم کی زبان سے نکلا تھا تو وہ یقیناً اس غلط فہمی میں تھا کہ رسول کو غیر اطلاع بھی تصرف کا حق حاصل ہے ۔ آیت ہر دو صورت کی تردید کر رہی ہے ۔ اور ایسے عمل کو خیانت سے تعبیر کر رہی ہے ۔ مشترک عربیت تو سرے سے جاتی ہی ہے ۔ تتے کہ ہر تہ خیانت کس معصیت عظیم کا نام ہے اور ہجیرا ۔ اطلاق کے معنی کیا ہیں ہود و نصاریٰ البتہ پیمبروں کے نام اور کاموں سے آشنا تھے لیکن ان ظالموں نے بھی رفتہ رفتہ ہر تہ خیانت کی اخلاقی عظمت کو بالکل ہی بھلا دیا تھا اور اسی کو کاہن کی قسم ایک شخص ایک چیز بتیس گوئی کرنے والا انسان سمجھ رکھا تھا ۔ آیت سب غلط خیالیوں کی اصلاح کر رہی ہے ۔ ۳۳۱ اتنی بڑی رسوائی اور فضیحت کو پیمبر اور تقدیس سے کوئی دور کا بھی واسطہ ہو سکتا ہے ؟ فقہاء نے لکھا ہے کہ غلول یا خیانت معصیت کبیرہ ہے ۔ قال العلماء الغلول كبيرة من الكبائر (قرطبی) وقد عظم الله امر الغلول حتى احرقه بعض الكبائر رصاص ۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ حکام کا ہدیہ قبول کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہے ۔ وسم الغلول هدايا العمال وسكر فى الصحيحين الاخيرة حكم الفقال (قرطبی) ۳۳۲ پیمبروں کا اعزاز و اکرام قطعی ہے ۔ تو کسی بھی کی عاجب حیات جیسے ذلیل جرم کی سزا کیونکر دی جا سکتی ہے ؟ ۳۳۳ (جیسا کہ بہرنی لازمی طور پر ہوتا ہے)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو حقیقۃً کافر اختیار کئے ہوئے ہیں ۳۱۴

وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ

اور اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں جب کہ وہ لوگ زمین پر سفر کرتے ہیں یا کہیں

كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا

غزوہ کرنے جاتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے ۳۱۵

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ يُحْيٖ

(یہ بات اسلئے ان کی زبان پر آئی ہے) تاکہ اللہ اس کو ان کے دلوں میں سبب حسرت بنائے، اور اللہ ہی

وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلَىِٕنْ

جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسکو خوب دیکھتا رہتا ہے ۳۱۶ اور اگر تم

قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ

اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی مغفرت و رحمت

وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ

اس سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کر رہے ہیں ۳۱۷ اور تم لوگ خواہ مرجاؤ یا مارے جاؤ

لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ

ضرور اللہ ہی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے ۳۱۸ پھر اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے کہ آپ اُن کے

لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

ساتھ نرم ہیں، اور اگر آپ تند خو، سخت طبع ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے منتشر

مدنی

ہو جاتے، اور اگر آپ تند خو، سخت طبع ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے منتشر

لِاَنْفُسِهِمْ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

اپنے نفسوں کے لئے ہے، اور کسی عمر پانے والے کو عمر دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر میں کچھ کمی کی جاتی ہے مگر یہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے، بیشک یہ اللہ پر آسان ہے ۳۱۹

۳۱۴ (اس کے تو۔ واستغفار کی بابر) یہی مضمون تیں آیت قبل بھی بیان ہو چکا ہے ولقد عفا عنکم۔ تکرار سے ان صحابیوں کی مزید تسلی واطمینان مقصود ہے جو لوگ ان صحابیوں کو اس واقعۂ اُحد کی بنا پر مورد طعن سمجھ رہے ہیں وہ صاف آیاتِ قرآنی کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ ۳۱۵ یہاں دو صفاتِ باری کا اثبات کیا ہے۔ عَفَوْتُ۔ ایک صفتِ عفو کا، اس کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ حَلِیْمٌ۔ دوسرے صفتِ حلم کا، اس کا ظہور اسی دنیا میں ہوتا رہتا ہے، کہ دور اُمّاً خذہ نہیں کرتا بلکہ توبہ واستغفار کا موقع برابر دیتا رہتا ہے۔ ۳۱۶ (لیکن زبان پر بھی اسلام وایمان کا رکھتے ہیں) مُرادمنافقین ہیں۔ یعنی المنافقین (بیضاوی) هٰؤُلَآءِ المنافقون اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُنْثٰی (اس حرمہ عن السدی) لاتکونوا کالذین کفروا۔ ہدایت مومنین کو ہو رہی ہے کہ تم اپنی گفتگو میں منافقین کے مثل نہ ہو جاؤ ان کی سی باتیں نہ کرنے لگو۔ اس قسم کی باتیں صرف ان ایمان سے محروموں کے شایان ہے۔ نہی تعالیٰ المومنین ان یکونوا مماثلین فی هذه المقالة الفاسدة (کبیر) کا اطلاق ہوا ہے، حالانکہ منافقین کو زبانی دعوئ اسلام کا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ محض دعوئے اسلام ایمان کہلانے کا کافی نہیں حسب تک کہ تصدیق قلب بھی شامل ہو۔ والایہ تدل علیٰ ان الایمان لیس عبارۃ عن الاقرار باللسان کما یقول الکرامیہ (کبیر) ۳۱۷ (اور کسی جہاد یا اسفار سفر پر روانہ ہوتے تو مرنے سے زندگی بسر کرتے رہتے اور کسی حملہ میں نہ پڑتے) لِاِخْوَانِهِمْ میں لِ تبلیغ کا نہیں، اس لئے اس کے معنی "سے" کے نہیں بلکہ تعلیل یا سببیت کا ہے، اس کے معنی "کی بات" یا "کے باب میں" کے ہوں گے۔ ای لاجل اخوانهم کما فی الانعام لاکثر المفسرین ای لاجل اخوانهم وفی لغة القلم (کبیر)

اخوانهم۔ اخوان سے مُراد نسبی بھائی یعنی مسلمان بھی مراد ہو سکتے ہیں اور اعتقادی بھائی یعنی دوسرے منافقین بھی، ترجیح نسبی بھائیوں یا مسلمانوں کو ہے۔ مسلمانوں کی موت یا شہادت کی خبر سے منافقین سُن پاتے تو اسی طرح کے فقرے کہتے۔ وهو الاحوج انفاق المفسرین واللغة (کشاف) اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ۔ یعنی کسی اسلامی، دینی مقصد سے سفر کو جاتے اور وہیں وفات پا جاتے۔ اَوْ کَانُوْا غُزًّی یعنی کسی جہاد پر جاتے اور اسی میں شہید ہو جاتے۔ اِذَا۔ اگرچہ عموماً مستقبل کے لئے ہے لیکن اذا اور اذا دونوں کا ایک دوسرے کے بجائے لانا بھی درست ہے۔ قال فطوب کلمة اذا واذا یحسن احدهما مکان الاخری واقول هذا الذی قاله طوب کلا حسن (کبیر) ۳۱۸ یعنی ایسے خیالات دماغ میں سمونے والوں کا زمان پر لانا یہ خود ایک وبال ان کی منافقت اور نور ایمان سے محرومی کا ہے، دل میں وہ ایقان تو ہوتا ہی نہیں جو تسکین پیدا کرتا ہے، اس لئے ہر امر مکروہ کی تقدیری سے اُن کے دلوں میں حسرت اور کڑھن کا اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ ای یجعل ذلک اعتقادهم لولم یعتقدوا ما قالوا حسرة (قرطبی) ۳۱۹ موت وزندگی دونوں تمامتر اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اس مسبب الاسباب علت حقیقی کو چھوڑ کر ظاہری اور فوری اسباب پر جانا اور سمجھنا جہاد کو موت یا قتل کی علت تامہ قرار دینا کیسی شدید حماقت و سفاہت ہے۔ امریکہ میں اس وقت سوتیا لوجی (عمرانیات) کا ایک ماہر فاضل ڈیمی سن Denison اپنی کتاب Emotion a basis of Civilisation میں ایک جگہ لکھتا ہے۔ "مسلمانوں کی اس عقیدۂ تقدیر پر باہر امر مکروہ کی خود کو تھپکیں کر دینے کی عادت نے غیر عقیدۂ شہادت سے (کہ شہید معاً جنت میں داخل ہو جاتے ہیں، جہاں اسے ۷۲ حوریں ملتی ہیں، اور کھانے کیلئے سونے کے طرف) مسلمانوں میں معرکۂ جنگ کے اندر بڑی ہی قوت اور استقامت پیدا کر دی تھی۔" (صلعم ۳۶) امریکی فاضل کا ایمان نہ عقیدۂ تقدیر پر ہے۔ عقیدۂ شہادت پر، اس پر بھی وہ ان عقیدوں کی نافعیت اور ان کی حیثیت افادی کی داد دیئے پر اپنے کو بے اختیار پا رہا ہے۔ ۳۲۰ (سو اگر کہیں خدانخواستہ تم نے منافقین کے طرز خیال و گفتگو کی تقلید کی تو یہی سب اس حوالے وانا وبصیر ہمہ بیں وہمہ دان کے علم میں آگر رہے گا) ۳۲۱ (حطام دنیوی میں سے) مطلب یہ ہے کہ موت آپ سے وقت موعود ہی پر آئے گی جہاد یا سفر فی سبیل اللہ سے خواہ مخواہ نہ آ جائے گی الغرض اگر اس حالت میں وقت ہی پورا ہو گیا تو اجر اور امدی بہ مغفرت کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ اَوْ مُتُّمْ۔ یعنی چاہے وہ موت طبعی ہی ہو لیکن مشقتوں کی اُس وقت اللہ کے کام میں ہو۔ ۳۲۲ (سو مومن کیلئے تو کوئی حرف وہراس کی بات ہی نہیں) فَبِمَا رَحْمَةٍ یعنی طبعی موت سے اپنے وطن میں وفات پا گئے۔ قُتِلْتُمْ۔ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں مارے گئے۔ ۳۲۳ لغہ یعنی ان لوگوں کے ساتھ نرم رہے جو جنگ اُحد میں آپ کی نافرمانی کر کے مسلمانوں کی شکست وتصبیح کا سبب بنے تھے۔ اور ان سیاہیوں کے ساتھ جس معرکۂ جنگ میں خود رائی سے کام لینے والے سپاہیوں کے ساتھ شفقت وملاطفت کا معاملہ قائم رکھنا دُشوار کی تنگی تاریخ میں شاذ ہی نظر آپ ہی ہو۔ مما من ما زائدہ التاکید (قرطبی) والدلالة علیٰ ان قلیله کثیر کما کان الامر حقیقة من الله (کشاف)

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ
سو وہ اللہ کی مشیت سے ہوئی ۳۴۱ تاکہ اللہ مومنین کو جان لے اور اُن لوگوں کو بھی جان لے
نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ
جنہوں نے منافقت اختیار کی ۳۴۲ اور اُن سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دفع
اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ۭ
میں ۳۴۳ تو وہ بولے کہ اگر کوئی لڑائی ہوگی تو ضرور تمہارے پیچھے ہو لیتے ۳۴۴
هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ
یہ لوگ اس روز ایمان سے زیادہ کفر کے نزدیک ہوگئے ۳۴۵
يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ
یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ۳۴۶ اور جو کچھ
اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ
یہ چھپائے ہوئے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے یہ لوگ (در آنحالیکہ خود) بیٹھے رہے، اپنے
وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ
بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے ۳۴۷ تو نہ مارے جاتے، آپ کہہ دیجئے کہ (اچھا) اگر تم
اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
سچے ہو تو اپنے کو موت سے بچا لینا ۳۴۸ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے
قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
گئے ہیں انہیں ہرگز مُردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں رزق پاتے ہیں ۳۴۹

معوذ

رہو۔ ای کثّروا سواد المسلمین (اس کثیر العدد تمام) قال السدی واس حریج وعبرھما کثّروا سوادھم ولتقاتلوا معھم (قرطبی) یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب منافقین کا تیسں سو کا گروہ آغازِ جنگ میں مسلمانوں سے کٹ کر مدینہ کو واپس آرہا تھا۔ ۳۴۴ (لیکن یہ تو جنگ نہیں صریح خودکشی ہے) ولا یعال لمثلہ قتال ھو القتل بلا فائدۃ الی المھلکۃ (کشاف) منافقین کا کہنا یہ تھا کہ دشمن اوّل تو تعداد میں تم سے چوگنا پھر ساز و سامان میں کہیں زائد ایسی حالت میں شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کرنا سارے اصولِ جنگ کے خلاف۔ صریح دیوانگی ہے۔ ۳۴۵ (یعنی ایمان ظاہری و لفظی سے بھی بہت دُور ہو گئے اور حقیقی ایمان تو خیر کبھی تھا ہی نہیں) اور کفر سے قریب تر علانیہ بھی ہو گئے۔ نیز مبید یعنی حس و زن ایسی باتیں زبان سے نکالیں۔ ۳۴۶ (چنانچہ ان کا یہ عذر بھی مخلصانہ نہیں) اصل نیت ان منافقین کی کسی حال میں بھی مسلمانوں کی اعانت کی نہ تھی۔ اور کیوں ہونے لگی تھی جبکہ سرے سے ایمان ہی دلوں میں نہ تھا۔ یقولون بافواھھم۔ ما واھھم کا اصرار و تاکید کے لئے ہے جیسے اُردو محاورہ میں کہتے ہیں "یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یا۔ اپنے کانوں سے سُنا ہے۔ والتقیید بالافواہ للمبالغۃ (مدارک) ۳۴۷ (اور ہماری ہی طرح جنگ سے علیحدہ رہے) لاخوانھم۔ اخوان سے مُراد اخوان دینی و اعتقادی نہیں۔ بلکہ اخوان نسبی و وطنی ہیں۔ وکر منافقین کی زبان سے مسلمان شہداء کا ہو رہا ہے۔ فی النسب لا فی الدین ھم شھدآء احد (معالم) وھم احیاء عند ربھم لا احیاء الدین (قرطبی) فی۔ واسطہ کا ہے۔ معناہ لاجل احیائھم (قرطبی) احیاء اور اموات دونوں پر حاشیہ اُوپر قریب ہی گزر چکا ہے۔ ۳۴۸ یعنی اگر تمہارا نظریہ یہ ہے کہ موت سے جنگ ہی میں جانے سے ہوئی ہے تو تم تو سر جنگ سے احتراز کئے ہوئے ہو، دیکھنا ہو کہ موت سے کب تک بچے رہتے ہو۔ ۳۴۹ (عالم برزخ میں ایک خاص مخصوص کے ساتھ) ولا تحسبن۔ امواتا۔ شہداء کی موت عام انسانوں کی موت کی طرح نہیں ہوتی بلکہ انہیں برزخ میں ایک مخصوص قسم کی زندگی حاصل رہتی ہے۔ احیاء یرزقون۔ یہ حیات اور یہ رزق سب اسی عالم برزخ کے متناسب ہوتے ہیں۔ عندربھم۔ یہ اپنے پروردگار کے مقرب بھی ہوتے ہیں۔ عند ھنا تفتضی غایۃ القرب (قرطبی) معنی القرب والشرف (روح) پارہ دوم، آیت رکوع ۳ کے حاشیہ بھی ملاحظہ کر لئے جائیں۔

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ
اور وہ بُری جگہ ہے یہ لوگ اللہ کے ہاں مختلف طبقوں میں ہوں گے
وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ
اور اللہ اُن کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے ۳۳۵ حقیقت میں اللہ نے (بڑا) احسان
عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ
مسلمانوں پر کیا جب کہ اُنہی میں سے ایک پیمبر اُن میں
اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ
بھیجا جو اُن کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا
اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۳۳۶ اور بیشک یہ لوگ
مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ
پہلی ہوئی گمراہی میں سبتلا تھے ۳۳۷ اور جب تمہیں ایسی مار
مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ
اٹھانی پڑی جس کی دوگنی تم (فریق مقابل پر) ڈال چکے تھے ۳۳۸ تو تم کہنے لگے کہ یہ ہمارے ہوئی
قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
آپ کہہ دیجئے کہ وہ تمہاری ہی طرف سے ہوئی ۳۳۹ بیشک اللہ ہر چیز پر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ
قادر ہے ۳۴۰ اور جو مصیبت تم پر اُس روز پڑی جب کہ دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے

النصف

۳۳۴ (جیسے خائن یا اور کوئی مجرم) ۳۳۵ (اور اپنے اسی علم کامل کے مطابق جزا و سزا دینے والا) هُمْ یعنی یہ سب لوگ رضاءِ حق پر چلنے والے ہیں اور راہِ حق کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ هُمْ دَرَجٰتٌ۔ یہ مختلف طبقہ اللہ کے ہاں محبوبیت اور مقبولیت کے لحاظ سے ہوں گے۔ تقدیر کلام یوں ہے هم ذو درجٰت یا لهم ذو درجٰت۔ ای ذو درجٰت او لهم ذو درجٰت (قرطبی) وتقدیر الکلام لهم درجٰت عند الله (کبیر) عِنْدَ اللّٰهِ سے مُراد ہے اللہ کی عدالت میں۔ ای فی حکم الله وعلمه (کبیر) ۳۳۶ اللہ کی بہترین نعمت ہونے کے لحاظ سے بعثت رسُول کا احسان ہے تو سارے عالم پر مسلمانوں کی تخصیص ذکر کی وجہ ظاہر ہے کہ بعثت سے فائدہ اُٹھانے والے یہی لوگ تھے۔ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی اُنہی کی جنس میں سے، اُس میں مومنین کے لئے بڑی بشارت ہے کہ پیمبر بھی بس تمہارے ہی جیسے ایک بشر ہیں۔ اذ ہو المؤمنین کلهم وهی من اصلهم او احد منهم ونسبه منهم (قرطبی) رسُولؐ کی تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفوس، تعلیم کتاب و حکمت پر حاشیہ پارۂ اوّل کی آیت کے ذیل میں گزر چکے۔ ۳۳۷ فی ضلٰل مبین۔ قرآنی دستور العمل اور محمدی سوسائٹی عمل سے قبل دنیا بر عقائد، معاملات، عبادات، اخلاق ہر اعتبار سے اندھیرا ہی چھایا ہوا تھا اور انسانی آبادی صحیح معنی میں فی ضلٰل مبین کی تصویر تھی۔ اِنْ۔ یہاں اِنْ کا مخفف ہے اور تاکید کے معنی دے رہا ہے۔ اِنْ هی المخففة من الثقیلة (کتاب) ۳۳۸ (اس کے قتل مدر میں) اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا یعنی اُحد میں جب تمہیں شکست ہوئی اور تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے۔ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا یعنی بدر میں جب مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے تھے اور ستر گرفتار۔ اَوَ میں وَ عطف کا ہے اور اَ تعریج و استفہام کا۔ الهمزة للتوبیخ والواو عاطفة (بیضاوی) الالف للاستفهام والواو للعطف (قرطبی) ۳۳۹ یعنی تمہارے اپنے ہاتھوں ہوئی۔ ہمارا وعدۂ فتح و نصرت تمہاری طاعت و اطاعت کے ساتھ مشروط تھا۔ جب تم نے اس کا لحاظ نہ رکھا تو اب وعدہ کہاں باقی رہا۔ اَنّٰى هٰذَا حیرت طلبی میں مسلمان بار بار استعجاب سے کہتے تھے کہ ہم صاحب ایمان بندے، اللہ کی راہ میں لڑنے والے پھر ہم میں ہی موجود اور مقابل مشرکین اور پھر بھی شکست ہم ہی کو۔ ۳۴۰ فتح دینے پر بھی قادر اور فتح سے محروم کر دینے پر بھی قادر۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ
سو یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ واپس آئے کہ انہیں کوئی ناگواری (ضرر) نہ
سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ
پیش آئی اور یہ لوگ رضاء الٰہی کے تابع رہے ۳۵۸ اور اللہ بڑا فضل والا
عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاۗءَهٗ ۠ فَلَا
ہے ۳۵۹ یہ تو شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں کے دربد سے ڈراتا ہے ۳۶۰ سو تم
تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا يَحْزُنْكَ
اُن سے نہ ڈرو بلکہ مجھی سے ڈرو اگر ایمان والے ہو ۳۶۱ اور آپکے لئے یہ لوگ
الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ
جو جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں باعث غم نہیں ۳۶۲ یقیناً یہ لوگ اللہ کو ذرا بھی نقصان
شَيْـــًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ
نہیں پہنچا سکتے ۳۶۳ اللہ کی یہی منشا ہے کہ اُن کے لئے آخرت میں ذرا بھی حصہ نہ رکھے ۳۶۴
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ
اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے یقیناً جن لوگوں نے ایمان کے عوض کفر کو
بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝
خرید لیا ہے وہ اللہ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے ۳۶۵ اور اُن کیلئے درد ناک عذاب ہے ،
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ
اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں یہ نہ خیال کریں کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں ۳۶۶ یہ اُن کے حق میں

۳۵۸ (اور یہی رضاء الٰہی سرچشمہ ہے دُنیوی اور اُخروی ہر قسم کے نفع و راحت کا) ۔ فَانْقَلَبُوْا یعنی مقام بدر تک جاکر مسلمان واپس آئے۔ اہل سیَر و تاریخ کی زبان میں یہ واقعہ غزوۂ بدر ثانیہ کے نام سے موسُوم ہے اور اس کا زمانہ شعبان ۴ھ ہجری کا ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:۔ "آپؐ نے ابوسُفیان کے چیلنج کے جواب میں بدر کا قصد فرمایا چنانچہ وہاں پہنچ گئے اور یہاں آپؐ نے ابوسُفیان کا انتظار آٹھ دن تک کیا اور ابوسُفیان بھی مکہ والوں کو لیکر روانہ ہوا مگر لوگوں کی ظاہری رائے یہی ہوئی کہ واپس چلے آنے کی ہوئی اور اس لئے قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے سفر کے لئے تو ایسا موسم مناسب ہے جس میں تم اپنے جانوروں کو جبراً بھی سکو اور دُودھ بھی خوب پی سکو اور یہ موسم تو خشکی کا ہے سو میں تو اب چلا تم بھی واپس چلے چلو چنانچہ وہ لوگ واپس ہو گئے"۔ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ یعنی تجارت میں اور ترقی ایمان کے ساتھ۔ فَضْلٍ۔ یعنی دُنیوی نفع کے ساتھ بھی۔ مال کی بکاسی خوب ہوئی۔ ۳۵۹ چنانچہ یہاں اس کا فضل مسلمانوں پر ان صُورتوں میں ظاہر ہوا۔ ۱۔ ان کے درجۂ ایمان میں ترقی ہوئی۔ ۲۔ انہیں مرکز جہاد میں نکلنے کی توفیق ہوئی۔ ۳۔ وہ ہر وقت دشمن کی شوکت و صولت سے ذرا مرعوب نہ ہوئے۔ مقابلہ کی ہمت قائم رکھی۔ ۴۔ مالی و تجارتی دنیوی نفع حاصل ہوئے۔ ۵۔ اجرِ عظیم کی بشارت ملی۔ ۳۶۰ شیطان کہیں اپنی اصلی صُورت میں سامنے آکر حملہ نہیں کرتا جب وار کرتا ہے کسی نہ کسی انسانی شکل و قالب میں آکر اور یہی اولیاء الشیطان کہلاتے ہیں، یہاں اس جماعت کا لیڈر نعیم ثقفی تھا۔ اولیاءہ ای ما ولیٰہ (زجاج) ۳۶۱ (کہ اللہ کے خوف کو مخلوق کے خوف پر غالب رکھنا لازمۂ ایمان ہے) لِذَا خَافُوْهُمْ۔ هُمْ سے مُراد ہیں شیطان کے دوست یا اللہ کے دشمن۔ ۳۶۲ یعنی ان لوگوں کے لئے آپ فکر و غم میں نہ پڑیں الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مُراد منافقین ہیں۔ اِدھر مسلمانوں کو ضعیف سی بھی شکست ہوئی اور اُدھر یہ کھُلم کھلا کفر میں حائر ہے۔ اور کافروں کے علانیہ بھی شریک ہونے لگے۔ ولات فی المنافقین کثیر)

۳۶۳ یعنی اللہ کے دین کو ذرا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ آیت سے مقصود پیغمبر کو تسکین دینا ہے کہ آپؐ کو بڑی فکر اس کی ہے کہ منافقین کی چالوں سے کہیں اشاعت اسلام رُک جائے۔ سو اطمینان رکھیئے ان کی چالیں ذرا بھی کامیاب نہ ہوں گی۔ ۳۶۴ (ان کے کرتوت ہی کی پاداش میں) ارادہ ان لا یکون لھم ثواب فی الاٰخرۃ لانکون ارادتہ کفرھم و معاصیھم (مدارک) ۳۶۵ (بلکہ الٹے خود ہی ہر طرح کے خسارہ میں رہیں گے) اَلَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ۔ اس میں اسلام کے دُشمن حصہ و علانیہ ہر قسم کے آگئے۔ ۳۶۶ (اور فوراً انہیں عذاب کی گرفت میں نہیں لے رہے ہیں)

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ
اُن (نعمتوں) سے مسرور ہیں جو اللہ نے اُنہیں اپنے فضل سے عطا کی ہیں اور جو لوگ ان کے بعد (ابھی)
بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ
سے (یعنی اُن سے) نہیں جا ملے ہیں ۳۵۸ ان کی بھی اس حالت سے خوش ہیں کہ ان پر کچھ خوف
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ
ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ لوگ خوش ہو رہے ہیں اللہ کے انعام
مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
اور فضل پر اور اس پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ
ضائع نہیں کرتا ۳۵۹ جن لوگوں نے اللہ اور رسُول کے کہے کو مان لیا ۳۶۰
مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا
بعد اس کے کہ اُنہیں زخم لگ چکا تھا ۳۶۱ اُن میں سے جو نیک اور
مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ
متقی ہیں اُن کے لئے اجرِ عظیم ہے ۳۶۲ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن سے کہے
النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
والوں نے کہا ۳۶۳ کہ لوگوں نے تمہارے خلاف بڑا سامان اکٹھا کیا ہے ۳۶۴ اُن سے ڈرو تو اس نے
اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝
اُن کا (خوش) ایمان اور بڑھا دیا اور یہ لوگ بولے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے ۳۶۵

ع ۱۷ ۸ ۶ مع

۳۵۰ (مگر آخر کار شہید ہو کر ان سے جا ملنے والے ہیں) مِنْ فَضْلِهٖ۔ اس فضلِ خداوندی کے اندر ہر قسم کی نعمتیں اور سرافرازیاں آگئیں۔ ۳۵۱ اس حقیقت کا تو اسی عینی مشاہدہ ہو رہا ہے۔ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ۔ نعمت یہ کہ اجر انہیں پورا پورا مل کر رہا ہے۔ ای فوابالاجر العظیم (بیضاوی) صَدَقَهٗ فضل یہ کہ انعام واکرام استحقاق سے کہیں بڑھ کر ملا۔ ای زیادۃ علیہ (بیضاوی) ۳۵۲ (اور رسُول کی اطاعت میں جوش دلی کے ساتھ جنگ کے لئے نکل پڑے) اِسْتَجَابُوْا۔ یہاں اسامعوا کے معنی میں ہے اور حروف س و ت اس میں زائد ہیں۔ معنی اسابوا وللسین والتاء زائدتان (قرطبی) استفک معنی اجاب (کبیر) ۳۵۳ (جنگِ اُحد میں، اور وہ زخم ابھی تازہ ہی تھا) مع کرۂ اُحد میں لشکرِ اسلام کو جو صدمہ پہنچا تھا، اس نے اہلِ مکہ کی ہمتیں بڑھا دی تھیں۔ سال ہی بھر بعد ایک مارید ابوسفیان قریشی اُموی کی قیادت میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ (ابوجہل، ابولہب، عتبہ وغیرہ کے قتل و ہلاکت کے بعد اب قوم قریش کی سرداری کی باگ ابوسفیان ہی کے ہاتھ میں تھی) دو ہزار پیادہ فوج، مع پچاس سواروں کی کمیت کے۔ لیکن دو ہی ایک روز بعد جو واں لوگوں پر کچھ ایسی ہیبت سوار ہوئی کہ اُلٹے جاؤں واپس چلے گئے۔ آیاتِ قرآنی میں اشارہ اِسی واقعات کی جانب ہے۔ ۳۵۴ (اور نیک اور متقی تو یہ سب ہی ہیں) مِنْ مِنْ جس طرح تبعیض کے لئے آتا ہے، یعنی کل میں سے کسی جزء کو بتانے کو، اسی طرح تبیین یعنی توضیح کے لئے بھی آتا ہے۔ چنانچہ یہاں اسی معنی میں ہے اور احسنوا اور اتقوا کے لے آنے سے مقصود اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ الذین استجابوا کی مدح و حمیت کی ملت یہی دو اوصاف احسان و تقویٰ ہیں۔ ومن للبیان والمقصود من ذکر الوصفین المدح والتعلیل لا التقیید لان المحسنین کلهم محسنون شئون (بیضاوی) قد احسنوا کلهم واتقوا لا محصهم (مدارک) ۳۵۵ (اور یہ ابوسفیان کے سکھائے پڑھائے ہوئے اس کی طرف سے پروپیگنڈا کرنے والے تھے) تاریخ میں اس پروپیگنڈسٹ جماعت کے لیڈر کا نام نعیم آتا ہے۔ یہ شخص بعد لتقیف کا تھا۔ ۳۵۶ (اور تم کسی طرح انجام مقابلہ میں کر سکتے ہو) اِنَّ النَّاسَ۔ یہاں ناس سے مُراد قوم قریش ہے۔ اس روایت کی تشریح

اشاعت سے مقصود مسلمانوں کے دلوں میں قریش کا رعب بٹھانا اور اس کی طرف سے دہشت پیدا کرنی تھی۔ "حربِ اعصاب" War of nerves جس طرح آج حربِ اسلحہ کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے اور اس کا ایک اہم حربہ ہے، زمانہ قدیم میں بھی ہوتی رہتی تھی اور ابوسفیان اپنے وقت اور اپنی قوم میں اس فن کا ماہر تھا، اس نے اپنے آدمی چھوڑ رکھے تھے کہ مسلمانوں سے مل مل کر انہیں قریش کی عسکری قوت اور حربی عظمت سے ایسا مرعوب کر دیں کہ اس کی ہمت پست پڑ جائے اور مقابلہ کا حوصلہ ہی باقی نہ رہے ۳۵۷ (ہماری حمایت، حفاظت، سب کے لئے) یعنی اس حربی اشاعت اور پروپیگنڈا نے بجائے ان میں پست ہمتی پیدا کرنے کے مسلمانوں میں جوش ایمانی اور تیز کر دیا اور وہ توکل اور اعتماد علی اللہ کی پوری قوت کے ساتھ بول اُٹھے کہ صبر جو چاہے کرے ہمارا کارساز تو اللہ ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ دار ھم قول الناس اما نا (قرطبی)

۵۳۷۴ (یعنی یہی تیرہ کل) ھای العلل (مدارک) ۵۳۷۴ (اور یہ طوق سانپ کی شکل میں ہوں گے ان کی گردنوں میں لپٹے ہوئے) حشر میں جو محرّمات اور معافی مادّی جسم اور شکلیں اختیار کرلیں گے۔ کل اور مسح رکوۃ حدیث میں آیا ہے کہ سانپ بن کر محرموں کی گردن میں لپٹے گا۔ قال رسول اللہ صلعم ما من احد لا یودی زکوٰۃ مالہ الامثل لہ شجاع اقرع یطوقہ (ابن جریر عن ابن مسعود) سَيُطَوَّقُوْنَ میں س تاکید کے لئے ہے۔ السین مزیدۃ للتاکید (روح) ۵۳۷۵ (اور وہی آج بھی سب کا مالک حقیقی ہے) سو یہ لوگ کل درحقیقت اپنے مال میں نہیں بلکہ اُس کے مال میں کمی کر رہے ہیں خواہ بھی قبیح ہے۔ ولیس ھذا عیبا فی الجمعۃ لان الوارث فی الحقیقۃ ھو الذی یموت سبحانہ وتعالیٰ کما قال اللہ تعالیٰ ولِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وما سبحانہ وتعالیٰ (کبیر) ۵۳۷۶ (اس لئے اخلاص کا اہتمام قدم قدم پر رکھا الارمی ہی) ۵۳۷۷ یہ کہنے والے یہود تھے اور ان کا یہ قول۔ طور مضحکہ وتمسخر کے تھا۔ یہود کا ایک قبیلہ بنی قینقاع کے نام سے اوائل مدینہ میں آباد تھا یہ زرگروں اور مہاجنوں ساہوکاروں کا گروہ تھا۔ اُسی نے آیۃ کریمہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً سن کر۔ طور تعریض وتضحیک اس قسم کی بدگوئی شروع کردی تھی۔ یہود کی مدتمبریوں اور گستاخانہ طمسخر کو کوئی آج سمجھا چاہے تو آریہ سماجیوں کا مناظرانہ لٹریچر اُٹھا کر پڑھ لے! ۵۳۷۸ یعنی فرشتوں کے ہاتھ سے ان لوگوں کے نامۂ اعمال میں لکھا کر رہیں گے اور ایسی گستاخانہ بھیتوں کو ہرگز طرا امدار ہونے دیں گے۔ سَنَكْتُبُ میں یہاں بھی تاکید کے لئے ہے۔ السین للتاکید ای لن یعوبنا ابدا تدوینہ (روح) ۵۳۷۹ حواس درحقیقت القلب ہوں کہ اپنے میمبروں تک کو ہلاک کر ڈالیں اُن سے ایسے گستاخی کے کلمہ بعید ہی کیا ہیں؟ قتل انبیاء اور ساحق قتل انبیاء پر حاشیہ پارۂ اوّل میں گزر چکے۔ رکوع ۷۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو یہود قتل انبیاء سے راضی و مطمئن رہے وہ بھی گویا عملاً قتل میں شریک اور قتل کے ذمہ دار ہوئے ہیں۔ اور پھر حقیقت کئی درج کی ہے کہ رضا بالمعصیت بھی معصیت ہے۔ ھذہ مسألۃ عظمی حسب کون الرضا بالمعصیۃ معصیۃ (قرطبی) ۵۳۸۰ (قیامت کے دن) ۵۳۸۱ یعنی اس کی صمت عدل کا تقاضا ہوگا کہ ایسے محرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ یہ کہ اس میں دراصلی تائید ظلم ہو۔ مشرک قوموں نے اپنے دیوی دیوتاؤں کو ظالم، جابر سب ہی کچھ مانا ہے۔ یہاں ان عقائد کی بھی پوری تردید ہوگئی۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ حشر میں عذاب تو صرف متشکل ہوکر سامنے آئے گا وہ ہوگا تو حقیقۃً اُن جرموں کی دیوی کرتوتوں ہی کا ثمرہ۔ ۵۳۸۲ (اور تمامتہ جھوٹ کہتے ہیں) ۵۳۸۳ یعنی مدعی نبوت کے لئے یہ دکھانا ضروری ہے کہ جو قربانی مدعی میں پیش کی جائے اسے آگ آسمان سے آکر جلا جائے۔ سو جتنی قربانی کا ذکر توریت میں کثرت سے آیا ہے۔ عَهِدَ اِلَيْنَآ۔ یعنی ہمارے رسل اسرائیل کو حکم دیا تھا۔

وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ لَقَدْ
اور الہی دار ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور اللہ خوفم کرتے ہو اس سے خبردار ہے ۵۳۷۶ بیشک
سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ
اللہ نے اُن لوگوں کا قول سن لیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ اللہ مفلس ہے اور
وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ
ہم مالدار ہیں ۵۳۷۷ ہم فرمان کے کیے ہوئے کو لکھ کر رہیں گے ۵۳۷۸ اور ان کے
الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ
ناحق قتل انبیاء کو بھی ۵۳۷۹ اور ہم کہیں گے کہ اب آگ کے عذاب کا مزا
الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ
چکھو ۵۳۸۰ یہ اس (حرکتوں) کی وجہ سے ہوا جو تم آگے بھیج چکے ہو اور اس لئے کہ اللہ
لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
حکمو ۵۳۸۱ بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ۵۳۸۲ (یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں ۵۳۸۳ کہ خدا نے ہمیں
عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا
حکم دیا تھا کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی آگ
بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ
نہ پیش کرے جسے آگ کھا جائے ۵۳۸۴ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے پیشتر بہتیرے تمہارے پاس رسول
قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ
دلائل کے ساتھ اور اس (معجزہ) کے ساتھ بھی آچکے جسے تم کہہ رہے ہو تو تم نے انہیں کیوں قتل کر ڈالا

لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ
سمجھے، ہم تو انہیں جس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ خوب جم کر اور بڑھ جائیں ۳۶۸ اور ان
عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٧٨﴾ مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ
کے لئے رسوا کن عذاب ہے ۔ جس حال پر تم ہو اللہ اس پر ایمان والوں کو چھوڑ دے
عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ
رکھنے کا جس تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ کر لے ۳۶۹
وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ
اور نہ اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرنے والا ہے ۳۷۰ ہاں اللہ جس کو
يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ
چاہتا ہے ایسے رسولوں میں سے انتخاب کر لیتا ہے ۳۷۱ تم اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان
وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٩﴾ وَلَا
لاؤ اور تم نے ایمان لائے اور تم نے تقویٰ اختیار کر لیا تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے اور جو لوگ
يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن
اس مال میں بخل کرتے رہتے ہیں ۳۷۲ جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے
فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ
رکھا ہے، وہ ہرگز نہ سمجھیں کہ یہ ان کے حق میں کچھ اچھا ہے، نہیں، بلکہ ان کے
مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ
حق میں (سخت) برا ہے بخل سے انہیں قیامت کے دن طوق پہنایا جائیگا اس مال کا جس میں انہوں نے بخل کیا ہے

من احتلاط المؤمن بالمنافق (قرطبی) من احتلاط المؤمن المخلص والمنافقین (مدارک) المعنی لا یترککم علی ما انتم علیہ من مخالطۃ المنافقین للمؤمنین (معالم) المیز اور التمییز سو ظاہر مراد منافقین اور مومنین ہیں۔

۳۶۹ (مثلاً یہی کہ وہ بتلائے کہ فلاں فلاں شخص منافق ہیں اور فلاں فلاں مومن) یہ منافقین کے جواب میں ارشاد ہوا ہے جو مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اچھا ٹھہرے سچے ہتے ہو تو یہی بتاؤ کہ منافق کون کون سے ہیں۔ لنطلعکم میں خطاب عالم السانی سے ہے یا صرف مسلمانوں سے۔ المیز سے تکوینی حقیقتیں مراد ہو سکتی ہیں حواس سے پوشیدہ بھی گئی ہیں۔ ۳۷۰ بعض امور غیب کی اطلاع کے لئے) من تشاء۔ یعنی جسے وہ چاہتا ہے اپنی مصلحت و حکمت تکوینی کے ماتحت۔ متکلمین نے کہا ہے کہ آیت اس بے عقیدۂ ماتریدیہ کے مقابلہ میں جو علم غیب کا اثبات علاوہ رسول کے ایسے امام کے لئے بھی کرتے ہیں

الآیۃ حجۃ علی الماتریدیۃ فانھم یدعون ذلک العلم لامامھم (مدارک) ۳۷۱ رسلہ صیغۂ جمع ہیں۔ رسولہ صیغۂ واحد میں۔ مقصود ثواب طرف جو تب محمدی پر ایمان لانے کی ترغیب دینا ہے لیکن اس خصوصی موقع پر بھی حکم تمام انبیاء پر ایمان لانے کا مل رہا ہے۔ کس قدر اہتمام قرآن کو وحدت پیام اور سلسلۂ وحی کی اہمیت و عظمت کا ہے۔ ۳۷۲ (صرف واحد کے موقع پر) البخل فی اللغۃ ان یمنع الانسان الحق الواجب علیہ (قرطبی) سبب فی مانعی الزکوٰۃ المفروضۃ مالہ اس مسعود وابوھریرۃ وابن عباس والشعبی ومجاھد (بحر)

اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ

حب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ کتاب کو پوری طرح ظاہر کر دیا

لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

(عام) لوگوں پر اور اسے چھپایا مت ۵۹۳ سو انہوں نے اس (عہد) کو اپنے پس پشت پھینک

وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝

دیا اور اس کو ایک حقیر قیمت کے عوض میں بیچ ڈالا ۵۹۴ سو کیسی بُری چیز ہے جسے وہ خرید رہے ہیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ

جو لوگ ایسے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام نہیں کیے ہیں

اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ

ان پر بھی ان کی مدح کی جائے ۵۹۵ سو ایسے لوگوں کے لیے ہرگز نہ خیال کر

مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

کہ وہ عذاب سے محفوظ ہیں رہیں گے ان کے لیے دردناک عذاب ہے ۵۹۶ اللہ ہی کے لیے

ع ۱۹ ۱۰ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۵۹۷

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے اول دل

وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ

میں اہل عقل کے لیے بڑی نشانیاں ہیں ۵۹۸ یہ ایسے ہیں کہ جو

منزل

کو سکھلا دیں" (رلو ر۔ ۸، ۶۵۵) حو کچھ میں تم سے اندھیرے میں کہتا ہوں اُجالے میں کہو اور جو کچھ تم کہتے ہو کوٹھوں پر اس کی منادی کرو" (متی ۱۰، ۲۷) لَتُبَيِّنُنَّهٗ۔ تبیین کے معنی خوب کھول کر بیان کرنے کے ہیں۔ ہ کی ضمیر کتاب کی طرف ہے۔ یعنی جو کتاب تمہیں ملے، اس کو اور اس کے مضامین کو خوب بھلاؤ۔ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ یعنی اس کے کسی حصہ، کسی مضمون کو کسی غرض سے بھی چھپاؤ۔ ۵۹۳ یعنی احکام الٰہی کو سستے داموں بیچ کر دنیا حریدی۔ ۵۹۴ قلیلاً۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا ہمیشہ کم قیمت ہی رہے گی۔ یہ مراد نہیں کہ ان مالداروں نے تحریف کا معاوضہ بلکہ ایا ہیں اس سے زیادہ لینا تھا۔ نَبَذُوْهُ ضمیر اسی عہد کی طرف ہے۔ ای المیثاق (بیضاوی)۔ ۵۹۵ خاص طور پر مراد ہیں علماء یہود اور منافقین یہود۔ نحو ما ذلك قولہم من اهل المعاصی (ابن حریر) نحو ما ذلك قولہم من احبار الیهود (ابن حریر) بِمَآ اَتَوْا مثلاً ان کا یہی کارنامہ کہ حق کا اخفاء اور اپنی بدکرداریوں کا کتمان کرتے رہے۔ مَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔ مثلاً یہی کہ دین حق کی پیروی اطاعت نہ کی۔ ۵۹۵ (آخرت میں) بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ۔ اس عذاب سے مراد اسی دنیا میں سزائیں ہیں۔ چنانچہ یہود چند ہی سال کے اندر قتل ہوئے، گرفتار ہوئے، جلاوطن ہوئے، اور منافقین یہود ذلیل و رسوا ہوئے۔ ۵۹۶ (چنانچہ مجرموں کی دنیوی و اخروی سزاؤں پر بھی) اللہ کی ملکیت تامہ اور قدرت کاملہ کا استحضار رہے تو شاید ایک بھی معصیت نہ سرزد ہو۔

۵۹۲ (چنانچہ اس حکم کی شہادت کسی وجہ میں تو موجودہ محرف توریت اور انجیل بھی دے رہی ہے۔ "تم اس کلام میں جو میں تمہیں فرماتا ہوں کچھ زیادہ نہ کچھ گھٹاؤ اور اس میں کم کچھ جو" (استثناء ۴، ۲) "تو یہ باتیں اپنے بیٹوں اور پوتوں کو سکھلا" (استثناء ۴، ۹) "اس لیے سی اسرائیل میں ایک شریعت بنا رکھی جس کی بابت اس نے ہمارے باپ دادوں کو حکم کیا کہ وہ اسے اپنی اولاد کو سکھلا دیں تاکہ آنے والی پشت وہ مرد جو پیدا ہوں سیکھیں اور وہ اٹھ کے اپنی اولاد

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ

اگر تم سچے ہو ۱۸۳ سو اگر یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ

آپ سے پیشتر بھی پیغمبروں کی تکذیب ہو چکی ہے جو شواہد اور نوشتوں اور روشن کتاب کے ساتھ

الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ

آئے تھے ۱۸۴ ہر جاندار کو موت چکھنا ہے ۱۸۵ اور تم کو تمہاری پوری مزدوری

أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

تو بس قیامت ہی کے دن ملے گی ۱۸۶ تو جو شخص دوزخ سے

وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہی کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی تو کچھ بھی نہیں

إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

بجز ایک دھوکے کے سودے کے ۱۸۷ یقیناً تم اپنے مال اور جان سے آزمائے جاؤ گے ۱۸۸

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور یقیناً تم بہت سی دلآزاری کی باتیں ان سے بھی اور سنو گے جنہیں تم سے پہلے کتاب مل چکی

وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْٓا أَذًى كَثِيْرًا ۗ وَإِنْ تَصْبِرُوْا

ہے اور ان سے بھی جو مشرک ہیں ۱۸۹ اور اگر تم صبر کرو اور

وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَإِذْ أَخَذَ

تقویٰ اختیار کرو تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے ۱۹۰ اور (وہ وقت قابل ذکر ہے)

لی تبلوا لام ۱۷۰ آل عمران ۳

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ

اگر تم سچے ہو ۱۸۳ سو اگر یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ

آپ سے پیشتر بھی پیغمبروں کی تکذیب ہو چکی ہے جو شواہد اور نوشتوں اور روشن کتاب کے ساتھ

الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ

آئے تھے ۱۸۴ ہر جاندار کو موت چکھنا ہے ۱۸۵ اور تم کو تمہاری پوری مزدوری

أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

تو بس قیامت ہی کے دن ملے گی ۱۸۶ تو جو شخص دوزخ سے

وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہی کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی تو کچھ بھی نہیں

إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

بجز ایک دھوکے کے سودے کے ۱۸۷ یقیناً تم اپنے مال اور جان سے آزمائے جاؤ گے ۱۸۸

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور یقیناً تم بہت سی دلآزاری کی باتیں ان سے بھی اور سنو گے جنہیں تم سے پہلے کتاب مل چکی

وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْٓا أَذًى كَثِيْرًا ۗ وَإِنْ تَصْبِرُوْا

ہے اور ان سے بھی جو مشرک ہیں ۱۸۹ اور اگر تم صبر کرو اور

وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَإِذْ أَخَذَ

تقویٰ اختیار کرو تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے ۱۹۰ اور (وہ وقت قابل ذکر ہے)

منزل

---

۳۸۴ یعنی اگر تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ مرتبۂ نبوت اور اس خاص معجزہ کا ظہور لازم ملزوم ہیں تو آخر تمہاری قوم کے جن انبیاء نے یہ معجزہ دکھایا تم خود اُن کے منکر کیوں رہے؟ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ یعنی خاص تمہاری ہی نسل و قوم کے پیمبر جو تمہارے پاس آ چکے ہیں۔ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ۔ توریت میں اس قسم کے متعدد واقعات مندرج ہیں مثلاً "ایلیا نبی نزدیک آیا اور لوگ اسے خداوند ابرہام اور اسحاق اور اسرائیل کے خدا آج کے دن معلوم ہو جائے کہ تو اسرائیل کا خدا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے یہ سب کچھ تیرے کہے سے کیا ہے تب خداوند کی طرف سے آگ نازل ہوئی اور اس نے اس سوختنی قربانی اور لکڑیوں اور پتھروں اور پانی کو جلایا" (۱- سلاطین - ۱۸، ۳۶ و ۳۸) "اور جب سلیمان دعا مانگ چکا تو آسمان سے آگ اتری اور سوختنی قربانی اور دنبوں کو کھا گئی اور وہ گھر خداوند کے جلال سے بھر گیا" (۲- تواریخ ۷، ۱) ۳۸۵ (اس لئے آپ کچھ غم نہ کریں، کہ یہ معاملہ تو سارے انبیاء و مرسلین کے ساتھ ہوتا آیا ہے) بِالْبَيِّنٰتِ۔ بیّنات دلائل عقلی اور معجزات سب کا جامع ہے۔ ای الجمیع والمراد بعضہا المقاطع (کبیر) الزُّبُرِ۔ زبور کی جمع ہے، مراد وہ مختصر رسالے ہوتے ہیں جن میں صرف اخلاقی موعظ ہوتے ہیں۔ اس کی بہترین مثالیں اناجیل اربعہ ہیں۔ مثل الرسل المواعظ و الواحد زبور (بیضاوی) الْكِتٰبِ۔ اصطلاح قرآنی میں اس سے مراد ایسی کتاب ہوتی ہے، جس میں احکام و شرائع سب ہوں۔ اور پوری طور پر ہادی ہو۔ والکتاب لغوۃ القرآن ما تضمن الشرائع والاحکام (بیضاوی)

۳۸۶ (خواہ وہ کوئی اور کیسا ہی ہو) گویا اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ موت ایک طبعی تتمہ و تکملہ ہے حیات کا، اسے نہ کوئی بہادری اور بدکاری سے کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ اسباب کے لئے بطور سزا کے مقرر ہوئی ہے۔ اس میں مجوس اور یہود دونوں کا رد آگیا جن کے عقیدہ میں موت نام ہے گناہ کی سزا یا نتیجہ کا۔ انجیل کے صحیفوں میں ہے:۔ "جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب موت آئی اور موت سب آدمیوں میں پھیل گئی" (رومیوں ۵، ۱۲) "گناہ کی مزدوری موت ہے" (رومیوں ۶، ۲۳) سفواہش حاملہ ہو کر گناہ کو جنتی ہے اور گناہ جب بڑھ چکا تو موت پیدا کرتا ہے" (یعقوب ۱، ۱۵) یہود کا عقیدہ کہ موت نتیجہ ہوتی ہے شخصی گناہ کا، ان کی معتبر و مستند جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۴ صفحہ ۴۸۳ میں درج ہے۔ ۳۸۷ (سو اگر آج کوئی شخص یہاں قانون مکافات کی گرفت سے بچ بھی گیا تو اس کی یہ محرومیت عارضی ہے کہ یہ دنیوی زندگی سلسلۂ حیات کا ایک بہت ہی ناقص و ناتمام حصہ ہے) خطاب یہاں عام نوع انسانی سے ہے۔ اُجُوْرَ۔ اجر کا لفظ اپنے وسیع معنی میں جزاء کی طرح عذاب و ثواب دونوں کے لئے عام ہے۔ ما حرالمومن ثواب واحر الکافر عذاب (قرطبی) لعطوں حراما عالکم حیرا کان او شرا تاما وافیا (بیضاوی) ۳۸۸ (اور یہاں کے سارے عیش تمام تر عارضی، فانی اور بے ثبات ہیں) یہ اس عقیدہ کا استحضار رہے تو ہر انسان کس قدر فرشتہ خصلت بن جائے۔ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ۔ یہ کچھ تاخواہ شروع ہی سے ہو، خواہ کچھ سزا بھگتنے کے بعد۔ ۳۸۹ (اے مسلمانو!) یعنی نقصان مال اور نقصان جان دونوں طرح تمہاری آزمائش ہوگی۔ وَلَتَسْمَعُنَّ اس سے رد نکل آیا ان فلاسفہ و متکلمین کا جنہوں نے ماؤنیں کی طرح نفس کو صرف جسم مادی دہری کے مرادف قرار دیا ہے۔ وھذہ الایۃ دلیل علی ان النفس ھی الجسم المعانیں وان ما جعلہ المعنی الساطل کما قال بعض اھل الکلام و العلا سعۃ (مدارک) ۳۹۰ (سو صبر و شات، تحمل و استقامت کی عادت برابر قائم رکھنا چاہیئے) اَذًى كَثِيْرًا۔ میں دین کی تحقیر، پیمبر کی توہین وغیرہ سب چیزیں آگئیں۔ قرآن مجید کی پیشگوئی آج تک کیسی صحیح چلی آتی ہے۔ یہود کی، مسیحیوں کی، ہندوؤں کی زبانوں سے اپنے پیمبر، اپنے دین اور اپنی کتاب کے بارہ میں کیا کچھ سننا نہیں پڑ چکا ہے! ۳۹۱ (اور اس لئے ہر طرح واجب العمل) ای من معزومانہا الق یعزم علیہا (جلالین) ای الامور التی ینبغی ان یعزم علیہا (خ) (ایسے امور کا پائے مقصود سے ہونا (ولی اللہ دہلوی) ذٰلِكَ۔ یعنی یہی صبر و تقویٰ ھی الصبر والتقوی (بیضاوی)

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ
بیشک تُو وعدہ خلافی نہیں کرتا ۵۴۰۸ سو ان کی دُعا کو ان کے پروردگار نے
رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ
قبول کر لیا ۵۴۰۹ اسلئے کہ میں تم میں کسی عمل کرنے والے کے واہ مرد ہو
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ
یا عورت عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا تم آپسمیں ایک دوسرے کے جزو ہو ۵۴۱۰ تو جن
هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ
لوگوں نے ترکِ وطن کیا اور اپنے شہروں سے نکالے گئے اور (اور بھی) تکلیفیں انہیں میری
سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ
راہ میں دی گئیں اور وہ لڑے اور مارے گئے ، ان کی خطائیں ضرور ان سے معاف کر دی جائینگی ۵۴۱۱
وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
اور میں ضرور انہیں ایسے باغوں میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی ،
ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝
(یہ) اللہ کے پاس سے ثواب ملے گا اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے ۵۴۱۲
لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ
(یہ) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے ۵۴۱۳ (یہ) اچھا برتاؤ
قَلِيْلٌ ۣ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝
(ہے) مگر تھوڑا سا پھر تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسی بُری آرامگاہ ہے

مدنی

تھی بہت سے درجات سے، بہت سے قولوں سے محروم تھی اس گرہی کو مٹانے کے لئے صراحت کے ساتھ یہ بیان کرنے کی ضرورت تھی کہ جنس مذکر و مؤنث سے عمل و اجرِ عمل پر مطلق کوئی اثر نہیں پڑتا، عمل عمل کے لحاظ سے ہر حال یکساں ہے۔ نماز اس کی بھی قبول اُس کی بھی، روزہ اس کا بھی مقبول اُس کا بھی، صدقہ اس کی بھی قابل خود اس کی بھی قبول ہوا۔ لَآ اُضِيْعُ (لاکر بھی بتا دیا کہ عمل پر ثمرات کا ترتب تمام تر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ یہ تصریح ہے اس کی کہ انسانیت دونوں جنسوں میں مشترک ہے اس لئے حکم بھی دونوں کا مشترک ہی رہے گا۔ لانہما من اصل واحد (بیضاوی) (لاعادۃ فی الآخرۃ ولا فی الثواب بین الذکر والانثی کثیر) بلکہ بعض بعض ہما شرکۃ النساء مع الرجال فی ما وعد اللہ عبادہ الصالحین (مدارک) ورا اسے یاد کر لیا جائے کہ دونوں جنسوں کے درمیان اشتراک انسانیت کی یہ تعلیم عیسوی صدی عیسوی میں نہیں ساتویں صدی عیسوی کی ابتداء میں مل رہی ہے، جبکہ فرنگستان اور ہندوستان دونوں میں عورت ہونا خود ایک جرم تھا اور عورت کا وجود مرادِ عام تھا گندگی اور ناپاکی کے۔ مِنْ ذَكَرٍ میں مِنْ تاکید کے لئے ہے۔ (حلب مِنْ للتاکید (قرطبی) ۵۴۱۰ (اور یہ کھا سیئات والا انعام علاوہ اس اجر کے ہوگا جو اپنے اعمالِ شاقہ اور حسنات پر ملے گا) اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ۔ وَهٰذَا۔ یہ ذکر ہو رہا ہے حضورؐ کے رفیقوں اور صحابیوں کی جان تاریوں کا۔ اور یہاں میں چند اعمال کا نام لیکر ذکر کیا گیا ہے، یہ بطور مثال و نمونہ کے یا ورنہ حسنات کے تمام عنوان کے طور پر تاکہ اسی پر سارے اعمالِ حسنہ کا قیاس کر لیا جائے ان سے حسنات کا حصر مقصود نہیں۔ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ اس تصریح سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ حضرات ماوحوداں مرتبوں کے، ماوجود صحابی اور مہاجر اور مظلوم فی سبیل اللہ اور غازی اور شہید ہونے کے معصوم نہ ہوں گے، لغزش و خطا سے ماورا نہ ہوں گے، صاحب سیئات ہوں گے عام بشری لغزشوں کے یہ بھی مرتکب ہوں گے البتہ بفضل خداوندی ان کے حسنات کو ان کے سیئات پر کہیں غالب رکھے گا۔ آج ہر شیخ "شیخ" اور ہر "رگ" کو عملاً تقدس مآب و معصوم اور بشر سے ماورا سمجھا جانے لگا ہے اس عقیدۂ فاسدہ کی تردید قرآن مجید قدم قدم پر کر رہا ہے۔ ۵۴۱۱ صیغہ حصر کا وارد ہوا ہے یعنی یہ بہترین و برترین نعمت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ کسی اور کے ہاتھ میں نہیں۔ ای یحسن بہ ولا یقدر علیہ احد (مدارک) ۵۴۱۲ یعنی اے مخاطب اہل کفر کا مخلوط دنیوی سے بہرہ ور ہونا، مادّی نعمتوں کا حصہ دار ہونا کہیں تجھے اس دھوکے میں نہ ڈال دے کہ انکی حالت بھی قابل قدر اور مستحق احترام ہے۔ یہ دھوکا بھی کتنا عام ہے اور آج دنیا کتنا بڑا اس دھوکے میں پڑی ہوئی اور اس غریب پر مٹی ہوئی ہے۔ الخطاب لکل احد (مدارک) ھذا خطاب لکل من سمعہ من المکلفین کما تقدم لکفرنکم ایہا السامع (کبیر) ۵۴۱۳ (آخرت کی ابدی نعمتوں اور سرفرازیوں سے اس مخلوط دنیوی کو نسبت ہی کیا؟ حدیث نبویؐ میں آیا ہے کہ دُنیا کو آخرت کے مقابلہ میں کوئی سمجھا جاتا ہے تو مرجیں مارتے ہوئے سمندر میں انگلی کو پھراوٹا لے اور نکال لے پھر دیکھے کتنا پانی اس میں آیا ہے۔

يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ
اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (برابر) یاد کرتے رہتے ہیں ۱۹۱ اور

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا
آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار

مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ
تو نے یہ (سب) لایعنی نہیں پیدا کیا ہے ۱۹۲ تو پاک ہے ہو ہمکو دوزخ کے

النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ
عذاب سے ۱۹۳ اے ہمارے پروردگار تو نے جسے دوزخ میں داخل کردیا اسے واقعی رسوا

اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ
کردیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ۱۹۴ اے ہمارے پروردگار

اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا
ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا ایمان کی پکار کرتے ہوئے کہ اپنے پروردگار پر

بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ
ایمان لے آؤ، سو ہم ایمان لے آئے ۱۹۵ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے

عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا
ہماری خطاؤں کو زائل کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دے ۱۹۶ اے ہمارے پروردگار ہمیں عطا کر

مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
وہ چیز جس کا تو نے ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کیا ہے اور ہم کو قیامت کے دن رسوا نہ کرنا ۱۹۷

منزل

---

۳۹۷ (اللہ کی توحید اور معبودیت کی، اس کی حکمت و صنعت کی اور اس کی قدرت و حاکمیت کی) نظام خلقی اور اس کی تفصیلات، چاند، سورج، ستاروں کی تعداد، انکے درمیانی فاصلے، ان کے باہمی تعلقات و تاثرات، ان کی گردشوں کی پیمائش، مشرق و مغرب، نور و حرارت وغیرہ کے قاعدہ ضابطہ، اس قسم کی تفصیلات سے علم ہیئت کی کتابوں کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں ——— رہی زمین تو ہیئت ارض، مساحت ارض، طبقات ارض، معدنیات ارض، کشش ارض، ہوا، بادل اور موسموں کے تغیرات وغیرہ کے لئے تو کوئی ایک پورا فن بھی کافی نہ ہوا بلکہ جغرافیہ طبعی، جیالوجی، فزیالوجی، میٹرولوجی، آرکیالوجی جغرافیہ کتنے فنون پر فنون نکلتے چلے آرہے ہیں اور حکمت باری اور صنعت باری کو انداز اور تخمینے ختم ہونے کے قریب بھی نہیں آرہے ہیں! آیت میں ضمناً اُن مشرک قوموں کا بھی رد آگیا جنھوں نے آسمان یا زمین یا رات دن کو دیوی دیوتا سمجھا ہے، معبودیت کی صلاحیت ان میں سے کسی میں بھی نہیں، یہ سب کے سب ملوک و مخلوق ایک صانع اعلم کے۔ ۳۹۸ یعنی یا والہی حواہ دل سے ہو یا زبان سے، یہ ہر حال اور ہر ہیئت کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ المراد معہ کون الانسان ذاکر الذکر فان الاحوال لعمت الا هذه الملائمة (کبیر) قال سائر المفسرین اراد به المداومة علی الذکر وفی عموم الاحوال (سالم) علی خمسۃ پہلو سے مراد ہے لیٹے ہوئے۔ ای مضطجعین (قرطبی) ۳۹۹ کائنات طبعی کے ان علیم الشان موجودات کے قوانین طبعی اور قواعد ترکیبی سے صانع اعظم و خالق عالم کی قدرت، حکمت، صنعت پر استدلال کرتے رہنا عبادت ہی نہیں ایک اعلیٰ و اشرف عبادت ہے۔ هو افضل العبادات کما قال علیه الصلوٰة والسلام لا تفکروا فی المخلوق والمقصود من الخلق (معالم) دلت الآیة علی ان اهل مراتب الصدیقین التفکر فی دلائل الذات والصفات (کبیر) کاش آج ہماری قوم کے ماہرین فن ہیئت، فلکیات، ریاضیات وغیرہ علوم طبعی پر دینی و ایمانی نقطۂ نظر سے قلم اٹھاتے! ۴۰۰ یعنی ظاہر میں و بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے، بڑے بڑے مصالح و مقاصد اس کے اندر رکھے ہیں۔ اس میں روگا یہ علاوہ مادیین و دہریین کے حوالہ کائنات کو محض بخت و اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ اُن مذاہب باطلہ کا بھی جن کے مرویہ یہ نظام کائنات محض کسی دیوتا کا کھیل تماشہ یا ایک طرح کا طلسم و تصدہ ہے۔ ۴۰۱ دہریہ عمل عبث اور لاحاصل ہے) تعریض بمن یصف الله بما لا یلیق به (قرطبی) ۴۰۲ اور وہ اس طرح کہ ہمیں راہ ہدایت پر چلائے اور راہ ضلالت کے سایہ سے بھی بچائے) ۴۰۳ (کہ ہمیں میرے عذاب سے کچھ بھی بچا سکے) الظالمین۔ ظالم سے یہاں کلی ہوئی مراد کافر ہے۔ ای الکفار (قرطبی) المراد بالظالمین الکفار (مدارک) العراب دل علی ان الظالم لا علاج له الکافر (کبیر) من تدخل النار مراد وہ لوگ ہیں جو کفر و شرک میں مرے اور عذاب ابدی کے لئے دوزخ میں جھونکے جائینگے، وہ گنہگار مسلمان مراد نہیں ہیں جو گناہوں سے پاک صاف ہونے کیلئے عارضی و وقتی طور پر دوزخ میں بھیجے جائینگے۔ قال سعید بن المسیب الآیة خاصة فی کفرة اهل الکتاب وهو لاء یخرجون من النار (قرطبی) حکمۃ رد اسلام کے گروہ نے آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ مذاہب دعائی مذاہب جہنمی سے بھی ٹوٹ کر بدرجہ دست و شدید ہوگا اس لئے کہ قرآن حزین و رسوائی کا ذکر مذاہب دوزخ کے بعد کرتا ہے (کبیر) ۴۰۴ اس دعائی حق کی بدایات کے مطابق) ایمان شریعت میں وہی معتبر و مستند ہے جو پیغمبر کی ہدایات کے مطابق ہو نہ کہ اپنے ظن و تخمین کے ماتحت۔ امام ابن تیمیہ نے یہیں سے یہ نکالا ہے کہ اپنے ایمان کو انشاء اللہ کے ساتھ مقید و مشروط کرنا درست نہیں۔ قال التسبیح او مصدوره فسر دلیل طلاب الاستقصاء فی الاول (مدارک) منادیا۔ پکارنے والے سے مراد رسول اللہ صلعم ہیں۔ ینادی للایمان۔ یہ ضرور نہیں کہ پیغمبر کی دعوت براہ راست ہی پہنچی ہو، کسی واسطہ سے بھی پہنچے، بہرحال پیغمبر ہی کی دعوت ہوگی، للایمان میں ل الی کے معنی میں ہے۔ اللام بمعنی الی ای الی الایمان (قرطبی) ۴۰۵ (اور آخرت میں اُن کی رفاقت نصیب کر) مصدوص المحتمل معه دون فی دون تکفیر (بیضاوی) ذنوبنا۔ ذنوب سے مراد بڑے گناہ ہیں۔ ای کبائنا (بیضاوی) سیئاتنا۔ سیئات سے مراد چھوٹے گناہ ہیں۔ ای صغائرنا (بیضاوی) ۴۰۶ یعنی ابتدا ہی سے ہم پر فضل و کرم رکھ۔ حتم وغیرہ کے جو شدید ترین عذاب ہیں، وہ تو خیر لگے ہے، باقی میدان حشر میں پل صراط رسوائی، عام تفضیح، یہ کچھ کم ہے، ذرا اس پر خیال تو کیا جائے۔ ایساما وعدتنا علی السنة رسلک عمر و جست مرجوہ۔ علی رسلک۔ اللہ کے وعدے معتبر تب ہوتے ہیں جو پیمبروں کی وساطت سے ہوں، مُہر تصدیق صرف اُسی پر لگی ہوتی ہے جو کہ اپنی عقل و ذہانت سے عرصہ کھوکھٹ و مدتوں پر۔ ربنا اس سلسلہ دعا میں بار بار اس لفظ کی تکرار اللہ کی صفت ربوبیت کو بار بار مخاطب کیا گیا ہے اس کی صفت کا واسطہ دیکر دعا کرنا اس کی حیثیت اور الحاح اور تضرع کی۔

ضمیمہ ۴

اسم پاک محمدؐ

(بہ سلسلہ حاشیہ ص ۲۸۱ پ ۴)

حضور کا نام نامی آپ کے دادا "عبدالمطلب" نے رکھا تھا۔ عام طور پر اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ رؤیائے صادقہ یا الہام کے ذریعہ انہیں یہ مولود سعید آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم محمدؐ، محامد اور مرجع خلائق بنے۔ ارباب تصوف و روشنگانی کی اتھاہ گہرائیوں میں لے جاتے ہیں کہ یہ لفظ "محمدؐ" معدا کے نام "احمد" سے متعلق ہے۔

اگرچہ عام طور پر نام کی صرف اس قدر ضرورت سمجھی جاتی ہے کہ چند چیزوں میں باہم امتیاز قائم رہے لیکن نام کی صحیح اور حقیقی غرض یہ نہیں۔ اسم کو اپنے مسمّٰی کے صفات، خواص اور حالات کا آئینہ ہونا چاہیئے۔ افراد کے نام رکھنے میں تو اس کا کم لحاظ کیا جاتا ہے۔ لیکن عموماً انواع و اجناس کے نام اسی مقصد کو پورا کرتے ہیں، مثلاً انسان، مسلم، قوم، تاجر، دانا، دلیر پیدا کرنا افراد و اشخاص کے ناموں میں بھی اس کا لحاظ کر لیا جاتا ہے جیسے مسیح اور مدّثر یہ دونوں نام اپنے مسمّٰی کے اوصاف اور خواص کو ستلاتے ہیں۔

یہ امر پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ جب کہ تاریکی طور پر بات سے پہلے عرب میں کہیں اس نام کا پتہ نہیں چلتا۔ مؤرخین اکثر لکھتے ہیں۔ ولم یکن شائعاً فی العرب قبلہ الا نادراً اس حالت کو تسلیم کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اتفاقی طور سے "ہم مبارک" کا "عبدالمطلب" کے ذہن میں آ جانا مستبعد اور مدعی معلوم ہوتا ہے جب اس نام کا مثل کامل دنیا کو اپنے وجود گرامی سے متشرف کر چکا تو بھر اسم بھی ظاہری طور سے ہم رکھنے والے کے دس میں وارد ہوا۔

نام مبارک کا عام اور سادہ ترجمہ جو کیا جاتا ہے کہ "وہ ذات جس کی تعریف کی گئی" اس ترجمہ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اس صفت حمد کی ستائش کے سامنے ترجمہ صحیح ہے حمد کے تمام ہی اُس کے نزدیک موجب توصیف ہیں۔ دنیا کے تمام حکیم، مادح عام انسانوں کی عقلوں میں لائق مدح و ستائش ہیں اس لئے اس ترجمہ کی صحت کو پورے طور پر تسلیم کرتے ہوئے بعض کو اور زیادہ وسعت دیں۔ صاحب مفردات "محمدؐ کے معنی لکھتے ہیں الذی استحمت بہ الخصال المحمودۃ یعنی محمد لفظوں سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظ محمدؐ کے معنی محمود صفاتی کے ہیں جیسے

اے کہ تو محمود و حمدی بچہ باشد خوانمت

کارسازِ قدرت کی وسعت لامحدود اس کے کرشمے لامحدود اس کی خلقت کا دروازہ ہمیشہ کھلے دیکھے۔ عورکرنے سے ہم اپنی عقل کے مطابق اس پھیلاؤ پر پہنچتے ہیں کہ قدرت نے تخلیق انواع کے لئے ایک معیار مقرر کیا ہے۔ مخلوقات کی ہر نوع کا ایک درجہ کمال ہے۔ کرسی کے آگے اُس کا قدم نہیں بڑھتا "حیوانات" "سامات" اور جمادات تک میں اس کے تبادل ہو سکتے ہیں صورتیں ایک ہیں شکلیں متعدد ہیں، اوصاف مختلف ہیں، لیکن ان مختلف اوصاف کی ایک انتہا ہے جسے منتہی اعلیٰ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کرسی کے آگے کوئی درجہ نہیں، ہر نوع میں جس اعلیٰ کو جس پر اوصاف حامیہ کے ساتھ حامد ختم ہوتے ہیں ہم مقصود فطرت اور لفظ تخلیق کہہ سکتے ہیں۔ اس نقطۂ تخلیق کی اصطلاح کو پوری تشریح کے ساتھ دیکھنا چاہے یہ بات تھوڑے سے غور اور شعور سے بہ آسانی سمجھ میں آ سکتی ہے بعض اور بعض کے لحاظ تمام انواع مخلوقات کے اوصاف کا ایک درجۂ اعلیٰ پاتے ہیں کہ جس کے آگے انسانی معلومات میں کوئی درجہ نہیں۔

دوسرے تمام انواع کی طرح اس مقصود فطرت کو انسانوں کی جماعت میں بھی تلاش کرنا صروری ہے دوسری مخلوقات اور انسانوں میں ایک عام اور بین فرق یہ ہے کہ وہاں نوع کے سیکڑوں افراد میں اور یہاں اوصاف و خصوصیات کے اعتبار سے ہر ہر فرد اپنے مقام پر نوع مستقل ہے۔ آفرینش انسان کی مکمل یا مفصل تاریخ پر ایک اجمالی نظر بتا سکتی ہے کہ آج بھی انسان کی شکل و شباہت اس کے اعضاء و جوارح اس کا ڈھانچہ جسمانی ساخت ٹھیک وہی ہے سب چیزیں وہی ہیں اور دنیا کے پہلے انسان کی تھیں۔ لیکن دماغی کیفیتوں کا حال اُس سے حد اگانہ ہے۔ اربوں برابر افراد اور اختلاف حاوی ہے۔ اگر انسان کی اس ہمارقائے دماغی پر غور کیا جائے تو اوصاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اعلیٰ دماغوں، ہمارقائے دماغی کی آخر ترین سرحد اگر کوئی معلوم ہو سکتی ہے تو وہ ذات قدسی صفات آقائے نامدار رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے نہایت قاموس نے لفظ "محمدؐ" کے ایک معنی قضاءُ الحق کے بھی بتلائے ہیں پس لفظ "محمدؐ" کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ حق کا حق پورا کر دیا گیا ہو یعنی قدرت کی جانب سے اوج کمال انسان کو جس سرحد کمال تک پہنچا مقصود تھا اور انسان کا اپنے خالق پر جو حق تخلیق مقرر تھا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا کر دیا گیا۔ علم، عمل، خلق و خلق، دماغ و دماغ، ہمارقائے دینی و دماغی، ہمارقائے عملی یہی وہ تین پیمانے ہیں جن پر انسان کا خاصہ اور اس کی کمالیات تحقیق کے لائق ہیں اور انہیں تین حیثیتوں سے ہر ایک کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ ہمارے سامنے رکھتے ہوئے اوپر کے مضمون کو پیش نظر رکھ کر یہ قائل کہا جا سکتا ہے کہ لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی مخلوق کامل کے بھی ہیں۔

محامد و محمد کی حالات ہونے میں عبرات سے ایک عجوبہ گرامی حضور اقدس کا نام ہائی بھی ہے۔ یہ دونوں جاہد و جاہد و بعثت کے وقت سے تا ہنوز اپنے فضائل کی شہادتیں پیش کر رہا ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ عدد الدی یعد مرۃ بعد مرۃ حتی یحفظ کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو۔ تعریف کے لمحہ تعریف اور توصیف پر توصیف ہوتی ہے۔ زمانہ حال حول بڑھتا جاتا ہے اور السال بائی سعی و کوشش کے مطابق حسن در حسن ترقی کرتا جاتا ہے مگر اعتقاداً میں بلکہ واقعۃً رسالتمآب روحی فداہ اسلام کے کمالات پر وہ اُٹھتا جاتا ہے۔ علماء و فضلاء یورپ کی اکثریت تاریخ اسلام کے ماتحت اپنا مطالعہ جس قدر گہرا کرتی جاتی ہے دنیا کی مختلف پرستاروں اور بے قرار یوں کو معدوم کرنے کی ضرورت جتنی ہی ان کے نزدیک بڑھتی جاتی ہے، عادل، حاسنا اسمیں اسی ماہ کی طرف کھنچتا ہے اور زبان اعتراف کھولنا پڑتا ہے کہ بے تصنع عزت کے قانون دنیا کی بڑی قوموں کے کھیل اور ان کی زندگی عالم انسان کے لئے ایک مسترین نمونہ ہے۔ اہل ایشیا کا رجحان بلسی بتقاضائے حمایت اور سادگی کی طرف بڑھ رہا ہے اسی قدر وہ جہتیں عالم محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہوتا جاتا ہے "یہ دنیا کا صرف واحد نمونہ ہے کہ نام مبارک تیرہ سو برس پہلے سے اس آلے والی حالت کا بینہ دے رہا ہے مقفل میں دنیا کی عمر حسن قدر دراز ہوگی خواہ وہ ایسی موجودہ حالت میں ترقی کرے حسن کی عطا ہر امید سمیں اور خواہ اپنے پچھلے سبق دہرائے۔ دونوں حالتوں میں اسے کمالات خلوت کے اعتراف سے چارہ نہ ہوگا اس حیثیت سے ہم مبارک کا ترجمہ سلسلۂ اوصاف و محامد ہوگا۔

جیسا اوپر کہا گیا ہے عام طور سے اشخاص کے ہم اور اوصاف باہم کوئی نسبت نہیں رکھتے شاذ و نادر اتفاقی حیثیت سے مناسب بھی مل جاتا ہے اور ایسا اتفاق کسی میں ہو اگر کسی انسان کا وہ نام رکھا گیا ہو جو اس کی تمام زندگی کا آئینہ اور اسکے تمہائے حیات کی تفصیل ہو۔ مگر نام ہی آقائے نامدار اس سے مستثنےٰ ہے۔ اسی مطابقت سے امداد ہوتا ہے کہ اس خاص نام کے رکھنے کے متعلق ہمیں رؤیائے عبدالمطلب کو ایک بھی تحریک ہوئی۔ اب عورکیا جائے کہ آنحضرت صلعم کی زندگی کا خاصہ دوست و دشمن کی یکساں تنقیص تعریف و ثنا کی رائے بنی کیا حاصل اس کے سوا اور کچھ ہیں کہ علم و عمل ظاہر و باطن خلق و خلق ہر حیثیت سے حضور کی زندگی قائل تعریف تھی اور اسی علاوہ حیات کا ترجمہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اس سے بھی زیادہ عجب امر یہ ہے کہ نام مبارک حضور کے صرف ہی مکہ و ہام النبیین ہونے کی دلیل بھی ہے۔ کمال و کمال اخلاق بھی احیاء علیہم السلام کی مخصوص اور ممتاز صفات میں سے ہیں۔ دوسرے احیاء علیہم السلام کا کمال علمی و عملی کسی ایک خاص صفت میں محصور تھا لیکن حضور کی حیاتیت آپ کی سوانح و تعلیمات سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ لفظ "محمدؐ" کے معنی محمود صوتی اور "محمدؐ کامل" کے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اس کے آگے کوئی تقطہ بھی نہیں ہے۔ اسی حالت پر کمال کی انتہا اور سلسلہ کا اختتام

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
البتہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے باغ ہوں گے، جن کے نیچے نہریں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ
بہ رہی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ (عیش) رہیں گے (یہ تو) مہمانی (ہوگی) اللہ کی
عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾
طرف سے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے حق میں کہیں بہتر ہے ۴۴۳
وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ
اور اہل کتاب میں کچھ ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ پر اور جو کچھ
اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ
اُتارا گیا ہے، اور جو کچھ اُن پر اتارا گیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ سے ڈرنے والے ہیں،
لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
اللہ کی آیتوں کا حقیر قیمت پر سودا نہیں کرتے ۴۴۴ انہیں اُن کا اجر
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾
پروردگار کے پاس ضرور ملے گا بیشک اللہ حساب تمت جلد لے لیتا ہے، ۴۴۵
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا
اے ایمان والو (خود) صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرتے رہو۔ اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾
اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم فلاح پاجاؤ ۴۴۶

ع ۱۱ ۲۰

منزل

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ (البتہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے باغ ہوں گے، جن کے نیچے نہریں) — ۴۴۳ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ (اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے حق میں کہیں بہتر ہے) — ۴۴۴ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا (اللہ کی آیتوں کا حقیر قیمت پر سودا نہیں کرتے) — ۴۴۵ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ حساب تمت جلد لے لیتا ہے) — ۴۴۶ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم فلاح پاجاؤ)

۴۴۳ (ہر دو یہودی مدت دہست سے، کیفیت میں، کمیت میں، غرض ہر اعتبار و ہر حیثیت سے) وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ - یعنی اُخروی نعمتوں کی قسموں میں سے۔ اِتَّقُوْا رَبَّهُمْ اور اس تقویٰ الٰہی کی پہلی مسرل قبول اسلام ہے۔ مُزَكِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ - اللہ نے اہل جنت کو اپنا "میہمان" ٹھہرا کر ان کا مرتبہ اعزاز و اکرام جس حد تک بڑھا دیا ہے الفاظ اس کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اَلنُّزُلُ مَا يُعَدُّ لِلضَّيْفِ (کبیر) ۴۴۵ یعنی کسی بھی مصلحت و منفعت کے خیال سے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف، ترمیم، تخصیص جیسی گوارا نہیں کرتے۔ ثَمَنًا قَلِيْلًا پر حاشیہ اُوپر گزر چکے۔ ہر دو یہودی معاوضہ بڑا ہو یا چھوٹا حقیر ہی قیمت کا کہا جائے گا۔ يُؤْتَوْنَ بِاٰتِهٖ - یعنی اللہ کی ذات و صفات پر ایمان پورے توحیدی رنگ میں ہے اس میں شرک کی آمیزش نہیں۔ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ - خطاب مومنین سے ہے، یعنی قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ - یعنی اپنی اپنی آسمانی کتابوں توریت، انجیل وغیرہ پر اُن کی اصلی، غیر محرف صورتوں میں ایمان رکھتے ہیں۔ یہ مدح جیسا کہ ظاہر ہے اُن اہل کتاب کی ہو رہی ہے جنہوں نے رسول اللہ کی تصدیق کی اور اسلام قبول کر لیا۔ ۴۴۶ (سو وہاں کسی کو انتظار کی بھی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی) حساب کے مجمع عظیم کو دنیوی مجمعوں کی بھیڑ بھاڑ اور دنیوی عدالتوں کی تعویق اور تاخیر پر ہرگز قیاس نہ کیا جائے۔ ۴۴۷ اِصْبِرُوْا - یعنی حوصلوں راہِ حق میں از خود پیش آئیں اُن پر صبر کئے جاؤ۔ اَی علی مشاق الطاعات و ما تصیبکم من الشدائد (بیضاوی) اَی الصبر بالطاعات و عن الشہوات (قرطبی) قال الحسن وقتادۃ و ابن جریج و الضحاک اصبروا علی طاعۃ اللہ (حصاص) صَابِرُوْا - یعنی جو معصیتیں مخالفین و معاندین کے ہاتھوں پیش آئیں انہیں بھی برداشت کرو۔ اَی عالجوا اعداء اللہ فی الصبر علی شدائد الحرب (بیضاوی) معناہ مصابرۃ الاعداء قالہ زید بن اسلم (قرطبی) صابروا اعداء اللہ (حصاص) وَرَابِطُوْا - یعنی خارجی دشمنوں اور اپنے اندرونی دشمن (نفس) دونوں سے مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔ الرباط حمل النفس علی الذب الحسۃ والجسم علی فعل الطاعۃ ومن اعظمہ ارتباط الخیل فی سبیل اللہ وارتباط النفس علی الصلوٰۃ (ابن عربی) وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ - صبر و مصابرہ و مرابطہ سب کا اصلی مصدر اور آخری ماخذ تقویٰ الٰہی ہے۔ آخر میں اس کی تاکید ہے اور اسی کا نتیجہ دنیا و عقبیٰ میں فلاح ہے۔ ولا تدل الایۃ ان کل فعل یسمی صبرا و حرص و حث ان یکون للانسان فی ھذہ المعاھدۃ حرص و باعث و ذلک ھو تقوی اللہ لنیل الفلاح والنجاح (کبیر)

۴۱۸ یعنی ابوالبشر حضرت آدمؑ سے۔ وحدت نوع انسانی کا یہ سبق ایسے عملی اور دُور رس نتائج کے لحاظ سے کتنا اہم ہے آخری حجۃ الوداع پر گویے اور ہر کالے کے۔ ہر وحشی اور ہر مہذب کے، ہر ہندی اور ہر چینی کے، ہر صفی اور ہر فرنگی کے ایک ہی ہیں اور وہ آدمؑ ہیں۔ یہ سہی کہ ملل نسل کے مورث اعلیٰ کوئی اور تھے اور فلاں نسل کے کوئی اور، اور نہ یہ کہ ہر نسبی ذات والے ہر جماعی کے منہ سے پیدا ہوئے اور گھسٹتی نسل والے اُن کے سینہ سے اور اصول یہ جاتی والے اُن کے پیٹ سے اور شدر ذات والے اُن کی ٹانگوں سے، اصلاً انسان انسان سب ایک ہیں۔ خَلَقَکُمْ۔ مسئلہ ارتقا کسی حد تک کسی معنی میں صحیح ہے یا نہیں، قرآن مجید کو اس سے مطلق سروکار نہیں انسان بہر حال و بہر صورت مخلوق مرد ہوا ہے۔ قرآن انسان کی مخلوقیت کو بار بار نمایاں کر رہا ہے۔ اور ہر اس نظریہ اور عقیدہ کی تردید کر رہا ہے جو انسان کی تخلیق کے منافی ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ۔ خطاب ساری نوع انسانی سے ہے، خواہ کوئی کسی نسل، کسی رنگ، کسی قوم، کسی جنس، کسی ملک کا ہو، ایمان اور ایک درجہ میں تقویٰ کے مکلف سب ہیں۔ اِتَّقُوْا رَبَّكُمُ۔ یہ رورد گار ہے جس سے ڈرنا اُس کے احکام کی مخالفت سے ڈرنا ہے۔ لفظ ربت میں خود یہ اشارہ موجود ہے کہ جس احکام کی مخالفت سے ڈرایا اور روکا جا رہا ہے، حوداں کی غایت بھی رُوبیت اور پرورش ہے۔ ۴۱۹ یعنی حضرت حوّاؑ سے۔ تخلیق حوّا کی تفصیلی کیفیت سے قرآن مجید تو کیسر ساکت ہے رہی حدیث سو اس کا بھی یہی حال ہے۔ جس مشہور حدیث کی رُو سے حضرت حوّا کا حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہونا بیان کیا جاتا ہے اُس میں ذکر نہ حضرت آدمؑ کا ہے۔ حضرت حوّا کا۔ ملکہ محض عورت کی پیدائش اور کج طبعی کا بیان ہے۔ آثار میں جو روایت ملتی ہے وہ روایت تو یب کی آواز نازنست ہے اور تورات کا بیان حسب ذیل ہے:۔ "خداوند خدا نے آدم پر بیماری بھیجی کہ وہ سو گیا اور اُس نے اُس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکالی اور اس کے بدلے گوشت بھر دیا۔ اور خداوند خدا نے اس پسلی سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک صورت سا کر آدم کے پاس بھیجا" (پیدائش ۲: ۲۲ و ۲۳) مِنْهَا۔ صریحاً عموماً نفس کی طرف پھیری گئی ہے۔ لیکن ایک قول یہ بھی نقل ہوا ہے کہ منها یعنی من جنسها کے مرادف ہے۔ القول الثانی ما هو اختیار ابن مسلم الاصفهانی ان المراد من قوله وخلق منها زوجها ای من جنسها (کبیر) اور یہی قول علامہ الوسلم کے ابن بحر سے بھی نقل ہوا ہے۔ ومیل هو الی حذف مضاف التقدیر وخلق من جنسها زوجها قالوا ان حوا اوسط ضلع (بحر) یعنی ہو سکتا ہے کہ عورت کی پیدائش بیٹر ہی پسلی سے محض بطور تشبیہ کے ارشاد فرمائی گئی ہو اور مقصود محض اس کے عدم تمات کو ظاہر کرنا ہو جیسا کہ قرآن مجید ہی میں ہے کہ انسان کی پیدائش جلدبازی سے ہوئی ہے۔ یعمل ان یکون ذلك على جهة التمثيل لاضطراب اخلاقهن وكونهن لا يثبتن على حالة واحدة كما انه ضرب الانسان من عجل (بحر) ومحتمل ان يكون المعنى من جنسها من حيث انها حية (بیضاوی) اور اس معنی کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں ذکر حضرت عورت کا ہے نہ کہ حوّا کا۔ وبعد هذا الاحتمال قولها ان المرأة خلقت من الضلع (بحر) اور بعض شارحین حدیث بھی حدیث مذکور کی شرح میں اسی طرف گئے ہیں کہ یہ فطرت نسوانی کی کجی کی طرف صرف استعارہ ہے۔ استعارة للمعوج ای خلقتهن خلقا مماثلا لما اوجد حواء (کرمانی، بحوالہ فتح الباری علامہ عینی ۹: ۲۹۳) وقد حمل العوج بعض العلماء على المجاز والمعنى ان العوج هو المیل عن الاعتدال وحمله بعضهم على ظاهره (حاشیہ تفسیر اس کثیر، مطبوعہ مصر) ہماری کی ایک حدیث میں تو بالکل صاف ہے کہ عورت مثل پسلی کے ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المرأة كالضلع ان اقمتها كسرتها (صحیح بخاری۔ کتاب النکاح حدیث ۴۸۸۹) اور یہی حدیث مسلم نے بھی (کتاب الرضاع میں) حضرت ابوہریرہؓ ہی کی سند سے نقل کی ہے۔ حدہ صلعم کے پہلی کا معنی تو تاوری ہے، اصل معنی کجی و انحراف مائیل ہی کے ہیں۔ الصلع المیل (کتاب العائن۔ بحوالہ بحر) الصلع الاعوجاج ای الانحراف حتی یمیل صاحبه عن الاستواء والاعتدال (نہایہ۔ ابن اثیر) ۴۲۰ دونوں جیسیں اُسی ایک جوڑے یعنی حضرت آدمؑ و حضرت حوّاؑ سے دنیا میں چلی ہیں۔ کثیراً۔ آدمؑ کے وقت سے لیکر اب تک جو آدمی ہر ملک اور ہر زمانہ کی رہی ہے یا جو قیامت تک ہوگی اس کے مجموعہ پر بھی اگر تکثیر کا اطلاق نہ ہوگا تو اور کس پر ہوگا۔ ۴۲۱ (اپنے حقوق اور مراعات) قال الرجاج تطلبون به حوائجكم (کبیر) یہ بھی اس کے عام کا واسطہ دلانا ہے کہ آپس سے اللہ کے واسطہ سے مانگنے کا دستور عمل آیا۔ وفی الآیة دلالة علی جواز المسئلة بالله تعالیٰ (حصاص) ۴۲۲ الْاَرْحَامَ۔ اس کا عطف اللہ پر ہے۔ یہ ہے قرابت اور رشتہ داری کی اہمیت اسلام میں حقیقت میں اُمت کے نظام اجتماعی کا سنگ بنیاد شریعت نے قرابت و رحم ہی کو قرار دیا ہے۔ وفی عطف الارحام علی اسم الله دلالة علی عظم موقع حق الرحم (بحر) وعند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ اذا حلف الرجل لا صلنه بمكان معين او بيت معلوم لحق الرحم وجب ان يصله ان كان قريبا او بعيدا (ہدایہ) رحم کا اطلاق وسیع ہے۔ حملہ اعزہ و اقربا، اس کے اندر آجاتے ہیں۔ الرحم اسم لكافة الاقارب من جهة الام وجهة الاب (قرطبی) هو اسم لمعنى الرحم القرابة وبهما رحمای قرابة قريبة (تاج) اور اسی معنی میں یہ حدیث بھی آئی ہے:۔ الرحم معلقة بالعرش تقول الامن وصلنی وصله الله ومن قطعنی قطعه الله۔ (رحم عرش الٰہی سے معلق و عاکر رہا ہے کہ مجھے جوڑے رکھے اللہ اسے جوڑے رہے اور مجھے کاٹے اللہ اسے کاٹے) تھا را اس پر متفق ہیں کہ قرابت کا لحاظ واجب ہے اور اسے قطع کرنا جرم ہے۔ ابعث الملة على ان صلة الرحم واجبة وان قطيعتها محرمة (قرطبی) ۴۲۳ (اور اس گھرانی میں انسان کے ذاتی، خانگی، اجتماعی سارے معاملات آگئے) اگر اس کا استحضار رہے تو آج خانگی زندگیاں کس قدر خوشگوار ہو جائیں! ۴۲۴ یتیم یعنی باپ کے بچوں اور بچیوں کا مسئلہ ہر قوم میں اہم دامن کر رہا ہے۔ قرآن اب یہاں اسی باب میں ہدایتیں دے رہا ہے۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ۔ یعنی ان یتیموں کے بالغ ہوئے پر ان کی حوالہ کرو، اور اس کے لئے یہ ہر گز ضروری نہیں کہ یتیم اپنی جائداد کا مطالبہ کرے بھی۔ وفیه دلالة علی وجوب تسلیم اموال الیتامی بعد البلوغ وایناس الرشد وان لم یطالبوا ما دامت قائمة (حصاص) خطاب یتیموں کے اولیاء اور سرپرستوں سے ہے۔ یتیموں کے میروان کی جائداد ان کے بالغ اور سمجھدار ہو جانے کے بعد ہی کر دیا چاہیئے اس کے قبل نہیں۔ ان البلوغ لا یبیح الاخذ ما لم یحصل ایناس الرشد (حصاص) اما بعد البلوغ وایناس الرشد (حصاص) وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ۔ یعنی اپنے پاکے ان مال یتیموں کی اچھی چیز نکال کر اپنے مال میں ملانا اور اسی طرف کی کوئی گھٹیا چیز اس کے حصہ میں شامل کر دینا۔ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ۔ یعنی اپنے حصہ کے ساتھ یتیموں کے حصہ کو خلط ملط کر کے۔ ای لا تاکلوا اموالهم مضمومة الی اموالکم (بحر) اِنَّهٗ۔ ضمیر اس دست درازی کی طرف ہے جو یتیموں کے مال میں گڑبڑ کرنے کی طرف ہو۔ اذا کان الاکل مضموما الی اموالکم (کبیر) ڈاکٹر ورارٹ رامز نسٹ مسلم یہیں، کا مریں اس پر بھی اس کے قائل ہیں کہ قرآن اور پیمبر نے یتیموں کے حقوق کے تحفظ کا بہتر سے بہتر انتظام کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔

سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسِتُّوْنَ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

مدنی ۲۴ رکوع ۱۷۶ آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ بہایت مہرباں بارہا رحم کرنے والے کے نام سے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

اے لوگو اپنے پروردگار سے تقویٰ اختیار کرو جس نے تم سب کو ایک ہی

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا

جان سے پیدا کیا ۴۱۸ اور اسی سے اُس کا جوڑا پیدا کیا ۴۱۹ اور دونوں سے

رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ

کثرت مرد اور عورتیں پھیلا دیے ۴۲۰ اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو جس کے واسطہ سے ایک

بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

دوسرے سے مانگتے ہو ۴۲۱ اور قرابتوں کے بارے میں بھی (تقویٰ اختیار کرو) ۴۲۲ بیشک اللہ تمہارے اوپر

رَقِيْبًا ۝ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا

نگران ہے ۴۲۳ اور یتیموں کو ان کا مال پہنچا دو اور پاکیزہ کو گندی چیز سے

الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى

مت تبدیل کرو اور ان کا مال مت کھاؤ اپنے مال کے

اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ

ساتھ بیشک یہ بڑا گناہ ہے ۴۲۴ اور اگر

ہے۔ جس کے بعد کسی نبی کی حاجت نہ کسی کی اور وہ مکمل ہے۔ مستشرقین یورپ میں سے جن لوگوں نے آنحضرتؐ کی سیرت پاک کا مطالعہ کیا ہے وہ باوجود ہر قسم کی تنقیص اعتراف کمال پر مجبور ہوئے ہیں۔ سر ولیم میور اور مارگولیتھ جیسے سخت لوگوں کو بھی کھلے اور پچھے لفظوں میں اس کا اقرار کرنا پڑا کہ پیغمبر اسلام کی تعلیم انتہائی سچائی اور حقیقی صداقت پر مبنی نظر آتی ہے۔ عہد نبوت میں بھی اسی قسم کے واقعات پیش آچکے ہیں کہ بعض سخت ترین مکر ایک نوخط از قدس کی تاب نہ لاسکے۔ صدالقرن اسلام جو ناموران علما و ہوش میں سے تھے روحس طرح اسلام لائے معلوم ہے۔ لغت کے حالات سیرت طیبہ تسلیم و تحقیق اپنے اندر کچھ ایسی کشش رکھتی ہے کہ مخالف سے مخالف اور سخت سے سخت حریف اعتراف پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی خاصیت اور بے اختیار کشش کو اسم مبارک میں بیان کیا گیا لفظ "محمد" عربی زبان میں تحمید سے مشتق ہے جو باب تفعیل کا مصدر ہے اس باب کے معنی کے تقاضوں میں سے ہے کہ کسی کام کا وجود میں آنا اس طور پر بتایا جائے کہ گویا کسی مخفی باطنی طاقت نے اس کو وجود میں آنے کے لئے مجبور کیا جیسے صرف (پھیر دیا)۔ یعنی کسی طاقت نے اختیار کر کے پھیر دیا اسی طرح "محمد" کے معنی میں وہ حسن کی تعریف بے اختیار کی گئی ہو۔ اس معنی سے اسی قوت جاذبہ اور کشش اعلیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ عبداللہ بن سلام کے متعلق مروی ہے کہ وہ چہرۂ اقدس کو دیکھتے ہی پکار اُٹھے ھذا لیس بوجہ کذاب یورپ میں بڑی بڑی موشگافیاں، تدبیر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدتریں پیرایوں میں دکھلانے کی کوششیں کی گئی ہیں لیکن اب آج کل بعض جماعتوں اور خواتین سے جو سچائی جھلکی جارہی ہیں انہوں نے تحریر کر دیا کہ جب کبھی اصل صورت ان کے سامنے پیش کی گئی ہے تو انہوں نے یہی کہا کہ یہی تو ہمارا کعبہ مقصود ہے۔

اس باب کی دوسری خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی کام کے اس طور پر ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام پہلوؤں کا استقصا کئے ہوئے ہے کوئی حرف اس سے چھوٹا ہوا نہیں استعمال میں آتا ہے فَتَّلَهُ تَفْتِيلًا یعنی جو جب خوب خوب قتل کیا اس خاصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے تمام مبارک کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ "محمد" یعنی جس کا حرف حرف کامل تربیت ہے "اصلاح نفس" تدبیر منزل اور تدبیر مدن کی وہ کسی شاخ سے جس کا عملی نمونہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللہ صلعم سے پیش نہیں کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام کا تمام سلسلہ عالم میں ایک خاص ترتیب و نظام کے ساتھ آیا اور ہر ایک اپنے اندر کوئی نہ کوئی کمال اخلاقی یا عرفانی یا انتظامی لایا۔ برکت سلسلہ جب اپنی حد سمایت کو پہنچا تو ضرورت ہوئی کہ عالم انسان کے سامنے ایک ایسا نمونہ کامل پیش کیا جائے جو ان تمام صفات کا مجمع اور فضائل کا آئینہ ہو جس کی زندگی کو سامنے رکھنے سے ہر موجودہ ممکنہ مسیحانہ اخلاق، امراض باطنی بحت بیک وقت نظر کے سامنے آجائے۔ اور پھر ان تمام اوصاف میں وہ اپنے متقدمین سے بالاتر ہو۔ وہ ممکنہ کاجامع اور برزخ کامل ذات پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی لئے حضرت مسیحؑ نے اپنی بشارت میں لفظ "احمد" فرمایا یعنی وہ آنے والا جو اپنے تمام پہلے آنے والوں کا سرور اور سب پر فائق ہوگا۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب نے اپنی کامل نشوونما جب ہی پائی ہے جب وہ حضرت روحانیت کی آغوش سے نکل کر سلطنت اور حکومت کی گود میں چلے گئے ہیں مسیحی مذہب کی ترقی بڑی بڑی بادشاہوں کی رہین احسان ہے۔ اور وہ نے سنت کچھ تلبیح کی لیکن اس کا عالمگیر مذہب بھی اسی وقت اپنی تکمیل کر سکا جب وہ شوکت خاندان کی سرپرستی میں آگیا۔ لیکن اسلام اپنی تاریخ میں اکمل علیحدہ ہے وہ حسن حکمرانوں میں گیا اور تخت جماعتوں میں پھیلا اخلاق و روحانیت سے گیا عرب تو اور اسلام میں روحانیت اور مذہب کے داعلہ کے بعد گئی ہے۔ افریقہ اور ہندوستان کی نظیریں اس بارہ میں بہت صاف ہیں۔ اس خاص نعمت تبلیغ کو بھی اسم مبارک میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔ فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین بظاہر اسباب ان معاصد کے مٹنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی لیکن فطرت کی تدبیریں امداد جاری رہتی ہیں اور ایک وقت معین پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔ فطرت کی رفتار جو کی طرح تیز اور سیلاب کی طرح رم ہوتی ہے۔ جوش تدبیری اور حس اسلوب کے موقع پر بھی جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے بس لفظ "محمد" کے ایک یہ بھی معنی قرار دیئے جا سکتے ہیں کہ وہ جس کے ساتھ جوش تدبیری نے ترقی کی آپ کی تعلیم کا اضافہ آپ کا لایا ہوا دین حدائی خاص عربی اور عام تدبیر سے عالم میں پھیل گیا جس کی سرعت اور غیر معمولہ جذب رفتار ترقی سے اس وقت بھی دنیا متحیر ہے۔

الغرض اسلام کی تمام معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام کا نام مبارک بھی اپنے معانی کے لحاظ سے مختلف توجیوں کا مرقع بہتیرے رسائل کا خلاصہ ہے ایک طرف وہ اپنے مسمّی کے اسم اور کام کے احکام کی تضمین گری ہے دوسری طرف اس کے کاموں کی تاریخ اور اس کی تعلیم کا لب لباب ہے۔

پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے نبی کا ایسا پاک اسم رکھا اور پاکیزہ ہے وہ نبی جسے اس کے معبود نے ایسی فضیلتوں سے آراستہ کیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا
عمرِ نکاح کو پہنچ جائیں تو اگر تم ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کے حوالہ
إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا
ان کا مال کر دو اور مال کو جلد جلد اسراف سے اور اس خیال سے کہ یہ
أَنْ يَكْبَرُوا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَ
بڑے ہو جائیں گے تو مت کھاؤ اور جو شخص خوشحال ہو وہ تو یتیم کے مال کو کھانے سے بچے
مَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا
اللہ جو شخص مادار ہو وہ مناسب مقدار میں کھا سکتا ہے اور جب
دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ
اُن کے مال ان کے حوالہ کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کر لیا کرو،
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا
اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے مردوں کے لئے بھی اس چیز میں حصہ ہے جس کو
تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ
والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی اس چیز میں حصہ ہے
مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ
جس کو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں اس متروکہ میں سے تھوڑا ہو
أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ
یا زیادہ (مرد مال) ایک حصہ قطعی ہے اور جب تقسیم کے وقت

سے مُراد عالم انسانیت ہے یعنی مال جو انسان کے لئے مایۂ زندگی ہے، جس کے دُرپے انسان کی حیاتِ مادّی و معاشرتی کا دارومدار ہے۔ وبہ قوامًا لامرِ دینکم ومعاشکم لاھلکم واولادکم (مدارک) المراد من القیام قیام معاشِ القیام (مدح) لَكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ مال اللہ کی بڑی نعمت ہے اور بڑی قدر کی چیز۔ ابھی اسے ناقص یتیموں کے ہاتھ میں رہنے دو۔ کہ وہ اس کی قدر و مرتبہ سے ناواقف ہیں وہ نقد ری سے اسے اُڑا دیں گے۔ فقہائے ثابت ہے حنفیہ مال و عدم نضج مال کے وجوب پر بھی استدلال کیا ہے۔ وھذا الدلالۃ علی انھا من صمیم المال ووجوب حفظہ وتدبیرہ والقیام بہ (حصاص) وَارْزُقُوهُمْ مَعْرُوفًا مطلب یہ ہوا کہ اسی جائداد سے یتیموں کی ضرورتیں پوری کرتے رہو، اُن کی راحت و آسائش کے سامان کرتے رہو اور بجائے اُن کے ہاتھ میں جائداد دینے کے اُن سے تسلی کی باتیں کرتے رہو کہ یہ مال تمہارا ہی ہے تمہاری ہی ہوا جوا ہیں کا تقاضا ہے کہ اسے ابھی تمہارے ہاتھ میں نہ دیا جائے بلکہ انتظار کیا جائے کہ تم میں پوری طرح سمجھ آجائے۔ ان کی یہ سعاہبت ان کے نان و نفقہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ اور یہیں سے فقہائے نابالغ اولاد اور بیوی کے نان و نفقہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ فی ذلک دلیل علی وجوب نفقۃ الاولاد والسفلہ والزوجات (حصاص)، مَعْرُوفًا۔ معروف کے اندر ہر وہ چیز داخل ہے جو عقلاً خواہ عملاً معقل و شریعت کے رو یک پسندیدہ ہو۔ کل ما سکنت الیہ النفس بحسب عقلًا او شرعًا من قول او فعل فھو من المعروف (مدارک) ای کلامًا تقلب بہ نفوسھم (مدح) ۴۳۴ یعنی سیانے اور بالغ ہو جائیں۔ یعنی القدرۃ علی الوطی (اس عربی) حتی اذا بلغوا الحلوم (حصاص) اور بلوغ کی عمر حنفیہ کے مال لڑکے کیلئے ۱۲ سال کی اور لڑکی کے لئے ۹ سال کی رکھی گئی ہے۔ وتضع عن الامام الاعظم ان التین للغلام تمام ثمانی عشرۃ سنۃ وللجاریۃ تمام تسع عشرۃ سنۃ (مدح) فکذا قالہ ابن عباس وتابعہ الضحی (مدح) وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ۔ یعنی اُن کے بالغ ہونے سے پہلے ان کی جانچ انتظامی معاملات میں ہوشیاری اور تمیز داری کی کر لیا کرو۔ والاختبار فی امت اراہ حالہ فی المعرفۃ بالسمت والتنزی وصلاح امورہ وحفظ مالہ (حصاص)، خطاب وصی یتیموں کے اولیاء اور سرپرستوں سے ہے جل ما حجر علی من حد البلوغ (مدارک) مِن عاد تا حجر علی من حد البلوغ (مدارک) وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا ۔ یعنی بلوغ و آزمائش کے بعد اگر اُن میں انتظامی صلاحیت ہو تو اُن کی صرف انتظامی صلاحیت ہو تو اُن کی عبادت و تقویٰ۔ رُشْدًا۔ رشد یہاں سلیقہ مندی

۴۲۵ یہی حوتیم لڑکیاں تمہاری نگرانی و سرپرستی میں ہیں اُن کے حقوق مہر وغیرہ پوری طرح ادا کرسکو گے۔ خطاب یتیم لڑکیوں کے سرپرستوں سے ہے۔ عالبیت میں ایک دستور یہ تھا کہ یتیم لڑکیاں جو مردوں کی سرپرستی میں ہوتی تھیں کہ وہی سرپرست اکثر یہ دیکھ کر کہ کوئی اور ان کی طرف سے مہر وغیرہ کا مطالبہ کرنے والا اور ان کی حمایت پر کمربستہ ہونے والا نہیں، ان کے حقوق مار لیتے آسان ہیں، اسی کے ساتھ نکاح کر لیتے ان کی جائداد میں اپنی طرف شامل کر لیتے یا اور طریقوں سے ان کے ادائے حقوق کی طرف سے بے التفاتی برتتے۔ ۴۲۶ (اس یتیم، صاحب جائداد، مگر نے حمایتی لڑکیوں کے علاوہ جو اپنی رضا و عدم رضا کھل کر آزادی کے ساتھ ظاہر ہی نہیں کرسکتیں، ظاہر ہے کہ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ عقل کے ساتھ ساتھ حسن و جمال کے پسندیدہ طبیعت کے مقتضی پر عمل کی بھی پوری تنگی ہمیں۔ واللہ اعلم بالصواب (حماص) ای جدھن (قرطبی) اس میں بالغ نابالغ سب آگئیں۔ والصغار والکبار (حماص) ۴۲۷ یعنی مہر پر نکاح کے بارے میں کوئی تنگی نہیں۔ اپنی پسند کی یتیم لڑکیوں کو زیر عقد لانے میں اس اضافہ حقوق کا اندیشہ بھی ہو تو اس خیال کو جانے دو۔ باہر والی آزاد عورتوں میں سے انتخاب کر سکتے ہو۔ ایک ہی کا نہیں، ایک سے لیکر چار تک کی گنجائش ہے۔ وثلث و رُبٰع میں واؤ عطف کا نہیں تخییر کا ہے اور اَوْ کے مرادف ہے۔ وقد صرح الواوعن احادیۃ مطلق الجمع وذالک علی اوجہ احدھا ان تکون بمعنی اَوْ (ح ح) والواو بمعنی او للتخییر (معالم) حدود قرآن محمدیہ میں و کے اس معنی میں استعمال کی مثالیں معدود لتی ہیں مثلاً ۔ ان ھوھا للہ صفی و فرادی (سماع ۶) اُولِیْ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (فاطر ۱) بعض اہل زیغ نے ۲ اور ۳ اور ۴ کے عدد کو جوڑ کر آیت سے استدلال ۹ بیویوں کے حوار کا کیا ہے۔ اور بعض ظالموں نے اس تعداد کو ۱۸ تک پہنچا دیا ہے۔ یہ سراسر جہل و زیغ ہے جہل یہاں عربی سے بھی اور جہل سُنّتِ رسولؐ سے بھی۔ وھذا کلہ جھل باللسان والسنۃ وعالمہ لایحصاء الامہ (قرطبی) اگر تو ہی کی تعداد مطلوب تھی تو صاف ہی کیوں نہ ارشاد ہو گیا، اس قدر گھوم پھر کر بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تعدد ازواج کی اجازت ہر گز کوئی ایسی چیز نہیں جس پر کسی مصرزندہ مسلمان کو ترہلے اور اس کی طرح طرح کی تاویلیں کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ مرد کے قویٰ اور اس کی جسمانی ساخت و ترکیب ہی اس کو غمیہ کی ہے کہ کثرت عورتوں میں ایک سوی اس کی طبعی حوائجس کی تشفی کے لئے کافی نہیں ہوتی، مرد و عورت کے اتحاد و تناسل کا جہاں تک تعلق ہے مرد کا عمل چند منٹ میں ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد مرد بہ جسمانی حیثیت کوئی دوسرا ہی سبب، مرغوب اس کے عورت کے لئے اس دو منٹی عمل کے نتائج کا سلسلہ دنوں اور مہینوں بلکہ عمل اور رضاعت کی مدت ملا کر ڈھائی ڈھائی سال تک پھیلا ہوا رہتا ہے۔ یہ عمل کے بعد بھی ہر حوالی تندرست عورت کے لئے ہر ہفتہ ایک ہفتہ کی معمولی ایک مرطبیعی ہے۔ اور وہ ماؤنی ایام کا عمل نہیں ناقص ہے جو مرد کی طبیعی مردوں کی طرح آنکھ مدکے اور عورت کی طبیعی معمولیوں کا لحاظ کر کے مرد کے لئے کوئی معمولات حاضر رکھے۔ پھر یورپ کے بڑے بڑے ڈاکٹروں اور ماہر بن حیاتیات کی شہادتیں اس تحریر و مشاہدہ کی تائید میں ہیں کہ طبعی صرورت سے قطع نظر مرد کی تسوانی حلت سریع بسط ہی ہے اس لئے جو شریعت اسکی اس حلت کی کوئی رعایت ایسے نظام میں نہیں رکھتی وہ اور کچھ بھی ہو، ہرحال عدالتی اور طابق فطرت نہیں کہی جاسکتی۔ یہی سب ہے کہ تاریخ حسّ ساتھ دیتی ہے۔ داعیان توحید نے اس دستور کو۔ صرف حائز لکھا ہے بلکہ اس پر عمل کر کے اسے اور زیادہ قوت پہنچا رہی ہے حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ میں سے کسی کے ہاں بھی یک زوجی کی سد نہیں طنی، بلکہ بعض کی حرم سرا تو کثرت تعداد کے لئے بھی مشہور ہے۔ ہمدقدیم میں اکابر موحدین کی امت بھی روایتیں وحدت کی نہیں، تعدد ہی کی ہیں اور یورپ و امریکہ میں آج رسم نکاح کو درمیان میں لائے بغیر جوامد جیر کھلے سدوں ہو رہا ہے اُس کی نقل و حکایت کی بھی تاب ان صحات میں کہاں سے لائی جائے۔ اسلام نے ایک طرف تو یک زوجی کی قید اُڑا کر تعدد کو سند جواز دے دی اور دوسری طرف اس کی مناسب حد بندیاں بھی کئی کئی طرح کر دیں اور یہی اس کی حکمت کا کمال رہا۔ ۴۲۸ (کہ حد تعدد کی صورت ہی۔ ہو گی تو عدل کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا) اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ یعنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے اور ان کے حقوق واجبہ ادا نہ کر پاؤ گے۔ عدل سے یہاں مُراد ادائے حقوق واجب میں عدل و مساوات ہے حوانسان کے قصد و اختیار کے اندر کی چیز ہے۔ متابیہ کہ کوئی بیوی سیر کھانے، کپڑے، مکان کے نہ ہے ہاتی جہاں تک محبت طبعی اور تعلق قلب کا سوال ہے اس میں مساوات قدرت بشری سے باہر ہے۔ اور اس باب میں شریعت نے کوئی گرفت نہیں رکھی ہے۔ اور اس عدل اعتباری میں بھی یہ لازم نہیں کہ ہر معاملہ مساوات حددی ہی کے ساتھ کیا جائے۔ ایک افریقی بیوی جو گویا بالکل دوسری چیزوں کی ہوگی اور امریکی بیوی حسن اور دلبر حسن کی بیوی کی ضرورتیں، حوا ہستیں، دلچسپیاں سب ایک کم سن، اور جوان بیوی کی ضرورتوں، دل چسپیوں، حواہستوں سے مختلف ہوں گی، مقصود یہ ہیں کہ ساری چیزیں ایک ہی لاٹھی سے ہانکی جائے لگیں، مقصود ہر ایک کو مقدار کمال اور بہ لحاظ اس کے ذوق و حالات کے راحت پہنچانا ہے۔ فقہا نے عدل میں الازواج کو فرض قرار دیا ہے لیکن خود عدل کی تفسیر عدم ظلم ہی کی ہے کہ کسی پر زیادتی ہونے پائے۔ وظاھر الایۃ انہ فرض ان العدل ای لایجور (زمخشری) فواحدۃ۔ کوئی شریر الرائے ظالم بے انصافی کے ساتھ دو یا زائد بیویاں رکھے تو اس پر ظلم بے انصافی کا گناہ اور عذاب ہوگا لیکن یہ نہیں کہ دوسری بیوی یا بیویوں سے نکاح ہی سقعہ ہو۔ ظلم و جور قانونی العقاد نکاح کا مانع نہیں۔ ۴۲۹ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ یا بگاہ کر کوئی نے کچھ اور۔ ساری تمہید سے مقصد یہ تھا کہ بھائی اس کے کہ ایک بڑی آبادی کا بار حکومت State پر ڈالا جائے، اس تعداد کو افراد میں تقسیم کیا جائے اور ہر فرد اس فوج دار کو اپنا خاندان کی ایک جزو بنالے۔ اس سے کام ہر طرح کا یقیناً لے لیکن اس کے آرام کا بھی ہر طرح لحاظ رکھے۔ اور ان میں جو عورتیں ہوں ان سے ہمبستری کا حق بھی حاصل رہے۔ اس کا تبدیلی ہو گر آیا یہ خود اعلان نکاح کا قائم مقام ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی مزید ایجاب و قبول اور تنابذیں کی ضرورت نہیں اور یہ لوگ آسان شرائط پر اپنی آزادی ہر وقت خرید سکتے ہیں (۲۴ کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملے گی) ملکاں کے آزاد کرنے کی فضیلتیں اور اس کے لئے طرح طرح کی ترغیبات خود قرآن مجید ہی میں درج ہیں اور

خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا
تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو نکاح میں لے آؤ جو عورتیں تمہیں پسند
طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ
ہوں دو دو سے نکاح کر لو خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے لیکن اگر
خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ
تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو یا جو کنیز تمہاری ملک
اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَآءَ
میں ہو اس سے بیاہ لو۔ یہ تو قریب تر ہے اس سے کہ اور تم بیویوں کی طرف
صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ
خوش دلی سے دیدیا کرو لیکن اگر وہ خوشدلی سے تمہارے لئے اس میں کا کوئی حصہ
نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــًٔا مَّرِيْۗـــًٔا ۝ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ
چھوڑ دیں تو تم اسے مزہ دار اور خوشگوار سمجھ کر کھا سکتے ہو اور کم عقلوں کو اپنا وہ مال دے دو
اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ
جس کو اللہ نے تمہارے لئے ماررمدگی سامان ہے اور اس مال میں سے انہیں کھلاتے
فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا
اور پہناتے رہو اور اُن سے بھلائی کی بات کہتے
مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا
رہو اور یتیموں کی جانچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ



وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے نصف حصہ ہے، اور میت کے والدین میں سے ان دونوں میں سے ہر ایک کو
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ
کے لئے اس مال کا چھٹا حصہ ہے جو وہ چھوڑ گیا ہے بشرطیکہ میت کے کوئی اولاد ہو، اور اگر میت
لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ
کے کوئی اولاد نہ ہو اور اسکے والدین ہی اسکے وارث ہوں تو اسکی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے، لیکن اگر میت
لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ
کے بھائی بہن ہوں تو اسکی ماں کیلئے ایک چھٹا حصہ ہے بعد نکالنے وصیت کے جو میت کر گیا ہو
بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۗ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ
میت کر جائے یا دین کے بعد، تمہارے باپ یا تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ ان میں سے
اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
نفع پہنچانے میں تم سے قریب تر کون ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے، بیشک اللہ ہی علم والا ہے
حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ
حکمت والا ہے، اور تمہارے لئے اس مال کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کے
يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ
کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے بیویوں کے
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ
ترکہ کی چوتھائی ہے بعد وصیت نکالنے کے جو میت کر جائیں

دو ہوں تو ان کا کل حصہ ⅔ ہوا ظاہر ہے ہر ایک کو ⅓ کے حساب سے۔ لیکن یہ ترجمہ تبیین حتم ہو جاتی ہے۔ تین کو ⅔ یعنی کل کا کل بس مل جائے گا۔ مگر لڑکیاں جتنی بھی ہوں ان کا مجموعی حصہ ترکہ کا ⅔ ہی رہے گا، باقی ⅓ میں اور اعزہ خاص شریک ہوں گے۔ تفصیل فرائض کی کتابوں میں ملیگی۔ ۴۴۸ (کل ترکہ کا) اور (بقیہ) نصف حصہ میں دوسرے متعلقین اعزہ شریک ہوں گے۔ لیکن اگر وہ موجود ہوئے تو پھر وہ نصف بھی اسی لڑکی کی طرف عود کر آئے گا۔ ۴۴۹ اور (بقیہ) ⅔ اولاد اور دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ ۴۵۰ خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اور خواہ تعداد میں ایک ہو یا زائد۔ ۴۵۱ (اور بقیہ دو تہائی باپ کا) وَوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ یعنی علاوہ اولاد کے بھائی بہن بھی ہوں۔ صرف ماں باپ ہی وارث ہوں۔ ۴۵۲ (اور بقیہ ⅔ حصہ باپ کا) باپ کے باعث بھائی بہنوں کو کچھ نہ ملے گا۔ اِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ یہ بھائی بہن خواہ سگے ہوں یا سوتیلے۔ یہ وہ صورت ہے کہ میت کے اولاد کوئی نہیں۔ لیکن ماں باپ بھی ہیں اور بھائی بہن بھی۔ اخوۃ۔ کا لفظ سوا بھائی بہن کے دونوں کے لئے ہے صیغہ مذکر فاعدۂ زبان کے مطابق بحض تغلیباً لایا گیا ہے۔ ۴۵۳ (اگر کچھ ہو) وارثوں کو حصہ اس وقت ہوگا جب پہلے میت کا قرض ادا ہو لے اور اگر وہ ایک ملت حائد اسے متعلق کچھ وصیت کر گیا ہے تو اس وصیت کا اجراء ہو لے۔ فقہائے یہاں دو قاعدے اور بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ قرض اور وصیت میں ادائے قرض مقدم ہے۔ گو قرآن مجید میں لفظ وصیت پہلے مذکور ہے۔ الدَّيْن موخر فی اللفظ وھو مقدم لہ فی المعنیٰ علی الوصیۃ (حصاص) اما قد مالدین علی الوصیۃ لعلم علیہ السلام اَنَّ الدَّيْن قبل الوصیہ (مدارک) دوسرے یہ کہ ادائے قرض اور اجراء وصیت ان دونوں سے بھی پہلے میت کی تجہیز و تکفین کے لئے خرچ نکالنا ضروری ہے۔ ۴۵۴ یعنی

بعد دیون ہو یا اخروی نہیں کون زیادہ بہتر سمجھا سکے گا۔ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ۔ اٰبَآؤکم کے تحت میں صرف باپ ہی نہیں بلکہ دادا پردادا، اوپر کے سارے اصول آگئے۔ اسی طرح ابناءکم کے تحت میں۔ صرف صلبی بلکہ اولاد در اولاد نیچے کے سارے فروع آگئے۔ یہاں یہ بتادیا ہے کہ ترکہ کی تقسیم میت کی رائے و اجتہاد پر نہیں چھوڑی گئی ہے۔ حکیم و خبیر عالم مطلق نے خود ہی سب قاعدے ضابطے مقرر کر دیئے ہیں۔ آیت سے حسن معاملت کے ساتھ حس معاشرت کی بھی تعلیم مل آئی۔ انسان کو چاہیئے کہ سعقت و رحمت اور حسن سلوک اپنے سارے ٹروں اور چھوٹوں کے ساتھ رکھے۔ اُسے کہ اختیار کو اس کے زیادہ کام آکر رہے گا۔ ۴۵۵ اور اللہ کے علم و حکمت سے بھلا کسی بندہ کی فہم و دانش کو کوئی نسبت ہو سکتی ہے؟ آیت صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ احکام میراث کے باب میں قرآن مجید کو کس درجہ تاکید اور اہتمام مطلوب ہے۔ شروع یوصیکم اللہ سے کیا، اور آیت کے خاتمہ پر پھر وہی دہرائی بلکہ تہدی تہدی تصریح و تاکید موجود ہے ——— اور پھر ہم لوگ بھی ٹھیک اس کے مقابل غفلت اور بے پروائی میں کس قدر بڑے ہوئے ہیں۔ كَانَ یہاں ماضی کے معنی میں نہیں، بلکہ دوام و استمرار کے اظہار کے لئے ہے فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ حیدہ حالات ایسے بھی ہو سکتے ہیں جس میں میراث جاری نہ ہوگی مثلاً (۱) وارث مرتد ہو جائے (۲) وارث اپنے صورت کے قتل عمد کا مجرم ہو۔ (۳) وارث حاکم دار الحرب میں تقلیم اختیار کر لے۔ تفصیل ان موانع میراث کی، فقہ و فرائض کی کتابوں میں ملے گی۔ ۴۵۶ (یہ تم سے، کسی اور تو ہر سے) ظاہر ہے کہ اتنے حزم میں خطاب تو ہروں سے ہے۔ ۴۵۷ (اور بقیہ ⅓ دوسرے وارثوں کا حصہ ہے) موسیٰ کے ترکہ میں ⅓ حصہ تو ہر کا بہر صورت میں ہے۔ خواہ یہ موسیٰ کوئی اولاد چھوڑے یا نہ چھوڑے۔ اِنْ كَانَ لَّهُنَّ وَلَدٌ۔ یا دلادوا خواہ تم سے ہو یا پہلے تو ہر سے

اور انتظام کے معنوم میں ہے۔ نہ کہ تقویٰ و ہدایت کے عام معنی میں۔ ای عوناً من الرشد وھو الرشد فی التصرف والتجارۃ (کشاف) وبابن الرشدتن اعنی الرشد الموصوف من التدبیر والرشد الذی أوتی اسرافیہ علیہ السلام مرتین سدید (راغب) ای ھدایۃ الی التصرفات وصلاحاً فی المعاملات (مدارک) وتسکنوا الرشد یعنی ان المراد رشد مخصوص وھو الرشد فی التصرف والتجارۃ (روح) فاعتبار الدین فی دفع المال عیر واجب بل اتفاق الفقہاء لانہ لو کان رجلا فاسقاً ضابطاً لامورہ علمنا بالتصرف فی وجوہ الخارات لو بحوا بن عمہم مالہ لفعل وفتہ (حصاص) ۴۳۶ (اور اس وقت تو بہرحال اُن کے حوالہ کرنا ہی پڑے گا) ومایکبروا ان یاکلوا اموالھم حذراً (حصاص) حذر کریں داخل ہونے کے بعد حائد او بہرحال صحیح الحواس اصل مالک کو مل جائے گی خواہ رشد سے استقامی صلاحیت حاصل ہو یا نہ ہو فاتر العقل کے احکام الگ ہیں۔ فھذا دلالہ علی انہ اذا صار فی حد الکبر اسلحی المال اذا کان عاقلا من غیر شرط ایناس الرشد (حصاص) اور حذر کریں داخل کی عمر امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ۲۵ سال کی ہے کہ اس سن میں السان داوا من سکتا ہے۔ وحمل ابوحنیفہ رح حد الکبر فی ذالک خمسا وعشرین سنہ لان مثلہ یکون جدا ومحال ان یکون فی حد الکبار (حصاص) بدلا کے معنی علامی کرنے کے ہیں۔ مدا دالاً ای مسارعۃ (راغب) مدا دا ای مبادرۃ (بحاری) وکر اُسی اولیا یتامیٰ کا ہے۔ حکم ان کو مل رہا ہے کہ اگر وہ خوش حال ہیں تو

أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ
اعزہ اور یتیم اور مسکین موجود ہوں تو اس میں سے
مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ
کچھ (دیدو) اور اُن سے معذرت کی بات کہو ۳۳۱ اور ایسے لوگوں کو
الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا
ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں
خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا
(اس کو کیسی) فکر رہے پس چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور بات بنائی
سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى
کہیں ۳۳۲ مشکل جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں
ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَ
وہ بس اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں ۳۳۳ اور عنقریب وہ
سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ
دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کی بابت (میراث) کے بارہ میں حکم دیتا ہے
لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَاۗءً
مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے ۳۳۴ اور اگر دو سے زاید عورتیں (ہی)
فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ
ہوں ۳۳۵ تو ان کے لئے دو تہائی (حصہ) اس (مال) کا ہے جو میت چھوڑ گیا ہے ۳۳۶ اور اگر

ع ۱۲

ملول

ہیں۔ ۴۴۵ یہ ایک عام اصل بیان کردی کہ ہر لڑکے کو دُہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا۔ خواہ لڑکا اور لڑکی ایک ایک ہوں یا کئی۔ حظ الانثیین دنیا کی بہت سی مذہبی اور غیر مذہبی تنزلیتیں ایسی ہیں جن میں لڑکی کا سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں اور عرب جاہلیت میں بھی ترکہ کے حصہ دار صرف مرد (اور مرد بھی وہ جو بالغ اور قابل حرب مرد) تھے۔ ایسے قانون کا طالما اور ملاف فطرت ہونا بالکل ظاہر ہے لیکن اب اس کے رد عمل کے طور پر بعض حلقوں سے

لیتیموں کے حق میں ہے۔ نہ کہ تقویٰ و ہدایت کے عام معنی میں۔ ای عوناً من الرشد وھو الرشد فی التصرف والتجارۃ (کشاف) وبابن الرشدتن اعنی الرشد الموصوف من التدبیر والرشد الذی أوتی اسرافیہ علیہ السلام مرتین سدید (راغب) ای ھدایۃ الی التصرفات وصلاحاً فی المعاملات (مدارک) وتسکنوا الرشد یعنی ان المراد رشد مخصوص وھو الرشد فی التصرف والتجارۃ (روح) فاعتبار الدین فی دفع المال عیر واجب بل اتفاق الفقہاء لانہ لو کان رجلا فاسقاً ضابطاً لامورہ علمنا بالتصرف فی وجوہ الخارات لو بحوا بن عمہم مالہ لفعل وفتہ (حصاص) ۴۳۶ (اور اس وقت تو بہرحال اُن کے حوالہ کرنا ہی پڑے گا) ومایکبروا ان یاکلوا اموالھم حذراً (حصاص) حذر کریں داخل ہونے کے بعد حائد او بہرحال صحیح الحواس اصل مالک کو مل جائے گی خواہ رشد سے استقامی صلاحیت حاصل ہو یا نہ ہو فاتر العقل کے احکام الگ ہیں۔ فھذا دلالہ علی انہ اذا صار فی حد الکبر اسلحی المال اذا کان عاقلا من غیر شرط ایناس الرشد (حصاص) اور حذر کریں داخل کی عمر امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ۲۵ سال کی ہے کہ اس سن میں السان داوا من سکتا ہے۔ وحمل ابوحنیفہ رح حد الکبر فی ذالک خمسا وعشرین سنہ لان مثلہ یکون جدا ومحال ان یکون فی حد الکبار (حصاص) بدلا کے معنی علامی کرنے کے ہیں۔ مدا دالاً ای مسارعۃ (راغب) مدا دا ای مبادرۃ (بحاری) وکر اُسی اولیا یتامیٰ کا ہے۔ حکم ان کو مل رہا ہے کہ اگر وہ خوش حال ہیں تو اسمیں بھی اس میں سے کچھ دیدو اور اُن سے معذرت کی بات کہو ۳۳۱ اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں (اس کو کیسی) فکر رہے پس چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور بات بنائی کہیں ۳۳۲ مشکل جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ بس اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں ۳۳۳ اور عنقریب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کی بابت (میراث) کے بارہ میں حکم دیتا ہے مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے ۳۳۴ اور اگر دو سے زاید عورتیں (ہی) ہوں ۳۳۵ تو ان کے لئے دو تہائی (حصہ) اس (مال) کا ہے جو میت چھوڑ گیا ہے ۳۳۶ اور اگر

ع ۱۲

ملول

ہیں۔ ۴۴۵ یہ ایک عام اصل بیان کردی کہ ہر لڑکے کو دُہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا۔ خواہ لڑکا اور لڑکی ایک ایک ہوں یا کئی۔ حظ الانثیین دنیا کی بہت سی مذہبی اور غیر مذہبی تنزلیتیں ایسی ہیں جن میں لڑکی کا سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں اور عرب جاہلیت میں بھی ترکہ کے حصہ دار صرف مرد (اور مرد بھی وہ جو بالغ اور قابل حرب مرد) تھے۔ ایسے قانون کا طالما اور ملاف فطرت ہونا بالکل ظاہر ہے لیکن اب اس کے رد عمل کے طور پر بعض حلقوں سے

اور انتظام کے معنوم میں ہے۔ نہ کہ تقویٰ و ہدایت کے عام معنی میں۔ ای عوناً من الرشد وھو الرشد فی التصرف والتجارۃ (کشاف) وبابن الرشدتن اعنی الرشد الموصوف من التدبیر والرشد الذی أوتی اسرافیہ علیہ السلام مرتین سدید (راغب) ای ھدایۃ الی التصرفات وصلاحاً فی المعاملات (مدارک) وتسکنوا الرشد یعنی ان المراد رشد مخصوص وھو الرشد فی التصرف والتجارۃ (روح) فاعتبار الدین فی دفع المال عیر واجب بل اتفاق الفقہاء لانہ لو کان رجلا فاسقاً ضابطاً لامورہ علمنا بالتصرف فی وجوہ الخارات لو بحوا بن عمہم مالہ لفعل وفتہ (حصاص) ۴۳۶ (اور اس وقت تو بہرحال اُن کے حوالہ کرنا ہی پڑے گا) ومایکبروا ان یاکلوا اموالھم حذراً (حصاص) حذر کریں داخل ہونے کے بعد حائد او بہرحال صحیح الحواس اصل مالک کو مل جائے گی خواہ رشد سے استقامی صلاحیت حاصل ہو یا نہ ہو فاتر العقل کے احکام الگ ہیں۔ فھذا دلالہ علی انہ اذا صار فی حد الکبر اسلحی المال اذا کان عاقلا من غیر شرط ایناس الرشد (حصاص) اور حذر کریں داخل کی عمر امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ۲۵ سال کی ہے کہ اس سن میں السان داوا من سکتا ہے۔ وحمل ابوحنیفہ رح حد الکبر فی ذالک خمسا وعشرین سنہ لان مثلہ یکون جدا ومحال ان یکون فی حد الکبار (حصاص) بدلا کے معنی علامی کرنے کے ہیں۔ مدا دالاً ای مسارعۃ (راغب) مدا دا ای مبادرۃ (بحاری) وکر اُسی اولیا یتامیٰ کا ہے۔ حکم ان کو مل رہا ہے کہ اگر وہ خوش حال ہیں تو اسمیں بھی اس میں سے کچھ دیدو اور اُن سے معذرت کی بات کہو ۳۳۱ اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں (اس کو کیسی) فکر رہے پس چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور بات بنائی کہیں ۳۳۲ مشکل جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ بس اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں ۳۳۳ اور عنقریب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کی بابت (میراث) کے بارہ میں حکم دیتا ہے مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے ۳۳۴ اور اگر دو سے زاید عورتیں (ہی) ہوں ۳۳۵ تو ان کے لئے دو تہائی (حصہ) اس (مال) کا ہے جو میت چھوڑ گیا ہے ۳۳۶ اور اگر

ع ۱۲

ملول

ہیں۔ ۴۴۵ یہ ایک عام اصل بیان کردی کہ ہر لڑکے کو دُہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا۔ خواہ لڑکا اور لڑکی ایک ایک ہوں یا کئی۔ حظ الانثیین دنیا کی بہت سی مذہبی اور غیر مذہبی تنزلیتیں ایسی ہیں جن میں لڑکی کا سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں اور عرب جاہلیت میں بھی ترکہ کے حصہ دار صرف مرد (اور مرد بھی وہ جو بالغ اور قابل حرب مرد) تھے۔ ایسے قانون کا طالما اور ملاف فطرت ہونا بالکل ظاہر ہے لیکن اب اس کے رد عمل کے طور پر بعض حلقوں سے

اور انتظام کے معنوم میں ہے۔ نہ کہ تقویٰ و ہدایت کے عام معنی میں۔ ای عوناً من الرشد وھو الرشد فی التصرف والتجارۃ (کشاف) وبابن الرشدتن اعنی الرشد الموصوف من التدبیر والرشد الذی أوتی اسرافیہ علیہ السلام مرتین سدید (راغب) ای ھدایۃ الی التصرفات وصلاحاً فی المعاملات (مدارک) وتسکنوا الرشد یعنی ان المراد رشد مخصوص وھو الرشد فی التصرف والتجارۃ (روح) فاعتبار الدین فی دفع المال عیر واجب بل اتفاق الفقہاء لانہ لو کان رجلا فاسقاً ضابطاً لامورہ علمنا بالتصرف فی وجوہ الخارات لو بحوا بن عمہم مالہ لفعل وفتہ (حصاص) ۴۳۶ (اور اس وقت تو بہرحال اُن کے حوالہ کرنا ہی پڑے گا) ومایکبروا ان یاکلوا اموالھم حذراً (حصاص) حذر کریں داخل ہونے کے بعد حائد او بہرحال صحیح الحواس اصل مالک کو مل جائے گی خواہ رشد سے استقامی صلاحیت حاصل ہو یا نہ ہو فاتر العقل کے احکام الگ ہیں۔ فھذا دلالہ علی انہ اذا صار فی حد الکبر اسلحی المال اذا کان عاقلا من غیر شرط ایناس الرشد (حصاص) اور حذر کریں داخل کی عمر امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ۲۵ سال کی ہے کہ اس سن میں السان داوا من سکتا ہے۔ وحمل ابوحنیفہ رح حد الکبر فی ذالک خمسا وعشرین سنہ لان مثلہ یکون جدا ومحال ان یکون فی حد الکبار (حصاص) بدلا کے معنی علامی کرنے کے ہیں۔ مدا دالاً ای مسارعۃ (راغب) مدا دا ای مبادرۃ (بحاری) وکر اُسی اولیا یتامیٰ کا ہے۔ حکم ان کو مل رہا ہے کہ اگر وہ خوش حال ہیں تو اسمیں بھی اس میں سے کچھ دیدو اور اُن سے معذرت کی بات کہو ۳۳۱ اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں (اس کو کیسی) فکر رہے پس چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور بات بنائی کہیں ۳۳۲ مشکل جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ بس اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں ۳۳۳ اور عنقریب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کی بابت (میراث) کے بارہ میں حکم دیتا ہے مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے ۳۳۴ اور اگر دو سے زاید عورتیں (ہی) ہوں ۳۳۵ تو ان کے لئے دو تہائی (حصہ) اس (مال) کا ہے جو میت چھوڑ گیا ہے ۳۳۶ اور اگر

ع ۱۲

ملول

ہیں۔ ۴۴۵ یہ ایک عام اصل بیان کردی کہ ہر لڑکے کو دُہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا۔ خواہ لڑکا اور لڑکی ایک ایک ہوں یا کئی۔ حظ الانثیین دنیا کی بہت سی مذہبی اور غیر مذہبی تنزلیتیں ایسی ہیں جن میں لڑکی کا سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں اور عرب جاہلیت میں بھی ترکہ کے حصہ دار صرف مرد (اور مرد بھی وہ جو بالغ اور قابل حرب مرد) تھے۔ ایسے قانون کا طالما اور ملاف فطرت ہونا بالکل ظاہر ہے لیکن اب اس کے رد عمل کے طور پر بعض حلقوں سے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ

کرے گا، جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ

بڑی کامیابی ہے ﴿۱۳﴾ اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسولؐ کی نافرمانی کریگا اور اس کے

يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ

حدوں کو حدود سے باہر نکل جائیگا اسے وہ دوزخ کی آگ میں داخل کریگا اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ ع ۲

بڑا ہی گا، اور اسے رسوائی دینے والا عذاب ہوگا، اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں

نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ

ان پر چار (آدمی) اپنے میں سے گواہ کرلو سو اگر وہ

شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ

گواہی دیدیں تو ان (عورتوں) کو گھروں کے اندر بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا

الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ

خاتمہ کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی (اور) راہ نکال دے ﴿۱۵﴾ اور تم میں سے کوئی

يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا

دو جو وہ کام کریں انہیں اذیت پہنچاؤ پھر اگر دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾

تو ان سے تعرض نہ کرو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ بڑا مہربان ہے ﴿۱۶﴾

منزل

۴۶۶ اور یہ وزن عظیم جس اطاعت کامل پر مشروط ہے اس کے اندر اس قانون میراث کی پابندی بھی آگئی۔ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت سے مراد اُس قانون کی پابندی ہے جو اللہ کا اُتارا ہوا اور رسولؐ کا لایا ہوا ہے۔ ۴۶۷ یہ عذاب دائمی بھی ہوگا اور معذّب کے حق میں ذلت آفرین بھی۔ اس عذاب کے مورد کافر ہی ہوں گے۔ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ۔ یعنی حد سے اس قدر باہر نکل جائے کہ ان احکام کے احکام الٰہی ہونے ہی سے انکار کردے۔ الکافر ھو الذی تعدّی الحدود کلھا (مدارک) ای یبعد حدودہ استعلاءً (مدارک عن الکلبی) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ میں معصیت سے مراد معصیتِ کفر و شرک ہے۔ فسر العصاۃ ھنا بالشرک وبالکلبی ومن یعص اللہ بکفرہ (مدارک) ۴۶۸ یعنی رہا کے مرتکب ہوں۔ اَلْفَاحِشَةَ۔ فاحشہ قولی و فعلی ہر بڑی بُرائی کے لئے عام ہے۔ الفاحشۃ ما عظم قبحہ من الافعال والاقوال (راغب) المعلوم القبح (کبیر) یہاں مراد زنا ہے۔ کما ہو عن الربا (راغب) واجمعوا علی ان الفاحشۃ ھھنا الزنا (کبیر) استعملت ھھنا فی الزنا لانہ من اقبح الفواحش وھو المراد علی الصحیح (روح) نِسَآئِكُمْ۔ نساء ہر عورت کے لئے عام ہے یہاں مراد یہاں ہیں۔ ۴۶۹ زنا کی ایک سزا ابتداء اسلام میں عمر قید یا دائم الحبس تھی۔ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ۔ اَرْبَعَة۔ اول تو صاحب شہادت اس معاملہ میں دوگنا ہے یعنی جہاں مسلمان مرد یا عورت کی عزت کا سوال ہے، گواہوں کی تعداد بجائے دو کے چار ہونا چاہیئے اور پھر یہ چاروں:۔ (۱) مسلم ہوں غیر مسلم نہ ہوں (۲) آزاد ہوں، غلام نہ ہوں (۳) عاقل ہوں، فاتر العقل نہ ہوں (۴) بالغ ہوں، نابالغ نہ ہوں (۵) گواہی چشم دید ہوں۔ سماعی یا قیاسی شہادت کا یہاں دخل نہیں۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ یہ قید حکام یا اہل حل وعقد کے حکم سے ہونا چاہیئے۔ ھذا خطاب للحکام (معالم) فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ یعنی گھروں کے اندر انہیں قید یا نظر بند کردو بعض ظالموں نے جو اس سے پردہ مراد لیا ہے انہوں نے اپنی عقل و فہم پر ظلم کیا ہے۔ فاحبسوھن فی البیوت واجعلوھا سجنا علیھن (بیضاوی) ۴۷۰ (یا) رسولؐ پر وحی کے ذریعہ سے) فقرہ خود اس پر دلالت کر رہا ہے کہ گھروں کے اندر دائمی نظر بندی کی سزا عارضی تھی اور آئندہ کوئی دوسری سزا تجویز ہونے والی ہے چنانچہ کچھ روز بعد سورۃ النور میں قرآن ہی کے ذریعہ سے دوسری سزا تجویز ہوئی۔ یعنی زانی مرد اور زانی عورت دونوں کے لئے سَو سَو کوڑے۔ اور سنتِ رسولؐ نے اس کی مزید تشریح یہ کی کہ یہ سزا کنوارے کے لئے ہے اور بیاہے ہوؤں کے لئے جرم کی سزا سنگساری ہے۔ وھذا کلہ کان قبل نزول الحدود فصحت بالحدود والرجم واجمع اھل العراق والرجم فی السنۃ (معالم) ۴۷۱ یعنی سزا اس جرم کے سارے مجرموں کے لئے ہے۔ بہت سی قومیں اپنے کو مہذب کہلانے والی آج بھی موجود ہیں جن کے ہاں حرام کاری (حد تک کہ بے جبر نہ ہو) سرے سے قابل تعزیر ہی نہیں۔ بہت سی قوموں میں حرام کاری صرف شادی کے بعد ہے۔ نہ بیاہوں اور نہ بیاہیوں کے لئے یہ کوئی جرم ہی نہیں۔ آیت اس سارے غلط و گمراہ کن نظریات کی تردید کر رہی ہے۔ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا۔ میں ھا کی ضمیر فاحشہ کی طرف ہے یعنی کوئی بھی جوڑا جو حرام کام تک ہو۔ اس عموم میں ہر طرح کے مرتکب آگئے، بیاہے اور کنوارے، مرد و عورت سب بجز فاتر العقلوں کے۔ فَاٰذُوْهُمَا۔ ایذاء سزا کا یہ حکم حکام یا اہل حل وعقد کو ہے۔ الخطاب للحکام (روح) ۴۷۲ (احرائے سزا کے بعد) جن جرائم کی حد شرعی مقرر ہے ان میں احرائے حد سے قبل توبہ کافی نہیں۔ ۴۷۳ یعنی مجرم جب سزا بھی بھگت چکا اور اب تائب بھی ہے تو اب اس پر مزید طعن و ملامت وغیرہ جائز نہیں۔

اَوْ دَيْنٍ ۗ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ
یا ادائے قرض کے بعد۔ اور اس (بیویوں) کے لئے تمہارے ترکہ کی چوتھائی ہے۔ بشرطیکہ تمہارے کوئی
لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا
اولاد نہ ہو لیکن اگر تمہارے کچھ اولاد ہو تو ان (بیویوں) کو تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ
تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ وَ
ملے گا۔ بعد وصیت (نکالنے) کے جس کی تم وصیت کر جاؤ یا ادائے قرض کے بعد۔ اور
اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ
اگر کوئی مورث مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع اور اس کے ایک بھائی
اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا
یا ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کیلئے ایک چھٹا حصہ ہے اور اگر یہ لوگ اس
اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ
سے زائد ہوں تو وہ ایک تہائی میں شریک ہوں گے بعد وصیت (نکالنے)
وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً
کے جس کی وصیت کر دی جائے یا ادائے قرض کے بعد بشرطیکہ کسی کے نقصان نہ پہنچائے یہ حکم اللہ کی
مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ تِلْكَ حُدُوْدُ
ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے۔ بڑا بردبار ہے یہ سب حد اور مدی ضابطے ہیں
اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی (پوری) اطاعت کریگا اللہ اسے (بہشتی) باغوں میں داخل

۴۵۸ حاشیہ ابھی اوپر گزر چکا ہے کہ میراث کی تقسیم ہر حال میں باجرائے وصیت اور ادائے قرض کے بعد ہی ہوگی اور ان دونوں میں بھی ادائے قرض مقدم ہے ۴۵۹ اور بیویاں اگر کئی ہوں تو شوہر کے ترکہ کی وہی چوتھائی سب میں برابر تقسیم ہو جائے گی۔ ۴۶۰ (اور شوہر کے ترکہ کا بقیہ ۳/۴ دوسرے وارثوں کی طرف جائے گا) بیویوں کو ۱/۴ ہر صورت ملے گا خواہ اولاد ہو یا نہ ہو۔ اِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ۔ یہ اولاد خواہ انہی بیویوں سے ہو یا کسی اور عورت سے۔ ۴۶۱ (اور بقیہ ۳/۴ حصہ دوسرے وارثوں کی طرف جائے گا) فَلَهُنَّ الثُّمُنُ کا یہ ترکہ برابر کا رہے گا۔ ۴۶۲ یعنی مورث کسی وارث کو نقصان نہ پہنچائے عملاً ارادۃً۔ عملاً کی مثال یہ کہ وصیت ۱/۳ سے زائد کی کر دی۔ ایسی وصیت قانون شریعت کے خلاف ہونے کی بنا پر ناقابل نفاذ ہوگی۔ ارادۃً یہ کہ وصیت رکھے تو ۱/۳ کے اندر ہی۔ لیکن نیت و مقصود یہ ہو کہ وارث کا حصہ کٹ جائے۔ ایسی وصیت کا نفاذ قانوناً تو ہو جائے گا۔ لیکن وصیت کرنے والا عنداللہ گنہگار ٹھہرے گا۔ اسلام اپنے پیروؤں سے قدم قدم پر عمل کے ساتھ ساتھ نیت کا بھی اخلاص و صداقت چاہتا ہے۔ ۴۶۳ ختم کے قریب پھر یاد دلا دیا کہ یہ سارا قانون میراث شریعت کے ہر دوسرے حکم کی طرح حاکم مطلق اور حکیم برحق کا نازل کیا ہوا ہے۔ کسی انسانی عقل و دماغ کا سوچا ہوا کسی کونسل کمیٹی مجلس کا وضع کیا ہوا نہیں جو آج پاس ہو اور کل اس میں ترمیم ہو جائے۔ ۴۶۴ چہ عجب علم کامل کی بنا پر وہ خوب واقف ہے کہ کون اس قانون پر عامل ہے اور کون اس سے منحرف۔ اور علم کامل کے مقتضا سے بہت دفعہ مجرموں کی گرفت وہ فوراً نہیں کرتا۔ ۴۶۵ (جنہیں ہلکا سمجھتا خود اپنے کو خدائی عدالت میں مجرم بنانا ہے) یہ ظاف کا اشارہ ان تمام احکام کی جانب ہے جو یتیموں اور وصیتوں اور ترکہ کے باب میں ابھی گزر چکے ہیں۔ اشارۃٌ اِلی الاحکام التی ذکرت فی باب الیتامیٰ والوصایا والمواریث (وحید)

مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ
اُس کا کچھ حصّہ وصول کرلو مگر اس صُورت کے کہ وہ صریح مکروہاری کی مرتکب ہوں ۴۸۳

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ
اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گزر بسر کیا کرو ۴۸۴ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا
عجب کیا کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر کوئی بڑی بھلائی

كَثِيْرًا ﴿۲۰﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ
رکھ دے ۴۸۵ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ (دوسری) بیوی

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا
بدلنا چاہو اور تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی

مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾
واپس مت لو ۴۸۶ کیا تم اسے بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کرکے اُسے (واپس) لوگے ۴۸۷

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى
اور تم کیسے اسے (واپس) لے سکتے ہو درآنحالیکہ ایک دوسرے سے حلوت کر چکے

بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا
ہو اور وہ (عورتیں) تم سے ایک مضبوط اقرار لے چکی ہیں ۴۸۸ اور (اُن

تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ
عورتوں سے کاح مت کرو جن سے تمہارے باپ کاح کر چکے ہیں مگر جس جو کچھ ہو چکا (ہو چکا)

منزل

لِمَ سألوا ۴

کا پیدا کردہ نہ ہو۔ ای الا ان یکون سوء العشرۃ من جھتھن (کشاف)

۴۸۴ قرآن مجید کا یہ ایک عام اسلوب بیاں ہے کہ جزئیاتِ احکام کے درمیاں ایک کلی مسئلہ بھی بیاں کر دیتا ہے اور کلمات کے ضمن میں حرِ یات بھی لے آتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہے کہ حرفی احکام بیاں کرنے کے اُس نے ایک اہم اصل بیاں کر دی عورتوں کے ساتھ معاشرت کی۔ یہ حسن معاشرت کا مرکزی، بنیادی، کلیدی حکم سہاگوں، میواؤں، طلاقوں سب کے معاملہ میں واجب العمل ہے۔ اور یہ ہدایت اس مذہب کی ہے جو کتنے ہی کور چشم مسیحیوں، آریوں وغیرہ کے نزدیک عورت کے حق میں طالمانہ ہے۔

۴۸۵ (حال یا مستقبل ہیں) شکایت کرنے والے تو ہر دوں کو اپنی تسکیں و تسلی کے لئے اس مراقبہ سے بڑھ کر اور کوں خیال ہو سکتا ہو حَتًّا اٰتَيْتُمْ۔ حاء کے اندر دیوی واحد دی، حاصل بر آمل ہر قسم کی طاح اور بھلائی آگئی۔ بھیں چیز ہی ہیں چیز کثیر (بھلائیوں کا ایک ڈھیر۔ ایک انبار کہ اس سے زیادہ تسکیں وہ اور کوں خیال ہو سکتا ہے؟ اِنْ كَيْدَهُنَّ عَظِيْمٌ یہاں وہ کراہت مُراد ہے جو طبعی طور پر ہر ایک خواہ مخواہ ہو۔ نکہ کوئی ایسا قابل شکایت امر جس کے اندر عورت کا ارادی قصور شامل ہو

۴۸۶ طلاق اس کے کہ اس پہلی بیوی کا کوئی قصور ہو۔ یعنی محض اپنی رغبت و خواہش سے تم ایک بیوی چھوڑ کر دوسری کرنا چاہتے ہو ۴۸۷ (اور اس طرح اقرار کئے ہوئے مال کو روک بھی مت رکھو) اِحْدٰىهُنَّ یعنی اس پہلی بیوی کو جسے اب چھوڑ رہے ہو۔ قِنْطَارًا۔ کے معنی مال کے انبار کے ہیں۔ القنطار المال العظیر (کبیر و کشاف) اس پر ایک سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ حدیث میں تو مہر کی زیادتی کی ممانعت آئی ہے لیکن خلیفۂ راشد حضرت عمرؓ نے ایک بار مسجد میں سرِ منبر کھڑے ہو کے مہر کی زیادتی سے روکا لیکن ایک عیسیہ کے ٹوکے پر اس کا حوالہ تسلیم کر لیا اور حدود اس آسے بھی ڈھیروں مال کا حوالہ تاست ہو رہا ہے؟ سوال کا ایک مشہور جواب تو امام رازی کے قلم و دماغ سے ہے یعنی آیت سے حوالہ کہاں تاست ہوا؟ آیت نے تو محض ایک معروض و مفروضہ حالت کا ذکر کیا ہے کہ اگر تم ڈھیروں مال دے چکے ہو جب بھی اس کی واپسی کا مطالبہ درست نہیں۔ اس سے اُس معروضیا مترط کا صحیح ہونا تو لازم نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے بھی صاف،

دل نشیں اور بے تکلف جواب ہمارے زمانہ کے امام مترجمین مفسر تھانوی کے قلم سے نکلا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "یہ حوالہ معہوم من القرآن یعنی صحت لعذابہ۔ اور حدیث میں حوالہ یعنی اماحت مطلقہ و عدم کراہت کی نفی ہے پس کچھ تعارض نہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ میں زیادہ مہر کے حوالہ کو مال لینا اس لئے تھا کہ سامعین اس کو حرام۔ سمجھے تھے پس اس سے کراہت کا عدم تمامت نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض لازم آتا ہے" ۴۸۸ یعنی بلا وجہ واپس لوگے تو یا تو صریح ظلم کے مرتکب ہو گے اور یا پھر بات بنانے کیلئے عورت پر کوئی جھوٹا سنگین الزام، دراکاری یا ناانصافی کا لگا رہا ہو گا۔ ۴۸۹ کاح کے وقت کہ تم مُراد اکروگے۔ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ۔ یعنی عند مسحکم۔ وصعہ ما الوطء لقولہ وعظہ۔ (کشاف) اتمّاً واتیقاً (مدارک) وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ یعنی حب انہوں نے ایسا جسم تمتّع و تلذذ کیلئے تمہارے سپرد کر دیا تو اب تمہارے واپس لینا یا اسے انہیں ادا کرنا بڑی بے حیثیتی بلکہ کفر کی بات ہے۔ افضی افضاء لغۃ خلوت صحیحہ اور اصل عمل صحت دونوں کو تمال ہے۔ حنفیہ نے مُراد خلوت صحیحہ لی ہے۔ افضی الی امراتہ ای جلا عاد (راغب) قال الکلبی الافضاء ان یکون معہا فی لحاف واحد جامعہا وھذا العرف احسار العرفاء ومدھا فی جسدہ (کبیر) وکذا العزاء ان الافضاء ھو الخلوۃ وان لم یجامع ولم یمسہ دخول و

دول العرف دھشق فاکیدہ بالغلیظۃ (حصاص) ای حلا بلا حائل (مدارک) حنفیہ کے ہاں مہر خلوت صحیحہ پر واجب ہو جاتا ہے۔ والادہ حجہ لما فی الخلوۃ الصحیحۃ وھما وکذا المھر (مدارک) ۴۹۰ یعنی اس حکم کے نزول سے قبل جو ہو چکا۔ اب اس پر باز پرس نہیں۔ ای قبل نزول ایۃ التحریر مما۔ معہ موعہ (کبیر) لٰكِنْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔ میں کاح اپنے لغوی معنی یعنی صحت کرنے کے معہوم میں لیا گیا ہے۔ مدہ خروجہ وطی موطوۃ الاب سکاحہا ویملک بیمین او نزیا کاحہا وھو ما حلیہ کذوہ مراد المصنف (مدارک) مَا نَكَحَ۔ اَنَّ نکح عرب جاہلیت کے اس دستور کی طرف اشارہ ہے کہ سوتیلی ماؤں سے بھی کاح کر لیا جاتا تھا۔ قال ابن عباس جمہور المفسرین کان اھل الجاھلیۃ یتزوجون ما وراء اٰبائھا وابنائھا (قرطبی کبیر) مَا نَكَحَ میں مَا مَنْ کے معنی میں ہے۔ اٰبَآؤُكُمْ اس کے دلیل ہیں وہ مرد ہیں جو آگئیں خود اولاد یا ماں کے کاح میں رہ چکی تھیں۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے وہ بس انہی لوگوں کی ہے جو بری حرکت

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُولٰٓئِكَ

نادانی سے کر بیٹھتے ہیں، اور پھر قریب ہی (وقت) میں توبہ کر لیتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کی

يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

توبہ اللہ قبول کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے بڑا

حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

حکمت والا ہے ایسے لوگوں کی توبہ نہیں ہے جو (برابر) گناہ کرتے

السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

رہیں یہاں تک کہ موت ان میں سے کسی کے سامنے آکھڑی ہو

قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ

(اور سب) وہ کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں، اور نہ ان لوگوں کی توبہ، جو اسی حال میں مریں

كُفَّارٌ ۚ أُولٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا ۝

کہ وہ کافر ہیں یعنی وہ لوگ ہیں جنکے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا

اے ایمان والو تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کے جبراً مالک

النِّسَآءَ كَرْهًا ۗ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ

ہو جاؤ اور نہ انہیں اس غرض سے قید رکھو کہ تم نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے

مدول

۴۷۴ اسلام کا معبود محمود و مقید قسم کا خدا نہیں کہ مغفرت و توب پر قادر ہی نہیں بلکہ کائنات میں گویا مشین کی طرح ایک قانون مکافات عمل کی حکومت ہے اور خدا (نعوذ باللہ) بیٹھا ہوا منہ دیکھ رہا ہے۔ یا اگر مغفرت پر قادر ہے بھی جب بھی کفارہ کا محتاج ہے۔ سبحان اللہ مسیحیت وغیرہ تمام باطل ادیان کی تردید آیت سے ہو گئی۔ ۴۷۵ جو طبائع غیر سلیم ہیں۔ اُن کے لئے ہر قسم کی بدعملی کی گنجائش آیت ماقبل سے نکل سکتی تھی اور وہ اپنے دل میں کہہ سکتے تھے کہ جب توبہ قبول ہو ہی جائے گی تو پھر اطمینان سے ہم ہر قسم کے فسق و فجور میں پڑے رہ سکتے ہیں۔ جب مرنے لگیں گے۔ توبہ کر لیں گے۔ اس عقدہ کے دُور کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ قبول توبہ کے قیود و شرائط کو صاف کر دیا جاتا۔ اَلسُّوْٓءَ لفظ جامع ہے گناہ کبیرہ اور صغیرہ دونوں کیلئے۔ ای المعصیۃ صغیرۃ او کبیرۃ (روح) اَلتَّوْبَۃ توبہ کی حقیقت تین جزیئوں میں یہ ہے کہ ماضی پر ندامت ہو اور مستقبل کے لئے ترک معصیت کا عزم ہو اور یہاں توبہ سے مراد قبول توبہ ہے۔ التوبہ عبارۃ عن الندم علی ما مضی والعزم علی الترک فی المستقبل (کبیر) ای ان ھو لھا (مدارک) بِجَهَالَةٍ مراد یہ ہے کہ معصیت کے ارتکاب کے وقت اس کے نتائج کا ذہن سے دھول ہو گیا ہو اور عقل تہذیب جذبات (یا ہوائے نفس) سے اندھی ہو گئی ہو۔ عَلَى اللّٰهِ اہل حق کا مذہب ہے کہ اللہ پر حقیقۃً واجب تو کوئی بھی چیز نہیں۔ یہاں مقصود صرف وعدہ کی تاکید ہے۔ ولیس المراد بالوجوب الا لا یخلف اللہ شیئا وکذا بالتبدیل للوعد (مدارک) ۴۷۶ معصیت پر ندامت اور اس کے ترک کا عزم، عمل معصیت کے بعد جس قدر جلد بھی ہو سکے اس کا مطلوب ہونا ظاہر ہے۔ لیکن شریعت نے انتہائی تسہیل سے کام لیکر اس قرب (من قریب) کی میعاد حضور موت سے قبل تک وسیع کر دی ہے۔ صحابیوں اور تابعین سے یہی مروی ہے۔ والقریب فی عامۃ ویاتی ان یبطر الی ملک الموت (اس جریر عن اس عباسؓ) کل شیٔ قبل الموت فھو قریب (اس جریر عن الضحاک) وھو ما قبل حشرجۃ الموت (مدارک) دُوسرے معنی یہ کئے گئے ہیں اور یہ بھی لگتے ہوئے ہیں کہ قبل اس کے کہ موت کی نشانیاں نفس پر چھا جائے۔ اور سکیوں کو موت کر جائے۔ معناہ قبل ان یحیط السوء بعمامہ فیحجبھا (معالم) مِنْ قَرِيْبٍ میں مِن تبعیض کے لئے ہے۔ معناہ التبعیض ای یتوبون بعض زمان قریب (کشاف) ۴۷۷ یعنی وعدۂ مغفرت مرتب ایسے ہی لوگوں کی توبہ پر ہوتا ہے۔ ۴۷۸ سودہ اپنی شان علم سے جو جانتا ہے کہ کس کس کے دل سے توبہ کی ہے اور اپنی شان حکمت سے دل سے توبہ نہ کرنے والے کو بھی رُسوا نہیں کرتا۔ اور تائب مخلص ہو یا غیر مخلص۔ بہرصورت اس کے لئے مزید ملامت روا نہیں رکھتا۔ ۴۷۹ یعنی ایسے لوگوں سے قبول توبہ کا وعدہ نہیں۔ باقی اگر اور کسی کے ساتھ محض فضل و کرم ہی کا معاملہ کرنا چاہے تو اس کی راہ میں حائل کون ہو سکتا ہے۔ ۴۸۰ (اور عالم برزخ اس پر مکشف ہونے لگے) یعنی حالت نزع و سکرات متروع ہو جائے کہ اب عذاب و ملائکہ عذاب کے مشاہدہ کے بعد جو توبہ ہو گی وہ اضطراری ہو گی اور اس لئے کسی درجہ میں بھی مقبول نہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ بمعصیت کا صدور اگر ایک ہی آدمہ بار ہو لیکن اس سے توبہ کی جائے تو اس کا شمار بھی اصرار علی المعصیت میں ہو گا اور یہ عمل گناہ متواتر کرتے رہنے کے حکم میں داخل ہو گا۔ سَيِّاٰتُ یہ صیغہ جمع لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ گناہوں کی مختلف قسمیں صادر ہوتی رہیں بلکہ ایک ہی معصیت کی عرصہ دراز تک تکرار سے صیغۂ جمع میں لانے کے لئے کافی ہے۔ حمب ما عتاد ہ تکرارہ وھو عما فی الرمال المدد (روح) ۴۸۱ کافر کے ایمان کا مرتے وقت نامقبول رہنا تو اوپر کے فقرہ میں شامل تھا مزید تصریح تاکید اور مزید تقبیح کے لئے ہو۔ ۴۸۲ عرب جاہلیت میں میت کی جائداد کی طرح اس کی بیویاں بھی وارث کے قبضہ میں آجاتی تھیں اور یہی دستور یونانی تمدن اور رومی تمدن میں بھی رہ چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر المریسی) پھر مرد اگر چاہتا تو اس سے جبراً یا خود نکاح کر لیتا یا دوسروں کے نکاح میں دیدیتا۔ سَيِّاٰتُ الْفَاحِشَۃِ یہیں عورتوں کے جسم کا مالک ہو جاتا اور ان کے مال جائداد کا بھی۔ عورتوں کے مال کے مالک ہو جانے کی تین صورتیں مفسر تھانوی نے لکھا ہے کہ عرب میں رائج تھیں۔ ایک یہ کہ عورت کا حق شرعی میراث میں نکل رہا ہوا سے تو دے لیا جائے اور اُسے نہ دیا جائے۔ دُوسرے یہ کہ اس کو نکاح نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے اور اس کے مال پر قبضہ کر لیا جائے۔ تیسرے یہ کہ خاوند یا بیوی کو ملاوجہ مجبور کر دے کہ اسے کچھ مال دے کر یہ اُسے چھوڑ دے۔ دیہاد اخلاقی اور بدعملی کی کتنی مختلف صورتوں میں مبتلا تھی اور اسلام نے آکر کس کن چیزوں کی اصلاح کی ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ
اور وہ عورتیں بھی (حرام کی گئی ہیں) جو قید نکاح میں ہوں سوا اُن کے جو تمہاری ملک میں آجائیں۔

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ
اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے (ان احکام کو تم پر) اور جو اں کے علاوہ ہیں وہ تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔

تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ
یعنی تم اپنے مال کے ذریعہ سے تو تلاش کرو (اس طور پر کہ) قید نکاح میں لانے والے ہو۔ کسی کے نکالے ہوئے نہ ہو۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
پھر جس طریقہ سے تم نے ان عورتوں سے لذت لی ہے، سو انہیں ان کے مقرر شدہ مہر

فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ
دے دو اور تم پر اس (مقدار کے بارہ میں جس پر تم لوگ مہر کے مقرر ہو جانے کے بعد باہم رضامند

بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَ
ہو جاؤ کچھ بھی مضائقہ نہیں بیشک اللہ بڑا جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے اور

مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ
تم میں سے جو کوئی مقدور نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح

الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ
کر سکے تو وہ تمہاری (آپس کی) مسلمان کنیزوں سے جو تمہاری ملک (شرعی) میں ہوں

الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْ
(نکاح کر لیں) اور اللہ تمہارے ایمان (کی حالت) سے خوب واقف ہے (تم (سب) آپس میں

مدوں

بعد نکاح لطف اٹھایا ہے۔ الاسماء الملاد والاحود المهود (قرطبی) ۴۹۷ اللہ کا علم کامل ہو سدوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں کا۔ اور اسی علم کامل کے لحاظ سے اُس نے قانون اور ضابطے مقرر کئے ہیں
۴۹۸ یعنی ان آزاد شریف بیویوں کا مہر بعقد عیوبی کا مہر اور پوری طرح ادا کرنے کے قابل ہو۔ المحصنٰت سے یہاں مُراد شریف آزاد بیویاں ہیں۔ ای الحرائر (سماء) ورود المحرائر و مالک فرود معناہ العفائف وھو مصنف (قرطبی) طَوْل کے معنی وسعت و مقدرت کے ہیں۔ الطولی السعۃ والمعنی قالہ ابن عباس والمجاھد وسعید بن جبیر والسدی و ابن زید (قرطبی) ۴۹۹ اور کمزور کو بھی سایہ میں عار محسوس نہ کرے۔ بعضکم من بعض۔ یہ ضرور اس صلاحیت سے دیا گیا ہو کہ بامدی کا مہر بعقد غیر ولیہ ثابت کا ہوتا ہے اور پھر یہ بھی کہ ان کے مالک انہیں عزیز خوبصورتوں کے نکاح میں نہ دیتے ہیں عار بھی محسوس کریں گے۔ منکم۔ ای کالوحط مامدیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس میں جوان عمر کی قید نہیں، بوڑھی، جوان ہر سن و سال کی بامدیاں مملوک ہی کہی جائیں گی۔ المحور المحرۃ لاسمی فتاۃ والامۃ شابۃ والعجوز کل واحدۃ منھما اسمی فتاۃ (معاصر) ای امائکم (راغب) ای المملوکات وھو جمع مماۃ (قرطبی) ۵۰۰ یعنی مقدار مہر ایسی ہے جو ایک مرتبہ بدھ جانے کے بعد کسی طرح قابل تبدیلی نہ ہو۔ یہاں بیوی باندی کا مہر رضامندی سے اسے گھٹا سکتے ہیں، بڑھا سکتے ہیں یا بالکل معاف بھی کر سکتے ہیں۔ فتاۃ الشابۃ۔ یعنی

لطام ہاگئی ہی کی درستی پر ساری ہیئت اجتماعی کی درستی کا انحصار ہے اور لطاخا گی کا ایک بڑا اہم جزء ہے کہ عقد نکاح کس کس کے ساتھ حائز ہے اور کس کس کے ساتھ ناجائز۔ فقہاء نے تھا کہ اس کے اصول قرآن مجید ہی میں مصوط کر دیے جائے۔ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔ وہی تاکیدہ اظہار اہمیت کے لئے ہے۔ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ حدیث و سنت سے جن دوسری عورتوں سے عصمت نکاح ثابت ہے، مثلاً رضاعی ماؤں کے ساتھ جیسی کا پھپھی کے ساتھ یا خالا کا بھانجی کے ساتھ جمع کرنا۔ یہ سب کا سب قرآن مجید کی آیات بالا میں آگئیں۔ حدیث نے انہیں صرف کھول کر بیان کر دیا ہے۔ كتاب الله عليكم تقدیر کلام یوں مانی گئی ہے۔ الزموا ما كتب الله عليكم (سماء) یا یوں کہئے الله عليكم كتابا (مدارک) ۴۹۵ یعنی مقصود فرود جماعت دونوں کے مذہب یہ کہ زوجین سلح کے ذریعہ سے ایک دسترہ باعث مستقل رد کی بسر کریں گے۔ اور نکاح کی شرطیں معلوم و معروف ہیں مثلاً گواہ مرد عاقل دو گواہوں کی موجودگی میں مہاں سوی کی رضامندی کا اعلان، نکاح کا وقت۔ سوا وغیرہ۔ المراد بالاحصان ما العفه وعصمنی العفس عن الوقوع فی الزنا (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ (زجاج) معناہ معففین عن الزنا (قرطبی) عَنْ مُّسَافِحٰتٍ۔ یعنی مقصود حیوانات کی طرح تمام ایک مازی شہوت یا عصی تقاضہ کا پورا کرنا ہو۔ سوی کے ساتھ مستقل تابل بسنے سہنے، بسا کرنے کا ارادہ اور اس کی وقعت و عصمت کسی درجہ میں نو ہو۔ مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ۔ مال سے مُراد مہر ہے۔ یا ملکیتین کی قیمت۔ ان متعوا النساء ما تولوا لکم بالصرف فی مھورھن (سجاد) ای تملکی اصدقاق او تشترو انفسھن (سلام) معنی المھور (مدارک) فقہاء نے یہیں سے استدلال کیا ہے کہ مہر نکاح کا لازمی حزء ہے کو تعداد مہر متین۔ ہو۔ وھذہ دلیل علی ان المکاسم لایکون الا مھرا وانہ یجب وان لم تسم۔ (مدارک) مہر کی بار بار تاکید سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی کو عورتوں کے حقوق کا کس درجہ اہتمام مطلوب ہے بعض خرچ نکاح و سفاح دونوں میں مشترک ہے۔ فرق یہ ہے کہ نکاح سے زندگی انسانوں کی طرح مقید و باسد ہو جاتی ہے اور سفاح میں انسان حانوروں کی طرح چھٹا بچھٹا رہتا ہے۔ مُتَّخِذٰتِ۔ یعنی کے معنی تلاش کرنے طلب کرنے کے ہیں اور حکم کے عطف موجبین۔ گویا نکاح کی درخواست کر بابا انگریزی محاورہ میں "پروپوز" کرنا مرد کا کام ہے عورت کا کام صرف قبول کر لینا مصطوری دیا ہے۔ نر اور مادہ کے درمیان یہ خاصلت و الحالیت کا فرق زندگی کے ہر شعبہ پر محیط و حاوی ہے۔ ۴۹۶ یعنی مقدار مہر ایسی ہے یہیں جو ایک مرتبہ بدھ جانے کے بعد کسی طرح قابل تبدیلی نہ ہو۔ یہاں سوی باندی رضامندی سے اسے گھٹا سکتے ہیں، بڑھا سکتے ہیں یا بالکل معاف بھی کر سکتے ہیں۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ۔ یعنی

ان العرب کانوا یعتقون الاماء فاعلق وکرھذا الکلمہ ان اللہ لا یطول ولا یلتفت الیہ (کبیر)

۵۴۹۱ قرآن مجید نے تین لفظ استعمال کئے ہیں اور تینوں سے الگ الگ اشارے ہیں۔ فَاحِشَةً۔ یہ دستور بجائے خود اور عقلاً بھی بڑی بے حیائی کی چیز تھا۔ مَقْتًا۔ مذاقِ سلیم رکھنے والوں کے عُرف میں بڑی گندی چیز تھا۔ مقت کہتے ہیں ایسی بُری چیز کو جسے دیکھ ہی کر طبیعت میں گھن پیدا ہو۔ المقت بعض شدید ملمس سواء تعالی القبیح (راغب) خود اہلِ جاہلیت بھی اس نکاح کو بہت بُری نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کا نام ہی نکاح المقت پڑ گیا تھا۔ سَاءَ سَبِيلًا یعنی اس کے نتائج بھی بڑے قبیح تھے۔ امام رازیؒ نے فرمایا کہ قبیح کے تین درجہ ہوتے ہیں۔ ایک قبیح عقلی، دوسرے قبیح شرعی، تیسرے قبیح عرفی، فاحشہ میں اشارہ اول کی جانب ہے، مقتاً میں دوم کی جانب، ساء سبیلا میں سوم کی طرف۔ ۵۴۹۲ اس لئے حرمت طلاق بردلِ حکم سے قتل ہو چکیں، ہاں پردہ گرفت نہیں کرتا۔ اور ان پر وہ حظ عفو کر دیتا ہے۔ قرآن مجید نے یہاں ایک مفصل فہرست دے کر بتا دیا کہ ان عورتوں سے صاف صاف فلاں فلاں صورتوں میں نکاح حرام ہے۔ اور یہ فہرست محرمات قرآن مجید کی کلیت کے دلائل میں سے ایک قوی دلیل ہے۔ موجودہ انجیل اور حد اصلوم کتنی ہی نہاد آسمانی کتابوں میں تعلیم کا یہ درق سرے سے سادہ موجود ہے۔ اُمَّهٰتُكُمْ تمہاری مائیں اور اسی طرح ماں کی مائیں، دادیاں، مامیاں وغیرہا۔ والجدة من قبل الام والاب ملحقة بنص (مدارک) بَنٰتُكُمْ تمہاری بیٹیاں اور اسی طرح بیٹیوں کی بیٹیاں، پوتیاں، نواسیاں وغیرہا۔ وسائر الاس وسائر المد ملحقات بهن (مدارک) اَخَوٰتُكُمْ۔ اس میں حقیقی کے علاوہ سوتیلی بہنیں بھی آگئیں۔ لاب وأم او لاب او لام (مدارک) عَمّٰتُكُمْ۔ اس میں باپ کی اور اب سے اوپر والوں کی بہنیں آگئیں۔ من الاوجه الثلاثة (مدارک) خٰلٰتُكُمْ اس میں ماں کی اور ماں سے اوپر والوں کی بہنیں آگئیں۔ من الاوجه الثلاثة (مدارک) بَنٰتُ الْاَخِ۔ یعنی سگی اور سوتیلی بھتیجیاں۔ كذلك (مدارک) بَنٰتُ الْاُخْتِ۔ یعنی سگی اور سوتیلی بھانجیاں۔ كذلك (مدارک) اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ۔ خیال کر کے دیکھا جائے کہ قرآن مجید دودھ پلانیوں کو ماں کے لقب سے یاد کر رہا ہے۔ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ رضاعت کے اوقات گو مختلف ہوں، مگر دودھ ہو ایک ہی ماں کا۔ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ اس میں بیوی کی بیٹیوں کے علاوہ نواسیاں وغیرہ بھی آگئیں۔ فِيْ حُجُوْرِكُمْ لبعضی کا لبعضی معنی ہیں کہ تمہاری گودوں میں ہوں، مراد ہے تربیت و پرورش میں ہونا۔ یہ محض عام عادت و عُرف کا بیان ہے کوئی قید یا شرط نہیں۔ ذکر الحجر علی علة الحال دون الشرط (مدارک) مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یعنی ماں سے مجرد نکاح اس کی بیٹی کی حرمت کے لئے کافی نہیں، حرمت کیلئے ماں سے صحبت کا ہو چکنا ضروری ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ یعنی بیوی کی ماں، بہن، بیٹیاں وغیرہا سب حلال ہیں۔ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ۔ یعنی متبنیٰ کے بیوی حرام نہیں۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔ یعنی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ یعنی جو ہو چکا سو ہو چکا، اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔

ع ۳ ۱۴

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ
بیشک یہ بڑی بے حیائی اور بُری بات تھی اور بہت بُرا طریقہ تھا ﴿۲۲﴾ تمہارے اوپر
عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ
حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور
خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ
تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں
الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ
جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی
نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ
مائیں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہی ہیں اور جو تمہاری ان
الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا
بیویوں سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہے پھر اگر ابھی تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر
جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۫ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ
کوئی گناہ نہیں اور جو بیٹے تمہاری نسل سے ہوں اُن کی بیویاں اور یہ بھی
اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا
(حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو بیاہ کر و مگر جو ہو چکا
قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾
(سو ہو چکا) بیشک اللہ بڑا بخشنے والا ہے، بڑا مہربان ہے ﴿۲۳﴾

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یعنی ماں سے مجرد نکاح اس کی بیٹی کی حرمت کے لئے کافی نہیں، حرمت کیلئے ماں سے صحبت کا ہو چکنا ضروری ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اصلاً گنایہ صرف صحبت سے ہے۔ وهي كناية عن الجماع (بیضاوی، کشاف) لیکن حنفیہ نے لمس شہوانی اور بوس و کنار کو بھی اسی حکم میں داخل کیا ہے اور امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور بہت امت فقہ اس میں حنفیہ کے ہمراہ ہیں۔ واللمس هو يوم مقام الدخول (مدارک) هو المقتضي من اللمس او القبل قال المالكية او حنيفة (راس العرق) وانفى اصحابنا والثوري ومالك واوزاعي والليث والشافعي ان اللمس متهوة عادة الجماع في تحريم ام المرأة وبنتها (حصاص) الجماع هو الاصل ويحصل حكمه اللمس لانه يستتمّ مقامه ويدخل تحت حكمه (راس العرق) حنفیہ و مالکیہ نے علاوہ لمس شہوانی کے شہوانی نظروں کو بھی سبب تحریم قرار دیا ہے۔ قال اصحابنا حيث اذا نظر الى فرجها شهوة كان ذلك بمنزلة اللمس في ايجاب التحريم (حصاص)، وقال مالك اذا نظر الى شعر جارية تلذذا او مسها او ناعم من محاسنها تلذذا حرمت عليه امها وبنتها (حصاص)، واما الشافعي فانه في احد قوليه الثالثة نسبته في الربا وربيبة الدرجة (راس العرق) فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ یعنی ایسی غیر مدخول بہا بیوی کی بیٹی سے نکاح کر لینے میں۔ مِنْ اَصْلَابِكُمْ۔ یہ صلب یا نسل کی قید اس لئے لگا دی کہ متبنّیٰ یا محض منہ بولے بیٹوں کی بیویاں اس میں نہ شامل ہو جائیں جیسا کہ عرب جاہلیت میں دستور تھا۔ وما نسخ منه (کشاف) اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ۔ بہنیں خواہ حقیقی ہوں یا رضاعی اُن کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ

اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے ساتھ تخفیف برتے اور انسان تو کمزور پیدا ہی کیا گیا

ضَعِيْفًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ

ہے ۔۔۔ اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر

بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

کھاؤ ۔۔۔ ہاں اللہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو ۔۔۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ

اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک اللہ تمہارے حق میں بڑا مہربان ہے ۔۔۔ اور جو کوئی

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَ

ایسا کرے گا سرکشی اور ظلم کی راہ سے تو ہم عنقریب اس کو آگ میں ڈالیں گے اور

كَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا

یہ اللہ کے لئے آسان ہے ۔۔۔ اگر تم ان بڑے کاموں سے جو تمہیں منع کئے گئے

تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

جن سے بچے رہے تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے ۔۔۔ اور تمہیں ایک مقررہ مقام پر

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ

داخل کریں گے ۔۔۔ اور تم ایسے امر کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے ایک کو

بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

دوسرے پر بڑائی دی ہے ۔۔۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا

منزل

۵۱۴ (اور راہ راست سے ہٹ کر) انہی جیسے ہو جاؤ۔ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۔ اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ انسان یا تو حرام کو حرام سمجھنے ہی سے انکار کر دے اور یا بے باکانہ ارتکاب حرام کرتا رہے۔

۵۱۵ (کمزور جسم کے لحاظ سے بھی اور کمزور ارادہ کے لحاظ سے بھی) اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۔ چنانچہ شریعت کے سارے احکام میں انسان کی سہولتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا چنانچہ جتنے بھی احکام شرعی ہیں سب انسان کے ضعف جسمانی و ضعف ارادی ہی کی رعایت ہیں۔

۵۱۶ بِالْبَاطِلِ یعنی غیر مشروع طریقوں پر۔ خیانت اور بددیانتی کی تمام صورتوں کی بندش اس ایک حکم کے اندر آگئی۔ کاش اسلام کے ایک اسی قانون پر عمل ہو اور آج دنیا کی کایا پلٹ ہو جائے۔

۵۱۷ مطلب یہ ہوا کہ ایک دوسرے کے مال میں تصرف کی اجازت کسی باطل طریقہ (سود، قمار وغیرہ) سے تو سرے سے ہی نہیں۔ صرف جائز طریقوں کے اندر ایک دوسرے کی رضامندی سے تصرف کر سکتے ہو۔ مثلاً سرمایہ مشترک سے تجارت، کہ یہ تو عین باعث برکت ہے۔

۵۱۸ اَنْفُسَكُمْ کے معنی عموماً احادکم یا کم سکم کئے گئے ہیں۔ اور مراد بدل گئی ہے کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ اسقوا علی ان خذ ایمن ان یقتل بعضاء بعضاً ۔ کثیر قتل سکم بعضاً (ابن جریر عن عطاء) ای اھل ملتکم (ابن جریر عن السدی) بعنی احادکم سلام عن الحسن، من کان من جنسکم یعنی المومنین (مدارک) دوسرے معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ خودکشی نہ کرو اور یہ معنی بھی معقول ہیں۔ ولا یقتل الرجل نفسہ (مدارک) بعض مذہبوں میں خودکشی خود ایک عبادت رکھی گئی ہے۔ مثلاً جاپانیوں میں یا بعض قدیم ہندی مذہبوں میں۔ یا لعلہم کانوا فعلوہ حملہ الحسد (بیضاوی)

۵۱۹ (چنانچہ یہ سارے احکام بھی اسی شفقت و رحمت کا نتیجہ ہیں)

۵۲۰ یہ وعید اُن لوگوں کے لئے ہے جو احکام الٰہی کی خلاف ورزی اتفاقی طور پر یا بطور تعدی و اعتیادی کے نہیں بلکہ یہ وہ ہٹ کرتے رہتے ہیں۔ ذٰلِكَ ۔ اے فعلی ذٰلک (جلالین) یعنی ماسبق ذکرہ من المحرمات (سالم) عدواناً یعنی خروج شرعی سے تجاوز کرتے ہوئے، اور عمداً یعنی علم کرتے ہوئے علی الکبیر (بیضاوی) الصغیر علی تعاود الکبر (زمخشری) ظُلْمًا یعنی اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے قیل ای لانہ لا یخلو عن احدھما (بیضاوی) كَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۔ اللہ کی قوت کو دیوتا پرست مشرک کہیں انسانوں و فانیوں کے محدود ذہنی پیمانوں پر نہ ناپیں (کبیر) تمہیں عذاب سے بھی بچا لیں گے تو یہ اللہ ہی ہے جس کی تنبیہ قرآن مجید میں کئی بار آئی ہے۔ اور ایک جگہ اسے بالکل کلی اور عمومی صورت میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ ان المحسنات یذھبن السیئات۔ اس قسم کی آیتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے اولیاء و اتقیاء میں بھی معصوم کوئی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی کثرت طاعات پر بطور رحمت کرکے اس کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر کر دیتا ہے اور انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبوں سے سرفراز کرتا رہتا ہے۔ عصمت انبیاء کا مسئلہ ایک دوسرے قانون سے تعلق رکھتا ہے۔ كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ ۔ یعنی بڑے بڑے گناہ لیکن خود کبیرہ کا اطلاق کس عمل پر ہوتا ہے۔ اس کے متعدد اقوال دیئے گئے ہیں۔ سفیان ثوری تابعی کا قول یہ نقل ہوا ہے کہ کبیرہ بندوں کے تلف حقوق کا نام ہے اور صغیرہ صرف اللہ کے تلف حقوق کا۔ قال سفیان الکبائر ما کان فی المظالم بینک وبین عبادہ تعالیٰ والصغائر ما کان بینک وبین اللہ تعالیٰ (مدارک) اس ہمہ چہان کے خیال میں کبیرہ وہ عمل ہے جس کی ممانعت صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں آچکی ہو۔ اور اس کا معصیت ہونا کسی دقیق استنباط یا دلالت خفی کا محتاج نہ ہو۔ یا کم از کم یہ کہ حدیث صحیح میں اس کی ممانعت صراحت اور تاکید کے ساتھ آچکی ہو۔ متاخرین صحابیوں کے نزدیک کچھ ایسا ہی یا بیا جاتا ہے۔ قال علی ما الی طالب ھی کل ذنب ختمہ اللہ بنار او بغضب او بلعنۃ او بعذاب (مدارک) اور یہی ابن جریر نے عبداللہ بن عباسؓ سے بھی نقل کیا ہے۔ سَيِّاٰتِكُمْ ۔ سے مراد چھوٹی برائیاں یا گناہ صغیرہ ہیں۔ ای صغائر ذنوبکم (بیضاوی) مفسر تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ کبیرہ پر سزا کے ساتھ ساتھ فضل کا احتمال اور صغیرہ پر عفو کے ساتھ ساتھ عتاب کا احتمال خاص اہل سنت کا مذہب ہے۔ بخلاف معتزلہ کے جن کے نزدیک صغائر و اصحاب الصغرۃ ہمیشہ کے لئے غیر مغفور ہیں۔ (مدارک)

۵۲۲ یعنی جنت میں۔ یہاں وعدہ عذاب سے محظوظ رکھنے کا تھا۔ اب بشارت دخول جنت کی مل رہی ہے۔

۵۲۳ (طبعی و وہبی طور پر یا دو عمل کسی عمل پر کسب کے متفاوت مردوں کو جو فضیلت عورتوں پر حاصل ہے) کوئی دولتمند ہے، کوئی حسین و جمیل ہے، کوئی خوش آواز ہے، کسی کے قوائے جسمانی سخت مضبوط ہیں۔ اس قسم کے وہبی یا کسبی فضائل کو قرب حق میں مطلق دخل نہیں۔ آیت میں تعلیم ہے کہ ان کی بنا پر ایک دوسرے پر رشک کرنا، ایک دوسرے کی جگہ پر ہونے کی حسرت و تمنا کرنا درست نہیں۔ قرب حق میں دخل صرف عمل و اکتساب کو ہے۔ شان نزول کی روایتوں میں آیا ہے کہ کچھ عورتوں نے اپنے احساس کمتری کی بنا پر مردوں پر رشک کرنا، ایک دوسرے کی جگہ پر ہونے کی حسرت و تمنا کرنا درست نہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بتایا گیا کہ نجات و مغفرت اور قرب حق کا مدار تو اپنے اعمال ارادی و اختیاری پر ہے۔ اور اس لحاظ سے مرد و عورت کی حیثیت بالکل یکساں ہے۔ عورتوں کیلئے بھی قانون محض عمل وہبی ہے جو مردوں کے لئے ہے اور اس لئے انہیں مردوں پر رشک کا کوئی محل نہیں۔ یہ فرق تو محض تکوینی مصلحتوں سے رکھ دیئے گئے ہیں۔ لان ذلک التفضیل منہ من اللہ تعالیٰ صادر عن حکمۃ وبر وعلم بما حول العباد (مدارک)

۵۰۲ عمر و نکاح سقوطِ ولایت کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے مالک کی اجازت بہرحال ضروری ہے۔ لِمَوَالِيهِنَّ - المراد بہ المولی لانہ لا احلاف۔ انہ لا یجوز لھا ان تتزوج بغیر اذن مولاھا لانہ لا اعتبار لاذن غیر المولی (احمد) لیکن نفس نکاح میں رضامندی عورت یا مدیوں کی معتبر ہوگی نہ کہ ان کے مالکوں کی۔ وھو حجۃ لما قال ان لا حق لابن بیاشرون العقد بانفسھن لانہ اعتبار اذن المولی لا لعقد ھو بعقد (ھدایہ) ۵۰۳ (اور اُن کے کنیز ہونے کی بنا پر اداکار کو غیر اہم یا غیر ضروری نہ سمجھو) اھلھن اے لاھلھن کیونکہ مالک اپنی باندیوں کی ہر کمائی کے مالک ہوتے تھے اس لئے باندیوں کا مہر بھی اُن کے مالکوں ہی کو دیا جائے گا اور تقدیر کلام یوں ہوگی۔ واتوا موالیھن اجورھن ۔ فان اداء الاجر الی المولی لا یجعل مال المولی (ھدایہ) ۵۰۴ یعنی یہ ادا، تجریہ معاوضۂ نکاح جو بطور اجرت زنا ہو۔ آزاد شریف بیویوں کے مقابلہ میں باہر نکلنے والیوں کے بدچلنی کے امکانات یوں بھی زاید ہوتے ہیں، چہ جائیکہ باندیاں جو عُرفاً حقیر غیر معزز سمجھی جاتی ہیں، اس لئے اُن کے ذیل میں ان قیدوں کا ذکر مراحت کے ساتھ ضروری ہوا۔ مُسٰفِحٰتٍ سے مُراد میں کھلی ہوئی اور عام کسبیاں۔ اور مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ سے مُراد میں وہ جن کا کوئی ایک آدھ متعین آشنا ہوتا تھا۔ دنیائے حسن میں سیواؤں کی دو قسمیں نقریباً ہر جگہ قائم ہی ہیں۔ ایک کھلی ہوئی کسبیاں، دُوسرے چھپی ہوئی خانگیاں۔ جاہلیت عرب کے تمدن میں بھی یہی تفریق قائم تھی۔ قال کانہ المعروف المسامحۃ ھی التی تفاخر بھا وھی التی تتخذ حدناً معلناً وکان اھل الجاھلیۃ یعیبون ھن القسمین وصانا ما یحکمون علیہ بالحدس یکونہا زانیۃ (کبیر) ۵۰۵ جبکہ قبل نکاح بھی تھا) باندیاں خواہ نکاحی ہوں یا کنواری اُن کی سزائے زنا ہر حال میں آزاد شریف بنے نکاحی عورتوں کی سزا کی نصف ہے۔ باندیاں جس طرح اکثر حقوق میں بیویوں کا نصف مرتبہ رکھتی ہیں، اسی طرح اس جُرم کی سزا بھی اُن کے لئے نصف ہی رکھی گئی ہے۔ شاید اس لئے کہ جُرم کی ترغیبات بھی ان کے لئے زائد ہیں اور موانع کم تر ہیں۔ بِفَاحِشَةٍ۔ جُرم بے حیائی یہاں زناکاری کے معنی میں ہے۔ وھی الزنا (ابن جریر) مِنَ الْعَذَابِ۔ سزا سے مُراد حد شرعی ہے۔ ای من الحد (مدارک) عَلَى الْمُحْصَنٰتِ۔ محصنات سے یہاں مُراد سیاہی ہوئی نہیں بلکہ بن بیاہی شریف خواتین ہیں۔ احصان کے تحقق کے لئے اس کا محض حُرّہ (آزاد) ہونا ہی کافی ہے۔ یعنی المکرۃ الحرۃ سواء کانت ثیبا او بکرا والمراد بالاحصان ھنا الحریۃ الثابتۃ اذا کانت حرۃ ولا یکون بالعفۃ احصان (ابن عربی) المحصنات ھنا الحرائر الثابتۃ الحریۃ (مدارک) ای الاذکار الحرائر (زمخشری) ای عاقل الحر او الاذکار (رسلم) ایک آیت اُوپر یہاں مکہ المحصنات المومنات کے ذیل میں بھی محصنات مطلق شریف عورتوں کے معنی میں آچکا ہے۔ ۵۰۶ یعنی باندی کی زناکاری کی سزا پچاس دُرّے ہے، شریف کنواری عورت کی سزائے زناکاری سَو دُرّے ہے۔ فاحلد واکل واحد منھما مائۃ جلدۃ اس کے نصف پچاس ہی دُرّے ہوتے ہیں۔ شریف نکاحی عورت کے لئے سزائے زنا سنگ زنی ہے اور اس کی تنصیف ممکن نہیں اور ملوک پر سرے سے رجم ہی نہیں۔ اس کی سزا ہر صورت وہی پچاس دُرّے ہے۔ نصف ما علی المحصنات یدل علی انہ بالجلد لا بالرجم لان الرجم لا یتنصف (مدارک) غلاموں کی حرامکاری کی سزا قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ فقہاء نے اسی آیت سے استنباط کرکے ان کی سزا بھی یہی پچاس دُرّے رکھی ہے۔ فرقہ خوارج سزائے رجم کا بالکل منکر ہے اور اس کا مستدل یہی آیت ہے۔ (کبیر) ۵۰۷ (خواہ اس لئے کہ طبعی تقاضا مجبور کر رہا ہو خواہ اس لئے کہ شریف بیوی میسّر نہ آرہی ہو) ذٰلِكَ یعنی باندی سے نکاح۔ یعنی نکاح الامۃ عند عدم الطول (مسلم) ای نکاح الاماء (مدارک) اَلْعَنَتَ۔ عنت کے لفظی معنی ہر مرد زیان کے ہیں۔ اصل العنت الضرر والفساد (ابن قتیبہ) یہاں مُراد زنا میں پڑجانا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون ضرر مسلمان کے لئے ہو سکتا ہے۔ ای الزلۃ والعثور معکم (ابن عربی) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ای الاشراف علی تورث الی الھلاک الشھوۃ (مدارک) دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ شدید ضبط جس سے انسان جسمانی ہیجانوں میں مبتلا ہو جانے سے مثلاً اعتناق الرجل کی خواہش ہو جائے یا مردوں کو ورم پُشت وغیرہ کی۔ امام رازیؒ جو خود بھی اپنے زمانہ کے ماہر طبیب تھے اس قول کو یوں نقل کرتے ہیں۔ والثانی ان المشقۃ الشدید والعلۃ العظیمۃ قد تورث ملازمۃ الاحزان الی الامراض الشدیدۃ اما ان حق النساء فقد تورث الی احتیاق الرحم و اما ان حق الرجال فقد تورث الی وجاع الوکین والکلیۃ (کبیر) ۵۰۸ یعنی اگر خواہش نفس کا تسلط نہیں ہے جس سے حرامکاری میں پڑجانے کا قوی اندیشہ ہو، تو پھر کنیزوں سے نکاح کرنے سے ہی بہتر ہے کہ خود خواہش نفس پر قابو کا حاصل کر لیا جائے۔ ای الصبر عن نکاح الاماء احل لکم (ابن جریر) ظاھرہ الاخبار عن صبر ھاص وھو یرد نکاح الاماء قالہ ابن عباس و مجاھد وابن حبیر والسدی (کبیر) ۵۰۹ چنانچہ اس کی صفت رحیمی اسی سے ظاہر ہے کہ ایسے نکاحوں کا حکم نہیں دیا اور شان غفوریت یہ ہے کہ کبیروں سے باوجود تنزیہی کے باوجود نجات کی راہیں حائل کسی طرح نہیں۔ ۵۱۰ (رحمت و حکمت کے ساتھ) لِيُبَيِّنَ لَكُمْ۔ چنانچہ وہ آیات احکام و مسائل تمہاری ہی مصلحت و نفع کے لئے نازل کرتا ہے۔ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ چنانچہ وہ آیات قصص و حکایات تمہاری ہی مصلحت و نفع کے لئے نازل کرتا ہے ۵۱۱ چنانچہ مخلوق کی کوئی بھی ضرورت و مصلحت اس کے علم کامل سے باہر نہیں۔ اور اپنی حکمت کاملہ سے اُس نے احکام ایسے رکھے ہیں جو ہر مصلحت کی پُوری پُوری رعایت کرنے والے ہیں۔ ۵۱۲ (شفقت و رحمت کے ساتھ اُنہی احکام و تعلیمات کے دریعہ سے) ۵۱۳ (اور ہوائے نفس ہی کو اپنا دین و ایمان بنائے ہوئے ہیں) یہ کون لوگ ہیں؟ الفاظ کا مصداق اُن کفار کا ہونا تو ظاہر ہی ہے۔ الی فسق یتبعہ اور بھی مُراد ہو سکتے ہیں، صحابہ و تابعین سے اس کے معنی اہل کتاب کے بھی مروی ہوئے ہیں، یہود کے بھی اور راہبوں کے بھی اور نفس جلی ہذا۔ میل المحسوس (کبیر) قیل المجوس وقیل الیھود بیعادی) قال بعضھم ھو الرباء وقال اخرون ھو الیھود والمصارف (ابن جریر) ھو الرباۃ او الیھود والنصاری والیھود حاصلہ المحسوس (کبیر) قول مجمل یہ ہے کہ الفاظ ان سارے معانی کے محتمل ہیں۔ اس لئے کہ جو شخص بھی ناجائز پر دلیر ہے وہی ایسی خواہش نفس کا بندہ ہے کان داخلا فی الذین یتبعون الشھوات للیھود والنصاری والرباۃ وکل متبع ناظلا لان کل متبع مأثم فانہ اللہ عنہ متبع شھوۃ نفسہ (ابن جریر) الفجرۃ (المدارک) لما بعضھم کل شھوۃ قال ابن زید ھم الطوفیۃ طاھرہ العصومون (کبیر)

بِبَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
ایک ہیں تم سے ان کے مالکوں کی اجازت سے اور نکاح کر لیا کرو انہیں اور اُن کے مہر انہیں دے دیا کرو
بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ
مقرر کے موافق بشرطیکہ اس طرح کروہ قید نکاح میں لائی جائیں پاکدامنی کھلے والیاں ہوں اور چوری چھپے
اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ
آشنائی کرنے والیاں پھر جب وہ محفوظ کر لی گئیں نکاح میں آنے کے بعد اگر وہ بدچلنی کا ارتکاب
نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ
کریں تو ان کیلئے اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں کے لئے ہے اس کے لئے
لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ
جو تم میں سے بدکاری کا اندیشہ رکھتا ہو اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ
اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے اور بڑا مہربان ہے اللہ کو منظور ہے کہ تم سے (احکام) کھول کر بیان کر دے اور
يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ
تم کو تم سے قبل والوں کے حالات بتلا دے اور تم پر توجہ فرمائے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۡ
اور اللہ بڑا علم والا ہے اور بڑا حکمت والا ہے اور اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے حال پر توجہ فرمائے
وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝
اور جو لوگ خواہشوں کے بندے ہیں وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ

اور اُنہیں مارو ۵۳۴ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو اُن کے خلاف بہانے نہ ڈھونڈو ۵۳۵

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا

بیشک اللہ بڑا برتر ہے ۵۳۶ اور اگر تمہیں دونوں کے درمیان کشمکش کا علم ہو ۵۳۷

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ

تو تم ایک حَکَم مرد کے خاندان سے اور ایک حَکَم عورت کے خاندان سے مقرر کر دو ۵۳۸ اگر

يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

دونوں کی نیت اصلاحِ حال کی ہو گی تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا ۵۳۹ بیشک اللہ بڑا علم

عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ

والا ہے ۵۴۰ بڑا خبر رکھنے والا ہے ۵۴۱ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ ۵۴۲ اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو ۵۴۳ اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں اور

الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَ

مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دُور والے پڑوسی اور

الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ

ہم جلس اور راہگیر کے ساتھ اور جو تمہاری ملکیت میں ہے

اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝

اُن کے ساتھ ۵۴۴ بلاشبہ اللہ ایسوں کو دوست نہیں رکھتا جو خود میں

قارون بنے ۵۴۵

معارف ۵۳۴ إِنْ جِئْتُمْ۔ حرف یہاں بھی علم کے معنی میں ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ۵۳۲ والمراد ھاں علمتم کما قال ابن عباس (رض) والمحصن عفی البقر وصل ھو معنی الطی یعنی الامر وسقاما یسمیہا الحمام)

۵۳۴ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ۔ خوف یہاں بھی علم کے معنی میں ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ۵۳۲ والمراد ھاں علمتم کما قال ابن عباس (رض) والمحصن عفی البقر وصل ھو معنی الطی یعنی الامر وسقاما یسمیہا الحمام)

۵۳۵ فَعِظُوْھُنَّ۔ یعنی تصفیہ کی عرض سے ان دونوں کو اُن میاں بیوی کے پاس بھیجو۔ میاں بیوی میں نزاع ہونے میں یہ ہو سکتا ہے کہ زوجین میں سے ایک فریق طلاق ہو جانے کا اور کسی ایسی ہی صفت میں) ۵۳۶ حُسنِ سلوک کی تاکید والدین ہی کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ اولاد اور ماتحتوں تک سے عاشرت کے ہر طریقہ کے ساتھ اور پھر اس حکم کا عطف توحید الٰہی پر ——— دینا کسی دُوسری آسمانی کتاب میں اس مبلغ تعلیم کی نظیر نہیں ملتی ۵۳۷ اور اسی کے ساتھ محققین کی یہ تصریح کہ اہل حقوق اگر کافر بھی ہوں تب بھی اُن کے ساتھ احسان کرے۔ البتہ مسلمان کا حق اسلام کی وجہ سے اُن سے زائد ہو گا۔ (تعاونی) وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی۔ (۱) ایک وہ جس پر ہر سہ حق ثابت ہیں۔ حق جوار، حق قرابت، حق اسلام، (۲) دوسرے وہ جن پر ایک سے حق ثابت ہیں، حق جوار و حق اسلام۔ (۳) تیسرے وہ جن پر ایک سے حق جوار ہے اور وہ وہ پڑوسی ہے جو مشرک کنابی ہو۔ قرآن مجید کی یہ تصریح بھی یاد رہے کہ دونوں قسم کے پڑوسی حق رکھتے ہیں۔ جنب والے اور قرابت والے بھی اور دُور والے اور اجنبیت والے بھی۔ مسلمان اگر آج ایک تعلیم کو بھلا دیں تو کسی خانہ جنگیوں کا شمار نہ ہو سکے۔ بلکہ ایک تعلیم یہ بھی معمول بنا لے کہ حادی العرق سے مُراد مسلمان یہودی ہو اور حادالجنب سے یہودی و نصرانی۔ والحادی العرفی قال ابو الشافی ھو الحار المسلم والحار الجنب ھو الحار الیھودی والنصرانی وفی معنی قرابۃ الاسلام واجنبیۃ الکفر ایضا

۵۳۸ اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا۔ یہ حکم عورت کے خاندان سے مقرر کرنے کا ہے۔ اس میں بھی سب سے کم یہ اتفاق ہے کہ یہ ہمارا مکمل ہی قسم کی ہو۔ ایسی سرمچس سے چوٹ زیادہ آجائے۔ یہ اس سے رفیق رہ گئی کی تو میں لازم آتی ہو۔ مکلہ مفسر صحابی اس عباس سے تو یہ معقول ہے کہ یہ مسواک جیسی ہلکی پھلکی چیز سے ہو۔ قال ابن عباس بالسواک ونحوہ (کر) قرآن مجید کا خطاب ظاہر ہے (لیکن مار مار اسے مار کر لینے کی بھی ضرور ہے) اگر کسی ایک طبقہ کسی ایک قوم کسی ایک تمدن سے نہیں۔ اسکے مخاطب عرب، عجم، چینی اور حبش، انگریز اور ہندی، رومی اور ہمایاں، اعلیٰ اور ادنیٰ، شریف و رذیل، عالم و عامی، فہیم اور کودن، چمار اور چوہڑے، تاتی اور دھوبی، شہری اور دیہاتی، نیک سخت اور مدبا طن، ہر طبقہ، ہر سطح، ہر درجہ بہیئت کو گو بھی صدی ہجری سے لے کر قیامت تک ہر ماحول اور ہر دور والے ہیں اور اس کے احکام و مسائل میں لحاظ ہر انسانی ضرورت اور ہر معاشرتی ماحول کا کر لیا گیا ہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ سب سے معاشرے اور طبقے ایسے ہیں جہاں عورت سے لئے جسمانی سزائیں عام ہیں۔ علاج کی یہ صورت ظاہر ہے کہ اسی طبقوں کے لئے ہے۔ پھر اسی احانت بھی ضرورت پڑنے میں ہے ورنہ سیاق عبارت رسمی ہی کی سفارش کر رہا ہے۔ وسوس الکلام المرفق فی اصلاحھن (حل) والصحیف مراعی فی ھذا السیاق الاولویۃ کبیر اور اہل تحقیق نے تصریح کر دی ہے کہ رسم تو ہر اگر کائی ہو جائے تو صحت تر صورت ہر گز جائز نہیں۔ مھما حصل العرض بالطریق الاخف وجب الاکتفاء بہ ولو بغیر الاقتدام علی الطریق الاشد۔ کبیر لوپ میں بیویوں کی مار پیٹ کا دستور جہاں جہاں پایا جاتا ہے اُس کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ قرآن مجید میں اس حکم کا ملنا قرآن مجید کے حق میں دلائل عمر نہیں جیسا کہ بعض یورپ زدہ مسلمان سمجھ رہے ہیں بلکہ یہ تو عین دلیل ہے اس کی کہ قرآن بھیجنے احکام بہ طریقہ اور ہر مزاج اور ہر سطح انسانی کے لئے ہیں۔ ۵۳۷ (ان پر سختی اور زیادتی کرنے کے لئے) اور کسی تدبیر تو محض ضرورت کیلئے ہے۔ للضرورت ہی کا استعمال بیوی کو ستانے اور تکلیف پہنچانے کیلئے ہر گز درست نہیں۔ ۵۳۸ رستم ایسی رفعت والے عظمت والے پروردگار کے حقوق میں کوتاہی سے کب ماورا ہو؟) شوہر اگر یہ مراقبہ کرتے رہیں تو بیویوں سے اپنے معاملات میں یقیناً نرم پڑ جائیں اور ان کی طرف سے اپنے حقوق پر اترنا امر اجاری۔ رکھیں۔ ۵۳۹ خطاب عام اُمت اسلامیہ کو ہے اور حکام اور اہل حل وعقد کو بدرجۂ اُولیٰ۔ الخطاب کما قال ابن جریر والحاکم وغیرھما للحکام (زمخ) وقال احرون المراد بکل واحد من صالحی الامۃ۔ کبیر خطاب بھی ہے اور بینھما من روحین کی جانب۔ الصحیح الاول للحکمین والصحیح الثانی للزوجین (بیضاوی) والصحیح ان یرود الحکمان وفی میدانھما للزوجین (مدارک) ہو سکتا ہے کہ دونوں مُعوض پر تحریر رہ میں ہی کیلئے ہوں۔ وصل کلا بما للزوجین (بیضاوی) او بالصلحین للزوجین (مدارک) اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا۔ یعنی اگر اخلاص و دیانت کے ساتھ نیت صلاحیت و مفاہمت کی ہو گی تو اللہ تعالیٰ نیت میں برکت ضرور دیں گا۔ اور قلب کی صفائی کی کوئی صورت بحال دیں گا۔ فقیہ ابو اللیث نے لکھا ہے کہ بیمار کرنا واجب ہے اگر زوجین حکام کو رجوع کریں اور دوسروں کیلئے مستوجب اور ضرر ہو سکتے ہیں۔ ۵۴۲ ہر انسانی ضرورت بہتر تر صورت پر اس کا علم ہوتا ہے۔ ۵۴۳ (رد ات میں

۵۴۰ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا۔ علی اور کبیر دونوں صفتیں اللہ کی ہیں۔ علی کے معنی ہیں بلند و برتر، کبیر کے معنی ہیں بڑا۔ بلند و برتر ہونا اس کی ذات کا لازمی وصف ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز پست و کمتر ہے۔ بڑا ہونا اس کی صفت ہے۔ اس کے سوا ہر چیز چھوٹی ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز حقیر ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہیچ ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز ناپائیدار ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز کمزور ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز عاجز ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز محتاج ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز ناقص ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز ادنیٰ ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے حقیقت ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے وقعت ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے مایہ ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے قدر ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے وزن ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ثبات ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے دوام ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے بقا ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے اثر ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے اختیار ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے بس ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے کس ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے نوا ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے سہارا ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے آسرا ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ٹھکانہ ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے گھر ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے در ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ٹھور ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے نشان ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے پتہ ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے خبر ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے علم ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے شعور ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہوش ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے حس ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے جان ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے روح ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے نفس ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے وجود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے عدم ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہستی ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے نیستی ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز بے ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہست و نابود و نیست و ہ

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْـَٔلُوا
(حصہ (ثابت) ہے، اور عورتوں کے لئے اُن کے اعمال کا حصہ (ثابت) ہے ۵۲۴ اور اللہ سے
اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝
اُس کے فضل کی طلب کرو ۵۲۵ بیشک اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے ۵۲۶
وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۚ
اور حوال والدین اور قرابت دار چھوڑ جائیں اس کے لئے ہم نے وارث ٹھیرا دیئے ہیں ۵۲۷
وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۚ
اور جن لوگوں سے ہمارے عہد سدھے ہوئے ہیں اسمیں اُن کا حصہ دے دو ۵۲۸
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ اَلرِّجَالُ
بیشک اللہ کل چیز پر مطلع ہے مرد عورتوں کے
قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ
سرپرست ہیں ۵۲۹ اس لئے کہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر
عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ
بڑائی دی ہے ۵۳۰ اور اس لئے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے ۵۳۱ سو نیک بیویاں
قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ
اطاعت کرنے والی اور پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں ۵۳۲ اور جو تمہیں
تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ
ایسی ہوں کہ تم اُن کی سرکشی کا علم رکھتے ہو تو انہیں نصیحت کرو ۵۳۳ اور انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو

مدل

۵۲۴ (یہ نہ ہوگا کہ مرد کا اجر اس کے مرد ہونے کی بنا پر کچھ بڑھ جائے اور عورت کا اجر اُس کے عورت ہونے کی بنا پر کچھ گھٹ جائے)۔ مرد بہ حیثیت مرد ہرگز اللہ کے ہاں مقرب تر اور نجات کا مستحق تر نہیں۔ اور عورت بہ حیثیت عورت ہرگز کسی اجر و فرسے محروم نہ رہے گی۔ جیسا کہ بعض دوسرے مذہبوں نے قرار دے رکھا ہے۔ اس میں عورت کے لئے تعلیم ہے کہ وہ ایسا احساس کمتری دُور کرے اور سمجھ لے کہ ایک مکلف مخلوق کی حیثیت سے وہ اور مرد دونوں بالکل ایک سطح پر ہیں اور حصولِ نجات و قربِ حق میں وہ مرد سے ذرا بھی فروتر نہیں۔ ہندوؤں نے اپنی منوسمرتی کے اوراق میں اور کیتھولک کلیسا نے صدیوں تک اپنی کونسلوں میں جو یہ عورت کی پستی اور نیست و طرقی کے کہنے ہیں۔ آیت اس سب کی تردید کر رہی ہے۔ ۵۲۵ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اکتساب سے مُراد دونوں جگہ اعمالِ خیر کا حصول ہے۔ ۵۲۶ (شک و تردد اعمال میں) شک و تردد والی اور دھاؤں سے طلب کرنے والی اصل چیز ذہنی اور طبیعتوں میں ملکہ وثوقِ حسنِ عمل ہے۔ ۵۲۷ (جیسا چاہیے اس علم کامل کے مطابق اس نے ہر مخلوق کو صلاحیت و استعداد بخشی اور وہی ہر ایک کے فرمل پر پوری طرح مطلع بھی ہے) ۵۲۷ (قانونِ میراث کے ذریعہ ہی) وارثوں کی تفصیل اسی سلسلہ میں جیسے کوع قبل کر دیگی۔ تقسیم کر کی کچھ عارضی صورتیں اعادِ اسلام ہی میں بتادی گئی تھیں وہ مکمل قانونِ میراث کے نازل ہونے کے بعد اب قدیم منسوخ ہوئیں۔ الکلالۃ میں معاف اللہ محدود ہے۔ تقدیر کلام اوں ہوگی لکل احدٍ ۵۲۸ یعنی عمل جو کہ کا پھل۔ اَلَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ اصطلاح میں یہ لوگ موالاۃ کملاتے ہیں۔ عرب قدیم میں دستور تھا کہ دو شخص باہم قول و قرار کر کے ایک دوسرے کے اس طرح دوست و مددگار ہو جاتے تھے کہ اگر ایک پر دیت لازم آئے تو دوسرا اسے ادا کرے اور ایک کی وفات پر دُوسرا اسکی میراث پائے۔ اسی عہد کو عقدِ موالاۃ کہتے ہیں۔ شریعت نے شروع شروع میں اس دستور کو تھوڑی سی ترمیم کے بعد قائم رکھا اور انصار و مہاجرین میں مواخات قائم کر کے باہم میراث جاری کرا دی۔ پھر اس عہد والے کا حصہ پانچویں کیا۔ بعد جب سورت احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی وَاولوالارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ (رشتہ دار کتاب اللہ کے حکم سے دوسرے وارثوں کے حصے نہیں ہو سکتے) تو سب وارثوں کے حصے نہیں ہو گئے اور اس کے بعد گنجائش نہ رہی۔ ۵۲۹ ابھی یہ معلوم ہو چکا ہے کہ رُوحانیات کی دُنیا میں یعنی قربِ حق اور حسنِ عمل کے محاظ سے مرد و عورت کی حیثیت بالکل مساوی ہے۔ نماز اور روزہ اور کوٹا اور حج اور ساری عبادتیں جس طرح اور جس پیمانہ پر مرد کی قبول ہو سکتی ہیں وہی ساری راہیں عورت کے لئے بھی کھلی ہوئی ہیں۔ اب یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد و زن کی یہ مساوات دنیوی معاملات میں اور انتظامی حیثیت سے قائم نہیں۔ باپ اور بیٹے دونوں حیثیت عبد بالکل ایک ہیں۔ عند اللہ اعمال کی مقبولیت کے معیار سے دونوں بالکل مساوی ہیں لیکن دنیا میں تدبیر ہی کا حکم ہے کہ باپ افسر ہو کر رہے اور بیٹا ماتحت ہو کر۔ باپ حکم دے اور بیٹا حکم مانے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ معاشرت کی انتظامی مقتضیات میں مرد کو عورت پر جو علو و تفوق حاصل ہے۔

الرجال مسند کان فی الحقوق والرجال علیھن درجۃ بفضل القوامۃ (ابن عباس) قوّٰمُوْنَ قوّام کے معنی ہیں کسی شے کے محافظ، منتظم، مدبر کے اور یہاں مراد یہ ہے کہ مرد عورتوں کے امور کا انتظام کرنے والے اس کی کفالت کرنے والے، ان پر احکام نافذ کرنے والے ہیں۔ قوّام اور قیّم ہم معنی ہیں قوّام صحیح تر ہے۔ قام الرجل المرأۃ ای قام بکفایتھا امرھا وھو فی الاصل مصدر قام یقوم القیام بمعنی المحافظۃ والاصلاح (راغب) الرجال متکفلون بامور النساء (بیان) صاروا قوّامًا علیھن والرجل امیر علیھا والامیر یطاع ولا یعصی (ابن عباس) القوام والقیم بمعنی واحد والقوّام ابلغ وھو القائم بامر الغیر بالحفظ والتدبیر والاصلاح والصیانۃ (حصاص) القوام والقیم بمعنی واحد والقوّام ابلغ وھو القائم بامر الغیر بالحفظ والتدبیر والاصلاح والصیانۃ (حصاص) مائل نے عورت کو کیا درجہ دیا ہے اس کا اندازہ دیل کی عبارتوں سے ہوگا۔ "خداوند خدا نے عورت سے کہا ہے حصہ کی طرف تیرا شوق ہوگا۔ اور وہ تجھ پر حکومت کریگا" پیدائش ۳:۱۶) "اے سیویو اپنے شوہروں کی ایسے تابع رہو جیسے خداوند کی کیونکہ شوہر بیوی کا سر ہے جیسے کلیسا کا سر ہے اور وہ خود بدن کا بچانے والا ہے لیکن جیسے کلیسا مسیح کے تابع ہے ایسے ہی بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہوں" (افسیوں ۵ : ۲۲-۲۴) قرآن حق کا کلام ہے اور بیشک جس طرح کتاب اور کلیسا کی کونسلوں اور سومنر تی کی طرح عورت کی تحقیر و تذلیل کا ہرگز قائل نہیں لیکن ساتھ ہی ایسے حالاتِ قدیم و حالاتِ جدید کی رو سے بھی ہمدردی نہیں۔ وہ عورت کو ٹھیک وہی مرتبہ و مقام دیتا ہے جو نظامِ کائنات میں ظاہر کائنات نے اُسے دے رکھا ہے۔ حیثیت ایک عبد اور مکلف مخلوق کے وہ مرد کے مساوی و ہم رتبہ ہے۔ لیکن بدیہی اور انتظامی معاملات میں مرد کے ماتحت اور تابع ہے۔ ۵۳۰ (طبعی اور تکوینی طور پر) مرد کی یہ افضلیت اُس کے قوائے جسمانی کی مضبوطی اور دل و دماغ کی برتری دونوں سے عیاں ہے۔ تَفْضِيْلَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ یعنی صنفِ مذکور کو وصفِ اثبات پر۔ بعضھم وھو الرجال علی بعض وھو النساء (کتاب) بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ میں ب سببیہ ہے اور اس کا تعلق قوامون سے ہے۔ الباء للسببیۃ وھی متعلقۃ بقوامون ای قوامون علیھن بسبب تفضیل اللہ تعالیٰ ایاھم علیھن (زمخشری) ۵۳۱ (عورتوں پر مرد اس لحاظ سے حاکم ہیں کہ مہر اور نفقہ کی ادائیگی تو طبعی جسمانی دماغی قویٰ میں خلقی برتری) کی وجہ سے ہے۔ ایک تو طبعی جسمانی دماغی قویٰ میں خلقی برتری) کی وجہ سے ہے۔ دوسری قانونی یا معاشرتی کہ عورت حرج میں مرد کے دست نگر رہتی ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی بکل آئی کہ قرآنی نظام کی رُو سے کمایا کسب حاصل کرنا اور سومی کے حرچ کا مار اُٹھانا مردوں کے ذمہ ہے۔ ۵۳۲ نیک بیویوں کی مومنات صالحات کی علامت یہ ارتشاد ہو رہی ہے کہ وہ شوہر کی غیبت میں اس کے عزت و ناموس اور اس کے مال و جائداد کی نگہداشت کرنے والیاں ہوتی ہیں۔ فرنگیت مآب مسکولوں اور کالجوں کی پڑھی ہوئی لڑکیاں غور کریں کہ انہیں اس قرآنی معیار سے کیا مناسبت ہے۔ فَالصّٰلِحٰتُ میں ف تعقیب کا ہے یعنی اُدیر کے مقدمات سے ایک کھلا ہوا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ بِمَا میں ب سببیہ ہے یعنی اس کا یہ اسکرا توفیق الٰہی ہی کے سبب سے ہوا ہے۔ والباء سببیۃ ای بسبب حفظ اللہ لھن (جل، حل) ۵۳۳ (عورتوں کو معرفت، تادیب، مائشت سیویوں کا بھی اُوپر ہو چکا ہے۔ اس کے مقابل مائشت اور دیل بعارت کی بیویوں کے ماہیں کچھ احکام بیان ہو رہے ہیں۔ وہ مطام قانوں کا مل ہیں بالقص ہے حو کر صرف اچھوں کے لعام اکرام کا کرتا ہے اور بروں کا مذکرہ ہی چھوڑ تا ہے۔ نُشُوْزَهُنَّ۔ عورت کے نشوز کے اصل معنی یہ ہیں کہ شوہر کی ناراضی پر کمر بستہ ہو جائے۔ نشوز المرأۃ ترفعھا علی الرجل وھو مستعار من النشز وھو ما ارتفع من الارض (راغب) واصل النشوز الترفع علی الزوج بکراھتہ (حصاص) ائمہ تفسیر نے اس معنی کی توثیق کی ہے۔ بعض اسمعلاہ شوں علی ارتفاعھن وارتفاعھن علی فرشھم بالمعصیۃ منھن والخلاف علیھم فی مالوھم طاعتھم ھو معصیتھم واعراضھم (ابن جریر عن محمد بن کعب) گویا یہ نشوز ازدواجی زندگی کے سخائے تصادم و خلافت شروع ہو جائے۔ تَخَافُوْنَ۔ خوف یہاں علم کے معنی میں ہے۔ یعنی جب ان کی خلافت و نافرمانی تحریر میں آجائے۔ یہیں کو محض بدگمانیاں یا دُور کے احتمالات کو اس کے لئے کافی سمجھ لیا جائے۔ تخافون ای تعلمون (ابن عباس)

اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

ایک ایک کو گواہ حاضر کریں گے ۱۰۰۰ اور ان لوگوں پر آپ کو بطور گواہ پیش کریں گے،

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ

جن لوگوں نے کفر کیا ہے اور نافرمانی کی ہے وہ اس روز

تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

تمنا کریں گے کہ کاش ہم ان پر برابر کر دی جائے، اور اللہ پر کوئی بات نہ چھپا سکیں گے ۱۰۰۰

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى

اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو،

حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ

یہاں تک کہ جو کچھ (منہ سے) کہتے ہو سمجھنے لگو ۱۰۰۰ اور نہ حالت جنابت میں جب تک کہ غسل

حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ

کر لو ۱۰۰۰ ہاں اس حال کے کہ تم مسافر ہو ۱۰۰۰ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو ۱۰۰۰

جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ

تم میں سے کوئی استنجا سے آیا ہو ۱۰۰۰ یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو ۱۰۰۰ پھر تم کو

تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر

وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

ہاتھ پھیر لیا کرو ۱۰۰۰ بیشک اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے بڑا بخشنے والا ہے ۱۰۰۰ کیا تو نے نہیں دیکھا

منزل

درست نہ ہوگی۔ مرد کو انزال ہو جانا۔ عورت کو حیض آجانا، مرد و عورت دونوں کا عمل مباشرت کرنا (خواہ انزال کے بغیر ہو) یہ سب حالتیں حالت کی ہیں۔ اَلصَّلٰوۃَ سے مُراد مواضع الصلوٰۃ بھی لی گئی ہے یعنی مسجدیں۔ ای مواضع الصلوٰۃ وھی المساجد (مدارک) المراد مواضع الصلوٰۃ وھو قول النخعی (خازن) ۵۵۸ یعنی بحالتِ سفر کے کہ جب پانی کا ملنا اور غسل کا انتظام ہونا متعذر ہو۔ ایسی حالت کا حکم اگلی آگے آتا ہے۔ ولا یخفی ان یقرب الصلوٰۃ وھو جنب الا عند الاعتسال الا المسافر فانہ یتیمم وھذا قول ابی حنیفہ (فتح) جمہور فقہاء نے الصلوٰۃ سے مراد مواضع الصلوٰۃ لی ہے اسوں لے الا عابری سبیل سے بھی یہی ضرورت کے وقت مسجد سے گزرنے کا جواز نکالا ہے۔ ویصور الجنب الصور فی المتعمد عند المالکیۃ (مدارک) ھذا یقتضی جواز العبور للجنب فی المسجد لذا الصلوٰۃ (فتح) ۵۵۹ (اور مریض اور سفر دونوں صورتوں میں پانی کا استعمال باضرر ہو یا اس کا علم یا گمان ہو۔ یا غسل کا انتظام نہ ہو سکتا ہو) ۵۶۰ (اور اس لئے وضو والی نہ رہا ہو) ۵۶۱ (اور اس لئے غسل فرض ہو گیا ہے) لٰمَسْتُمُ اور مس دونوں کے لفظی معنی چھونے کے ہیں۔ اس لئے بعض فقہاء نے یہاں بھی محض مس مراد لی ہے اور بلاشبہ نساء کو موجبات وضو میں سے قرار دیا ہے لیکن لمس کے مجازی معنی مباشرت کے ہیں۔ وبکلیھما قال ابن عباس (راغب) من الفعل اللمس والملامسۃ المجامعۃ (قرطبی) اور مس تو قرآن مجید میں بھی بمباشرت کے معنی میں آیا ہے۔ ہم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن اس لئے فقہاء حنفیہ نے یہاں لمس سے بھی بمباشرت ہی مراد لی ہے اور یہی مذہب قوی ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے صحابیوں اور مجاہد و طاؤس، حسن بصری سعید جبیر ابراہیم نخعی سے بھی یہی منقول ہے۔ ای جامعتم النساء (ابن عباس) قال ھو ھو الجماعۃ وھو قول ابن عباس والحسن والمجاھد وقتادۃ (سالم) روی عن علی وابی ابن کعب ومجاھد وطاؤس والحسن وعبید بن عمیر وسعید بن جبیر والشعبی وقتادۃ وفقہاء الکوفۃ (ابن کثیر) وکنی بالملامسۃ من الجماع والی ذالک ذھب علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والحسن (روح) ۵۶۲ یعنی ایسی مٹی ہو جو خود غیر طاہر یا گندی۔ ہو۔ دو دیوار یا تھاپ کر بیچ میں پورے جیہ اور دوسری مار ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیر لیا کرو۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً ۔ یعنی کسی سبب سے بھی ہو۔ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو۔ ماء کے صیغہ نکرہ میں آنے سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ پانی کسی قسم کا بھی ہو وضو کے لئے درست ہے۔ فھو عام فی کل ما کان من سماء او بحر او عین عذب او ملح (قرطبی) امام ابوحنیفہؒ نے اس میں اتنی وسعت یہ رکھی ہے کہ رنگ، مزہ یا بو بدلے ہوئے پانی تک کی اجازت دے دی ہے۔ واجاز ابو حنیفہ الوضوء بالماء المتغیر (قرطبی) پانی کی موجودگی کی معذوریت ایک تو حقیقی ہے وہ یہی کہ پانی موجود نہ ہو۔ دوسری حکمی جو یہی موجود تو ہو لیکن اس کا استعمال مرض پیدا کر دینے یا مرض کو بڑھانے یا کسی اور وجہ سے اس کے استعمال سے معذوری ہو۔ فقہاء نے یہاں صرف چند چیزوں کے گنائے ہیں۔ فلم تقدروا علی استعمالہ لعدمہ او عدمہ او فقد الۃ الوصول الیہ او المانع من حیثیۃ او مسۃ او حدۃ او نحو ذالک (مدارک) لو کان بحذاہ الماء الذی انہ مریض فخاف ان استعمل الماء استعمالا مضرا بہ تیمم واباح لہ (فتح) واما قولہ تعالیٰ لصعیدا طیبا فالصعید التراب الموجود علی وجہ الارض سواء کان علی حجر او علی غیرہ (مدارک) صعیدا طیبا۔ صعید لغت میں کہتے ہیں رہیں کے مالائی رُخ کو۔ کرنکس مٹی کو۔ الصعید تعالیٰ لوجہ الارض (راغب) قال الزجاج لیس ھو التراب ما ھو وجہ الارض تراباً کان او غیرہ (فتح) والذی یعضدہ الاستقراء وھو صریح اللغۃ انہ وجہ الارض علی ای وجہ کان من رمل او حجر او مدر او تراب (ابن العربی) اس لئے خشبہ کے ہال جس ارض کی تمام چیزوں پر تیمم جائز ہے خواہ ان پر گرد پڑی ہو یا نہ پڑی ہو اور امام مالکؒ اور نوویؒ وغیرہ دوسرے ائمہ فقہ بھی اس بات میں حنفیہ کے ہم زبان ہیں۔ ویجوز التیمم عندنا علی حقیقۃ الارض بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر (ہدایہ) یتیمم بالارض کلھا رملا کانت او حمارا او معدنا او صبخۃ ھذا مذھب مالک وابی حنیفۃ والنووی والطبری (قرطبی) جنس ارض میں سے ہونے کی تشخاص یہ ہے کہ وہ آگ میں جل جائے نہ گلے۔ چنانچہ گیرو، پتھر، سُرمہ، یاقوت، زبرجد وغیرہ پر اس قاعدہ کے مواقع اور جَو پر اس قاعدہ کے خلاف عمل جائز ہے۔ التھا کسر (راکھ) پر جائز نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تیمم صرف مٹی ہی پر جائز ہے۔ ۵۶۳ (جیسا کہ وضو اور موضعوں کے لئے اس نے کیسے آسان حکم فرمایا ہے)

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ
جو خود بخل کرتے رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور جو کچھ انہیں اللہ نے
مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا
اپنے فضل سے دے رکھا ہے اُسے چھپاتے ہیں ۵۴۴ اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار
مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ
کر رکھا ہے ۵۴۵ اور جو لوگ اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے رہتے ہیں
وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ
اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روزِ آخرت پر تو (یہ سب کافروں ہی کے حکم میں
الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَاۗءَ قَرِيْنًا ۝ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ
داخل ہیں) ۵۴۶ اور جس کا مصاحب شیطان ہوا سو بُرا مصاحب ہوا اور انہیں کیا خرابی لاحق ہو جاتی
لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ
اگر یہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لے آتے اور جو کچھ اللہ نے انہیں دے رکھا ہے اُس
اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ
سے خرچ کرتے ۵۴۷ اور اللہ ان سے خوب واقف ہے ۵۴۸ بیشک اللہ ایک ذرہ بھر سے ظلم نہیں
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ
کرے گا ۵۴۹ اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دیگا اور اپنے
مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ
پاس سے اجرِ عظیم دے گا ۵۵۰ سو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے

بخل اس مراد بالمعارف العرفی من له صم الحوار ف و اصال سبب او دین و المعارف الحسب الذی لا قرار له و لو مشروعًا (مفردات) وَالْمُصَاحِبِ بِالْجَنْبِ۔ ہم مجلسی یا صحبت میں وقت کی کوئی قید نہیں۔ رفاقت و مصاحبت خواہ سالہا سال کی ہو خواہ چند منٹ کی بہر حال اپنا حق قائم کر جاتی ہے۔ اس کی تعریف کے ذیل میں ہم سبق، ہم مدرسہ، ہم سفر، کھیل کود کے ساتھی، ریل اور جہاز کے ساتھی، شریک صنعت، شریک تجارت، شریک سفر سبھی آجاتے ہیں۔ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ یہ ضرور نہیں کہ مسافر مسلمان ہی ہو، بن کر آئے۔ خاطر تو الضیف۔ قدر و منزلت بہر آیندہ رو مدد کی ضرورت ہے۔ ۵۴۵ اب یہاں سے اُن موانع کا بیان ہے جو ادائے حقوق کی راہ میں حائل ہوتے رہتے ہیں ان میں سے پہلی چیز خود بینی ہے اور دوسری چیز نمائش و حُبِّ جاہ۔ مُختال وہ ہے جو اپنی بڑائی کے خیال میں گرفتار رہتا ہے اور عزیزوں، قریبوں، پڑوسیوں کی طرف التفات کرنے میں کسرِ شان سمجھتا ہے۔ فَخُوْر وہ ہے جو دوسروں پر اپنا فخر جتلاتا رہتا ہے۔ ۵۴۶ (کہ ان تینوں قسم کے لوگ اللہ کے ہاں پسندیدہ مخلوق میں داخل ہیں) ادائے حقوق میں خود بینی اور مفاخرت کے علاوہ تیسرا مانع یہی بخل ہوتا ہے مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ سے مُراد مال و دولت کا ہونا ظاہر ہے۔ دوسرے معنی علم دین کی دولت کے بھی کئے گئے ہیں اور وعید میں وہ لوگ شامل سمجھے گئے ہیں جو سائل دین کے اظہار میں بخل کرتے رہتے ہیں۔ ۵۴۷ اس کا عموماً بخل اسی لئے کرتا ہے کہ مال سچا کہ اس سے ایسے حاہ میں اضافہ کرے۔ اس جاہ پرستی کی سزا قدرۃً یہ ملے گی کہ عذاب سخت و دردناک ہونے کے علاوہ اسے خلق کی نظر میں ذلیل و رسوا کرنے والا بھی ہوگا۔ ۵۴۸ رِئَآءَ النَّاسِ یعنی یہ لوگ اہل حقوق پر خرچ میں کرتے بلکہ موقع بموقع پر خرچ کرنے ہیں۔ جس لوگوں کا ایمان خدا اور روزِ جزا پر نہیں ہوتا وہ جس موقع پر اور جس مقصد سے بھی خرچ کریں گے، بہر حال کوئی نہ کوئی صورت رضاءِ خلق ہی کی ہوگی۔ حالانکہ اسلام نے جان کی طرح اور اس سے کم درجہ میں) مال کی بھی حرمت کی احارت رضاءِ خالق ہی کے تحت دی ہے ۵۴۹ (جو ہمیشہ برائی ہی کی ترغیب دیتا رہے گا) مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا۔ جس کا مصاحب شیطان ہوا۔ جیسا کہ اس سے لوگوں کا ہے۔ ۵۵۰ (دین کی راہ میں اور اخلاص کے ساتھ) مَاذَا عَلَيْهِمْ۔ محاورہ عربی میں ایسے موقع پر آتا ہے جیسے اردو میں کہتے ہیں، کیا عصمت ہو جانا، کوں سی بڑی بات تھی!

---

۵۵۱ (قیامت کے دن) یعنی نہیں ہو سکتا کہ کسی کی کوئی نیکی ملاحظہ ہو جائے یا کوئی بدی کسی کے حساب میں خواہ مخواہ لکھی جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ۔ اللہ حق حقیقی مطلق۔ حاکم مطلق، مالک مطلق ہے حقیقۃً ظلم کا اطلاق تو اس کے کسی فعل پر بھی کسی حال میں نہیں ہو سکتا۔ یہاں مُراد تو یہ ہے کہ وہ ظاہر میں اور مجازی معنی میں بھی ظلم نہیں کرتا۔ آیت میں دو بیسوا اور بھی ہیں۔ ایک تو مشرک لوگوں سے ایسی دیوی دیوتاؤں کو ظالم، ستمگر، خونخوار مانا ہے (مثلاً کالی مائی) حق تعالیٰ کی تنزیہ اس قسم کی صفات سے کفایت ہو گئی۔ دوسرے جن آیتوں میں حق تعالیٰ کی قوتِ مطلق اختیارات کامل کا اثبات ہے، ان سے ممکن تھا کہ مسلمانوں کو بھی یہ خیال ہو جاتا کہ ہر طرح کا ظلم اس قادرِ مطلق کے لئے روا ہے۔ اس کی تردید بھی آیت ہو گئی۔ ۵۵۲ (سو کیا ٹھکانا ہے ایسے پروردگار کی رحمت و کرم کا) مِنْ لَّدُنْهُ۔ اپنے پاس سے یعنی زاید از استحقاق بلکہ بلا استحقاق۔ اسلام کا عدالۃ کوئی خونخوار دیوتا نہیں ہے۔ ایسا معبود رکھ کر کسی پر کرم کرنا چاہے بھی تو اپنی صعبِ عدل کو برقرار رکھنے کے لئے کسی اور پر ظلم اسے کرا پڑے! ——— شرک اور مسیحی شرک دونوں کی تردید آیت سے ہو گئی۔ ۵۵۳ (قیامت کے دن، اس اُمت سے متعلق اظہار دے) یہ گواہ ہر اُمت کے مقابل اُس اُمت کے رسول ہونگے۔ جو اس کی شہادت دیں گے کہ وہ احکام کی پوری پوری تبلیغ کر آئے تھے۔

۵۷۱ اُوْتُوا الْكِتٰبَ میں کتاب سے مراد توریت ہے۔ بِمَا نَزَّلْنَا اس کتاب پر جسے ہم نے اب اپنے رسول پر نازل کیا ہے یعنی قرآن پر۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ اس کی تصدیق ہی کرنے والا ہے۔ اس کے معرف اجزا ظاہر ہے کہ اس عام تصدیق سے مستثنیٰ ہیں۔ ۵۷۲ (غرض اسی طرح کے کسی عذاب شدید و ہولناک میں مبتلا کردیں) نَطْمِسَ وُجُوْهًا۔ طمس وجہ سے مُراد ہے چہرے کے نقش و نگار اور آنکھ و ناک وغیرہ اعضا کو مٹا دینا۔ فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَا۔ یعنی ان لوگوں کے چہروں کو گدیوں کی طرح صفا چٹ کردیں۔ ف ہمیشہ تعجب ہی کے لئے نہیں ہوتی کبھی تعلیل اجمال کے لئے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں اسی غرض سے ہے۔ اور یہ دوسرا فقرہ پہلے فقرہ کی تفصیل و توضیح کر رہا ہے۔ یہ ڈراوے سب عذاب اخروی کے ہیں لیکن وجہ کے معنی محاورات میں اور چہروں کے بھی آئے ہیں۔ میل ھی بالوجوہ الاعیان والرؤساء والرؤساء (بحر)۔ یزاد بالوجوہ الوجہ بعینہ وبالادبار الدبر بعینہ او ھو کنایۃ عن الاقفاء اس لئے فقرہ کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم ان کے سرداروں کو ذلیل و خوار کریں، چنانچہ کشاف و کبیر و فیروز میں یہی معنی نقل ہوئے ہیں۔ اسی طرح اس کے متصل فقرہ کے معنی یہ ہوں گے کہ "ہم ان کی وجاہت و اقبال کو سلب کرلیں اور ان پر ذلت و ادبار نازل کریں" چنانچہ کشاف، بیضاوی وغیرہ میں یہ قول بھی نقل ہوا ہے۔ مِنْ قَبْلِ کا صحیح مفہوم پیش نظر رہنے سے ایک سوال یہ پیدا ہوگیا ہے کہ طمس و مسخ کی یہ سزا ابھی کب؟ ظاہر ہے کہ ان سزاؤں کا ظہور تو آخرت میں ہوگا اور من مل ہمیشہ کسی واقعہ کے واقع ہوجانے ہی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ صرف اس کے ہو سکنے پر بھی دلالت کرتا ہے اور محل تہدید میں آتا ہے تو اس معنی میں اس کا استعمال قرآن مجید میں کثرت سے ہوا ہے۔ حدیث نبوی میں ایک دعا آتی ہے۔ اللھم ارزقنی عینین ھطالتین تسقیان القلب بدرون الدمع من خشیتك قبل ان یکون الدموع دما والاضراس حمرا۔ قبل کے یہاں یہ کوئی معنی بھی نہیں لیتا کہ بعد کا واقعہ صرف لما مؤخر ہے اور واقع ہو کر رہے گا حکم مطلب صرف اس قدر ہے کہ اس کے وقوع سے بچے کو بچایا جائے۔ اردو ہی کے محاورہ میں ہم برابر کہتے رہتے ہیں کہ قبل اس کے کہ دوڑ میں پڑو، گھاموں سے نوبہ کرلو۔ اس کا یہ مطلب کوئی بھی نہیں لیتا کہ دوڑ ہی نہیں ہوگی تو بہرحال پڑنا ہی صرف دانا اس سے قبل توبہ کرلینا چاہئے بلکہ صاف مطلب۔ ہے کہ دوڑ سے بچنے کے لئے گھاموں سے توبہ کرلو۔ اسی طرح آیت کا علامۂ مفہوم صرف اس قدر ہے کہ طمس و مسخ کی سزاؤں سے بچنے کے لئے قرآن و صاحب قرآن کی تصدیق کرلو۔ ۵۷۳ اصحاب السبت پر حاشیہ یارۂ اوّل میں گزر چکا۔ ۵۷۴ (سو طمس، مسخ، لعنت جس چیز کا بھی حکم ہوگیا وہ بہرحال پورا ہو کر رہے گا) ۵۷۵ (سو مشرک عذاب دائمی میں مبتلا رہے گا) مشرک کی نجات کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس لئے جن کی نعتوں کے قبول کرنے کی اسنعداد و صلاحیت ہی اپنے میں باقی نہ رکھی۔ ۵۷۶ اور اس جرم عظیم کی سزا یہ وہ قابل مغفرت نہ ہوگا) اِفْتَرٰٓى اِثْمًا۔ گناہ عظیما کا محاورہ خاص اس مفہوم کے ادا کرنے کو ہے۔ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ۔ یعنی اور جتنے بھی گناہ ہو سکتے ہیں، وہ بہرحال شرک سے کمتر ہی ہوں گے لِمَنْ يَّشَآءُ۔ یعنی شرک تو آسمانی حکومت سے صریح بغاوت ہے مُراد ہے بس اُسے چھوڑ کر باقی ہر معصیت مغفرت کی گنجائش رکھتی ہے اور جس کی جس میں مشیت الٰہی ہوگی اسے معافی مل جائے گی۔ جواہ اُس نے توبہ۔ بھی کی ہو۔ وقد اثبت ھذہ الآیۃ ان کل صاحب کبیرۃ فھی مشیئتہ اللہ ان شاء عاقبہ وان شاء عافہ۔ علیہ اھل السنۃ ولکن کبیرۃ الشرک (بحر) ای بعدم اداء دون الشرک (وہاں کبیرۃ مع عدم التوبۃ (مدارک) آیت میں رد ہے خوارج وغیرہ اُن گمراہ فرقوں کا جو سمجھتے ہیں کہ ہر گناہ شرک ہے اور ہر گناہ کی سزا عذاب ابدی ہے۔ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ مشیت کا اطلاق بلا کسی قید و شرط کے ہے۔ یہیں سے رد نکل آیا معتزلہ کا جو کہتے ہیں کہ معصیت اُن کی معافی ہو کر رہے گی اور ان کی توبہ نہ کریں گے۔ توبہ کے بعد تو طاہر ہے کہ اہل کبیرہ شرک کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے تھے کہ جس طرح شرک کے ساتھ کوئی عمل نفع نہیں پہنچا سکتا اسی طرح میرا خیال ہے کہ توحید کے ساتھ کوئی عمل ضرر نہیں کرتا۔ یہ قول حضرت عمرؓ کے

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا

تصدیق کرنے والی اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اس سے قبل اس کے کہ ہم چہروں کو مٹا ڈالیں اور

فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ

چہروں کو ان کے پیچھے کی جانب الٹا دیں ۵۷۳ ہم ان پر (اس طرح) لعنت کریں جس طرح ہم نے سبت والوں

السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ

پر لعنت کی تھی ۵۷۴ اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے ۵۷۴ اللہ اس کو تو بخشے گا نہیں

اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ

کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے ۵۷۵ (ہاں اس کے علاوہ جس کسی کو بھی چاہے گا بخش دے گا اور جو کوئی (کسی کو)

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝۴۸ اَلَمْ تَرَ اِلَى

اللہ کا شریک ٹھیرائے اس نے یقیناً ایک بڑا گناہ سمیٹا ۵۷۶ کیا تو نے ان پر نظر نہیں کی

الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ

جو اپنے کو پاکیزہ ٹھیراتے ہیں ۵۷۶ حالانکہ اللہ جسے چاہے پاکیزہ ٹھیرائے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى

اور ان پر معاملہ کا ادنیٰ سا رسی بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ۵۷۶ دیکھو تو یہ لوگ اللہ پر کیسا جھوٹا طوفان

اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۵۰ اَلَمْ تَرَ اِلَى ع ۸ ۴

باندھتے ہیں اور یہ کافی ہے حرم صریح کے لئے ۵۷۶ کیا تو نے ان لوگوں پر

الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

نظر نہیں کی جنہیں کتاب سے کچھ حصہ دیا گیا تھا ۵۷۶ (اس پر بھی یہ) بت اور شیطان کو

سامنے دُہرایا گیا تو آپ اس پر سکوت اختیار کیا۔ ۵۷۷ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ یعنی ایسے لوگوں کی حماقت بھی قابل دید ہے يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ۔ یعنی اپنے کو نسل و فیرہ کی طرح طرح کے بھاری شرف و بزرگی کے گڑھ لئے ہیں اور ان بنیادوں پر اپنے کو معظم و مقدس سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ تمام تر حماقت و ضلالت ہے۔ آیت کا استناد خاص یہود کی حماقت۔ اپنے کو اہل اسلام میں سے جو بھی نسلی بنیاد پر مقدس سمجھ رہے ہیں وہ بھی اسی حماقت و ضلالت کے شکار ہیں۔ ہندوستان میں برہمن، چھتری وغیرہ اپنے کو محض مقدس حامدانوں سے انتساب کی بنا پر مقدس سمجھنے والے، اپنے جدید رسمی، سُورج بنسی ہونے پر مجروبار کرنے والے یا حامیوں کی طرح اپنے کو دولہاوں کی نسل میں قرار دینے والے سب اس کے تحت میں آجاتے ہیں۔ اور ہاں پھر کسی درجہ میں مسلمان پیرزادے، مخدوم زادے، سید زادے وغیرہ۔ ۵۷۸ یعنی معتبر تو یہ کہ گی اُسی کی ہے جسے اللہ پاکیزہ قرار دے اور اپنے رحم و بیدار میں اپنے کو پاکیزہ ٹھیرا لینے سے کیا ہوتا ہے۔ ۵۷۹ یعنی جو سزا اُنہیں ملے گی، وہ اُن کے حرم سے ذرہ بھر بھی نہ ٹالی جا سکے گی۔ فَتِيْلًا۔ فتیل کے لغوی معنی دھاگے کے ہیں۔ عربی محاورہ میں مُراد حقیر سی حقیر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے ہوتی ہے۔ جیسے ایک دُوسری جگہ ولا یظلمون نقیرا۔ کبھی کہا ہے۔ یرجو الی الکنایۃ عن تحقیر المشبہ وتصغیرہ (قرطبی) استنارہ الی اقل شئی ذکرا جیسے اُردو میں ایسے موقع پر "ذرہ بھر" رتی بھر" بال برابر" استعمال ہوتے ہیں۔ ۵۸۰ (تو ایسے صریح حرم پر ایسی سزا کیا کچھ ظلم زیادتی ہے؟) بِهٖ من صیر اقترافہ یعنی افترا علی اللہ کی حد سے۔ والعمدۃ فی ہذا علی الاعتراف دھو الذی انکرہ علیہم انکر ۵۸۱ یعنی یہود۔ اور کتاب سے مُراد کتاب الٰہی یا توریت ہے۔

اَلَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ

جنہیں حصہ ملا تھا کتاب سے وہ گمراہی کو مول لے رہے ہیں

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ

اور چاہتے ہیں کہ تم بھی گمراہ ہو جاؤ ﴿۴۴﴾ اللہ بہتر جانتا ہے تمہارے دشمنوں سے حوب واقف ہے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ

اور اللہ کا حمایتی ہونا کافی ہے اور اللہ کا مددگار ہونا کافی ہے ﴿۴۵﴾ جو لوگ یہودی ہو گئے

هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا

ہیں ان میں سے ایسے بھی ہیں جو کلام کو اس کے ٹھیک جمے ہوئے بیٹھتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ

اگر ہم سے نہ مانا ہیں اور (ہماری) سنو اور تم سنو ہوا نہ جائے، اور راعنا ہیں زبانوں کو توڑ موڑ کر

وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

دین میں طعنہ زنی کی راہ سے اور اگر یہ لوگ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے قبول کیا

وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ

اور (ہماری) سنو اور انظرنا تو ان کے حق میں بہتر اور درست ہوتا ﴿۴۶﴾ لیکن اللہ نے

لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

تو ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کی ہے ﴿۴۶﴾ سو وہ ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے سے ﴿۴۶﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا

اے وہ لوگو جنہیں کتاب مل چکی ہے اس کتاب پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے

مَّا

کی قسموں کی نفسانی رسانی سے محفوظ رکھتا ہے۔ ۵۶۷ (اور لعطی و مسوی ہر قسم کی تحریف کرتے رہتے ہیں) الکلمۃ۔ کلام سے مراد کلام الٰہی یا توریت ہے۔ الذین ھادوا۔ یہ وہ لوگ تھے جو اصلاً اسرائیلی نہیں، ملکہ عرب تھے لیکن یہود کی طویل صحبت سے متاثر ہو کر خود بھی یہود کے شعائر و عقائد اختیار کر کے رفتہ رفتہ ان میں حدب ہو چکے تھے۔ شرارت و خباثت میں یہ بھی اسلی یہود سے کچھ کم نہ تھے تفصیل پارۂ اول میں گزر چکی۔

نحویین کہتے ہیں کہ ھادوا اور یحرفون کے درمیان من محذوف ہے۔ قال الفراء المحذوف من الذین ھادوا من تحرفون (قرطبی) ۵۶۸ (یعنی ان کے حق میں ناخ بھی اور مطابق واقعہ بھی) عرب یہود کی مسموم شرارتوں اور خباثتوں میں سے یہ امر بھی تھا کہ رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرے وقت ایسے الفاظ قصداً بولتے جس میں ہلکے سے دم بھی نکلتا رہتا اور تحقیر یا بددعا پیدا ہوتی رہتی۔ پارۂ اول میں بھی یہ ذکر پوری وضاحت سے آچکا ہے۔

یہود کی ان گستاخیوں کا دارومدار چونکہ لفظ اور الفاظ ہی کے سوء استعمال پر ہے اس لئے ترجمہ سے اصل مفہوم پوری طرح ظاہر ہی نہیں ہو سکتا۔ اصل عربی الفاظ کو بھی نظر رکھنا ضروری ہے۔ سمعنا وعصینا۔ ظاہری مطلب یہ تھا کہ ہم نے آپ کا ارشاد سن لیا اور آپ کے کہنے کا کون مخالف و معاند کا قول میں مانا لیکن اصل مطلب یہ ہوتا تھا کہ ہم نے سماری بات تو سن لی لیکن اسے قبول نہیں کیا۔ اسمع غیر مسمع ظاہر مطلب یہ تھا کہ کوئی مخالف اور سچ مچ دہ بات آپ کے کان میں نہ جائے لیکن اصل مطلب یہ ہوتا تھا کہ تمہیں کوئی اچھی بات سنائی ہی نہ دے راعنا کا ظاہر مطلب یہ تھا کہ ہماری رعایت سے دوبارہ فرمائیے لیکن لفظ میں ع کو دراکھینچ کر پڑھنے سے اسکا معنی گستاخانہ مفہوم پیدا ہو جاتا تھا۔ لیا بالسنتھم یعنی یہ ظاہر لہجے تعظیم و توقیر طرز آتی تھی لیکن زبانیں لقمہ سے کام لیتی جاتی تھیں اور دل کے بعض دعاد کو چھپائے ہوئے رہتی تھیں۔ طعنا فی الدین۔ اس تصریح نے بتا دیا کہ عرب یہود کی یہ ساری حرکتیں بے حیائی سے عالی نہ تھیں اور نہ تفریح طبع کے طور پر تھیں۔ بلکہ اللہ کے دین پر طعن کرنا۔ اسے مجروح کرنا مقصود بھی تھا۔ لو انھم قالوا سمعنا واطعنا۔ اطرد یا۔ تعلیم ان الفاظ کی ہوئی کہ یہ بیلوئے دم سے حالی ہیں۔ ۵۶۹ لعنھم اللہ یعنی اللہ نے ان کے دلوں کو ایسی رحمت خاصہ سے دور کر دیا۔ لعنت یعاشیہ پارۂ اول میں گزر چکا۔ بکفرھم۔ اس سے یہ صاف ہو گیا کہ رحمت خاصہ سے بھی یہ دوری اور مہجوری خود سخود اور بلا سبب نہیں ہوئی بلکہ یہ انہی کے کرتوتوں کا ثمرہ ہے ۵۷۰ اور یہ تھوڑے سے وہی تھے جو آگے چل کر مسلمان ہو گئے باقی سب کا خاتمہ علم الٰہی کے مطابق کفر ہی پر ہوا

جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ

جلدیں پک جائیں گی ہم ان کی جلدوں کو بدل کر دوسری کر دیا کریں گے تاکہ وہ اپنا عذاب چکھتے رہیں

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے ۵۹۱ اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

نیک عمل بھی کئے انہیں ہم عنقریب باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ

ان میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ ان کے لئے اُن باغوں میں صاف ستھری بیویاں

مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ

ہوں گی اور ہم انہیں بڑے گھنے سایہ میں لائیں گے ۵۹۲ اللہ تمہیں حکم دیتا

يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ

ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو ۵۹۳ اور جب لوگوں کے

بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا

درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو ۵۹۴ مسک اللہ تم کو بہت ہی اچھی

يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا

بات کی نصیحت کرتا ہے ۵۹۵ بیشک اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے ۵۹۶ اے ایمان والو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی

مدوں

صفت سمیع و بصیر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سنے، بُرے بھلے ہر قسم کے عذاب پر ہر وقت قادر ہے اور صفت حکیم کا تقاضا یہ ہے کہ عذاب ہو یا تحدید عذاب۔ کوئی بھی سزے حکمتوں اور مصلحتوں سے خالی نہیں۔ ۵۹۲ یعنی انہیں ہمیش و راحت ہر طرح کی حاصل رہے گی

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔ یہ حاشیہ پارۂ اوّل میں گزر چکے ہیں۔ ۵۹۳ الْاَمَانَاتِ۔ امانت کے اندر عام حقوق آگئے جن کی ادائی واجب ہے، اور اَهْلِهَا سے وہ مراد ہیں جن کے متعلق وہ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ خطاب سارے مسلمانوں سے ہے انہیں حکم ہو رہا ہے کہ جس جس کے جو حقوق واجب ہیں، سب ادا کرتے رہو۔ اسی میں حقوق اللہ و حقوق العباد سب آگئے۔ هو جمع الامانات الواجبه علی الانسان من حقوق الله علی عباده ومن حقوق العباد بعضهم علی بعض (ابن کثیر) حکمها ما مر ولهذا قال ابن عباس ومجاهد هی الصغیر هی للکبیر والمرأة هی الزوج والعالم هی الجاهل (ابن کثیر) هذه الآية وإن كانت الأحكام بحسب الورود في السبب (قرطبی) والظاهر الآية انها عامة في جميع الناس (قرطبی) ۵۹۴ (اُن کے ایس کے حقوق کے ماتحت) اس خطاب حکام اور اہل حل و عقد سے تو رہا ہے۔ انها مرتبة على الامراء يعني الحكام بين الناس (ابن کثیر) ۵۹۵ (کہ اسی طریق معدلت سے دنیا میں بھی انتظامات درست رہیں گے اور آخرت میں بھی اجر اسی کا ہے) يَعِظُكُمْ بِهٖ سے اشارہ اسی طرف مبذول کی جا رہا ہے۔ ۵۹۶ جا چکا وہ ادائے حقوق اور عدل گستری کے باب میں تمہارے لطف و قول کو بھی ستائش ملی ہے اور تمہاری نیتوں اور محرکات عمل پر بھی نظر رکھتا ہے ۵۹۷ (کہ اُن کے احکام بھی احکام خدا و رسول پر مبنی اور انہی سے ماخوذ ہوں گے) اَطِيْعُوا اللّٰهَ۔ مطاع اصلی اور حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ رسول مطاع مطلق اس اعتبار سے ہیں کہ اللہ کے احکام کے وہی پہنچانے والے اور وہی ان احکام کی تشریح و تفصیل کرنے والے ہیں۔ اُولِي الْاَمْرِ اولوالامر کون ہیں؟ اس میں اچھی خاصی قیل و قال ہوئی ہے۔ علما و فقہاء اُمت بھی مراد لئے گئے ہیں اور امراء و حکام بھی۔ اور سترتیہ ہے کہ دونوں ہی مراد لئے جائیں کہ احکام شریعت کے نافذ کرنے والے یہ دونوں ہوتے ہیں۔ ای الولاة او العلماء (مدارک) (وروی عن عدة من الصحابة واهل العلم رواية والحسن عطاء ومجاهد انهم اولوا الفقه والعلم وعن ابن عباس في رواية واحدى هريرة انهم امراء السرايا وعمر ان يكونوا جمعا مراد بس بالآية لان الآية بعامة لهم جميعه (حصاص) اُولُوا الْاَمْرِ۔ حواہ وہ علماء و فقہاء ہوں یا امراء و حکام۔ بہرحال ان میں مستقل مطاع ہونے کی صلاحیت در اسی بھی ہیں، وہ مطاع صرف اسی حیثیت سے ہیں کہ احکام شریعت کے نافذ کرنے والے یا بعض جزئیات میں تشریح کرنے والے ہیں۔ اس حد کے آگے ان کی کوئی اطاعت نہیں۔ منکر: اس تصریح کے ہوتے ہوئے اس سے جن حاکموں نے کسی غیر اسلامی حکومت کی اطاعت پر استدلال کیا ہے، انہوں نے اپنی فہم سلیم پر بڑا ظلم کیا۔ اطاعت تو مسلم امیر کی بھی ہر وقت و حال میں جائز نہیں۔ چہ جائیکہ کسی غیر مسلم کی۔ وہ اگر حاکم ہے بھی تو کم از کم اس بات سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں۔

وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى

مانے ہوئے ہیں ۵۸۲ اور کفر کرنے والوں کی بابت کہتے ہیں کہ ایماں لانے والوں سے

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ

تو یہی لوگ زیادہ ہدایت یاب ہیں ۵۸۳ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی

اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝ اَمْ لَهُمْ

ہے ۵۸۴ اور جس پر اللہ لعنت کرے تو اُس کا کوئی مددگار ہرگز نہ پائے گا ۵۸۵ کیا انہیں کچھ

نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝

کچھ اقتدار نصیب ہو جائے تو یہ تو لوگوں کو تِل بھر بھی نہ دیں ۵۸۶

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰي مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ

کیا یہ لوگوں پر حسد کر رہے ہیں اُن چیزوں کے باعث جو اللہ نے اپنے فضل سے

فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ

دے رکھی ہیں ۵۸۷ سو ہم نے تو آلِ ابراہیم کو کتاب و حکمت دی ہے اور ہم نے

اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ

انہیں بڑا اقتدار بھی دیا ہے ۵۸۸ اور اُن میں سے کوئی کوئی تو اس پر ایماں لائے اور

مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

کوئی کوئی اس سے کترا رہے اور دہکتا ہوا جہنم ہی کافی ہے ۵۸۹ بیشک جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ

ہماری نشانیوں کے ساتھ کفر کیا ہم انہیں عنقریب دوزخ کی آگ میں جھونکیں گے جب کبھی ان کی

---

۵۸۲ اِجتِنَب - جبت کا اطلاق تو اللہ کے سوا ہر معبود پر ہوتا ہے - یقال لکل ما عبد من دون اللہ جبتٌ (ماعہ) لیکن خصوصیت کے ساتھ اس کا استعمال ساحروں اور کاہنوں کے لئے ہوتا ہے - سمی السا حر والکاھن جبتاً (ماعہ) صحاح اور تابعین دونوں سے یہی معقول ہیں - قال عمرؓ الجبت السحر (ابن سعد) قال ابن عباس واس حمد وابو العالیۃ الجبت الساحر (قرطبی) یہود میں عملیات کا اور سحر کہانت، ہوم، وغیرہ علوم سفلی کا فدق اقتدا سے چلا آرہا ہے، جیسا کہ پارۂ اوّل میں آیۃ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین کے تحت میں دکھایا جا چکا ہے - حضرت کا لطف لاکر عجب نہیں کہ اشارہ اس کی اسوقومی خصلت کی جانب کر رہا مقصود ہو - الطَّاغُوْتِ - طاغوت پر حاشیہ پارۂ سوم میں گزر چکا - طاغوت ہر وہ چیز ہے جو انسان میں طغیان و عدوان پیدا کر دے - الطاغوت کل مایطغی الانسان (قرطبی) محمد یہیں کہ یہ لطف لاکر یہود کے رجحان ماقیت اور ذوق مادہ پرستی کی طرف توجہ دلانا مقصود ہو - ۵۸۳ روایتوں میں آتا ہے کہ سردارانِ یہود کہیں آئے تو قریش نے اُن سے پوچھا کہ ہمارا دین بہتر ہے یا پیروانِ محمدؐ کا - اور سوال میں اپنے دیبی کارناموں، مثلاً خدمتِ حجاج حدمت کعبہ کا ذکر بھی کر دیا - سردارانِ یہود نے کہا کہ ان کے دین سے تو تمہارا ہی دین بہتر ہے - اور اُن سے زیادہ ہدایت یاب تم ہی ہو - لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا - للذین کفروا سے مُراد قریش و مشرکین مکہ ہیں - ل کے معنی "بات" یا "متعلق" کے ہیں - للذین ای فی حقھم (ابو) واللام للتعلیم (ابو) الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - سے مُراد مسلمان ہیں - ۵۸۴ جو توحید رکھ کر اور انبیا سے آسمانی ہو کر دینِ توحید سے اتنی بیزاری اور رسالتِ رسولؐ سے اتنا بغض کہ مشرک اور مشرکین تک کو اُن سے ستر سنا رہے ہیں - ملعونیت کا تحقق اس سے مرتبہ کر اور کس پر ہوگا - ۵۸۵ جو عذاب سے اُسے بچا لے (اس میں کچھ بھی کرا دے) مشرک قوموں اور قبیلوں نے خدا کے ساتھ ساتھ اپنے اور بھی حمایتی گھڑ کر رکھے تھے - ۵۸۶ یعنی اپنی بمقبولیت اور روحانی عظمت الگ رہی - یہود کو اگر دنیوی امارت و سلطنت نصیب ہوتی تو یہ اتنے بخیل اور تنگدل ہیں کہ اس میں بھی کسی کو شریک نہ ہونے دیتے - بلکہ لوگوں سے حقوق تک - ادا کرتے - اور شاید اسی بخیلی و تنگ دلی کی قومی جبلت کی سزا میں یہود دنیوی اقتدار سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں - نَقِيْرًا - نقیر کے لغوی معنی اُس گڈھے کے ہیں جو کھجور کی گٹھلی میں ہوتا ہے - عربی محاورہ میں نہایت حقیر سی حقیر اور چھوٹی سی چیز کو اس سے مُراد ہوتی ہے جیسے اُردو میں رائی بھر، رتی بھر وغیرہ بولتے ہیں "تل برابر" ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ہے - لا یؤتون نقدا ای ممعون الحقیر ق (قرطبی) ۵۸۷ (مثلاً نعمت نبوت) النَّاسَ کے لغوی معنی تو "لوگوں" کے ہیں لیکن یہاں مُراد عرب یا بنی اسمٰعیل یا خود رسولؐ اور مومنین ہیں - الناس ھنا العرب حسد بھا سواسرائیل (بحر عن قتادہ) حسدت الیھود قد یضا لان النبوۃ فیھم (زمخشری عن الضحاک) المراد بھما الرسول ومن معہ من المومنین (کبیر) یہود کو اصل حسد اسی کی تھی کہ انبیاء تو ہمیشہ اسرائیلیوں میں ہوئے ہیں، یہ ایک عرب کو کیسے نبوت مل گئی - اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ - مُراد نبوت ہے - قتادہ و ابن جریج تابعین سے یہی معنی مروی ہیں معنی الفضل فی ھذا الموضع النبوۃ التی فضل اللہ بھا محمدا وشرف بھا العرب (ابن جریر) اولی التاویلات فی ذالک بالصواب قول قتادۃ وابن جریج الذی ذکرنا قبل (ابن جریر) ۵۸۸ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ اور اٰلِ اسمٰعیل براہیمی کی دو شاخیں ہیں، بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل - یہاں یہود کو یاد دلایا گیا ہے کہ ہماری نبوتوں کے وعدے تو آلِ اسرائیل سے ہیں نہ کہ اس کی ایک ہی شاخ سے بعینہٖ تمہارا اپنے ہی کو الٰہی نعمتوں کا حقدار کیسے سمجھے لگے ہو - اور جب ایک آسمانی کو یہ نعمتیں مل رہی ہیں تو تمہیں اس پر حسد یا حیرت کیوں ہے؟ اَلْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ - دونوں روحانی نعمتیں ہیں - ان کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے اور مُلک عظیم دنیوی نعمت ہے اس کا ذکر الگ کر کے کیا ہے - ۵۸۹ (سورہ یاسین میں سزا الناء ملنا چنداں قابلِ التفات نہیں) مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ - میں ضمیر کس طرح ہے؟ بعض نے کہا ہے وہ سارا فقرہ حوالِ ابراہیم سے متعلق کر رہا ہے اور بعض نے ذات محمدیؐ کو - حاصل تینوں صورتوں کا ایک ہی ہے - من اٰمن بالکتب کلھا ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم اومن ذکر من حدیث آل ابراھیم (بیضاوی) یعنی بالنبی (صلعم) (قرطبی)

أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ
پھر آئیں تجھ پاس آپ میں اللہ کی قسم کھاویں ہوئے ۔ قصد تو نہ تھا

إِحْسَٰنًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَعْلَمُ ٱللَّهُ مَا
بھلائی اور مصلحت تھا شئے ۔ وہ لوگ ہیں کہ جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے اللہ اسے سب

فِى قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ
جانتا ہے تو آپ اُن سے چشم پوشی کر جایا کیجئے اور انہیں نصیحت کرتے رہیے ، اور انہیں اُن

فِىٓ أَنفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ
بات میں مؤثر بات کہتے رہیے ۔ اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اس غرض

إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ
سے کہ اسکی اطاعت اللہ کے حکم سے کی جائے ، اور کاش کہ جس وقت یہ اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے تھے

جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ
آپ پاس آجاتے پھر اللہ سے معفرت چاہتے ۔ اور رسول بھی اُن کے حق میں معفرت چاہتا تو

لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ
یہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان پاتے ۔ سو آپکے پروردگار کی قسم کہ یہ لوگ ایماندار نہ

حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ
ہونگے جب تک کہ یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو آپ کو حکم ۔ منانیں اور پھر جو فیصلہ

أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَ
آپ کریں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں ۔ اور اس کو پورا تسلیم کر لیں ۔ اور

۶۰۷ یعنی جب اُن کی دورنگی کھل جاتی ہے اور مارِ یُرس شروع ہو جاتی ہے تو تمہیں کھا کھا کر یقیں دلانے لگتے ہیں کہ ہم بھی تو مومن ہیں ۔ اور ہمیں رسُول کی حاکمیت کے کچھ اختیار نہ چھوٹے ہی ہے ۔ ہم تو محض بیک بینی اور بدیقینی کی حیرت آگہی کے خیال سے مقدمہ کو دوسری جگہ لے گئے تھے ۔ آپوں کی شاں رُدُول میں آتا ہے کہ ایک یہودی اور ایک نام کے مسلمان یعنی منافق کے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہُوا ۔ یہودی نے رسُول اللہ صلعم کی دیانت پر اعتماد کر کے کھا جیلو میں تصفیہ کرانا چاہا ۔ منافق کا یہ لو کر رہا تھا ، لولا ہمیں ملکہ حمزا یہود کعب بن اشرف کے پاس جلیں ۔ مآلاً حرمدہ رسُول اللہ صلعم ہی کی عدالت میں آیا اور یہاں سے فیصلہ یہودی کے حق میں ہوا ۔ کر وہی اس معاملہ میں حق بجانب تھا ۔ منافق نے کہا چلو اب عمرؓ کے پاس چلیں وہ غالباً اپنے دل میں سمجھا کہ عمرؓ کی شدت و سطوت کا دور صلعم ہی کی عدالت میں آیا اور یہاں سے فیصلہ یہودی کے حق ہوا کر وہی اس معاملہ میں حق بجانب تھا ۔ منافق نے کہا چلو اب عمرؓ کے پاس چلیں وہ غالباً اپنے دل میں سمجھا کہ عمرؓ کی شدت و سطوت کا دور ہی بہت بڑھی ہوئی ہے اور میں ظاہر میں تو بہرحال مسلمان ہوں ۔ وہاں میری ہی چل جائے گی ۔ آیات میں تلمیح اسی واقعہ کی حاسبے ۔ مناقص ایناء ۔ صدر نہیں کرتے تھے کہ ہم کسی اور کے پاس تقدمہ لے جائیں گے اس خیال سے تھوڑے ہی لے جاتے ہیں یہ فیصلہ کا حق رسُول کے سوا کسی اور کو حاصل ہے ، بلکہ ہم تو اس لئے لے جاتے ہیں کہ وہاں حق و انصاف دعاؤں سے زیادہ رونقیں کی مصلحت اور دعوی پر نظر رہیگی ۔ ۶۰۸ (اور اُس کے کہ تو تو کیا بھروسہ کی اور تو احدہٗ حدا وندی کے حوالہ رکھئے ، خود تو احدہ و سر دست فرمائیے) مَا فِىٓ قُلُوبِهِمْ ۔ یعنی جو کچھ یہ اپنے دلوں میں کھوٹ نفاق کی قسم سے چھپائے ہوئے ہیں ۔ ۶۰۹ یعنی حاصل اُن کی اصلاح سے متعلق اُن پر کافی مقدار اس کی تبلیغ کرتے رہیے کہ اُن پر حجت الٰہی قائم رہے ۔ وَعِظْهُمْ ۔ انہیں بصیغہ ترہیب حسار کہ مصیب رسالت کا اقتضاء ہے ۔ ۶۱۰ یہاں یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ رسُول کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اُس کو حاکم اعلیٰ اور مقتدا تسلیم کیا جائے اور اُمت اُسی کے لائے ہوئے قانون اور بتلائی ہوئی شریعت پر چلنا سیکھے ۔ وہ محض رسالی رسُول ہاں سے تو کوئی حاصل ہی نہیں ۔

مِن رَّسُولٍ میں مِن زائد تاکید کی غرض سے ہے ۔ فائدہ للتاکید ۔ وفی ۔ بِإِذْنِ اللّٰهِ اس قید نے واضح کر دیا کہ مطاع حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔ رسُول مطاع اُس کے مائنے کی حیثیت سے ہوتا ہے ۔ ۶۱۱ (اور اس کی تو قبول ہو گی (وقت) إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ۔ اپنی جان پر ظلم اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ رسُول زندہ سلامت اپنے درمیان موجود اور پھر اس کی عدالت سے اعراض ، فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ۔ معفرت چاہتے اپنے اس گناہ کی اور گناہِ نفاق کی ۔ جَآءُوكَ ۔ آپکے پاس ندامت کے ساتھ حاضر ہوتے ۔ تقدیر کلام یہاں یوں سمجھی گئی ہے ۔ لو جاءُ وہ فاستوا واستغفروا ۔ استعمار کے لحظ میں خود ایمان کا معوم بھی شامل ہے ۔ اس لئے اٰمنوا کی تصریح کی ضرورت نہ رہی ۔ وہ ۔ ظاہر ہے کہ غیر ایمان لائے محض حاضری ہرگز کافی نہ تھی ۔ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ ۔ رسُول کی خدمت میں ایمان کے ساتھ حاضری اور پھر اللہ سے طلب معفرت ، یہ دونوں چیزیں یقیناً آپکے قلب سے اثر متادی کو دُور کر دیتیں اور اس کے بجائے انشراح پیدا کر دیتیں اور آپ صرور اُن کے لئے معفرت طلب کرنے لگتے ۔ ایک لو ئیدا ماطل فرقہ کا آیت کے یہی کہنا کہ مکتاب اللہ تھی اسی معانی دے دیتی" لعنت اور قرآن دونوں کے ساتھ مسخر ہے ۔ ۶۱۲ عِندَ اللّٰهِ ۔ یعنی اللہ کے ہاں اُن کا اماں اُس وقت تک معتبر سمجھا جائے گا ۔ ان لوگوں سے مُراد وہی منافقین اور اسلام کے ظاہری اور رسالی دعویدار ہیں ۔ فَلَا وَرَبِّكَ میں لا زائد و تاکید قسم کے معنی میں ہے ۔ مزید ۔ لتاکید معنی القسم (مدارک) ۶۱۳ آیت نے اسے صاف کر دیا کہ رسُول کی عدالت میں محض لے آنا بر گر ایمان کے لئے کافی نہیں عقلی اعتقادی حیثیت سے اطمینان بھی رسُول کے فیصلہ پر ہونا چاہیئے ۔ ہاں اس کے بعد بھی کوئی طبعی تنگی باقی رہ جائے ، غیر اختیاری ہونے کی معاف ہو گی ۔ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں تو آپ کا حکم ظاہری تھا ۔ بعد وفات آپ کی شریعت حکم ہے کے لئے کافی ہے ۔ فقہاء نے آیت سے استنباط کیا ہے کہ جو کوئی اللہ ، اُس کے رسُول کے کسی حکم میں شک و شبہ کرے یا مانے سے انکار کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے ۔ وفی هذه الآية دلالة على ان من رد شيئا من اوامر الله تعالى او اوامر رسوله صلعم فهو كافر خارج من الاسلام سواء رده من جهة الشك فيه او من جهة ترك العمل والاستهانة من المسلم (خازن ص)

مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ

اطاعت کرو ۵۹۸ پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اسکے رسول

الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

کی طرف لوٹایا کرو ۵۹۹ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو ۶۰۰ یہی

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی خوشتر ہے ۶۰۱ کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں کی

يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

جو دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لے آئے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور آپ سے قبل

قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا

نازل ہو چکی ہے ۶۰۲ لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمہ طاغوت کے پاس لے جائیں جسے حالانکہ انہیں حکم دیا گیا

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا

ہے کہ اسکے مقابلہ میں گھر اختیار کریں ۶۰۳ اور شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ انہیں بھٹکا کر بہت دُور دراز

بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ

لے جائے ۶۰۴ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی طرف آؤ جسے اللہ نے نازل کیا ہے اور

اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ

رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ منافقین آپ کی طرف سے بڑی بےرخی

صُدُوْدًا ۝ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ

کر رہے ہیں ۶۰۵ پھر کیسی گزرتی ہے جب ان پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے اپنے ہی ہاتھوں

ع ۵

معرل

ہیں۔ اس بصرکے لیے جیف اور کھولدی کہ حکام و علماء سے عوام کا اختلاف ماکل حائر ہے۔ آخری اپیل کتاب و سنت ہی کی عدالت میں ہونی چاہیئے اور وہی ساری شریعت کا ماخذ ہے۔ یہیں ہر اُس دقت کا بھی رد عمل آئے گا جو رسُول معصوم کے علاوہ مستقل ائمہ معصوم کا بھی وجود تسلیم کیے ہوئے ہیں۔ ہر امام وقت، اپنی ساری سرگرمیوں کے باوجود بہرحال غیر معصوم ہی

۵۹۹ (اور اس لیے ستر لے مہارمیں ہو حکم اسی دمہ داری اور جواب دہی کا احساس رکھے ہو) ۶۰۰ یعنی دنیا میں بھی یہی دیرپا امن و راحت، اور آخرت میں بھی وسیلۂ نجات و سعادت۔

۶۰۱ یعنی یہی طریق عمل جس کا ذکر ابھی ہوچکا ——— اصل اور غیر مشروط اطاعت اللہ کی۔ اللہ ہی کے نائب معصوم کی حیثیت سے اطاعت رسُول کی۔ اور پھر ان دونوں کے واسطہ سے اور اسی کی موافقت و سازگاری کے ساتھ مشروط، اطاعت حکام و علمائے اسلام کی۔ ۶۰۱ مُراد یہود اور منافقین ہیں۔ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ یعنی اوریت۔ يَزْعُمُوْنَ یزعم کے اصل معنی مطلق قول کے ہیں۔ خواہ وہ حق ہو یا باطل لیکن عموماً اس کا استعمال صرف یا مشکوک بات کے لئے ہوتا ہے۔ الزعم القول الحق والباطل وأكثر ما يقال فيما يشك فيه ولا يتحقق (تاج) وادا

سلك فيه طاهر مدد لعله كدث او باطل قيل موعم ولان (لسان) محاورۂ قرآنی میں یہ ہمیشہ دم ہی کا ہیلولئے ہوئے آیا ہے۔ حاء و العرآن فی کل موضع ومد القائلون ۔ ۶۰۲ (بجائے اسکے کہ اُسے شریعت کی عدالت میں لائیں) طَاغُوْت پر حاشیہ پ۵ میں گزر چکا ہے۔ یہاں مراد ہر غیر اللہ کی حکومت و اقتدار ہے۔ ۶۰۳ یعنی اس کی حاکمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ اور طاغوت کے اقتدار کے آگے گردن جھکائیں۔ ۶۰۴ یعنی بنی آدم کے دشمن ازلی شیطان کی تو تمنا ہی یہ رہتی ہے کہ انہیں راہِ حق سے زیادہ سے زیادہ دُور کر دے۔ ۶۰۵ منافقین یوں تو اسلام کے مدعی تھے لیکن جب کبھی کوئی مقدمہ معاملہ آپڑتا تو فیصلہ کے لئے رسُول اللہ (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہونے سے صاف جی چراتے کہ یہاں تو بہرحال بلا رو رعایت دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو کر رہیگا۔ اور کسی قسم کی لیپا پوتی سے کام نہیں چل سکے گی۔ تعالوا الی ما انزل اللہ و الی الرسول۔ رسُول کی طرف آؤ، کہ آپ قانونِ شریعت کے موافق فیصلہ کر دیں۔ ۶۰۶ مثلاً یہی کہ اُن کی خیانت یا منافقانہ کارروائی کھل گیا۔ اور اس پر اُن کی دھر پکڑ شروع ہو گئی۔

انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ
نکلو سب ۶۲۰ اور یقیناً تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو دیر لگا دیتا ہے ۶۲۱ اور پھر تم پر
اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ
اگر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو کہتا ہے کہ بیشک مجھ پر اللہ نے بڑا فضل کیا کہ میں
اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ
ان لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہوا ۶۲۲ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل پیش آتا ہے تو بول اٹھتا
اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ
ہے (اس نے تعلق کے ساتھ کہ گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی (رشتہ) محبت تھا ہی نہیں) کہ کاش
كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ
میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا ۶۲۳ تو (اگر یہ ہے تو) اسے چاہیئے کہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ
اللہ کی راہ میں لڑے ۶۲۴ (اُن لوگوں سے جو دنیا کی زندگی خریدے ہوئے ہیں آخرت کے عوض میں ۶۲۵
وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ
اور جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑتا ہے تو مارا جائے یا جیت جائے (ہر صورت میں)
فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ
ہم اس کو عنقریب اجرِ عظیم دیں گے ۶۲۶ اور تمہیں کیا عذر ہے کہ تم جنگ نہیں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ
کرتے اللہ کی راہ میں ۶۲۷ اور ان لوگوں کے لئے جو کمزور (بنا دیئے گئے) ہیں مردوں میں سے

منزل

۶۲۰ جیسا موقع اور جیسی مصلحت ہو۔ قرآن مجید کی اکثر آیتوں کی طرح ان آیتوں کو بھی پوری طرح سمجھنے کیلئے ان کا پس منظر پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اُحد میں ابھی حال ہی میں مسلمانوں کو جو سخت شکست ہوئی تھی اور مشرکین کی ٹولی ہوئی تھیں اس سے قدرتی بات تھی کہ مدینہ کی فضا میں اور اکیلے قریش مکہ ہی نہیں گردوپیش کے دوسرے قبیلے بھی متحد ہو کر اسلام کے خلاف زبردست محاذ تیار کر چکے تھے مسلمانوں کی ہمت ثبات و استقامت کا سخت امتحان تھا۔ اس وقت ان پر جو کیفیت طاری تھی اس کو قرآن مجید نے خَذْوَاحِذْرَکُمْ۔ حذر کا مفہوم ہمت و سمجھ داری ہے۔ ہر ہوشیار سپاہی کو چاہئے کہ دشمن کے مقابلہ میں ہر طرح کی چوکسی سے درست اور آمادہ رہے۔ حذر کے معنی ماخذہ الحذر من السلاح وغیرہ (راغب) ما یحذر بہ کالحرز والسلاح (بیضاوی) حِذْرٌ حذر لہ ای استعد (اقرب) ۶۲۱ (ایسی کہ جہاد میں شریک بھی نہیں ہوتا اور پیچھے رہ جاتا ہے) یہاں مراد منافقین ہیں جو جہاد میں شریک ہی نہیں ہوئے تھے۔ المخلصون منافقوھم تثاقلوا وتخلفوا عن الجھاد (بیضاوی) مِنْكُمْ۔ خطاب یہاں مومنین اور ظاہری مومنین (منافقین) کے گروہ سے ہے اور اس مضمون کی آیتوں میں قرآن مجید کا عام طریق خطاب یہی ہے۔ الخطاب لعسکر رسول اللہ صلعم المؤمنین منھم والمنافقین (بیضاوی) اما عمم بیھما فی الخطاب من جھۃ الحس والامر الاعمان (قرطبی) ۶۲۲ (سہی تو میں بھی اسی مصیبت کا شکار ہوتا) اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ۔ مصیبت مثلاً جنگ میں شکست۔ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ۔ یہ رہ خود سرور کے ساتھ کہتا ہے۔ ۶۲۳ منافقوں کی دورنگی اور سیرت نفاق کو آشکار کیا ہے کہ مومنین کو جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو منافقین اپنی بے تعلقی اور علیحدگی پر جھٹ اپنی مسرت و فرحت کا اعلان کرنے لگتے ہیں کہ خوب ہوا جو ہم شریک نہ تھے ورنہ ہم بھی اسی لاکھوں پھنستے اور مسلمانوں کو جب فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے تو رشک کرنے لگتے ہیں کہ کاش اموالِ غنیمت ہمارے حصہ میں بھی آتا۔ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ مثلاً جنگ میں فتح و نصرت۔ كَاَنْ مَّوَدَّةٌ۔ یعنی اس خود غرضی کے ساتھ کہتا ہے جیسے تم مسلمانوں کی خوشی سے اس منافق کو کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور اُسے تاسف و حسرت صرف اپنی ہی قوت و دولت پر ہے۔ یہیں سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ اُمت اسلامیہ کی خوشی سے خوش ہونا علامات ایمان میں سے ہے۔ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ منافق کی زبان سے اس کے معنی یہ ہونگے کہ میں بھی خوب دولت حاصل کرتا۔ مال غنیمت میں میرا بھی برابر کا حصہ ہوتا۔ ۶۲۴ (اخلاص کامل اور اللہ کی رضا جوئی کی نیت سے) فَلْيُقَاتِلْ میں ف کے معنی ہیں کہ اگر واقعی اُسے فوز عظیم ہی مطلوب ہے۔ ۶۲۵ یعنی کافروں سے قتال کرے جو دین کی صحیح تعلیم کو مٹانے ہوئے ہیں اور آخرت کے منکر ہیں۔ يَشْرُوْنَ۔ مشتری احد الصفقتین میں سے ہے یعنی اس کے معنی خریدنے کے بھی ہیں اور فروخت کرنے کے بھی۔ کچھ اس بنا پر اور کچھ آیت کی ترکیب الفاظ کی بنا پر آیت کے ایک ماقبل دوسرے معنی بھی کئے جا سکتے ہیں اور کئے گئے ہیں، یعنی "وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے عوض میں فروخت کر چکے ہیں"۔ اور اس صورت میں آیت کا تعلق تمام تر مومنین مخلصین سے ہوگا جو اپنی ہر خوشی خوشحالی اور کامرانی کو رضائے الٰہی پر قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ائمہ تفسیر نے دونوں ہی پہلو اختیار کئے ہیں۔ والمعنیون وھما الاقوال ان یشترون معاہ یبیعون والقول الثانی معنی قولہ یشترون ای یشترونہ ویکسبہ یشترون ھنا یشترون ویبیعون (کشاف) یرولت فی المنافقین وھنی یشترون وقیل نولت فی المومنین المخلصین وھنی یشترون یبیعون (معالم) (آخرت میں) یہ آخرت کا اجرِ عظیم مجاہدین کے لئے غلبہ اور شکست دکر اس کی انتہائی صورت کو فَيُقْتَلْ سے تعبیر کیا ہے کہ ہر صورت میں موعود ہے مفسر تعالوی نے لکھا ہے کہ فوز عظیم کو اجر سے تعبیر کرنا وعدہ کے تاکید اور ترتب کے تیقن کے لئے ہے۔ ۶۲۶ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ اعلاء کلمۃ اللہ تو خود جہاد کا ایک مستقل محرک اور قوی داعی ہے۔ مَا لَكُمْ۔ استفہام سے مقصود ترغیب و تحریص ہے اور خطاب مومنین صادقین سے ہے۔ خطاب للمامورین بالقتال علی طریقۃ الالتفات مبالغۃ فی الحرض والحث علیہ وھو المقصود من الاستفہام مرارا۔

لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا

اگر ہم نے ان پر فرض کر دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو مار ڈالو یا یہ کہ اپنے وطن سے

مِّنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ

نکل جاؤ تو اس کو ان میں سے بہت کم لوگ تھوڑے لوگوں کے کرتے اور اگر یہ (لوگ)

فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝

وہ کر ڈالتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو انکے حق میں بہتر بھی ہوتا اور اسمیں ثابت قدم رکھنے کا

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ

اور اس وقت ہم انہیں ضرور اپنے پاس سے اجر عظیم دیتے اور ہم انہیں سیدھی

صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ

راہ پر لگا دیتے اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا تو ایسے لوگ انکے

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے اپنا خاص انعام کیا ہے یعنی پیمبر اور

وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ۝

شہید اور صالحین اور یہ کیسے اچھے رفیق ہیں

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ يٰٓاَيُّهَا

یہ فضل ہے اللہ کی طرف اور اللہ ہی کا علم کافی ہے اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ

ایمان والو اپنی احتیاط کر لو پھر گروہ گروہ کوچ کرو

ع ۹ ۱۲ ۳

منزل

واستقلال اور اس کی برکتیں از خود نصیب ہونے لگیں۔ وکم انہی منافقین اور کمزور ایمان والوں کا چل رہا ہے۔ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ۔ یعنی اللہ و رسول کے احکام کی اطاعت اگر انہوں نے رسول و جان کر لی ہوتی۔ ای ما یوعظون بہ من الترہیب والترغیب (بیضاوی) اَوِ عِظُوْا بِهٖ من متابعۃ الرسول صلعم ومعاونتہ طوعا ورجعا (بیضاوی) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ یعنی دینوی و اُخروی انفرادی و اجتماعی ہر اعتبار سے ان کے فلاح کی صورت پیدا ہو جاتی۔ تَثْبِيْتًا۔ پہلے یہ بتایا کہ احکام دین پر اگر عمل کرتے تو بہتر انہی کے کام آتی اور انہی کے حق میں بہتر ہوتی۔ اب یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ احکام پر عمل کرنے سے خود قوت ایمانی، صفت قوی اور قوی سے قوی تر ہو جاتی ہے۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ تجربہ سے ثابت ہے کہ دین کا کام کرتے رہنے سے اعتقاد و یقین کی باطنی کیفیت کو بھی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ ۶۱۶ (آخرت میں) اِذًا یعنی اگر انہوں نے احکام خدا اور رسول کا اتباع کیا ہوتا اور نتیجۃً انہیں خیر و صلاح بھی حاصل ہو چکتی اور دین میں ثبات و استقامت بھی نصیب ہو چکتی۔ ای لو اتبعوا (حلبی) ۶۱۷ کہ بے روک ٹوک سیدھے رفتار الٰہی کے مقام جنت میں داخل ہو جائیں) اور عجب نہیں کہ اسی کی برکت سے دنیا میں بھی سیدھی عمل کی صراط مستقیم اُن پر عجوب روش ہو کر رہے۔ ۶۱۸ دنیا کی مادی اور جسمی متعین چیزیں قسمی بھی ہوں۔ انسان ان سے لطف و لذت لینے میں کبھی کمی ہی محسوس کرتا ہے۔ اگر ساتھ ہی یارانِ نرم اور شرکاء صحبت بھی اپنے ہم مذاق اور پسندیدہ ہوں۔ یہاں بشارت اسی نعمت عظیم کی مل رہی ہے کہ اہل جنت کو مادی و روحانی ہر قسم کی نعمتوں کے علاوہ صحبت بھی پاکیزہ ترین، بہترین، انسانیت کے بلند ترین مقام پر فائز ہونے والوں کی نصیب ہوگی۔ حَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا میں ایک جملہ حیرت کا بھی ہے اور اسی لئے ترجمہ میں کیسے اچھے سے کیا گیا ہے۔ ھذہ معنی التعجب کما ھو قیل وما احسن اولئک رفیقا (کشاف) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔ اس اطاعت کا تعلق احکام اور واجبات ضروری سے ہے۔ ورنہ اگر فرائض و واجبات کے علاوہ مستحبات، نوافل، تطوعات کا بھی اسی قدر اہتمام ہو جائے تو پھر درجۂ ولایت خود ہی حاصل ہو جائیگا اور بطور انعام رفاقت اولیاء نصیب ہونے کے کوئی متمنی نہ رہیں گے۔ اُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ یعنی باوجود اپنے اعمال میں کمی اور کوتاہی رہ جانے کے اور باوجود ماتدات ان کاملین سے مرتبہ میں فروتر ہونے کے انہیں اُن کاملین کی جنت نصیب ہو جائیگی۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ یہ انعام کمال قرب و وصول کی حکومت میں ہوگا۔ صِدِّيْقِيْنَ یعنی باتکے کھرے اور معاملہ کے سچے، ایسے کہ سچائی اور حق پسندی گویا اُن کی فطرت میں رچ گئی اور اُن کی طبیعت کا جزو بن گئی ہے۔ ایمان کے ہر جزء سے تعلق اُن کی تصدیق کامل ہوتی ہے۔ ریب و شک کے حدود سے بالاتر۔ کل من صدق کل الذین لا یقابلہ فیہ شاک فھو صدیق (کبیر) الباالغ فی الصدق والتصدیق (زمخشری) اُردو میں اکثر کو اولیاء کہتے ہیں۔ قرب حق میں ان کا نام انبیاء کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اصل الصلق ھو الانبیاء علیھم السلام وبعد ھو الصدیق یقود بکسر شُهَدَآءِ۔ شہید وہ ہے جو دین کی محبت میں اپنی جان تک دینے کو رکھے۔ اور عمل سے ثابت کر دے کہ جس چیز پر وہ ایمان لایا تھا، وہ اسے اس قدر عزیز تھی کہ اُس کی خاطر اُس نے اپنی جان تک قربان کر دی۔ الشہداء ھم الذین قتلوا فی سبیل اللہ۔ صالحین وہ افراد امت کہلاتے ہیں جو پورے دیندار اور متبع شریعت ہوتے ہیں۔ ۶۱۹ اللہ کا علم ہادی و محیط ہے۔ ان کی نیتوں کو بھی، ان کے عمل کو بھی، ان کے مقتضائے عمل کو بھی۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ۔ یعنی تمام مومنین کو جو گاہے گاہے کی معیت و رفاقت نصیب ہوگی، یہ محض فضل خداوندی کا ظہور ہوگا۔ ان کے اعمال کا ثمرہ نہ ہوگا۔

أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۖ
یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور وہ لوگ یہ کہ کر اے ہمارے پروردگار تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا، کاش
لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ
تھوڑی مدت تو اور ہم کو دیجیے کی اہمتک پہنچتا ہے آپ کہہ دیجیے کہ دنیا کا سامان (بہت ہی) تھوڑا ہے
وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾
اور آخرت اس کے لئے کہیں بہتر ہے جو تقویٰ (اختیار) کرے اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا
أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي
تم جہاں کہیں بھی ہوگے وہیں تمہاری موت آلے گی خواہ تم مضبوط قلعوں ہی میں
بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ
ہو اور اگر انہیں کوئی نکہ پہنچ جاتا ہے تو کہتے ہیں یہ تو خدا کی طرف
مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ
سے ہے اور اگر انہیں کوئی دکھ پیش آجاتا ہے تو کہتے ہیں یہ آپ کے
مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ
سبب ہوا ہے کہہ دیجیے کہ ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے سو ان لوگوں کو کیا
الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾ مَّا أَصَابَكَ مِنْ
ہوا ہے کہ گویا یہ بات ہی نہیں سمجھتے تجھے جو بھی نکہ پیش آتا ہے
حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ
وہ بس اللہ ہی کی طرف سے ہے اور جو دکھ پہنچتا ہے وہ تیرے اپنے ہی سبب سے ہے

مزل

أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۖ

لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي

بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ

مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ

مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ

الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾ مَّا أَصَابَكَ مِنْ

حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ

اور اس میں حبشہ رسیدی ان کو بھی مل گیا۔ فَمَا لَهُمْ حَدِيثًا ۔ مثلاً جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور اس کا خمیازہ بصورت رسدی انہیں بھی اٹھانا پڑا۔ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۔ یعنی یہ کامیابی (وظفر) حالات کی بنا پر تکوینی اسباب سے حاصل ہوگئی۔ اس میں مسلمانوں یا ان کے سردار اعظم کے کسی حسن تدبیر کو کیا دخل۔ منافقین کا یہ مِنْ عِندِ اللَّهِ کہنا بھی بطور حمد نہ تھا۔ مگر بطور عادۃً زبان تھا۔ جیسے اردو میں لوگ کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تو تقدیر کی اُلٹ ہے۔ منافقین کی حماقت شماری اور بے غوری کی عادت پر۔ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۔ یعنی فکر ہوا شکست رنج ہوا راحت، سب کا مسبب الاسباب حقیقی اللہ ہی ہے۔ لیکن راحت اگر ہے تو بر بنا راست اس کے فضل و کرم کا ظہور ہے بلا توسط اعمال۔ اور دکھ یا رنج اگر پیش آرہا ہے تو یہ اس کے عدل کا ثمرہ ہے بتوسط اعمال۔ فَمِن نَّفْسِكَ (اے انسان!) خطاب اب عام نوع انسانی سے ہے۔ یا انسان خطاباً خاتمہ کلام، المخاطب حاکم کائنات، اور انسان (بحر) والمخاطب بہ کما قال السدی ووہ ہی عن قتادۃ عام لکل من یقف علیہ (لا للنبی صلعم) (روح) فَمِن نَّفْسِكَ ۔ یعنی اس کے فضل و کرم کا نتیجہ۔ مِنْ اللَّهِ وَمِنْ عِندِ اللَّهِ ۔ یہ دو محاورہ الگ الگ ہیں۔ رباں و ادب کے ماہرین نے دونوں میں فرق یہ بتایا ہے کہ دوسرا محاورہ بڑے پہلے سارے افعال تکوینی کے لئے عام ہے بخلاف اس کے پہلے محاورہ کا استعمال صرف محل رضا پر ہوتا ہے۔ من عند اللہ اعم یقال فی ما کان برضاہ و یحط ولا یقال ھو من اللہ الذی ما کان برضاہ و بامرہ (کبیر) فَمِن نَّفْسِكَ یعنی اے بندہ تیری ہی بد اعمالی کے سبب سے اور اقتضاء عدل الٰہی۔ سَيِّئَةٍ ۔ کا اطلاق اس سیاق میں صرف اس بُرائی پر ہوتا ہے جو واقعۃً بھی بُرائی ہو محض صورۃً ہی بُرائی نہ ہو۔ صالحین و ابرار کو جو حوادث و مصائب پیش آتے رہتے ہیں وہ صرف صورۃً ہی مصائب ہوتے ہیں۔ حقیقت میں اُن کی بلندی مراتب کے لئے اور تکمیل درجات ہوتے ہیں۔ اور اس لئے اُن کے حق میں بد اعمالی کا شبہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ

اور عورتوں اور بچوں میں سے جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

اس بستی سے جس کے باشندے (بہت) ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی قدرت سے

لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝

کوئی دوست پیدا کر دے اور ہمارے لئے اپنی قدرت سے کوئی حمایتی

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ

جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو

كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا

کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں سو تم لڑو

اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ

شیطان کے ساتھیوں سے اور شیطان کی چال تو

ضَعِيْفًا ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا

ہوتی ہے

ع ۱۴

اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

روکے رہو اور نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر جب ان پر قتال فرض کر دیا

الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ

گیا تو ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسا ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا (بلکہ)

کیا تو نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں

معارف

۶۲۸ یہ دُوسرا داعی جہاد کے لئے ارشاد ہوا۔ کمزوروں کی دستگیری و نصرت اور مظلوموں کی اعانت اور انہیں ظالم کافروں کے پنجہ سے رہائی دلانا ہمارے خود مقاصد جہاد میں سے ہے۔ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ۔ کا عطف لفظ اللہ پر ہے یعنی فی سبیل اللہ والمستضعفین۔ رجال اور رہبری سے یہی ترکیب منقول ہے۔ عطف علی اسم اللہ عروجل ای وفی سبیل المستضعفین وھذا اختیار الرحام وقالہ الزھری (زرقانی) ۶۲۹ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ۔ مُراد مکہ کا شہر اور مکہ کی حکومت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ الْقَرْيَةِ هاھنا مکۃ باجماع من المسلمین (زرقانی) الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ مکہ والے ظالم و مُجرم کے معنی میں تھے۔ ایک تو مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھا رہے تھے۔ دُوسری طرف شرک کر کے خود اپنی جانوں پر بھی ظلم کر رہے تھے۔ ووصف اھلھا اما الظلم اما لاشرکھم واما کما حصل معھم من شدۃ الوطاۃ علی المومنین واما لانھم (ای لاھل اجمعھم) کانوا یؤذون المسلمین ویوصلون الیھم انواع المکاذہ کیمر بالتسرع الذی ھو طبعھم علیہ وبادیہ المومنین ومعھم من الضعف (روح) ۶۳۰ آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بچوں، عورتوں، مردوں کی ایک خاصی تعداد اسلام لا چکی ہے۔ مگر یہ لوگ سردارانِ قریش کے تشدد کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس پا رہے ہیں۔ وضع ظلم ہی پر قادر ہیں اور نہ ہجرت پر۔ یہاں مناجات اور فریاد انہی لوگوں کی زبان سے ادا ہو رہی ہے۔ آیت سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ ظلم و تعدی سے بچے، عورتیں، بوڑھے کوئی بھی محفوظ نہ تھے۔ مِنْ لَّدُنْكَ تعلیٰ معلیٰ ہیں" اپنے پاس سے" اُردو محاورہ میں ایسے موقع پر اپنی قدرت سے" آتا ہے یعنی غیب سے اس کا سامان کر دے۔ وَلِيًّا۔ ایسا دوست و ہمدرد جو اس مصیبت میں ہمارے ساتھ رہے، ہم سے ہمدردی و غمخواری کرے۔ نَصِيْرًا۔ ایسا حمایتی جو ان ظالموں سے ہمیں نجات دلائے۔ ۶۳۱ (اور جیسا کہ خود حق تعالیٰ ہر قسم کی نفسانی آمیزش و آلایش سے منزّہ و پاک ہے۔ اللہ والوں کا لشکر بھی کبھی ہُدہُد اور طغیان، ظلم و حیات، مے نوشی و مکاری کے آلاتِ حرب سے مسلح ہو کر جنگ کر ہی نہیں سکتا) فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کی قدر ہوا ر لگائی جا رہی ہے۔ لے مقاتلہ بہت ہی پُر معنیٰ ہے۔ درحقیقت یہ آیت سلسلۂ جہاد کی آیتوں میں سے ایک کلیدی آیت ہے اس نے صاف صاف اسلامی جہاد کا فرق دنیا جہان کی تمام جنگوں اور جاہلی محاربات سے واضح کر دیا۔ اس نے وضاحت کے ساتھ بتا دیا کہ متی مسلمان حب لبے اسامے حس پر ہتھیار اُٹھائیگا تو توسیع ملک کے لئے نہیں، قومی نعروں کے لئے نہیں، تجارتی منڈیاں قائم کرنے کو نہیں، رشک و ہوس اور جاہ پرستی کے جذبات سے متاثر ہو کر نہیں، ملک و دنیا کے مدبرین مقتدر السایت کے ترتین نصب العین، کلمۂ توحید کی برتری اور سربلندی کے لئے! ——— رنگ لاوسل، مرزوم اور روم، وطن اور قبیلہ کی عزت و حیثیت پر کٹ مرنے والے، اسلامی لفظ نظر کی بلندی کو سمجھ بھی سکتے ہیں، اسلامی جہاد حد تک اسلامی جہاد رہا، کیا وہاں بھی کسی لشکر کے لئے ہزاروں من اور سیکڑوں ٹن ترازو کی ضرورت پڑی؟ کیا اس لشکر میں بھی سور اک اور آتشک کے سیکڑوں ہزاروں مریض سیاہیوں اور افسروں کے لئے امراضِ حیثیہ کے مخصوص اسپتالوں کا انتظام کرنا پڑا؟ ——— مسلمان سپاہی کے سینہ میں نورِ ہدیٰ ایمان بہتا ہے کہ اسے ایک ایک اقدام کا حساب دینا ہے۔ کبھی ان کا قدم ان گمراہ راستوں پر پڑ سکتا ہے؟ ۶۳۲ طاغوت کے لفظی معنی پر حاشیہ پر گر چکا۔ یہاں اس لفظ کو لا کر طاغوتی، جاہلی، سامیوں کے تمرّد، حد اعتدال، نفس پرستی اور تعاون علی الحد ود کے پہلو کو نمایاں کرنا ہے۔ طاغوت کا ترجمہ اگر اس موقع پر "نفس" سے کیا جائے تو اُردو میں شاید پورا مفہوم ظاہر ہو جائے۔ طاغوت اور نفس کی راہ میں آج بھی جو جو میں وطن پرستی، قوم پروری، ملکی آزادی کے خوشنما لفظ اور لقب سے ساتھ جنگ کرتی رہتی ہیں، ان کی اخلاقی حالت کا جائزہ لے لیا جائے۔ شقاوت و سنگدلی، فریب و خیانت، شراب خواری و حرام کاری جس معیار سے چاہے حاصل کر لیا جائے جانوروں اور درندوں سے بھی کہیں اسرحالت ملے گی ——— یہ سب کرشمہ فی سبیل الطاغوت لڑنے کے ہیں۔ محاسبۂ آخرت سے بے باز ہو کر جنگ کرنے کے ہیں۔ ۶۳۳ (سو شیطانی اور طاغوتی قوتوں کو کبھی بھی مستقل اور بالمدار فتح حق کے مقابلہ میں نصیب نہیں ہو سکتی) فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ۔ مسلمانوں کو لڑنے کا کامل باہر مگر کس کے عالمیں، شیطانی طاقتوں اور طاغوتیوں کے مقابلہ میں جو روبا میں تمرد و عناد، فسق و ترک ہی کی حکومت پھیلانا چاہتے ہیں۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۔ اس میں مسلمانوں کو ہمت دلائی ہے کہ شیطان کوئی ڈرنے اور سہمنے کی چیز نہیں وہ تم پر حاکم و آمر نہیں۔ تم دراہم کر حاذ تو وہ خود تم سے پناہ مانگتا ہوا بھاگے گا۔ اُس میں جان تو ہے ہی نہیں۔ حرص رذگی سے قطع نظر اخلاق و معاشرت، معاملات و عبادات کے میدان میں بھی شیطان سے مقابلہ کر لینا کچھ دشوار نہیں۔ ضرورت صرف ہمت کی ہے۔ ۶۳۴ (کہ حالت اس میں اس قسم کی عبادات پر عمل کافی ہے) كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ۔ یعنی جوش انتقام اور قتال سے ابھی باز رہو۔ بہ ذکر کن لوگوں کا ہے، اسے سمجھنے کے لیے اس وقت کے حالات پیش نظر رکھنے ضروری ہیں۔ مسلمانوں کو مکہ میں قریش کے مظالم سہتے سہتے ایک زمانہ ہو گیا تھا، اور درجۂ انتقام کی خواہش اُن کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ یہ لوگ بھی آخر اسی خون اور رُسی کو تھت دبوست کے تھے۔ اور جوش میں آ کر بار بار جنگ کی اجازت طلب کرنے لگے تھے۔ اور ہر دعی الٰہی ابھی سرا بر عہود علم، مساعت و درگزر کا سبق لے رہی تھی۔ یہاں تک کہ ہجرت کا حکم آ گیا۔ اور مسلمان مدینہ کی پُر امن فضا میں منتقل ہو گئے۔

۱۳۔ ۱۴ سال کی مصیبت رسُول کی زبردست تربیت کے بعد جب علم الٰہی میں مسلمانوں کے اخلاق فاضلہ پختہ ہو گئے۔ اور تحمل اور بے نفسی ان کے کردار کے جزو بن گئے تو حکم جہاد و قتال نازل ہوا۔ لیکن اُدھر مدینہ کی پُر امن فضا میں بہتے مسلمانوں کے جذبات انتقام جیسے پر ہو گئے تھے اور وہ جوش و ولولۂ قتال باقی نہیں رہا تھا۔ اب طبعی انتقام سے بدلا جنگ میں جانے سے حیلہ حوالہ ڈھونڈھے جانے لگے۔ یہاں ذکر اُسی عاجمیت کوش مسلمانوں کا ہے۔

لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ
تو اُن میں سے جو لوگ استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں اسکی حقیقت بھی جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کی رحمت
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾
سایہ ہوتی تو تم (سب) بجز تھوڑے سے لوگوں کے شیطان کی پیروی کرنے لگ جاتے ۶۵۱

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ
تو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجیے ۶۵۲ آپ پر ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی بجز اپنی ذات کے ۶۵۳ اور
الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
آپ مسلمانوں کو بھی آمادہ کرتے رہیے ۶۵۴ اور عجب نہیں کہ اللہ کافروں کا زور روک دے ۶۵۵
وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً
اور اللہ بڑا ہی زور والا ہے، بڑا ہی سزا دینے والا ہے ۶۵۶ جو کوئی اچھی سفارش کرے گا
حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً
اس کو اس میں سے حصہ ملے گا ۶۵۷ اور جو کوئی بُری سفارش لائے گا
سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
اس کو اس میں سے مار رہے گا ۶۵۸ اور اللہ ہر چیز پر طاقت رکھنے والا
مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ
ہے ۶۵۹ اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طور پر سلام کرو یا اسی کو
اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ
لوٹا دو بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے ۶۶۰ اللہ وہ ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ
کوئی معبود نہیں مگر وہ البتہ تم سب کو جمع کرے گا قیامت کے دن میں جس میں کوئی شک نہیں

منزل

ھذہ الایۃ تدل علیٰ بطلان قول القائلین بالامامۃ لانہ لو کان کل من احکام الدین منصوصا علیہ لعرفہ الامام ولزال موقع الاستنباط (احمدی)

۶۵۲ (اے اُمتِ محمدیہ!) یعنی اگر لوگوں میں مبتلا ہو جاتے تو تم کو ان سستوں کی قدر خاص طور پر کرنی چاہیے کہ اُس نے تم کو قرآن دیا، شریعت دی، صاحبِ شریعت رسولؐ دیا۔ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اور تھوڑے سے جو محفوظ رہ جاتے وہ بھی عقلِ سلیم کی بدولت رہتے کہ وہ خود بھی فضل و رحمت خاص ہی کی ضرورت ہے۔ ۶۵۳ (اے پیغمبر!) اور محصنوں جہاد و قتال کا حکم دیا تھا۔ درمیان میں دُوسرے محصنوں جیسی مصاحبتوں سے آگئے تھے، اب پھر اُس منقطع مضمون کی طرف رجوع ہے۔ ۶۵۴ (کہ کسی دُوسرے کے عمل کی) مقصد یہ ہے کہ آپ خود جہاد پر آمادہ ہو جائیے خواہ کوئی دوسرا ساتھ دے یا نہ دے۔ آپ پر ذمہ داری کسی دُوسرے کے عمل کی نہیں۔ تاریخ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد جب شوال میں پیش آچکا تو اس کے معاً بعد ہی تعدہ میں آپ مشرکین کے وعدہ کا حال کہہ کے مدد کی طرف پھر چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ اُس وقت منافقین تو اپنی بے اعتقادی کے سبب سے جل گئے۔ اور مؤمنین بھی ساتھ دینے میں بہت پس و پیش کرنے لگے پھر تو اس لئے کہ ابھی اُحد کے زخم مائل تازہ تھے اور کچھ اس لئے بھی کہ انواعی حیروں پر یقین کر بیٹھے تھے مسلمانوں کا سردارِ اعظم یہ رنگ دیکھ، مائل تن تنہا چل کھڑے ہوئے پر آمادہ ہو گیا۔ کیا ٹھکانا تھا فرض شناسی اور نصرتِ الٰہی پر اعتماد کا۔ قلت و کثرت اور اکائی اور سیکڑوں کی عددی مساوات کا گویا خیال بھی سامنے نہیں رہا۔ ۶۵۵ (جلالین) یعنی درجۂ ترغیب میں تبلیغ آپکے ذمہ ہے رسالت میں داخل ہے۔ حَرِّضِ۔ تحریض۔ نحویوں کے معنی ہیں کسی شے کی خوبیاں بیان کر کر کے اُس کی حاسہ شوق و رغبت دلانا۔ گویا صبر اور سچا پرویندہ کرنا۔ الحرض اصل معنی الشیٔ نکاد تالیاس وتسہیل المطامع (راغب) آیت ان ظالم اور سیدہ یادریوں کا بول کھول رہی ہے تمہوں نے یہ جھوٹ اُچھال رکھا ہے کہ (نعوذ باللہ) پیروانِ محمدؐ لوٹ مار کے شوق میں جہاد پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ کیا مار مار ترغیب ملائے اور آمادہ کرنے کی ضرورت حریصوں کو ہوا کرتی ہے؟ ۶۵۶ (اور اسمیں ان کی روداوری کے باوجود مغلوب کر دے) (قرآن مجید کی یہ پیش خبری مستقبل قریب و بعید دونوں میں پوری ہو کر رہی۔ مخالفین و معاندین میں سے قریش کا رؤسا زمانہ میں حتم ہو کر رہا۔ رہیں دُور دراز کی پُر قوت پُر شوکت بادشاہتیں اور حکومت سودہ مغلوب ہوتی گئیں۔ حسنی۔ اس پر پہلے ہی حاشیہ گزر چکے ہیں کہ اس کا استعمال حسب اللہ تعالیٰ کے کسی قول میں ہوتا ہے تو اُس کے معنی محض اُمید یا توقع کے بجائے عدہ اور یقین کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ عسیٰ من اللہ واجب (راغب) الہام۔ والالہام من اللہ عزوجل واجب (زرقانی) ۶۵۷ اَشَدُّ بَاْسًا۔ اس قوت و شدت کا طور اسی دنیا میں ہوتا رہتا ہے۔ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا۔ اس صعت سزا دہی کا پورا ظہور آخرت میں ہوگا۔ ۶۵۸ یعنی جو کوئی عمل خیر میں سے طریق تشریع حاصل ہوگا، اُسے اس کا اجر مل کر رہے گا کہ وہ کسی درجہ میں سبب حاصل خیر کا۔ ۶۵۹ (اس لئے کہ وہ سبب اور ذریعہ بنا معصیت کا) شَفَاعَةً سَيِّئَةً۔ اس کے تحت میں علاوہ عمل بد کے وہ عمل خیر بھی آجاتے ہیں جو غیر مشروع طریق پر کئے جائیں۔ ۶۶۰ تو ہر نیکی پر احر اور ہر بدی پر عذاب کا ترتب اس کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں۔ ۶۶۱ (اسلئے معاشرت کے ان ہدایات کو حقیر سمجھ کر نظر انداز۔ کر دیا جائے) سلام کے جواب میں سلام تو ہر حال واجب ہے۔ اس کے بعد اختیار دو دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ جواب سلام، سلام سے بہتر ہو۔ دوسرے یہ کہ ایسا ہی ہو۔ بہترین قول بعض صحابہ اور تابعین کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلام کرنے والا اگر مسلمان ہے تو اس کا جواب زیادتی کے ساتھ دیا جائے اور اگر غیر مسلم ہے تو اس کے الفاظ ہی پر اکتفا کی جائے۔ ردوھا باَفضل منھا فی الزیادۃ علیٰ اھل دینکم وملتکم اوردوھا مثل ما سلم علیکم علیٰ غیر اھل دینکم (احمدی) اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ۔ یعنی جب تمہیں سلام کیا جائے طریق مشروع پر سلام کے شرعی طریقوں کی تفصیل کتب فقہ میں ملے گی۔ تَحِيَّةٌ۔ حیاک اللہ کے اصل معنی تو زندگی سے حرو بے کے ہیں۔ پھر دعا، زندگی کے معنی ہو گئے ذالک احسار فی صل ودعاء (راغب) اہل عرب جب آپس میں ملتے تھے تو اس کلمۂ دعا کو استعمال کرتے تھے۔ اسلام نے اسے سلام کے معنی میں کر دیا۔ فلما جاء الاسلام ادخل ذالک بالسلام فجعلوا التحیۃ اسما للسلام (کبیر)

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۷۹
اور ہم نے آپ کو لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی گواہی کافی ہے ۶۴۳

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ
جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی ۶۴۴ اور جو کوئی روگردانی کرے تو

اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝۸۰ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا
ہم نے آپ کو اُن پر نگراں کر کے نہیں بھیجا ہے ۶۴۵ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ طاعت (قبول ہے) لیکن آپ

بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ
کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اُن میں سے ایک جماعت شب کے وقت اس کے برخلاف مشورہ کرتی

تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ
ہے جو کچھ کہ وہ کہہ رہے تھے اور اللہ اُنکی رات کے مشوروں کو لکھتا جاتا ہے تو آپ اُن کی طرف سے اعراض

تَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۸۱ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ
کیجیے اور اللہ پر بھروسہ رکھیے اور اللہ ہی کافی کارساز ہے ۶۴۶ کیا یہ لوگ قرآن میں غور

الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ
نہیں کرتے؟ اگر یہ (کلام) اللہ کے سوا کسی (اور) کی طرف سے ہوتا تو اس کے اندر بڑا

اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝۸۲ وَاِذَا جَاۗءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ
اختلاف پاتے ۶۴۷ اور اسمیں جب کوئی بات اس یا خوف کی پہنچتی ہے تو

اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ
اُسے پھیلا دیتے ہیں ۶۴۸ اور اگر یہ لوگ اُسے رسول کے یا اپنے میں سے صاحبانِ امر کے حوالہ کر دیتے ۶۴۹

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۷۹

۶۴۳ اور اللہ کی یہ گواہی دسا میں رسول کے کمالات سے ظاہر ہو رہی ہے معجزات و خوارق بھی انہی کمالات کا ایک حصہ ہیں۔ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا۔ یہاں صاف للناس فرمایا ہے۔ العرب نہیں فرمایا۔ خاتم النبیین کے پیام کی عالمگیری پر دوسری آیات کے علاوہ یہ آیت بھی ایک نص قاطع ہے والناس عام عرض لعمہ و بعمھم (کبیر) فیہ رد لمن زعم اختصاص رسالتہ علیہ السلام بالعرب (معالم) معروف الناس للاسعاق (روح) تعریف الناس للاسعاق ای مرسلا لکل الناس للاسعاق (ابوسعود)

۶۴۴ کہ عام انسانوں کے پاس کوئی ذریعہ احکام الٰہی کی معرفت کا نہیں بجز رسول کے) آیت میں رد و آگاہ اُن گمراہ فرقوں کا جو رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کے مستلزم نہیں سمجھتے۔ آیت عصمت رسول کے معصوں کو بھی واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ اگر رسول سے خدا بھی خطاء غلطی کا امکان ہوتا تو اُن کی اطاعت عین اطاعتِ الٰہی کیسے قرار پا سکتی۔ من اقوی الدلائل علی ان رسولنا معصوم فی جمیع الاوامر والنواھی وفی کل ما یسلغہ عن اللہ (کبیر) اور علاوہ حدیث سلک کے جہاں یہ مضمون تصریحاً آیا ہے، فقہاء نے خود اس آیت سے بھی کالا ہے کہ رسول کی نافرمانی عین حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اذا وجب الملف ان معصوما معصمہ اللہ (حصاص)

۶۴۵ (سو اگر کوئی ایمان نہیں لاتا تو اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں اور نہ آپ اس لیئے زیادہ فکر و غم میں پڑیئے۔ فَمَنْ تَوَلّٰى۔ یعنی جو آپ کا کہا نہ سُنے اور آپ کی طرف سے بے توجہی اختیار کرے۔

۶۴۶ ذکر منافقین کا چل رہا ہے۔ فی المنافقین (حاص) یہ زبان سے تو رسول اللہ صلعم کی خدمت میں بھی عرض کرتے تھے کہ اس کے احکام آنکھوں پر۔ آپکے ارشادات کی تعمیل ہمیں قبول و مسطور۔ طَاعَةٌ۔ خبر ہے مبتدا محذوف ہے۔ وہ امرنا او شاننا طاعۃ (کشاف)

۶۴۷ اس کی کارسازی یہ ہے کہ وہ دنیا میں آپ کو ان کے شر سے اور سازشوں سے محفوظ رکھے گا اور آخرت میں انہیں شدید سزائیں دیگا۔ غَايَنَهُمْ یعنی ان منافقوں کے سردار اور سرغنہ۔ بَيَّتَ۔ رات کی تاریکی اور پوشیدگی میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں منصوبے سازشیں تھے۔ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ۔ یعنی حدائی ریکارڈ میں ان کی سازشیں اور مصوبے سب مدرج و محفوظ ہیں۔ وقت آنے پر یہ سارا دفتر کھلے گا۔

۶۴۸ (حوالہ شری تالیف و تصنیف کا لازمہ ہے) اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ اس کے مفہوم میں بہت کچھ قیل قال ہوئی ہے کسی نے کہا کہ یہاں میں تناقض مراد ہے۔ اور کسی نے کہا کہ تفاوت میں فرق مراتب اور کسی نے کہا کہ عبارت کی عدم فصاحت لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود اختلاف کثیر کا لفظ بڑا وسیع اور جامع ہے بمعنوی اور ادبی ہر قسم کی بے آہنگی ہر طرح کا تضاد حال اس کے اندر داخل ہے ——— قرآن مجید نے اس آیت سے دنیا کے سامنے ایک کسوٹی کا ایک مستقل چیلنج پیش کر دیا کہ ہر طرح ٹھونک بجا کر دیکھ لو، ہر طرح جانچ پڑتال کر لو، مضامین کی پستی و بلندی، عبارت کی ہمواری، کسی قسم کی کوئی کمی کوئی ناہمواری اس کے اندر پاؤ گے۔ اور یہی دلیل ہے اس کی کہ یہ تراش و خراش مخلوق کا کلام نہیں۔ قرآن کے جملہ منکرین کے خلاف خواہ وہ کسی دھرم اور کسی پہلو سے ہوں، یہ قیامت تک کے لئے تحدی ہے۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔ قرآن میں تدبر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا تعلی و معنوی اعجاز بالکل واضح ہو جائیگا۔ اور اس وصوح سے آپ کی رسالت کی حاب سے ثبوت کا فور ہو جائیں گے لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ جیسا کہ معاصر و متاخر منکرین کا خیال تھا اور جیسے کہ آج بھی بعض روشن خیال مفترین کا خیال ہے۔ يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ سے محض قیاس پر بھی دلیل نکل آئی۔ اور ان فرقوں کا بھی رد ہو گیا جو سمجھتے ہیں کہ تفسیر قرآن صرف رسول اور امام معصوم کا حق ہے۔

۶۴۹ (نفیر اس تحقیق کے کہ وہ خبر صحیح بھی ہے اور ضرر اس پر غور کیئے کہ اگر صحیح ہے بھی تو اس کی فوری اشاعت کہاں تک مناسب و قرین مصلحت ہے) اشارہ منافقین اور کمزور ایمان والوں کی طرف ہے۔ مول فی جماعۃ من المنافقین او ضعفاء المسلمین (جلالین)۔ ہیئت اسلامی شروع ہی سے ایک حد تک منظم، بلکہ یہ عسکری جماعت تھی اور یہ امر ہر اجتماعی تنظیم کے منافی عموماً اور عسکری تنظیم کے منافی تو خصوصاً ہے کہ امت کے عوام اور عام افراد حس خبر کو جہاں اور جب سُنیں پائیں بلا پوچھے سرداروں اور اہل حل و عقد کی طرف رجوع کیئے بغیر تحقیق اُسے لے دوڑیں اور بے تحاشا اُسے پھیلانا شروع کر دیں۔ اَمْنٌ مِّنَ الْاَمْنِ۔ یعنی امن کی خبریں، مثلاً کہیں باہر کے لشکر اسلام کی فتح و ظفر کی خبر آئی۔ اَلْخَوْفِ۔ مثلاً کہیں باہر سے مسلمانوں کی شکست و ہزیمت کی خبر آئی۔

۶۵۰ (بجائے اس کے کہ خود اس خبر کی شہرت و اشاعت میں لگ گئے) اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ یعنی صاحبا، ہم مسلیم یہاں مراد ہیں اکابر صحابہ، مثلاً حضرت ابوبکر و عمر (حاص) ذوی العقل والعلم منھم (کبیر) وھم اھل العلم والعقد من الصحابۃ وغیرھم (روح) یعنی وہ لوگ جو اس بیرونی خبر کی تحقیق کر سکتے ہیں اور اس کے صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یعرفون ھذا الخبر بتدبرھم فی القرائن والامارات (حاص)

بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ

عہد ہے ۶۷۰ یا تمہارے ہی پاس اس طرح آتے ہیں کہ ان کے سینے اس سے تنگ ہو

يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ

ہے ہیں کہ تم سے لڑیں یا اپنی ہی قوم سے لڑیں ۶۷۱ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تمہارے اوپر مسلط

عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ

کر دیتا ۶۷۲ تو اگر وہ تمہیں چھوڑے رہیں اور تم سے قتال نہ کریں اور تمہارے ساتھ

وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ

سلامت روی رکھیں تو اللہ نے ان کے خلاف تمہارے لئے کوئی راہ نہیں

سَبِيْلًا ۝ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ

رکھی ہے ۶۷۳ عنقریب کچھ لوگ اور بھی پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور

وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ

اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں ۶۷۴ انہیں جب کبھی فساد کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اس میں

اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ

پلٹ پڑتے ہیں ۶۷۵ تو اگر یہ تمہیں چھوڑے نہ رہیں اور نہ تمہارے ساتھ سلامت روی

السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ

رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو تم سے روکیں تو تم بھی انہیں پکڑو اور

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ

انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ یہی لوگ تو ہیں

۶۷۰ یعنی نہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہو کر تم سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں بلکہ دونوں سے صلح و آشتی رکھنا چاہتے ہیں دوسرے لفظوں میں مسلمان ان کی طرف سے بھی امن میں ہیں۔ ان دونوں قسم کے منافقین کو حکم قتل و اسیری سے مستثنیٰ کر کے قرآن مجید نے یہ بالکل صاف کر دیا کہ اصل مقصد مسلمانوں کو اذیت و نقصان سے محفوظ رکھنا ہے۔ ۶۷۱ (لیکن اللہ نے ایسا نہیں ہونے دیا اور تمہیں کلفت و پریشانی سے بچا لیا) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ یعنی اگر مشیت تکوینی یہی ہوتی،

۶۷۲ یعنی ایسوں سے جنگ جائز نہیں۔ اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں سے لڑیں اور ان کے ساتھ صلح و سازگاری سے رہنا چاہیں اگرچہ وہ مسلمانوں کا بھی ساتھ کافروں کے مقابلہ میں نہ دیں، اُن سے جنگ و قتال جائز نہیں۔ ۶۷۳ اور ان کا یہ چاہنا مکر و خداع کی راہ سے ہے تاکہ اس سے کہ ان کا دل واقعی لڑائی سے بھر گیا اور وہ اخلاص کے ساتھ صلح و امن چاہتے ہیں۔ یہ وہ منافقین تھے جو اپنی عقیدۃً اسلام کی طرح اس صلح جوئی اور مصالحت پسندی میں بھی منافقت برت رہے تھے۔ سَتَجِدُوْنَ - میں س زیادہ تر تقبیل کے معنی میں بھی لیا گیا ہے اور استمرار کے معنی میں بھی۔ قیل السین للاشعار بان لا للاستقبال (کامل) ۶۷۴ (اور موقع پانے پر مسلمانوں سے لڑنے پر بلا تامل آمادہ ہو جاتے ہیں)

الفتنۃ سے مراد کفر و شرک یا فساد عقائد بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن سیاق کھلا ہوا اشارہ قتال مسلمین کی جانب کر رہا ہے فساد عقائد میں تو وہ پہلے ہی سے مبتلا تھے۔ اب موقع پا جائے پر مسلمانوں پر بھی ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ای کلما ساھم قومھم الی مال المسلمین (کبیر) اُرْكِسُوْا فِيْهَا یعنی اس میں اندھا دھند الٹ سیدھا گر پڑتے ہیں۔ یہ اُن کی شان کفر، بغض مسلمین کے اظہار کے لئے ہے۔ ھذا استعارۃ لشدۃ اصرارھم علی الکفر وحدۃ عداوۃ المسلمین (کبیر) گویا ان کے کفر اور بغض اور عداوت مسلمین کا اب عمل تو ست بھی بل جاتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ
اگر کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ، اس کے، وہ ضرور تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا، اس میں کوئی شبہ نہیں

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝ فَمَا لَكُمْ فِى
اور کون اللہ سے زیادہ سچی بات میں سچا ہے ۶۶۱ سو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقین

الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ
کے بارے میں دو گروہ ہو گئے ہو ۶۶۲ درآنحالیکہ اللہ نے اُن کے کرتوتوں کے باعث انہیں اُلٹا پھیر دیا ۶۶۳

اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ
کیا تم چاہتے ہو کہ انہیں راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کر رکھا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے ان کے

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ
لئے تو ہرگز راہ نہ پائے گا ۶۶۴ یہ لوگ دل سے چاہتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسے یہ لوگ کفر کر رہے ہیں

سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ
تاکہ تم (سب) برابر ہو جاؤ، سو تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بنانا حتٰی کہ وہ ہجرت کریں اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
سبیل اللہ ۶۶۵ اور اگر وہ روگردانی کریں تو انہیں پکڑو اور جہاں کہیں انہیں پاؤ انہیں

وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝
قتل کرو اور ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار نہ بناؤ ۶۶۶

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ
مگر ایسوں کے جو ان لوگوں سے جا ملتے ہیں جن کے اور تمہارے درمیان

۶۶۲ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے چھوٹے بڑے سارے ہی ارشادات سے متعلق قلب میں یقین محکم اور اذعان کامل قائم رہنا چاہیئے۔ اگر ریب و تذبذب ذرا بھی باقی رہ گیا تو عمل بلکہ عزم عمل میں بھی کمزوری رہ جائے گی۔ الی۔ یہ کبھی ف کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہاں تو اسی معنی میں ہے۔ الی بمعنی فی (جل) المراد لیجمعنکم فی الموت (کبیر) وینبو عن ضمیر یجمعکم فی الموت (ابو حیان) یہ بھی ہو سکتی ہے اور صحیح کی طرف بھی۔ فی الموطا فی الحجر (سجاوندی) معنی بہرصورت یہ ہیں کہ کوئی شبہ اس بیان کی حقیقت اور اس حرکی صداقت میں نہیں۔ لاشک فی حقیقۃ ما اقول لکونی واللہ واحد کذلک (ابن جریر) ۶۶۳ (اے مسلمانو) کہ تم میں سے بعض اُن کو اب بھی جن کہے جا رہے ہیں) یہ آیت کس گروہ منافقین کے باب میں ہے؟ روایتیں اس بارہ میں مختلف ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہ منافقین ہوں جو غزوۂ اُحد کے موقع پر عبداللہ بن اُبَی کی سیادت میں جنگ سے عمل ہی واپس چلے آئے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہ گروہ ہو جس نے مدینہ کی چراگاہ پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں، حوار دارالحرب کہ جو دارالہجرت مدینہ میں آئے۔ اپنا اسلام ظاہر کیا۔ مال تجارت لے کر مکہ گئے اور پھر واپس نہ آئے بہتر کروں میں مل جل کر رہیں۔ دارالحرب میں رہ پڑے اور سباق قرآنی کی رُو سے یہی قول سب سے زیادہ قوی ہے بہرحال وہ کوئی سے بھی ہوں، تھے منافقین ہی، جو مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف شرکت جنگ سے جی چُراتے تھے بلکہ اُن کے خلاف طرح طرح کی سازشوں اور منصوبوں میں لگے رہتے تھے۔ جیسا کہ قبل والے رکوع میں ذکر آچکا ہے۔ مکہ بعض دوار الاسلام کا قیام جو اس وقت عین علامت اسلام تھی، ترک کر کے دارالحرب میں کافروں سے جا ملے تھے۔ ۶۶۴ (اُن کے علاوہ کچھ کمزور مسلمان) کافر تو حقیقۃً وہ پہلے ہی سے تھے، اب اُن کی جماعتیں اتنی بڑھ گئیں کہ کلاً یہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے مقابل آگئے۔ بِمَا كَسَبُوْا۔ یہ اُن کا اکتسابی جرم عمل تھا کہ باوجود قدرت انہوں نے دارالاسلام کو چھوڑ دیا تھا ——— اس وقت حکماً ترک اقرار اسلام کی طرح یہی ایک علامت کھلی تھی من ارتداد هو وقومه بالمشرکین (عاکف) ۶۶۵ یعنی جب انہوں نے گمراہی کا قصد کر لیا تو اللہ کا قانون تکوینی یہ ہے کہ ہر عزم فعل پر فعل پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اور اسی قاعدہ کے مطابق مشیت تکوینی نے انہیں گمراہی میں ڈال دیا تو اب انہیں بحال کیوں کر سکتا ہے؟ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ۔ اللہ کی طرف اس اضلال (گمراہ کرنے) کی نسبت منافقین کے کفر اختیاری کے نتیجہ کے طور پر ہے۔ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ۔ یعنی کیا تم اُن کے قلوب میں زبردستی ایمان ڈال سکو گے جو سرے سے ارادہ ہی ایمان کا نہیں کرتے۔ ۶۶۶ یعنی ان کے مؤمن ہونے کا کیا کہہ رہے۔ ان کے طور طور کھ کر تو یہ حال ہے کہ اُلٹے وہ تمہی کو اپنے رنگ میں رنگ لیں اور اپنے میں جذب کر لیں کی دھن میں ہیں۔ ۶۶۷ (اور دارالحرب کو ترک کر کے دارالاسلام میں نہ آجائیں) اس وقت ہجرت بھی اسلام کے لئے اقرار شہادتین کی طرح لازمی تھی۔ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ۔ یعنی ان سے مسلمانوں کا سا برتاؤ مت رکھو کہ دوستی کے جواز کے لئے شرط ہے۔ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ قید بہت ضروری تھی۔ ورنہ یوں تجارت وغیرہ کی غرض سے تو کافر بھی دارالہجرت میں آسکتے تھے۔ دنیا کے قانون میں اسلام کا ثبوت اسی ظاہری چیزوں سے ملتا ہے رہی تصدیق قلب، سو وہ صرف عبداللہ ہے۔ بندوں کے وہ اس کی تفتیش نہیں۔ ۶۶۸ یعنی کسی حال میں کوئی علاقہ اُن سے محبت کا نہ رکھو۔ نہ حالتِ امن میں دوستی کا نہ حالتِ خوف میں استعانت کا۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ یعنی اگر یہ ہجرت اور اسلام سے رُوگردانی رکھیں اور دستور دارالحرب میں کافر ہی بنے رہیں۔ حتی الامکان والطاقۃ (ابن ہانی) حتی الامکان الظاہر والظہور (سجاوندی) وَاَثْخَنُوْهُ جُرْحًا وَّحَمَلُوْهُ۔ اس لئے کہ یہی شرکیں محاربین کے حکم میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو گا جو مشرکین محاربین کے ساتھ ہوتا ہے۔ کما کان حکم سائر المشرکین (مدارک) ۶۶۹ اور اُن کے بھی جا کر ہم عہد ہو جاتے ہیں تو گویا اس طرح تمہارے بھی حلیف ہو جاتے ہیں) حلیف کا حلیف بالواسطہ بھی ایسا ہی حلیف ہو جاتا ہے۔ اور اس سے مصالحت و امن حاصل ہو جاتا ہے۔ انہوں کے اخذ و قتل کا حکم نہیں۔ گویا سابق حکم ان کا گھر نہیں بلکہ مادۂ ضرر رسانی ہے۔

فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا
پڑا رہیگا اور اللہ اس پر غصہ ناک ہوگا اور اُس پر لعنت کریگا اور اُس کے لیے عذاب عظیم تیار

عَظِيْمًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ
رکھیگا اے ایمان والو جب تم سفر کرو اللہ کی راہ میں تو

اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ
کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کہے اُسے مت کہہ دیا کرو کہ

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ
تو مسلمان نہیں ہے تم دنیوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو اللہ کے پاس تو (اسے)

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ
کثیر مال غنیمت ہے اسے بھی تو پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر کرم کیا

عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝
تو (اب) تحقیق کر لیا کرو بیشک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھتا ہے

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي
مسلمانوں میں سے بلا عذر گھر بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال

الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں

اَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
ہو سکتے اللہ نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ میں

وللمحصنات ۵ ۲۰۹ النسآء ۴

فضّل اللّٰه المجٰهدين باموالهم وانفسهم على القٰعدين درجة ۭ وكلًّا وعد اللّٰه الحسنٰى ۭ وفضّل اللّٰه المجٰهدين على القٰعدين اجرًا عظيمًا ۝ درجٰتٍ منه ومغفرةً ورحمةً ۭ وكان اللّٰه غفورًا رحيمًا ۝ ان الذين توفّٰىهم الملٰٓئكة ظالمي انفسهم قالوا فيم كنتم ۭ قالوا كنّا مستضعفين في الارض ۭ قالوا الم تكن ارض اللّٰه واسعةً فتهاجروا فيها ۭ فاولٰٓئك مأوٰىهم جهنم ۭ وساءت مصيرًا ۝ الا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان لا يستطيعون حيلةً ولا يهتدون سبيلًا ۝ فاولٰٓئك عسى اللّٰه ان يعفو عنهم ۭ وكان اللّٰه عفوًا غفورًا ۝ ومن يهاجر في سبيل اللّٰه يجد في الارض مراغمًا كثيرًا وسعةً ۭ ومن يخرج من بيته مهاجرًا الى اللّٰه ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على اللّٰه ۭ وكان اللّٰه غفورًا رحيمًا ۝ واذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلٰوة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا ۭ ان الكٰفرين كانوا لكم عدوًّا مبينًا ۝ واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلٰوة فلتقم طآئفة منهم معك وليأخذوا اسلحتهم ۭ فاذا سجدوا فليكونوا من ورآئكم ۪ ولتأت طآئفة اخرٰى لم يصلّوا فليصلّوا معك وليأخذوا حذرهم واسلحتهم ۭ ودّ الذين كفروا لو تغفلون عن اسلحتكم وامتعتكم فيميلون عليكم ميلةً واحدةً ۭ ولا جناح عليكم ان كان بكم اذًى من مطرٍ او كنتم مرضٰٓى ان تضعوا اسلحتكم ۚ وخذوا حذركم ۭ ان اللّٰه اعدّ للكٰفرين عذابًا مهينًا ۝ فاذا قضيتم الصلٰوة فاذكروا اللّٰه قيامًا وقعودًا وعلٰى جنوبكم ۚ فاذا اطمأننتم فاقيموا الصلٰوة ۚ ان الصلٰوة كانت على المؤمنين كتٰبًا موقوتًا ۝ ولا تهنوا في ابتغآء القوم ۭ ان تكونوا تألمون فانهم يألمون كما تألمون ۚ وترجون من اللّٰه ما لا يرجون ۭ وكان اللّٰه عليمًا حكيمًا ۝ انآ انزلنآ اليك الكتٰب بالحق لتحكم بين الناس بما اريك اللّٰه ۭ ولا تكن للخآئنين خصيمًا ۝ واستغفر اللّٰه ۭ ان اللّٰه كان غفورًا رحيمًا ۝ ولا تجادل عن الذين يختانون انفسهم ۭ ان اللّٰه لا يحب من كان خوّانًا اثيمًا ۝ يستخفون من الناس ولا يستخفون من اللّٰه وهو معهم اذ يبيتون ما لا يرضٰى من القول ۭ وكان اللّٰه بما يعملون محيطًا ۝ هٰٓانتم هٰٓؤلآء جٰدلتم عنهم في الحيٰوة الدنيا ۣ فمن يجادل اللّٰه عنهم يوم القيٰمة ام من يكون عليهم وكيلًا ۝ ومن يعمل سوٓءًا او يظلم نفسه ثم يستغفر اللّٰه يجد اللّٰه غفورًا رحيمًا ۝ ومن يكسب اثمًا فانما يكسبه على نفسه ۭ وكان اللّٰه عليمًا حكيمًا ۝ ومن يكسب خطيٓـئةً او اثمًا ثم يرم به بريٓـئًا فقد احتمل بهتانًا واثمًا مبينًا ۝ ولولا فضل اللّٰه عليك ورحمته لهمّت طآئفة منهم ان يضلّوك ۭ وما يضلّون الا انفسهم وما يضرونك من شيءٍ ۭ وانزل اللّٰه عليك الكتٰب والحكمة وعلّمك ما لم تكن تعلم ۭ وكان فضل اللّٰه عليك عظيمًا ۝ لا خير في كثيرٍ من نجوٰىهم الا من امر بصدقةٍ او معروفٍ او اصلاحٍ بين الناس ۭ ومن يفعل ذٰلك ابتغآء مرضات اللّٰه فسوف نؤتيه اجرًا عظيمًا ۝ ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبيّن له الهدٰى ويتّبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولّٰى ونصله جهنم ۭ وساءت مصيرًا ۝ ان اللّٰه لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذٰلك لمن يشآء ۭ ومن يشرك باللّٰه فقد ضلّ ضلٰلًا بعيدًا ۝ ان يدعون من دونه الا اناثًا ۚ وان يدعون الا شيطٰنًا مريدًا ۝ لعنه اللّٰه ۘ وقال لاتخذن من عبادك نصيبًا مفروضًا ۝ ولاضلنهم ولامنينهم ولاٰمرنهم فليبتكن اٰذان الانعٰم ولاٰمرنهم فليغيرن خلق اللّٰه ۭ ومن يتخذ الشيطٰن وليًّا من دون اللّٰه فقد خسر خسرانًا مبينًا ۝ يعدهم ويمنّيهم ۭ وما يعدهم الشيطٰن الا غرورًا ۝ اولٰٓئك مأوٰىهم جهنم ۭ ولا يجدون عنها محيصًا ۝ والذين اٰمنوا وعملوا الصلحٰت سندخلهم جنّٰتٍ تجري من تحتها الانهٰر خٰلدين فيها ابدًا ۭ وعد اللّٰه حقًّا ۭ ومن اصدق من اللّٰه قيلًا ۝ ليس بأمانيكم ولا اماني اهل الكتٰب ۭ من يعمل سوٓءًا يجز به ۙ ولا يجد له من دون اللّٰه وليًّا ولا نصيرًا ۝ ومن يعمل من الصلحٰت من ذكرٍ او انثٰى وهو مؤمن فاولٰٓئك يدخلون الجنة ولا يظلمون نقيرًا ۝ ومن احسن دينًا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة ابرٰهيم حنيفًا ۭ واتخذ اللّٰه ابرٰهيم خليلًا ۝ ولله ما في السمٰوٰت وما في الارض ۭ وكان اللّٰه بكل شيءٍ محيطًا ۝ ويستفتونك في النسآء ۭ قل اللّٰه يفتيكم فيهن ۙ وما يتلٰى عليكم في الكتٰب في يتٰمى النسآء اللّٰتي لا تؤتونهن ما كتب لهن وترغبون ان تنكحوهن والمستضعفين من الولدان ۙ وان تقوموا لليتٰمى بالقسط ۭ وما تفعلوا من خيرٍ فان اللّٰه كان به عليمًا ۝ وان امرأة خافت من بعلها نشوزًا او اعراضًا فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحًا ۭ والصلح خير ۭ واحضرت الانفس الشح ۭ وان تحسنوا وتتقوا فان اللّٰه كان بما تعملون خبيرًا ۝ ولن تستطيعوٓا ان تعدلوا بين النسآء ولو حرصتم فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة ۭ وان تصلحوا وتتقوا فان اللّٰه كان غفورًا رحيمًا ۝ وان يتفرقا يغن اللّٰه كلًّا من سعته ۭ وكان اللّٰه واسعًا حكيمًا ۝ ولله ما في السمٰوٰت وما في الارض ۭ ولقد وصّينا الذين اوتوا الكتٰب من قبلكم وايّاكم ان اتقوا اللّٰه ۭ وان تكفروا فان لله ما في السمٰوٰت وما في الارض ۭ وكان اللّٰه غنيًّا حميدًا ۝ ولله ما في السمٰوٰت وما في الارض ۭ وكفٰى باللّٰه وكيلًا ۝ ان يشأ يذهبكم ايها الناس ويأت بآخرين ۭ وكان اللّٰه على ذٰلك قديرًا ۝ من كان يريد ثواب الدنيا فعند اللّٰه ثواب الدنيا والاٰخرة ۭ وكان اللّٰه سميعًا بصيرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۚ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۠ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۡ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْۗءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْۗءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰۗىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۚ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰي مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

---

۶۸۳ اسکی اتنی سخت وعیدیں بکر کر بھی تبرک کے اور کسی حرام کی قرآن مجید میں وارد نہیں اور اسی لئے قتل عمد اس اعتبار سے کہ نزدیک مالا لفاق اکفر الکبائر ہے اور ۔ ڈرنے اور لرز جانے کی جگہ ہے مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۔ قتل عمد کی موصوف اور سزا ۔ است صورتیں ہیں وہ تو ہیں ہی لیکن عمد میں کہ اس وعید کے تحت میں قتل مسلم کی وہ ساری صورتیں بھی آجاتیں جو کسی عبرتی عرفی قانون کے مطابق اور کسی کو ذاء آئین ونظام کے تحت کی حالی ہیں متلاً کسی کا فر مقتول کی فوج ما یا پولیس میں داخل ہو کر اس حکومت کے ماعی اور مجرم مسلمان پر گولی چلا دینا یا کسی عدالت اسلامی عدالت کی کرسی پر مسند نشیٹ یا جج کی حیثیت سے بیٹھ کر کسی مسلمان کو سزائے موت کا حکم سنا دینا وغیرہ ۔ مُتَعَمِّدًا ۔ تعمد کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک ۔ کہ مقتول کے ایمان ہی کی سابر اُسے قتل کیا جائے ۔ یہ صورت تو صاف کھلی ہوئی ہے ۔ دوسری یہ کہ قتل مسلم کو جائز سمجھ کر ۔ یہ صورت بھی کھلی ہوئی ہے ۔ مصداق ہے جو اور ہو کفر ولا صاحبہ (درمنثور) فَجَزَآؤُهٗ اگلے سزا ایسے قاتل کی مذکور ہو رہی ہے جو اس قتل کو جائز سمجھے مالا تو بہ رہا ہے ۔ والمعھود ھٰھنا ان یکون مستحلا لہ (ابوحیان) پھر یہ سزا مقرر ہوتی ہے لیکن ۔ حامہ کی رائے تھری پر ہوگا کہ اس حد کے اندر حتی سزا مناسب سمجھے دے ۔ مصداق ھو جزاؤہ اور ھو کفر او صلہ ۔ مصداق لقصلہ ان جازاہ ۔ ترک ۔ جمہور اس سب کا مدعا ہے کہ قاتل اگر مسلم ہے تو اسکی توبہ بھی مالا تو صول ہو جائیگی اور حقوق العباد کی سزا صرف قاتل کے ماروں اور ترکوں کے لئے رہ جائے گی ۔ اس عقیدہ کے دلائل کتاب و سنت کے عمومات اور عقائد کی کتابوں میں اپنی جگہ مبسوط درج ملیں گے ۔ ۶۸۴ (ہر امر کی اور خصوصاً قتل کے بارے میں) مسلمانوں کو ہدایت ہو رہی ہے کہ تحقیق وتبصر سے ماہر جہاد میں ہو تو لا حوب جہاں میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے ۔ سوچ بچار لو ۔ ایسا نہ ہو کہ کافر کے حال میں کسی کلمہ گو کو قتل کر ڈالو ۔ ممھدا حی تتبینوا لکی لا تقتلوا من الکافر ابی عباس (المقصود من ھذہ الآیۃ المبالغۃ فی تحریم قتل المومن اکبیر) یہ تحقیق واحتیاط سفر وحضر ہر حال میں واجب ہے ۔ سفر جہاد کی قید آیت میں صرف اس لئے ہے کہ نزول آیت قتل ایسا واقعہ اتفاقی سے سفر جہاد ہی میں پیش آیا تھا ۔ والتعبیر ای التفت فی الفعل ۴ ۱۲ حصل وسعرا لاحلاف ھذہ دائما حص السفر بالذکر لان الجاھد ۔ التی مھا ولت الآیۃ وقعت فی السفر (قرطبی) احادیث سوی میں ہے کہ ماہ میں بار بار آتے ہیں کہ ایک کافر کو قتل ہو جانا اللہ کے ہاں سرکاروں کے رہ پیچ جانے سے ۔ فکر ساری دنیا کے تباہ ہو جانے سے شدید تر ہے ۔ فان اعظم الف کافر اھون عند اللہ من قتل مسلم قتل مسلم اعرفی مسلم (صادی) وفی الحدیث زوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل مسلم (ترمذی) کتاب فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اسی راہ جہاد میں ہے فی سبیل اللہ والجہاد اس حالی ۶۸۵ مسلمانوں کے طریقہ پر یا اور کسی ایسی ہی علامت سے ۔ اپنے اسلام کا اظہار کر رہا ہو) ۶۸۶ ملکہ محض حال بچانے کو اظہار اسلام کر رہا ہے) مقصد یہ ہے کہ قتل سے دستکشی اُس شخص کے محض اظہار اسلام سے واجب ہو جاتی ہے ۔ اسکے باطن کی تفتیش مگر ہمارے ذمہ نہیں ۔ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ حال وحال کو ضبوط کر دینے والی ہے مسلم کا حکم تبدیل ہے ۔ کافر غیر عاہد بھی اگر اسے پڑھ دیگا تو مسلم کیلئے اُس پر تلوار اٹھانا حرام ہو جائیگی) المسلم اذا قال الکافر ولا عہد لہ حاربہ قتلہ فان حال لا الہ الا اللہ قتلہ لم یحرم قتلہ لانہ بعد اعتصم بعصام الاسلام فالمسلم من دمہ وما لہ واھلہ (قرطبی) آیت کے بعض فقروں سے استدلال کیا گیا ہے کہ ایمان محض قول کا نام ہے تحقیق کا قول ہے کہ ایمان بخط اقرار لسانی کا نام ہیں اور ماں سے اقرار تمام نقص بھی کرتے ہے بلکہ ایمان کی حقیقت میں تصدیق قلب بھی شامل ہے التہ سدوں کے پاس علم کا کوئی ذریعہ بجز اظہار قول کے نہیں ۔ استدل بھذہ الآیۃ من قال ان الایمان ھو القول ولیس فی ذلک ان الایمان ھو القول فقط لانہ تعالیٰ انما نھی المنافقین کانوا یقولون ھذا القول ولیس ولا یعتقدون ذلک فدل ان الایمان غیر القول ولکن لیس للعبد طریق الیہ الا سماعہ منہ فقط (قرطبی) ۶۸۷ یعنی اگر مال غنیمت کی طمع نہیں ۔ تم مدعی اسلام کے قتل میں جلد بازی اور بے احتیاطی کی طرف مائل ہو رہے ہو تو یاد رکھو کہ مال اور مال غنیمت کا سرچشمہ بھی تو اللہ ہی ہے ۔ تمہارے پاس کونسی چیز ہے جو اس کے ہاں نہیں ۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے اسی کا دیا ہوا ہے ۔ تمہارے اسلام کو بھی اسی نے تمہارے دل میں جگہ دی ہے ۔ تمہارے اسلام کو بھی اسی نے قبول کیا ہے ۔ تمہارے اسلام کو بھی اسی نے ترقی دی ہے ۔ تمہارے اسلام کو بھی اسی نے کامیابی عطا فرمائی ہے ۔ تمہارے اسلام کو بھی اسی نے دشمنوں پر غلبہ دیا ہے ۔ تمہارے اسلام کو بھی اسی

جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ
ع ۱۲ ۹

تمہارے لئے ان کے خلاف ہم نے تم کو صاف حجت دے رکھی ہے ﴿۹۱﴾ اور کسی مومن کے شایاں نہیں کہ وہ

اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا

کسی مومن کو قتل کرے مگر اس کے کہ غلطی سے ویسا ہو جائے ۚ اور جو کوئی کسی مومن کو غلطی سے قتل کر ڈالے

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ

تو ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا اور خوں بہا دینا جو اس کے وارثوں کے حوالے کیا جائے بجز

اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ

اس کے کہ وہ لوگ (خود ہی اسے صاف کر دیں) ۔ تو اگر وہ ایسی قوم میں ہو جو تمہاری دشمن ہے (مگر) اسکا مکان وہ مدت

مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

تو (صرف) مومن کا آزاد کرنا (واجب) ہے ﴿۹۲﴾ اور اگر ایسی قوم سے ہو

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ

تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے ۔ تو خوں بہا واجب ہے جو انکے عزیزوں کے حوالے کیا جائے اور

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا (بھی) ﴿۹۲﴾ پھر جس کو یہ میسر نہ ہو اس پر دو مہینے کے لگاتار روزے

مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

(کفارہ میں) ہیں ۔ یہ تو اللہ کی طرف سے (اس کے گناہ کی) توبہ ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے بڑا حکمت والا ہے ﴿۹۲﴾

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا

اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ

معارف

فقہاء نے قتل خطا کی دو مثلی قسمیں کی ہیں ۔ ایک یہ کہ غلطی قصد و عمل میں ہو جیسے مثلاً دور سے آدمی کو شکار کا جانور سمجھ لیا یا آدمی ہوتا تو یہ سمجھا کہ موس کے اور کا حرمی کا دھوکا ہوا ۔ دوسرے یہ کہ غلطی نفس عمل میں ہو گئی ۔ مثلاً نشانہ لگایا جانور کے گر پڑا گیا آدمی کے اوپر ۔ ﴿۹۷﴾ (۲) مقتول کے شرعی وارثوں کے درمیان ۔ قدر اس کے حصہ میراث کے تقسیم ہوگا) اگر کوئی وارث نہ ہو تو اس کا قائم مقام بیت المال قرار پائیگا ۔ ﴿۹۲﴾ اس پر حاشیہ پہلے گزر چکا ہے ۔ دیت کی مقدار سو اونٹ ہے یا امام ابو حنیفہؒ کے اس پر فیصلہ کہ ایک ہزار دینار شرعی یا دس ہزار درہم شرعی ٹھہرادی ہے لیکن جس طرح عراق و شام و سام کے حالات عرب سے مختلف ہیں اسی طرح ہر دو ستان یعنی کے حالات خود ان ملکوں سے مختلف ہیں ۔ اس لیے دیت کی مقدار کو ہر ملک کے عرف کے ماتحت قاضی کے اختیار پر چھوڑ دیا جائے مگر ترجیح یہ ہے کہ قاضی شرعی مقدار سے کم و بیش نہ کرے ۔ البتہ مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ خوشامانہ کل معاف کر دیں یا کم کر دیں ۔

دَفْعَةٌ مُّخَوِّفَةٌ ۔ اس کے تحت میں ہر طرح علام ہے ، کبیر بھی شامل ہے ۔ ﴿۹۷﴾ (خواہ کل ، خواہ کوئی حر) اَنْ يَّصَّدَّقُوْا خوں بہا کی معافی کو لفظ تصدق سے تعبیر کرنے میں خود اشارہ اس طرف ہوگیا کہ اصل یہی ہے ۔ فهي المعوضة اصدق حقاً طه وسيلها على فصله (بیضاوی) ﴿۹۹﴾ (اور دیت اس موقع کے لئے ہیں) ظاہر ہے کہ مقتول حب کافروں کے درمیان رہتا تھا تو اس کی دیت بھی کافروں ہی کے ہاتھ میں جائے گی ۔ اور کافر کے لئے مسلم کی میراث ممنوع ہے ۔ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔ یعنی مقتول تھا تو مومن لیکن کسی سبب سے حربی کافروں کے درمیان رہ رہا تھا ۔ عَدُوٌّ لفظاً واحد ہے لیکن معنیً یہاں جمع ہے ، اعداء کے مرادف ۔ مومن اگر دار الحرب ہی میں رہ گیا اور ہجرت کر کے دار الاسلام میں نہیں آیا تو اس کی جان تو بہرحال اس کے اسلام کی سایہ محفوظ سمجھی جائیگی اور اس کے لئے کفارہ دسیا پڑے گا لیکن دیت کا تعلق اس کے اموال سے نہیں بلکہ اس کے مقام سے ہے اور وہ دار الاسلام ہے نہیں اس لئے یہ واجب نہ آئے گی ۔ سقط الدية لوجهين احدهما ان اولياء القتل كفار فلا يعود اليهم ان يدفع اليهم يتقوّون بها قاتلوا (قرطبی) ﴿۹۸﴾ (صلح کا نامہ مکا) ۔ یہاں حکم اس صورت کا بیان ہو رہا ہے کہ مقتول غیر مسلم ہے لیکن ایسی قوم کا فرد ہے جو مسلمانوں سے معاہدۂ صلح و اتحاد کئے ہوئے یا حقیقتاً امن ہے ۔ هو اهل الذمة من اهل الكتاب كبير من اهل الصاغية او من اهل المعاهدين من الكفار كبير من العرب هذا في الذمي والمعاهد يقتل خطأ فتجب الدية والكفارة قاله اس عباس والشعبي والحسن والنخعي واحتجوا بقراءة ابن مسعود (قرطبی) ﴿۹۸﴾ گویا کفارہ اور دیت کے لحاظ سے ذمی اور معاہد کافر بھی ایک مسلم کے برابر ہی حق رکھتا ہے ۔ وان كان من قوم لعنة معاهدين او اهل الذمة فحكمه حكم المسلمين في وجوب الكفارة والدية (بیضاوی) ان كان المقتول ذميا فحكمه كحكم المسلم وهذه دليل على ان دية الذمي كدية المسلم (ابن عربی) عَدُوٌّ لَّكُمْ اِلٰٓى اَهْلِهٖ ۔ یعنی اس کافر کا بھی خون بہا اس کے کافروں کو دیا جائے گا ۔ ﴿۹۸﴾ بس ایسے علیم کل اور حکیم مطلق کے قانون میں کسی ترمیم کسی تسبیح کی گنجائش کسی مدہ کو نہیں) تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ لفظ توبہ بہت اہم اور بلیغ ہے ، مدامت ، ترسساری ، اصلاح کے سارے پہلو اس کے اندر آگئے ۔ من الله میں اسکی تاکید و تصریح ہے کہ کفارہ اور دیت کے یہ طریقے اللہ کی طرف سے مشروع ہیں کسی مدہ کی طرف سے نہیں فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ ۔ یعنی جس کو مادی یا علام کی استطاعت ہی نہ ہو ۔ اور ضرورت اس وقت بہدوستان میں تمام تر عائد ہے حکم شرعی کیسر اور علام کا وجود ہی نہیں ۔ صِيَامُ شَهْرَيْنِ تقدیر کلام یوں ہے ۔ فعليه صيام شهرين (قرطبی) مُتَتَابِعَيْنِ ۔ ان دو مہینوں میں اگر ایک دن کا بھی ناغہ ہو عذر شرعی ہو جائے گا ، تو پھر سے ان دو مہینوں کا شمار پورا کرنا ہوگا ۔ حتى لو افطر يوما استأنف هذا قول العلماء (قرطبی)

عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۹۹ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ
اور اللہ تو ہے ہی بڑا معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا ۶۹۹ اور جو کوئی اللہ کی راہ میں
سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَ
ہجرت کرے گا وہ زمین پر جائے کی بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور
مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ
جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اُس کے رسُول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے اور اسے
يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
پھر موت آئے اُسے تو اس کا اجر یقیناً اللہ کے ذمہ ثابت ہوا اور اللہ تو ہے ہی
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۰ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ
بڑا بخشنے والا، بڑا مہربان ۱۰۰ اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس بات میں کوئی
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ
مضائقہ نہیں کہ تم کمار میں کمی کر دیا کرو اگر تمہیں اندیشہ ہو
اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا
کہ کافر لوگ تمہیں ستائیں گے تو بے شک کافر تو تمہارے کھلے ہوئے دشمن
مُّبِيْنًا ۝۱۰۱ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ
ہی ہیں ۱۰۱ اور جب آپ اُن کے درمیان ہوں اور اُن کے لئے نماز قائم کریں
فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۖ
تو چاہیے کہ ان میں کا ایک گروہ آپکے ساتھ کھڑا ہو جائے اور وہ لوگ اپنے ہتھیار
لے رہیں ۱۰۲

مدرک

اظہار کر سکے گا بعض اہل لطائف کہا کہ مراغم اور سعۃ دو الگ الگ لفظ لانے میں اشارہ یہ ہے کہ اس دنیا میں اظہار دین کی جگہیں مل جائینگی اور آخرت میں فراخ اور وسیع مسکنیں ملیں گی۔ ۱۰۰ (قبل اس کے کہ وہ اپنی منزل مقصود یا ہجرت گاہ تک پہنچ سکے۔ اور اسلئے گویا ظاہر ناکام رہے) فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ ہر ایسی مجبوری جو انسان کو عاجز و بے بس کر دے ہجرت ہی کے حکم میں داخل ہے۔ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ یعنی ایسے مقام کی طرف چلے جہاں اللہ اور اس کے رسُول کے دین کا اظہار کر سکے۔ (مالی حیث امر اللہ ورسولہ مدارک) محققین نے لکھا ہے کہ ہر ایسا سفر جو رضاء الٰہی کے لئے ہو مثلاً سفر حج، یا طلب علم دین کے لئے سفر، ہاجر کے لفظ سے سفر ہجرت کے حکم میں داخل ہے۔

قالوا کل ھجرۃ لطلب العلم او حج او جھاد او قرار الی بلد یزداد فیہ طاعۃ او صاحۃ او ھدًا او اتعتد رق طیب فھی ھجرۃ الی اللہ ورسولہ (مدارک) ۱۰۲ (تو اس کے لئے کیا شکل ہے کہ وہ اس ناکامی پر بھی پورا (ہی اجر دیدے جو کامیابی پر موعود تھا) ھذا یدل علی ان من حرم متوجھا لعمل تبع من القرب ان اللہ یعاریہ بقد رنیتہ وسعیہ بل افتلم دودہ (حصاص) ۱۰۳ یہ آخر کا فقرہ جسکا تابع علیہ الاسلام کا عمل اس پر گواہ ہے اور سارے اہل علم حج کو خوارج کے اس زعم متعین ہیں، بطور شرط کے سمجھ کر صرف اسی حالت میں نماز قصر کی جائے بلکہ اس فقرہ میں بروں آسکے وقت کی صرف حالت واقعی کا بیان ہے ورنہ قصر صلوٰۃ کا حکم ہر سفر کے لئے عام ہے۔ والحوف شرط حواز القصر عند الحوارج وبعض اھل المص وعند الجمھور لیس بشرط (مدارک)، والذی علیہ الائمۃ ان القصر المسروع فی الامن ایضا وقد نطاھرت الاحادیث علی ھذا (روح)

اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ۔ سفر شرعی کی مسافت تین مرحل کی قرار دیا ہے اور مرحل کا اندازہ فقہاء نے ۲۰ میل کا کیا ہے لیکن یہ سب اندازے اور تخمینے ہی ہیں۔ رسُول اللہ صلعم سے اس سے بہت کم فاصلہ پر بھی قصر نماز ثابت ہے۔ جمہور فقہاء کا قول ہے کہ سفر جس حائز غرض، مقصد سے بھی ہو، شرعی سفر کے حکم میں داخل ہے۔ الجمھور علی حواز القصر فی السفر المباح کالتجارۃ ونحوھا (قرطبی) لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔ یعنی باوی النظر میں رکعات نماز میں کمی کر دینا ایک گناہ کی تعبیر معلوم ہوتی ہے اور وسوسہ تمہیں بھی گناہ کا صدور سجھا ہے لیکن اطمینان رکھو کہ اس میں مضائقہ نہیں۔ اللہ کی طرف سے یہ جائز کیا جا رہا ہے۔ اَلصَّلٰوة (نماز) سے مُراد صلوٰۃ مکتوب یا نماز فرض ہے۔ حنفیہ کے ہاں سفر میں نماز قصر مستحب ہی نہیں واجب ہے۔ علما القصر عزیمۃ عند رخصۃ ولا یجوز الکمال (مدارک) روی عن عائشۃ رضی اللہ عنھا انہ فرض اللہ الصلوٰۃ فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین فالزیادۃ علیھا لیست من الدین (قرطبی) اور پھر چار رکعتوں والی تینوں نمازوں میں ہوتا ہے۔ ظہر، عصر، عشا میں فرض کی دو دو رکعتیں رہ جاتی ہیں۔ مسائل قصر کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملیں گی۔ فِي الْاَرْضِ سے مُراد یہیں کہ سفر صرف خشکی ہی میں ہو۔ ارض کا لفظ بر و بحر کے لئے عام و مشترک ہے اور مقصد یہ ہے کہ کوئی سا بھی سفر ہو۔ المراد من الارض ما یشمل البر والبحر والمقصود التعمیم ای اذا سافرتم فی ای مکان (سافرتم من بر او بحر (مدارک) ۱۰۴ یعنی حالت نماز میں بھی مسلح رہیں۔ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ۔ صیغہ واحد خطاب ہے خص رسول اللہ ہی مُراد نہیں۔ آپ ہوں یا آپ کا کوئی قائم مقام۔ قال الائمۃ مواب عن رسول اللہ صلعم فی کل عصر (مدارک) ھذہ الایۃ خطاب للنبی صلعم وھو یتناول الامراء الی یوم القیامۃ فھذا قول کافۃ العلماء (قرطبی)

فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ۔ یعنی جب وقت نماز آجائے پر آپ میدان جنگ میں امامت نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں اور امدیتہ ہو کہ دشمن موقع پا کر حملہ کر دیگا۔ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ۔ یعنی ایسے موقع پر چاہئے کہ سپاہ کے دو گروہ ہو جائیں کچھ لوگ تو نماز شروع کر دیں اور کچھ لوگ نگہبانی کے لئے دشمن کے مقابل کھڑے ہو جائیں۔ یہ سب بیان صلوٰۃ الخوف کا ہو رہا ہے پوری تفصیلات کے لئے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ

فضیلت دے رکھی ہے اور سبھی کو وہ تو اللہ نے بھلائی کا ہی وعدہ سنا دیا ہے سے کہ رکھا ہے ۱۱۱ اور

اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ

اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑے ثواب کے لحاظ سے بڑی فضیلت دے رکھی ہے ۱۱۲ یعنی اللہ کی

مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ

طرف سے بڑے بڑے درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ ہے ہی بڑا بخشش والا، بڑا رحم والا ۱۱۳ بیشک

الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ

ان لوگوں کی جان جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے جب فرشتے قبض کرتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ تم کس

كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ

کام میں تھے وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اس ملک میں بے بس تھے ۱۱۴ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی

تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ

زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے ؟ تو یہی لوگ ہیں جن کا

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ

ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے ۱۱۵ مگر ان لوگوں کے جو

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً

مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے کمزور ہوں (کہ) کوئی تدبیر بھی کر

وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۙ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ

سکتے ہوں اور نہ کوئی راہ پاتے ہوں ۱۱۶ تو یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے گا

۱۳ ع ۱۰

علی القعدین درجۃ وکلا وعد اللہ الحسنی وفضل اللہ المجاہدین علی القعدین اجرا عظیما ۹۵ درجت منہ ومغفرۃ ورحمۃ وکان اللہ غفورا رحیما ۹۶ ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا ۹۷ الا المستضعفین من الرجال والنسآء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ۹۸ فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو

ماوں

خود بھی جوکھے جان و مال کو مسلمانوں سے بچائے ہوئے تھے، وہ کلمۂ اسلام کے تلفظ ہی کی بنا پر تو تھا اور آسانی سے عند اللہ ان کا کفر باطل ظاہر تھا۔ اور رسول اللہ پر بھی اکثر صورتوں میں روشن ہو گیا تھا۔ وقد کان المسلمون یعصمونہ دمائھم واموالھم بالھذہ الکلمۃ مع علم اللہ تعالیٰ بالمقاصد (مع علو اللہ والسبی صلعم بمافی کثیر صحاح صحاص) ۶۹۱ (اللہ کے ان وعدہ اور ترجیح میں) اُولِی الضرر کے بعطی معنی تو ہوتے ہیں کہ کوئی دکھ والے بیکس یہاں ضرر مرض سے کہیں زیادہ وسیع معنی میں ہے اور قسم کے عذر و موانع کو شامل ہے اور اہل الضرر اہل العذر کے مرادو ہے۔ مال العلماء اھل الضرر ھم اھل الاعذار (زجاج) الضرر المقصل سواء کان فی الدین او فی الجسم او المال او کان فیہ عدم الاھبۃ (کبیر) ۶۹۲ اَلْقَاعِدُوْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ۔ کی تقدیر کلام یوں ہے۔ القاعدون الذین لا ضرر لھم (زجاج) مطلب صاف ہے۔ اللہ کی راہ میں جان مال سے جہاد کرنے والے اور بلا عذر گھر میں بیٹھ رہنے والے اللہ کے ہاں فضیلت و مقبولیت میں برابر نہیں ہو سکتے۔ یہیں سے یہ مطلب بھی صاف ہو گیا کہ جہاد فرض ہیں ہیں، فرض کفایہ ہے۔ اگر فرض عین ہوتا یعنی ہر ہر فرد پر فرض ہوتا تو اُن بیٹھ رہنے والوں اور نہ شریک ہونے والوں پر بےشبہ عتاب و وعید کے الفاظ وارد ہوتے رہتے۔ وھذہ دلالۃ علیٰ ان الجھاد لیس بفرض عین بل ھو فرض کفایہ۔ (ابوبکر جصاص) وھذا دلیل علیٰ ان فرض الجھاد قبل الکفایۃ ولیس علی کل احد بعینہ (صاص) وقد تشبث بہ الشیعہ نے آسی سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی افضلیت حضرت ابوبکرؓ پر ثابت ہو رہی ہے اسلئے کہ حضرت علیؓ نے جہاد و قتال حضرت ابوبکرؓ سے کہیں زیادہ کیا ہے اور اس کو آیت میں موافضیلت قرار دیا گیا ہے۔ استدلال باطل ہے۔ اگر مطلق قتل کفار ہی معیار فضیلت ہوتا تو قول امام رازی حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلعم سے بھی افضل و اشرف ہوتے۔ حالانکہ اس کے قائل شیعہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ افضلیت کلی کے لیے اور بھی متعدد امور بیشمار تبلیغ دین میں مصروفیت، اقامت احکام و استحکام ملت من مستعولیت وغیرہا۔ اور ان سائے امور میں حضرت صدیق علیہ السلام ایسے آقا و سردار کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ حضرت صدیق مالی فیاض جیسے جلیل القدر صحابی بڑی تعداد میں آپ ہی کی سعی و تبلیغ سے ایمان لائے۔ اور پھر یہی ہوا کہ حضرت علیؓ کے مجاہدانہ جوہر مدینہ میں آکر چمکے۔ جب اسلام کو یک گونہ علمداری ہو چکا تھا۔ رجال اسکے اگو کر صدیق نے دین کی گرا سما خدمتیں اُس وقت انجام دیا شروع کر دی تھیں جب ملت غایت ضعف و پستی میں تھی اور اُمت ہر طرف سے نرغۂ اعداء میں محصور ادکبیر ۶۹۳ (مجاہدین سوا اسکے جہاد کی سایہ اور عاقدین سے اسکے دوسرے اعمال حسنہ کی سایہ) کُلًّا (بھی مجاہدین اور عاقدین دونوں سے) ای کل فریق من العاقدین والمجاھدین (زجاج) اَلْحُسْنٰى۔ یعنی حسنہ اور آخرت کی نعمتیں۔ المثوبۃ الحسنی و ھی الجنۃ (سعدی) الحسنہ والجزاء الجزیل (ابن کثیر) المجاھدین والقاعدین۔ دونوں لفظوں میں جہاد اور قعود کے عموم معنوم کو بیش نظر رکھنا چاہیئے۔ سال بقیناً میدانِ جہاد میں جانے والوں اور میدانِ جنگ سے جانے والوں کا ہی لیکن لفظ جہاد کو قتال کے معنی میں مخصوص و محدود کر دینا صحیح نہیں۔ مکہ مکرمہ دس کی ہجرت و کفر اسکے امدِ آمائی ہو (جسکی ایک فرد یقیناً قتال بھی ہے) بلا مقصود بالعبادۃ شیعی کے حسب میں ہر امر ترتیب میں سُستی آجاتی ہے اور اسی کی ایک اہم فرد قتال سے جی چرانا بھی ہی گویا فضیلت دین کے ہر کام کرنے والے کو۔ کرنے والے پر حاصل ہو۔ اور اس سے بڑھ مرث گیا کہ ترک قتال کا ایک ایک سیاہی ہر غیر معاقل سے افضل ہے جو وہ غیر مقاتل کسی بایہ و منہ کا محدث بمعتزلہ، مجسمہ، وھوی و مرجی حادم (بن ہو۔ ۶۹۴ اہل طاقت کے حسابی یہ نکتہ کھا ہے کہ المجاھدون ماموالھم وانفسھم (جان مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اُوپر آجیگا ہے۔ اسمان و کر مطلق مجاھدین کا تعرضی قدر کے ہے۔ اس سے مُراد وہ لوگ ہیں جو اپنی روزگی کا شرع تمام تر غیر اللہ سے اللہ کی طرف پھیر لیں اور یہ مجاہدات صوفیہ کا اعلیٰ مقام ہے۔ وحب ان یکون المراد بہ من کان مجاھدا اھل الاطلاق فی کل الامور وھو اسرف انواع المجاھدۃ وحاصل ھذا الجھاد صرف القلب من الالتفات الی ما یدا للہ الی الاستعراق فی طاعۃ اللہ (کبیر) ۶۹۴ جیسا کہ شانِ عبور یت کے تقاضہ سے وہ ان کا ہر عذر قبول کر لیگا اور شانِ رحیمیت کے تقاضہ سے اسمیں اجر عظیم عنایت کریگا۔ ۶۹۵ یعنی دار الکفر دار الحرب میں، کہ کریوں کے کی کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ ہجرت کو۔ چلے، یہ تعریض ہے اُن کے ہجرت کرنے پر اور دار الحرب میں رہنے پر بقائم دراصی ہو جانے پر۔ التوبیخ بما ھو لہ ولکنہ نوافی متن من الذم حیث ذم دوا علی المھاجرۃ ولم یھاجروا (کبیر) وہ لوگ تھے جو کہتے تھے رسول اللہ صلعم کے ساتھ اقرار اسلام کر چکے تھے لیکن جب ہجرت فرض ہوئی تو مسلمانوں کے ساتھ نہ آئے بلکہ یہیں مشرکین کا ساتھ دیتے رہے یہاں تک کہ بدر میں مارے گئے المراد بالمسلمہ من اھل مکۃ کانوا عاھدوا واسلموا واظھروا للنبی صلعم الایمان بہ فلما ھاجر النبی صلعم الی المدینۃ ولحقہ من لحقہ من قومھم ومن صھر جماعۃ ما فعلوا (قرطبی) وقیل فی قوم من اھل مکۃ کانوا قد اسلموا وأقروا باللہ ورسولہ ولم یھاجروا الی النبی صلعم فی الھجرۃ معہ رسول اللہ صلعم حین ھاجر وعرض لھم بعض من تخلف عن الھجرۃ من قومھم فاصیبوا (ابن جریر) وقیل فی قوم من المنافقین کانوا یظھرون الایمان للمومنین خوفا او رجوعا الی قومھم الظھر والظھر الکفر ولا یھاجرون الی المدینۃ (حصاص) یہ عتاب خود اس امر کی دلیل ہے کہ ہجرت اُس وقت فرض عین تھی۔ ھذا یدل علیٰ فرض الھجرۃ فی ذالک الوقت (حصاص) مع مکہ کے بعد ہجرت واجب رہی حدیث موسیٰ میں ارشاد ہوا ہے۔ لا ھجرۃ بعد الفتح۔ مقصد یہ تھا ہے کہ ہجرت کا حکم اُس وقت اسلئے تھا کہ مسلمین کی امداد امر حسبے محبوبہ کر مسلمان حکومت الٰہی کے اندر میں اور فرمانروائے الٰہی کر سکیں۔ جب لشکر اسلام کو کافی قوت حاصل ہو گئی اور کفر بن کی مزاحمت کا زور ٹوٹ گیا تو ہجرت بھی واجب نہ رہی لیکن پھر کہیں اور جب کبھی بھی وجوہ ہجرت پائے جانے لگیں گے ہجرت واجب ہو جائیگی۔ المراد ملک الموت واعوانہ (کبیر) لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ تنہا ملک الموت مراد ہے اور صیغۂ جمع اسکے لیے اسکی عظمت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے۔ الملٰئکۃ ھا ھنا ملک الموت ھو من باب اطلاق الجمع علی الواحد تعظیما لہ وتعظیما لشانہ ھذا اقول الجمھور (بحر) اور واحد یہ لفظ جمع کا اطلاق محاورۂ عرب میں عام ہے۔ والعرب قد تخاطب الواحد بلفظ الجمع (معالم) مفسر بحاوی نے فرمایا کہ اب تک کفر جہاد کا جو حکم تھا وہ عام تھا۔ اب کفر ہجرت کا شروع ہو رہا ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ کفار کا دفع خاص پہلا حکم اجتماعی تھا اور یہ دوسرا انفرادی ہے دونوں میں غرض مشترک اقامت دین ہے۔ ۶۹۶ یعنی ہم ایسے ملک میں محض مغلوب اور بے بس تھے احکام دین پر عمل کرنا ہمارے بس میں نہ تھا۔ اسلئے ترک دائمی میں معذور تھے۔ ۶۹۷ تمہارے کہنے سے کہ ایک ملک میں کفر کا فرض دین پورا ہی ادا ہو سکتا ہے ہوں اور یہ معلوم ہو کر کوئی دوسرا ملک تمہاں دائمی دین ادا ہو سکتے ہجرت واجب ہو جاتی ہے والارض تتبدل علیٰ ان من لم یمکنہ اقامۃ دینہ فی بلد یجب علیہ الھجرۃ منہ الی غیرہ حتی یعبد ربہ حیث شاء (کبیر) ھذا یدل علی الھجرۃ من ارض الکفر الی ارض الاسلام (حصاص) ۶۹۸ یعنی ایسے لوگ جو فی الواقع اپنے ضعف جسمانی کی بنا پر سفر ہجرت پر قادر نہیں۔

وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
اور لیٹے ۵ اور پھر جب تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے تو نماز کی اقامت کرو ۵
اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝
بیشک نماز تو ایمان والوں پر پابندیٔ وقت کے ساتھ فرض ہے ۵
وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ
اور مخالف قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو ۵ اگر تمہیں دُکھ پہنچا تو وہ بھی
فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا
دکھ اُٹھائے ہوئے ہیں، جیسے تم دُکھ اُٹھائے ہوئے ہو، اور تم اللہ سے وہ اُمید لگائے ہوئے
لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ
ہو جو وہ نہیں رکھتے ۵ اور اللہ تو ہے ہی بڑا علم والا، بڑا حکمت والا ۵ یقیناً ہم نے
اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ
آپ پر کتاب حق کے ساتھ اُتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ اس کے مطابق کریں جو اللہ نے
اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ
آپ کو سمجھا دیا ہے ۵ اور (اے) خائنوں کے وکیل بن جائیے ۵ اور آپ اس سے مغفرت
اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَلَا تُجَادِلْ
چاہیے، شک اللہ بڑا ہی مغفرت والا ہے بڑا ہی رحم ہے ۵ اور اُن لوگوں کی طرف سے
عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
وکالت نہ کیجیے جو اپنے حق میں خیانت کرتے رہے ہیں ۵ اللہ کسی ایسے شخص کو ہرگز نہیں چاہتا

ع ۱۵ ۱۲

منزل

تھے اور قرآن مجید میں اس اسلوب بیان کی مثالیں اور نمونوں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ ، وان کنت فی شک وعدہا۔ حاسبوا اہل نعمہ کا ایک گروہ اسی طرف گیا ہے۔ قیل الخطاب للنبی صلعم المراد ہو اُمتہ (زمخشری) والمعنی استعمروا اللہ للعدو بین امتک والمنافقین یا الباطل (رازی) یحمل ان یکون المراد واسعفروا اللہ لاولیائک الذین یدبون عن طعمہ ویریدون ان یظہروا سرائرہم عن السرقۃ (کبیر) لیکن گمر یہ بعید لگتا ہے کہ اس میں آپ ایسے ہی حق میں مغفرت طلب کیجیے یا اس سے استغفار کیجیے صرف اس بنا پر کہ آپ نے موٴمن کی شکایت پر حضرت قتادہ ؓ کی اس طرح دلداری فرمائی۔ یہ میلان طبع ظاہر ہے کہ معصیت کبیرہ کیا معمولی صغیرہ کا بھی درجہ ہمیں رکھتا لیکن ہمیں تقویٰ اور طہارت قلب کے جس بلند ترین مقام پر ہونے چاہئیں۔ اس لحاظ سے اس قدر ارادہ اور میلان طبع بھی قابل استغفار قرار پایا۔ ۱۷ (یہ ہدایت آئندہ کے لئے ہے جیسا کہ اکثر بھی آپ نے پیش کیا ہے) ۱۸ خوان اور اثیم کے لانے سے یہ مقصود نہیں کہ جو کم درجہ کے خائن اور گنہ گار ہیں وہ اللہ کی نظر میں غیر محبوب ہیں۔ بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ منافق کی برادری کے حق دار وہی لوگ ہیں جو مجرم حال کو کبھی خواہ مخواہ حق پوشی اور باطل کوشی کی وہ خائن اور گنہ گار بڑے درجہ کے تھے اَلَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۔ حسامت کا مرد و مال بالآخر خود خائن ہی کو بھگتنا پڑتا ہے اس لئے خیانت کو حیاتِ نفس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حملت حیاتہ۔ المیر حیاتہ لا تعصہم لان وبالہا وضررہا عائد علیہم (روح)

فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ

پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو اب چاہیے کہ وہ تم لوگوں کے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ

طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ

جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آجائیں اور وہ آپکے ساتھ نماز پڑھ لیں اور

وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ

یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار (ساتھ لئے رہیں ف۱۱ کافروں کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ

كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ

اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے ذرا غافل ہو جاؤ تو یہ لوگ تمہارے اوپر

فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ

ٹوٹ پڑیں تب اور تمہارے لئے

عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ

اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش سے تکلیف ہو رہی ہو یا تم

مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ

ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھو اور اپنے بچاؤ کا سامان لئے رہو ف

اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ فَاِذَا

بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ایک رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے پھر جب تم

قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا

(اس) نماز کو ادا کر چکو تو اللہ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے اور بیٹھے

منزل

ف۵۰۵ فقہاء نے یہاں سے یہ استنباط کیا ہے کہ عین عبادت مخصوص کی حالت میں بھی اسباب واستظام پر نظر رکھنا اولیٰ ہے۔ وَاِذَا سَجَدُوْا یعنی پہلا گروہ ایک رکعت تمام کرلے فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ۔ یعنی پہلے گروہ والے تمہارے پاس سے ہٹ کر دشمن کے مقابلہ میں آجائیں۔ وَلْتَاْتِ۔ ثُمَّ لِيُصَلُّوْا یعنی وہ لوگ جنہوں نے ابھی نماز شروع بھی نہیں کی ہے اور ابھی تک وہ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے وہ اب پہلے گروہ کی جگہ پر آجائیں۔ فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ۔ یعنی نماز کی جو رکعت ابھی امام کے لئے باقی ہے، اُس میں آکر اُس کے شریک ہو جائیں

ف۵۰۶ کہا تھکا ہی ہماری شریعت کی پیدائی ہوئی اس چستی مستعدی ہوشیاری اور ہمہ وقتی بیداری کا، دشمن ہمارے قتل وخون کا ماراگرم ہے جان کا سودا ہو رہا ہے۔ عین اُس وقت نماز بھی ہوئے جائے اور ہتھیار بھی برابر ساتھ رہیں سستی کاہلی، غفلت، آرام طلبی کہیں شریعت اسلامی کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں؟ ف۵۰۷ نماز خوف کی جو صورتیں یہاں ارشاد ہوئی ہیں، وہ سب اس وقت کے لئے ہیں جب سب سپاہی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھا جائیں اور حضور صلعم کی موجودگی میں سب کا آپ ہی کے پیچھے پڑھنے پر حرص ہونا بالکل قدرتی تھا لیکن جب امام ہی دو یا زائد ہوں تو پھر ان احتیاطات کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ خوف کی بھی دو حالتیں ہیں اور دونوں کے حکم الگ الگ ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ عین معرکۂ قتال گرم ہو اور حراست کا اہتمام ہی سر سے سر پر ہے ایسی حالت میں نماز جماعت اُڑا دی جائے گی اور اس کا ذکر سورۂ بقر آیت ۲۳۹ میں موجود ہے۔ شدتِ خوف کی حالت میں نماز الگ الگ پڑھی جائے گی۔ سوار یا پیادہ ہر حال میں جائز ہے۔ رکوع وسجدہ کے لئے اشارہ کافی ہے۔ استقبال قبلہ بھی ضروری نہ رہے گا۔ (۲) دوسرے یہ کہ ہو تو میدانِ جنگ میں لیکن قتال ابھی شروع نہ ہوا ہو۔ اور نماز جماعت کا موقع ہو، جیسا کہ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ سے اشارہ ہو رہا ہے۔ اس آیت میں جن احتیاطات کی ہدایت ہوئی ہے وہ اسی صورت حال سے متعلق ہے۔

بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ

بڑا بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لے لیتے ۝ اور اگر آپ پر اللہ کا فضل (خاص) اور رحمت

رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا

(نبوت) تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تہیہ ہی کر لیا تھا کہ آپ کو بہکا کر رہیں گے حالانکہ (درپردہ)

يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ

اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور آپ کو کسی چیز میں بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے ۝

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری ہے اور آپ کو وہ سکھا دیا ہے جو

تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ لَا خَيْرَ

آپ نہیں جانتے تھے ۝ اور آپ پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے ۝ سرگوشیاں بہت سی

فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ

اس میں جن میں کوئی بھلائی نہیں ہاں اللہ بھلائی یہ ہے کہ کوئی صدقہ کی ترغیب دے یا

مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ

نیک کام کی یا لوگوں کے درمیان اصلاح کی ۝ اور جو کوئی

ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اللہ کی رضا حاصل کرنے کو ایسا کرے گا ۝ سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم دیں گے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

اور جو کوئی بعد اس کے کہ اس پر راہ (ہدایت) خوب کھل چکی رسول کی مخالفت کرے گا

ع ۱۶ ۱۵ ۱۳

منزل

(منافقین) کو یہ قوت نہیں دی گئی ہے کہ وہ آپ کو دین کے کسی شعبہ میں کچھ بھی مغالطہ میں ڈال سکیں۔ ۵۳۶ یہ کتاب کا رسول، حکمت کا نزول، علوم خاصہ کی تعلیم یہ سب اسی فضل عظیم کے شواہد ہیں اور اللہ کا فضل جس پر عظیم ہو اس پر کس کا قابو چل سکتا ہے؟ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ اور اس کتاب سے کے ذریعہ سے منافقین کی معاندانہ روش کا پردہ بھی چاک کیا گیا۔ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ یعنی جو علوم عالیہ آپ پر قبل نبوت و نزول قرآن مکتشف نہ تھے۔ اب سب مکتشف ہو گئے۔

۵۳۷ (اور اس اغراض کے لئے خفیہ گفتگو اور سرگوشی کی صورت پر جوائے تو اس میں البتہ کوئی برج نہیں، بلکہ ایسے موقع پر خیر و برکت ہوگی) مَنْ نَّجْوٰىهُمْ میں ضمیر ھم مطلق انسان کی جانب ہے۔ ای علی الناس جمیعاً (اس مرد، یعنی کلام الناس (من کثیر المراد الاصدق ما سماہ فی جمیہ ۵۳۸ (ذکر) اپنے ذاتی و نجوی اغراض کے لئے) اخلاص نیت اور حصول رضاء الٰہی کی شرط ہر اہم موقع کے لئے یہاں بھی لگی ہوئی ہے۔

تکون من قبل العبد وحدہ العبد (ای صعبۃ او ملالا علیہ من الذنوب فلا) ذنب لہ (وہی لہ (ملک) اِثْمًا۔ وہ بڑا گناہ ہے جس میں قصد تعمد ملازمی طور پر ہو۔ یا جو بندوں کا گناہ ہو۔ الاصر لا یکون الا من العبد (ای عزیمۃ) او کبیرۃ او ما لا یکون من العبد (رض) دب فی طعام الصاد (ملک) ۵۳۴ یعنی اپنی اس ناپاک کوشش میں کامیاب ہونا تو اُس کے لئے ممکن نہیں۔ اللہ اس سعی سے اپنے نبی کو برستی حفاظت سارہے ہیں۔ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ۔ اللہ کا فضل و کرم تو آپ پر عموماً اور ہر حال میں تھا لیکن اس خاص تعمیم میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ظہور رہا۔

اَنْ يُّضِلُّوْكَ یعنی آپ کو غلطی اور دھوکے میں مبتلا کر کے آپ سے غلط فیصلہ حاصل کر لیں (ان یصلوک الحکم (اصدہ شاہ) ای ان یصلوک الحکم الخاص بالمحق (رد) ۵۳۵ (احکام دین و قضایا کے اسباب میں) یعنی شیطان اور اس کے جیلوں

مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا
جو بڑا خائن اور گنہگار ہو ۔۔۔ یہ لوگ آدمیوں سے شرماتے ہیں اور
يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى
اللہ سے نہیں شرماتے درآنحالیکہ وہ اُن کے ساتھ اُس وقت بھی رہتا ہے جب وہ
مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ هٰٓاَنْتُمْ
رات میں اس بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اُسے پسند نہیں اور وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اُس کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔۔۔ ہاں
هٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ
تم لوگوں نے دنیوی زندگی میں تو اُن کی طرف سے وکالت کر لی لیکس قیامت کے دن اللہ
اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝
کے سامنے کون اُن کی وکالت کرے گا یا کون اُن کا کام سنبھالنے والا ہوگا ۔۔۔
وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ
اور جو کوئی بھی بُرائی کرے یا اپنی جان پر زیادتی کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے
يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا
تو وہ اللہ کو بڑا مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا ۔۔۔ اور جو کوئی کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا
يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَمَنْ
ارتکاب اپنی ہی جان کے خلاف کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے بڑا حکمت والا ہے ۔۔۔ اور جو کوئی
يَّكْسِبْ خَطِيْۗـــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ
کسی قصور یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر اسکی تہمت کسی بیگناہ پر لگائے تو درحقیقت اُس نے ایک

۷۱۹ (اُس کے احاطۂ علم سے کون سی کارروائی بھی باہر رہ سکتی ہے؟) اس حقیقت کا استحضار ہر جُرم، ہر معصیت سے باز رکھنے کو کافی ہے۔ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ ۔ یعنی خلق کے سامنے ذلّت و رسوائی سے شرماتے ہیں۔ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ ۔ یعنی اللہ کے حضور میں بطور مجرم پیش ہونے سے نہیں شرماتے ہیں۔ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ . . الْقَوْلِ ۔ اشارہ ہے اس طرف کہ اس خاص معاملہ میں رات کو باہم رازدارانہ مشورہ ہوا تھا کہ صبح کو رسول اللہ صلعم کی خدمت میں گفتگو کی طریقہ پر کی جائے گی۔ وَهُوَ مُتَضَمِّنٌ بِمَعْنَى الْقُدْرَةِ وَالْعِلْمِ ، وغیرہ اس قسم کی آیتوں سے حق تعالیٰ کی معیت مکانی پر استدلال کیا ہے۔ قَالَ الْمُهِمِّيَّةُ وَالْقَدَرِيَّةُ وَالْمُعْتَزِلَةُ هُوَ كَلَامٌ مَكَانِيٌّ مَعْنَاهُ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَمَا كَانَ مِثْلُهَا (قرطبی) لیکن اہل سنت اسے شانِ تنزیہی کے مماثل سمجھتے ہیں اور اسوں نے مُراد صرف معیتِ علمی لی ہے۔ اَیِ الْعِلْمُ وَالرُّؤْيَةُ وَالسَّمْعُ هٰذَا قَوْلُ اَهْلِ السُّنَّةِ (قرطبی) يُرِيْدُ بِالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ وَالرُّؤْيَةِ (کبیر) ۷۲۰ اس حقیقت کثیری کو یاد دلایا ہے کہ اصل چیز اور جو ابدی تو عدالت آخرت ہی کی ہے۔ یہاں کسی طرح اگر بات سنبھال بھی لی گئی تو کیا ہوتا ہے مومن کے لئے اصل خوف کی چیز تو وہی آخرت کی عدالت ہے جہاں کسی قسم کی بھی تلبیس کی گنجائش نہیں فَاَنْتُمْ ۔ خطاب ہے مجرم کی برادری اور گھر والوں کی طرف جنھوں نے سارش کر کے مجرم کی پُشت پناہی کی تھی۔ ۷۲۱ اُوپر کی وعیدی و اِدباری آیتوں کے بعد گنہگاروں اور کمزور ایمان والوں کے لئے یہ کیسی حکیمانہ اور مناسب حال دلدہی ہے۔ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا ۔ متعدی بُرائی مراد ہے یعنی کسی دُوسرے کے ساتھ برائی کی جائے مثلاً ظلم، دغا، سُود خواری، رشوت ستانی وغیرہا۔ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ۔ وہ برائی جو خود اپنے ہی حق میں کی جائے۔ مثلاً ترکِ نماز، شراب خواری وغیرہا۔ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یہ استغفار قواعد ترمی کے مطابق ہونا چاہیئے۔ ۷۲۲ علیم کُل ہونے کی حیثیت سے وہ سچے جھوٹے بڑے گناہوں سے باخبر ہے۔ حکیم ہونے کے اعتبار سے وہ جزا و سزا اسکے مناسب حال ہی تجویز کرتا ہے۔ اِثْمًا يَّكْسِبْ عَلٰي نَفْسِهٖ ۔ یعنی گناہ کا ضرر و وبال خود اسی کو بھگتنا ہوگا۔ اسلئے توبہ و استغفار متدارک تلافی الامر ہی ہے۔

خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ
کھلے ہوئے نقصان میں پڑے گا ﴿۱۱۹﴾ (شیطان) ان سے وعدے کرتا اور (جھوٹی) امیدیں دلاتا رہتا ہے
الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ
اور شیطان ان سے وعدہ صرف فریب کی راہ کا کرتا ہے ﴿۱۲۰﴾ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یہ لوگ
عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے ﴿۱۲۱﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل بھی اچھے کئے ہم انہیں
سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
(عنقریب) بہشتوں میں داخل کریں گے کہ (اُن کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (ان میں ہمیشہ رہیں گے)
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ
(اور) وہیں رہیں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ سے زیادہ کون بات کا سچا
قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ
ہے ﴿۱۲۲﴾ (مسلمانو) نہ تمہاری آرزوؤں پر (مدار) ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر (مدار ہے) جو کوئی بھی
مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کو چھوڑ کر اپنے لئے نہ کوئی دوست
وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ
یا مددگار اور جو کوئی نیکیوں پر عمل کرے گا (خواہ) مرد ہو
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ
یا عورت اور وہ صاحب ایمان ہو تو ایسے (سب) لوگ بہشت میں داخل ہوں گے

منزل

۷۳۸ شیطان کا درس سادا یہی ہے کہ احکام شریعت کو چھوڑ کر خود ساختہ طور طریقوں کو اختیار کیا جائے اور مخلوق کے چلائے ہوئے رسم و رواج کو دلیل راہ بنا لیا جائے۔
۷۳۹ چاہے جاں وعدوں کی بے حقیقتی اکثر تو اسی دنیا میں روشن ہو کر رہتی ہے ورنہ موت کے وقت تو بہر صورت کھلتی ہی ہے۔ یَعِدُهُمْ شیطانی وعدے مثلاً یہ کہ حشر، حساب کتاب کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے یہی مادی دنیا ہے عقل جزوی ہی سے بڑا معیار اور آخری معیار ہے۔ وحی الٰہی محض وہم ہے۔ مادہ کی قوتیں اور قوانین ہی سب کچھ ہیں۔ اُن کے اُوپر کوئی مشیت اعلیٰ حاکم نہیں۔ وقس علیٰ ہذا۔ یُمَنِّيْهِمْ۔ شیطانی جذبات متذبذبہ کہ محض کاری میں کوئی عیب و ہرج نہیں۔ شراب صحت کے لئے ضروری ہے۔ قانونِ حجاب ترقی کی راہ میں حائل ہے۔
۷۴۰ الٰہی ساخت کی رسائی صرف قرآن اور شریعت کے اتباع سے ممکن ہے۔
۷۴۱ لالچ، بُرائی کے تناسب اور نفس شخص کے مناسب حال اپنی حقیقت کا بیان ہر کہ مدعا طاعت ہے محض آرزوئیں اور خوش خیالیاں لاشی محض ہیں خواہ وہ کسی کی بھی ہوں۔ مُسَوِّلُ اُن کے معنی یہاں ترک کے بھی کئے گئے ہیں کیونکہ جمہور مفسرین نے اسے عام ہی رکھا ہے قال الجمہور واللفظ الآیۃ عام و الحکم والمؤمن محمار بعلم السوء (رازی)
۷۴۲ کہ اس کی کوئی بھی لکھے سے جزء بالکل نہ رہ جائے) وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ ایمان کی قید بہت ضروری ہے۔ ہر عمل کے واقعۃً صالح ہونے کیلئے لازم ہے کہ محرک عمل بھی صحیح ہو۔ یا: تمام تر باہم پرستی مقصود نہ ہو۔ اسی اخلاص نیت کا نام اصطلاح شریعت میں ایمان ہے۔ اور بغیر اخلاص نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں اسکے بغیر عمل صالح صرف صورۃً ہی صالح ہوگا حقیقت صالحیت سے خالی ——— یہیں سے اس بحث کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جو بعض سطحی دماغ والوں نے آج کل پیدا کر رکھی ہے کہ غیر مسلموں کے اعمال صالحہ قبول ہونگے؟ جواب یہ ہے کہ بغیر اخلاص نیت یا ایمان کے کسی عمل پر عمل صالح کا اطلاق ہی درست نہیں، تو اس کے اجر کا کب سوال ہے۔ بَعْدَ مِنَ الْفَضِيْلَتِ کے بعد هُوَ مُؤْمِنٌ کے اضافہ نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا کہ ایمان اور عمل صالح دو الگ الگ چیزیں ہیں، تاہم مراد ہے۔ مه اساره الی ان الاعمال لیست من الایمان بمدارک، مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى۔ اس میں تردید اُن تمام جاہلی مذہبوں کی جو حسن عمل کے باوجود عورت کو محض اس کے عورت ہونے کی بنا پر ثمرۂ حسن عمل سے محروم ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ اسلام میں عورت کو اُس کی جنس کی بنا پر ہرگز کسی اجر سے محروم نہیں کیا ہے۔ تفصیل پر حاشیہ اُوپر گزر چکا ہے۔

۱۱۵ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى ۱۱ اسے صاف کر دیا کہ آیت میں بیان مُرتدوں کے حسائل ردیلہ کا ہو رہا ہے۔ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى۔ یعنی ہم اُسے اسی طریق پر چھوڑے رکھتے ہیں اپنے قانون مشیت تکوینی کے موافق۔ مقصود یہ ہے کہ جو شخص اکراہ سے کسی کو راہ حق کے قبول کرنے اور اسلام پر مجبور نہیں کیا جاتا بلکہ وضوح حق کے بعد جو بہ بحبت اپنی کھوری پر قائم رہنا چاہتا ہے۔ اسی پر اُسے قائم رہنے دیا جاتا ہے۔ وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ۔ آیت کے اس جزو سے مختصار کو ایک بہت بڑی اصل ہاتھ آگئی ہے۔ اور اس کو اصولیوں نے اجماع اُمت کے حجت شرعی ہونے کا مبنیٰ قرار دیا ہے۔ اور تقریر استدلال یہ ہے کہ طریق مومنین سے الگ ہونا جب حرام اور مستحق جہنم ٹھہرا تو لازمی ہوا کہ اس کا عکس یعنی اتباع طریق مومنین واجب ہو۔ اور اس کی مخالفت بھی کتاب وسنت کی مخالفت کے بعد بڑا جائز ٹھہرے۔ اور یہاں قرآن مجید نے وجوب اتباع طریق مومنین کو مخالفت رسُول کے ساتھ جمع کر کے فرمایا ہے۔ ھو دلیل علیٰ ان الاجماع حجۃ لانھ قرنھ بمخالفتہ کما قرنھ بمخالفۃ الکتاب والسنۃ ان اللہ تعالیٰ جمع بین اتباع غیر سبیل المومنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءھما الوعید الشدید فکان اتباعھم واجبا کموالاۃ الرسول (مدارک) وفی اتباع غیر سبیل المومنین الی مایلیہ الرسول فی ماوکولہ الی الوحید دلیل علیٰ حجیۃ اجماع الامۃ لانھا توعدت علیہ بنار جھنم (حسینی) وتقریر الاستدلال الی اتباع غیر سبیل المومنین حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین واجبا اکبیر وھو من احسن الاستدلالات واقواھا (کبیر) ۱۱۶ ایسا کہ اب حق کی طرف اُس کی مراجعت ممکن نہیں) اَنْ يُّنْزَلَ بِهٖ۔ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ۔ شرک عمدہ ہے توحید کی۔ اور جس طرح توحید اصل اُصول ہے تمام ممکن بھلائیوں اور نیکیوں کی، اسی طرح شرک اصل بنیاد ہے ساری قباحتوں اور رائوں کی اس لئے اور کسی معصیت پر شرک کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ راہبر و کانخ اگر منزلِ مقصود کی طرف ہو تو گرنا پڑتا، وقت ضائع کرتا کبھی نہ کبھی منزل تک پہنچ ہی جائیگا۔ لیکن اگر رُخ ہی غلط ہے تو ظاہر ہے کہ ہر قدم اُسے منزل سے دُور تر ہی کرتا رہیگا اور قیامت تک بھی اگر چلتا رہے تو منزل تک نہ پہنچ سکے گا۔ مشرک قبول رحمت کی ساری صلاحیتوں و استعدادوں ہی کو ضائع کر دیتا ہے اسلئے وہ آخرت کی کسی نعمت، کسی لذت، کسی راحت کے قابل ہی نہیں رہ جاتا۔ ملاحظہ ہو اس سورت کی آیت ۴۸ کے حاشیہ ۱۱۶ آیت میں خوارج کے اس عقیدہ کا بھی رد آگیا کہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ ھذہ رد علی الخوارج حیث زعموا ان مرتکب الکبیرۃ کافر۔ (زحیلی)

۱۱۷ مشرک قوموں کی دیو مالا دیومالوی میں ہمیشہ دیویوں دیوتاؤں کی ایک بڑی اور اہم تعداد رہی ہے۔ ہندوؤں میں دُرگا دیوی، کالی مائی، لکشمی جی، سرسوتی دیوی کے نام ایک ایک کی زبان پر ہیں عرب جاہلی میں یہ دیوی پرستی اور سیاہ رو کے ساتھ جاری تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی جاہلی معبودوں کے سلسلہ میں بعراحت جن ناموں کی آئی ہے وہ دیویوں ہی کے ہیں۔ یعنی لات، منات اور عُزیٰ، ملاحظہ حاشیہ تفسیر المنیری۔ اِنَاثًا۔ لغت میں اس کے ایک معنی دیوی، کمزور اور ضعیف اصل چیزوں کے بھی آتے ہیں۔ قیل لما یعصف علیہ الریح (بیضاوی) پھر چونکہ مادات تمام تر العالیت کے مظہر ہوتے ہیں اور پتھر کے بُت یا مورتیاں اسی کی سی ہوتی ہوتی ہیں جن میں نہ جان ہوتی ہے اور نہ کوئی قوت فاعل۔ اسلئے لغت نے لفظ اناث کا ہماری استعمال ان کے لئے بھی جائز رکھا ہے۔ لما فات معبودا تھم من حملۃ الجمادات التی ھی معطلۃ عن اعلیٰ رتبۃ الحیوان (بیضاوی) ۱۱۸ مَرِيْدًا۔ چنانچہ اکار تعمیر میں بھی سے اسی طرف گئے ہیں۔ ای عصیانا (راغب) ھو کل شیء احدث (لسان العرب) ۱۱۹ لَّعَنَهُ اللّٰهُ۔ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مقرروضا ۱۲۰ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۱۲۱ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ
اور مومنین کے راستہ کے علاوہ (کسی) راستہ کی پیروی کرے گا ہم اُسے کرنے دینگے جو کچھ وہ کرتا ہے اور پھر
جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ ع ۱۴
ہم اُسے جہنم میں جھونکیں گے ۱۱۶ اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے یقیناً اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے
يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ
ساتھ شرک کیا جائے اور اسکے سوا اور گناہوں کی بخشش جسکے لئے مطلوب ہوگی اور جو کوئی اللہ کے
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ اِنْ يَّدْعُوْنَ
ساتھ شرک کرتا ہے وہ یقیناً بڑی گمراہ کی گمراہی میں پڑا ۱۱۷ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن
مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ ع ۱۵
(نر سے) زنانی چیزوں کو ۱۱۸ اور یہ لوگ پکارتے ہیں تو بس شیطان سرکش کو پکارتے ہیں اُس پر
لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا
اللہ کی پھٹکار ہے ۱۱۹ اور وہ کہہ چکا ہے کہ میں تیرے بندوں میں اپنا مقرر حصہ لے کر
مَّفْرُوْضًا ۝ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
رہوں گا ۱۲۰ اور میں ضرور انہیں گمراہ کر کے رہوں گا اور میں ضرور انہیں جھوٹی امیدیں دلاؤں گا
فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ
اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی
اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ
کریں گے ۱۲۱ اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنائے گا وہ یقیناً

کا راستہ ہے۔ قرآن عہد کے دو جامع لفظوں نے ان سب کا احاطہ کر لیا۔ ضلال کے تحت میں ہر قسم کی عقلی، فکری، نظری گمراہیاں آگئیں اور بعثی کے تحت میں معاصی و فواحش کی جانب میلان اور طرح طرح ان کی معرفتوں کا غائب ہو جانا آگیا ۱۲۰ (بتوں کے نام پر) عرب جاہلیت کے ایک خاص دستور کی طرف اشارہ ہے۔ کان کے بھیجے جو غلہ مندروں کے کاٹ کاٹ کر انسان کے جسم میں ان کی تقسیم کی جاتی اس زمانہ میں چلی شروع ہوئی ہے۔ اور جسم میں کہ کل بندروں سے گزر کر دوسرے جانوروں اور چوپایوں تک پہنچ جائے۔ ادھر اگر فاطر کائنات کے کلام میں اشارہ ہے تو کچھ عجب نہیں۔ ۱۲۱ تبدیل خلق اللہ کی دو بڑی تقسیمیں ہو سکتی ہیں ایک خلق تکوینی میں تبدیل دوسرے خلق تشریعی میں تبدیل۔ قدیم مفسرین نے تغییر خلق تکوینی کی مثال میں واشمی منڈانے اور جسم گدوانے کو پیش کیا ہے لیکن جاہلیت جدید کی ترقیوں نے ان سے کہیں بڑھ کر مثالیں نہ صرف ایجاد کر لی ہیں بلکہ انہیں پھیلا کر مسلمانوں میں داخل کر دیا ہے مثلاً مردوں کا چہرہ کے بال بالکل صاف کر کے اور طرح طرح کی نزاکتیں اختیار کر کے زنانہ بن جانا۔ عورتوں کا سر کے بال کٹا کر اور مردانہ وضع و لباس اختیار کر کے یا زیادہ سے زیادہ حد تک مردوں جیسا، ایسے ایپرشن کرا کر اس سے جنس تبدیل ہو جانے یعنی عورت مرد بن جانے اور مرد عورت ہو جانے۔ وقس علیٰ ہذا۔ حلق تشریعی میں تغییر کے معنی دین اور احکام دین تحریف کر دینا ہے جیسا مما یعرفون حکمہ (راغب) ان حزبہ حلی اللہ کے معنی دین اللہ کے ابن عباسؓ صحابی اور مجاہد تابعی اور عکرمہ تابعی سے نقل کئے ہیں اور دوسروں نے بھی یہی معنی لئے ہیں۔ ای دینہ بالکفر وا حلال ما حرم وتحریم ما احل (بیضاوی) قال مجاھد وابن عباس وعکرمۃ وابو صالح وذالک کلہ تعذیب للحیوان وتغییر وتعطیل للطیبات وقولہ تعالیٰ ولاضلنھم (زحیلی) یہ بھی کہا گیا ہے کہ آفتاب پرستی، آتش پرستی، شجر پرستی، حیوان پرستی وغیرہ سب اس تغییر خلق اللہ کی صورتیں ہیں کہ مشرک ان سے وہ کام لے رہا ہے جس کے لئے ان کی خلقت ہوئی ہی نہ تھی۔ (قرطبی)

خَيْرٌ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ

بیشک کرتے ہو۔ سو اللہ اس کا خوب علم رکھتا ہے ۱۲۸ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف

مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ

زیادتی یا بے التفاتی کا اندیشہ ہو تو اس میں ان کے لئے کوئی مضائقہ نہیں کہ دونوں

يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ

آپس میں ایک خاص طریق پر صلح کر لیں ۱۲۹ صلح مرد حال ہے، بہتر ہے ۱۳۰ اور طبیعتوں میں تو بخل

الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ہوتا ہی ہے ۱۳۱ اور اگر تم حسن سلوک رکھو اور تقویٰ اختیار کئے رہو تو جو کچھ تم کرتے ہو

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا

اللہ بیشک اس کی پوری خبر رکھتا ہے ۱۳۲ اور تم سے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم بیویوں کے درمیان

بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ

پورا پورا عدل کرو خواہ اس کی کیسی ہی خواہش رکھتے ہو پھر تو تم بالکل ایک ہی طرف جھک

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

جاؤ اور اسے ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ رکھو ۱۳۳ اگر تم درستی، اصلاح کر لو اور تقویٰ اختیار کرو تو

اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ

اللہ بیشک بڑا بخشنے والا ہے، بڑا مہربان ہے ۱۳۴ اور اگر دونوں جدا ہی ہو جائیں تو

اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا

اللہ ہر ایک کو اپنے فضل کی وسعت سے بے نیاز کر دیگا، اور اللہ ہے ہی بڑا وسعت والا بڑا

منزل

---

۱۲۸ (اور اسی عمل کامل کے مطابق جزائے خیر بھی دیگا) وَمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ: اسی عمل خیر میں تیموں اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک و حسن معاشرت بھی آگیا۔

۱۲۹ (شرعی شرائط صلح اصلاً جائز ہوں حرام و ممنوع نہ ہوں) فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ صلح اگر کسی حرام شرط کے ساتھ مشروط ہوگی تو باطل ہوگی مثلاً شوہر نے صلح کی یہ شرط لگا دی کہ وہ بیوی کے ساتھ اسکی سمن زوجیت میں رکھے گا اور بیوی نے اسے منظور کر لیا، جب بھی چونکہ یہ ایک امر حرام ہے، اس لئے یہ مصالحت باطل ہوگی۔ صُلْحًا کی تنوین تنویع کے لئے ہے۔ یعنی ایک خاص قسم کی صلح اگر طبیب خاطر کے ساتھ ہو جائے تو پھر تو کسی شرط وغیرہ کا سوال ہی نہیں رہ جاتا۔ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا۔ صلح کا یہ طور پر کہ بیوی اپنے شوہر کو رضامند رکھنے کیلئے اپنے حقوق میں سے کچھ چھوڑ دے۔ اپنا مہر معاف کر دے، یا اس میں کمی کر دے، اپنی باری کا دن دوسری بیوی کو دیدے، اپنے مصارف کا بار بلکا کر دے وغیرہ وغیرہ۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ بیوی کے حق شوہر پر دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک ثابت و مستقل مثلاً نان و نفقہ مہر وغیرہ دوسرے وہ جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے ہیں مثلاً نفقہ یا مباشرت یہ دونوں قسم کے حقوق سے کر سکتی ہے۔ البتہ یہ فرق ہوگا کہ قسم اوّل کے حقوق میں نقض صلح کا اختیار نہ رہیگا یعنی چھوڑا، سو چھوڑا، اور ساقط ہو گیا۔ اور ساقط لا یعود۔ لیکن دوسرے قسم کے حقوق میں بیوی کو یہ اختیار باقی رہیگا کہ وہ جب چاہے، کسی چھوڑے ہوئے حق کا مطالبہ از سر نو کر دے۔

۱۳۰ (بیوی کی طرف سے شوہر کی بظاہر ایک صورت رشوت کی معلوم ہوتی ہے۔ یہاں اس وہم کو دفع فرمایا ہے اور بتا دیا ہے کہ نہیں اس میں کچھ مضائقہ نہیں، بالکل جائز و درست ہے) فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ۔ نُشُوْزًا نشوز کے معنی پر حاشیہ اوپر گزر چکا ہے۔ اِعْرَاضًا سے مراد۔ بیوی کی طرف سے عدم شوہد ہو اس کا علاج اوپر بتایا جا چکا ہے۔ اب یہاں یہ بتلایا جا رہا ہے کہ شوہر کی طرف سے نشوز اگر شوہر کی طرف سے ہو تو وہ بھی لاعلاج نہیں۔ اس کی بھی تدبیریں ہیں۔ خَافَتْ۔ حوف یہاں توقع کے معنی میں ہے خافت یعنی توقعت (قرطبی) ۱۳۱ (ہر براع و اشراح سے، ہر وساوس و عادے) ص العرفۃ اوسوسوا المشرۃ اوص المعصومۃ (بیضاوی) نزاع و اشراح یوں بھی عقل و شریعت کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ چہ جائیکہ خانگی زندگی میں اور یہاں بیوی جیسے قریب ترین رشتوں کے درمیان۔

۱۳۲ (بیوی کے لئے ان الفاظ میں صاف ترغیب ہے کہ وہ اپنے پر حقوق چھوڑ بھی دے بلا سے تعلق زوجیت تو قائم رہے۔ تو شوہر جب دیکھیگا کہ اس کے اپنے حقوق و ضبط میں کچھ فرق نہیں آتا اور بیوی ہی اپنے بعض حقوق کا مطالبہ چھوڑے دے رہی ہے تو عجب نہیں کہ مصالحت پر جلد تر آمادہ ہو جائے) اَلشُّحُّ۔ شُحّ ایسے بخل کو کہتے ہیں جسکے ساتھ حرص بھی ہوتی ہو۔ الشح هنا مع حرص (راغب) مراد یہ ہے کہ خود غرضی اور نفس کی آرام طلبی سے کوئی بھی فرد بشر خالی نہیں۔ یہ اپنی راحت ڈھونڈتا ہے، وہ اپنی۔ ای کل واحد منهما يطلب ما فيه راحته (ملک) ۱۳۳ (اور اس کی طرف سے دعوہ تقویٰ اختیار کرنے اور حسن سلوک برادشا کا ہی) انہیں دو پردہ شوہروں کو نصیحت بکثافت و اشراق تو ہر حرمت مذکور کی چیز ہے انہیں تو تقویٰ اور حسن سلوک کی روش پر قائم رکھ بیویوں سے کسی حق کی تو شوہر کی بھی توقع نہ رکھنی چاہیئے۔

وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا۔ ذکر میاں شوہروں کے نشوز و اعراض کا چل رہا ہے اسلئے خطاب بھی شوہروں سے ہو رہا ہے۔ تو شوہر جب بیوی کے حسن سلوک کا شاکر ہو جائیگا تو اس سے اس کی بھی توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ اپنے کسی حق سے دستبردار ہو جائے۔ وَتَتَّقُوْا۔ اور جب تقویٰ اختیار کریگا تو نشوز و اعراض خود ہی کافور ہو جائیگا۔ سو خیال کر کے بیٹھ نہ جانے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں حسن معاشرت زوجین کا ذکر آیا ہے وہاں بیوی ہی میں سے کسی کو اپنے حقوق پر توجہ دلائی ہے کہ ایک جامع لفظ تقویٰ کا لایا گیا ہے اور اس خانگی حسن معاشرت کو تقویٰ ہی کی ایک اہم فرد قرار دیگا ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے بہتر اور مؤثر تدبیر کوئی اور ہو ہی نہیں۔

۱۳۴ (سورہ حدائے انعامیہ ہی ہر جگہ اسلئے تم اس حد کے مکلف بھی نہیں۔ اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ۔ ساری ہر جگہ میں یہاں تک کہ رغبت قلب اور میلانِ غیر اختیاری میں بھی۔ شروع سورت میں جہاں چار تک کی تعداد ازدواج کی اجازت مراحت کے ساتھ رحمت ہوئی تھی وہاں فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا کے الفاظ سے اس کی تحدید بھی کر دی تھی اور اگر عدل نہ کر سکو تو ایک ہی پر قناعت کرنا۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ وہاں بھی یہی ارشاد فرمایا کہ اگر دیہاں عدل کا خطرہ ہو تو ایک ہی پر قناعت کرنا۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا۔ اس موقع پر عدل سے مراد تھی عدل معاملات میں، عدل اُمور اختیاری میں، یعنی ہر بیوی کی ضروریات کا، مزاج و مذاق کا لحاظ رکھنا، بحلاف اسکے یہاں جس عدل کی بھی کی جا رہی ہے اور ارشاد ہو رہا ہے کہ ایسے عدل پر تم قادر ہی نہیں ہو سکتے چاہے لاکھ اس کی تمنا کرو۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ۔ اس عدل سے مراد ہے مساوات اُمور غیر اختیاری میں کیفیات قلب میں، مثلاً محبت و میلان۔ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ۔ لفظ عدل دونوں جگہ مشترک ہے، لیکن مفہوم الگ الگ ہے۔ اور اس اسلوب بیان کی مثالیں قرآن مجید میں کثرت سے ملتی ہیں۔ احدہ تعالیٰ معنی الاستطاعۃ فی العدل بین النساء وذالک فی میل الطبع فی المحبۃ والجماع والمحبۃ فی القلب (قرطبی) روی عن ابی عبیدۃ قال یعنی الموجودین المقدور ولیس ھذا من ھذا فی شیء (ابن کثیر)

پس جس جہد و کوشش نے اس آیت سے یہ حوالہ نکالنا چاہا ہے کہ قرآن مجید نے عدل بین الازواج کو ناممکن بتایا ہے اور تعدد ازدواج کی اجازت صرف عدل کے ساتھ دی ہے تو اس طرح اُس اجازت کو ایک مارنے کے پھر پورا لپیٹ لیا ہے اور تو اسے لوگوں نے اپنا اساسہ سمجھ لیا لیکن بہرحال قرآن پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اور اس کی جانب نے تخلف اس حکم سے کو منسوب کر دیا ہے کہ وہ جس چیز کو روکنا چاہتا ہے اُسے راہِ راست منع نہیں کر دیتا بلکہ اس کے لئے خواہ مخواہ ایک بڑی راستہ اختیار کرتا ہے۔

۱۳۵ (رکھ مساوات کا مل اور رغبت قلب کی بے اختیاری کی بنا پر اختیاری کی بیوی کے ظاہری اور اپنے استمار کے اندر والے حقوق بھی پامال کرنے لگے) قال مجاھد لا تتعمدوا الاساءۃ بل الوطوا التسویۃ فی الصبر والنفقۃ لان فعلہ مما یستدام (قرطبی)

۱۳۶ (رکھ دو بیچاری نہ تو عام شوہروں کی طرح اپنے حقوق سے مستفید ہوتی ہے۔ اور نہ طلاقوں کی طرح اپنے کو آزاد و خود مختار پاتی ہے) فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ۔ ای لا ھی ذات زوج ولا ھی مطلقۃ (بیضاوی) تشبیہ کی اس ادھر میں پوری مشابہت کی کوشش حسن معاشرت کی اور تعلق روحیت کے حق کی کرے لیکن جیسے کہ کوئی صورت اس میں کامیابی کی نہیں ہو سکتی تو بعد صدائے طلاق رجعی کے مطابق طلاق دیدے۔ یہ ظالمانہ صورت بہرحال نہ اختیار کرے کہ عورت بظاہر سہاگن اور سو ہر دار ہو لیکن حقیقۃً اپنے کسی حق سے بھی متمتع نہیں ہو رہی ہے۔

۱۳۷ (سو اس کے ہاں ماضی کی اصلاح حال کی احتیاط اور مستقبل کے عزم احتیاط کے بعد استمرار مغفرت و رحمت ہی ہے) اِنْ تُصْلِحُوْا۔ یعنی باہمی پچھلی بدعنوانیوں کی اصلاح حسب فائدۂ شرع کرو۔ وَتَتَّقُوْا۔ اس تقویٰ کا تعلق حال اور مستقبل سے ہے۔ ۱۳۸ (ایک کو دوسرے سے) یعنی اگر صلح و موافقت کی ہزار بار ناکام ہوئے اور بوجہ بالآخر طلاق ہی کی آجائے تو زیادتی (نشوز) اور بے التفاتی (اعراض) کرنے والا دین یہ سمجھے ہے کہ اللہ کسی کے کام کو کسی سے اٹکائے نہیں رکھتا۔ وہ بغیر کسی مدد و کمک کے ہر ایک کا کام چلا دینے کے لئے کافی ہے۔

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ

اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا ۝۱۲۴ اور دین میں اس سے بہتر کون ہے جو اپنا مُنہ

اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ

اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو ۝۱۲۵ اور ابراہیم راست رو کے مذہب

حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي

کی پیروی کرے ۝۱۲۶ اور اللہ نے تو ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا تھا ۝ اور اللہ ہی کی ملک ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے

مُّحِيْطًا ۝ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۗءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ

ہے ۝۱۲۷ لوگ آپ سے عورتوں کے باب میں فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے اور تمہیں اُن

فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاۗءِ

کے بارہ میں وہ دینی فتویٰ دیتا ہے ۝۱۲۸ وہ (آیات بھی) جو تمہیں کتاب کے مدرجہ ذیل یتیم عورتوں کے باب میں

الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ

پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جنہیں وہ نہیں دیتے جو اُن کے لئے مقرر ہو چکا ہے اور اس سے برا رہے ہو کہ

تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ

اُن سے نکاح کر دو ۔ اور (وہ آیات) کمزور بچوں کے (باب میں ہیں) اور جو آیات اس باب میں ہیں کہ

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ

یتیموں کے معاملات میں انصاف پر قائم رہو ۝۱۲۹ اور تم جو کچھ بھی

ع ۱۸ ۱۱ ۱۵

مذل

حلال الاصلاۃ (قرطبی) خلت الٰہی سے مُراد ہے تقرب و مقبولیت کا اعلیٰ مقام۔

قرآن مجید نے ایک طرف تو ملّتِ ابراہیمی کی پیروی ضروری قرار دی اور دوسری طرف ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا۔ اس میں صاف اشارہ یہ نکل آیا کہ اسی ملت کی پیروی سے آج بھی کوئی۔ کوئی درجہ خلت کا حاصل ہو سکتا ہے۔ ۱۲۶؎ (بہ علم و قدرت) یِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ میں بیان کیا گیا اللہ کے کمال قدرت و وسعتِ سلطنت کا اور کان اللہ بکل شیٔ محیطا میں بیان آگیا اس کے کمال علم کا۔ یعنی چھوٹی بڑی کوئی سی شے کائنات میں نہ اُس کی ملک و سلطنت سے باہر ہے اور نہ اسکے احاطۂ علم سے۔ متعلقین کو علی العموم انہی دو صفات باری (صفت علم و صفت ملک و قدرت) میں شعور کرنا ہے اس لئے انہی صفات کا اثبات قرآن مجید بار بار کرتا ہے۔ ۱۲۷؎ یعنی اسکے مہر، میراث وغیرہ کے باب میں، اُن کے حقوق و فرائض کے بارہ میں۔ ای یطلبون منک تبیین المشکل من الاحکام فی النساء ومقایضہ لھن و علیھن (روح) یہ سوال کرنے والے صحابی حضرات تھے۔ مولیٰ نسب سوال قوم من الصحابۃ امر النساء واحکامھن فی المیراث وغیر ذلک (قرطبی) آیت کے مضمون کا ربط سورت کی ابتدائی آیتوں کے مضمول سے ہے۔ ھذہ الآیۃ مرجوع الی ما افتتحت بہ السورۃ من امر النساء (قرطبی) ۱۲۸؎ (جو پہلے نازل ہو چکا ہے) مثلاً یہ کہ عورتوں کو ترکہ سے محروم نہ رکھو۔ ایک سیدھا ہوا حصہ انہیں دو جو یتیم عورتیں تمہاری پرورش میں ہیں اُن کا نکاح کہیں اچھی جگہ نہ کر کے دو اگر اپنے ہی سے کرتے ہو تو اُن کا مہر پورا ادا کرو۔ وغیر ذالک۔ ۱۲۹؎ یعنی اُن کا مہر یا ترکہ میں اُن کا حصہ۔ وقس علیٰ ہذا۔ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ۔ یعنی وہ آیتیں جو اس کے قبل نازل ہو چکی ہیں۔ اشارہ جاہلیت کے ظالمانہ دستوروں کی جانب ہے کہ متولّی یتیم عورتوں کے ساتھ معاملہ یہ رکھتے ہو کہ اگر وہ صاحبِ مال اور صاحبِ جمال ہوئیں تو اُن سے عقد تو کر لیتے ہو لیکن اُن کے جو حقوق مقرر ہیں وہ انہیں ادا نہیں کرتے ہو یتیموں کے حقوق اور عورتوں کے حقوق آج عمومی اسی بات معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ تو آج ہم طور اسلام کے ساڑھے تیرہ سو سال بعد۔ باقی اگر ان احکام کی اہمیت کا پورا اندازہ کرنا ہے تو تاریخ کے مطالعہ سے یہ معلوم کر لیا جائے کہ چھٹی صدی عیسوی میں عرب کے خصوصاً اور ہندوستان، ایران، چین، یورپ کُل دنیا کی عموماً کیا حالت حقوقِ نسواں کے باب میں تھی۔ ۱۳۰؎ یعنی جو کہ وہ صاحبِ جمال نہیں، اسلئے اپنے عقد میں انہیں لینے سے گریز کر رہے ہو، اور ساتھ ہی چونکہ صاحبِ مال ہیں۔ اسلئے دوسری جگہ بھی انہیں نکال نہیں کرنے دیتے ہو کہ اس طرح مال اپنے ہاتھ سے چلا جائیگا۔ مُرْغَبُوْنَ کے ساتھ اس کا صلہ عن یہاں مذکور نہیں لیکن اکثر مفسرین نے مقدر مانا ہے اور اسی لئے تفسیر پر بیزاری سے کی ہے۔ اور خود عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی ترغبون عن نکاحھن (اس طرح) ای ترغبون عنھن (ابن جریر عن ابن) ای و یرغبون عن ان تنکحوھن لدمامۃ وقلۃ جمال (قرطبی) و حدیث عائشۃ یعضد ھذا التقدیر (روح) دوسری تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مقدر سمجھا جائے عن کے بدلہ الیٰ کو مانا جائے اور معنیٰ یہ کئے جائیں کہ تم رغبت تو اُن سے عقد کی رکھتے ہو اُن کے صاحبِ مال و صاحبِ جمال ہونے کی بنا پر لیکن اُن کے مہر پورے نہیں دینا چاہتے ہو۔ اکابر کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے۔ قال سعید بن جبیر و عامۃ و یرغب فی نکاحھا اذا کانت کثیرۃ المال (قرطبی) کتاف فی الوجہین لقول کر دیے ہیں، اور کبیر میں الوجہ الاول کا قول نقل ہوا ہے کہ معنی رغبت اور بیزاری دونوں کے ملتے ہیں۔ قال ابو عبیدۃ ھذا یحمل الرغبۃ والعزوف۔ لب لباب دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے یعنی عورتوں کے باب میں عدم ادائے حقوق۔ ۱۳۱؎ تقدیر کلام یوں ہے۔ یُفْتِيْكُمْ فِي بَتَامٰى النِّسَاۗءِ وَفِي الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَفِيْ اَنْ تَقُوْمُوْا (ملک) یہاں یہ بتایا ہے کہ یہ ساری آیاتِ احکام جو پہلے گزر چکی ہیں، بدستور واجب العمل ہیں۔ ان احکام میں کوئی ترمیم یا تنسیخ نہیں ہوئی ہے یتیموں کو حق رسی یتیم لڑکوں کے ساتھ حسنِ سلوک، عورتوں کی مردوں کے ساتھ میں وجہ مساوات وغیرہ کے باب میں آیاتِ دیل پہلے گزر چکی ہیں۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الخ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا الخ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ الخ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ الخ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ الخ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ

اے ایمان والو الصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ

دینے والے رہو خواہ جیتے وہ تمہارے یا تمہارے والدین اور عزیزوں کے

وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى

خلاف ہی ہو تم سے وہ امیر ہو یا مفلس اللہ بہرحال دونوں سے زیادہ

بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا

حقدار ہے تم اور خواہش نفس کی یہ وجہ سے کہ انصاف کرو حق سے ہٹ جاؤ تم اور اگر تم کمی کرو گے

اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

یا پہلو ہی کرو گے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے خوب خبردار ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول اور اس کتاب

الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ

پر ایمان لاؤ جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اس (قبل کتاب وغیرہ) کتاب پر بھی

اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ

جو اس نے قبل نازل کر چکا ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا

کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور قیامت کے دن سے کفر کرتا ہے وہ گمراہی میں بہت دور

منزل

حائز ہیں۔ جیسا خاصی مگر معتبر آدمیوں کی شہادت پر مدعی کو ڈگری دے دے اور مدعی علیہ خوب علم رکھتا ہو کہ حق مدعی کا ہے اور فیصلہ غلط اور ناموقعہ ہوا ہے تاہم اگر وہ قبیل کر لیگا تو قاضی بہائم کی مجالس اور گواہوں کی کمیت کا مجرم ہوگا۔ ۷۷۴ یعنی مروت اور رعایت۔ خواہ اپنی کرد سے اپنے کسی عزیز کی کسی غریب کی۔ بلکہ صرف اللہ کی اور حق و صداقت کی۔ قرآن محمد پر عامل مسلمان حلف بہ شہادت کا ذکر نہیں۔ ملا حلف بھی کبھی جھوٹی گواہی کا مرتکب ہو سکتا ہے؟ حکم عام ہے ہر قسم کی گواہی کے لئے۔ صرف مالی اور عدالتی معاملات کی حد تک محدود نہیں سمجھتے ہیں کہ اسکے پورے مصداق تو حضرات محدثین ہوئے ہیں کہ انہوں نے روایات حدیث کے باب میں کسی کی مدارعایت۔ کی اسی لئے وہ اللہ کے گواہ بن گئے۔ اور انکی روایتوں پر دین کے ایک حصہ کا مدار ٹھیرگیا۔ ۷۷۵ یعنی حق کے خلاف اگر تمہاری سچی گواہی پڑ رہی ہے اور اس کی حاطر تم سچے اظہار سے کترا جاتے ہو اس رعضا حق تمہارا ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر حق اللہ کا ہے جھوٹی گواہی کے محرک عموماً دو ہی ہوتے ہیں۔ دولت اگر امیر ہے تو اس کا دباؤ، لحاظ، مروت اور اگر غریب ہے تو اس کے ساتھ حد ہمدردی۔ یہاں دونوں کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اور سنا دیا ہے کہ دونو صورتوں میں، حقا تمہارا تعلق اسکے ساتھ ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر حق اللہ کا ہے ۷۷۶ راد ائے شہادت میں) تاکید ہے کہ شہادت بالکل واقعہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔ شاہد کے ذاتی رجحانات کا دخل بھی۔ آگے یائے۔

۷۷۷ یعنی ذاتی رجحانات کو دخل دیے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ قدم راہ حق سے ادھر یا ادھر ہو جائے گا۔ اَنْ تَعْدِلُوْا تقدیر کلام یوں ہے۔ ان لا تعدلوا (علائی) ای عما فی ان تعدلوا (ابوسعود) ۷۷۸ ہر معصیت، ہر بد اخلاقی کی طرح ادائے شہادت کی بھی سرپیوائی سے روکنے کا سب سے زیادہ مؤثر طریقہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہمہ بینی، ہمہ دانی کا استحضار ہے۔ حقانی عقیدہ قوی، زندہ اور تازہ ہوگا اسی قدر صحت پیرہ انسان کے نفس پر قائم رہیگا۔ اٰمِنُوْا یعنی شہادت دی تو جائے لیکن مدہ یاتی، حیات اور اپچ کے ساتھ۔ نُعْمِيْهَا۔ یعنی سرے سے شہادت ہی دے ہی جائے۔ ۷۷۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا۔ آیت میں خطاب اُن لوگوں سے ہے جو کلمۂ اسلام پڑھ کر اجمالاً تو ایمان لا چکے ہیں اور اسی لئے نقب مومنین سے مشرف ہیں اور اُسی کو تاکید مزید ہے کہ تفصیل کے ساتھ اسما یا کے ایک ایک حرف پر ایمان عقیدہ مضبوط کریں۔ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ یعنی اللہ کی ذات و صفات پر اس کی اور توحید کے تضمنات پر تفصیل ایمان لاؤ۔ وَرَسُوْلِهٖ۔ رسول پر ایمان لانے کے معنی ہیں کہ اُس کی متابعت کے ہر ہر جزو، کو لے چون و چرا ماں لیا جائے۔ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ یعنی اُن کتابوں پر ایمان لانا جائے جو قرآن سے قبل نازل ہو چکی ہیں المراد بہ جنس ما انزل علی الانبیاء (بیضاوی) الکتاب، مراد فی جمیع المواضع والمعنی یا ایھا الذین صدقوا اٰمنوا باعلی تصدیقکم واستوا علیہ (رضی) یا ایھا الذین اٰمنوا بحسب الاسم والاٰلات الجملۃ اٰمنوا بحسب الدلائل المفصلۃ (کبیر) ۷۸۰ ان میں سے ہر ہر عقیدہ پر فرداً فرداً ایمان لانا ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک عقیدہ سے بھی انکار دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کیلئے کافی ہے۔ و یہاں چاروں جگہ اَوْ کے معنی میں ہے۔ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ۔ اللہ کی ذات سے انکار کی طرح اُسکی صفات سے بھی انکار داخل کفر ہے۔ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ۔ سمائے فرشتوں کے ہابلی قوموں کی طرح دیوتاؤں کو مانا مانا مشرکوں ہی سے کفر کی ایک تمثل ہے۔ وَكُتُبِهٖ۔ حالانکہ مشرک و میں چونکہ عقیدۂ وحی سے محروم ہیں، اسلئے کتب آسمانی کی بھی قائل نہیں۔ وَرُسُلِهٖ۔ پیغمبروں کے اوتاروں یا خدا کے مظہروں کو ماننا رسولوں سے کفر کرنا ہے۔ اس میں یکفر بنحو من ذلک (بیضاوی، جمل، مدارک) لان الکفر بعضہ کفر کلہ۔ (رمدک)

حَكِيْمًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

حکمت والا ۱۷۶۲ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے (سب) اللہ ہی کی ملک ہے ۱۷۶۳

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور ہم نے اُن لوگوں کو جنہیں تم سے قبل کتاب مل چکی ہے اور خود تمہیں بھی حکم

وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ

دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو ۱۷۶۴ اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) جو کچھ بھی آسمانوں

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اللہ ہی کی ملک ہے ۱۷۶۵ اور اللہ بڑا بے نیاز ہے

غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

ستودہ صفات ہے ۱۷۶۶ اور جو کچھ بھی آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے (سب)

الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا

اللہ ہی کی ملک ہے اور اللہ ہی کارساز ہے ۱۷۶۷ وہ اگر چاہے تو اے لوگو تم (سب) کو لے جائے

النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ

اور دوسروں کو لے آئے ۱۷۶۸ اور اللہ اس پر

قَدِيْرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ

قادر ہی ہے ۱۷۶۹ جو کوئی دنیا کا انعام چاہتا ہے تو اللہ کے پاس تو دنیا اور آخرت

ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝

(دونوں) کا انعام موجود ہے ۱۷۷۰ اور اللہ بڑا سننے والا ہے بڑا دیکھنے والا ہے ۱۷۷۱

ع ۱۹ ۱۲

منزل

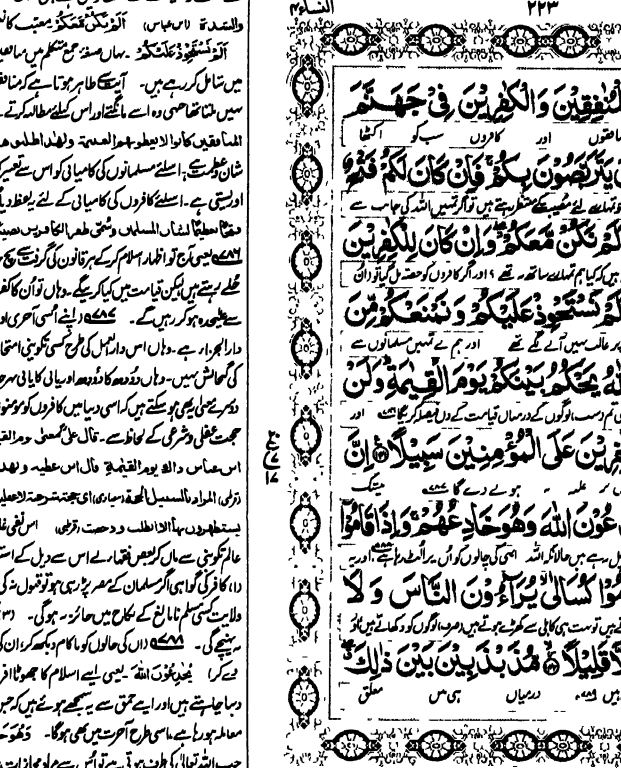
۱۷۶۲ (اُسے ہر ایک کے لئے ایک مناسب سبیل نکال لینا کیا مشکل ہے) ۱۷۶۳ (سو اس مالک الملک اور ملک الملوک کی رضاجوئی کے بجائے کسی اور کی رضا طلبی کیسی شدید حماقت ہے وہ زمین و آسمان کے سارے خزائن کا مالک ہے۔ اُسے دوسروں کو عمی بنا دینے کیا دیر لگ سکتی ہے۔ ۱۷۶۴ (کہ یہی خوفِ خدا اور تقویٰ الٰہی بنیاد ہی تمام احکامِ الٰہی کی تعمیل کی بہاور اسے آسان اور خوشگوار بنا دینے والی بھی) انسان کی ساری زندگی کا سنگِ بنیاد یہی تقویٰ ہے اور اسلئے یہ عین مقتضائے حکمت ہے کہ قرآن مجید اس کی تاکید سے بار بار یہ سبق دیتا ہے کہ اُنکے مذہب کی بنا خوفِ خدا پر ہے، ملکہ محبتِ الٰہی پر ہو اور اُنکے پادری اسے بہت مجرے سے بیٹھ کر رہتے ہیں حالانکہ اُن کی اجمل ان ناکیدوں سے خالی نہیں مثلاً۔ "اسی سے ڈرو جو روح اور بدن دونوں کو جہنم میں ہلاک کر سکتا ہے" (متی ۱۰ : ۲۸) اس سے ڈرو جس کو قتل کرنے کے بعد اختیار ہے کہ جہنم میں ڈالے۔ ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ اسی سے ڈرو" (لوقا ۱۲ : ۵) رہی توریت تو اس کے حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔

۱۷۶۵ (سو ایسے کی ناشکری اور نافرمانی سے اُس کا کیا ضرر۔ ضرر تو خود تمہارا ہی ہے) (ان تکفروا) احکامِ الٰہی کی مخالفت ہی کا نام ناشکری ہے۔

۱۷۶۶ (مشرک عابی قوموں کے دیوی دیوتا اپنی صفات میں ناقص اور اپنی ذات کے لحاظ سے محدود ہوتے ہیں، اُن کے پرستار اور پجاری جو منتروں سے حاجت کرتے رہتے ہیں۔ اس سے انکے نقائص کی تکمیل ہوتی رہتی ہے۔ اور وہ ایسی الوہیت و معبودیت کیلئے غذا حاصل کرتے رہتے ہیں ــــــ قرآن مجید نے یہاں ان دو صفات کا ذکر کر کے اس خرافات کی تردید کر دی۔ اللہ ذات خود ہر طرح کامل و مکمل ہے کسی کی اعانت سے اس کی تکمیل کا جال ہی حاصل ہے اور اس کی صفات سب عالی و ستودہ ہیں نقص کا گزر نہیں۔ ۱۷۶۷ (اس کی کارسازی عالم کو ناکافی سمجھ کر کسی مخلوق کی طرف التفات کرنا اور اس سے کارسازی کی توقع رکھنا کیسی حماقت ہے) خلقت کائنات و تدبیر کائنات سب اُس کیلئے آسان ہیں۔ ۱۷۶۸ (اور جو کام اُسے لیے ہیں وہ اسی کی مخلوق سے لے) یہ بیان اُس کے کمال قدرت کا ہے۔ اٰخرین۔ یعنی نوع انسان کے علاوہ کوئی اور ہی نئی مخلوق۔ ای خلقاً اٰخرین (بیضاوی) حوالہ العصری واس حلیۃ۔ ومقلد وہاں کہوں المراد جنسا مغایر جنس الناس (روح) ۱۷۶۹ (سو اس قدرت کے باوجود وہ اگر ایسا نہیں کرتا اور تمہارے بجائے کسی جدید مخلوق کو وجود میں نہیں لا رہا ہے تو اس کا نہاے ہی اوپر کمال احسان ہے کہ وہ اس طرح حصولِ اجر کا موقع دے رہا ہے) کان لانے سے مفہوم ماضی مقصود نہیں۔ کلمہ صفت قدرت کی ازلیت اور غیر متناہیت کا اثبات مقصود ہے۔ القدرۃ صفۃ ازلیۃ لاتتناھی معلوماتہ کما لاتتناھی معلوماتہ والماضی والمستقبل فی سعۃ تعلقہ (زرقانی) صیغۂ ماضی لانے میں نکتہ یہ ہے کہ صفت کے قدیم ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے۔ ذات و صفات کو کوئی حادث نہ سمجھ لے۔ انما حص الماضی لان الکون لایتوھم انہ یحدث فی دائمہ وصفاتہ (زرقانی) ۱۷۷۰ (سو اس الانوال العام ولذت کو چھوڑ کر صرف عارضی اور فانی لذتوں پر قناعت کر لینا کس درجہ بے وقتی اور عاقبت نااندیشی ہے) ۱۷۷۱ (سو وہ سب کی دعاؤں کو التجاؤں کو حسب ستور سنتا رہتا ہے۔ خواہ وہ معاوضۂ دنیوی کے باب میں ہوں یا اجر اُخروی سے متعلق اور سب کی نیتوں کے اخلاص و عدم اخلاص کو دیکھتا رہتا ہے۔

۵۸۴ (کہ آخرت میں ایک کا چہرا بجھا ہوا اور ڈھکا ہوا کفر اور دوسرے کا کھلا ہوا کفر دونوں یکساں رذیل وظاہر ہوں گے) اسی سے تعلیم بھی نکلتی ہے کہ اصلی جوڑا اور ساتھ تو کافروں اور منافقوں کا ہے حقیقۃً مناسبت اُنہی دونوں کے درمیان باہم ہے۔ پاک وصالح انسانوں یعنی مسلمانوں کا ان لوگوں کے ساتھ علمی اختلاط ہی کیسا؟ ۵۸۵ مَاتِعٌ۔ یہاں مصاصاً بجمعہ کے معنی میں ہے۔ الاصل حامٌ بالمثنوین عدوف اسعفعا مادہ بعض بجمعہ (زمخشری) ۵۸۶ منافقین کی پوری ذہنیت آشکارو بے نقاب کی جارہی ہے۔ ان لوگوں کا بھی عجب حال تھا۔ حب جنگ چھڑتی تو منافقین کا گروہ لشکرِ اسلامی کے ساتھ ساتھ ہوتا اگرچہ کافروں سے قتال۔ کرتا یا رائے نام ہی کرتا تو اگر مسلمانوں کو فتح ہوجاتی تو یہ مسلمانوں کے پاس آکر اپنی شرکت، ہمت و رفاقت کا حق جتلاتے اور مالِ غنیمت وغیرہ میں سے اپنا حصہ طلب کرتے لیکن اگر اس کے برعکس کبھی اتفاق سے کافروں ہی کے ہاتھ میدان رہتا تو جھٹ اُن کے پاس جاکر اُن پر اپنا یہ احسان رکھتے کہ دیکھو فلاں موقع پر لشکرِ اسلامی کا پلہ بھاری ہورہا تھا۔ اور تم شکست کھانے ہی کو تھے کہ ہم آڑے آگئے ہم نے اپنی کوشش تدبیر سے تمہارا پلہ وزن دار کرادیا اور ہماری ہوئی لڑائی جتادی۔ تو اب ہمارا حصہ دلواؤ۔ حربی کافروں سے مسلمانوں کی مجری کرنا جاسوسی کرنا سب اسی کے تحت میں آجاتا ہے۔ بَاْسٌ شَدِیْدٌ سکت۔ یعنی تمہارے لئے آفت ومصیبت کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ ای ینتظرون بکم نعی الدوائر والشدۃ (ابن عباس) اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْکُمْ۔ معرکہ کا تعلق سفرِ جہاد سے ہے۔ اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْکُمْ۔ یہاں صیغۂ جمع متکلم میں منافقین اپنے کو محمودِ لشکرِ اسلام میں شامل کررہے ہیں۔ آیت کا ظاہر ہوتا ہے کہ منافقین کو مال غنیمت میں حصہ سہیں ملتا تھا جبھی وہ اسے مانگتے اور اس کیلئے مطالبہ کرتے۔ والآیۃ تدل علیٰ ان المنافقین کانوا لا یعطونھم العنمۃ ولھذا طلبوھا (قرطبی) فتح کے لحاظ سے شان وعظمت، اسلئے مسلمانوں کی کامیابی کو اس سے تعبیر کیا گیا اور نصیب میں حقارت اور پستی ہے۔ اسلئے کافروں کی کامیابی کے لئے یہ لفظ دیا گیا۔ نُمْنَعْکُمْ طلب المسلمان منعا مطلقا لشان المسلمان، ونفی طمع الکافرین نصیبا مخصوصا لحال الغانمین (قرطبی) ۵۸۷ یعنی فتح تو اظہار اسلام کرکے ہر قانون کی گرفت سے بچ جاتے ہیں اور مسلمانوں میں سے ملے رہتے ہیں لیکن قیامت میں کیا کریں گے۔ وہاں تو اُن کا کفر غالب ظاہر ہوگا اور مسلمانوں سے علیحدہ ہوکر رہیں گے۔ ۵۸۷ (اپنے اُسی آخری اور اُخروی فیصلہ میں) آخرت دارالجزاء ہے۔ وہاں اس دارالعمل کی طرح کسی تکوینی امتحان، التماس و آشتاء کی گنجائش نہیں۔ وہاں دو ٹوک کا دو ٹوک ادھر یا اُدھر کا پانی سر حال وصورت الگ الگ ہوکر رہیگا دوسرے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ اسی دنیا میں کافروں کو مومنوں پر غالب نہ آنے دیگا۔ حجت عقلی وشرعی کے لحاظ سے۔ قال علیؓ یعنی یوم القیمۃ یوم الحکم وکذا قال ابن عباس والیوم القیمۃ قال ابن علیہ وھذا قال جمیع اھل التاویل (قرطبی) المراد بالسبیل الحجۃ (بیضاوی) ای حجۃ شرعیۃ لاعقلیۃ اھ ای حجۃ منعقلۃ ولا عبرۃ بستظھرون بھا الاغالب ودحضت (قرطبی) اس نفی غلبہ وولایت کفار کا تعلق اسی عالم تکوینی سے مال کو بعض فقہاء نے اس سے دلیل کے استبعادات کے ہیں۔

(۱) کافر کی گواہی اگر مسلمان کے مقابلہ پر رہی ہو تو قبول نہ کی جائے گی۔ (۲) کافر کی ولایت کسی مسلم نابالغ کے نکاح میں جائز نہ ہوگی۔ (۳) کافر کو کسی مسلمان کی وراثت نہ پہنچے گی۔ ۵۸۸ (اس کی حالوں کو ناکام وبکہ کر ان کی چالوں کی سزا اُن کو دے دے کر) یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ۔ یعنی ایسے اسلام کا جھوٹا اقرار کرکے اللہ تک کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور ایسے حمق سے یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ جس طرح دنیا میں ان کے ساتھ معاملہ ہورہا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ہوگا۔ وَھُوَ خَادِعُھُمْ۔ خداع کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اُس سے مراد مجازات خداع ہوتی ہے۔ الخداع من اللہ مجازاتھم علیٰ حد اعمالھم او املاءہ ورسلہ (قرطبی) سمی الجزاء باسم الفعل باسمہ



ع ۱۷

منزل ۱

۵۸۹ یعنی یہ منافقین اول تو نماز پڑھتے ہی کہاں ہیں۔ جو مسلمانوں کے مجمع میں شرماشرمی پڑھنا ہی پڑھتے ہیں تو صرف ہیئت ظاہری کے لحاظ سے کچھ دیر ٹھک ٹھک سی کرلی۔ تَاَخَّرُوْا کَسَالٰی۔ عبادت میں نشاط، استغراق اور حیرتی تو صرف ایمان و اعتقاد کی قوت سے پیدا ہوتی ہے جب سرے سے یہی مفقود ہو تو ظاہر ہے کہ کاہلی اور بددلی کیسے نہ پیدا ہوتی۔ یہاں تو مقصود نماز مستطاب ہر داری تھی۔ خلقت کی نظر میں اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا۔ اِلَّا قَلِیْلًا۔ عارفین نے کہا ہے کہ یہ عمل قلیل بھی اگر اللہ کے لئے ہو تو اللہ اسے کثیر ہی قرار دیتا۔ قال المحسن لو کان ذلک القلیل للہ لعد بہ وجعلہ قلیلا فی المعنی واں کثر العمل (محمد بن سحاں) یُرَآءُوْنَ النَّاسَ محض لوگوں کے دکھاوے کو، نہ کہ اللہ کو جو سب مسلمانوں ہی کی سی مراعات ہوتی رہی۔ ریاء کے معنی ہیں کسی اچھی چیز کو دکھاوے کے لئے اختیار کرنا نہ کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں۔ الریاء اظہار العمیل لیراہ الناس لالتماس اجر اللہ (زمخشری) اِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ جب نماز جیسے تمرین کردہ اسلام کے ماخذیہ عامل ہو تو دوسری عبادتوں کے ساتھ جو معاملہ ہوگا ظاہر ہی ہے۔

مارک کا تصریح خصوصیت کے ساتھ اسلئے کی گئی ہے کہ اعمال میں نماز ہی ایمان و اسلام کا ظاہری معیار ہے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ جس نماز پر اذان اور جس نماز پر اقامت نہ ہو وہ نماز ہے حقیقۃً کے بجز لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کیلئے پڑھی جانے کے اس سوا اسے لوگ مسلمان سمجھے گئیں۔ باقی جو نماز اس ارادہ سے پڑھی جائے کہ لوگ اسے دیکھ کر مومن اور مقبول الشہادۃ ہوں گے اور اُسکے جواز امامت کی شہادت دیں تو ایسی نماز اس وعید کے تحت میں نہیں آتی۔ یعنی اظہر یصلونھا لیراھا الناس وھم یشھد ونھا لھذا ھذا ھو الریاء والشرک فاما ان صلاھا لدراۃ الناس یعنی ویروہ فھا فمشھد ون لہ بالایمان طیس ذلک الریاء المعنی عنہ وکذلک واراد بھا طلب المدرلۃ والظھور للقبول الشھادۃ وجواز الامامۃ لیر یکن علیہ جرح وانما الریاء والمعصیۃ ان یظھر ھا قصد اللہ یا وطریقا الا کذلک فھا ھذہ نیۃ لا خیر فی ولا عبرۃ لا خری وعلیہ الا عادۃ اھ ۱۲ م

بَعِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا
جا پڑا ہے ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے
ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ
پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں ترقی کرتے گئے اللہ ہرگز نہ ان کی مغفرت
لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ۝ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ
کرے گا اور نہ انہیں سیدھی راہ دکھائے گا ۔ آپ منافقین کو سنا دیجئے کہ
بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ
ان کے لئے عذاب دردناک ہے ۔ (یعنی وہ لوگ) جو مومنوں کو چھوڑ کر
الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ
کافروں کو دوست بنائے ہوئے ہیں کیا ان کے پاس
عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ وَقَدْ
عزت کی تلاش کر رہے ہیں سو عزت تو ساری اللہ ہی کی ہے ۔ اور وہ
نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ
نازل فرما چکا ہے (یہ قرآن) تم میں کہ جب تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ
اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ
کفر اور مسخر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو ،
حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ
یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں کہ اس حالت میں بیشک تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے

منزل

جاہتا ہے ۔ کما احسبہ بعض المنافقین وبدل علی ذلک من کان معکم الا مریضا (عن ابن عباس) هؤلاء المنافقون (ابن جریر عن ابن زید) روی عن ابن عباس ان الایمان المتردد بین الکفر لیس المراد بیان هذا العدد بل المراد تردد هم کما قال مذبذبین بین ذلک (کبیر عن القفال) تشاهد ابن عباس حامة لکل منافق فی عهده صلی اللہ علیہ وسلم فی الامر والنهی (موضح) ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ لِيَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۔ بظاہر نفی تکبہ ہے ۔ حالانکہ واقعۃً تاکید نفی کے لئے ہے ۔ ای فی التاکید اذا وکر علی سبیل التهکم کان المراد مبالغة فی تاکید النفی (کبیر) ۱۳۸ بشّر ۔ تبشیر کے معنی ہمیشہ خوشخبری ہی کے سہی ہوتے ۔ لغت میں عام ہے ہر ایسی خبر کے لئے جس کا اثر چہرہ سے ظاہر ہونے لگے ۔ التشدید الاحسار بما یظهر اثره علی البشرة (قرطبی) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بشارت یہاں طنز و تہکم کے معنی میں ہو ۔ اور عرب ایسے موقع پر ایسا ہی استعمال کرتے ہیں ۔ قوله تشهکم بهم والعرب تقول تحیتک الضرب وعتابک السیف (کبیر) ذالک قول القائل تحیة بینهم ضرب وجیع اردو میں تو طنز و موقع پر کہتے ہیں ۔ لو اب اپنا انعام لو ۔ اب تو مزہ پایا ۔ اب دیکھو اپنا تماشا ۔ ۱۳۹ یعنی اعزاز تو تمام تر اللہ کی ملک اور قبضہ میں ہے ۔ وہ جسے چاہے معزز بنا دے ۔ تمکین کے بڑے بڑے اُمراء و رؤسا تک حقیقی عزت سے خالی ہیں ۔ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ ۔ یعنی یہ منافقین اہل ایمان کے کو دل عقائد تو کیا رکھتے ۔ ظاہری تعلقات بھی ان سے قائم نہ رکھ سکے ۔ اور بجائے اُن کے اُلٹے کافروں سے لگے پٹنے ہوئے ہیں ۔ فقہاء نے آیت سے نکالا ہے کہ مسکریں اور کافروں سے بلاضرورت میل جول ۔ حلا ملا ۔ ان کی وضع قطع بلاضرورت بنانا ، اُن کا فیشن اختیار کرنا ۔ اُن کے لباس ، تمدن و معاشرت کو فخر و عزت کی چیز سمجھنا یہ سب داخل نفاق ہے ۔ ۱۴۰ (نفس معصیت میں) یہ شیطان دیکھا نفس معصیت میں ہوگی ۔ ورنہ مسکریں کا استہزاء ظاہر ہے کہ کفر اعتقادی سے پیدا ہوتا ہے اور ان کے جلسوں ، محفلوں میں مسلمانوں کی شرکت محض فسق ہی کا نتیجہ ہوتی ہے ۔ ای فی العدد اذا مکنتم منهم ولم یردعوه (القتیل من کل وجه فان حوض المنافقین هذا لانهم معصیة (رمک) ای فی المعصیة وان لم یعلم معصیتهم (عمدة الکلم حاشیہ فی الکتاب ۔ حوالہ اسی کتاب قرآن کا ہے ۔ واما ایات الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره (سورۂ انعام آیت ۶۸) یہ سورۂ نساء مدنی ہے اور سورۂ انعام اس سے بہت قبل کی مکی ہے ۔ اٰیٰتِ اللّٰہِ ۔ اللہ کی نشانیوں کا لفظ عام ہے ۔ قرآن مجید کی آیتیں بھی انہی میں شامل ہیں ۔ حکم کی تکرار یعنی ایک بار کہہ تمیں نزول اور دوبارہ مدینہ میں ۔ حکم کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے ۔ یہ کفر اور تمسخر کرنے والے تھے کون لوگ ؟ مکہ میں تو مشرکین تھے اور مدینہ میں یہود اور منافقین ۔ آیت کا حکم عام ہے ۔ بے دینی کا ہر مشغلہ کفر و انکار کا ہر مظاہرہ اس کے تحت میں آجاتا ہے ۔ مسیحی یا ہندوانہ تعلیمی ، تہذیبی ، معاشرتی و سیاسی ماحول کے جو گہرے اثرات طبعی طور پر مسلمانوں پر پڑ رہے ہیں ، وہ سب اس وعید کے تحت آجاتے ہیں ۔ اپنے شعائر و اصول دین پر مضحکہ سنتے رہنا خواہ وہ اسکولوں اور کالجوں میں ہو یا بازاروں اور سینماؤں میں ۔ یوں بھی ہر ضرورت بڑھتی بے غیرتی کی بات ہے ۔ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ فاسقوں کی مجلس میں شرکت جس وقت وہ فسق میں مشغول ہوں جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ ۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا
اللہ پسند نہیں کرتا (کسی کے لئے بھی) بدگوئی کرنے کو سوا
مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا
مظلوم کے اور اللہ تو ہے ہی خوب سننے والا۔ خوب جاننے والا ۝ تم کسی بھلائی کو ظاہر
خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
کرو یا چھپاؤ یا کسی برائی سے درگزر کرو جائے تو اللہ تو (ہر صورت) بڑا
كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
معاف کرنے والا ہے بڑا قدرت والا ہے ۝ بیشک جو لوگ اللہ اور اسکے پیمبروں سے کفر کرتے ہیں اور
رُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ
چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیمبروں کے درمیاں فرق رکھیں اور
وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ
کہتے ہیں کہ کسی پر تو ایمان لائے ہیں اور کسی کے ہم منکر ہیں ۝ اور یہ چاہتے ہیں کہ
اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ
ایک راہ درمیانی نکالیں ۝ تو یہی لوگ حقیقی کافر
حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ
ہیں ۝ اور ہم نے کافروں کیلئے ایک عذاب رسوا کرنے والا تیار کر رکھا ہے ۝ اور جو لوگ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ
اللہ اور اُس کے پیمبروں پر ایمان لائے اور وہ لوگ اُن کے درمیاں فرق نہیں کرتے

مدرک

آج کل کے سب سے "آزاد خیال" اور "روشن خیال" بھی اس ذیل میں آجاتے ہیں (خدا پرستوں) کا کہلاتا ہے اور ہندوستان میں نوبہ نو سماج ہے۔ یورپ میں ایک فرقہ وحی و نبوت کے منکر ——— یہ سب متالیں اسی ناقص اور غلط ذہنیت کی ہیں، جسے اسلام بڑھانا اور پیدا کرنا نہیں، بلکہ مٹانا اور ونا کرنا چاہتا ہے۔ ۵۸۰ جیسے دہلی کے ایک مغل بادشاہ اکبر نے کھڑا اسلام کو ملا دیا تھا ایک "دین الٰہی" ایجاد کیا تھا، اور بعد چند بیتوں کے بعد ایک اور مزاوہ دارا شکوہ نے بھی کچھ اسی قسم کی کوشش شروع کی تھی۔ اور بعض ملحد طبع آج بھی شرک و توحید، کفر و اسلام کو محلول اور مرجع کر کے طرح طرح کے خوشنما ناموں کے ساتھ ایک نئے دین کی ترکیب و اختراع کی مکر میں لگے رہتے ہیں ——— ان لوگوں کی خذلان اسلامی کی وحدت، اور اس کے عقائد و ارکان کے اندرونی نظم و ارتباط پر سرے سے بے ہی سمجھ ہیں! ۵۸۱ کیس کوئی یہ سمجھ لے کہ ایسے لوگوں کا مرتبہ کافروں سے نوبہر حال سترہ ہوگا۔ نہیں بلکہ یہ لوگ پکے کافر ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حمد کی ترکیب حد ہی پر ہے کہ اسی کا اضافہ مالکہ مرد کے لئے ہے۔ ای وھم الکاملون فی الکفر (کشاف)، ای لا مزیدۃ لما ھو ھذا (بیضاوی)، وھو ایماء الی ان الجملۃ الاسمیۃ (ای اولئک ھم الکافرون کفرا ثابتا مستقرا) کخبر (روح) ۵۸۲ ایسے لوگوں کے خیالات و نظریات کی نہ میں اصلی روگ ایسی بڑا کا ہوتا ہے تصوری یا الاتصوری طور پر، بہر حال یہ لوگ سمجھتے ہی ہیں کہ اُن کی عقل وحی الٰہی کے مقابلہ میں زیادہ وزن دار ہے۔ اور ہمیشہ سے (نعوذ باللہ) حکومتیا ہیاں رہ گئیں، اُن کی تلافی اپنی عقل آرائیوں سے کر دینگے ——— اسی کبر و حمیت کی سزا انہیں آخرت میں ملے گی کہ علاوہ جہنمی قید بھگتنے، یہ خلق کی نظر میں ذلیل و رسوا ہو کر بھی رہیں گے۔ ۵۸۳ یعنی نہ سہی کہ تو کے گر کسی ہمپر کو مانیو، اور کسی کو نہ مانیو۔ مرآن محمد نے وحدت وحی پر بڑا زور دیا ہے، اور سارے انبیاء کو ایک مسلسل نظام و سلسلہ کے اندر منسلک قرار دیا ہے۔

۵۷۹ ایسے اخلاق کی اصطلاح میں غیبت و بدگوئی کو اور فاؤن کی زبان میں ہتک عزت کو ناجائز قرار دے دیا ہے۔ اور فرد و جماعت، شخص و ملت دونوں کے ہاتھ میں فلاح و اصلاح کی ایک بڑی اصل دے دی ہے
اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهٗ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ) کے تحت میں ایسی بُشت بھی کسی کے غیب کی تفسیر آگئی اور اس کے روبرو تلخ کلامی بھی۔ بلا ضرورت اور بلا مصلحت شرعی کسی کی بدگوئی کسی حال میں بھی جائز نہیں، نہ سامنے، نہ پیچھے۔ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ مظلوم اپنے دل کا بخار تک تھک کر بھی نکال سکتا ہے، اور حاکم کے سامنے فریاد بھی لے جا سکتا ہے۔ انسان کے طبعی تقاضوں اور اضطراری پیمانہ ضرورتوں کا اس حد تک لحاظ بحکم شریعت اسلامی کے اور کس نے کیا ہے؟ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ چھوٹی بات کی تشہیر مظلوم کو بھی جائز نہیں ——— یعنی مظلوموں کے ساتھ ساتھ ظالموں کو بھی اسی فطری، الٰہی ترتیب سے تسلیم کر لینے۔ منتقماً اس میں ایک طرف تو ظالم کو تنبیہ ہے کہ مظلوم کہیں فریاد لے کر جائے، اللہ تو ہر صورت اُس کی سُن ہی رہا ہے۔ اور دوسری طرف مظلوم کو بھی تر غیب دی ہے کہ خلق کے آگے خواہ مخواہ زیادہ رونا گانا مچائے، یقین رکھے کہ اللہ تو سنے والا ہے ہی۔ عَلِيْمًا۔ یہ صفت لا کر بھی ظالم و مظلوم دونوں کو یاد دلا دیا کہ کوئی زبان سے بچالے یا نہ بچالے، اللہ پر تو ہر ظلم کی نوعیت و حقیقت عیاں ہی ہے۔ مرتد تھانوی نے فرمایا کہ آیت استقام کی اجازت نکل رہی ہے، جس کی ایک حد و شکایت بھی ہے۔ اور صفاء کی اس میں بڑی رعایت ہے کہ اس سے دل کا کینہ دُور ہو جاتا ہے۔ ۵۷۹ (حوالہ مرتد) صورت الفضل اولیٰ ہے) انسان اپنے نفس کو ٹٹولے تو نظر آئے گا کہ کسی کے ساتھ جس سلوک کرنے یا اس پر مال خرچ کرنے سے کہیں زیادہ شاق نفس یہ ہے کہ گرتا ہے کہ کوئی ہمیں دکھ سنجیدگی اور ہم اُس سے درگزر کر جائیں، اور انتقام دلیں۔ اس لئے فعل خیر سے الگ اور متاثر کر کے اس وصف جسیم کو شی اور عدم انتقام کو بیان کیا ہے۔ فَعَفَا عَنْ الْعَفْوِ وَ رَغَّبَ فِيْهِ (قرطبی) ۵۷۹ اخلاقی حیثیت سے تین مرتبے الگ الگ ہیں۔ اور انہیں یہاں کیسی صحیح ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا۔ پہلا درجہ تو یہ ہے کہ انسان سے نیکی کی ساتھ ہی وہ اس کا اظہار و اعلان بھی کرتا ہے۔ خلق سے داد لینے کی خواہش آ۔ حتیٰ کہ طبعی طور پر ایک درجہ نیکی کا یہی ہوا کرتا ہے پھر بھی مگر اس قسم کی مذمت کی سمجھ کی۔ اَوْ تُخْفُوْهُ اور اس سے مرتبہ یہ کہ نیکی کرنے اور خلق سے داد وصول کرنے کا ہی ارادہ نہ رکھے، بلکہ اُسے خلق کے علم میں آنے ہی نہ دے اور مقصود اس سے تمام تر رضائے الٰہی ہی رکھے۔ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ۔ تیسرا مرتبہ یہ کہ انسان کو گوارا ہی چپ جائیں، اور وہ انہیں اطلاع کر جائے اور بُرائی کرنے والے سے مدلہ لیا جائے۔ بعض کے لئے بہت ہی شاق ہے۔ اور اس کا مرتبہ سلوک و اخلاق کے منتہی ہی کو حاصل ہونا ہے عَفُوًّا۔ اس صفت کو لا کر یہ یاد دلا دیا کہ درگزر کی صفت تو صفات کمالیہ الٰہیہ میں سے ہے۔ کیا خوب ہو جو بندہ بھی اپنے کو اسی رنگ میں رنگ لے! قَدِيْرًا۔ یہ لفظ لا کر ادھر اشارہ کر دیا کہ بندہ بیچارہ انتقام لے ہی کیا سکتا ہے۔ انتہام پر قدرت کامل تو اللہ ہی کو حاصل ہے، اور وہ اس کمال قدرت کے باوجود صفو و درگزر سے کام لیتا رہتا ہے ——— سدوں کو عفو و درگزر کی راہ پر لانے کا کتنا مؤثر و حکیمانہ طریقہ ہے! امام رازیؒ حسن کی کمزوری قرآن بھی میں قابل صد رشک ہے، یہاں پر جو بات ہوائی ہے کہ آیت کے اس دو مختصر فقروں میں سارا علاصہ اخلاق و سلوک آگیا۔ وَحَمَلَ فِيْ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ جَمِيْعَ اَنْوَاعِ الْخَيْرِ وَاَعْمَالِ الْبِرِّ (کبیر) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ جس طرح پہلی آیت میں صغار کی رعایت تھی، یہ آیت اہل جبر کے مناسب حال ہے۔ اس میں مصلحت عزو جع الی القہر ہے۔ ۵۷۹ لہٰذا کن لوگوں کی طرف؟ اس باب میں بہت کچھ بحث ہوتی ہے۔ بہر حال اتنا تو صاف ہے کہ اصل ارتداد یہود کی حاسبہ جو انبیاء بالقین میں سے بعض کے قوائل تھے لیکن ایسے ہی سلسلہ کے انبیاء میں سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے منکر تھے۔ اور یہ ثبوت مصطفوی کے لیکن قرآن کے الفاظ عام ہیں اور ان کے تحت میں یہ صرف یہی آجاتے ہیں، جو حوت مصطفوی کے توصاف مسکو اور رسالت مسیح کے بھی مسکر ہو کر الوہیت مسیح کے قائل ہو گئے ہیں۔ بلکہ ۵۸۰ کیس

لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
سرپھوڑے، اور ہر ہری کے ہیں دو رُخے، اُدھر ہی کے اور جسے اللہ گمراہ رکھے تو
فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا
اُس کے لئے تو کوئی راہ نہ پائے گا ۝ اے ایمان والو، مومنوں کو چھوڑ کر
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ
کافروں کو دوست مت بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ
اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
اپنے اُوپر اللہ کی حجت صریح قائم کر لو ۝ یقیناً منافق دوزخ کے
فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝
سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے اور تو اُن کا کوئی مددگار نہ پائے گا ۝
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ
البتہ جو لوگ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور اللہ کا سہارا پکڑے رہیں اور اپنے
اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ
دین کو اللہ کے لئے خالص کر لیں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے ۝ اور اللہ
يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ
مومنوں کو عنقریب اجر عظیم دے گا ۝ اللہ کو تمہارے عذاب سے کیا کرنا
بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝
ہے، اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لے آؤ اللہ تو بڑا قدردان ہے بڑا علم والا ہے ۝

مقال

۷۹۰ (ایمان اور ہدایت کی) مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ۔ یعنی کافروں اور مؤمنوں کے درمیان۔ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ۔ یعنی ظاہر اور صورت کے اعتبار سے مومن اور مسلمان کے لحاظ سے کافر۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ۔ اللہ کا یہ فعل اضلال اس کی سنت تکوینی کے مطابق ہے ہر عزم عمل پر عمل کا ترتب کر دیتا ہے۔ ۷۹۱ (اپنے جرم اور مستحق سزا ہونے کی) آتی صریح وعیدوں کے باوجود ہم لوگ جو بلا ضرورت ہر قسم کے غیر مسلموں، بے دینوں، بددینوں سے دوستی اور صحبت کے تعلقات قائم رکھے ہوئے ہیں تو ہم لوگوں کا کیا انجام ہونا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَآءَ۔ کافروں کے تحت میں پوری طرح وہ چھپے ہوئے کافر بھی داخل ہیں جنہیں منافقین کہا گیا ہے۔ اِقْتَصَّتِ الْآيَةُ النَّهْيَ عَنِ الْاِسْتِنْصَارِ بِالْكُفَّارِ وَالْاِسْتِعَانَةِ بِهِمْ فِي الْاُمُوْرِ الْمُهِمَّةِ (احمد حماس) فقہاء حنفیہ نے ذمیوں کو وکیل بنانا اور اُن سے شرکت تجارت (مضاربت) میں بھی کراہت کی ہے۔ وَقَدْ كَرِهَ اَصْحَابُنَا تَوْكِيْلَ الذِّمِّيِّ فِي الشِّرٰى وَالْبَيْعِ وَهُمُ الرُّكْنُ لِلْجَهْلِ وَالْخِيَانَةِ (جصاص) فقہاء حنفیہ نے ذمیوں کو وکیل بنانا اور اُن سے شرکت تجارت (مضاربت) میں بھی کراہت کی ہے۔ وَقَدْ كَرِهَ اَصْحَابُنَا تَوْكِيْلَ الذِّمِّيِّ فِي الشِّرٰى وَالْبَيْعِ وَهُمُ الرُّكْنُ لِلْجَهْلِ وَالْخِيَانَةِ (جصاص) وَهٰذَا الْمَالُ الَّذِيْ هُوَ مُضَارَبَةٌ وَهٰذِهِ الْاٰلَةُ دَالَّةٌ عَلٰى صِحَّةِ هٰذَا الْقَوْلِ (جصاص)

۷۹۲ (کہ انہیں بچا سکے یا اُن کی سزا کچھ ہلکی ہی کرا سکے) اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ۔ ہر منافق اصلاً کافر ہی ہوتا ہے۔ منافق کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے جُرم کفر پر ایک مزید جرم کر و فریب کا اضافہ کئے ہوئے ہے اس لئے اگر اُسے کھلے ہوئے کافر سے سخت تر سزا ملے تو یہ عین مقتضائے عقل ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا۔ سلف فقہاء مفسرین نے محض گنہگاروں کی شفاعت پر استدلال کیا ہے۔ اور تقریر استدلال یہ ہے کہ یہ عدم نصرت کی تہدید چونکہ اہل نفاق کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ جو منافق نہ ہوں گے، اُن کی نصرت و شفاعت ہو سکے گی۔ وَاَحْسَنُ مَا اُعْتُمِدَ عَلَيْهِ فِيْ اِثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ لِمَنْ حَقَّ الْعَذَابُ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ (کبیر) ۷۹۳ (رحمت اور درجات جنت میں) مؤمنین کے ساتھ ان نئے تائبین کا ذکر لانے سے مؤمنین ہی کی تکریم اور شرف مرتبت نکلتی ہے۔ اَوْقَعَ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي التَّشْرِيْفِ لِاِنْضِمَامِ الْمُنَافِقِيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا سُمِّيَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّهُمْ مُهَاجِرِيْنَ (کبیر) قَالَ الْفَرَّاءُ اَيْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (روح) تَابُوْا۔ یعنی اپنے عقائد شرک و کفر سے توبہ کر لیں۔ اَصْلَحُوْا یعنی اپنے افعال و احوال کو شریعت کے مطابق و ماتحت کر لیں۔ وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ۔ اور اس اعتصام باللہ کے تحقق کے لئے کافروں کی رفاقت کا ترک لازمی ہے۔ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ۔ اللہ کے ساتھ اخلاص کی تینوں منافقت کی حرکات رہی ہے۔ فقہاء نے آیت کے اس جزو سے یہ نکالا ہے کہ اعمال تقرب و عبادت ہر قسم کے شائبہ ریاء اور ہر قسم کے دنیوی مفاد و نفع سے خالی ہونا چاہیئے۔ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ كُلَّ مَا كَانَ مِنْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ عَلٰى مَعْنَى الْحَقِّ فَسَبِيْلُهُ اَنْ يَّكُوْنَ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاَنْ لَّا يَكُوْنَ لِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ فِيْهِ شَوْبُ الرِّيَاءِ وَطَلَبِ الْعِوَضِ مِنَ الْمَدْحِ وَالثَّنَاءِ (جصاص) اور یہ بھی نکالا ہے کہ نماز اذان و حج وغیرہ اعمال عبادات پر معاوضہ قبول کرنا جائز نہیں۔ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اِسْتِئْجَارَ الْاَحَدِ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ اَعْمَالِ الدِّيْنِ كَالصَّلٰوةِ وَالْاَذَانِ وَالْحَجِّ (جصاص) پوری آیت کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقین جو اس قدر وعیدوں کے مستحق ہیں، وہ بھی اللہ کی رحمت و مغفرت سے ہمیشہ کیلئے مایوس نہ ہو جائیں۔ توبہ اور اصلاح حال تو ان کی اپنی اختیاری چیز ہے۔ جب اور جس وقت چاہیں، سیدھی راہ اختیار کر کے مؤمنین کی معیت حاصل کر سکتے ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا گناہ بھی ایسا نہیں جو موروثی یا پیدائشی ہو یا اب ناقابل اصلاح ہو۔ ۷۹۴ (اور جب یہ تائبین اور مسلمین، مؤمنین کے ساتھ ہوئے تو ظاہر ہے کہ اجر عظیم ان کے حصہ میں بھی آ کر رہیگا) اس میں سبق ہے اُن خاندانی اور پشتینی مسلمانوں کیلئے جو آج ہر کفر و فسق سے تائب و مسلم یا نو صالح کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ اسلامی اور ایمانی برادری میں نئے شامل ہونے والے بھائی ہیں جو اور زیادہ عزت و اکرام کے مستحق ہوتے ہیں۔ ۷۹۵ خطاب منافقوں سے ہے۔ انہیں بتایا ہے کہ تمہاری سزا دینے پر اللہ تعالیٰ کا کوئی کام موقوف نہیں۔ یہ تو محض تمہارا کفر اور کفران نعمت ہے جو تمہیں جنت کی نعمتوں سے استفادہ کے ناقابل بنائے ہوئے ہے۔ اگر اپنے ان عقائد کو چھوڑ دو تو رحمت حق تو خود بخود تمہیں آ لے گی۔ اس میں تعلیم بھی ہو گئی کہ اسلام کا خدا مشرک اور جاہلی قوموں کے خونخوار اور سفاک دیوی دیوتاؤں کی طرح نہیں جسے بندوں کے آزار دہی ہی میں لطف آ رہا ہے۔ شَاكِرًا عَلِيْمًا۔ یعنی ہر ایک کے درجۂ اخلاص سے واقف۔ عَلِيْمًا۔ یعنی ہر ایک کے درجۂ اخلاص کا قدر دان۔ آیت سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ مؤمن شاکر عذاب الٰہی سے بالکل دُور رہے گا۔ فقہاء مفسرین نے آیت سے یہی نکالا ہے کہ صاحب کبیرہ پر عذاب نہیں ہے۔ قَالَ اَصْحَابُنَا دَلَّ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُعَذِّبُ صَاحِبَ الْكَبِيْرَةِ (کبیر)

مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ
سخت قول و قرار یا شہ سو ہم نے بسبب کے اُن کی عہد شکنی اور بسبب آیاتِ الٰہی سے
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ
اس کے کفر کے اور بسبب اُن کے قتل ناحق انبیاء کے اور بسبب اُن کے اس قول کے جو ہمارے
قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا
قلوب محفوظ ہیں (ہم سے اسیں سزا میں مبتلا کیا گیا) ہے نہیں (مگر) ہے یہ کہ اللہ نے اُن پر مہر لگادی
يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰي
یہ اُن کے کفر کے سبب وہ ایمان نہیں لاتے مگر (آ) تھوڑا اسا اور بسبب اُن کے کفر (آ) اور سبب اُن کے
مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا
مریمؑ پر بہتانِ عظیم رکھنے کے اور بسبب اُن کے اس قول کے کہ ہم نے
الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ
عیسیٰ ابن مریم کو مار ڈالا جو مسیح اور اللہ کے پیمبر تھے حالانکہ وہ آپؑ کو مار ڈال کے
وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اور آپؑ کو سولی ہی پر چڑھا پائے تھے بلکہ اُن پر شبہ ڈال دیا گیا تھا اور یہ لوگ آپؑ کے بارے
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ
میں اختلاف کر رہے ہیں وہ تو آپؑ کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں انکے پاس
عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ۢ
کوئی علم (یقینی) تو ہے نہیں ہاں بس گمان کی پیروی ہے اور یقینی بات کہ انہوں نے آپؑ کو مار نہیں ڈالا

(و مدمج تفسیر) نَقْضًا نَّقْطَعُهَا - یہود کی کتابوں میں ایسی ایسی گندہ رویہیں اس پاک حضرت کی حالوں کی بابت لکھی ہوئی ہیں، کہ ان صفحات پر بغرض رد بھی نقل ہونے کے قابل نہیں۔ قرآن مجید نے اس سارے طومارِ خرافات کی طرف سکال بلاغت، متانت اور متانت علیہ کا اشارہ کر دیا۔

تنزیہ پر حاشیہ پہلے گزر چکے۔ یہ غراں کی صاحبزادی اور حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ بحال رجوع روایاتِ تاریخی یوسف سے ہوا اھا۔ جو حجاری کا کام سرانجام کئے ہوئے تھے دونوں بڑے عابد و خدا رسیدہ تھے۔ یکفرہ جہ۔ ذکر یہود کی سزا کا چل رہا ہے کہ ان پر جو عذاب مسلط ہوئے ملاں فلاں اسباب سے ہے۔ یہاں کفر یہود سے مراد اُن کا کفر حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہے۔ ای صنعی علیہ السلام (بیضاوی) ۱۵۶ یعنی اس کا قائل، ظاہر ہو کہ یہودی کا تھا، حواس پر جوش بھی ہو گئے تھے اور اس کا دعویٰ بھی فخر کے ساتھ کر رہے تھے۔ المسیح (رسول اللہ۔ یہ دونوں الفاظ یہود کے میں، وہ انہی دونوں معیوب یا مسیحیت اور رسالت ہی کے تمسخر تھے۔ قرآن حمید نے نفس واقعہ کے لحاظ سے ان کا صحیح منصب بیان کر دیا۔ قرآن مجید کا یہ اسلوب بیان عام ہے۔ ھو اخبار من اللہ تعالیٰ بصفۃ سنی (کبیر ص ۱۶۲) محبوبان یصدر اللہ الذکر الحسن مکان ذکر ھما القبیح فی المحاکاۃ بھم (کبیر کشاف)، یعتمل ان یکون استثناء ما خاص اللہ تعالیٰ مدحہ (بیضاوی)، یحصل ان اللہ وصفہ بالرسول وان لم یعولوا ذلک (مدارک) اِنَّا قَتَلْنَا - قتل کے اصل معنی روح کو جسم سے جدا کر دینے کے ہیں، خواہ کسی طریقہ پر ہو۔ اسی کو اُردو محاورہ میں حکم کر دیا یا کام تمام کر دینا کہتے ہیں۔ اصل القتل ازالۃ الروح عن الجسد (راغب)، قتلہ ای اماتہ بضرب او جوع او سم او نحوہ (کبیر ص ۱۶۲) ھو ازالۃ الروح عن الجسد کالموت (راغب)، اور امام قرطبی نے ایک دوسری آیت یَا اُمَّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ صلوا الذین اصطادوا الصید کے تحت میں لکھا ہے القتل ھو کل فعل یسب الموت وھو ھو اما من الصرف الدھر والحتف والموت وشبھہ۔ یہاں اصطلاح فقہ کا مثل مراد نہیں جس کے معنی محض کسی دھار دار آلہ سے ہلاک کرنے کے ہوتے ہیں۔ تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو سزائے موت اگرچہ رومی عدالت سے ملی۔ اور وہی حکمی عدالت نافذ سزا بر قادر تھی، لیکن آپؑ کو سزا دلوانے میں اور آپؑ کے لئے سزائے موت کا حکم سنوانے میں ہاتھ تمام تر یہود ہی کا کام کر رہا تھا۔ اسی لئے قرآن مجید نے بھی موتا ریخ کی دقیق حقیقتوں کو بھی اظہار نہیں ہونے دیتا، بالعمل سیح طور پر آپؑ کے قتل یا اقدام قتل کی ذمہ داری یہود ہی پر رکھی۔ انجیلیں اتنے جرح و ترمیم و تنقیح العمل و حک تک متفق اللفظ بھی ہیں کہ رومی عدالت کا حاکم پیلاطیس آپؑ کو سزا دینا سمجھ رہا تھا، مگر اس سے برابر بچتا رہا تھا۔ یہ یہود ہی تھے، جنہوں نے استغاثہ تھونپا گھما گھا کر انہیں مجبور کیا، بلوہ و فساد کی دھمکی دے دے کر اُسے حکم سنانے پر مجبور کر دیا۔ آخیل متی کا ایک مختصر سا بیان ملاحظہ ہو۔ " جب پیلاطس نے دیکھا کہ کچھ بس نہیں پڑتا، بلکہ اُلٹا ہلڑ ہوا جاتا ہے تو پانی لے کے لوگوں کے رُوبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا میں راستباز کے خون سے بری ہوں۔ تم جانو۔ سب لوگوں نے کہا کہ اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر۔ اس پر اس نے برابا کو اُن کی خاطر چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کیا کہ صلیب دی جائے۔" (۲۷: ۲۴-۲۶) اسی کی تائید دوسری انجیلیں بھی کرتی ہیں، بلکہ توراتیں بھی انتہا تصریح اور رائد ہے کہ حاکم نے ملزم کو سزائے موت سے بچانے کی تین تین بار کوشش کی، لیکن یہود نے ہر دفعہ اس کی مات کو ندکر کر دیا۔ (۲۳: ۲۲) یہ بیانات تو مسیحیوں کے تھے۔ خود یہود کی لکھی ہوئی حوقدیم ترین حیاتِ مسیح دیانے معلوم ہیں موجود ہے۔

اور جس کا ترجمہ انگریزی میں

کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس میں اس واقعہ کو فخر کے ساتھ اپنی جانب منسوب کیا ہے۔ (حاشیہ ملاحظہ) انجیلوں میں جو پیشگوئیاں حضرت مسیحؑ کی نبان سے اپنے قتل ہونے کی بابت منقول ہیں، اُن میں بھی ساری دردِ داری سزادلانِ یہود ہی کے متعلق ہے اور یہودیوں یا حاکموں کا اور کہیں آتا ہے۔ "اُس وقت سے یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ مجھے ضرور ہے کہ یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دُکھ اُٹھاؤں اور قتل کیا جاؤں۔" (متی ۱۶: ۲۱) پھر وہ انہیں تعلیم دینے لگا کہ ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہ اُسے رد کریں اور وہ قتل کیا جائے۔ (مرقس ۸: ۳۱) ضرور ہے کہ ابن آدم کے حق میں جو لکھا ہے پورا ہو۔ (لوقا ۲۲: ۳۷) ۱۵۷ یعنی آپؑ کا کام تمام کر دینا تو الگ رہا، یہود تو واقعۃً اتنا بھی نہ کر سکے کہ اُس نماز میں اس ملک میں جو طریقہ سزائے موت کا تھا اُسی تک پہنچ جاتے، یعنی آپؑ کو سُولی پر چڑھا تک دیتے۔ وَمَا صَلَبُوْهُ - صلبوا کے اس معنی محض سُولی پر لٹکانے یا چڑھانے کے ہیں، جس سے آخر کر دینے کے معنی ہوتے کا الاتفاق ہے، کہ یہود کو دھوکا ہوا، اور وہ حضرت مسیحؑ کے دھوکے میں کسی اور کو سُولی پر چڑھا گئے، لیکن یہ شخص کون تھا، اور دھوکے کی صورت کیا ہوئی، اس کا تعین کسی حدیث صحیح میں نہیں آیا۔ سوا اس

أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ
تو ایسے لوگوں کو (اللہ) ضرور ان کا اجر دے گا ، اور اللہ تو ہے ہی بڑا مغفرت والا
غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٥٢﴾ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَن تُنَزِّلَ
بڑا رحم والا ﴿۱۵۲﴾ آپ سے اہل کتاب فرمائش کرتے ہیں کہ آپ ان کے اوپر
عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ
ایک نوشتہ آسمان سے اتروا دیں ۔ سو یہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑی فرمائش
مِن ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ
کر چکے ہیں ۔ سو (ان سے) یہ بولے تھے کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دو ۔ سو آگئی (اس) زیادتی پر
الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِن بَعْدِ
انہیں کڑک بجلی نے آپکڑا پھر بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں آچکی تھیں اور
مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَن ذَٰلِكَ ۚ وَآتَيْنَا
تو گوسالہ کو (معبود) تجویز کر لیا ۔ پس ہم نے اس سے بھی (درگذر کیا اور ہم نے موسیٰ کو
مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿١٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ
ایک صریح اقتدار عطا کیا تھا ﴿۱۵۳﴾ اور ہم نے ان کے اوپر طور کو معلق کر دیا تھا
بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
ان سے قول و قرار کے لئے ، اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازہ میں داخل ہو عاجزی کے ساتھ
وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُم
اور ہم نے ان سے کہا کہ سنیچر کے بارہ میں زیادتی نہ کرنا ، اور ہم نے ان سے

ع ۲۱ ۱۱

منزل

۵۰۱۴ سَوْفَ ۔ یہاں قُرب زمانی کے لئے نہیں اجر کی تعیّن کے لئے ہے ۔ معناہ ان ایتاءھا کائن لا محالۃ وان تاخر کذا فی العرائس وہو تاکید الوعد وتحقیقہ کذا فی روح البیان

۵۰۱۵ متکلمین نے آیت سے معتزلہ کا رد بھی نکالا ہے جو مرتکب گناہ کبیرہ کے دوام عذاب کے قائل ہیں ۔ کما لا یخفی آیت میں صاف مضمون موجود ہے کہ ایمان محض پر بھی اجر ملے گا ۔ وفائدۃ تبدل علی سبیل التفویض الی مشیۃ اللہ تعالیٰ فی تعذیب المرتکب الکبیرۃ فلا یلزم من ایتاء الاجر ایتاء الاجر وترک العقوبۃ بعض من آمن باللہ ورسلہ ولم یفرق بین احد منہم بوجہ من الوجوہ ۔ کذا فی روح البیان

۵۰۱۶ یہ فرمائش کرنے والے یہود مدینہ تھے خصوصاً کعب بن اشرف اور اس کی پارٹی ۔ ای کعب واصحابہ رضی ۔ یہود کہتے تھے کہ ہم ایسی وحی کے قائل نہیں جو فرشتہ کے ذریعہ سے قلب نبی پر نازل ہو ۔ ہم تو بس یہ جانتے ہیں کہ ہمارے سپہ سالار موسیٰ پر تختے لکھائے ہوئے احکام عشرہ نازل ہوئے تھے تو اگر پیغمبر ہونے میں سچے ہو تو اسی طرح کا لکھا لکھایا صحیفہ پیش کرو ۔ قالت الیہود ان کنت صادقا فی دعوی نکتاب من السماء جملۃ کما جاء بہ موسیٰ فأتنا بالکتاب (عن ابن عباس) سأل الیہود رسول اللہ صلعم ان ینزل علیہم کتابا من السماء کما سألت الیہود موسیٰ ان ینزل علیہم کتابۃ بیدہ (عن عکرمۃ) وأتنا بکتاب من السماء جملۃ کما جاء موسیٰ بالواح (عن مجاہد) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت سے اس شخص کی مذمت نکل رہی ہے جو برکات سماوی کو شیخ کے اختیار میں سمجھ کر اس سے افاضہ کی درخواست کر رہا ہے ۔

۵۰۱۷ سو ایسی قوم سے ایسی فرمائشیں کچھ انوکھی اور نادر ہیں) ضمناً جواب بھی نکل آیا کہ جو معجزہ موسیٰ کو خود ہی ایسی چیز لائے تھے ، پھر اس پر ان طالکو نے کب بس کیا ، اُن سے تو یہ فرمائش کر دی کہ بلاو راست اللہ میاں کا دیدار ہی ہمیں کرا دیجئے ۔ یہ سارے واقعات اس غرض کے لئے یاد دلا دیئے گئے کہ ان لوگوں کی ساری قومی تاریخ ہی ضد و عناد سے بھری پڑی ہے ۔ ایسی فرمائشوں سے اُن کا مقصود تحقیق حق نہیں بلکہ محض مجادلہ و مکابرہ ہے ۔ فدا یدل علی ان طلب نزول الکتاب علیہم من السماء لیس لاجل الاسترشاد بل لمحض العناد وکید

۵۰۱۸ چنانچہ وہ محض نبی و رسول ہی نہ تھے بلکہ اپنی قوم کے حاکم اعلیٰ اور صاحب اقتدار (بھی تھے) اٰتَیْنَا سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۔ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِکَ ۔ ان سب واقعات پر عاشیے پارۂ اوّل میں گزر چکے ۔ محققین نے کہا ہے کہ آیت میں اُس شخص پر رد نکل رہا ہے ، جو قطع رذیلت کا اسی دنیوی زندگی میں بتعقد وقوع الرؤیۃ فی الدنیا قائل ہو ۔ بِظُلْمِهِمْ میں ب سببیہ ہے ۔ (منہ طلبہ جامعہ) ثُمَّ ۔ یہاں تاخر زمانی کے لئے نہیں استبعاد کے لئے ہے یعنی ایسی بیہودہ فرمائشیں ہی کیا کم تھیں کہ اس سے بڑھ کر حرکت یہ گوسالہ پرستی کی شروع کر دی ۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کے پیش کئے ہوئے دلائل و معجزات جاننے ، سمجھنے اور دیکھنے کے بعد شرک خصوصاً اپنی قبیح ترین صورت گوسالہ پرستی میں یوں بھی بڑا ہی قبیح تھا ، فطرت سلیم حد میں سے پایا کرتی ہے لیکن پیغمبر برحق کے لائے ہوئے دلائل قوی اور شواہد بیّن کے بعد تو اس پستی میں گرنا بدبختی کی انتہا ہے ۔ ۵۰۱۹ (ان احکام غیر موجود سے احکام کی تعمیل کے لئے) رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ ۔ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا ۔ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ ۔ ان سب واقعات پر حاشیے پارۂ اوّل میں گزر چکے ۔ بِمِیْثَاقِهِمْ میں ب اظہار غرض و غایت کیلئے ہے ۔ ای لسبب میثاقہم اعنی ما اخذ علیہم (منہ طلبہ جامعہ) سُجَّدًا ۔ یہاں سجدہ شرعی مُراد نہیں ۔ بلکہ سجدہ اپنے لفظی معنی میں ہے یعنی تواضع کے ساتھ ۔ ای متطامنین خاضعین ۔ (منہ)

اسی عقیدہ کی تصویب کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ لیکن پولوس (متوفی ۶۵ء) کے اثر سے جو مسیحیت چلی اور پھیلی، اُس کی تو بنیاد ہی عقیدۂ کفارہ پر ہے یعنی اس عقیدہ پر کہ ابن اللہ نے یا خود خدا نے مجسم ہو کر، اور صلیب پر جاں کنی کی تکلیف اٹھا کر اور اپنی جان دے کر سب کی طرف سے مخلوق کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ اس لئے یہ، واقعی مسیحیت تو نفسِ مصلوبیتِ مسیحؑ کو ماننے اور فرض کئے ہوئے ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکی۔ اس لئے الحاداً اسی یونوسی اور کلیسائی مسیحیت نے کُل قدیم صحیح العقیدہ مسیحی فرقوں کو "مدعیٔ" اور "مستدرکِ" قرار دے کر کلیسا سے خارج کر دیا۔ اور خود وہی کہنے لگے جو دشمنانِ عیسیٰؑ یعنی یہود پہلے ہی سے کہہ رہے تھے یعنی یہی کہ عیسیٰؑ صلیب پر دوات پا گئے اُوگھا ہر ہے کہ اس اشتراکِ عقیدہ میں یہ تینوں دولوں کی بالکل الگ الگ ہیں۔ یہود وفات عیسیٰؑ کو موضوعِ تنقید و اثبات میں بیان کرتے ہیں، اور مسیحی بعینہٖ اسی واقعہ سے آیت کی علت پر دلیل لاتے ہیں لیکن نصِ عقیدہ بہرحال دونوں میں مشترک ہے۔ اور بڑے تاسف اور قلق کا مقام ہے کہ آج بیسویں صدی عیسوی میں بعض "مسلمان" فرقے بھی اسی گہری کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے کہ وفاتِ مسیحؑ کے اس باطل اور خلافِ تحقیق عقیدہ کو

"روضِ جنانی" کا تتمہ اور تحقیق کا پروانہ سمجھ رہے ہیں! ۵۸۱۶ (آپس میں) اگر کوئی آپ کو مرتبۂ الوہیت پر پہنچائے دیتا ہے، اور کوئی مرتبۂ عبدیت کا ماننے بھی نیچے اتارے لاتا ہے) جملہ میں غیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حاسبے

اے فی شان عیسیٰ علیہ السلام۔ (رغ) ای فی عیسیٰ (ہمارک) ای فی عیسیٰ (جلالین) الذین اختلفوا فیہ (جلالین) میں مراد یہود و نصاریٰ اور اُن کے مختلف فرقے ہیں۔ کہ کوئی آپؑ کو الوہیت مانتا ہے کوئی اللہ کا شمردہ نہ ماز قرار دے رہا ہے

اور کوئی نعوذ باللہ آپؑ کی خدائی کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ المراد من الموصول ما یعم الیہود والنصاریٰ جمیعاً (رغ) میل العہد یعاندہ بل الیہود والنصاریٰ (ہمارک) حال موکدہ لمعنی القتل (جلالین) عقیدۃً یقیناً نفی قتل کی تاکید کے لئے ہے۔ کذا یقال ماقتلوہ حقاً (کشاف) ماملوہ حقاً بصحل بقساناکید القولہ وما قتلوہ (ہمارک) ای حق انتفاء قتلہ حقاً (ہمارک) حال موکدہ لمعنی القتل (جلالین) عقیدۃً

وفات مسیحؑ یا قتل مسیحؑ چونکہ بہت بڑی غلط فہمی یا گلڑی کا باعث ہے اور دنیا کی دو بڑی قومیں یہود اور مسیحی اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اس لئے قرآن مجید کو اس کی تردید کی ضرورت بھی بہت وضاحت اور تاکید کے ساتھ پیش نے کی ہے، یعنی قول بلا دلیل۔ یعنی نظریہ پر فطریہ قائم کرتے چلے جاتے ہیں اور کوئی بات بنائے نہیں بنتی۔ مسیحی یہودیوں سے دست و گریباں ہیں اور یہود مسیحیوں سے۔ اندر ہی اندر حد امعلوم کتنے فرقے ہو گئے ہیں۔

اور ایک دوسرے کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ۵۸۱۵ (اور گمان یا اکمل تحقیقت رسمی میں کہاں تک کافی ہو سکتی ہے!) مسیحیوں نے تو غضب ہی کر رکھا ہے اپنے سارے مذہب بنیادی الوہیت مسیحؑ اوفات

مسیحؑ، احیاء مسیحؑ کی میاد نما مسترنین دو ہم پر کھی ہے۔ نقمۃ من ضمیر ان الدس اختلفوا کی طرف ہے یعنی وہ لوگ جو حضرت مسیحؑ کے باب میں جھگڑ رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور اُن کے اندر دنی فرقے۔ من یقینہ

علم سے مراد علم صحیح، علم ثبات بالدلائل ہے۔ اور من زائدہ ہے۔ من داشد (زطی) چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔ یہود اور مسیحی دونوں قوموں کی رہنمائیوں اور کتابوں کی مالکل صحیح تصویر قرآن مجید نے

ان مقصوحہ جامع الغلاطیں کھینچ دی ہے۔ لکن معنوں ہ اللی الذی نحیتلوہ (جلالین) طن یہاں مقابل علم کے ہے یعنی ایسا قول جو مالکل بلا دلیل ہو اور جس کا سند یٰ کوئی حس ہو۔ اُس سے کوئی استنباط

یعنی کچ نھموں نے آیتوں کے الفاظ سے نعی قیاس پر جو دلیل قائم کرنا چاہی ہے وہ بے اصل ہے۔ قیاس نعی تو خود ایک دلیل شرعی ہے استنباط و استخراج کے مرادوں۔ ۵۸۱۹ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا میں

الی سمائہٖ (کر) رَفَعَہٗ۔ رفع کے اصلی معنی رفع جسمانی یا رفع مادی ہی کے ہیں۔ الرفع یحال فی الاجسام الموضوعۃ اذا اعلیتھا عن مقرھا (راغ) مجازی معنی، یعنی رفع مرتبہ کے بھی جائز ہیں۔ ای رفعہ

من حیث التشریف (راغ) لیکن حقیقت کو چھوڑ کر مجاز اختیار کرنے کی کوئی وجہ قوی موجود ہونی چاہیئے! اور وہ یہاں موجود نہیں۔ بعض نادان اور نوخیز فرقوں کا استدلال کہ چونکہ رفع کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کی جانب ہے، اس لئے رفع جسمانی تو مراد ہو ہی نہیں سکتا، اور اس لئے لامحالہ رفع مجازی یعنی قرب و منزلت ہی مراد ہوگی، قرآن فہمی سے بُعد پر مبنی ہے۔ آخر قرآن مجید ہی میں اس طرح کی آیات موجود ہیں یا نہیں:-

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ۔ یہاں ہجرت الی اللہ سے کسی نے ہجرت الی دار الاسلام یا ہجرت الی المدینہ نہیں لی ہے، یا پھر قال اھاجرھا فی واھب الی ربی قیاں یہاں کون نہیں سمجھتا کہ ذہاب الی رب

سے مراد وہاں الی الشام مُراد ہے؟ وھس علی ھذا۔ امام رازیؒ نے خوب لکھا ہے کہ تعلیم و تشریف کے حس سیاق میں یہاں ذکر رفع الی اللہ کا ہے، وہ خود اس امر کی دلیل ہے کہ یہ رفع کوئی امتیازی اور محصوص چیز ہے، متقین و

صالحین کے عام دخول جنت اور وہاں کی لذات جسمانی و حسی سے الگ۔ رفعہ الیہ اعظم فی باب الثواب من الصدق من کل ما یھبھا من اللذات الحسمانیہ (کر) رفع جسمانی کا عقیدہ لازمۂ ایماں اور شرط اسلام ہو یا نہ

ہو، بہرحال ظاہر قرآن سے قریب تر ضرور ہے۔ ۵۸۲۱ صفت عزیز لاکر یاد دلایا کہ وہ اپنے نبی کو جو اپنے پر بھی قادر ہے اپنی قدرت حسانی و رفع روحانی دونوں پر قادر، صمت حکمہ لاکر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اُس نے حضرت عیسیٰؑ اور

ان کے دشمنوں کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ بھی عین مقتضائے حکمت تھا۔ ۵۸۲۲ (حب عالم بہ زرع کا مشاہدہ شروع ہو جاتا ہے، اور اس لئے دہ ایمان مانع مس ہوتا) ملہ موتہ میں ضمیر کتابی کی طرف ہے، اور مراد یہود سے

وقت۔ وفی بعضی اداھا بین الملک ولکنہ امان لہ بدیھم لادلہ ایمان خد الیاس وحس التلمس محالۃ الموت (زطی) لایموت یھودی حتی یومن بعیسیٰ (حر عن ابن عباس) کل صاحب کتاب یؤمن بعیسیٰ

ملہ موتہ (ابن عباس عن عباد) ھذا اقول اکثر المفسرین واھل العلم (سلم) یعنی اداھا عن قبل ان تزھن روحہ حین لایبصرہ ایمانہ لانقطاع وقت التکلیف (کشاف) حب یمانی ملیکہ الموت فلا

سمعہ ایمانہ (جلالین) ملہ کا اطلاق عربی میں جس طرح تقدم متصل پر ہوتا ہے، تقدم متصل پر بھی ہوتا ہے۔ یسمعل فی العدم المتصل والمنفصل (لف) اور یہاں تقدم متصل ہی مراد ہے، یعنی مرنے وقت

یہ میں ضمیر بالاتفاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب ہے۔ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔ لفظ عام ہے۔ لیکن محاورۂ قرآنی میں اکثر

اس سے مراد یہود ہی ہوتے ہیں۔ اور یہاں بھی عبارت کا سیاق و سباق انہی کی جانب مشیر ہے۔ ای من الیھود (کر) لایموت یھودی حتی یؤمن بعیسیٰ (ابن عباس عن ابن عباس) ای الیھود حاصہ کما احوج

اس حروعن ابن عباس (رغ) اور اگر وہی عام بھی معنی لئے جائیں اور یہود و نصاریٰ دونوں مراد سمجھے جائیں، حب بھی معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ معنی الیھود والنصاریٰ کما ھو الہ کتہ عن المفسرس

(رغ) مراد یہ ہوگی کہ مسیحیوں، یعنی مقام عیسیٰ میں افراط کرنے والوں اور یہود یعنی منصب عیسیٰؑ میں تفریط کرنے والوں، دونوں پر موت کے وقت صحیح مقام عیسیٰؑ کا انکشاف کر دیا جائیگا۔ ۵۸۲۳ یعنی یہ نہ لائے گے کہ فلاں طال

نے میری تصدیق کی تھی، اور فلاں طال نے تکذیب۔ یعنی ساھدا علیھم بکذیب من کذبہ مھو مصدقہ بتصدیق من صدقہ مھو مھم (ابن حریر) شَهِيْدًا کے معنی حکم لگانے والے کے بھی ہوتے ہیں۔ وھذا

معتبر بالمھادۃ عن المحکوم (لف) جس طرح افراد کے نفس کرس کی اصلاح کی ایک صورت یہ ہے کہ بعض ساعات سے بھی اُسے روک دیا جائے، اسی طرح حب قوم کا مزاج اعتدال سے محرف ہو جاتا ہے تو

اس کے لئے بھی مناسب صورت یہی ہوتی ہے کہ حن جائز چیزوں کی وہ عادی تھی، اُن سے اسے محروم کر دیا جائے۔ بِظُلْمٍ میں ما مسببہ ہے۔ اس سے یہ صاف مکل آیا کہ اُمت اسرائیل پر جو کچھ کو چھ سمعبال ہوئیں،

خود اُنہی کی زیادتیوں کی بدولت ہوئیں، بلا وجہ نہیں ہوئیں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ معاصی کے سبب سالک سے واردات کا قبض ہی کے مشابہ ہے۔ ۵۸۲۵ یہود کی قوی فرد عرم کی یہ دوسری دفعہ ہے یعنی خود

ہیں۔ "اگر تو میرے لوگوں میں سے جس کسی کو جو تیرے آگے محتاج ہے کچھ قرض دیوے تو اس سے بیاجیوں کی طرح سلوک مت کرا اور سُود مت لے۔" (خروج ۲۲ - ۲۵) "تو اس سے سُود اور نفع مت لے۔ اپنے خدا سے

ڈر تا کہ تیرا بھائی تیرے ساتھ زندگانی بسر کرے۔ تو اسے سود پر روپیہ قرض مت دے، نہ اُسے نفع کے لئے کھانا بکھلا۔" (احبار ۲۵ - ۳۶-۳۷) یہ اور بات ہے کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ سُود خور قوم یہی یہود ہو، اور اس

ستیاناک دیا کے ادبیات میں ضرب المثل بن گئے ہوں۔ ۵۸۲۶ بھی انکی تربیت میں سُود، رشوت، خیانت وغیرہ آمدنی کے حن ذریعوں کو حرام کر دیا گیا تھا، اُنھی کو اختیار کر کر کے حن قوموں سے یہود محروم کر دیئے گئے تھے وہ جتنی اور

جو کچھ بھی ہوں بہرحال اُن سے محرومی کے اسباب بیاں کھول کر بیان کر دیئے گئے ہیں:- (۱) ایک انکی ذاتی زبردستیاں زیادتیاں، گندگاریاں۔ (مطلوص الذین ھادوا (۲) دوسرے انکی متعدی گمراہیاں (وصدھم عن سبیل اللہ کثیرا۔ (۳) تیسرے اُن کی سُود خوری، وہ بھی مما نھوا عنہ وقد اخذھم الربوٰا وقد نھوا عنہ۔ (۴) چوتھے ناجائز آمدنیوں سے ان کا مال نہ کرنا (اکلھم لاموال الناس بالباطل) ۵۸۲۷ (آخر میں، اور یہ وہی سزاؤں میں خود نیتوں سے محروم ہو جانا کیا کچھ کم ہے؟ آیت کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیوی سزائیں تو عمومی و اجتماعی رنگ میں ملتی ہیں۔ چنانچہ فلاں فلاں نعموں سے ساری قوم محروم کر دی گئی لیکن آخرت میں

بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾

بلکہ آپ کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور اللہ بڑا قوت والا ہے، بڑا حکمت والا ہے ۱۵۸

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ

اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو آپ پر اپنے مرتے وقت ایمان نہ

مَوْتِهِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

لے آئے گا اور آپ قیامت کے دن ان پر گواہ (کی حیثیت سے بیٹھی) ہوں گے ۱۵۹

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ

سو یہود کی (ایسی ہی) زیادتیوں کے باعث ہم نے ان پر بہت سی چیزیں جو ان پر حلال تھیں،

أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾

حرام کر دیں ۱۶۰ اور اس سبب سے بھی کہ وہ اللہ کی راہ سے بہت روکتے تھے ۱۶۰

وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ

اور اس سبب سے بھی کہ وہ سود لیتے تھے حالانکہ انہیں اس کی ممانعت کر دی گئی تھی ۱۶۱ اور اس سبب سے

النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ

بھی کہ وہ دوسرے لوگوں کا ناحق مال کھا لیتے تھے ۱۶۱ اور ان میں سے جو کافر ہیں ان کیلئے ہم نے عذاب

عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦١﴾ لَّٰكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ

دردناک تیار کر رکھا ہے ۱۶۲ لیکن اللہ ان میں جو لوگ علم میں پختہ

وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

اور ایمان والے ہیں

کہ ایمان رکھتے ہیں اس (کتاب) پر جو آپ پر اتری ہے اور اس پر بھی

منزل

بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور اللہ بڑا قوت والا ہے، بڑا حکمت والا ہے ۔ اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو آپ پر اپنے مرتے وقت ایمان نہ لے آئے گا اور آپ قیامت کے دن ان پر گواہ (کی حیثیت سے بیٹھی) ہوں گے ۔ سو یہود کی (ایسی ہی) زیادتیوں کے باعث ہم نے ان پر بہت سی چیزیں جو ان پر حلال تھیں، حرام کر دیں ۱۶۰ اور اس سبب سے بھی کہ وہ اللہ کی راہ سے بہت روکتے تھے ۱۶۰ اور اس سبب سے بھی کہ وہ سود لیتے تھے حالانکہ انہیں اس کی ممانعت کر دی گئی تھی ۱۶۱ اور اس سبب سے بھی کہ وہ دوسرے لوگوں کا ناحق مال کھا لیتے تھے ۱۶۱ اور ان میں سے جو کافر ہیں ان کیلئے ہم نے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے ۱۶۲ لیکن اللہ ان میں جو لوگ علم میں پختہ اور ایمان والے ہیں کہ ایمان رکھتے ہیں اس (کتاب) پر جو آپ پر اتری ہے اور اس پر بھی

چاہیں، بہرحال تاریخ کی روشنی میں یہ واقعہ کے جو روایات کو ایک ایک کر کے لایا جائے، اُس وقت کے پس منظر کو سامنے لایا جائے۔ اور جو صورت واقعہ سب سے زیادہ قرین قیاس اور مطابق مقتضائے حال معلوم ہو، اُسی کو ترجیحی طور پر اختیار کیا جائے۔

پہلی بات اس سلسلہ میں یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ پر دشمن کے لوگوں سے ملتے چلتے کم تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ عوام تو عوام، خواص بھی آپ کو پوری طرح پہچانتے نہ تھے۔ چنانچہ جب آپ کی گرفتاری کا وقت آیا، تو اس کے لئے آپ کے یہود اور متعدد سپاہیوں کا ایک پُر گروہ اس ضرورت کیلئے کافی ثابت نہ ہوا، بلکہ آپ ہی کی مخصوص یارنی کے ایک منافق یہودا کو آپ کی شناخت کے لئے آپ ہی کی مخصوص یارنی کے ایک منافق یہودا کو ساتھ لینا پڑا۔ یہ ایک خالص تاریخی حقیقت ہے (لیکن امام المفسرین امام آلوسی اس راز سے بھی واقف ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ولذا س ما کانوا یتعرفون المسیح ان الامام بلذہ کان قلیل المخالطۃ للناس کثیرا۔ حتی اورقرس دونوں انجیلوں میں ہے کہ گرفتاری کرنے والی پارٹی میں سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے ایک "بڑی بھیڑ" تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے "سپاہیوں کی شامل تھی۔ اس پر بھی گرفتاری اور تشخاص کے لئے انہیں یہود اہ منافق کا سہارا ڈھونڈنا پڑا۔ اور انجیل یوحنا میں ہے کہ جب پطرس اور یہودا پہنچے وہاں پہنچے تو "یسوع نے اُن سے پھر پوچھا کہ تم کسے ڈھونڈتے ہو؟ وہ بولے یسوع ناصری کو۔ یسوع نے جواب دیا میں تم سے کہہ تو چکا ہوں کہ میں ہی ہوں" (۱۸: ۳-۸) "حضرت مسیح کی تنفیسی تاریخی تو بہت بعد کی پیداوار ہے۔ معاصر مخالفین و معاصرین کی نظر میں تو آپ کی حیثیت صرف یسوع ناصری نامی ایک مدرس و غیر معروف مجرم کی تھی۔ وہ سامنے موجود تھا، اور پھر جس کو کوئی پہچان نہیں رہا تھا، حالانکہ سب آئے تھے اُسی کی تلاش میں) دوسری بات یہ خیال رکھنے کی ہے کہ حضرت مسیحؑ کو، یا بالفاظ دیگر یسوع ناصری کو تبدیل ہیئت میں خاص ملکہ تھا۔ انجیلوں میں حضرت کی اسی قدرت کو، طور مجرہ کے بیان کیا گیا ہے۔ "چھ دن کے بعد یسوع نے پطرس اور یعقوب اور اس کے بھائی یوحنا کو ہمراہ لیا، اور انہیں ایک اونچے پہاڑ پر الگ لے گیا۔ اور اُن کے سامنے اُس کی صورت بدل گئی، اور اُس کا چہرہ سورج کی مانند چمکا" (متی ۱۷: ۱، ۲) "جب وہ دُعا مانگ رہا تھا تو ایسا ہوا کہ اس کے چہرہ کی صورت بدل گئی، اور اس کی پوشاک سفید براق ہو گئی" (لوقا ۲۹: ۹) نیز مرقس ۲: ۹۔ یہ مجرہ تھا یا نہ تھا، یہ ایک الگ بحث ہے۔ بہرحال آپ کو نفس قدرت اس پر حاصل تھی۔ تیسرے، اس تاریخی حقیقت کا اگر قصداً ذہن میں کر لیا جائے کہ ملک (شام، فلسطین) کی آبادی اُس وقت اسرائیلیوں، یہود کی تھی۔ اور اسی برادری کے ایک فرد آپ بھی تھے لیکن ملک پر حکومت رُومیوں کی تھی، اور اعلیٰ عہدہ دار اور پولیس اور فوج رومیوں پر مشتمل تھی۔ اور یہ رومی نہ صرف مشرک یعنی دین و عقیدہ میں اسرائیلیوں سے مختلف تھے، بلکہ صورت شکل، وضع و لباس، زبان و معاشرت وغیرہ میں بھی اُن سے ایسے ہی الگ تھے جیسے آج انگریز ہندوستانیوں سے مختلف و ممتاز ہیں ——— اور جس طرح آج ہندوستانیوں کو سب فوجی گورے یکساں انگریز ہی کہنے کے عادی ہیں، اور جس طرح آج ہندوستانیوں کو سب فوجی گوروں کو یکساں انگریز اور پولیس کو سامنے کا لے "ایک سے معلوم ہوتے ہیں، ویسی ہی رومی سپاہیوں اور فوجیوں کی نظر میں سب یہود یہود اور اسرائیل اسرائیلی بھی ایک ہی تھے۔ چوتھی کڑی اس سلسلہ کی یہ ملائیے کہ جس مقام پر رومی عدالت تھی، وہاں سے سرکاری سولی گھر فاصلہ پر تھا، اور سُولی یا صلیب جس کی شکل انگریزی چھاپہ کے رٹے عرف دلی) کے مشابہ یا ریلوے سگنل سے ملتی جلتی ہوتی تھی، وہ سُولی گھر میں پوری کھڑی ہوئی نہیں ہوتی تھی، صرف اس کا سیدھا اور کھڑا ستون زمین میں گڑا ہوا رہتا تھا، باقی جو لکڑی اُس کے اوپر آڑی پڑتی تھی، اس کے لئے قاعدہ یہ تھا کہ وہ مجرم کو عدالت سے اپنے اوپر لاد کر سولی گھر تک لانی پڑتی تھی۔ یہاں تک جو کچھ عرض ہوا، اس پر ایک نظر دوبارہ کر کے اُمور ذیل کو بھی نظر کے سامنے لے آیئے۔ (۱) حکم جب سنایا گیا ہے، جمعہ کا دن تھا۔ اور دن آخر ہو رہا تھا۔ اور یہود کو جلدی تھی کہ ہر طرح فراغت پا کر شاموں شام گھر واپس آ جائیں۔ جمعہ کی شام ہی سے اُن کا یوم السبت شروع ہو جاتا تھا، اور یوم السبت کے حدود کے اندر مجرم کی سزا دہی وغیرہ بھی ممنوع تھی۔ اور پھر یہود کا اہم تہوار، عید فسح (یہی شروع ہو رہی تھی۔ عرض یہود کو اس کی سخت ہی عجلت تھی کسی طرح اُن کا مجرم جلد سے جلد سولی پا کر شام سے قبل ہی دفن ہو جائے۔ (۲) لاغر و ناتوان مجرم (یعنی خود حضرت مسیحؑ) کے لئے ممکن نہ تھا کہ اتنی وزنی لکڑی لاد کر اتنا فاصلہ یہود کی خاطر خواہ تیزی سے طے کر سکیں۔ خصوصاً جب کہ یہودی تھے اور شریعت کے یہود حد ہی قدم قدم پر اس پھیرے جانے اور ان کا راستہ کھوٹا کرتے جاتے۔ اب اس ساری صورت حال کو اس تفصیل کے ساتھ پیش نظر رکھ کر مرائیے کہ رومی سپاہی، جو مجرم، بلکہ مجرموں کو لانے کے ساتھ سولی کیلئے مجرم اور بھی تھے) حراست میں لئے ہوئے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ہمارا میں سے نہیں، بلکہ حاکم قوم کے افراد تھے، ایسے موقع پر کیا کرتے؟ ——— عود و لوبان اور پردہ سُولی والی لکڑی کا بوجھ لادنے سے رہے۔ اسمون نے مجمع ہی میں سے کسی مقدر یہودی کو پکڑ لیا، اور صلیب کی لکڑی اُسی پر لاد دی! ——— انگریز گارد ایسے موقع پر بیشک کسی ہمدرد سیاہی مجرم کو حراست میں لے جاتا ہوتا تو کیا کرتا؟ یہی کہ تانگہ کھینچنے میں کسی تانگہ والے کو پکڑ لیتا اور اس پر لاد دیتا۔ محض بیاس و قریب نہیں، انجیلوں میں اتنے صریح و تصریح موجود ہے۔ اُنہیں شمعون نام ایک کرینی آدمی ملا۔ اُسے سپاہی پکڑ کر اُس کی صلیب اُٹھائے" (متی ۲۷: ۳۲) "اور شمعون نام ایک کرینی آدمی کا باپ دیہات سے آتے ہوئے اُدھر سے گزرا۔ اسمون نے اُسے بیگار میں پکڑ کر اُس کی صلیب اٹھائے (مرقس ۱۵: ۲۱) "اور جب اس کو لے جانے لگے، تو اسمون نے شمعون نام ایک کرینی کو جو دیہات سے آتا تھا، پکڑ کے صلیب اُسی پر رکھ دی کہ یسوع کے پیچھے پیچھے چلے" (لوقا ۲۳: ۲۶) جب یہ مجمع، جو یقیناً کوئی باقاعدہ و منظم مجمع نہیں، بلکہ عوام کی ایک بھیڑ تھا) اس افراتفری کے ساتھ ایک دوسرے کو بلا بیٹھا، مجرم سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہوا، سولی گھر کے پھاٹک پر پہنچا، تو وہاں پولیس گارد موجود ہو چکا تھا، اب اُس کی ڈیوٹی ختم ہو گئی۔ اب یہاں سے جیل کے سنتریوں کا کام و دل شروع ہوتا ہے۔ وہ کیا جانیں کہ یسوع ناصری کس کا نام ہے۔ وہ ایسے حسب دستور مجرم اُسی کو سمجھے جس کے اوپر صلیب لدی ہوئی تھی ——— ایک مرتبہ پھر اس حقیقت کو مستحضر کر لیجئے کہ جیل کے رومی سپاہیوں کے لئے سب یہودی اصحی ہی تھے، اور اس لئے باہم گرجم شکل اور یکساں۔ انہیں ایک اسرائیلی (یسوع ناصری) اور دوسرے اسرائیلی (شمعون کرینی) کے درمیان استیاز نہایت آسان تھا۔ انہیں دونوں کے درمیان کوئی مبادی فرق ہی نہیں نظر آ سکتا تھا۔ شمعون نے یقیناً واویلا مچایا ہوگا، لیکن وہ بھی مجمع کا شور و ہنگامہ اور مجرم جیل کے سپاہیوں کی زبان سے ناواقفیت، اور پھر سُولی پر لٹکا دینے کی جلدی، اسی افراتفری کے عالم میں اُسی شمعون کو پکڑ کر سُولی پر چڑھا دیا گیا۔ اور وہ چیختا چلاتا رہا۔ حضرت مسیح قدرۃً اس ہڑبونگ میں دشمنوں کے ہاتھ سے بچ رہے ہوئے ٹانگ ٹوٹنے سے رہ گئے! وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ یہ عقیدہ نو ایجاد نہیں۔ خود مسیحیوں ہی کا ایک قدیم تر بس فرقہ باسلیدیہ کے نام سے گزرا ہے (بانی فرقہ کا سال وفات ۱۳۸ء) وہ اسی عقیدہ کا قائل تھا۔ اور کھلم کھلا کہتا کہ مصلوب حضرت مسیح نہیں تھے، بلکہ شمعون کرینی ہوا ہے۔ قرآن مجید

وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ
(ہم نے بھیجا) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (پیغمبر) تاکہ لوگوں کو پیغمبروں کے (آنے کے) بعد اللہ
بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ
کے سامنے عذر نہ باقی رہ جائے، اور اللہ تو ہے ہی زبردست، پوری حکمت والا۔ لیکن اللہ
اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
اللہ گواہی دے رہا ہے اس (کتاب) کے (بارے) سے جو اُس نے آپ پر نازل کی (اور) اس کے
يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
(کمال) علم سے نازل کیا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دے رہے ہیں، اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا
وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا
اور اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) روکا، وہ بڑی ہی دُور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں، یقیناً جن
بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ
لوگوں نے کفر کیا، اور ظلم کیا، اللہ ایسا نہیں کہ انہیں بخش دے اور
لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ
یہ ہے کہ انہیں کوئی راستہ دکھائے سوائے راہ جہنم کے
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾
اس میں وہ پڑے رہیں گے ہمیشہ ہمیش کی اور اللہ کے نزدیک یہ آسان ہے
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ
اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس (یہ) رسُول تمہارے پروردگار کے پاس سے آئے ہیں، سچی بات

۸۳۳ یعنی پیمبروں کے آجانے کے بعد اب کسی کو قیامت میں یہ عذر پیش کرنے کا موقع باقی نہیں رہا، کہ ہماری عقل مسائل و حقائق کے سمجھنے سے قاصر رہی۔ متکلمین نے یہیں سے یہ اخذ کیا ہے کہ بندوں پر محبّتِ الٰہی ارسالِ رُسُل کے بعد ہی قائم ہوتی ہے نہ کہ مجرد عقل کی بنا پر۔ یدل علی ان قبل البعثۃ یکون للناس حجۃ فی ترک الطاعات والمعاصی (کبیر) لأجل هذا بعث الأنبياء (قرطبی) ۸۳۴ صفت عربیہ کی سمہ علی ان سنۃ اللہ جاریۃ فی الناس صرورۃ تصورہ الکل عن ادراک حزئیات المصالح والاکثر عن ادراک کلیاتہا (بیضاوی) ۸۳۵ صفت عربیہ کی لاکر یاد دلایا کہ وہ مالک حقیقی ہے فاعل مختار، پیمبروں کے بھیجے ہوئے بغیر بھی ہر عذر کو قطع کر سکتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ حکیم بھی تو ہے۔ اس صفت کو لاکر یہ بتا دیا کہ اس کی حکمت کا مقتضیٰ اس کی ہوئی کہ وہ طاہری عذر بھی نہ باقی رہنے دے۔ ۸۳۶ لٰکِنْ کلمۂ استدراک ہے اور استدراک قول ماسبق پر ہوتا ہے۔ یہاں مراد ہے کہ اگر یہ لوگ خصوصاً یہود اب بھی اور اس کے باوجود بھی نبوت محمدی کو نہ مانیں تو ——— روایتوں میں آتا ہے کہ یہود نے پچھلی آیات انا اوحینا الیک الخ کو سُن کر کہا تھا کہ ہم تو ان کی رسالت کی گواہی نہیں دیتے۔ مما قال انا اوحینا الیک قال القوم لا نشهد لك بذلك ولا نتبعك لكن الله يشهد (کبیر) فی الکلام حذف ودل علیہ الکلام کان الکفار قالوا ما تشهد لنا یا محمد فی ما تقول فمن یشهد لك (قرطبی) ۸۳۷ (اور اسی کمال علمی ہی نے تو قرآن کو معجزہ بنا دیا ہے) اَللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ یعنی اللہ کی شہادت اسی قرآن کے ذریعہ سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ۔ اس میں قرآن کے لئے صفتِ کمال کا اثبات ہے۔ والمراد من قوله وصف القرآن بكونه معجزا وهذا يبطل قول المعتزلة فی انکار الصفات فانه اثبت لنفسه العلم (کبیر) دلت علی انه تعالیٰ عالم بعلم (قرطبی) ۸۳۸ یعنی حقیقت نفس الامر کے اعتبار سے اللہ کی شہادت ہر دوسری شہادت سے بے نیاز ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ۔ اللہ کی گواہی تو قرآن کے ذریعہ سے ظاہر ہی ہے، لیکن فرشتوں کی گواہی سے کیا مراد ہے؟ عام مفسرین نے یہ پہلو اختیار کیا ہے کہ فرشتے جو ان منکرین کے سامنے اصل واشرف ہیں، جب وہ رسُول کی صداقت پر گواہ ہیں، تو ان منکرین کی ہستی اور حقیقت کیا ہے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سارا کونینی کاروبار فرشتوں ہی کے واسطہ سے انجام پاتا ہے تو گویا کائنات کی فعلی شہادت خود حقیقت فرشتوں ہی کی شہادت ہے، خود نبی مترسُول اسلام اور دین رسُول کی تصدیق و تائید میں ہے۔ باللہ میں ب زائد ہے۔ والمعنی واللہ اعلم (قرطبی) ۸۳۹ اس ظلم سے مُراد دونوں قسم کے ظلم ہو سکتے ہیں، ایک ظلم تو خود اپنے نفس اور جان پر، کفر و انکار کر کے۔ دوسرا ظلم یہ ہے کہ دوسروں کو اسلام و ایمان کے راستہ سے ظلم یا مکر سے روکا جائے۔ ۸۴۰ یہاں ہو رہا ہے قانونِ مجازات اور مکافاتِ عمل کا۔ کفر اور ظلم کے نتیجے تدریجاً اسلام اور عدل کے نتیجوں سے مکمل مختلف نکلیں گے۔ ۸۴۱ اسلام کا حامد امشترک قوموں کے خداؤں کی طرح محمود اور ناقص قوتیں رکھنے والا خدا نہیں، جو اُسے اس سزا دہی کے لئے کسی خاص اہتمام یا تکلف کی ضرورت پڑے۔ وہ مطلق الاختیار ہے۔ فعّالٌ لما یرید ہے۔ جو کچھ چاہے بات میں کر سکتا ہے۔

اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ
اتارا گیا تجھ سے پہلے اور نماز کے پابند اور زکوٰۃ کے ادا کرنے والے
الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
ہیں اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں ایسوں کو ہم
سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ
اجر عظیم مرحمت کریں گے ۱۷۸ یقیناً ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے جیسی کہ
اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ
ہم نے نوح اور ان کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی بھیجی تھی اور ہم نے
اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ
ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور
الْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَ
اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر وحی بھیجی
سُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ
تھی ۱۷۹ اور ہم نے داؤد کو ایک صحیفہ دیا تھا ۱۸۰ اور دوسرے پیمبروں پر کہ
قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
اُن کا حال ہم پیشتر آپ سے بیان کر چکے ہیں (ہم نے وحی بھیجی تھی) اور (ایسے) پیمبروں پر (بھی) کہ
عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ
انکا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا ۱۸۱ اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام فرمایا ۱۸۲ اور پیمبروں کو

ع ۲۲ ۲

منزل

ان سب پر حجت بیلے گر رکھے۔ خطاب کا رُخ زیادہ تر یہود ہی کی جانب ہے۔ اسی کو بتایا اور سمجھایا ہے کہ سلسلۂ وحی کو تو آخر تم مانتے ہو، اور حضرت نوحؑ اور اُن کے بعد کے انبیاءؑ کی نبوت کو بھی تسلیم کرتے ہو، پھر ایک نئے نبی کی ساتھ وضاحت میں تمہیں اتنی دشواری کیوں پیش آرہی ہے؟ حضرت ابراہیمؑ وغیرہ ایسے انبیاء کے ساتھ جن کی نبوت یہود کو مسلّم تھی، مجدد ایسے پیمبروں کے نام بھی لے دیئے گئے ہیں، جن کی نبوت کے مورد سکر (مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بالتقریر یا سکر تھے (مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام)

۱۸۱ رُسُلًا۔ رسول یہاں لغطی معنی میں ہے اور لغطی معنی اس کے ہر لکھی ہوئی چیز کے ہیں۔ الرسول الکتابۃ، رَسَّلَ الکِتَابَ کَتَبَہٗ (لسان) اور الرسول کے بھی معنی لکھی ہوئی کتاب کے ہیں۔ الرسول الکتاب المرسول (لسان) الرسول الکتب المسطور (تاج) رسول کے نام سے اس وقت جو کتاب حضرت داؤدؑ کی جانب منسوب موجود ہے، وہ عہد عتیق کے مجموعۂ صحائف میں سے ایک صحیفہ ہے۔ اور اس مجموعہ کے ۱۵۰ پرچے ہے۔ اس میں احکام و مسائل شریعت درج نہیں، بلکہ صرف حمد مناجات، دعائیں وغیرہ ہیں۔ اور جا بجا آخری نبی کی بابت پیشگوئیاں بھی، پیشگوئیوں کے دھکے ہوئے انداز میں موجود ہیں۔ ۱۸۲ رُسُلًا) بعض پیمبر ایسے ہیں جن کا ذکر اس آیت کے نزول کے بعد قرآن مجید میں آگیا۔ اور بہت سے ایسے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں سرے سے آیا ہی نہیں۔ والا کثرون علی عدم حد کو بس علی سبیل التفصیل (کبیر) متکلمین نے یہیں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ہر ہر نبی پر تفصیل کے ساتھ ایمان لانا ضروری نہیں البتہ سب نبیوں کی اجمالاً تصدیق ضروری ہے۔ والآیۃ تدل علی ان معرفۃ الرسل ما کانوا لیست شرط لصحۃ الایمان بل من شرطہ ان یؤمن بھم جمیعاً اذ لو کان معرفۃ کل واحد منھم شرطا لعُدَّ علینا کل ذلک مدرک، مِنْ قَبْلُ یعنی اس آیت کے نزول سے پیشتر ۱۸۳ کلّمًا۔ فعل کے بعد اسی مصدر کو اور پھر تنوین کے ساتھ لانے کے معنی یہ ہیں کہ کلام کی کوئی بہت ہی مخصوص نوعیت مراد ہے۔ ورنہ کلام بمخاطبہ اپنے عام معنی میں تو ہر نبی کے ساتھ ہوتا ہے ——— ایسا کلام جو ہمکلامی و مخاطبۃ انبیاء میں بھی ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ عام عقول کیلئے تو ناقابل فہم ہی ہوگا۔ مصدر وصفہ التاکید (زمخشری) ھو الکلام الحقیقی الذی یکون بہ المتکلم متکلما (زمخشری) والمعنی ان التکلیم بعد وساطۃ مستغنی عنہ۔ الوحی والاعلام (رضا) اشارۃ الی ان المصدر وسوسۃ للنوع لانہ نوع خص لا لذاتہ کمہ (تحاری)

كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧٠﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ
اللہ ہی کارساز ہونا کافی ہے ۸۵۸ مسیح ہرگز اس سے عار نہ کریں گے کہ
اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ
وہ اللہ کے بندہ ہیں اور نہ مقرب فرشتے بھی ۸۵۹
وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
اور جو کوئی اللہ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو
فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿١٧٢﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اللہ ضرور اپنے پاس سب کو جمع کرے گا ۸۶۱ پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ
اور انہوں نے نیک کام بھی کئے ہونگے تو وہ اُن کو اُن کا پورا پورا اجر دیگا اور انہیں اپنے فضل
مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا
سے اور زاید دیگا ۸۶۲ اور جن لوگوں نے عار اور تکبر کیا ہوگا سو
فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ
انہیں وہ دردناک عذاب دے گا اور وہ لوگ اپنے حق میں کسی غیر اللہ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
کو دوست پائیں گے نہ مددگار ۸۶۳ اے لوگو، تمہارے پاس
قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ
یقیناً ایک دلیل تمہارے پروردگار کے پاس سے آچکی ہے ۸۶۴ اور ہم تمہارے اُوپر

ع ۲۳ ۳

منزل

(کافی اور محکم) بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ اس برہان سے مراد رسُول اللہ صلعم کی ذات اقدس ہے، جن کی سیرت پاک اور تعلیم کی جامعیت نے ہر مشکل کو آسان اور ہر تیر کو پانی بنا دیا ہے ای رسول من ربکم (معالم) نبی محمد اصلعرض الشوری (قرطبی) الحجۃ والدلالۃ ای البرھان ھو محمد صلعم (ح) یٰٓاَيُّهَا النَّاسُ۔ خطاب ساری نسل انسانی کو، کل اہل مذاہب کو عام ہے۔ یایھا الناس من جمیع اصناف الملل (معالم) حرب یقول تعالیٰ عالمنا جمیع الناس (کبیر) خطاب الکافۃ المکلفین (روح) ۔ ۔

۸۵۸ کیا اسے بندوں کی حاجت روائی اور اپنی کارسازی میں کسی کی اعانت کی محتاجی ہے، جو وہ کسی کو شریک کرے؟ ۸۵۹ (بہ عالم ناسوت ہیں، نہ برزخ میں، نہ آخرت میں) المسیح۔ الملٰئکۃ المقربون۔ ایک طرف حضرت مسیح اور دوسری طرف ملائکہ مقربین، یہی دونوں دنیا میں کثرت سے پُجے ہیں مشرکوں نے فرشتوں کو دیوی دیوتا نام دے کر شریک الوہیت ٹھہرایا، اور مسیحیوں نے مسیح کو خدائی کے مرتبہ پر پہنچایا، اسی لئے خصوصیت کے ساتھ تصریح سے ان دونوں کی نفی الوہیت کی گئی، اور بتایا گیا کہ اللہ کی عبدیت کوئی حیرہ نو ہیں والی نہیں۔ مسیح اور ملائکہ مقربین تو اس پر فخر کرتے ہیں، نہ یہ کہ اس میں کسی قسم کا بھی عار محسوس کرتے ہیں۔

مُرشد تھانوی رح نے فرمایا کہ مراتب شرف میں عبدیت مرتبۂ اعلیٰ ہے۔ ۸۶۰ یہاں بیان اس عام قانون کا ہو رہا ہے کہ کوئی اللہ کی بندگی میں عار اور تکبر کر ہی کیونکر سکتا ہے، اللہ تو ایسا حاکم مطلق ہے کہ وقت موعود پر سب ہی کو اس کی عدالت میں حاضری دینا ہے۔ ۸۶۱ (جس کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے) يُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ۔ یعنی جتنا اجر مقرر و موعود ہے، وہ تو انہیں پورا ملے ہی گا۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ یعنی جو لوگ عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے عہدے رہے ۸۶۲ خلاصہ یہ کہ نبی سے نیک بزرگ سے بزرگ، مقبول سے مقبول بندے بھی بہرحال بندے ہی ہوتے ہیں۔ غالی مُریدوں، معتقدوں کا ایسے شیخ یا کسی ہیرو کو اُس کی حد عبدیت سے باہر نکال دینا اپنے کو مستحق جہنم بنانا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا۔ یعنی جنہوں نے عبد بننے سے عار رکھا۔ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ ولی اور نصیر میں فرق یہ ہے کہ ولی ایجابی طور پر ایصال نفع پر قادر ہوتا ہے، اور نصیر سلبی طور پر دفع ضرر پر۔ وَلِيًّا ای قریبا یسعھم (ابن عباس) نصیرا ای مانعا یمنعھم من عذاب اللہ (ابن عباس) ۸۶۳

رَبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا
لے کر آیا ہے پس ایمان لاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کرتے رہے
فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
تو بیشک اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ بڑا علم والا ہے
عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ
بڑا حکمت والا ہے ۝ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو
دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا
کرو اور اللہ کے بارہ میں کوئی بات حق کے سوا نہ کہو سچ
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ
عیسیٰ ابن مریم تو بس اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ
اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
جسے اس نے پہنچایا حضرت مریم کو اور ایک جان ہیں اس کی طرف سے پس اللہ اور اس کے پیغمبروں پر
رُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ
ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں اس سے باز آجاؤ تمہارے حق میں بہتر ہے
اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ
اللہ تو بس ایک ہی معبود ہے وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے بیٹا
وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَ
ہو اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور

وقف لازم

منزل

السادۃ والعت الی اللہ «الکبیر» ھو رد حرکۃ شراد دواجر الدابہ تعالیٰ اصابہ الی نصبہ تشریفاً (سالم) اصابہ اللہ تعالیٰ الیہ تشریفاً کما یقال بیت اللہ وسماہ اللہ (حصاص) مراد ہیں کہ صرف اُنہی میں اللہ کی رُوح تھی، کسی اور میں اللہ کی رُوح نہیں ہوتی۔ وبعضٌ منہ من روحی۔ قرآن مجید میں موقع تخصیص و اختیار پر بھی کسی کو عدہ سے تعبیر کیا گیا ہے لہٰذا کبھی کسی کو عدہ سا سے، حالانکہ ظاہر ہے کہ اللہ کے عدہ سے ہی ہیں ۵۸۵ (ان ہی پیغمبروں کی تعلیمات کے مطابق) فَاٰمِنُوْا کی ف میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان صحیح حقائق کو سمجھ لینے کے بعد اب واجب ہے کہ اپنے خود ساختہ عقائد و خیالات کو چھوڑ کر ایمان اللہ اور اس کے رسولوں کی ہدایات پر لاؤ۔ ۵۸۳ خواہ وہ بنیں اقوام ہوں یا بنیں مستقل بالذات ہستیاں۔ مسیحی تثلیث کا عقیدہ خود مسیحیوں کے لحاظ میں حسب ذیل ہے۔ "باپ بیٹے اور روح القدس کی الوہیت ایک سی ہے۔ جلال سارا عظمت ان کی یکساں، جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا اور ویسا ہی روح قدس ہے۔ باپ غیر مخلوق، بیٹا غیر مخلوق، اور روح قدس غیر مخلوق ہے باپ غیر محدود، بیٹا غیر محدود، اور روح قدس غیر محدود۔ باپ ازلی، بیٹا ازلی اور روح قدس ازلی۔ تاہم تین ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی۔ اسی طرح تین غیر محدود نہیں۔ اور نہ تین غیر مخلوق اور ایک غیر محدود۔ ویسی ہی باپ قادر مطلق، بیٹا قادر مطلق، اور روح قدس قادر مطلق۔ تو بھی تین قادر مطلق نہیں، بلکہ ایک قادر مطلق ہے۔ ویسا ہی باپ خدا، بیٹا خدا اور روح قدس خدا۔ لیکن یہ بھی تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا۔" ایک طرف یہ گورکھ دھندا، اور دوسری طرف اسلام کا صاف و سادہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ——— کوئی مناسبت بھی دونوں میں ہے؟ ۵۸۴ کہ یہ غالیانہ عقائد کفر بلکہ شرک تک پہنچا دینے والے ہیں۔ مُرتد نحاوی نے فرمایا کہ یہ آیت حلول و اتحاد کے بطلان میں صریح ترین دلیل ہے جس کے قائل بعض حلاّ جیہ صوفیہ ہوئے ہیں۔ ۵۸۵ واحد ہر اعتبار سے اور اپنے ہر معنی میں۔ یہ وہ ایک تین میں تقسیم ہے، نہ وہ ایک ایسے کہ تین شکلوں میں ظاہر ہونے والا ہے۔ یہ تیسری کی کوئی قسم بھی صحیح ہے۔ ۵۸۶ یہ ولدیت کا عقیدہ غلط ہی نہیں، بلکہ اصلاً مہمل اور تسریہ الوہیت کے لئے باعث توہین، شانِ الوہیت کے بالکل منافی ہے۔ ۵۸۷ حالانکہ تمام رشتہ مخلوق کے ساتھ خالق مالک کا ہے۔ مالک و مملوک میں مُناسبت ملازمی ہے، مخلوق اس کے والد یا مولود کے درمیان مُغائرت ۔۔۔ ہم جنسی و ہم قومی "شرط ہے۔ تو جب ہر مخلوق اللہ کی مملوک ہے تو کوئی بھی مخلوق اس کی اولاد ہو ہی نہیں سکتی۔

نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا

ایک کھلا ہوا نور اتار چکے ﴿۱۷۴﴾ تو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے، اور اُسے اسوں نے مضبوط پکڑا

بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ

اس سے وہ ضرور اپنی رحمت و فضل میں داخل کرے گا ﴿۱۷۵﴾ اور انہیں اپنے تک

اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٥﴾ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ

سیدھی راہ دکھا دے گا ﴿۱۷۵﴾ لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ

فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ

اسمیں ایسے کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے، اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور

اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ

اس کے ایک بہن ہو ﴿۱۷۶﴾ تو اُسے اُس کے ترکہ کا نصف ملے گا ﴿۱۷۶﴾ اور وہ مرد وارث ہوگا اُس اس کے

يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ

کوئی لڑکا اگر اُس میں کے اولاد نہ ہو ﴿۱۷۶﴾ اگر وہ دو ہوں تو اُن دونوں کو ترکہ میں سے دو ثلث

مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ

ملے گا ﴿۱۷۶﴾ اور اگر وارث حد بھائی بہن مرد و عورت ہوں تو ایک مرد کو

مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ

دو عورتوں کے حصہ کے برابر ملے گا ﴿۱۷۶﴾ اللہ تمہارے لئے یہ احکام کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہی

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾

میں نہ پڑو ﴿۱۷۶﴾ اور اللہ ہر شے کا پورا علم رکھتا ہے ﴿۱۷۶﴾

۲۴ ۶۵ ۶

منزل

۹۸۶۴ یعنی قرآن مجید بس کے اندر بڑے اور چھوٹے، انفرادی اور اجتماعی، سارے مسائل کا حل موجود ہے۔ ای کما انا منبیا (اس حاشیہ) النور المنزل ھو القرآن عن ابن عباس (رضی) وھو القرآن کما قالہ مقاتل ومجاھد والسدی (روح)

۹۸۶۵ یعنی جنت میں داخل کرکے اور بھی نعمتوں سے سرفراز کرے گا۔ اعتصموا باللہ یعنی اللہ کی توحید اور بھی شرک پر ایمان لائے۔ واعتصموا بہ۔ یعنی اللہ کے دین کو مضبوط پکڑے رہے۔ ۹۸۶۶ یعنی دنیا میں اسی طریق رضا پر استقامت و قائم رکھا جائے گا۔ اور اطاعت کی برکت سے انہیں ثبات علی الطاعات کی توفیق ہوگی۔ ای یثبتھم علی طریق مستقیم فی الدنیا معدد مومؤخر (اس حاشیہ) اسی سے ماکیں ایمان و اعمال صالحہ کی حالت معلوم ہو گئی کہ ان کو یہ ثمرات ملیں گے۔ (تھانوی) ۹۸۶۷ کلالہ وہ ہے جس کے نہ اولاد ہو۔ اور نہ والدین زندہ ہوں۔ ۹۸۶۸ اور نہ جس حقیقی یا علاتی بھائی ہو، یا علاتی یعنی باپ کی طرف سے ہو۔ اخیافی یعنی صرف ماں کی طرف سے جس کا حکم سورہ کے شروع (آیت ۱۲) میں آچکا ہے۔ ۹۸۶۹ اور بقدر نصف اگر کوئی حصہ ہوا تو اُسے ملے گا۔ ورنہ خود اُسی جس پر لوٹ آئے گا) چچا، چچازاد بھائی وغیرہ عصبات میں داخل ہیں۔ ادائے فرض احرا سے، حیثیت پر سرحال معدم ہے۔ ۹۸۷۰ اور والدین بھی نہ ہوں) ۹۸۷۱ اور عصبہ ایک سگا عصبہ کو ملیگا ورنہ علاتی کو پھر اسی جس کو ملیگا ورنہ علاتی کو ملیگا۔ جس اگر دو بھائی ہوں تو اُن کا بھی یہی حکم ہے۔ ۹۸۷۲ یعنی ماں کو دوسرا اور جس کو آدھا حصہ ملے گا۔ جہاں عام قاعدہ ما اصول کا ہے مانی نعصلات کہ عینی بھائی اور عینی بہن کا اتر علاتی بھائی بہنوں پر کما پڑے گا۔ کسب خود و فراض میں ملیں گی۔ وان کانوا اخوۃ یعنی اسی حیثیت کے بھائی بہن جس پر اطلاق کلالہ کا ہو۔ ۹۸۷۳ اور معاسر دیوی اور جرائے آخر دونوں میں نقصان سے محفوظ رہو) ۹۸۷۴ اپنی صفت علم لاکر یاد دلایا کہ ان احکام میں بندوں کی ساری رعایتیں اور مصلحتیں جمع کر دی گئی ہیں۔